UNIVERSAL
LIBRARY
OU_224141
UNIVERSAL
LIBRARY

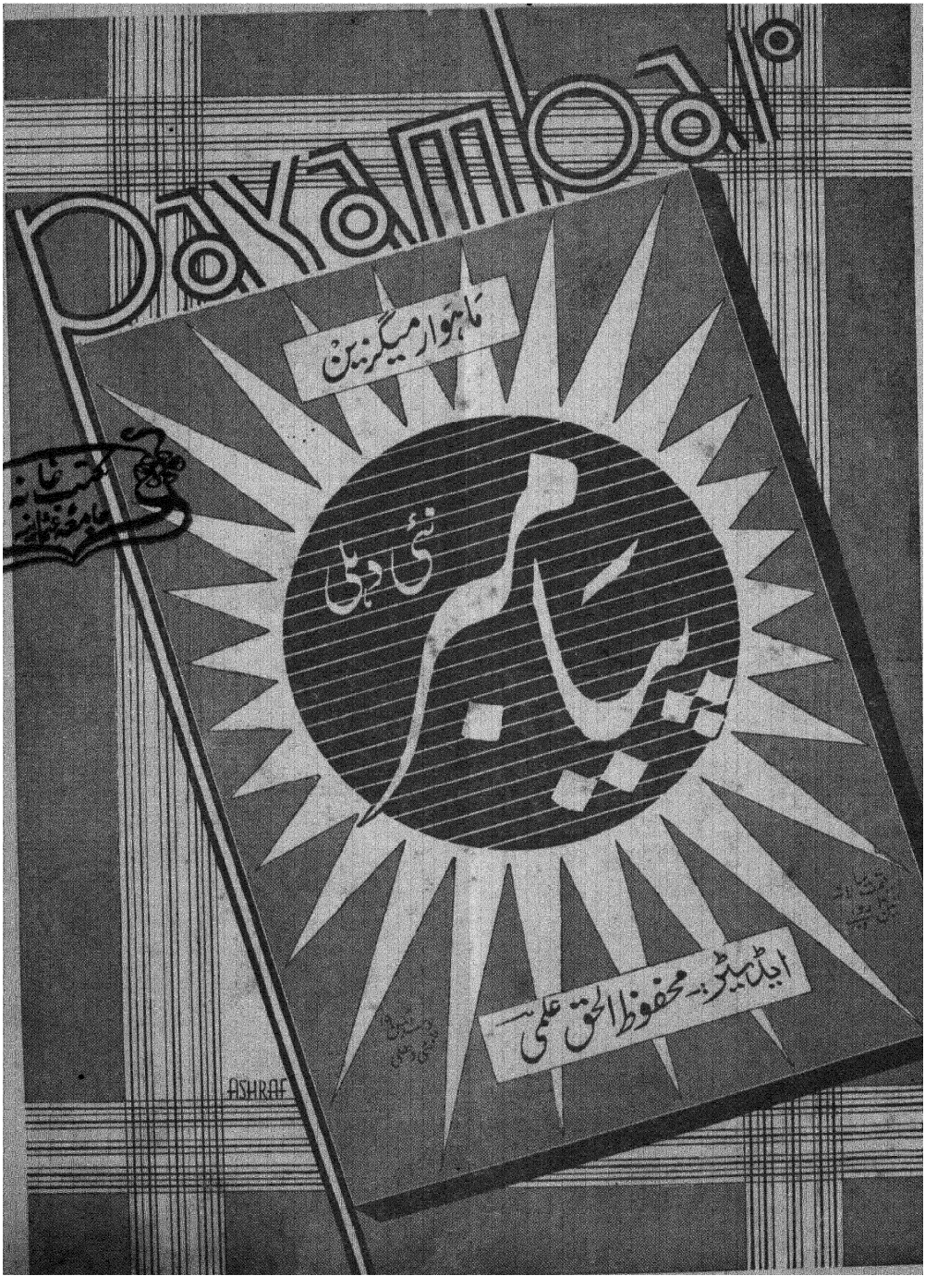
Payam
ماہوار میگزین
پیام
نئی دہلی
ایڈیٹر: محفوظ الحق علمی
ASHRAF

ماہنامہ

پیامبر

نئی دہلی

۱۹۴۰ء و ۱۹۴۱ء و ۱۹۴۲ء و ۱۹۴۳ء و ۱۹۴۴ء

جلد اوّل | بابت ماہِ جولائی سنہ ۱۹۴۰ء | نمبر اوّل

سُن او پیامبر

دُنیا میں جا کے سب کو سُنا دے تو یہ خبر ——— سُن او پیامبر
اُٹھو کہ ہو گئی ہے شبِ ہجر کی سحر ——— سُن او پیامبر
کہنا کہ زندگی کا نیا دِن شروع ہے ——— وقتِ طلوع ہے
وہ آفتابِ یوم تجلّی ہے جلوہ گر ——— سُن او پیامبر
نیچر میں ارتقا ہے۔ ترقی کا زور ہے ——— دُنیا میں شور ہے
کہنا کہ ہے یہ جلوۂ قیّوم کا اثر ——— سُن او پیامبر
کیا دیکھتے ہو دورِ قیامت یہی تو ہے ——— ساعت یہی تو ہے
کہدے کہ آشکار ہوا سرِّ مستتر ——— سُن او پیامبر
بزمِ وصالِ یار ہے اور وقتِ دید ہے ——— اِک تازہ عید ہے
حاضر ہوں سب حضور میں کہدے پکار کر ——— سُن او پیامبر
کہتا ہوا "الست" جو آیا وہ دِلربا ——— سب نے کہا "بلیٰ"
ہر حُسن شیفتہ ہے اُسی کے جمال پر ——— سُن او پیامبر
سُنتے ہی اُس کا نام جو بے ہوش ہو گئے ——— مدہوش ہو گئے
اِس عالمِ تراب میں ایسے ہیں بیشتر ——— سُن او پیامبر
دے کر پیامِ وحدتِ حق صُور پھونکدے ——— ناقور پھونکدے
خاموش ہو تمام یہ کثرت کا شور و شر ——— سُن او پیامبر
اہلِ حجاب تیرے مقابل اُٹھیں اگر ——— پرواہ بھی نہ کر
اُلفت سے تو پکار انھیں شام اور سحر ——— سُن او پیامبر

قیامت اسی دنیا میں

قیامت کے معنی فنا ہو جانا نہیں ہیں۔ برپا ہونا ہیں، اس لئے اس دنیا کی فنا یا تمام کائنات ہستی کے معدوم ہو جانے کا نام قیامت نہیں ہے۔ خدا کی کسی کتاب میں فنا یا عدم ہو جانے کو قیامت نہیں کہا گیا ہے۔ یہ ایک عام غلطی پھیلی ہوئی ہے کہ لوگ تمام عالم ہستی کے فنا ہونے کو قیامت کہتے ہیں۔ یہ کلام الہی پر غور نہ کرنے کا نتیجہ ہے کہ فنائے عالم کو قیامت کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں بھی کوئی ایک آیت ایسی نہیں ہے جس میں فنائے عالم کو قیامت کہا گیا ہو۔ سالہا سال سے یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ کوئی آیت ہی دکھا دی جائے جس میں کائنات ہستی کے کلی فنا ہو جانے کو قیامت کہا گیا ہو۔ لیکن آج تک کوئی صریح آیت ہمارے سامنے اس کے ثبوت میں پیش نہیں کی جا سکی۔ جس قدر آیات اس سلسلہ میں بیان کیجاتی ہیں۔ ان میں سے کسی ایک سے بھی قیامت کے معنی کائنات ہستی کی فنا و کلی ثابت نہیں۔

قیامت کے لغوی معنی برپا ہونے کے ہیں اور خدا کے کلام میں قیامت کی حقیقت یہ ہے کہ خداوند قیوم کی ایک نئی تجلی آشکار ہو۔ مظہر قیومیت یعنی پیغمبر حق قیام فرما ہو جس کے ذریعے ایک نئی قوم برپا ہوتی ہے۔ قوموں کا حساب و کتاب ہوتا ہے، وہ اپنے اعمال کی جزا سزا میں ترقی و تنزل پاتی ہیں جو کچھ کیفیت اعمال اور ان کے اثرات لوگوں کی زندگی میں ہوتے ہیں۔ اسی کے مطابق لوگ آخرت میں یعنی مرنے کے بعد سکھ یا دکھ پاتے ہیں۔ مرنے کے بعد کا انجام اسی دنیا کے اعمال پر موقوف ہے وہ کوئی الگ مستقل چیز نہیں۔ اس دنیا میں جو کچھ انسان اپنے آپ کو بناتا ہے روحانی لحاظ سے تندرست یا مریض بلند یا پست ہوتا ہے۔ یہی حالت اس کے ساتھ جاتی ہے اور مرنے کے بعد وہ راحت یا عذاب پاتا ہے۔

قیامت جس کا ذکر بار بار کلام الہی میں آتا ہے وہ یہیں دنیا میں ہوتی ہے۔ ہر پیغمبر صاحب شریعت جب دنیا میں قائم ہو کر ایک نئی قوم برپا کرتا ہے۔ اسی کو کلام الہی میں قیامت کہا گیا ہے۔ قرآن مجید پر جس قدر غور و تدبر کیا جائے گا۔ اسی قدر یہ حقیقت عیاں ہوتی جائیگی۔ انجیل میں بھی یہی حقیقت بیان ہوئی ہے۔ جہاں حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ "قیامت اور زندگی میں ہوں" بھگوت گیتا میں بھی سری کرشن نے صاف صاف کہا ہے۔ کہ "پرلے اور مہا پرلے میں ہوں" حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انا الحاشر احشر الناس علی قدمی" حشر برپا کرنے والا میں ہوں۔ اپنے قدموں پر لوگوں کا حشر کر رہا ہوں قرآن مجید میں سورہ حشر میں وضاحت سے فرمایا ہے کہ یہ خدا نے منکرین حق کو اول حشر میں ان کے شہروں سے نکال دیا" اس سے صاف ظاہر کر دیا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ایام حشر کے ایام ہیں نیز سورہ نحل کے آخری رکوع میں ایک آیت یوں نازل ہوئی ہے جو بعثت رسول کے

زمانہ کو یوم القیٰمۃ قرار دیتی ہے

وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ

اور بے شک تیرا رب ان لوگوں کے اندر یوم قیامت حکم و فیصلہ کر رہا ہے ان باتوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

یہاں صاف فرماتا ہے کہ خدائے تعالیٰ یوم قیامت میں حکم و فیصلہ کر رہا ہے۔ کہ یہاں صیغۂ حال استعمال ہوا ہے جس سے ثابت ہوا کہ ظہور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یوم القیٰمۃ ہے اور خدائے تعالیٰ اپنا کلام نازل کر کے لوگوں میں فیصلہ کر رہا ہے۔ کیونکہ ہر رسول پر اسی لئے کتاب نازل کی جاتی ہے لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ تاکہ وہ لوگوں میں فیصلہ کرے۔ رسول کو حکم ہوتا ہے۔ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ۔ تو لوگوں میں خدائی بصیرت کیساتھ حکم و فیصلہ کر یعنی خدا کا حکم و فیصلہ رسول کے ذریعے ہوتا ہے۔ آیت سورۂ نحل میں اسی بات کو یوں فرماتا ہے کہ بیشک تیرا رب ان لوگوں کے اندر یوم قیامت میں حکم و فیصلہ کر رہا ہے اس ترجمہ کی صحیح دلیل یہ ہے کہ لَيَحْكُمُ میں لام حال ہے جو مضارع کو خاص حال کے لئے کر دیتا ہے (ملاحظہ ہو علم القرآن جلد اول صفحہ ۱۷۱) اس قانون علمی کے مطابق یہ ترجمہ بالکل درست ہے کہ خدا یوم قیامت میں حکم و فیصلہ کر رہا ہے۔ ظہور رسول اکرمؐ کا زمانہ کو یہاں یوم قیامت قرار دیا ہے۔

ایک اور نص قطعی سورۃ آل عمران رکوع ۶ میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے پیرو یوم قیامت تک منکروں پر غالب رہیں گے۔ پھر لوگوں کا رجوع خدا کی طرف ہوگا۔ خدا ان کے اختلافات میں حکم و فیصلہ کریگا۔ اس طرح کہ جو منکر ہوں گے ان کو عذاب شدید دیگا۔ دنیا میں اور آخرت میں اور مومنوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیگا۔ یہاں توجہ کے قابل یہ بات ہے کہ خدا یوم قیامت میں جب حکم و فیصلہ کریگا تو اس کے نتیجے میں اس فیصلۂ قیامت کے بعد منکروں کو دنیا میں عذاب شدید دیگا۔

معلوم ہوا کہ قیامت دنیا میں ہی ہوگی جس کے فیصلہ کے بعد دنیا میں لوگوں کو عذاب دیا جائیگا۔ اگر دنیا کے فنا ہو جانے کے بعد قیامت ہو اور اس میں فیصلہ ہو تو یہ کیونکر ممکن ہوگا کہ منکروں کو دنیا میں عذاب دیا جا سکے دنیا تو موجود ہی نہ ہوگی۔ پوری آیت اور اس کا ترجمہ ذیل میں درج ہے محققین خوب غور و تامل سے ملاحظہ فرمادیں

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

جب خدا نے کہا کہ اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور منکروں کے الزامات سے پاک کرنے والا ہوں اور تیرے متبعین کو منکروں پر یوم قیامت تک غالب رکھنے والا ہوں جو تمہارا رجوع میری طرف ہے۔ سو میں تمہارے درمیان حکم و فیصلہ کروں گا۔ ان باتوں میں جن میں تم اختلاف کرتے تھے (فیصلہ کا نتیجہ یہ ہوگا) کہ منکروں کو سخت عذاب دوں گا۔ دنیا میں اور آخرت میں اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ اور جو لوگ ایمان اور عمل صالح پر قائم ہیں۔ خدا

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ	انھیں عمل کے بدلے دیگا۔ اور خدا ظالموں سے محبت نہیں کرتا

اس آیت میں فرمایا ہے کہ مسیح کے متبعین کو منکرین پر یوم قیامت تک غالب رکھوں گا۔ پھر تمہارا رجوع میری طرف ہے۔ میں تمھارے درمیان فیصلہ کرونگا۔ فیصلہ کے نتیجے میں منکروں کو دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دوں گا۔ اب یہ یوم قیامت جس میں خدا فیصلہ کریگا اور اس کے بعد منکروں کو دنیا میں عذاب دے گا اگر دنیا میں ہی ہے تو پھر فیصلہ کے بعد دنیا میں عذاب دینا کیا معنی رکھتا ہے۔ یہ آیت بہت ہی واضح ثبوت پیش کرتی ہے کہ یہ قیامت دنیا میں ہی ہوگی

اس آیت کا ترجمہ جناب مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی نے بھی اپنے ترجمۂ قرآن میں کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اور جو لوگ تمھارا کہنا ماننے والے ہیں ان کو غالب رکھنے والا ہوں ان لوگوں پر جو کہ تمھارے منکر ہیں روز قیامت تک۔ پھر میری طرف ہوگی سب کی واپسی سو میں تمھارے درمیان عملی فیصلہ کردوں گا۔ ان امور میں جن میں تم باہم اختلاف کرتے تھے۔ تفصیل فیصلہ کی یہ ہے کہ جو لوگ ان اختلاف کرنیوالوں میں کافر تھے سو ان کو سخت سزا دونگا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی"

مقصد یہ ہے کہ فیصلہ قیامت کے نتیجے میں منکروں کو دنیا میں بھی سزا ملیگی۔

یہ صاف اور بیّن ثبوت ہے کہ قیامت دنیا میں ہی ہوگی۔ ورنہ قیامت فنائے عالم ہو تو پھر فیصلۂ قیامت کے بعد عذاب دُنیا متصوّر ہی نہیں۔ یہ آیت قیامت کے اس مفہوم کے لیے جو ہم نے بیان کیا ہے زبردست دلیل ہے۔

پیغمبر کے ظہور کے وقت خدا فیصلہ کرتا ہے وَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ "جب لوگوں کے پاس رسول آتا ہے ان میں سچا فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور اس فیصلہ کے نتیجے میں خدائی احکام و دین کے منکروں کو دنیا میں بھی تنزل و ادبار و ہلاکت کا عذاب نصیب ہوتا ہے اور آخرت یعنی مرنے کے بعد بھی عذاب ہوتا ہے۔

حقیقت کے شیدائیوں کو آزادی سے سوچنا چاہیئے۔ آباء و اجداد کی تقلید میں مبتلا رہنے سے کبھی حقیقت کے اسرار منکشف نہیں ہوتے۔ جو آزادیٔ فکر سے کام لیتے ہیں آخرکار حق سے فائز ہوتے ہیں۔

بہائی کتابوں کا مطالعہ

جو لوگ عربی فارسی جانتے ہیں انھیں مجموعہ الواح حضرت بہاءاللہ کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ "کتاب شیخ یا لوح ابن ذئب اصل اور اردو ترجمہ بھی ملتا ہے۔ طالبان حق اس کا مطالعہ ضرور کریں اگر کتاب مقدس اور قرآن مجید کے اسرار کا انکشاف مقصود ہو تو کتاب "ایقان" پڑھنا ضروری ہے اصل اور اردو ترجمہ دونوں ملتے ہیں۔ کتاب "مفاوضات عبدالبہا" کے مطالعہ سے بڑے بڑے مشکل مسائل حل ہو جائیں گے۔ تاریخ و تعلیمات امر بہائی معلوم کرنے کے لئے کتاب "بہاءالدو عصر جدید" ملاحظہ فرمائیے۔ یہ کتاب ۳۸ زبانوں میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ کوکب ہند جلد پنجم اور جلد ششم۔ بہائی میگزین جلد اول سے جلد پنجم تک بے شمار معلومات کا ذخیرہ ہیں۔ یہ سب کتابیں نگانیکا پتہ:۔

بہائی پبلشنگ کمیٹی۔ بہائی ہال دیپ چند روڈ۔ کراچی

گمان و یقین

(از جناب اسفندیار بختیاری کراچی)

یہ گمان نہ کیجئے کہ اگر آپ خدا سے غافل ہوگئے ہیں تو خدا بھی آپ سے غافل ہوگیا ہے۔ یقین کیجئے کہ خدا ہر وقت آپ کے خیالات اور اعمال سے باخبر ہے۔

یہ گمان نہ کیجئے کہ آپ خدا سے غافل ہوکر ناشائستہ اعمال کے مرتکب ہوگئے ہیں تو خدا بھی آپ کے گناہ سے غافل ہوکر آپ کو بے سزا چھوڑ دیگا۔ یقین کیجئے کہ ضرور سزا دیگا۔

ہر عمل اجرے دہر کردہ جزائے وارد

یہ گمان نہ کیجئے کہ آپ نے جو گناہ دیدہ و دانستہ خدائی عفو و مغفرت کی امید پر کیا ہے آپ اس گناہ سے ضرور بری ہوجائیں گے یقین کیجئے کہ خدائی اوامر و نواہی جو پیغمبر وقت کے ذریعے دئے جاتے ہیں ان سے بال برابر بھی تجاوز کرنا قابل مواخذہ ہے۔ اور ان کے متعلق باز پرس ہوگی

یہ گمان نہ کیجئے کہ حضرت آدم کے زمانہ میں بھی لوگ انسانیت کا دعوی کرتے ہوئے حضرت آدم سے بڑے خوش تھے۔ یقین کیجئے کہ لوگ اس وقت حضرت آدم سے بھی خوش نہ تھے۔ بلکہ عملاً انسانیت سے گریزاں تھے۔

ایں کہ می بینی خلاف آدم اند
نیستند آدم خلاف آدم اند

گمان نہ کیجئے کہ حضرت نوح کے زمانے میں لوگ اُن سے خوش تھے۔ یقین کیجئے اس وقت بھی لوگ اپنے باپ دادا کے عقیدوں اور کاموں کو ہی بہتر سمجھتے تھے۔ اور حضرت نوح پیغمبر کو برا کہتے اور تکلیف پہونچاتے تھے۔

گمان نہ کیجئے کہ لوگوں نے یہ سمجھنے کے بعد ہم نے حضرت آدم و نوح کی مخالفت میں غلطی کھائی ہے۔ حضرت ابراہیم کو بلا تامل قبول کرلیا تھا۔ بلکہ یقین کیجئے کہ پھر بھی لوگوں نے حضرت ابراہیم سے وہی بُرا سلوک کیا جو حضرت آدم و نوح سے کیا تھا۔

گمان نہ کیجئے کہ صرف حضرت موسیٰ کے زمانہ میں ہی فرعون تھا۔ بلکہ یقین کیجئے کہ حضرت بہاءاللہ کے وقت میں بھی ایسے کئی فرعون تھے جنہوں نے امر حق کی مخالفت میں بہت زیادہ کوششیں کیں

گمان نہ کیجئے کہ صرف وہی فرعون رسوائے جہان ہوا ہے جو حضرت موسیٰ کا مخالف تھا بلکہ یقین سے جانئے کہ حضرت بہاءاللہ کے مخالف فرعون کا بھی وہی انجام ہوا اور ہوگا۔

گمان نہ کیجئے کہ صرف یہودی حضرت مسیح کی مخالفت میں ٹھوکر کھا کر اوندھے گر گئے اور ہلاک ہوگئے بلکہ یقیناً حضرت بہاءاللہ کی مخالفت کرنے والے بھی ایسی گڑھے میں گر گئے ہیں۔

گمان نہ کیجئے کہ صرف حضرت زرتشت ہی وہ آسمانی آگ لائے تھے جس نے ایرانیوں کے دلوں اور روحوں کو گرم کردیا تھا بلکہ یقین کیجئے کہ تمام پیغمبر وہ آسمانی آگ لائے تھے جس کے ذریعے دنیا میں بہت سی

قوموں کے دل حرارت محبت سے گرم ہو گئے۔

گمان نہ کیجئے کہ جو آگ حضرت بہاء اللہ کے کلام کے آتشدان میں روشن ہے وہ حضرت زرتشت کی آگ سے کم نہیں ہے بلکہ یقین کیجئے کہ حضرت زرتشت کی آگ نے صرف ایران کو روشن کیا تھا اور حضرت بہاء اللہ کی آگ نے تمام دنیا کو روشن کر دیا ہے

اور کر دے گی۔

گمان نہ کیجئے کہ جو باتیں اس مضمون میں کہی گئی ہیں وہ اگر آپ کو پسند نہیں تو بالکل بیکار ہیں۔ نہیں بلکہ لکھنے والے کا مقصد یہ ہے کہ پڑھنے والے اپنے فرائض کو سمجھ سکیں۔ جو کچھ عرض کیا گیا ہے صرف ہمدردی اور محبت سے کہا گیا ہے

ہوائی لڑائی

اُف کیا غضب ہو رہا ہے۔ موجودہ لڑائی کی خبریں سن کر بڑی حیرت ہو رہی ہے کہ انسان کس طرح انسان کو فنا کر رہا ہے۔ رات کو جو شہر بڑی شان سے آباد تھا صبح کو ویران و برباد ہو گیا۔ بسنے والے ہلاک ہو گئے۔

اگر ایک صدی پہلے کہا جاتا کہ آیندہ ایسی ہوائی لڑائی ہو گی کہ سپاہی ہوا میں اڑتے ہوئے آسمان پر جنگ کریں گے اور فوجیں آسمان سے زمین پر اتر آئینگی تو یہ سن کر لوگ یقین نہ کرتے۔ مگر آج یہ واقعات ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں نہ صرف یہ کہ ہوا میں لڑائی ہوتی ہے اور سپاہی چھتریوں کے ذریعے اتر اتر کر زمین پر آتے ہیں بلکہ اس ہوائی لڑائی میں ایسی چیزیں ایجاد ہوئی ہیں جو ہوا میں پھیلا دی جائیں تو تمام ہوا زہریلی ہو جاتی ہے اور لوگوں کا دم گھٹنے لگتا ہے۔ لوگ بیہوش اور بے حس ہو جاتے ہیں یا بے اختیار رونے لگتے ہیں یا بے تحاشا ہنستے ہنستے بے دم ہو جاتے ہیں یا ایسا ہوتا ہے کہ زہریلی گیس سے ایک بادل سا بن جاتا ہے اور وہ جب کسی عمارت پر گرتا ہے تو آگ لگ جاتی ہے اور عمارت جل جاتی ہے۔ تمام آدمی ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ہوا سے ایسے بم پھینکے جاتے ہیں جو زمین پر آکر تمام عمارت کو اڑا دیتے ہیں بلکہ جلا کر خاک سیاہ کر ڈالتے ہیں۔

یہ وہی بات ہے جو خداوند عالم نے کتاب مقدس بائبل میں فرمائی تھی کہ میں آخری زمانہ میں آسمان سے گندھک اور آگ برساؤنگا اور قرآن مجید کی سورہ دخان میں فرمایا تھا کہ ایسا وقت آنیوالا ہے جب فضا میں ایک کھلا دھواں چھا جائیگا وہ لوگوں کو گھیر لیگا۔ یہ دردناک دکھ ہوگا۔ موجودہ جنگ کے واقعات نے خدائی پیشگوئیوں کو ہمارے سامنے مجسم کر کے رکھدیا ہے۔ ایک زمانہ میں ایسی پیشگوئیوں کی تاویلات کیجاتی تھیں مگر اب کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔ صریح۔ صریح واقعات نمودار ہیں اور پیشگوئیاں لفظی طور پر بلا تاویل واقعات بن کر پوری ہو رہی ہیں۔ چشم بصیرت سے دیکھا جائے تو نظر آتا ہے کہ جنگ کی نسبت یہ کہنا بجا ہے کہ واقعی دوزخ بھڑک رہی ہے اور نفوس انسانی پیشگوئی کی مانند آہیں گر گر فنا ہو رہے ہیں۔

(۲) ہوائی لڑائی

آہ - یہ ہوائی لڑائی کیسی خطرناک اور ہولناک ہے لیکن اس لڑائی کی ماں ایک اور ہوائی لڑائی ہے جو پہلے سے سرزمین پر موجود تھی یعنی ہوا و ہوس کی لڑائی جس کی آگ دلوں میں لگی ہوئی تھی - اگر ہوا و ہوس نہ ہوتی تو انسان اس بے دردی سے انسانوں کا خون نہ کرتے - ہوا کے معنی نفسانی خواہش بھی ہیں - سو در اصل نفسانی خواہش ہی وہ خطرناک آگ ہے جس نے یہ جہنمی چیزیں پیدا کر دی ہیں - ہوا و ہوس ہی نے غرور اور تعصب کے آتشین اسلحہ پیدا کر دیے ہیں - ہوا و ہوس نے ہی یہ ساری بربادی پھیلا رکھی ہے - ہوا و ہوس کی آگ سے گرم ہو کر انسان دوسرے انسانوں کو مغلوب کرتا، لوٹتا اور تباہ و برباد کرتا ہے - انسان ایسے خطرناک کام بھی کرتا ہے جب نفس ناری اسے بگولہ بنا دیتا ہے وہ دوسروں کو ہلاک کر کے خوش ہوتا ہے وہ دوسروں کو تباہ کر کے فخر کرتا ہے - دراصل ہوائی لڑائی جو اب پیدا ہوئی ہے وہ اس ہوائی لڑائی یعنی ہوا و ہوس کی جنگ کا ایک مظہر اور ثمر ہے جو قلوب انسانی سے اندر زہریلی گیس پیدا کر چکی تھی -

(۳) ہوائی لڑائی

افسوس ہوائی لڑائی یعنی ہوا و ہوس کی جنگ ایسی عالمگیر ہے کہ کوئی قوم کوئی ملک، کوئی سوسائٹی - کوئی انجمن - کوئی مسجد و مندر، کوئی کوچہ و بازار بلکہ کوئی گھر اس نفسانی لڑائی کے زہریلے اثر سے بچا ہوا نہیں ہے - ہر جگہ نفسا نفسی کی پکار ہے، ہر شخص اپنے فائدے کے لئے دوسروں کو نقصان پہونچانا اپنا اصولی فرض سمجھتا ہے - گھر گھر میں صبح سے شام تک غیبتوں، بہتانوں اور برے خیالوں کی لہریں چلتی ہیں، یہ لہریں مادی زہریلی گیسوں سے زیادہ خطرناک ہیں کیونکہ وہ زہریلی گیس اگر جسموں کو ہلاک کرتی ہیں تو یہ زہریلی گیسیں روحوں کو ہلاک کرتی ہیں - مادی زہریلی گیسیں اگر ایک خاص وقت میں چھوڑی جاتی ہیں تو برے خیالات کی زہریلی گیسیں ہر وقت جاری رہتی ہیں مادی گیسیں اگر ایک ملک یا ایک شہر پر چھوڑی جاتی ہیں تو یہ روحانی گیسیں ہر ملک اور ہر شہر بلکہ ہر گھر میں برابر پھیلائی جا رہی ہیں - اور ہر زندہ انسان کا دم گھٹ رہا ہے لیکن جو روحانی مردے ہیں ان کے نزدیک کوئی بات نہیں، کیونکہ ان کی حس باطل ہو چکی ہے عجیب بات ہے کہ ان روحانی زہریلی گیسوں کی ہولناکی سے لوگ اکثر غافل ہیں بلکہ بسا اوقات ان کو انصاف، انتظام اور مذہب کے نام سے پھیلایا جا رہا ہے -

(۴) ہوائی لڑائی

ہوائی باتیں یعنی بے بنیاد باتیں - اسی طرح لڑائی جن باتوں پر ہو رہی ہے وہ نری ہوائی ہیں - ملک یا زمین کے لئے لڑائی ہوتی ہے - زمین خود انسان کو کھا جاتی ہے، غلبہ اور بڑائی کے لئے لڑائی ہوتی ہے جس کا ایک دن مٹ جانا ضروری ہے - غالب ہونے والے یقیناً ایک دن فنا ہو جاتے ہیں اور سب غلبہ خاک میں مل جاتا ہے - غرضیکہ لڑائی خواہ بادشاہوں کی ہو - خواہ غریبوں کی - قوموں کی لڑائی ہو یا دو شخصوں کی اس کی بنیاد صرف ہوائی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی ہاں باہمی محبت ضرور ایک حقیقی چٹان ہے - اتحاد و اتفاق ایک زبردست بنیاد ہے - اس کے لئے جد و جہد کرنا انسان کا فرض ہے - یہی زندگی کی روح اور روح کی زندگی ہے -

---

سید محفوظ الحق علمی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر نے جید برقی پریس بلیماران دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ پیامبر - نئی دہلی سے شائع کیا -

تبلیغ و نداء

"اے اہل بہار اپنے پروردگار کے امر کی تبلیغ کرتے رہو۔ خدا نے ہر فرد پر اپنے پیغام کی تبلیغ فرض قرار دی ہے۔ اور یہ سب اعمال سے محبوب ترین اور بلند عمل ہے۔"

"خدا کی قسم تم اس بڑی خبر کا ذکر کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔"

"کہدو آج ہٹرے رہنے کا دن نہیں ہے۔ مبارک ہے وہ جس نے افق اعلیٰ سے ندا سنی اور بول اٹھا کہ اے میرے پروردگار رحمن میں حاضر ہوں۔"

"کہدو اُس کے لئے جو اس ہوا میں پرواز کرنا چاہتا ہے یہ ندا پر پرواز ہے اور عالم ہستی والوں کے لئے چراغ ہے اہل کائنات کے لئے تیرے پروردگار کی فرات رحمت ہے یہ ندا بیمار دل کے لئے شفا ہے۔ زندہ درگور کے لئے حیات تازہ ہے۔ مبارک ہے وہ جس نے قبلہ آفاق کی طرف متوجہ ہو کر اس ندا کو دل کے کان سے سنا۔"

(کتاب مبین صفحہ ۱۷۳)

اگر آپ روح کی غذا چاہتے ہیں تو امر اللہ کی ندا سنئے اور دوسروں کو سنائیے، اس سے روح تازہ اور زندہ ہوگی۔ روحانی کیف و سرور حاصل ہوگا۔ دل میں طاقت پیدا ہوگی۔

تبلیغ یا نداء سب سے بڑی قوت حیات ہے۔ جو دلوں کو توانا اور روحوں کو تندرست کر دیتی ہے۔ جب آپ دوسروں کو تبلیغ کرینگے تو آپ روح القدس کی تاثیرات پائیں گے۔ اور روحانی زندگی میں ترقی کرتے جائینگے۔

صداقت کی ندا بلند کرنا انسان کا سب سے بڑا کام ہے۔ خدا نے اُسے انسانیت کا مقام اسی لئے عطا فرمایا ہے کہ وہ حق کی نمایندگی کرے۔ کان اس لئے دئے ہیں کہ وہ آواز حق سُنے۔ زبان اس لئے دی ہے کہ وہ صدائے حق بلند کرے۔ دل و دماغ اسی لئے بنائے ہیں کہ انسان حق و حقیقت کو سمجھے اور سمجھائے۔ انسان کے وجود کی سب سے بڑی غایت یہی ہے کہ وہ حق شناسی و حق پرستی کے مقام پر فائز ہو۔

انسان کے درخت وجود کا پھل۔ محبت۔ صدق و صفا۔ حق کہنا اور حق سننا ہے۔ جو درخت پھل نہیں لاتا وہ کاٹا جاتا ہے اور آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن قوموں نے سچائی کی تبلیغ چھوڑ دی ہے۔ وہ خشک ہوگئی ہیں ان کی رگیں بھوکی رہ رہ کر مر چکی ہے۔

آزمانے والے آزما چکے ہیں کہ جب انسان سچے دل سے سچائی کی تبلیغ میں کوشش کرتا ہے تو اس کی ذاتی اصلاح بھی ہوتی جاتی ہے۔

تمام روحانی بیماریاں آہستہ آہستہ دور ہو جاتی ہیں، ہر ایک روحانی بیماری کا علاج تبلیغ میں مضمر ہے بشرطیکہ تبلیغ خلوص نیت سے ہو اچھی باتوں کی نصیحت کرتے ہوئے خود نصیحت کرنے والے کے دل پر بھی اچھے اثرات پڑتے ہیں

جب انسان سچائی کی تبلیغ میں لگا رہتا ہے تو اس میں بہت سی صفات کمال پیدا ہو جاتی ہیں۔ ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے، شجاعت پیدا ہو جاتی ہے، استقلال پیدا ہو جاتا ہے، ملنساری پیدا ہو جاتی ہے، فہم و ذکا ترقی کرتی ہے۔ پاکیزگی خیال پیدا ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ اگر انسان حق و حقیقت کی تبلیغ و ندا پر مستقیم رہے تو بہترین صفاتِ کمال کا مالک بنجاتا ہے اور اعلیٰ ترین ثمرات زندگی حاصل کرتا ہے!

امر الٰہی کی تبلیغ ذرہ کو آفتاب بناتی ہے ملاحظہ کیجئے پطرس ہفتہ کے دن بھی شمار نہ کر سکتے تھے جب حضرت مسیح پر ایمان لاکر تبلیغ میں مصروف ہوئے اور خلوص دل سے کام کیا تو حضرت مسیح نے پطرس کو اپنی کلیسا کا سنگ بنیاد قرار دیا۔ اور آج مسیحی دنیا میں پطرس ایک آفتاب عزت بنکر چمک رہا ہے۔ بڑے بڑے علماء اور بادشاہوں کو بھی وہ شان و رفعت نصیب نہیں ہوئی جو خدمت امر حق کی وجہ سے پطرس کو نصیب ہوئی۔ اگر آپ بھی اپنے ذرہ وجود کو آفتاب عالمتاب بنا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں تو بسم اللہ خدا کی آواز پر لبیک کہئے اور ندائے حق بلند کرنے میں ہمہ تن مصروف ہو جائیے۔

آپ کسی دین و مذہب سے بھی تعلق رکھتے ہوں، اخلاص سے کام کیجئے اصول دین ایک مشترک حقیقت ہیں۔ اصول الٰہی سب کو سنائیے اور سمجھائیے۔ یقیناً آپ کی زندگی میں مبارک انقلاب پیدا ہوگا۔ اور آپ منزل مقصود کے قریب تر ہوتے جائیں گے

ہم نے بھی تبلیغ و ندائے حق پہلے کوکب ہند کی بارہ جلدیں شائع کی تھیں۔ پھر بہائی میگزین کی چھ جلدیں طبع و نشر کیں اب "پیامبر" کی صورت میں اسی مقصد عظیم کی خدمت کرینگے امید ہے کہ بہت سے مستعد نفوس فائدہ اٹھائیں گے۔ ہم خلوص نیت سے خدمت کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اس کے ثمرات ضرور بڑے پیمانہ پر نمودار ہوں گے۔

خدا کے فضل سے ہوا یہ جلوہ گر پیامبر
سنائے گا جہاں کو نئی خبر پیامبر
یہ اک نئی نوید ہے کہ دورۂ جدید ہے
بنائیگا نئے نئے دل و جگر پیامبر
ہر ایک کو بلائے گا پیام حق سنائے گا
ہر ایک سمت جائیگا۔ اِدھر اُدھر پیامبر
نئی ادائے خاص سے، نئی تجلیات سے
دلوں پہ کر دکھائے گا نیا اثر پیامبر

دلوں کی اصلاح انسانی دنیا کی سب سے بڑی ضرورت ہے

دنیا ترقی کر رہی ہے۔ پہلے سے بہت آگے نکل آئی۔ نئے مادی اسباب و آلات نے حالات کو بدل دیا ہے۔ زمین پر چلنے والا انسان آسمان پر پرواز کر رہا ہے۔ گھر بیٹھے بیٹھے مشرق و مغرب کی باتیں سن رہا ہے نئی نئی ایجادات نے عالم کا نقشہ بدل کر رکھ دیا ہے۔ یہ سب کچھ انسان کے دماغی و ذہنی ارتقا کا ظہور ہے، دماغی ترقی تو اس قدر ہوئی جس کا کسی کو انکار نہیں، تو کیا اب دل کی دنیا میں کچھ انقلاب نہ ہونا چاہئے بے شک سائنس اور علوم و فنون نے دماغ انسانی کو بہترین ترقی کے مقام پر پہونچایا ہے۔ لیکن دل کا بنانا سائنس کا کام نہیں ہے نیچرل طور پر قطعاً ضروری ہے کہ جب نوع انسان کے دماغ نے کافی ترقی کی ہے تو انسان کے دل کو بھی ترقی کرنی چاہئے۔ دماغی ترقی نے ہزاروں آلات ایسے پیدا کر دے۔ جن سے انسان بہت فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن اگر دل ٹھیک نہیں ہے تو ان آلات کو بربادی و ہلاکت کا ذریعہ بنا لیگا۔ مثلاً ہوائی جہاز کو ہی لیجئے جس کے ذریعے انسان تجارتی و معاشرتی تعلقات بڑھا کر دنیا کو فائدہ پہونچا سکتا ہے مگر دل کے خراب ہونے کی وجہ سے اسی ہوائی جہاز کو انسانوں پر آسمان سے زہریلی گیس۔ بم اور آگ برسانے کے لئے استعمال کرتا ہے اور تباہ کاری کا وہ ہولناک منظر پیش کرتا ہے جسکی مثال چشم عالم نے ابھی تک نہ دیکھی تھی۔

یہ ساری خرابی صرف اسی لئے ہے کہ دماغ تو ترقی کر گیا لیکن دل نہایت پست حالت میں ہے۔ دل درندگی و خونخواری کے جذبات سے بھرا ہوا ہے اور جب تک دماغ کی ترقی کیساتھ دل بھی ترقی نہ کرے دنیا میں فساد مچا رہیگا۔

اس لئے آج دنیا کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ انسان کے دل کو صحیح معنیٰ میں انسان کا دل بنایا جائے۔ فطرت پکارتی ہے کہ جب دماغی ترقی ہوئی ہے تو دل کی ترقی کیوں نہ ہو۔ قدرت جواب دیتی ہے بیشک بیشک دل کی ترقی ہونی چاہئے اور لازماً جس چیز کی ضرورت ہے قدرت اسے مہیا کرتی ہے۔ دل کی اصلاح و ترقی انسانی دنیا کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ کیا اس ضرورت کو قدرت پورا نہ کریگی۔

دل کی اصلاح و ترقی کا کام بادشاہوں کے بس کا نہیں ہے وہ تو خود محتاج اصلاح ہیں۔ اور نہ یہ کام فلسفیوں اور منطقیوں کا ہے وہ تو تخیلات کی اُدھیڑبن میں لگے ہوئے ہیں ان کے دل خود اصلاح یافتہ نہیں۔ اور یہ کام مولویوں۔ پنڈتوں۔ پادریوں اور دستوروں سے بھی نہیں ہوسکتا۔ وہ چند ظاہری رسموں میں پابند ہیں اور باہمی منافرت میں گرفتار ہیں:۔

دل کی اصلاح و ترقی کا کام صرف خدا کے ہاتھ میں ہے خدا اپنے پیغمبر کو بھیجکر اُسے طبیب روحانی بناتا ہے اور اس کے ذریعے دلوں کی اصلاح و ترقی کا کام کرتا ہے۔ جو لوگ خدائی تربیت قبول کرتے ہیں ان کے دل درست ہو جاتے ہیں۔ خدا اپنا کلام نازل کرتا ہے اور اس میں شفا بخش تاثیر رکھدیتا ہے جو لوگ اس کلام الٰہی کو توجہ سے سنتے اور قبول کرتے ہیں۔ ان کے دل پاک اور قوی ہو جاتے ہیں:۔

اب ہم تمام انسانی برادری کو مژدہ سناتے ہیں کہ رب العلمین نے اس دور ترقی میں دلوں کے بنانے کا کام بھی بڑی خوبی سے کیا ہے حضرت بہاء اللہ کو اسی لئے بھیجا ہے کہ وہ الٰہی قوت سے دلوں کو درست کریں اور انسانی دنیا کا مقصد عظیم حاصل ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ دلوں کے بنانے کا کام خوبی کیساتھ ہو رہا ہے۔ ہزاروں لاکھوں انسان جو تعصب و نفرت میں ڈوبے ہوئے تھے اس مہلک بلا سے نجات پا گئے ان کے دل پاک ہو گئے اب وہ محبت و الفت سے لبریز ہیں وہ دن رات کوشش کر رہے ہیں کہ دنیا سے کجدلی کا خاتمہ ہو۔ اور سب لوگ ایک زندہ اور پاکیزہ دل حاصل کریں انھیں دن رات یہی دھن ہے اور دنیا میں کوئی دن ایسا نہیں ہوتا جب کہ بہت سے دل نئی زندگی و ترقی حاصل نہ کر لیتے ہوں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس پاک عمل میں شریک ہیں۔

آسمان کی باتیں

فہیم اور سلیم دونوں نہایت سنجیدہ نوجوان ہیں۔ کالج میں تعلیم پاتے ہیں۔ ان کا گھرانہ مذہبی عالموں کا خاندان ہے، جہاں اکثر مذہبی مسائل پر گفتگو ہوتی رہتی۔ فہیم و سلیم بھی ایسی گفتگو میں دلچسپی لیتے ہیں

ایک دن خاندان کے بزرگ مولینا شاہ رفیع الدین صاحب اپنی مسند پر تشریف رکھتے تھے۔ چند معزز حضرات تشریف لائے اور سلام و ادب کے بعد بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک صاحب نے سلسلہ کلام یوں شروع کیا۔

"حضور آج عجیب واقعہ پیش آیا پروفیسر حمید الدین صاحب کے مکان پر ایک صاحب مہمان کئے ہوئے ہیں آج مذہبی گفتگو کے سلسلہ میں انہوں نے فرمایا کہ آسمان جیسا کہ لوگ سمجھتے ہیں کوئی ٹھوس چیز نہیں۔ صرف فضا کا نام ہے اور یہ نیلا نیلا جو نظر آتا ہے فقط حد نظر ہے اور کچھ بھی نہیں پھر یہ کہنا کہ معراج میں حضرت رسول آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ یا حضرت عیسیٰ آسمان پر ہیں۔ یا حضرت الیاس آسمان پر چلے گئے۔ سب فضول باتیں ہیں:۔

شاہ صاحب نے یہ باتیں سن کر فرمایا کہ آزادی کا زمانہ ہے جو شخص جو کچھ چاہتا ہے کہدیتا ہے نئی نئی باتیں کرنا آجکل عقلمندی کا نشان قرار پایا ہے خواہ وہ باتیں کیسی ہی کمزور ہوں۔ قران و حدیث میں صاف صاف آسمانوں کا ذکر ہے۔ تمام سلف صالحین مانتے چلے آئے ہیں مگر نئے فلسفے کے شیدائی ایسی مسلمہ باتوں کا انکار کرنا بڑی دانائی سمجھتے ہیں۔ ہوشیار رہنا چاہیئے ایسے لوگوں کی باتیں سننے سے عقیدے خراب ہو جاتے ہیں آپ لوگوں کو وہاں سے جلد اٹھ آنا چاہیئے تھا۔"

ان حضرات نے فوراً ہی کہا۔ جی ہاں حضور ہم وہاں سے جلدی اٹھ آئے۔

(۲)

فہیم و سلیم بھی اس مجلس میں موجود تھے اور یہ تمام گفتگو سن رہے تھے چند منٹ بعد دونوں خاموشی کے ساتھ وہاں سے اٹھکر باہر چلے گئے دار المطالعہ میں جا کر کتب بینی میں مصروف ہو گئے۔ فہیم نے جس

کتاب کا مطالعہ شروع کیا۔ چند ورق پڑھنے کے بعد سر اُٹھایا اور سلیم سے کہا کہ بھائی اتفاق سے اس کتاب میں کچھ تھوڑی سی بحث آسمان کے بارے میں آگئی ہے آج ہی اس پر کچھ تذکرہ مجلس میں ہو رہا تھا اور معلوم ہوا تھا کہ ڈپٹی حمید الدین کے مکان پر ایک صاحب مہمان آئے ہوئے ہیں جو آسمان کے بارے میں بہت کچھ فرماتے ہیں، بہتر ہے کہ پروفیسر صاحب کے مکان پر چل کر ان صاحب سے ملاقات کریں اور آسمان کے بارے میں کچھ گفتگو کریں۔ سلیم نے کہا ضرور چلئے ایسے مسائل کی تحقیق لازم ہے۔ حضرت قبلہ نے جو کچھ ان لوگوں سے فرمایا وہ بزرگانہ نصیحتیں ضرور تھیں لیکن آزاد خیال لوگوں کو ایسی باتوں سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا وہ تو اس قسم کی باتیں سن کر کہدیتے ہیں کہ یہ لوگ اولڈ فیشن ہیں اور بے دلیل باتوں کو ماننا ان کی عادت ہے۔ اور واقعی اگر کسی ایسے ہی شخص سے گفتگو کرنا پڑے تو ہم اُسے صرف پرانے بزرگوں کا حوالہ دیکر مطمئن نہیں کر سکتے۔ اور نہ قرآن و حدیث کا نام لیکر تسلی کر سکتے ہیں وہ تو آزادی سے کہدیتا ہے کہ یہاں ہم کوئی حضرت قبلہ شاہ صاحب کے مرید تو ہیں نہیں جو ان کی بات بے چون و چرا تسلیم کر کے چپ ہو جائیں۔ قرآن حدیث کا صرف نام لینا ہی ہمیں مرعوب نہیں کر سکتا۔ ہم بھی قرآن و حدیث کو سمجھ سکتے ہیں

(۲)

ڈپٹی حمید الدین صاحب کا مکان چھ بجے شام

فہیم و سلیم اُس معزز مہمان پروفیسر سے گفتگو کر رہے ہیں۔

مہمان پروفیسر نے کہا آسمان کے متعلق میرا تو یہی خیال ہے کہ یہ صرف حد نظر ہے اور جو یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک ٹھوس یا دلدار چیز ہے۔ یہ بات کسی کلام الٰہی سے ثابت نہیں ہوتی نہ عقل و تحقیقات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچتی ہے۔ بے ثبوت بات کو مان لینا ہی زبردست غلطی ہے۔

فہیم! بیشک بے ثبوت بات کو مان لینا غلطی ہے مگر آسمان کا وجود تو بے ثبوت بات نہیں۔

پروفیسر! تو آسمان کا کیا ثبوت ہے؟

فہیم۔ یہ جو نیلی نیلی پھیلی ہوئی چیز ہمیں اوپر نظر آتی ہے۔ یہی آسمان ہے

پروفیسر یہ تو فضا ہے چونکہ ہماری حد نظر ایک حد تک جا کر رہ جاتی ہے وہی حد نظر ہے اسی کو لوگوں نے آسمان کہدیا اور پھر یہ بھی فرض کر لیا کہ وہ ٹھوس ہے حالانکہ ایسا نہیں۔ فضا کیا ٹھوس ہوگی؟

فہیم! یونانی فلاسفہ کہتے ہیں کہ آسمان ایک ٹھوس چیز ہے اور تلے اوپر نو آسمان ہیں۔

پروفیسر۔ یہ عجیب بات ہے یونانی لوگوں نے رصدگاہ میں یہ دیکھ لیا کہ آسمان ہے وہ بھی نیلگوں حد نظر تھی۔ اچھا رصدگاہ میں پہلا آسمان دیکھ لیا تو اب بتائیے کہ جب آسمان ٹھوس چیز ہے تو پہلے آسمان کے اوپر دوسرا اور تیسرا نو آسمان تک انھوں نے کیسے دیکھ لیا خود اسی بات سے معلوم ہوتا ہے کہ یونانی فلاسفروں کا خیال بے دلیل ہے

فہیم۔ اگر یہ نیلگوں چیز صرف حد نظر ہے تو ہر بار کہ کے یہ بتائیے کہ دریا کے پانی میں ہمیں اس نیلگوں چیز کا عکس کیوں نظر آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ آسمان ایک واقعی چیز ہے۔ جس کا عکس پانی میں نظر آتا ہے۔ صرف ہماری حد نظر نہیں:۔

پروفیسر۔ عکس نظر آنے کے متعلق عرض ہے کہ فضا میں چونکہ غبار اڑتا رہتا ہے جو رقیق ابر کی طرح سے اپنا عکس پانی میں ڈالتا ہے کوئی ٹھوس چیز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب فضا میں کثیف غبار زیادہ پھیلا ہوتا ہے تو پانی میں مٹیالے رنگ کا عکس پڑتا ہے اور جب کہر ہوتا ہے تو اس کا عکس پانی میں نظر آتا ہے۔

فہیم۔ قرآن مجید میں لفظ سماء اور سموات بار بار آتا ہے اس سے مراد آسمان نہیں تو اور کیا ہے۔

پروفیسر! بے شک "سماء" اور "سموات" قرآن مجید میں بار بار

آتے ہیں لیکن غور طلب بات کہ اس سے مراد آسمان اس مفہوم میں کہ وہ کوئی ٹھوس چیز ہے کس طرح ثابت ہے؟

فہیم:۔ اگر یہ نہیں تو اور کیا ہے؟

پروفیسر:۔ "کل ما علاک فھو سماء"

عربی زبان میں ہر اونچی چیز کو سماء کہتے ہیں حتیٰ کہ جوتے کے اوپر والے حصے کو "سماء النعل" کہتے ہیں یعنی جوتے کا آسمان اور تلے کو ارض النعل کہتے ہیں یعنی جوتے کی زمین۔ اس لحاظ سے قرآن مجید میں سماء بہت سی اونچی چیزوں پر اطلاق ہوا ہے مثلاً بادل کو سماء کہا ہے اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بادل سے خدا نے پانی اتارا۔ ظاہر ہے کہ بادل سے ہی پانی برستا ہے۔ اسی طرح "سموات" کا اطلاق اُن بلند گردوں پر ہوا ہے جو فضا میں موجود ہیں اور وہ بے شمار ہیں اسی طرح اور بھی اطلاقات ہیں:

فہیم! یہ جو لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھائے گئے کیا یہ درست نہیں!

پروفیسر جب آسمان زمین کی طرح کوئی ٹھوس چیز نہیں۔ صرف خالی فضا ہے تو فضا میں کسی کا اٹھایا جانا اور رہنا بے معنیٰ ہے اور کسی کلام الٰہی میں ایسا لکھا بھی نہیں کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھائے گئے

فہیم:۔ قرآن مجید میں بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ۔ خدا نے حضرت عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ اور تفسیروں میں ہے کہ حضرت عیسیٰ چوتھے آسمان پر ہیں۔

پروفیسر:۔ تو کیا خدا آسمان پر بیٹھا ہے۔ اگر ایسا مانا جائے تو خدا کا مجسم اور محدود ہونا لازم آتا ہے جو بالکل صریح غلط اور ناقابل تسلیم ہے۔ کیونکہ اگر خدا کہیں آسمان یا عرش پر بیٹھا ہے تو اس کے یہ معنیٰ ہوئے کہ وہ محدود مجسم ہے اور جو محدود و مجسم ہے وہ مرکب ہے اور جو مرکب ہے وہ حادث ہے۔ اس عقیدہ سے خدا کا حادث ہونا لازم آتا ہے جو قطعاً اور یقیناً غلط ہے۔

حضرت عیسیٰ کا آسمان پر ہونا ایسا ہی ہے جیسے اور سب پیغمبروں کا آسمان میں ہونا حضرت عیسیٰ نے انجیل میں صاف فیصلہ فرما دیا ہے کہ آسمان پر کوئی نہیں جا سکتا بجز اس کے جو آسمان سے آیا ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ اس فرضی آسمان سے نہیں آئے تھے جو لوگوں نے سمجھ رکھا ہے بلکہ زمین پر رہتے ہوئے وہ اپنے متعلق یہ فرمایا کرتے تھے کہ اب بھی ابن آدم آسمان میں ہے۔

یہ باتیں نہایت قابل غور ہیں۔ آئندہ کسی وقت یہ بھی عرض کروں گا کہ کلام الٰہی میں سماء اور سموات سے کیا حقیقت مقصود ہے۔ چونکہ یہ ایک گہرا اور زبردست مسئلہ ہے اس لئے ذرا تفصیل کی ضرورت ہوگی:۔

معاصرین کرام کی خدمت میں

رسالہ پیامبر جلد اول نمبر اول حاضر خدمت ہے۔ امید ہے کہ معاصرین کرام کشادہ دلی سے اس پر ریویو فرمائیں گے اور تبادلے میں اپنے پرچے بھی ارسال فرمائیں گے۔ کوئی معاصر اگر پیامبر میں سے کوئی مضمون نقل کرنا چاہے تو ہماری طرف سے بخوشی اجازت ہے اگر کسی مضمون پر تنقید کیجائے تو ہم فراخ دلی سے سنیں گے۔ اور اگر ضرورت ہوئی تو مزید تبادلہ افکار بھی کریں گے۔

جس پرچے میں ریویو یا تنقید ہو وہ ضرور دفتر پیامبر میں بھیجا جائے ہم بھی وقتاً فوقتاً معاصر رسالوں پر نقد و نظر کرتے رہیں گے آپ دیکھیں گے کہ ہمارا رویہ کس قدر خوشگوار ثابت ہوگا جو محبت و مسرت ہی کا موجب بنے گا۔

رسالہ پیامبر۔ پوسٹ بکس ۱۹۷

نئی دہلی۔

روحانیت و مادّیت

روحانی آدمی! میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ انسان دنیا میں خواہ کتنا ہی عیش و آرام کھانے پینے میں کامیاب ہو۔ لیکن اس کی روح۔ بیداری۔ نیکوکاری۔ ہمدردی وغیرہ اعلیٰ صفات سے خالی ہو تو ایسا شخص صرف ایک خول ہے۔ یا یوں کہئے کہ ایک جسم بے جان ہے۔ روحانیت کے بغیر انسان صحیح معنیٰ میں انسان نہیں۔

مادی شخص:۔ میرے خیال میں یہ سب باتیں فضول ہیں۔ کھانا پینا آرام و عزت سے رہنا بس یہی ماحصل زندگی ہے روحانیت ایک لفظ بے معنیٰ ہے۔ آجکل دیکھئے کیسی کیسی نئی ایجادات ہو رہی ہیں۔ جو انسان کی آسایش کا وہ سامان فراہم کرتی ہیں۔ جسے پہلے بڑے بڑے بادشاہوں نے بھی نہ دیکھا تھا۔

روحانی! ایجادات جو انسان کی ہمدردی اور بہبودی میں کام آرہی ہیں وہ بہت مبارک ہیں جو چیزیں انسان کی صفاتِ انسانیت کو زندہ و پائندہ بناتی ہیں وہ روحانی امور کی مخالف نہیں بلکہ مددگار ہیں، ہاں جو چیزیں انسان کی انسانیت کو ضائع کر دیں وہ روحانی زندگی کی دشمن ہیں۔ ملاحظہ کیجئے سائنس کی وہ ایجادات جو عالم انسانی کو ہلاک و تباہ کرنے کے لئے جاری کی گئی ہیں کس قدر خطرناک ہیں۔

مادی! اور یہ آپ کے روحانی لوگ جو مسجدوں۔ مندروں۔ گرجوں اور مدرسوں میں بیٹھے ہوئے ہیں اور دن رات باہمی کفر بازی میں لگے ہوئے ہیں ذرا ذرا سی بات پر بائیکاٹ کا فتویٰ لگا کر لوگوں میں پھوٹ ڈالتے رہتے ہیں۔ کیا یہ ہلاکت و بربادی نہیں پھیلاتے؟

روحانی! انصاف کی نظر میں یہ لوگ بھی روحانی نہیں۔ روحانیت کے جھوٹے دعویدار ہیں

مادّی۔ پھر روحانی لوگ کون ہیں؟

روحانی:۔ وہ جو پاک دل رکھتے ہیں نوع انسان کی خدمت و ہمدردی میں مصروف ہیں۔ خدا کے امر پر عامل ہیں

مادی:۔ خوب کماؤ خوب کھاؤ۔ اس سے بڑھکر اور کچھ روحانیت نہیں:۔

روحانی:۔ خوب کمانا اور خوب کھانا بُری بات نہیں ہے۔ مگر خوب کمانے اور خوب کھانے میں اگر انسان اس بات کی پرواہ نہ کرے کہ کس طریقہ سے کما رہا ہے۔ جائز ہے یا ناجائز تو ایسا کمانا اور کھانا آگ ہے:۔

مادّی:۔ ایک انسان محنت کرتا ہے اور کھاتا ہے۔ اس میں کیا اعتراض ہے۔

روحانی:۔ صحیح عمل پر تو کوئی اعتراض نہیں۔ ہاں کھانے کمانے میں اگر دوسروں کو ستایا جائے اور ناجائز طور پر پیسہ پیدا کیا جائے تو یہ بُرا ہے۔ مثلاً تجارت میں کم تول کر دینا۔ خراب چیز دینا۔ دام زیادہ لے لینا۔ ملازمت میں رشوت لینا یا اور کسی طرح سے کسی کا مال لے لینا۔ یہ کھانا کمانا انسان کے لئے روحانی موت کا ذریعہ ہے!

مادّی:۔ جناب یہ تو اپنی اپنی ہوشیاری ہے

روحانی:۔ دراصل یہ ہوشیاری نہیں عیاری ہے جو انسان کے لئے نہایت قابل شرم ہے۔

مادّی:۔ شرم بیچئے اور مرتے رہئے دنیا تو ایک میدان جنگ ہے

جو اپنی چالاکی سے بازی لے گیا وہ جیت گیا۔

روحانی:۔ ایسے ہی خیالات کو ہم مادہ پرستی کہتے ہیں اور جب تک دلوں میں ایسے خیالات ہیں دنیا میں امن و امان نہیں ہوگا۔

مادی:۔ آپ دیکھتے نہیں کس زور کی جنگ ہو رہی ہے اور کیسی قوت سے لوگ اپنے آپ کو غالب اور دوسروں کو مغلوب کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

روحانی:۔ کیا یہ غلبہ جو ظلم و جور سے کیا جاتا ہے کوئی حقیقت رکھتا ہے ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے بادشاہ اور ان کی فوجیں جس زمین کے ٹکڑے کے لئے بے شمار انسانوں کو خاک میں ملاتی ہیں وہی زمین غلبہ حاصل کرنے والوں کو بھی کھا جاتی ہے۔ دنیا کی تاریخ میں ہزاروں لاکھوں بادشاہ ہوگئے اور دوسروں کو ہلاک کر کے خود بھی ہلاک ہو گئے

مادی:۔ یہ تو زندگی کی جدوجہد ہے۔

روحانی:۔ زندگی تو محبت و اتحاد میں ہے اور قتل و غارت۔ دغا۔ فریب ہلاکتیں ہیں۔ مادہ پرست لوگ اسی غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ زندگی کی جدوجہد کے نام سے ہلاکت برپا کرنا کیسا خوفناک کام ہے یہی تو غضب ہے کہ دنیا میں انصاف کے نام سے ظلم۔ محبت کے نام سے فریب۔ مذہب کے نام سے بیدینی۔ تجارت کے نام سے لوٹ مار ہو رہی ہے۔ روحانی لوگ سمجھاتے ہیں تو کوئی نہیں سمجھتا۔

مادی:۔ ایسی روحانی باتوں کو اگر سنا جائے تو بھوکا مرنا پڑتا ہے۔

روحانی:۔ یہ غلط ہے ایمانداری سے کام کر کے انسان بہترین زندگی گذار سکتا ہے جو سوداگر ایمانداری میں مشہور و مسلّم ہو جاتے ہیں وہ بڑی خوبی سے اپنے کاروبار میں کامیاب ہوتے ہیں

مادی:۔ کوئی ایسا ہوتا ہوگا۔

روحانی:۔ اچھا اگر بہت سے لوگ یا سب لوگ ایمانداری سے کام کرنے والے ہو جائیں تو کیسا ہے؟

مادی:۔ اگر ہو جائیں تو اچھا ہی ہے۔

روحانی:۔ جب ایماندارانہ پاک زندگی اچھی ہے تو اس کے لئے سب کو جدوجہد کرنی چاہیئے۔ اور جب ہمارا ضمیر ایمانداری کی زندگی کو اچھا سمجھتا ہے تو معلوم ہوا کہ ایمانداری کی خواہش ہمارے لئے نیچرل اور فطری خواہش ہے۔ نیچرل اور فطری امور کو قائم کرنے سے ہی دنیا میں سچی راحت میسر ہو سکتی ہے۔ ورنہ ایذا رسانی قتل و غارت ہی کا بازار گرم رہے گا۔

مادی:۔ صاحب بات یہ ہے کہ تنازع بقا کا مسئلہ بالکل درست ہے یعنی اپنی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے دوسروں کو ہضم کر جانا جیسے بڑی مچھلیاں دریا میں چھوٹی مچھلیوں کو کھا جاتی ہیں

روحانی:۔ مادہ پرست لوگوں کا یہ بھی ایک دھوکہ ہے۔ اپنی زندگی کے لئے دوسروں کو نقصان پہونچانا یہ پست فطرتی ہے۔ ہزاروں پرند اور جانور ایسے ہیں جو اپنے بچوں اور اپنے جنس کے جانوروں کے لئے سخت سے سخت قربانی کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنی جان بھی دیدیتے ہیں۔ تو انسان کو ذرا اونچی نظر کر کے بلند صفات کی چیزوں کو بھی دیکھنا چاہیئے۔ ہمیشہ پست چیزوں کی پیروی اور پست خیالات کی تقلید ہی مادہ پرست بناتی ہے۔ انسان کا مقام بہت بلند ہے۔ محبت ایثار قربانی۔ اتحاد۔ نیکی۔ صداقت۔ شجاعت وغیرہ اس کی اعلیٰ صفات ہیں۔ انھیں اختیار کرنا انسان کی شان امتیاز ہے:۔

کتاب حکیم رہبر

محترم جناب ڈاکٹر فضل الدین نیر نیزی مقیم مصر نے یہ کتاب نہایت محنت سے ترتیب دی ہے۔ عربی۔ فارسی۔ انگریزی۔ تین زبانوں کی لغت ہے۔ ٹائپ نہایت خوشخط ہے۔ قیمت فی جلد تین روپے آٹھ آنے پتہ:۔ اسفندیار بختیاری۔ کارنر ہاؤس۔ پریڈی روڈ کیمپ۔ کراچی

مزدور اور سرمایہ دار کا مکالمہ

مزدور

مفلس ہوں تنگدست ہوں اور فاقہ مست ہوں
سرمایہ دار قوم کے ہاتھوں سے پست ہوں

سرمایہ دار

افسوس کچھ نہیں ہے۔ یہ قسمت کی بات ہے
تقدیر سے لڑائی۔ نری واہیات ہے

مزدور

قسمت نہیں۔ میں تیرِ جفا کا شکار ہوں
تم ظالموں کے ظلم سے میں بے قرار ہوں

سرمایہ دار

تیرے نصیب نے تجھے لاچار کر دیا
میں کیا کروں۔ خدا نے تجھے خوار کر دیا

مزدور

تو نے خدا کے نام سے دھوکہ دیا مجھے
اور مال وزر کے زور سے پسپا کیا مجھے

سرمایہ دار

میری طرح جو عیش میسر نہیں تجھے
اس پر بھی اعتقادِ مقدر نہیں تجھے

مزدور

تقدیر کا بہانہ بنا کر نہ کر ستم
کھا جائے گا۔ تجھے یہ تیرا پرشر ستم

سرمایہ دار

تو غفلتوں میں عمر کو برباد کر چکا
میرا نہیں قصور کہ تو آپ مر چکا

مزدور

تو نے دبا دبا کے مجھے چور کر دیا
مجبور کر دیا مجھے رنجور کر دیا

سرمایہ دار

مزدور! جھوٹ موٹ برائی نہ کر مری
میں نے تو ایک پائی بھی رکھی نہیں تری

مزدور

کافی ہے میرے ساتھ تری ایک ہی بدی
معقول میرے کام کی اجرت کبھی نہ دی

سرمایہ دار

میری طرف سے تجھ پہ ذرا بھی ستم نہیں
اجرت جو تیرے کام کی دیتا ہوں کم نہیں

مزدور

وقت آگیا ہے۔ میرا تمہارا ہو فیصلہ
انصاف اور حق سے ہمارا ہو فیصلہ

کیا ہونے والا ہے؟

عالم غیب سے نور حق بہاء اللہ کی شکل میں جلوہ گر ہوا ہے خدا کے امر کی آواز بلند ہے۔ تمام جہان میں قدرت کے کرشمے نمودار ہیں۔ نئی تجلیات سے عالم ارواح و قلوب میں روشنی پھیل رہی ہے۔ مخفی اسرار ظاہر ہو رہے ہیں۔ محبت و روحانیت کی افواج پاکیزہ دلوں کی بستیوں کو فتح کر رہی ہیں۔ ایک طرف نئی زندگی کی لہریں اٹھ رہی ہیں تو دوسری طرف انسانی دنیا میں اضطراب و انقلاب برپا ہے۔ سیاسی پیچیدگیاں بڑھ رہی ہیں اقتصادی تباہیاں آ رہی ہیں۔ بڑی بڑی قوموں کے تمدن خطرے میں ہیں۔

دنیا میں ہر جگہ خود غرضی۔ بیوفائی۔ جفاکاری کا دور دورہ ہے گناہ اور عصیاں شعاری عام ہے۔ جنگ نے اہل عالم کے دلوں میں خوف و خطر ڈال دیا ہے ہر شخص یہی کہتا ہے کہ نہ معلوم کیا ہونیوالا ہے؟۔ دہریت اور بے دینی کی زہریلی ہوا چل رہی ہے مشرق حیران ہے۔ مغرب پریشان ہے۔ جنوب و شمال گریاں و نالاں۔ الٰہی کیا ہونیوالا ہے۔

دین کی مخالفت میں منظم پروپیگنڈا جاری ہے۔ دین کے ماننے والے شل ہو رہے ہیں۔ بڑے بڑے دینداروں کی اولاد دین سے نہ صرف بے خبر بلکہ متنفر ہو رہی ہے۔ دین کے نام سے پرانے رسم و رواج کی پوجا ہو رہی ہے۔ حقیقت دین کا سمجھنا بہت سے لوگوں کے لئے دشوار ہو گیا ہے۔ لڑائی کی جہنم بھڑک رہی ہے۔ وہ وہ آلات جہنمیہ پیدا کئے گئے ہیں جو آج تک وہم و گمان میں بھی نہ آئے تھے۔

ہزار ہا بیڈ رقومی منافرت پھیلانے میں دن رات مصروف ہیں۔ علماء دین ایک دوسرے کو گمراہ بنانے میں لگے ہوئے ہیں اصلاح اخلاق کی فکر کسی کو نہیں ہے۔ نئی پود بگڑتی جا رہی ہے حالات روز مرہ خراب ہوتے جا رہے ہیں۔ گھر گھر یہی چرچا ہے کہ اب کیا کیا جائے اور کہو نکر سدھار ہو! اگر حالت اسی طرح بگڑتی گئی تو اس کا نتیجہ بہت ہی خراب ہوگا۔ ایک طرف حکومتوں میں جنگ و پیکار ہے۔ تو دوسری طرف لاکھوں تعلیم یافتہ بیکاری میں بھوکے مر رہے ہیں۔ گویا ادھر روزانہ کروڑوں روپیہ بم۔ گولے اور آتشیں ہتھیاروں پر خرچ کر کے ہزاروں لاکھوں جانیں فنا کر دی جاتی ہیں تو ادھر بیکاری۔ ناداری۔ لاچاری میں بے شمار جانیں تباہ ہو رہی ہیں۔ اُف کیسا افسوسناک منظر ہے۔ کیسا خوفناک حال ہے۔ الٰہی کیا ہونیوالا ہے

جنگ ہے۔ بھوک ہے۔ پریشانی ہے اور پھر تعصب بھی زوروں پر ہے۔ ایک قوم دوسری قوم کو قہر کی نظر سے دیکھتی ہے۔ محبت اٹھ گئی۔ الفت گم ہو گئی۔ حمیت جاہلانہ شدت اختیار کرتی جا رہی ہے۔

سرمایہ دار دولت کے نشے میں مست ہیں۔ مزدور

فاقہ مستی میں پست اور بے بس ہیں۔ تنگ آکر مقابلہ کے لئے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ ہڑتال کرتے ہیں۔ شور مچاتے ہیں۔ کاروبار خراب ہوجاتے ہیں۔ تجارتی دنیا سر پیٹ رہی ہے جہاں جائیے نقصان کا رونا ہے۔

غرضیکہ چھوٹے بڑے سب الجھن میں ہیں۔ حکومتوں کی عقلیں چکر کھا رہی ہیں۔ انسانی دنیا کی بیماری و خرابی روز افزوں ہو رہی ہے۔

"یہ تاریکیاں دور نہ ہونگی اور یہ پرانی بیماریاں ختم نہ ہونگی۔ بلکہ روز بروز بڑھتی جائیں گی اور حالت بد سے بدتر ہوجائیگی بلقان سکھ چین نہ پائیگا۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ خراب ہوجائیگا۔ جنگ عظیم میں شکست خوردہ طاقتیں آرام سے نہ بیٹھینگی۔ وہ کوشش کرینگی کہ جس طرح ممکن ہو لڑائی کی آگ دوبارہ بھڑک اٹھے۔ نئی پبلک تحریکات اپنی تمام قوتوں کو اپنے مقاصد کے لئے خرچ کرینگی۔ حرکت شمالی بہت اہمیت حاصل کریگی۔ اور اپنا اثر پیدا کریگی..... مستقبل میں ایک بڑی سخت لڑائی یقیناً واقع ہوگی۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے"

(حضرت عبدالبہاء)

جنگ عظیم کے بعد جس دوسری بڑی خطرناک لڑائی کی خبر فقرات مذکورہ میں دی گئی تھی، وہ آج دنیا کی آنکھوں کے سامنے بے نقاب ہوتی جارہی ہے۔ یہ تمام خرابیاں پہلی جنگ عظیم کا ثمر ہیں جس کے غالب و مغلوب آجتک متاسف ہیں۔ یہ خرابیاں لامذہبی کی تبلیغ کا نتیجہ ہیں۔ یہ خرابیاں قومی، مذہبی، وطنی، ایسی تعصبات کا پھل ہیں۔ یہ خرابیاں وحدت عالم انسانی کو بھول جانے کی وجہ سے ہیں۔ یہ خرابیاں دین حقیقی کو چھوڑ دینے کے باعث ہیں۔

"عالم انقلاب میں مبتلا ہے اور اس کا انقلاب روز بروز بڑھتا جارہا ہے۔ دنیا کا رخ غفلت و لامذہبی کی طرف ہے۔ اور یہ بات سخت ہوتی جائیگی اور بڑھتی جائیگی اس قدر کہ ابھی اس کا ذکر مناسب نہیں اور عرصہ تک اسی طرح دن گذرینگے اور جب وقت پورا ہوجائیگا تو یکلخت وہ چیز ظاہر ہوگی جس سے تمام جہان کے جوڑ بند لرز اٹھینگے۔ تب جھنڈے بلند ہوں گے اور بلبلیں اونچی ٹہنیوں پر نغمہ سرائی کرینگی۔

(حضرت بہاءاللہ)

بیشک قدرت کے لگائے ہوئے باغ عالم میں محبت و وحدت کے پھل آئیں گے۔ فسادات دور ہوں گے۔ اتحادِ نسلِ انسانی کا دور دورہ ہوگا۔ یہ جنگ و فساد، تعصب و گناہ نابالغی کی حرکات ہیں۔ عالم انسانی بالغ ہوکر ان حرکات سے شرمندہ ہوگا۔ اور پھر وحدت و اتحاد کے مقام پر قدم جمائے گا۔ سب پیغمبروں نے یہ ہی خبر دی ہے۔ فطرت کی بھی یہی آرزو ہے کہ نوع انسانی ایک ہوکر زندگی بسر کرے۔ لڑائی اور جھگڑے آخر تھکا کر مجبور کر دینگے کہ انسان میل ملاپ سے رہنا ہی پسند کریگا۔

ہر رات کے بعد دن ہوتا ہے اور ہر تخریب کے بعد تعمیر ہے۔ یقیناً امن و سلامتی کا دور آئیگا۔ مبارک ہیں جو اس کے لئے کوشش کرتے ہیں۔

اطلاع

دفتر پیامبر سے خط و کتابت کا پتہ صرف یہ ہے

"پوسٹ بکس ۱۹ نئی دہلی"

خدمتِ خلق

انسان فطرتاً محتاج امداد ہے!

یہ مانا کہ جنگل کا سادھو سمبر کی سردی اور مئی کی لُو میں جلاہے کے کپڑے کا محتاج نہیں۔ یہ تسلیم ہے کہ وہ اوک ہی سے پانی پی لیتا ہے۔ اسے بلورین گلاس یا کمہار کے جام سفالی کی ضرورت نہیں۔ اس لئے وہ شیشہ گروں یا کمہار کا محتاج نہیں ہے۔ اس سے انکار نہیں کہ وہ پیٹ کا تنور جنگل کی گھاس پتی اور پھلوں سے بھر لیتا ہے اسے حلوا پوری کی ضرورت نہیں۔ اس لئے وہ کسان کا احسانمند ہونا پسند نہیں کرتا۔

مگر یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔ کہ جب جنگل کے سادھو پر چیچک یا ہیضہ۔ طاعون یا بخار وغیرہ موذی امراض حملہ کرکے اسے بیکس و بے بس بنا دیتے ہیں۔ تو جنگل کے سادھو کی دلی تمنا یقیناً یہی ہوتی ہے۔ کہ "کاش اسوقت کوئی انسان ہوتا۔ جو میرے سوکھے حلق میں پانی ٹپکاتا۔ اور میری دکھی جان کو آرام پہونچاتا!"

"کاش کوئی انسان موجود ہوتا جو میرے پیشاب، پاخانے اور قے کو جن کی بدبو سے میرا دماغ پھٹا جاتا ہے، یہاں سے اٹھا کر دور پھینک دیتا"

"کاش کوئی انسان موجود ہوتا۔ جو میرے گندے اور بدبودار جسم کو دھو ڈالتا۔

الغرض یہ واقعات ثابت کرتے ہیں۔ کہ انسان گوشہ نشینی کی زندگی میں بھی دوسروں کی خدمت اور امداد کا محتاج ہے یا بہ الفاظ دیگر یوں کہئے کہ ہر انسان خواہ وہ بستی میں ہو۔ یا جنگل میں وہ فطرتاً ایک دوسرے کی امداد کا طلبگار ہے۔ پس معلوم ہوا کہ انسانیت کا جوہر یہی ہے۔ کہ انسان ہر حال میں ایک دوسرے کی مدد کرے۔

امداد کا پہلا حق دار

امداد کے فطری تقاضے میں سب سے پہلا حق دار ہمارا اپنا جسم ہے۔ اگر ہم اپنے جسم کی امداد نہیں کرینگے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ہم دوسروں کی امداد نہیں کر سکیں گے۔

مثلاً ہم اپنے دانتوں کو اگر صبح شام صاف نہیں کرتے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ دانتوں پر میل جمیگا۔ منہ بدبودار ہوگا۔ دانتوں میں کیڑے پیدا ہو جائیں گے۔ پیپ پیدا ہو جائیگی۔ درد اٹھیگا ٹیس بیہوش کریگی۔ مسوڑے پھولیں گے۔ منہ سوج جائیگا۔ زنبور کا ستم دیکھنا پڑیگا۔ دانت منہ سے گیا۔ خدا کی نعمت سے محروم ہوئے دانت جیسی مفت کی دولت جو دنیا کے سارے خزانوں کے عوض بھی نہیں مل سکتی۔ وہ ہمیشہ کے لئے کھوئی گئی۔

ملاحظہ کیجئے اوّلاً اپنی امداد آپ نہ کرنے کا کتنا نقصان ہوا؟ خدا کی بیش بہا نعمت سے محروم ہوئے۔ اور بیمار ہو کر دوسروں کی خدمت کے فرائض کی ادائیگی بھی نہ کر سکے پس یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ امداد کے فطری تقاضے کے سلسلے میں امداد کا سب سے پہلا حق دار ہمارا اپنا جسم ہے۔ کیونکہ یہ وہ مشین ہے جس کا کوئی کل پرزہ دنیا میں کسی قیمت پر بھی نہیں مہیا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم ذیل کے آسان اور سادہ عمل کو اپنی زندگی کا عملی اور ضروری حصّہ قرار دیں۔

صحت افزاء عملی زندگی

(۱)۔ ہم روزانہ ایک مرتبہ غسل کریں۔ اور اپنے جسم کو صاف تولیہ سے خشک کریں۔

(۲)۔ کھانا کھانے سے پہلے اپنے ہاتھ دھوئیں اور اپنے ناخنوں کو صاف رکھیں۔

(۳)۔ کھانا کھانے سے پہلے اور بعد اپنے ہاتھوں اور منہ کو صاف پانی سے اچھی طرح صاف کریں۔

(۴)۔ روزانہ کھلے میدان میں کھیلیں اور ہمیشہ ناک کے راستے سانس لیں

(۵) تازہ پھل اور ترکاری خوب کھائیں اور اچھی طرح چبا چبا کر کھائیں۔

(۶)۔ تازہ دودھ پئیں کیونکہ یہ مکمل خوراک ہے۔

(۷) سوتے وقت کھڑکیاں اور روشندان کھلے رکھیں۔ سوتے وقت مچھر دانی کا استعمال کریں۔ تاکہ مچھر نہ کاٹ سکیں۔ منہ ڈھانپ کر کبھی نہ سوئیں۔ رات بھر میں نو دس گھنٹہ تک سوئیں

(۸) رفع حاجت کے لئے وقت کی پابندی کریں۔

(۹) ہمیشہ صاف پانی پئیں۔ کھانا کھانے کے درمیان پانی کبھی نہ پئیں۔ کھانا کھانے سے آدھ گھنٹہ پہلے یا کھانا کھانے سے ایک گھنٹہ بعد پانی پئیں۔

(۱۰) جس وقت کھڑے ہوں یا بیٹھیں اپنے بدن کو ہمیشہ سیدھا رکھیں۔

(۱۱) فرش پر نہ تھوکیں کیونکہ اس سے بیماری پھیلتی ہے۔

(۱۲) کھانسی زکام کے بیمار سے بچیں۔ کھانسنے چھینکنے کے لئے کمرے سے باہر چلے جائیں۔

(۱۳) ہر پانچ سال کے بعد ٹیکہ کرائیں۔ اور اس وقت بھی جبکہ چیچک کی بیماری ہمارے ارد گرد پھیلی ہوئی ہو۔

(۱۴) ہر مہینے ایک دفعہ اپنا وزن کرائیں اور سال میں دو دفعہ اپنا قد ناپیں۔ اور ان کا ریکارڈ رکھیں۔

یہ روزانہ عملی زندگی اپنے جسم کی امداد یا حفاظت کرنا ہے۔ جو بچے سے لیکر بوڑھے تک ضروری ہے۔ اپنے جسم کی یہ عملی امداد ہمیں دوسروں کی امداد یا حفاظت کے لئے مستعد بنا دیگی

امداد کا دوسرا حق دار

پس جب ہر انسان اوپر کے بیان کردہ اصولوں کے مطابق زندگی بسر کریگا تو وہ یقیناً تندرست اور توانا رہے گا۔ اور اپنے فرائض کو ادا کر سکے گا۔ اب ہر انسان کو چاہئے کہ وہ امیر یا غریب۔ دینی یا بیدینی۔ گورے یا کالے کی تفریق کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سب انسانوں کو اپنے جسم کا ایک حصہ سمجھے۔ کیونکہ جس طرح جسم کا ہر ایک عضو ایک دوسرے کی امداد کا محتاج ہے۔ ٹھیک اسی طرح پر انسان فطرتاً ایک دوسرے کی امداد کا محتاج ہے۔

دعوت الی الخیر

پس تمام جہان کے انسانوں کو ہمیں یہ تعلیم دینی چاہئے۔ کہ وہ (۱) مذہبی۔ قومی۔ جنسی۔ لسانی۔ لونی۔ وضعی ملکی۔ سیاسی تعصب اور نفرت کو چھوڑ دیں اور روح محبت سے معمور ہوں (۲) ہمیں لڑتی ہوئی دنیا کو صلح کی تعلیم دینی چاہئے۔ امن و امان اور روح و ریحان سے زندگی بسر کرنے کی تلقین کرنی چاہئے۔ (۳) ہمیں بیماروں کو آرام پہونچانا چاہئے۔ مصیبت زدوں کا

کا ہاتھ بٹانا چاہیئے۔ غریبوں کے لئے مالی قربانی کرنی چاہیئے۔
(۴) ہمیں صحت اور صفائی کی پابندی کرنی اور کرانی چاہیئے۔ اس حد تک کہ ہمارا چہرہ تازہ نظر آئے، اور ہمارے لباس پر کوئی داغ اور دھبہ نہ ہو۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نسل انسانی خوبصورت، تندرست۔ امن دوست۔ نیک اور پاکیزہ سیرت ہو جائیگی۔ کیونکہ ظاہر کا باطن پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔

اے آدم کے بیٹو! کیا تم مغرب میں ان قوانین کی ضرورت محسوس نہیں کرتے؟ یا مشرق میں تمہیں اس سادہ اور عملی زندگی کی ضرورت نہیں؟

پس اگر ہر انسان کو فطرتی طور پر ان قوانین کا پابند رہنا اور دوسروں سے پابندی کرانا ضروری ہے۔ تو آج ہی سے اس سادہ پروگرام کو اپنی زندگی کا عمل اور ضروری حصہ قرار دو تاکہ آرام پاؤ۔

فقط۔

ایم۔ اے صمدانی

فارسی کتابیں

جو بہائی ہال بوری بندر بمبئی سے ملتی ہیں

نام کتاب	آنہ قیمت روپیہ۔	نام کتاب	آنہ قیمت روپیہ۔
(۱) مفاوضات حضرت عبدالبہاء	۸ — ۲	(۱۰) تاریخ امر بہائی	۰۰ — ۸ — ۰
(۲) مکاتیب حضرت عبدالبہاء جلد سوم	۰۰ — ۰ — ۴	(۱۱) تاریخ شہدای یزد	۰ — ۰ — ۳
(۳) مکاتیب حضرت عبدالبہاء جلد دوم	۸ — ۲	(۱۲) کتاب ابن ذئب	۰ — ۲ — ۱
(۴) کواکب الدریہ جلد اول و دوم	۰ — ۰ — ۴	(۱۳) خطابات حضرت عبدالبہاء	۰ — ۸ — ۱
(۵) مناظرات الدینیہ	۰ — ۰ — ۱	(۱۴) ہفت وادی و چہار وادی	۰ — ۰ — ۱
(۶) جواب پروفسر المانی	۰ — ۸ — ۰	(۱۵) شرح آیات مورخہ	۰ — ۸ —
(۷) مثنوی زرندی	۰ — ۰ — ۱	(۱۶) دیوان نعیم اصفہانی	۰ — ۰ — ۱
(۸) ترجمہ اشراقات (وغیرہ) عربی	۰ — ۰ — ۱	(۱۷) دیوان خازن بختیاری	۰ — ۰ — ۱
(۹) رسالہ مدنیہ		(۱۸) سفرنامہ بدائع الآثار جلد اول و دوم	۰ — ۰ — ۵

بہائی ہال۔ کرشنا بلڈنگ۔ بوری بندر۔ بمبئی۔

عورت مذہب کی نظر میں

یہ مضمون بہائی ہال بمبئی کے ایک جلسہ میں محترمہ مس قمر ایس اے قادری نے پڑھکر سنایا۔

مذہب انسانی زندگی کے لئے ایسا ہی ضروری ہے۔ جیسے جسم کے لئے روح۔ بلکہ میرے ناقص خیال میں مذہب کے بغیر زندگی بھی ناقص ہے۔ جس طرح روح سے جسم میں زندگی کی طاقت احساس، عقل، اور ہوش و حواس قائم رہتے ہیں اور روح نکلتے ہی یہ ساری قوتیں سلب ہو جاتی ہیں۔ جس طرح مادی زندگی کا انحصار روح پر ہے۔ اسی طرح روحانی زندگی مذہب سے وابستہ ہے مذہب روح میں پاکی، دل میں روحانیت۔ اخلاق میں بلندی معاملات میں صفائی۔ خیالات میں پاکیزگی پیدا کرتا ہے انسان جب مذہب سے روگرداں ہونے لگتا ہے تو رفتہ رفتہ اس کے اخلاق پست۔ روح تاریک، دل سیاہ۔ خیالات گناہ آلود ہو جاتے ہیں اور اسکی لاندھیت گھن کیطرح اُس کی روحانی زندگی کو تباہ کرنے لگتی ہے۔

آجکل چاروں طرف اس مسئلہ پر زور دیا جارہا ہے کہ زمانہ حال میں مذہب کی کوئی ضرورت نہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس انکار سے کیا مقصد ہے؟ کیا منکرین مذہب مجھے یہ بتا سکتے ہیں کہ ترک مذہب کر کے وہ زندہ بھی رہ سکتے ہیں؟

مذہب انسان کے لئے ایسا ہی ضروری بلکہ لازمی ہے جیسے دیگر لوازمات زندگی۔ اگر زندہ رہنا ضروری ہے تو پھر مذہب بھی یقیناً ضروری ہے کیونکہ مادی زندگی کی اصلاح تعلیم و تربیت اور استاد و معلّم کے ذریعے ہو سکتی ہے۔ مگر روحانی زندگی کی اصلاح مذہب کے بغیر بالکل ناممکن ہے۔

مذہب کی ضرورت پر مذکورہ بالا خیالات کے اظہار کے بعد میں اپنے نفس مضمون کی طرف رجوع کرتی ہوں۔ میرا موضوع "عورت اور اسکا وجود مذہب کی نظر میں" ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں مذاہب عالم کی روشنی میں عورت کے وجود کو آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتی ہوں۔

ابتدائے عالم سے یہ سنّت الٰہی ہے کہ اُس نے اپنے بندوں کو اپنے کلام سے وقتاً فوقتاً مشرّف کیا ہے اور اس وقت تک جتنے مذاہب دنیا میں موجود ہیں سب نے اپنے اپنے رنگ میں عورت کے متعلق کم و بیش احکام جاری کئے ہیں۔ ان مذاہب عالم کا عمیق مطالعہ کرنے کے بعد یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ کس کس مذہب نے عورت کو کیا کیا درجے عطا کئے اگر ہم "ہندومت" کی موجودہ تعلیم کو جو زمانہ حال میں ہمیں میسر آسکتی ہے۔ غور سے دیکھیں تو نظر آتا ہے کہ عورت کو مرد کا بالکل تابع بنا دیا گیا ہے۔ اور عورت کی فطری آزادی سلب کر لی گئی ہے۔ اور اس کو جائداد غیر منقولہ کی صورت میں مرد کی ملکیت قرار دیا گیا ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ منوجی مہاراج کے قانون کے مطابق کوئی عورت خاوند کے مرنے کے بعد عقد ثانی کرنے کی مستحق نہیں ہے۔

اس کے بعد جب ہم عیسائی مذہب کی تعلیم کو بہ نظر غائر دیکھیں تو وہاں بھی عورت کی پوزیشن مرد کی نسبت بہت کمتر نظر آتی ہے

جیسا کہ موجودہ انجیل مقدس میں عورت کو گناہ کا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے۔ اور مرد کو وہ فضیلت دی گئی ہے جسکو عقل سلیم ہرگز گوارہ نہیں کر سکتی۔ اسی طرح اور مذاہب عالم بھی ہیں۔ جن میں عورت کا درجہ نہایت پست رکھا گیا ہے۔ البتہ اسلام نے اپنے زمانے کے مطابق ان سب مذاہب کے مقابلے میں عورت کو بہت کچھ حقوق عطا کئے۔ مرد عورت کے مساوات کا اظہار کرنے کے لئے مرد کو عورت کا اور عورت کو مرد کا لباس قرار دیا گیا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مرد عورت کا درجہ بالکل مساوی ہے۔ عورت کی سماجی زندگی کے درجے کی فوقیت ظاہر کرنے کیلئے شارع اسلام نے اپنے مقدس الفاظ میں ارشاد فرمایا کہ "تمہاری جنت تمہاری ماؤں کے قدموں میں ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ارشاد کیا کہ "تم میں سے اچھا وہی ہے جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا ہے" جس سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ عورت کا درجہ کس قدر بلند ہونا چاہیئے تھا۔ مگر انسان کی بدبختی ہے کہ اس نے اس مقدس تعلیم سے روگردانی کی اور مطعون خلائق بنا۔

اس پُر آشوب زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ عورت کے حق میں یہ آواز بلند ہوتی ہے کہ مرد عورت کا درجہ مساوی ہے۔ اور کسی صورت سے مرد کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ وہ اس امر کا مدعی ہو کہ عورت اس کی مطیع بنائی گئی ہے یا اس کو مرد کی ملکیت قرار دیا گیا ہو۔ یا یہ کہ عورت مرد کے مقابلے میں گناہوں کا سرچشمہ ہے۔

مبارک ہے وہ ہستی جس نے ہماری صنف کے حق میں مساوات کی آواز بلند کی اور عورت کو اس طرف متوجہ کیا کہ وہ اپنی خودداری کو مرد کے ہاتھوں تباہ نہ ہونے دے بلکہ اس کے مقابلے میں اپنے وجود کے قیام و بقا کے لئے سعی ممکن کوشش عمل میں لائے۔ یہ ذات گرامی حضرت بہاءاللہ ہیں۔

اب میں اپنی ان بہنوں سے جو حضرت بہاءاللہ کی پیرو ہیں پُرخلوص اپیل کرتی ہوں کہ وہ اس تعلیم کو وسیع سے وسیع تر بنانے کی کوشش کریں اور اپنی ان بہنوں کی خبرگیری کریں جو مذہب کی آڑ میں ہدف مظالم اور تختہ مشق بنی ہوئی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ میری اس مخلصانہ اپیل کا اثر ان بہنوں پر جو اس وقت جلسہ میں موجود ہیں خاطر خواہ ہوگا۔ اور وہ اپنے اپنے طور پر سعی و عمل کے لئے گامزن ہوں گی۔ اگرچہ آپ سب بہنیں جناب طاہرہ کے عظیم الشان کارناموں سے ناواقف نہیں۔ تاہم اتنا اور عرض کردینگی کہ ہم سب بہنیں اپنے اوقات فرصت میں حضرت طاہرہ کی بےمثال زندگی پر چند لمحات صرف کرتی رہیں اور اپنے اندر ان کی سی اولوالعزمی سچائی، بلند ہمتی۔ جاں نثاری اور پاکیزگی پیدا کرنے کی کوشش کریں تاکہ دنیا پر روشن ہوجائے کہ عورت جب کبھی میدان عمل میں آتی ہے تو کسی مرد سے پیچھے نہیں رہتی۔ بلکہ اس سے کہیں بالاتر ہوجاتی ہے

اتنا عرض کرنے کے بعد میں اپنے اس طولانی مضمون کو ختم کرتی ہوں اور جناب صدر کی متفکر ہوں کہ مجھے ان خیالات کے اظہار کا موقعہ دیا گیا۔

آنسہ۔ قمر۔ ایس اے۔ قادری

خریداروں کی خدمت میں

رسالہ پیامبر کی سالانہ قیمت تین روپے ہے۔ جو صاحبان خریدار بننا چاہتے ہیں وہ مبلغ تین روپے کا منی آرڈر اس پتہ پر ارسال فرمائیں۔

" جناب اسفندیار بختیاری۔ خزینہ دار ملی۔
کارنر ہاؤس۔ پریڈی روڈ۔ کیمپ۔ کراچی۔

امریکہ میں تبلیغ

امریکہ میں مختلف ایسے مقامات پر جہاں پہلے کوئی بہائی موجود نہ تھا۔ بہت سے بہائی احباب اقامت پذیر ہو رہے ہیں حال ہی میں "ولادز"۔ ایلنڈ و الاسکا وغیرہ میں چند احباب مقیم ہوئے ہیں اور تبلیغی مراکز قائم کر دئے ہیں

امریکہ میں بہائیوں کی مشہور عالم عبادت گاہ مشرق الاذکار کی تعمیر اب قریب الاختتام ہے۔ اسکا ماڈل بہت سی نمائش گاہوں میں رکھا جاتا ہے، جسکو ہزار ہا آدمی بڑے شوق سے دیکھنے آتے ہیں خاص طور پر نیویارک اور کنکاس میلوالی اور نیو لندن میں نمائشوں کے موقعوں پر اس کے لئے نہایت اہتمام کیا گیا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اس کے دیکھنے سے ماہرین تعمیرات حیرت و مسرت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

پوسٹن میں وہاں کی محفل روحانی کے زیر اہتمام دس ہزار کے قریب بہائی کتابیں اور پمفلٹ متعدد لائبریریوں میں رکھے گئے۔

سالہائے گذشتہ کی طرح اس سال بھی امریکہ میں بہت سی نئی محافل اور بہائی جمعیتیں قائم ہوگئی ہیں۔ اٹلانٹا اور اوماہا میں ایک ہسپانوی زبان جاننے والے مبلغ کے ذریعہ نہایت نتیجہ خیز تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا۔ مسز بولسن مقام دلیتا میں تین ماہ تک پبلک لیکچر دیتی رہیں اور ایک مذہبی درس کی کلاس چلاتی رہیں۔ یہاں کام کرنے والے مبلغین کے گرد اسقدر محققین جمع ہوتے رہتے ہیں کہ مبلغین میں سے ہر ایک یہ آرزو کرتا ہے کہ کاش میں دس آدمی ہوتا۔ کارلیفورنیا میں مسز مرضیہ کارپنٹیر مصروف تبلیغ رہیں مختلف کلب اور کلیساؤں میں بارہ لکچر دئے۔ مقام اوجائے اور دنتورہ میں بھی مسز موصوفہ نے ندائے امر اللہ بلند کی۔

مسز لوئسز کر ویل نے شہر نکزویل میں ایک جلسہ خواتین کے اندر اس امر پر کہ دین بہائی میں عورت کے حقوق کیا ہیں ایک مفصل لیکچر دیا اور حضرت قرۃ العین طاہرہ کے موثر حالات بیان کئے۔ اسیطرح مقام میامی جاکسونویل اور اٹلانٹا میں مفصل لیکچر دئے ہر لیکچر کے بعد مفصل سوال و جواب ہوتے تھے۔ امریکہ کی بہائی جمعیتوں میں ہر ہفتہ مختلف قسم کی مجالس ہوتی ہیں۔ مقام منہاتان میں محققین کے لئے ہفتہ میں دس مجلسیں کیجاتی ہیں

مقام بارباڈوس عنقریب مبلغین بہائی کا ایک زبردست مرکز ہوجائیگا۔ فلپائن میں بھی نہایت عمدگی سے سلسلہ تبلیغ جاری ہے ارجنٹائن میں بھی روح بہائی خوبی سے کام کر رہی ہے۔

مسز لوئس اور مسز کورا اولیور شہر پناما میں ایک بین المللی کانگرس میں پہونچیں اور امر اللہ کی تبلیغ کی۔

امریکہ کی بہائی پبلشنگ کمیٹی بھی نہایت منظم ہے ہر سال متعدد بہترین کتابیں شائع کرتی ہے جو اپنی نوعیت میں نہایت بے مثل ہوتی ہیں ولڈ آڈر ماہوار میگزین بھی امریکہ نیویارک سے نہایت خوبی سے شائع ہو رہا ہے۔

قسمتِ فارسی

یکی از الواحِ مبارکہ حضرتِ عبدالبہاء

هُوَاللّٰه

ای احبّای الٰہی از آثارِ فضل و الطافِ الٰہی و خصائص بل اعظم دلائل ظہور آیاتِ قدرتِ نامتناہی جمع طیورِ مختلف الاجناس و متنوع الانواع و الالوان بر معینِ حیوان است ہر طیرے را آشیان در شاخے بود ہر مرغے را لانہ در کاخے چون این عینِ تسنیم و ماء معین عذب فرات و شیرین بود جمیع مرغان از اطرافِ جہان در حوالیش جمع شدند طیرے از حدیقۂ خلیلِ جلیل و طیرے از ریاضِ اسرائیل طیرے از گلستانِ مسیح و طیرے از بوستانِ حبیب مرغے از چمنستانِ زردشت عظیم و طیرے از گلزارِ حضرت امیر جمیع بر این معین جمع شدند و از این چشمۂ شیرین نوشیدند و در ظلِّ سدرۂ منتہیٰ ماوی گزیدند و در سایۂ شجرۂ طوبیٰ لانہ و آشیانہ نمودند ملاحظہ فرمائید کہ این چہ قدرتِ معنویہ است کہ جمیع این شیاہای الوانِ مختلفہ را گرفتہ و در این خمِ یکرنگِ الٰہی غوطہ دادہ کل لونہا لونِ واحد شدہ و آن لباسہای رنگارنگ، رنگِ بی رنگی گرفتہ۔ مرغِ شرقی در آشیانۂ غرب منزل نمود و طیرِ غربی در لانۂ شرق ماوی نمود نصیری را با اسرائیلی جمع نمودہ این چہ سلطنتِ کلیہ است و این چہ نفوذِ و قوتِ لاہوتیہ الٰہی الٰہی بما جمعت ہٰذا الطیور فی حدیقۃ تقدیسک و ریاض توحیدک ثبت اقدامہم علیٰ صراطک و اجعلہم ثابتین علیٰ عہدک و میثاقک القدیم یا رب العٰلمین حتّٰی لا یتزلزلوا من ارتیاح الافتنان و الامتحان۔ انّک انت الکریم۔

ع ع

بیاناتِ مُبارکہ حضرت ولیِ امر اللہ ارواحنا فداہ

شارعین جمیع ادیان و شرائع الٰہیہ را کہ از زمنۂ بسیار قدیم ستوالیاً ہر یک باقوتے بیشتر در ادوارِ مختلف کہ حاکی از سیر تکامل عالم انسانی و رشد بجانب بلوغ بوده پرتو انوار و بہای ظہورِ کلّی بعالم مبذول میداشتند ازین نظر ممکن است بظہورات مقدماتی الٰہی تعبیر نمود کہ از برای ظہورِ یوم کلّی و ملیک ایام کہ بسیط غبرا در آن روز باید بثمر آید و شجرۂ انسانیت فواکہ مطلوب ببار آرد راہ باد نمودہ و نفوس منتظر می نرمودہ اند۔

این حقیقتِ مسلّم کہ مستغنی از بحث و بیان و غیر قابلِ انکار است نباید ہیچوجہ نظر باختلاف داعیہ ایکہ با ادوارِ سالقۂ الٰہیہ دارد سبب انحراف مقصود و سوء تعبیر تعالیم منزّلہ در بیاناتِ حضرت بہاء اللہ بیاناتی کہ در جمیع احوال موسس بر وحدت صرفہ جمیع انبیای الٰہی اعم از انبیای قبل و بعد و ہمچنین خود حضرتِ بہاء اللہ است اگرچہ رسالتِ انبیای الٰہی قبل از حضرت بہاء اللہ را میتوان بآن نظر ملاحظہ نمود و آن ہیاکل قدسیہ را ظہورات مقدماتی الٰہیہ دانست و ہرچند درجۂ عظمتِ شرائع الٰہیہ کہ ہر یک از انبیای سلف بر آن مبعوث گشتند در نتیجہ این تکامل لازم بوده است مختلف و متفاوت باشد ولی اساسِ کلّی و وحدتِ اصلی و یگانگی مقصود و منظورِ جمیع انبیای الٰہی ہیچگاہ و در تحت ہیچ عنوان نباید محلِ سوءِ تفاہم و یا انکار گردد۔

جمیع انبیای الٰہی را باید در یک رضوان ساکن و در یک ہوا طیار و بر یک بساط جالس و بر یک کلام ناطق و بر یک امر آمر دانست و ہر آنچہ عظمتِ ظہورِ الٰہی را کہ درین مرحلۂ اعلیٰ از تکامل حیاتِ بشر بعالم انسانی عطا شدہ بستائیم باز باید اصل فوق اساس لن یتغیر محورِ اصلی عقایدِ آئینِ بہائی باشد تفاوتِ انوار و اشراق تجلیاتیکہ از قبل این مظاہر الٰہی بعالم مبذول گشتہ نباید محل بر مزیت ذاتی و افضلیتِ صفات و سجایای شخصی ہیچیک ازین مظاہر الٰہی بر دیگری گردد بلکہ این فرق و امتیاز را باید نتیجۂ ترقی ظرفیت و استعداد روزافزون روحانی کہ نوعِ بشر در سیر تکامل خویش بجانب رشد و بلوغ پیوستہ از خود ابراز میداشتہ دانست۔

فقط کسانے میتوانند باہمیتِ کلماتِ حضرت بہاء اللہ کہ اشارہ بجلال و عظمتِ این یوم موعود و امتدادِ عصرِ بہائی فرمودہ پس برند کہ امر آنحضرت را کمال و اعلیٰ رتبہ چنین تکامل بدیع در حیاتِ اجتماعی عالم انسان مانند۔ میفرماید (ترجمہ) "الیوم ملیکِ ایام است روزیست کہ محبوب کہ در تمامی اعصار بہ مقصود و آرزوی عالم تعبیر و اخبار گشتہ ظاہر شدہ" و ہمچنین میفرماید (ترجمہ) کتبِ مقدسۂ ادوارِ سالفہ در تہنیتِ این یومِ اعظم الٰہی بہ تسبیح و تحلیل عظیم مشغولند طوبیٰ از برای نفسیکہ این یوم را دید و شان و

مقام آنرا دریافت" و در مقام دیگر میفرماید (ترجمه) واضح است که هر قرن که یکی از مظاهر الهیه در آن زیسته اند از جانب خداوند مقرر بوده و ممکن است از یک نظر به یوم موعود الهی تعبیر شود ولی الیوم بی شبه و نظیر است و باید آنرا متمایز از ایام سابقه دانست عنوان خاتم النبیین رتبه اسنی و مقام بلند خود را ظاهر فرمود دورهٔ نبوت حقیقةً منقضی گشت و حال حقیقت سرمدیه ظاهر شده و علم قدرت برافراشته است و اینک بی ستر و حجاب جلال و بهای ظهور خویش را بعالم میذول میفرماید. و با بیان صریح و قطعی میفرماید (ترجمه) جمیع ادوار سالفه باعلی درجه و نهایت کمال خویش رسیده اند انچه درین ظهور امنع اعلی ظاهر گشته در وقایع سلف سابقه نداشته است و قرون آتیه هم مثل و شبه آنرا مشاهده نخواهد نمود.

وهمچنین بیان موثق حضرت عبدالبهاء را که بالحنی اکید امتداد بی نظیر دوره بهائی را تائید فرموده اند باید بخاطر آورد میفرماید (ترجمه) "قرنها بلکه اعصاری بی حد و شمار باید بگذرد تا شمس حقیقت مجدداً بالشد اشراق در منطقهٔ قلب الاسد بدرخشد و یا آنکه باجلوه دلکشی ربیعی بار دگر پدیدار گردد..... نفوس مقدسه در قرون ماضیه فقط بتصور و یاد این کور که جمال مبارک تاسیس فرمودند راضی و مشعوف بودند نفوس مقدسیکه آرزو میکردند برای یک لحظه عظمت و جلال این ایام را درک کنند". و در مقام دیگر با بیانی صریح تر میفرماید (ترجمه) راجع بمظاهر یکه بعد فی ظلل من الغمام مبعوث گردند براستی بدان که از حیث کسب فیوضات و منبع الهام در ظل جمال قدم هستند و نسبت باقتضای زمانیکه در آن زمان ظهور مینمایند هر یک از ایشان بفعل ما یشاء است - این کور (اشاره بظهور) حضرت بهاءالله میفرماید (ترجمه) با اشعهٔ تابان شمس حقیقت که در اعلی نقطهٔ احتراق باشد اشراق و حرارت و جلال ساطع گشته منور است" (صفحه ۳-۸)

اگرچه بحکومات مربوطهٔ خویش صدیق اند و نسبت بانچه در آسایش و رفاه و سعادت ایشان تاثیر نماید- علاقه مند و بسیار مشتاقند در هر امر یکه سبب پیشرفت مصالح مفیده بهائیان باشد شرکت نمایند ولی در عین حال امری که پیروان حضرت بهاءالله بآن متمسک اند باعتقاد کامل بهائیان آئینی است که خداوند آن را مافوق انقلابات و اختلافات و رقابتهای عرصهٔ سیاسی قرار داده بهائیان معتقدند که آئین شان اساساً غیر سیاسی و مافوق افکار و نوایای ملی است بکلی منزه از اجزاب و بالمره مبرا از هرگونه جاه طلبی و اعمال مقاصد و اغراض ملی است- در چنین آئین تقسیمات حزبی یا طبقاتی راه ندارد بلکه این امر بدون پرده پوشی و ابهام هرگونه مصالح خصوصی را اعم از انکه شخصی یا محلی و یا ملی باشد تابع مصالح عالیهٔ عالم انسانیت قرار میدهد و موقن و معتقد است که مصالح جزء در ضمن مصالح کل بهتر و نیکوتر محفوظ خواهد ماند و ممکن نیست با جزاء مرکبه یک هیکل فوائدی مفید و پایدار اعطا نمود در صورتیکه مصالح عمومیه خود هیکل مراعات نشود و محل توجه و اعتنا قرار نگیرد.

شہادت مستشرقین و دانشمندان در بارۂ امر بہائی

(بقلم پروفسور جاوت اکسفورد)

نقل از کتاب "زندگی و حیات دلیرانہ" صفحہ ۳۰۵

پروفسور جاوت اکسفورد رئیس دارالفنون بالیول که مترجم کتاب افلاطون است در این امر خوض و غور نمود و بطوری مجذوب گشت که اظہار نمود "نہضت بابی (بہائی) متضمن وعود آتیہ بشر و سعادت و نجاح عالم انسان است" دکتر جی استلین کارپنتر از قول پروفسور ادوارد کیرد که جانشین پروفسور جاوت رئیس دارالفنون بالیول است نقل میکند او (یعنی پروفسور جاوت) میگفت دیانت بابی (نظر باینکه امر بہائی در آنوقت باین اسم خوانده میشد) بہترین نہضت دینی است که از بدو طلوع مسیحیت تاحال ظہور نموده" خود پروفسور کارپنتر شمهٔ راجع به نہضت بہائی در کتاب اخیر خود موسوم به مقالہ اویان (کامپریتور لیجنز) درج نموده و سوال میکند "آیا ایران در بحبوحهٔ مذلت و بدبختیهای خویش ولادت بشرع مقدسی نداده که عنقریب سراسر جہان را احاطه خواہد نمود۔

بقلم پروفسور جیمز دارمستتر

اقتباس از قسمت صنایع جمیله کتاب "ایران، روس مسائل تاریخی و ادبی" ترجمه جی۔ک۔ نریمان که در قسمت اول مجله ایران و پارسیان تالیف جی۔ک۔ نریمان نقل و در تحت سرپرستی مجمع اتفاق ایرانیان بمبئی در ۱۹۲۵ طبع شده

(نشریه ادبی ایران شماره۔ ۲)

تمہیدات سیاسیه که بوسیلهٔ صوفیه بعمل آمد منجبه در اصلاح افکار و تجدید نسل نه بخشید ولی در قرن اخیر که دورهٔ آخر حیات ایران را نشان میداد احیای این کشور و انتباه آن از نظر ادبی و دینی ظاہر گشت مراسم تعزیت که قرنہا است در ایران همه سال معمول بوده بعبارهٔ اخرای عزاداری دہم محرم که در آن روز حسین بن علی آخرین نفس حیات را در کربلا کشید موضوع پیش نمائی عمومی شد و زمینه از برای نظم اشعار و مراثی مؤثر بدست داد که از نظر وفاداری شایان ابراز ہنر و سخن رانی شعراء و ارباب فنون است۔ در ہمین اوقات دیانت بابی تصمیم باصلاح و تجدید دیانت گرفت مملکتی که قرنہا و کرارا ده بار مورد ہجوم و غلبهٔ اجانب واقع شده بود و در نتیجه فاسد و تباه گردیده و در زیر بار و فشار دیانت آمیخته باغراض و تصرفات منحط بظلم و جفا خو گرفته و در نتیجهٔ فلسفه ای مرموز که فعالیت اشخاص را خنثی مینمود و نہالی مقاصد و آمال را ازین بر میانداخت حس نشاط و فعالیت از دست داده

امنیک در پنجاہ و پنج سال اخیر مساعی فوق العادہ و بے نظیر در سبیل احیای خویش و ایجاد و افکار بر و مند و پر نشاط بروز داد دیانت بابی عاری از عقائد وہمیہ و تعصبات است و مبادی مرموز و مستعار آن از تصوف و معتقدات اہل حقہ (تیرہ ہای قدیمی علی اللّٰہی) کہ بفیوضات الٰہی و تجلیات مجلی قائلند سرچشمہ گرفتہ تعالیم اخلاقی در این دیانت انقلابی جدید در روش و آداب ایجاد نمود دارای عادات و اخلاق غربی است حکم دون طہارت را کہ بزرگترین مانع و اعظم سدی است کہ اسلام را از مسیحیت جدا نموده محو مینماید و تعدد زوجات را کہ منبع اصلی خرابی و فساد نسل در مشرق زمین است منع کردہ باصلاح خانوادہ و تشکیل عائلہ علاقہ ای مخصوص ابراز میدارد مقام رجال را در جامعہ بلند نموده و در عین حال نساء را ہم سطح رجال قرار میدہد این دیانت در ظرف مدت قلیل کمتر از پنج سال از نیکسوی مملکت بسوی دیگر انتشار یافت و سراسر ایران را فرا گرفت تا آنکہ در سنہ ۱۸۵۲ء در سیل خونین دہا ر شہدا خویش شستہ شد و اینک با کمال آرامش و وقار بنشر افکار و اشاعت آثار خویش مشغول است ایران اگر بنا باشد وقتی احیا و تجدید نسل گردد یقیناً در ظل این دیانت جدید و تعالیم آن خواہد بود۔

(بقلم دکتر ہانری اینچ جلسوب۔ دکتر الہیات)

نقل از کتاب "پارلیمان بین المللی ادیان" جلد دوم سیزدہمین جلسہ تحت عنوان انتقادات و بیان طرق تبلیغات مبشرین صفحہ ۱۱۲۲ در اکسپوزیسیون سنہ ۱۸۹۳ء کلمبیا در شیکاغو تالیف جون ہانری باروز کشیش۔ دکتر در الہیات (شرکت نشریات پارلمانی شیکاغو سنہ ۱۸۹۳ء)

بنا برین این وظیفہ کہ بمثال الٰہی خلق شدہ ایم آنست کہ ہمواره در نظر آوریم کہ فقط بشر بمثال الٰہی آفریدہ شدہ اند۔ و تمامی وجود و ہستی و نوایای ما مرہون این عرفان است۔ پیوستہ بجانب آن مثال نزدیک و در ظل مجد و بہای الٰہی و تائید جمال مبارک بہ ہم نوعان خویش از برای وصول بآن مقام بلند اعلیٰ خدمت کنیم این فرصت موہبت سماوی است و مسئولیت عظیمی از برای ما ایجاد میکند کہ احدی را جال فراریت در قصر بہجی یا کاخ بہجت و سرور" خارج قلعہ عکا در سواحل سوریہ چند ماہ قبل شخصی بزرگوار از اعاظم ایرانیان و مقدسین بہائی صعود فرمود کہ ہمش حضرت بہاء اللہ است یعنی "بہاء جلال الٰہی" "ہمین ہنصت بزرگ و عظیمی کہ از اسلام ایران برخواستہ کتاب مقدس عہد جدید را کلام اللہ میداند و حضرت مسیح را نجات دہندہ نوع انسان جمیع قبائل و ملل عالم را ملت واحدہ و افراد بشر را برادر و عضو یک خاندان میشمارد۔ سہ سال قبل یکی از فضلای کامبریج در محضر مبارکش وفود نمود و حضرت بہاء اللہ بیاناتی باو فرمودند کہ از نظر عواطف و احساسات مانند کلمات حضرت مسیح بسیار شیرین و لطیف است و ما در پایان کلام آن بیانات مبارکہ را تکرار میکنیم۔:

"آیا اگر جمیع ملل عالم در ظل یک دین متحد و مجتمع گردند و ابنائے بشر چون برادر و ہمر پرور شوند روابط محبت و یگانگی بین نوع انسانی استحکام یابد و اختلافات مذہبی و تباین نژادی محو و زائل شود چہ عیبی و چہ ضرری دارد..... بلے ہمین قسم خواہد شد جنگہای بے ثمر و نزاعہای ننگین منقضی شود و صلح اعظم تحقق یابد..... آیا شما

در ممالک اروپ محتاج بهمین نیستید و آیا همین نیست که حضرت مسیح خبر داده با وجود این مشاهده میشود ملوک و زمامداران ممالک شما کنوز ثروت و خزائن را در عوض آنکه در سبیل آسایش وسعادت نوع انسان انفاق کنند بکمال آزادی و خودسرانه در راه اضمحلال و هلاکت اهل عالم صرف نمایند نزاع و جدال و سفک دماء باید منتهی شود و جمیع بشر یک خانواده گردند۔ ..... لیس الفخر لمن یحب الوطن بل لمن یحب العالم"

بقلم لورد کرزن

(نقل از جلد اول کتاب ایران ص ۴۹۶-۵۰۴ (که در سال ۱۸۹۲ء نگاشته شد)

حد اقل احصائیه بابیان ایران نیم ملیون است و نگارنده از قرار مذاکراتی که با نفوس مطلع و بصیر نموده معتقد است جمیع نفوس بابیان در این اقلیم نزدیک بیک ملیون باشد تابعین این دیانت در بین جمیع طبقات مردم از وزراء و درباریان تا سپور و مهتران وجود دارد و دامنهٔ اقدامات شان بتبلیغ ارباب عمائم و ملاهای اسلام نیز تجاوز نموده چنانچه مومنین اولیه این دیانت جمع کثیری از سادات و حجاج و روحانیون بعبارهٔ اخری نفوسی بوده اند که برحسب اصل و نسل و تمایل باعمال ثواب و دینی یا اقتضائی شغل علاقه واقعی و مخصوص بمعتقدات اسلام داشته و تابعین این دیانت پیوسته در تبلیغ نفوس سعی بلیغ مبذول میدارند ..... اخیراً موفقیت بزرگ نصیب بابیان گشته و برخصمی دیگر فائق آمده اند عدهٔ کثیری از یهودیان شهرهای ایران در سلک مومنین این دیانت وارد گشته و بقرار مسموع در طی سنه گذشته (سال ۱۸۹۱)

۱۵۰ نفر از کلیمیان طهران و ۱۰۰ نفر از همدان ۵۰ تن از کاشان و ۷۵ از کلیمیان گلپایگان باین دیانت اقبال کرده اند .....

..... دو نفر از فدائیان این دیانت موسوم به حاجی میرزا حسن و حاجی میرزا حسین که از طرف بابیان بسلطان الشهداء و محبوب الشهداء ملقب شدند مرقد ساده و بی آرائیشان در قبرستان زیارتگاه نفوس است و بسا سیل دموع از مظلومیت "شهدای اصفهان" از عیون جاری میگردد ..... این وقائع که گاه گاه باقامت ناساز خود عرض اندام مینماید ثابت میکند هنوز ایران از خواب غفلت برنخواسته و از قید مذلت و خواری نجات نیافته است و انسان را در مقابل سخنان پر از لاف و گزاف آنان که از مدنیت ایران دم میزنند دچار شک و تردید مینماید مهمترین مسئله که بسبب اعمان نظر در احوال گذشتهٔ این دیانت چنانچه نگارنده متذکر شد جلب توجه و دقت نفوس را مینماید فداکاری فوق العاده و عبادت و اخلاص واقعی است که این دیانت در تابعین خود تعلیم و تلقین نموده نگارنده معتقد است فقط در یک مورد یکی از بابیان در تحت فشار و تهدید از دیانت بابی احتراز جست بار دیگر باز بعقیدهٔ خود پیوست و پس از دو سال شهید گشت صفحات خونین تاریخ این امر با داستانهای مشعشع بی نظیر از شهامت و استقامت ابتداع خود منور و درخشان گشته و پیروان این دیانت اگرچه بسیاری برحسب ظاهر عامی و از کمالات ظاهره بی بهره هستند معذالک در سبیل دیانت خویش مرگ را هر آن استقبال مینمایند آتش سوزان سمت فیلد (نوع شکنجه که در قرن شانزدهم نسبت بکشیشهای مسیحی در شهر سمت فیلد انگلستان مجرا شد و چند صد تن از کشیشان را در آن آتش سوزاندند) هرگز بآن اندازه همت و شهامت که پیروان این دیانت بآن

سبوش گشتند درقلوب نیافرونت و این قدر شکنجہ و عذاب
لہ ظالمان طہران ایجاد و اختراع نمودند تولید نکرد آنیست کہ منتوان
سول و عقائد دیانتی را کہ چنین روح جانبازی و وفاکاری بی نظیر
در پیروان خود ایجاد کردہ ناچیز گرفت نظر بوقائع و محاربا تے
کہ در سنین اولیہ بین بابیان و حکومت بوقوع پیوست و
سور قصدے کہ بحیات شاہ ابراز شد بغلط تعبیر گشت کہ این
دیانت نہضت سیاسی بودہ و دارای روح مفسدہ جوئی است
درصورتیکہ از مطالع آثار و نوشتہ جات حضرت باب و
جانشینہای حضرتش بخوبی ثابت میشود کہ این اتہام بکلی
بے اساس و موجبے برای استنباط ابدًا در دست نیست ....
اتہام فساد اخلاق افترائی دیگر و نمونہ ای بزرگ از نوع بدبندیشی
مخالفین این دیانت است کہ ظاہرًا بواسطہ حریت بیشتری کہ

حضرت باب بنسوان عطا فرمودہ اند و لنظر بفساد اخلاق عمومی
در نظر شرقیان نامطبوع میآید ایجاد شدہ ..... اگر این دیانت
برین نہج و بہمین پایہ از موفقیت پیشرفت نماید بلا درنگ وقتی
اسلام را از صفحہ ایران محو خواہد نمود ..... از انجا کہ نیروی
جدید و سپاہیان تازہ این دیانت از بہترین سربازخانہ ہا
واردوہای کہ بر آن دست یافتہ اختیار شدہ است شکی نیست
کہ عاقبت شاید فتح و ظفر را در آغوش خواہد گرفت .....
زندگانی پاک و مشقت بار حضرت باب و شہامت فجیع آن
حضرت و رشادت و جانبازی پیروان دلدادہ اش کہ در وقائع
معاصر اسلام بے مثل و نظیر است انظار بسیاری از نفوس را
جلب و متوجہ خواہد نمود ..... "

(باقی دارد)

آرزو

دردا کہ دردمندم و درمانم آرزوست — چشمان مست و زلف پریشانم آرزوست
دارم امید آنکہ برافروزیم شبے — روشن زجلوۂ رخت ایوانم آرزوست
منعم مکن زدرگہت ای پادشاہ حسن — افگندہ سر چہ گوی بمیدانم آرزوست
ہشیار درگریز زمستان بادۂ نوش — یارب چہ حالت است کہ مستانم آرزوست
شد تشنہ نیم شب زمیِ دوشم ساقیا — یکقطرۂ زچاہ زنخدانم آرزوست
گرچہ گدای بے سر و پایم بکوئے عشق — لیکن خیال دیدن سلطانم آرزوست
مرآت دل بشویم از زنگ غیر دوست — تا بنگرم در آن رخ جانانم آرزوست
جانم بہ تنگ آمد زین جسم ناتوان — پرواز زین قفس بگلستانم آرزوست
سیرم زعلم و فضل و کمالات شہریاں — طیر و وحوش و دشت و بیابانم آرزوست
اخبار یا خموش کہ فرمود گنج فضل — کز دیو و دد ملولم و انسانم آرزوست

حضرت بهاء الله جل ذکره میفرماید

اشرب کوثر السرور
من قدح بیان مطلع الظهور

کانونشن یا کانِ گلشن

ترجمه

بنوش آب مسرت از جام
گفته های سرچشمه ظهور

از تائیدات خداوند تبارک تعالی دوازدهمین کانونشن بهائیان هند و برما در پونه منعقد و باحسن وجوه صورت گرفت نمایندگان از اطراف هندوستان مجتمع و از تاریخ ۲۷ ماه اپریل مراسم حسن کانونشن بتلاوت مناجات افتتاح گردید نخست موجب پروگرامیکه قبلاً از طرف محفل مقدس روحانی ملی سنه قبل پیشنهاد شده بود تلگرافی بساحت اقدس حضرت ولی عزیز امرالله معروض داشتند جواب تلگرافی بلطف تائید گردید و بعد شروع بمشاوره و تبادل آرا در پیشرفت امر تبلیغ و تبشیر امرالله و قطعات وسیعه هندوبرما و تکمیل انتظام اداری جامعه اهل بهاء گردید صبح و عصر ساعاتی چند در این افکار پر آثار و اوقاتی شیرین تر از شهد و انگبین بسر بردیم چون مقصودی جز نشر نفحات الله و اتحاد و اتفاق جامعه نداشتیم کرد وای امروزه جهان است محفل مقدس روحانی دوستان پونه در حقیقت از حسن پذیرائی و انتظام امور داخلی هیچ فروگذار نفرموده بودند مسکن نمایندگان کانونشن که کسانیکه از اطراف آمده بودند در نشنل هتل که مال یکنفر از دوستان خالص مخلص پونه و یادگار بهشتی روان خسروبان است بود جمعیت باندازه شده بود که هتل با این بزرگی با وجودیکه در این سه روز کانونشن هیچ مسافر بیرونی را قبول نمیکردند باز هم جای همگی نبود و صاحب هتل و سائر احبار پونه عدهٔ از نگلشنیان را در منازل دخانه های خود جای داده بودند -

روز دوم کانونشن ۲۸ اپریل تلگراف مبارک حضرت ولی امرالله در جواب تلگرات کانونشن واصل و قلوب اهل بهاء را مسرت و امتنانی زائدالوصف بخشود که در مشاوره و مذاکره آثار پیروزی مشاهده مینمودند عصر ۲۸ بعد از غروب جلسه نطق عمومی در گوکلا هال منعقد صدر جلسه جناب نارین راز شطجی وکیل و ناطقین محترمه شیرین خانم فوجدار و جناب آقا علی بت و پروفسر [illegible] بودند انتظام این نطق و اعلان آن بواسطهٔ روزنامه ها و اعلان دستی نیز از طرف محفل مقدس روحانی پونه بود حتی لود اسپیکر "آواز رسان" هم در اطراف هال ترتیب داده بودند و طالبین حتی عابرین هم ندای امرالله و تعالیم مبارکه را بگوش خود می شنیدند راپورت آن نطق در روزنامه های متعدد بالسنه مختلفه طبع و نشر گردید -

روز ۲۹ بمناسبت نهم عید سعید رضوان عموم احبای شهر پونه کارهای خود را تعطیل نموده در گلشن کانونشن با یاران و مهمانان شریک و همنشین گشتند - از عدهٔ که صبح توانستند در ساعت هشت حاضر گردند عکسی هم گرفته شد که انشاءالله در مجلهٔ کانونشن طبع خواهد شد عصر آنروز بمناسبت جلسه عید رضوان مجلس کانونشن منعقد نشد و یاران بحسن سرور مشغول بودند جناب بهمن بهی آقای موبدزاده نیز لصوابدید محفل مقدس روحانی محلی وقت را غنیمت دانسته در این فیروز بواسطهٔ رئیس محفل مقدس روحانی ملی عقد ازدواج فیمابین جناب شاه بهرام موبدزاده و رضوانیه خانم صبیهٔ بهمن بهی نیز بستند و ابواب فرح و انبساط بر روی طرفین گشودند روز سی اپریل اعضای جدید الانتخاب محفل مقدس روحانی بکارهای لازمهٔ دینی خود قائم و در انجام وظائف روحانیه خود مشاوره و رازونیاز آغاز نمودند عصر آنروز مجلس نطقی در لغت اردوی در هال وسیع نشنل هتل منعقد و جناب سید محفوظ الحق علمی و آقای عباس علی بت دادسخن دادند -

نمایندگان کانونشن و تشکیلات محلی این گلشن پس از انجام وظائف هر یک با مراجعت و امورین زمامداران امور روحانیه شروع بخدمات موکوله نموده از تائیدات غیبیه ربانیه امیدواریم کل کامران گردند - (فدائیان یاران ربانی اصفهان اختیاری)

ماہنامہ

پیامبر

نئی دہلی

جلد اوّل | اگست سنہ ۱۹۴۰ء | شمارہ دوم

اِسمِ اعظم

خوشیاں مناؤ نعرے لگاؤ دُنیا میں جاؤ سب کو بلاؤ
سب کو سناؤ اللہ ابھی سب کو سکھاؤ اللہ ابھی

جانِ جہاں ہے رازِ نہاں ہے رُوحِ رواں ہے نورِ عیاں ہے
آوازِ جاں ہے اللہ ابھی وردِ زباں ہے اللہ ابھی

پیغامِ اُلفت رمزِ اخوت آوازِ رحمت تکبیرِ وحدت
جانِ محبت اللہ ابھی شانِ تحیت اللہ ابھی

سُلطانِ حق ہے فرمانِ حق ہے ایمانِ حق ہے عرفانِ حق ہے
برہانِ حق ہے اللہ ابھی اعلانِ حق ہے اللہ ابھی

صدقِ مجسّم قولِ مسلّم اظہارِ اقوم وردِ معظّم
لفظِ مکرّم اللہ ابھی ہے اسمِ اعظم اللہ ابھی

خوش دل رہو تم عارف بنو تم ہمّت کرو تم آگے بڑھو تم
پڑھتے رہو تم اللہ ابھی سب سے کہو تم اللہ ابھی

تبلیغ و نصرت

خداوند عالم جب دنیا کو گمراہی میں مبتلا دیکھتا ہے تو اپنی مہربانی سے ہدایت و رہنمائی کرتا ہے سب سے اول خود اپنے بندوں کو تبلیغ شروع کرتا ہے۔ بندوں میں سب سے پیشتر ایک وجود کو مخصوص کرتا ہے اور اسے اپنے کلام سے تبلیغ فرماتا ہوا حکم دیتا ہے کہ اُٹھ اور میری مخلوق کو میرا پیغام پہونچا!

پیغمبر وقت اٹھتا ہے اور تبلیغ حق کے علم بلند کر دیتا ہے اور سب لوگوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ اے خدا کے بندو! اٹھو۔ خدا کا حکم آگیا۔ خدا کے دین کو قبول کرو اور کمر ہمت باندھکر خدا کے امر کی تبلیغ میں مصروف ہو جاؤ یہی تمہارا سب سے بڑا فرض ہے۔ یہی عمل تبلیغ تمہیں تمام دنیا میں سربلند کر دیگا۔ تبلیغ تمہارے لئے زندگی کا جام کوثر ہے تبلیغ ابدی عزت کا تاج ہے۔ تبلیغ قومی ارتقا کیلئے پختہ شاہراہ ہے تبلیغ تمہارے سارے نظام ملت کا مرکز حیات ہے۔ اسی میں دونوں جہان کی کامیابی مضمر ہے۔

میثاق تبلیغ

خدا نے سب نبیوں سے عہد و میثاق لیا ہے کہ جب انھیں کتاب و حکمت دیجائے اور پھر کوئی رسول آئے جو اُن کا مصدق ہو تو ان کا فرض ہے کہ اس رسول پر ایمان لائیں اور اس کی نصرت و امداد کریں۔ یعنی اسے قبول کر کے اس کے دین کی تبلیغ و اشاعت کریں۔ یہ عہد خدا نے سب نبیوں سے لیا ہے اور نبیوں کے ذریعے ان کی اُمتوں کا بھی یہی فرض ہوا کہ وہ رسالت الٰہی کے ہر ایک ظہور کو قبول کر کے اسکی نصرت و تبلیغ میں جان و دل سے جد و جہد کریں اسی لئے فرماتا ہے کہ اے مومنو! تم بہترین جماعت ہو جو انسانوں کی بھلائی کے لئے ظاہر کئے گئے ہو تاکہ تم بھلائی کا حکم دو۔ اور برائی سے روکو یعنی اچھائی اور بھلائی کی تبلیغ کرتے رہو اور لوگوں کو بُری باتوں سے بچاتے رہو!

اس سے ثابت ہوا کہ ہر زندہ اُمت کی زندگی تبلیغ حق میں ہے۔ جس سے دنیا امن یسلامتی۔ بہبودی و ترقی حاصل کرتی ہے اور فساد۔ خرابی۔ بربادی سے بچتی ہے۔ اگر کوئی قوم تبلیغ حق سے غافل ہو جاتی ہے تو صاف الفاظ میں یوں کہنا چاہئے کہ وہ معطل ہو جاتی ہے۔ بیکار چیز کی مانند بے قدر و قیمت رہ جاتی ہے اپنے وجود کی غرض و غایت کھو بیٹھتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ حقیقتہً فنا ہو جاتی ہے۔

فرض تبلیغ

دور حاضر میں خداوند عالم نے حضرت بہاءاللہ کو مبعوث فرمایا ہے اور اپنے تازہ کلام پاک میں جو احکام دئے ہیں ان میں سے تبلیغ کا حکم قطعی بھی ہے۔ کتاب مبین میں نازل ہوا ہے قُل کتب اللہ لکل نفس تبلیغ امرہٖ ؎ خدا نے ہر شخص پر اپنے امر کی تبلیغ فرض قرار دی ہے۔

کتاب اقتدار میں فرمایا ہے، اِنَّا اَمَرْنَا الْکُلَّ بِالتَّبْلِیْغ۔ ہم نے سب کو تبلیغ کا حکم دیا ہے۔ نیز فرمایا حکم تبلیغ از سمار امر مخصوص کل نازل یعنی کل بآں مامور ند۔ تبلیغ کا حکم آسمان امر سے سب کے لئے نازل ہوا ہے۔ یعنی بلا استثنا رسب کے سب تبلیغ کرنے کے لئے مامور ہیں۔

بگو الیوم یوم اصغاست۔ کہدہ آج کان لگا کر سننے
لشنو ید ندائے مظلوم را باسم کا دن ہے مظلوم کی ندا سنو۔
حق ناطق باشید و بطراز ذکرش حق کے نام سے بولتے رہو ذکر
مزین و بانوار صبش مستنیر حق کی زینت سے آراستہ
این است مفتاح قلوب و صیقل رہو اسکی محبت کے انوار سے
وجود والذی غفل عنما جگمگاتے رہو۔ یہ ہے دلوں کے
جری من اصبع الارادۃ کھولنے والی کنجی اور یہ ہے وجود
انہ فی غفلۃ مبین۔ کو چمکا دینے والی صیقل اور جو
.. .. شخص خدائی ارادہ کی انگلی کے
.. .. .. جاری شدہ حکم سے غافل رہا وہ
کتاب اقتدار ص۲۹۶ ایک کھلی ہوئی غفلت میں مبتلا ہے

تبلیغ جاذب تائید ہے

یا اھل الارض اذا غربت اے اہل ارض جب میرے جمال
شمس جمالی و ستترت کا آفتاب غروب ہو جائے اور میری
سماء خیمتی لا تضطربوا ہیکل کا آسمان پوشیدہ ہو جائے
قوموا علی نصرۃ امری تو تم مضطرب نہ ہو جانا۔ میرے امر
وارتفاع کلمتی کی نصرت و تبلیغ کے لئے اور میرے
بین العالمین۔ انا کلمہ کو تمام جہانوں میں بلند کرنے
معکم فی کل الاحوال کیلئے کھڑے ہو جانا تمام حالات میں

انا کنا قادرین ہم تمہارے ساتھ ہیں یقیناً ہم قادر ہیں
(کتاب اقدس ص۱۳) نیز فرمایا ہے

وننزل لکم من افق الاعلی اور ہم اپنے افق اعلیٰ سے تمہیں دیکھ
وننصر من قام علی نصرۃ رہے ہیں اور جو کوئی ہمارے امر کی مدد
امری بجنود من الملاء تبلیغ کیلئے کھڑا ہوگا تو ملاء اعلیٰ کے
الاعلی و قبیل من الملائکۃ لشکروں سے اور مقرب فرشتوں کی
المقربین (کتاب اقدس ص۱۳) جماعت کے ذریعے ہم اسکی مدد کرینگے

ہر حالت میں تبلیغ فرض قطعی اور ضروری ہے

قوموا علی خدمۃ الامر امر حق کی خدمت پر تمام حالات
فی کل الاحوال انہ یؤیدکم میں قائم رہو۔ سارے جہانوں پر
بسلطان کان علی العالمین محیطا۔ چھائی ہوئی قوت سے خدا تمہاری
تائید و مدد فرمائیگا۔ (اقدس ص۳۳)

تبلیغ و استقامت

باید اہل بہا آو کہ از اصحاب اہل بہاؤ جو قیوم اسماء میں سرخ کشتی
سفینۂ حمرا در قیوم اسماء مذکورند والے کہلاتے ہیں انھیں ایسی
باستقامتی ظاہر شوند کہ لائق استقامت سے ظاہر ہونا چاہئے
این امر اعظم و یوم مبارک ست جو اس عظیم الشان امر اور یوم
امروز روز خدمت و استقامت مبارک کے لائق ہو۔ آج خدمت
است (کتاب اقتدار ص۲۷۱) و استقامت کا دن ہے۔
اعظم از کل امور استقامت سب کاموں سے بڑھکر استقامت
و اتفاق بر کلمۂ جامعۂ الہیہ است اور خدائی کلمۂ جامعہ پر اتحاد و
اقتدار ص۲۴۱ اتفاق ہے

باید بنائے مستقیم باشند کہ اس طرح سے مستقیم رہنا چاہئے
نفوحات آں مضطربین و متزلزلین کہ اس کے اثرات مضطرب اور

را مستقیم نماید

(اقتدار ص۲۴۱)

بایستید بر امر اللہ بشانیکہ ہر مضطربے مستقیم شود و ہر عظم رمیمی بحرکت آید

اقتدار ص۲۶۴

اگر استقامت نباشد نفس ذاکر مؤثر نخواہد بود

مجموعہ الواح ص۲۲۵

تبلیغ باعمال و اخلاق

دریکے از الواح نازل یا حزب اللہ بخود مشغول نباشید۔ در فکر اصلاح عالم و تہذیب امم باشید۔ اصلاح عالم از اعمال طیبہ طاہرہ و اخلاق راضیہ مرضیہ بودہ ناصر امر اعمال است و معین اخلاق۔

مجموعہ الواح مبارکہ ص۲۸۹

باید احبای الٰہی بحکمت و بیان برایین امر خطیر اقدام کنند بعضے را باقوال و بعضے را بافعال و اعمال و بعضے را باخلاق تبلیغ نمایند و بنظر احدیہ کشانند اعمال حسنہ و اخلاق روحانیہ

متزلزل لوگوں کو بھی مستقیم بنا دیں

اللہ کے حکم پر اس شان سے قائم ہو جاؤ کہ ہر مضطرب مستقیم بنجائے اور ہر بوسیدہ ہڈی متحرک ہو جائے

اگر استقامت نہ ہوگی تو ناصح و مبلغ کی باتیں اثر نہ کرینگی

ایک لوح میں نازل ہوا ہے کہ

اے خدائی جماعت! اپنے میں ہی مشغول نہ رہو۔ تمام عالم کی اصلاح اور قوموں کی شائستگی کی فکر میں ہو عالم کی اصلاح پاک و پاکیزہ اعمال اور اچھے پسندیدہ اخلاق سے ہوتی ہے۔ دین کے یار و یاور اعمال اور اس کے مددگار اخلاق ہیں۔

احبائے الٰہی کو حکمت و بیان کے ذریعے اس عظیم الشان کام کے لئے قدم بڑھانا چاہئے۔ کسی کو اقوال سے کسی کو افعال و اعمال سے کسی کو اخلاق سے تبلیغ کرنی چاہئے اور بارگاہ احدیت کی جانب

بنفسہا و مبلغ امرند

اقتدار ص۱۶۶

اُنْصُرُوا مَالِكَ الْبَرِيَّةِ بِالْاَعْمَالِ الْحَسَنَةِ ثُمَّ بِالْحِكْمَةِ وَالْبَيَانِ كَذٰلِكَ اُمِرْتُمْ فِيْ اَكْثَرِ الْاَلْوَاحِ مِنْ لَدُى الرَّحْمٰنِ اِنَّهٗ كَانَ عَلٰى مَا اَقُوْلُ عَلِيْمًا (اقدس ص۳۱)

تبلیغ بحکمت و بیان

اِنَّا نُوْصِي الْكُلَّ بِالْحِكْمَةِ وَالْبَيَانِ فِيْ اَمْرِ رَبِّهِمُ الرَّحْمٰنِ كَمَا وَصَّيْنَاهُمْ مِنْ قَبْلُ۔ اِنَّهٗ لَهُوَ النَّاصِحُ الْاَمِيْنُ

(اقتدار ص۲۷۸)

اقتدار ص۲۷۸

اِنَّمَا تُعَمِّرُ الْقُلُوْبُ بِالْبَيَانِ كَمَا تُعَمِّرُ الْبُيُوْتُ بِالْمَدَرِ وَاَسْبَابٍ اُخَرَ۔ قَدْ قَدَّرْنَا لِكُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا مِنْ عِنْدِنَا تَمَسَّكُوْا بِهٖ وَتَوَكَّلُوْا عَلَى الْحَكِيْمِ الْخَبِيْرِ ۝

(اقدس ص۴۲)

.. .. ..

.. ..

لانا چاہئے۔ اچھے اعمال اور روحانی اخلاق تو خود ہی مبلغ امر ہیں:۔

اچھے اعمال پر حکمت و بیان سے مالک جہان کی مدد کرو۔ خدائے رحمن کی طرف سے اکثر الواح میں تمہیں ایسا ہی حکم ہوا ہے۔ یقیناً خدا میری باتوں کو خوب جانتا ہے۔

ہم سب کو پروردگار رحمن کے امر کے بارے میں حکمت و بیان کی وصیت و نصیحت کرتے ہیں جیسا کہ ہم انھیں پہلے بھی یہی وصیت کر چکے ہیں۔ یقیناً خدا ناصح امین ہے

بات یہی ہے کہ جس طرح ہاتھ اور دوسرے آلات سے مکان تعمیر کئے جاتے ہیں اسی طرح زبان کے ذریعے دل تعمیر کئے جاتے ہیں۔ ہم نے اپنی جانب سے ہر چیز کے لئے ایک ذریعہ مقرر کیا ہے اسکو مضبوط تھام لو اور خدائے حکیم و خبیر پر بھروسہ رکھو۔

خیمہ امر الٰہی عظیم است جمیع حزاب عالم را فراگرفتہ و خواہد رفت - روز - روز شما ست ہزار لوح گواہ شما - بر نصرت مر قیام نمایید و بجنود بیان بہ تسخیر افئدۂ قلوب اہل عالم مشغول شوید -

مجموعۂ الواح ۲۸۶

امروز باید اولیاء بخدمت امر مشغول باشند و خدمت تبلیغ است و آں ہم بحکمت و بیان کل باں متمسک باشند

کتاب فردوس ۲۱۸

امر الٰہی کا خیمہ عظیم الشان ہے وہ دنیا کی تمام قوموں پر چھایا گیا ہے اور چھا جائیگا - آج تمہارا دن ہے اور ہزار لوح تمہاری گواہ - امر کی مدد و تبلیغ پر قائم ہو جاؤ بیان کے لشکروں کے ذریعے اہل عالم کے دلوں کو مسخر کرنے میں مصروف ہو جاؤ -

آج خدائی دوستوں کو خدمت امر میں مشغول رہنا چاہیئے - اور وہ خدمت تبلیغ ہے اور وہ بھی حکمت و بیان سے سب اسے مضبوط تھامے رہیں -

شرائط مبلغین

ہنر شرائط مبلغین بثابۂ آفتاب ز آفاق سموات الواح الٰہی سامع و لائح و مشرق

کتاب اقتدار ۱۱

شرائط مبلغین کا سورج آفتاب کی مانند الواح الٰہی کے آسمانوں سے بلند و نمودار اور روشن ہے -

قُلْ اِعْلَمْ اِنَّا اَمَرْنَا اَلْکُلَّ بِالتَّبْلِیْغِ وَ اَنْزَلْنَا فِی شَرَائِطِ الْمُبَلِّغِیْنَ مَا یَنْصَعِقُ بِهَا کُلُّ بَصِیْرٍ عَلٰی فَضْلِ هٰذَا الظُّهُوْرِ وَ عِزِّهٖ وَ عَطَائِهٖ وَ مَوَاهِبِهٖ وَ الْطَافِهٖ -

کہدو اس بات کو جان رکھو کہ ہم نے سب کو تبلیغ کا حکم دیا ہے اور شرائط مبلغین میں ہم نے وہ بات نازل کی ہے جس سے ہر ایک صاحب نظر اس ظہور کی فضیلت عزت عطاء و بخشش و مہربانی پر انصاف

یَتَّبِعُنِیْ لِکُلِّ نَفْسٍ اَرَادَ اَنْ یَتَوَجَّهَ اِلَی الْاُفُقِ الْاَعْلٰی اَنْ یُطَهِّرَ ظَاهِرَهٗ وَ بَاطِنَهٗ عَنْ کُلِّ مَا نُهِیَ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ فِیْ اَوَّلِ الْقَدَمِ یَتَمَسَّکُ وَ یَعْمَلُ بِمَا اَنْزَلَهُ الرَّحْمٰنُ فِی الْفُرْقَانِ بِقَوْلِهٖ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ۝ وَ یَرٰی مَا سِوَی اللّٰهِ کَقَبْضَةٍ مِنَ التُّرَابِ کَذٰلِکَ اَشْرَقَ نُوْرُ الْاَمْرِ مِنْ اُفُقِ سَمَآءِ اَمْرِ اللّٰهِ الْمُقْتَدِرِ الْعَزِیْزِ الْوَهَّابِ وَ فِیْ قَدَمٍ اٰخَرَ یَتَوَجَّهُ بِکُلِّهٖ اِلَی الْوَجْهِ وَ یَبْلُغُ السِّرَّ وَ الْحَقِیْقَةَ مُقْبِلًا اِلَی الْبَیْتِ الْاَعْظَمِ یَقُوْمُ وَ یَقُوْلُ تَرَکْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ کَافِرُوْنَ -

اِذَا فَاضَتْ نَفْسٌ بِالْمَقَامَیْنِ وَ الْاَمْرَیْنِ

سے گواہی دیتا ہے ہر اس شخص کو جو افق اعلیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہتا ہے واجب ہے کہ اپنے ظاہر و باطن کو اُن تمام چیزوں سے پاک صاف کرے جو خدائے رب العلمین کی کتاب میں ممنوع ہیں اور پہلے قدم پر ہی اسے اُس بات کو مضبوط تھام کر عمل کرنا چاہئے جو خدائے رحمن نے قرآن میں یوں فرمائی ہے کہ کہدے اللہ پھر انھیں انکی اُدھیڑ بُن میں کھیلتا چھوڑ دے اور مبلغ کو چاہئے کہ وہ تمام ماسوی اللہ کو ایک مشت خاک سمجھے - اس طرح انجام میں خدائے مقتدر عزیز وہاب کے آسمان سے امر کا نور چمکا ہے

اور دوسرے قدم پر مبلغ ہمہ تن جلوۂ جمال حق کی طرف متوجہ ہو اور بیت اعظم کی طرف رخ کر کے اپنے اندرون و حقیقت کی زبان سے یوں کہے کہ میں نے ان لوگوں کی ملت کو چھوڑ دیا جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں -

اِنَّهَا كَانَتْ مَرْقُوْمَةً مِنْ اَهْلِ الْبَهَآءِ مِنَ الْقَلَمِ الْاَعْلٰى فِى الصَّحِيْفَةِ الْحَمْرَآءِ ۔

طوبی از برائے نفسیکہ امام کعبۂ الٰہی قیام نمود و عمل نمود و بآنچہ از امر حقیقی و مشرق وحی الٰہی در این حین نازل شد اقتدار جست

در مقامی این کلمات عالیات نازل ینبغی لمن اراد ان یبلغ امر مولٰیہ ان یزین راسہ باکلیل الاقتطاع و هیکلہ بطراز التقوٰی

و فی مقام اٰخر ینبغی لکل مبلغ ان یدع ما عندہ و ما عند القوم و ناظر الی ما عندہ اللہ المهیمن القیوم (اقتدار ص۱۱)

جب کوئی ان دونوں مقاموں اور دونوں باتوں سے فائز ہو جائے تو وہ قلم اعلیٰ سے سرخ صحیفے کے اندر اہل بہآء میں مرقوم ہے۔

مبارکباد اس کیلئے جو کعبۂ الٰہی کے روبرو کھڑا ہوا اور جو کچھ حاکم حقیقی اور مشرق وحی الٰہی کی طرف سے ابھی نازل ہوا ہے اس پر عمل پیرا ہوا۔

ایک مقام پر یہ بلند کلمات نازل ہوئے ہیں جو اپنے مولیٰ کے امر کی تبلیغ کرنا چاہتا ہے اُسے چاہئے کہ اپنے سر کو انقطاع کے تاج سے آراستہ کرے اور اپنے بدن کو تقوی کے لباس سے سجائے۔

ایک اور مقام پر ہے۔ ہر مبلغ کو لازم ہے کہ وہ اپنے خیالات کو اور لوگوں کی باتوں کو چھوڑ دے اس چیز کی طرف نظر رکھے جو خدائے غالب وقیوم کے پاس ہے

مبلغ کو صاف گو اور شیریں زبان ہونا چاہئے

كُنْ عَضْبَ اللِّسَانِ وَعَذْبَ الْبَيَانِ فِى ذِكْرِ رَبِّكَ الرَّحْمٰنِ بَيْنَ مَلَإِ الْاَكْوَانِ كَذٰلِكَ

اہل جہان کے اندر اپنے پروردگار رحمن کے ذکر میں صاف گو اور شیریں زبان رہو خدائے مقتدر و قدیر

يُعَلِّمُكَ قَلَمُ التَّقْدِيْرِ مِنْ لَّدُنْ مُقْتَدِرٍ قَدِيْرٍ ۔ قَدْ كَتَبَ اللّٰهُ لِكُلِّ نَفْسٍ تَبْلِيْغَ اَمْرِهٖ ۔ وَالَّذِىْ اَرَادَ مَا اُمِرَ بِهٖ يَنْبَغِىْ لَهٗ اَنْ يَّتَّصِفَ بِالصِّفَاتِ الْحَسَنَةِ اَوَّلًا ثُمَّ يُبَلِّغُ النَّاسَ لِتَنْجَذِبَ بِقَوْلِهٖ قُلُوْبُ الْمُقْتَبِلِيْنَ ثُمَّ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ لَا تُؤْثِرُ ذِكْرَهٗ فِىْ اَفْئِدَةِ الْعِبَادِ كَذٰلِكَ يُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

کتاب مبین ص۱۷

کی طرف سے تمہیں قلم تقدیر اسی طرح تعلیم دے رہا ہے۔ (مبین ص۳۵)

خدا نے ہر شخص پر اپنے امر کی تبلیغ فرض قرار دی ہے جو شخص مامور یت تبلیغ کو ادا کرنا چاہتا ہے اسے لازم ہے کہ اوّلاً آپ اچھی صفات سے متصف ہو پھر لوگوں کو تبلیغ کرے تاکہ اسکی باتوں کے اثر سے متوجہ ہونیوالوں کے دل کھچے چلے آئیں اور اس کے بغیر تبلیغ کا بیان بندوں کے دلوں میں اثر نہ کریگا؛ اس طرح خدا ہمیں تعلیم دیتا ہے یقیناً وہ غفور رحیم ہے۔

تبلیغ بلا جدال و نزاع

قَدْ مُنِعْتُمْ فِى الْكِتَابِ عَنِ الْجِدَالِ وَالنِّزَاعِ وَالضَّرْبِ وَاَمْثَالِهَا عَمَّا تَحْزَنُ بِهِ الْاَفْئِدَةُ وَالْقُلُوْبُ ۔ اقدس ص۳۹

قُلْ اِيَّاكُمْ اَنْ تُجَادِلُوْا اَحَدًا وَالَّذِىْ اَرَادَ التَّبْلِيْغَ فَلْيَصِحْ بِوَجْهِ رَبِّهٖ يُؤَيِّدُهُ رُوْحُ الْقُدُسِ وَيُلْهِمُهٗ مَا يَسْتَنِيْرُ بِهٖ صُدُوْرُ الْعَالَمِيْنَ وَكَيْفَ صُدُوْرُ الْمُرْسَلِيْنَ

جدال و نزاع اور مار پیٹ اور اس قسم کی سب باتوں سے جن سے دل غمزدہ ہوں تمہیں کتاب میں منع کیا گیا۔

کہدے ہم نے تبلیغ بیان کے ذریعے مقرر کی ہے خبردار کسی سے جھگڑا نہ کرنا اور جو کوئی محض اپنے خدا کے لئے تبلیغ کرنا چاہتا ہے روح القدس اسکی تائید و مدد کرتا ہے اور اسکو وہ الہام کرتا

یَا اَھْلَ الْبَھَآءِ سَخِّرُوْا مِدَادَ الْقُلُوْبِ لِتُسْیُوْتِ الْحِکْمَۃِ وَالْبَیَانِ اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ بِمَا ھُوَ اَنْفُسِھِمْ اُولٰئِکَ فِیْ حِجَابٍ مُّبِیْنٍ قُلْ سَیْفُ الْحِکْمَۃِ اَحَدُّ مِنْ صَفِیْفِ وَاحَدُّ مِنْ سَیْفِ الْحَدِیْدِ لَوْ کُنْتُمْ مِنَ الْعَارِفِیْنَ

(کتاب مبین ص۲۰)

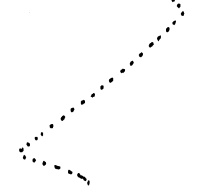

کتاب مبین ص۲۰۲

یَنْبَغِیْ لِکُلِّ نَفْسٍ اَنْ یَّنْصُرَ اللّٰہَ بِمَا یَرْتَفِعُ بِہٖ اَمْرُہٗ بَیْنَ الْعِبَادِ وَقَدْ حُرِّمَ فِی الْکِتَابِ حُکْمُ الْجِدَالِ یَشْھَدُ بِذٰلِکَ اُمُّ الْکِتَابِ فِی الْاُفُقِ الْاَعْلٰی الْمَقَامِ -

فردوس ص۱۷۷

اے اہل بہآء شما مشارق محبت و مطالع شفقت بودہ و ہستید چشم را از آنچہ لائق نیست باز دارید۔ لسان را بسب لعن ہے جس سے تمام جہان کا سینہ روشن ہو جارے نوارا تمندوں کے سینے کیسے روشن نہ ہوں گے اے اہل بہآ دلوں کی لبتیوں کو حکمت و بیان کی تلواروں سے مسخر کرتے رہو۔ یقیناً وہ لوگ جو اپنی خواہش نفسانی کے باعث جھگڑتے ہیں وہ نمایاں پردے میں گرفتار ہیں۔

کہدے حکمت کی تلوار موسم گرما سے بھی زیادہ گرم ہے اور لوہے کی تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ کاش تم عارفوں میں سے ہو جاؤ۔

ہر شخص کو لازم ہے کہ وہ خدا کی مدد ان کاموں سے کرے جن سے بندوں میں خدا کا امر بلند ہو کتاب میں جدال حرام کیا گیا ہے۔ ام الکتاب اپنے اعلیٰ مقام میں اسکی شہادت دے رہی ہے۔

اے اہل بہآ تم محبت کے چمکنے کی جگہ اور شفقت کے طلوع کے مقام ہو۔ نامناسب کاموں سے آنکھ کو روکے رہو۔ اپنی زبان احدے میالائید۔ آنچہ را کہ دلہا ائید بنمائید۔ اگر قبول افتاد مقصود حاصل و الّا تعرّض باطل ذی و کا بنفسہ مقبلین الی اللہ المہیمن القیوم

سبب حزن مشہود تا چہ رسد بفساد و نزاع

( )

یَا اَھْلَ الْبَھَآءِ طِیْرُوْا بِقَوَادِمِ الْاِنْقِطَاعِ فِیْ ھَوَآءِ مَحَبَّۃِ رَبِّکُمُ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ الصُّعُوْدُ بِمَا نُزِّلَ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ - اِیَّاکُمْ اَنْ تُجَادِلُوْا مَعَ اَحَدٍ مِّنَ الْعِبَادِ اِنِ اظْھَرُوْا بِعِرْفِ اللّٰہِ وَتِبْیَانِہٖ بِھِمَا یَتَوَجَّہُ کُلُّ الْوُجُوْہِ وَاِنَّ الَّذِیْنَ غَفَلُوْا الْیَوْمَ اُولٰئِکَ فِیْ سَکْرَۃِ الْھَوٰی وَھُمْ لَا یَفْقَھُوْنَ ○

سورۃ القلم

کو کسی گالی اور لعنت سے آلودہ نہ کرو۔ جو کچھ تم اپنے پاس رکھتے ہو دکھا دو اگر قبول ہو جائے تو مقصد حاصل ہے ورنہ پیچھے پڑنا بیکار ہے۔

تم اسے اسکی حالت پر چھوڑ دو اور خدائے مہیمن و قیوم کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ تم کسی کے لئے رنج کا سبب بھی نہ بنو۔ فساد اور نزاع کی تو گنجائش ہی کہاں ہے؟

اے اہل بہآ انقطاع کے بازوؤں سے اپنے پروردگار رحمٰن کی ہوائے محبت میں پرواز کرو۔ پھر جو لوح محفوظ میں نازل کیا گیا ہے اس کے ذریعے خدا کی نصرت کرو۔ خبردار کسی بندے سے جھگڑا نہ کرنا۔ خدا کی خوشبو اور اس کا بیان لیکر ظاہر ہو انھیں دونوں چیزوں سے تمام لوگ متوجہ ہوں گے جو لوگ آج غفلت میں پڑے ہیں وہ اپنی خواہش نفسانی کے نشے میں مبتلا ہیں اور وہ سمجھتے نہیں۔

مُبلّغ کے اعمال و اقوال کتاب الٰہی کے مطابق ہوں

اے اہل بہاؤ تقویٰ مظلوم واقع شدہ کہ چہ بے انصافہائے عالم ازآں گذشتہ اند۔ و بفحشاء ممتک حبستہ اند۔ امروز باید کل بتقدیس و تنزیہ حق را نصرت نمایند نفوذ و تاثیر کلمہ از تقویٰ و انقطاع متکلم است۔

بعضی از عباد باقوال کفایت می نمایند۔ صدق اقوال باعمال منوط و مشروط از عمل انسان رتبہ و مقامش معلوم می شود اقوال ہم باید مطابق بما خرج من فمہم ارادۃ اللہ فی الالواح باشد برحسب ظاہر ظاہر۔

فردوس ص۱۰۳

اے اہل بہاؤ تقویٰ مظلوم ہو رہا ہے کیونکہ دنیا کے بے انصاف لوگوں نے اسے چھوڑ کر بے حیائی کی باتوں کو اختیار کر لیا ہے۔ آج سب کو چاہئے کہ تقدیس و تنزیہ سے خدا کی نصرت کریں۔ بات کا اثر و نفوذ بولنے والے کے تقویٰ اور بے نیازی سے ہی ہوتا ہے۔

بعض بندے صرف باتوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ اقوال کی صداقت اعمال سے ہی وابستہ اور مشروط ہے۔ انسان کے عمل سے ہی اسکا رتبہ و مقام معلوم ہو جاتا ہے۔ اقوال بھی صاف صاف طور پر اُسی کے مطابق ہوں جو کچھ الواح میں ارادہ الٰہی کے منہ سے نکلا ہے۔

مبلّغ کو سیاسی معاملات میں گفتگو نہ کرنی چاہئے

اے اجتائے حق از مفازۂ ضیقۂ نفس و ہویٰ بفضاہائے مقدسۂ احدیہ بشتابید و در حدیقۂ تقدیس و تنزیہ ما وای گیرید تا از نفحات اعمالیہ کل برتبہ بشاطی عزّ احدیہ توجہ نمایند۔ ابداً در امور دنیا و ما یتعلق بہا و روسا ظاہرہ آں تکلّم جائز نہ۔ حق جلّ و عزّ مملکت ظاہرہ را بملوک عنایت فرمودہ بر احدے جائز نہ کہ ارتکاب نماید۔ امرے را کہ مخالف رائے روسائے مملکت باشد و اینچہ از برائے خود خواستہ مدائن قلوب عباد بودہ اجائے حق الیوم بمنزلۂ مفاتیح اند۔ انشاء اللہ باید کل بقوت اسم اعظم ان ابواب را بگشائید این ست نصرت حق کہ در جمیع زبر و الواح از قلم فالق اصباح جاری شدہ

اقتدار ص۳۲۴

اے اجتائے حق! نفس و ہویٰ کے تنگ مقام سے نکل کر احدیت کی پاک فضاؤں میں جلد جلد آؤ اور پاکی و پاکیزگی کے گلشن میں آرام گاہ بناؤ تاکہ اعمال کے خوشگوار اثر سے تمام جہان دریائے احدیت کے شاندار کنارے کی طرف رخ کرے۔ دنیا اور اسکے متعلق معاملات اور دنیا کے ظاہری حاکموں کی نسبت بات چیت جائز نہیں۔ خدائے تعالیٰ نے ظاہری حکومت بادشاہوں کو عنایت فرمائی ہے کسی کو ایسا کام کرنا جائز نہیں جو حکام مملکت کی رائے کے خلاف ہو خدا جو چیز اپنے لئے چاہتا ہے وہ بندوں کے دلوں کی بستیاں ہیں

۔ اجتائے حق آج کنجیاں ہیں۔ انشاء اللہ سب اجاب اسم اعظم کی قوت سے دلوں کے دروازے کھول دیں گے

یہ ہے وہ خدا کی نصرت و تبلیغ جس کا ذکر تمام زبر و الواح میں صبح نمودار کرنے والے خدا کے قلم سے ہو چکا ہے

فردوسِ عرفان

آہا باغ فردوس ہے رنگا رنگ پھول کھلے ہوئے ہیں خوشبو مہک رہی ہے۔ بلند درخت بقا کی اونچی شاخ پر بلبل خوش الحان چہک رہی ہے یہ کیا گا رہی ہے؟

کہتی ہے کہ وہ محبوب جس کے سب مشتاق تھے بہت۔ قریب آگیا ہے۔ چلے چلو۔ بڑھے چلو۔ دید کا وقت ہے۔ جان و دل کے مالک کا دربار عام ہونیوالا ہے۔ جلد جلد قدم بڑھاؤ۔ باریابی کا موقع ہے۔ آج وہ پیارا آقا اپنے سب چاکروں سے باتیں کریگا سب کو اپنا جلوۂ شان جمال دکھائیگا۔ سب مشتاقوں کے دل باغ باغ ہو جائیں گے۔ آؤ آؤ کیسی سہانی گھڑی ہے۔ کیسا پیارا سماں ہے۔ نورانی منظر کا روشن راستہ آراستہ ہے۔ بزم قدسی نور کی کرنوں سے جگمگا رہی ہے یہی تو وہ جلوہ گاہ ہے جسکی دھوم دھام کا انتظام بڑی شان سے ہو رہا تھا جس کے شوق میں پاک روحیں سرشار تھیں جس کی خوش خبری سب مژدہ رساں آجتک دیتے آئے ہیں۔ سب کتابیں اسی محبت بھرے ذکر سے بھری ہوئی ہیں۔ یہ وہ تجلی ہے جو روشنی کا مرکز ہے ظلمت اس کے سامنے معدوم ہو جاتی ہے۔ ہر ایک علم و حکمت کا جوہر اسی سے نمودار ہوتا ہے یہ روح اور حقیقت کا وہ لازوال شجر بے مثال ہے جو باغبان کائنات کی نگرانی میں قدرت و عظمت کے پھلوں سے لدا ہوا ہے

اس بارگاہ کے سامنے اس تجلی کی روشنی میں درخت رحمت کے سایہ تلے بے شمار پاک روحیں حاضر ہیں ایک دل اور ایک زبان ہو کر کہہ رہی ہیں خدائے واحد ہی ہمارا معبود ہے اس کے سوا کوئی محبوب نہیں وہی سب پر غالب و نگراں ہے وہی عزت و قدرت کا مالک ہے۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ اسی خدائے قادر نے حضرت سید علی محمد باب کو اپنا حکم دیکر دنیا میں بھیجا ہم حکم الٰہی پر عمل کرتے ہیں کتاب "بیان" واجب التسلیم ہے بیشک حضرت باب تمام رسولوں کے شہنشاہ ہیں اور انکی کتاب اُمّ الکتاب ہے۔ جو لوگ اہل معرفت ہیں وہ اس راز کو خوب سمجھتے ہیں۔

یہ بلبل فردوس جو بلند شاخوں پر نغمہ سرا ہے یعنی ظہور حق بہاؤ اللہ) اپنی روح میں آزاد ہے خوش ہے اگرچہ سرزمین کے ظالموں نے اُسے قید خانے میں بند کر رکھا ہے لیکن وہ نصیحت و تبلیغ کے کام میں سرشار ہے پوری آزادی روح کیساتھ اپنی صدا بلند کرنے میں مصروف ہے جو لوگ نااہل ہیں وہ اسکی نصیحتوں سے منہ پھیر لیتے ہیں جو لوگ حق پرست ہیں وہ خدا کی جانب چلتے ہیں

پھر بلبل قدس کی صدا سنو اور سب لوگوں کو سناؤ کہ اے لوگو! اب جو کلام الٰہی نازل ہو رہا ہے اگر تم اس کی آیتوں سے منکر ہو رہے ہو تو بتاؤ کہ آیات الٰہی کو ترک کر کے تم خدا کو کس دلیل سے قبول کرتے ہو۔ اے جھوٹے لوگو! وہ بات تو ہمارے سامنے پیش کرو جس کے ذریعے تم خدا پر ایمان رکھتے ہو اُس ذات پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری اور سب

کی جان ہے۔ یہ لوگ آیات کو چھوڑ کر کوئی ایسی بات پیش نہیں کر سکیں گے۔ اگر یہ سب مل کر کوشش کریں تب بھی ایسی بات بنانے پر ہرگز قادر نہیں ہوں گے۔

اے سچے دوستو! جب ظہور حق ظاہری صورت میں تمہارے سامنے نہ ہو تو بھی سچائی پر قائم رہو اور خدا کے فضل کو ایک لمحہ کیلئے بھی فراموش نہ کرو۔ ظہور حق کے واقعات، اخلاق، مصائب و حالات یاد رکھو اور جو کچھ انکا لیف، قید و بند اور جلاوطنی کی شکل میں حق پر آئیں ان میں ظہور حق کے تحمل و صبر کو دیکھو اور سچائی کے لئے دکھ اٹھانے کو خوشی سے تیار رہو۔ صداقت اور محبت حق پر ایسے مضبوط و مستقیم رہو کہ اگر تیز تلواروں سے تمہارے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیا جائے تو بھی تمہارے دل سے حق کی محبت نہ نکلے۔ ہر بلند و پست بلکہ تمام آسمانوں اور زمینوں کے بسنے والے بھی اگر تمہیں محبت حق سے روکیں تو بھی تم اس کی محبت سے ایک قدم پیچھے نہ ہٹو۔ تم میں وہ حرارت محبت ہو کہ اس محبت سے روکنے والے تم میں ایک شعلۂ آتش محسوس کریں اور حق کے پرستاروں کے حق میں تمہاری ہستی کو ثبوت یقینا ثابت ہو۔ تم ہرگز ہرگز ان لوگوں میں سے نہ ہونا جو شک و اضطراب کی خاردار جھاڑیوں میں پھنسے حیرت کے جنگل میں بھٹک رہے ہیں۔

دوستو! اگر تمہیں محبت حق میں قربانی دینے کا موقع پیش آئے تو جان کی قربانی سے بھی دریغ نہ کرنا۔ اگر راہ محبت میں رنج و غم حملہ کریں اور حزن و ملال گھیر لیں تو شکستہ دل نہ ہونا۔ محبوب حقیقی کے نام کی وجہ سے ذلت و رسوائی پہونچے تو مضطرب نہ ہونا خداوند عالم پر بھروسہ رکھنا وہی تمہارا پورا سہارا ہے

آہ! دنیا کے لوگوں کی کیا بری حالت ہے؟ وہم و تقلید کے تاریک راستوں میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں دیکھنے والی آنکھیں نہیں وہ کیسے اپنے محبوب کا جلوہ دیکھیں۔ سننے والے کان نہیں وہ کیسے خدائی نغمے سن سکیں۔ سب دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں کہ وہ خدا والوں کی کیا حالت ہے کہ دلوں پر وہم چھائے ہوئے ہیں بلکہ دل یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل ان کے پہلو میں باقی نہیں رہے۔ لوگوں کے وہم انکو یقین دلا رہے ہیں کہ انھیں راہ حق سے روک رہے ہیں۔

اے خدا سے حق! یہ یقینی بات ہے کہ تمام خدائی پیغمبر ایک ہی حقیقت کے مظاہر ہیں۔ جو شخص ایک پیغمبر کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے وہ حق کی شناخت کا مادہ اپنے اندر نہیں رکھتا اس کی حس باطل ہو چکی ہے۔ اسی لئے وہ آج بھی ظہور حق کو نہیں پہچانتا اور سچ یہ ہے کہ جو آج ظہور حق کو نہیں پہچانتا وہ اپنی بصیرت کے ساتھ کسی ایک پیغمبر کو بھی نہیں مانتا جو آج ظہور حق سے منہ پھیرتا ہے اس نے تمام ظہورات حق سے منہ پھیر لیا ہے آج اس جمال سے بے پروائی کرنے والا تمام پیغمبروں سے بے رخی کر چکا ہے اور وہ خداوند عالم کے روبرو اپنا کبر و غرور ظاہر کر رہا ہے

اب صداقت کے پرستار اور رحمت کے طلبگار بارگاہ خداوندی میں یوں التجا کریں کہ

اے ہمارے معبود۔ اے ہمارے مولیٰ! ہم تجھے تیری محبت کے شہیدوں کا واسطہ دیتے ہیں کہ ہمیں بھی اپنی راہ محبت میں تیز رفتار اور فداکار بنا ہم تیری عنایت کے سمندر کی جانب آ رہے ہیں۔ ہمیں ناامید نہ کر۔ تیری رحمت کا دروازہ تمام آسمان و زمین والوں کے لئے کھلا ہوا ہے ہمیں محروم نہ رکھ۔ اپنی پاک بارگاہ میں عزت کی جگہ عطا فرما۔ اپنی عظمت کے نیچے تلے ہمیں اطمینان سے بٹھا۔ اے مہربان آقا، اپنے فضل کے قلم سے ہمارے حق میں وہ حکم لکھدے جس سے ہمیں تیرے قرب کا مقام حاصل ہو۔ ہماری ان خطاؤں پر اپنی قدرت سے

قلم نسخ پھیر دے جو تیری حضوری کے راستہ میں حائل ہیں ہماری کمزوریاں دور کر دے تو قادر ہے تو مالک و مختار ہے۔
اے خداوند توانا گرے ہوؤں کو اٹھا لے۔ سوتے ہوؤں کو شفقت و مہربانی کے ہاتھ سے جگا دے۔ غافلوں کو ندائے حق سنا دے تاکہ سب تیری طرف متوجہ ہوں۔ اپنے فضل کی نئی بہار سے سب کو نو تازہ کر دے
آمین آمین

اخباری برادری

آواز لنواں دہلی۔ البیان امرتسر۔ المائدہ لاہور۔ البشریٰ حیفا۔ اہل حدیث امرتسر۔ گلف الرائے آباد ورلڈ آرڈر امریکہ

ماہوار رسالہ آواز لنواں دہلی جناب رابعہ غلام احمد خانصاحب کی ادارت میں شائع ہوتا ہے حقوق لنواں کا زبردست حامی ہے مضامین اچھے ہوتے ہیں لکھائی چھپائی بھی اچھی ہے ترقی پسند خواتین اسے ضرور خرید فرمائیں۔ نمونہ منیجر صاحب آواز لنواں لال کنواں دہلی سے منگائیے

(۲) البیان امرتسر آمت مسلمہ کا تبلیغی صحیفہ ہے اس لحاظ سے ہر دیندار مسلمان کو یہ رسالہ پڑھنا چاہیے کہ دین اسلام کا مدار صرف قرآن مجید ہے مضامین درج ہوتے ہیں حدیثوں کا انکار کیا جاتا ہے۔ جہاں تک قرآن مجید کی مرکزیت کا سوال ہے البیان کے مضامین لوگوں کے لئے ایک تنبیہ کا کام دیتے ہیں۔ مذہبی تحقیقات سے دلچسپی رکھنے والے مسلمانوں کے لئے البیان کا مطالعہ بیدار کن ثابت ہوگا۔

(۳) المائدہ لاہور جناب ایم کے خاں کی ادارت میں شائع ہوتا ہے اور ہم نہایت وثوق کیساتھ کہتے ہیں کہ جناب خان بہت ہی محنت سے اسے ترتیب دیتے ہیں وہ مسیحی جماعت کی ایک قابل قدر خدمت کر رہے ہیں المائدہ میں مسیحی ذوق کیلئے بہترین مواد ہوتا ہے قیمت سالانہ صرف ۴ عہ سالانہ۔ دفتر المائدہ ہیلن روڈ لاہور سے نمونہ منگائیے۔

(۴) ماہوار رسالہ البشریٰ جماعت احمدیہ حیفا جبل کرمل سے شائع کرتی ہے البشریٰ عربی زبان میں ہے احمدی خیالات کی تبلیغ و اشاعت اس کا مقصد ہے صاحبزادہ فیض الاسلام محمد شریف الاحمدی مدیر البشریٰ جبل کرمل حیفا سے منگائیے۔

(۵) اہلحدیث امرتسر ۳۰ سال سے متواتر اسلام اور جماعت اہلحدیث کی خدمت کر رہا ہے جناب مولانا ثناء اللہ مولوی فاضل مدیر مسئول ہیں باوجود اپنے مقاصد کیلئے پوری کوشش کر رہا ہے۔ اسمیں بہائی دین پر بھی مضامین شائع ہوتے ہیں جماعت اہلحدیث میں ہر شخص کو یہ اخبار خریدنا چاہیے۔ سالانہ قیمت ۱۲ روپے۔ نمونہ دفتر اہلحدیث امرتسر سے منگائیے۔

(۶) ماہوار رسالہ ہے جو کہتا ہے کہ [illegible] ہندی میں ایک اچھا رسالہ ہے جو کہتا ہے کہ ہندوؤں میں ایک روحانی بیداری کی کوشش کر رہا ہے کبھی کبھی بہائی دین پر بھی عمدہ مضامین شائع کرتا ہے گزشتہ دنوں سرکولیشن منیجر البشریٰ آف بمبئی کے چند اچھے مضامین دین بہائی کے متعلق نکل چکے ہیں۔ ہندی داں حضرات کو ضرور منگانا چاہیئے

(۷) ورلڈ آرڈر ایک ماہوار بہائی میگزین ہے جسے بہائی پبلشنگ کمیٹی نیویارک امریکہ سے شائع کرتی ہے ایک بہترین رسالہ ہے اچھے اچھے اہل قلم مضامین لکھتے ہیں بہائی دین کے متعلق معلومات حاصل کرنیکے لئے یہ رسالہ ضرور اس کا مطالعہ کریں۔ منگانے کا پتہ:۔
فیشنل سپرچوئل اسمبلی بہائیان ہند و برما پوسٹ بکس ۱۹ نئی دہلی

چند سوالات کے جوابات

(سید ابوالعباس رضوی بجارچوی)

سوال - قران مجید میں خدا فرماتا ہے

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ بیشک دین خدا کے نزدیک اسلام ہے

دوسری جگہ یوں فرمایا

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کریگا تو اسکا وہ دین قبول نہ کیا جائیگا

.. .. ..

جب خدا کے نزدیک اسلام کے علاوہ دوسرا دین مقبول نہیں تو قران کے بعد دوسری شریعت کا آنا کیونکر ممکن ہے اور کس قاعدہ سے بہائی شریعت کو صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

جواب:- اسلام کے معنی ہیں "گردن نہادن بطاعت" یعنی احکام الٰہی کی اطاعت کرنا۔ آپ نے اسلام کو صرف قرانی احکام میں کیوں محدود کر دیا کیا شریعت عیسوی احکام الٰہی سے خارج ہے کیا موسیٰ پر احکام الٰہی نازل نہ ہوئے تھے۔ کیا حضرت ابراہیم کو خدائی احکام عطا نہ ہوئے تھے کیا آدم و نوح کو شریعت نہ دی گئی تھی احکام الٰہی ہمیشہ نازل ہوتے رہے ان احکام پر عمل کرنے اور انکی اطاعت کرنے کو اسلام کہتے ہیں۔ جس زمانہ میں جس رسول پر احکام الٰہی نازل ہوئے ان پر عمل کرنے کو اسلام اور عمل کرنیوالوں کو مسلم کہا گیا ہے۔ آدم و نوح و ابراہیم موسیٰ و مسیح و حضرت محمد اور ان میں سے ہر ایک پر نازل شدہ احکام کے ماننے والے مسلم تھے چنانچہ خدا فرماتا ہے اِذْ قَالَ لَہٗ رَبُّہٗ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ جب ابراہیم سے اس کے خدا نے کہا کہ اطاعت کر تو ابراہیم نے کہا کہ میں رب العالمین کی اطاعت کرتا ہوں حضرت ابراہیم و اسمعیل دعا کرتے ہیں۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ (ترجمہ) "اے خدا ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار اور ہماری نسل کے لوگوں کو اپنا مطیع بنا۔"

قران مجید میں بے شمار آیات ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمام پیغمبروں نے احکام الٰہی کی اطاعت کا اقرار کیا ہے اور ان تمام پیغمبروں کے ذریعے سے صرف اسلام یعنی اطاعت احکام الٰہی ہی کا پیغام لوگوں کو دیا گیا ہے۔ جب گذشتہ انبیاء و رسل اور انکی امت کے لوگ بھی مسلم تھے اور انکا دین اسلام تھا تو سوال ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا عمل اپنی اپنی شریعتوں پر تھا یا شریعت قران پر۔ اگر اپنی اپنی شریعتوں پر عمل تھا تو لفظ اسلام صرف شریعت قران میں محدود نہیں بلکہ تمام گذشتہ امتوں کا دین بھی اسلام اور ان کا نام بھی مسلمان تھا چنانچہ واضح طور پر قران مجید میں فرمایا ہے۔ ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ ھٰذَا۔ "اس نے پہلے بھی تمہارا نام مسلم رکھا تھا اور اب بھی۔"

اور اگر ان سب امتوں کا عمل شریعت قران پر تھا تو یہ واقعات کے خلاف ہے۔ ابراہیم کی شریعت کے احکام شریعت نوح سے مختلف تھے موسیٰ و مسیح کی شریعتوں کے احکام احکام قران سے جدا تھے۔ پس معلوم ہوا کہ اسلام احکام الٰہی کی اطاعت کو کہتے

ہیں خواہ وہ احکام ابراہیم پر نازل ہوں یا موسیٰ پر مسیح پر نازل ہوں یا حضرت محمد پر حضرت زرتشت پر نازل ہوں یا حضرت بہاءاللہ پر۔ اس لئے آپکی پیش کی ہوئی آیات جدید شریعت کے نزول کو مانع نہیں اور بہائی شریعت کا درست وصحیح ہونا قاعدہ کے اندر ہے۔

سوال۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔

آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو اچھا دین قرار دیا۔

جب دین کامل اور نعمت تمام ہوگئی اور اسلام کو پسندیدہ دین قرار دیدیا گیا تو پھر کسی اور شریعت کی کیا ضرورت باقی رہی کیا کامل دین کے بعد دوسری شریعت کا آنا تحصیل حاصل نہیں؟ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ قران سے پہلے کی شریعتیں کامل نہ تھیں صرف قران نے کامل دین کا اعلان کیا۔

جواب: میں اس خیال سے متفق نہیں کہ پہلی شریعتیں کامل نہ تھیں اگر انکو کامل قانون نہیں دیا گیا تو پھر ان سے مواخذہ کیسا اور سزا و جزا کیا معنیٰ۔ اکثر مسلمان پہلی شریعتوں کو ناقص کہتے ہیں اور ذرا خیال نہیں کرتے کہ ایسا کہکر وہ کس جرم کے مرتکب ہوتے ہیں کیا خدا کا دیا ہوا قانون ناقص ہوسکتا ہے کیا اس ذات مقدس سے ایسا صریح ظلم عمل میں آسکتا ہے کہ وہ کسی اُمت کو ناقص قانون دے اور کسی کو کامل ہرگز نہیں۔ خدا نے ہر زمانہ کے لوگوں کو ان کی ضرورت کے مطابق دین کامل ہی عطا فرمایا تمام شریعتیں کامل تھیں۔ ہر اُمت کا دین کامل تھا چنانچہ فرمایا ہے۔

وَکَذٰلِکَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْکَ وَعَلٰٓی اٰلِ یَعْقُوْبَ کَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓی اَبَوَیْکَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ ۝ (سورہ یوسف)

اور اسی طرح وہ تجھ پر اور اولاد یعقوب پر اپنی نعمت تمام کرے گا جس طرح تیرے آباواجداد ابراہیم و اسحٰق پر نعمت تمام کی تھی دین کا کامل ہونا اور نعمت کا تمام ہونا کوئی نئی بات نہیں ہے ابھی آپنے اس آیت میں پڑھا کہ مسلمانوں سے پہلے اولاد یعقوب پر اور اس سے بھی پہلے ابراہیم و اسحٰق پر نعمت تمام ہوچکی ہے۔ جب قران سے پہلے اولاد یعقوب اور ابراہیم و اسحٰق کو کامل دین دیدیا گیا اور نعمت تمام کر دیگئی تو پھر قران کا آنا تحصیل حاصل کیوں نہیں ہے۔ پس اکمال دین اور اتمام نعمت سے یہ مطلب نہیں کہ اب کوئی شریعت نہیں آسکتی اور جو کچھ دینا تھا وہ قران کے ذریعے سے دیا جاچکا بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہم نے اگلے لوگوں کو انکی ضرورت کے مطابق کامل دین دیا تھا اسی طرح اے مسلمانو! تمہاری ضرورت کے لائق تمھیں آج کامل دین دیدیا گیا ہے۔ (خود ضمیر خطاب دکم) بتا رہی ہے کہ صرف مسلمانوں سے خطاب کیا جارہا ہے کہ تمھیں جس چیز کی ضرورت تھی وہ میں آج تم کو سب دے چکا اور تمہارے لئے میں نے یہی دین قرار دیا کہ ان احکام الٰہی کی اطاعت کرو اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ آیندہ جو اُمتیں آئیں گی ان کے لئے بھی آج کے دیئے ہوئے احکام کافی و کامل ہیں۔ پس اکمال دین اور اتمام نعمت کے الفاظ سے بہائی شریعت کی حیثیت کو کوئی نقصان نہیں پہونچتا۔

سوال لَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝ وفیہ تفصیل کل شیء۔

قران میں ہر خشک و تر چیز کا بیان ہے اور اس میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے

جس کتاب میں ہر خشک و تر چیز کا بیان ہو اور جس میں کل شئی کو کھول کھول کر بیان کر دیا گیا ہو ایسی جامع کتاب کے ہوتے

ہوئے کسی دوسری شریعت کی کیا ضرورت پیش آئی الضاف لازم ہے

جواب سورہ اعراف کے حسب ذیل الفاظ پر غور فرمائیے۔

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ ۔ اور ہم نے موسیٰ کی الواح میں ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھدی تھی۔

دوسری جگہ یوں فرمایا۔

ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی جو نیک عمل کرنے والوں کے لئے کامل تھی اور ہر چیز کی تفصیل تھی اگر کسی کتاب میں ہر خشک و تر کا بیان ہونا اور ہر چیز کی تفصیل کا ہونا دوسری کتاب اور جدید شریعت کے نازل ہونے کو مانع ہے تو کتاب توریت جس کے متعلق خود آپ کی کتاب کا اعتراف ہے کہ وہ کامل و تمام تھی اور اس میں کل شئی کی تفصیل تھی اس کے بعد قران کا نازل ہونا تحصیل حاصل کیوں نہیں ہے اور توریت جیسی جامع کتاب کے ہوتے ہوئے شریعت قران کے نازل ہونے کی کیا ضرورت تھی جس طرح توریت میں ہر چیز کی تفصیل کے باوجود شریعت قران کی ضرورت پیش آئی اسی طرح قران میں ہر چیز کی تفصیل کے باوجود شریعت بہائی کی ضرورت پیش آگئی۔ آپ بھی انصاف کریں۔

حقیقت وہی ہے جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ توریت میں تمام ان چیزوں کی تفصیل موجود تھی جن کی بنی اسرائیل کو ضرورت تھی اسی طرح قران میں ان تمام چیزوں کو تفصیل کیساتھ بیان کر دیا گیا ہے جنکی امت محمدیہ کو ضرورت تھی بعینہ آج شریعت بہائی میں ان تمام قوانین کو تفصیل کیساتھ بیان کر دیا ہے جس کی آج متمدن اقوام عالم کو ضرورت ہے

سوال:۔ گذشتہ شریعتیں صرف ایک قوم کے لئے نازل ہوتی تھیں لیکن قران تمام عالم کے لئے نازل ہوا ہے جب قران تمام دنیا کی ضروریات کے لئے کافی ہے تو پھر بہائی شریعت کی کیا ضرورت ہے۔

جواب میں آپ کے اس خیال سے بھی متفق نہیں کہ گذشتہ شریعتیں صرف ایک قوم کے لئے مخصوص تھیں۔ ہم انجیل متی باب ۱۸۔ آیت ۱۹ میں حضرت مسیح کی یہ ہدایت پڑھتے ہیں کہ، جاؤ اور تمام قوموں کو شاگرد بناؤ اور انکو باپ بیٹے اور روح القدس کے نام پر بپتسمہ دو" جب شریعت انجیل تمام قوموں کے لئے نازل ہو چکی تھی تو پھر قران کی کیا ضرورت تھی اگر شریعت قران کو تمام قوموں کے لئے تسلیم کر بھی لیا جائے تو بھی یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ دوسری شریعت نازل نہ ہوگی۔ خدا کا کلام جب بھی نازل ہوتا ہے تمام دنیا ہی کیلئے نازل ہوتا ہے اگر کہیں کسی کلام میں قوم کی تخصیص نظر آتی ہے تو اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ مخاطب اول وہی قوم ہوتی ہے جس میں رسول پیدا ہوتا ہے چنانچہ سورہ انعام میں فرمایا ہے۔

وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنْذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ ۔

"یہ قران میری طرف وحی کیا گیا تاکہ میں اس کے ذریعہ سے تم کو ڈراؤں اور اس کو جس تک یہ پہونچے"

پس خدا کا کلام جہاں تک بھی وہ پہونچ جائے وہاں تک کے لوگوں کے لئے کافی ہے لیکن تمام لوگوں کے لئے کافی ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اب شریعت کا دروازہ بالکل بند ہے چنانچہ آپنے انجیل کی آیت ملاحظہ فرمائی کہ انجیل تمام قوموں کیلئے تھی لیکن پھر بھی قران نازل ہوا اس لئے کہ لوگوں کی ضروریات تبدیل ہو چکی تھیں۔ اسی طرح قران تمام لوگوں کیلئے تھا لیکن ہمیشہ کے لئے نہیں آج کی ضروریات کیلئے شریعت قران کافی نہیں موجودہ مشکلات کا حل صرف بہائی شریعت پیش کرتی ہے:۔

اہلِ عالم سے خطاب

از قلم مارسیا سٹوڑڈ ابٹ واٹر

ماخوذ از ورلڈ آرڈر (امریکہ) ماہ مارچ ۱۹۴۰ء — مترجمہ پروفیسر پریتم سنگھ ایم اے

دینیات کے طالب علم کو اس بات سے تعجب ہوتا ہے کہ مذاہب عالم بنیادی اصولوں میں تو بلحاظ روحانی حقیقت کے بالکل متفق ہوں مگر بظاہر ان میں اختلاف ہو اور صرف اختلاف ہی نہ ہو بلکہ اس قدر منافرت ہو کہ انسان کی عقل حیران ہوتی ہے

یہ تو وہی پرانی دقیانوسی بات ہوئی کہ ہم رنگ اور لباس سے اس بات کا فیصلہ کریں کہ یہ شخص انسان ہے یا غیر انسان ایسا کرنا تو عقل سے بالکل بعید ہے اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ ہم مطابقت کی بجائے اختلاف کو ایک معیار قرار دیتے ہیں

عجب بات تو یہ ہے کہ ہر بڑا دین اس بات کا دعویدار رہے کہ وہ ایک عالمگیر دین ہوگا اور موجودہ جنگ بھی اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ تو میں ایکدوسرے کی مدد کے بغیر گذارہ نہیں کر سکتیں پھر صلح دامن کس طرح قائم ہو؟ جہاں مذہبی منافرت ہوگی وہاں بھلا قوموں اور جنسیتوں میں کس طرح دوستی ہو سکتی ہے؟

اصلی مقصد اتحاد قائم کرنا ہے۔ سب انبیاء وحدت عالم انسانی پر ہی زور دیتے رہے ہیں وہ مذہب ہی کیا ہوا جو اس کام کو سرانجام نہیں دے سکتا؟ گویا مذہب اپنے مقصد میں ناکام رہا اور اختلافات بڑھتے ہی گئے اگر ہم سب ملکوں کی متبرک کتابوں کا مطالعہ کریں تو اُن میں کیا پائیں گے؟ سب میں انصاف، دیانت داری۔ محبت اور کلام الٰہی کی اطاعت پر زور دیا گیا ہے۔ اصلی دین تو یہی ہے۔ رسم و رواج، احادیث اور تفسیریں تو بعد میں جمع ہوتی رہتی ہیں اور انکا ذمہ دار کلیسیا ہوتا ہے اور ان باتوں کا کلام الٰہی سے جو پیغمبر کے ذریعے ہم تک آتا ہے کوئی واسطہ نہیں ہوتا اقتضائے وقت سے فروعات میں تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے اور بجائے اس کے کہ کلام حقیقت کو واضح کرے فروعات کیوجہ سے ایک حجاب بنکر دشمنی اور عناد کا باعث ہو جاتا ہے۔

مذہبی تعصب بھی عجب چیز ہے۔ بھلا اگر ایک شخص کی آنکھ کی پتلی کا رنگ نیلا ہو اور دوسرے کی آنکھ کا رنگ بھورا اس پر کیا جھگڑا اور کیوں نفرت؟ خدا کی مخلوق کس قدر گوناگوں ہے آخر ان اختلافات کی بنا پر نفرت کس لئے یہ تو ظاہر ہی ہے کہ عالم انسانی حقیقت میں واحد ہے۔

ایک عالمگیر مذہب کی اشد ضرورت پر ہم کچھ کہہ چکے ہیں اگر مذاہب عالم متحد ہو جائیں تو مختلف اقوام کا متحد ہونا بھی ممکن ہے کیونکہ آخر روحانی حقیقت پر ہی ایسا اتحاد ہو سکتا ہے۔ ضرورت کا احساس بھی ہے اور ایک عالمگیر مذہب بھی موجود ہے مگر اتحاد قائم نہیں ہوتا۔ یہ کیوں۔ وجہ ظاہر ہے۔ ہر مذہب اسی جرم کا مرتکب ہے جس جرم کا اپنے سے پہلے مذہب کو مجرم ٹھہراتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ بس اب خدا کے ہاتھ بندھ گئے۔ اور ہر مذہب جب کوئی نیا مذہب آتا ہے تو یہی کہتا سنائی دیتا ہے کہ بس اب دین کامل ہے حالانکہ ہر مذہب میں ایک موعود کے آنے کی خبر بھی دی گئی ہے۔ مثلاً موسیٰ کے ماننے

والوں نے مسیح سے انکار کیا اور عیسیٰ کے ماننے والوں نے حضرت محمدؐ سے اور حضرت محمدؐ کے ماننے والوں نے حضرت باب سے جن کا ظہور ۱۸۴۴ء میں ہوا اور سب مذہبوں نے ملکر سختی سے حضرت بہاءاللہ کا انکار کیا جو موجودہ زمانے کے موعود ہیں۔

سب مذہبوں کا یہی حال ہے بہت تھوڑے لوگ ہیں جو تقلید سے بچتے ہیں اور صرف وہی پیغمبر وقت کی شناخت کر لیتے ہیں اور چونکہ بصیر ہوتے ہیں۔ جاہل لوگ اُن کو جام شہادت پلاتے ہیں بلکہ خود پیغمبر مصائب اور تکلیفیں برداشت کرتا ہے اور خود پسند اور بے علم لوگ اُسے بڑی ایذا پہونچاتے ہیں، جوں جوں نیا دین پھیلتا ہے مخالفت بڑھتی ہے بلکہ بعض دفعہ ہم خود ہی اُسی حماقت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ آخر امر الٰہی ہماری آنکھوں سے پردہ اُٹھا دیتا ہے اور ہم پر یہ حقیقت کھل جاتی ہے کہ پیغمبر خدا کی طرف سے مبعوث ہوتے رہتے ہیں اور ہوتے رہینگے۔ سچ پوچھو تو حضرت بہاءاللہ نے اس نئے نسخہ کو ہم پر کھولا ہے اور اس حقیقت یعنی وحدت ادیان کو ظاہر فرمایا ہے۔ یہ امر بھی اُسی خداوند ذوالجلال کی طرف سے ظاہر ہوا ہے اور حضرت بہاءاللہ سب اہل عالم کو ایک خدا اور ایک دین اور وحدت عالم انسانی کے جھنڈے تلے لا رہے ہیں

اس سے زیادہ اور کیا انصاف اور رحمت ہو سکتی ہے کہ خداوند تعالیٰ بجائے اس کے کہ کسی ایک قوم کو ہمیشہ کے لئے برگزیدہ قرار دے مختلف اقوام میں سے اور مختلف زبانوں میں اپنی تعلیم کو بنی نوع انسان کے لئے اُن کے استعداد کے مطابق ودیعت کرتا رہے کیا ہم سب اُس کی مخلوق نہیں کیا وہ ہمارا سب کا خالق نہیں؟ کیا وہ بعضوں کو بغیر ہدایت کے ہی چھوڑ دیگا؟ اگر ایسا کرے تو بندوں کا کیا قصور؟ یہ تو بڑی بے انصافی ہوگی کیا کوئی شخص سکول میں تعلیم حاصل کئے بغیر کالج میں جا سکتا ہے۔ خدا کے دارالعلوم میں بھی پروفیسر یا مربی لازم ہوا کرتے ہیں اور طلبا میں بھی درجات کا ہونا لازمی ہے۔ یہ خیال کہ صرف ہم خدا کے برگزیدہ ہیں مذہبی) دنیا میں نقصان دہ ثابت ہوا ہے اور عقلمند لوگ اس کو پسند نہیں کرتے۔ حضرت عبدالبہاء نے فرمایا ہے کہ اگر مذہب آشتی پیدا نہیں کرتا تو لامذہبی بہتر ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر تحقیق کیجائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب مذاہب کی تہ میں ایک ہی حقیقت ہے۔

فی زمانہ ہماری اصطلاحات بھی بدلتی جا رہی ہیں عالمگیر جنگ عالمگیر صلح، لسان عمومی، اقتصادیات عالم وغیرہ، ہم ایک ایسی دنیا میں رہ رہے ہیں جہاں قومیں ایک دوسرے کے نزدیک آگئی ہیں بین الاقوامی میل جول نے قوموں کو ایکدوسرے کا محتاج بنا دیا ہے پھر کس لئے ایک عالمگیر پیغمبر اور ایک عالمگیر مذہب ہونے کا امکان نہیں؟ وجہ یہ ہے کہ اس زمانے کے لوگ اپنی مشکلات کا حل مذہب کے باہر ڈھونڈتے ہیں۔ خود مذاہب کے اندر جھگڑا ہے کسطرح مذہب لوگوں کو متحد کر سکتا ہے جب حالت ہو تو عقل کہتی ہے کہ مذہب کو ہی چھوڑ دو کم سے کم گرجا کو جو بانی مذہب کے اصلی مقصد کو تو سمجھتے نہیں اُنہیں کیا معلوم کہ مظہر الٰہی ظاہر ہو گیا ہے کون اُنکو اس بات کی خبر دے وہ تو پہلے ہی مذہب سے دور بھاگتے ہیں مگر کچھ لوگ عقل فہم رکھتے ہیں وہ جان لیتے ہیں کہ موعود آگیا، عالم انسانی بلوغ کو پہونچ گیا ہے۔ مذہب دل و دماغ دونوں کی تشفی کرتا ہے۔ مذہب عقل اور سائنس کے مطابق ہونا چاہئے۔ ہماری اقتصادیات پر بھی اس زمانے میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

کون جانتا ہے کہ مظہر ظہور آگیا؟ بتلائے کون عقلمند دین سے بیزار ہیں مذہب والے بیچارے ہیں علاج ہے تو صرف یہ کہ حضرت مسیح کے کہنے کے مطابق تڈھونڈو اور تم پاؤگے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اندر کی آواز کو سنتے ہیں جو کہی ہے تلاش کرو تو ملیگا۔ ایسے لوگوں کیلئے حضرت بہاءاللہ کا یہ فرمانا صادق آتا ہے۔

"اہل عالم سے کہدو کہ موعود آیات اور نشانات کے ساتھ ظاہر ہو گیا ہے"۔

حضرت بہاء اللہ کا ادعائے وحی والہام وماموریت چالیس سال تک

سنہ ۱۲۶۹ھ سے سنہ ۱۳۰۹ھ تک

ذیل میں حضرت بہاء اللہ عزّ اسمہٗ کا ادعائے وحی والہام وماموریت من عنداللہ دکھایا گیا ہے جو اُن لوگوں پر قطعی اور آخری حجت ہے جو اس امر کے قائل ہیں کہ اگر کوئی شخص ۴۰ سال تک اپنا ادعاء وحی والہام اور ماموریت من عنداللہ لوگوں میں شائع کرتا رہے اور ہلاک نہ ہو۔ اس کے صادق ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ ایسے مدعی پر ایمان لانا ہر دیندار کا فرض ہے۔

دعویٰ کا پہلا سال

"مقالۂ سیاح" کا مصنف اپنے رسالہ میں بعنوان "بغداد میں حضرت بہاء اللہ کا ورود اور ادعا" لکھتا ہے:۔

"جس وقت حضرت بہاء اللہ بغداد میں پہنچے تو ماہ محرم کا چاند دکھائی دیا اور ۱۲۶۹ھ شروع ہوا۔ اور وہ زمانہ آگیا جس کی تعبیر حضرت باب نے اپنی کتابوں میں سنۂ "بعد حین" کے ساتھ کی تھی۔ اور اسمیں اپنی حقیقت حال اور اسرار کے ظاہر ہونے کا وعدہ فرمایا تھا۔ قرارداد مذکور کے موافق یہ سربستہ راز ملک اور غیر ملک میں ہر جگہ کھل گیا۔" ص ۵۶

(۲) آقا میرزا حسین ابن اسم اللہ المہدی اپنی کتاب میں حضرت بہاء اللہ کے ادعائے در بغداد کے متعلق لکھتے ہیں:۔

شد طلوع طلعت ربّ الانام — از مبارک مشرق دار السلام (بغداد)
از قضا اوّل جمادی یوم خمس — سال ضین و راوین و طا و خمس

(۵ جمادی الاوّل ۱۲۶۹ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۸۵۳ء)

ملاحظہ ہو رسالہ بہائی میگزین دہلی بابت ماہ نومبر۔ دسمبر ۱۹۳۸ء

(۳) شش الواح مطبوعہ آگرہ ص ۴۳ پر حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں:۔

"جن دنوں ہم عراق (بغداد) میں وارد ہوئے تھے اُن دنوں خدائی دین کی مشعل بجھی ہوئی تھی۔ وحی کی مہکتی ہوائیں بند تھیں۔ اور اکثر اشخاص پژمردہ بلکہ مُردہ دکھائی دیتے تھے۔ اس لئے دوبارہ صور پھونکا گیا اور یہ مبارک کلام زبانِ عظمت سے جاری ہوا نفخنا فی الصور مرّۃً اُخریٰ۔ یعنی ہم نے دوبارہ صور پھونکا۔ ہم نے وحی اور الہام کی خوشبودار ہواؤں سے جہان کو زندہ کیا۔"

(۴) نور ابن ذئب اردو ترجمہ کتاب الشیخ کے ص ۱۶ پر حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں:۔

"جب مظلوم جیل سے باہر آیا تو بحکم حضرت بادشاہ حرسہ اللہ تعالےٰ ایران اور حکومت ہیئہ روس کے آدمی کے ہمراہ ہم نے عراق عرب (بغداد) کا رُخ کیا۔ اور وہاں پہنچنے پر خدائی مدد اور فضل ورحمت ربانی سے آیات موسلا دھار بارش کی طرح نازل ہوئیں اور ہر طرف بھیج گئیں۔"

(۵) نور ابن ذئب ص ۹۶/۹۷ پر حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں:۔

"سنہ ۹ میں یہ ظہور اعظم ارادۂ الٰہی کے مشرق سے نمودار روشن اور آشکارا ہوا۔ اس بات کا سوائے شک کرنیوالے غافلوں کے اور کوئی انکار نہیں کرسکتا۔"

نوٹ:- ۹ سنہ بیانی ۱۲۶۹ ہجری کے مطابق ہے۔ کیونکہ سنہ بیانی ۱۲۶۰ھ یعنی حضرت باب جل ذکرہ کے دعوائے مہدویت سے شروع ہوتا ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت بہاءاللہ نے ۵ جمادی الاول ۱۲۶۹ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۸۵۳ء کو دارالسلام بغداد میں اپنے دعویٰ کا اظہار فرمایا کہ وحی الٰہی نے مجھے "نقطۂ صور ثانی" قرار دیا ہے۔

بیرونی شہادت

(۱) ایک احمدی گجراتی محقق لکھتے ہیں:-

"بہاءاللہ جس نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ۱۲۶۹ھ میں کیا وہ ۱۳۰۹ھ تک زندہ رہا۔ اور آخر دم تک اس دعوے پر قائم رہا۔ اور اپنے تئیں مہبط روح الٰہی بتاتا رہا۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۴ء صـ۴)

(۲) جناب مدیر مجلہ الفیض امرتسر لکھتے ہیں:-

"بہرحال مرزا حسین علی الملقب بہ بہاءاللہ ۲ محرم ۱۲۳۳ھ میں پیدا ہوا۔ اور ۵ جمادی الاول ۱۲۶۹ھ میں مدعی بنا۔" (الفیض امرتسر فروری ۱۹۲۴ء صـ۲۵)

دعویٰ کا آخری سال

۱۳۰۹ھ مطابق ۲۹ مئی ۱۸۹۲ء کو حضرت بہاءاللہ نے اپنے محل قصر بہجی واقع عکا ملک شام میں صعود فرمایا۔ اور اس چالیس سالہ مدت میں اپنے وحی والہام کو برابر شائع فرماتے رہے۔ چنانچہ کتاب اقدس اور کتاب مبین ۱۳۰۰ھ ہی کی شائع شدہ ہیں۔ جو آپ کی زندگی میں ہی شائع ہوئیں۔ چنانچہ کتاب اقدس صـ۱۳ میں فرماتے ہیں:-

مَنْ يَدَّعِيْ اَمْرًا قَبْلَ اِتْمَامِ اَلْفِ سَنَةٍ كَامِلَةٍ اِنَّهٗ كَذَّابٌ مُفْتَرٍ نَسْئَلُ اللّٰهَ بِاَنْ يُّؤَيِّدَهٗ عَلَى الرُّجُوْعِ اِنْ تَابَ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ وَاِنْ اَصَرَّ عَلٰى مَا قَالَ يُبْعَثُ عَلَيْهِ مَنْ لَّا يَرْحَمُهٗ اِنَّهٗ شَدِيْدُ الْعِقَابِ - مَنْ يَّاَوِّلُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ اَوْ يُفَسِّرُهَا بِغَيْرِ مَا نُزِّلَ فِي الظَّاهِرِ اِنَّهٗ مَحْرُوْمٌ مِّنْ رَّوْحِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهِ الَّتِيْ سَبَقَتِ الْعَالَمِيْنَ - خَافُوا اللّٰهَ وَلَا تَتَّبِعُوْا مَا عِنْدَكُمْ مِّنَ الْاَوْهَامِ - اِتَّبِعُوْا مَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖ رَبُّكُمُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ سَوْفَ يَرْتَفِعُ النِّعَاقُ مِنْ اَكْثَرِ الْبُلْدَانِ اِجْتَنِبُوْا يَا قَوْمِ وَلَا تَتَّبِعُوْا كُلَّ فَاجِرٍ لَئِيْمٍ هٰذَا مَا اَخْبَرْنَاكُمْ بِهٖ اِذْ كُنَّا فِي الْعِرَاقِ وَفِيْ اَرْضِ السِّرِّ وَفِيْ هٰذَا الْمَنْظَرِ الْمُنِيْرِ ۝

جو شخص ہزار سال سے پہلے کسی امر کا مدعی ہو وہ جھوٹا مفتری ہے ہم خدا سے التجا کرتے ہیں کہ وہ ایسے مدعی کو رجوع و توبہ کی توفیق دے۔ بیشک خدا توبہ قبول کرنیوالا ہے اور اگر وہ شخص اپنی بات پر اصرار کرے تو خدا اس پر ایسا شخص مسلط کریگا جسے اس پر رحم نہ آئیگا۔ وہ خدا کی سخت عذاب دینے والا ہے۔ جو کوئی اس آیت کی تاویل کرے یا ظاہری معنی کے خلاف تفسیر کرے تو وہ خدا کی اس روح و رحمت سے محروم ہے جو تمام جہانوں سے پیش پیش ہے۔ خدا سے ڈرو اور اپنے اوہام کے پیچھے نہ لگو۔ اس کی پیروی کرو جس کا حکم تمہارا پروردگار غالب حکیم دے رہا ہے عنقریب اکثر شہروں سے شور اٹھیگا۔ اے قوم اس سے الگ رہنا۔ اور کسی بدکار ملامت شدہ کے پیچھے نہ لگنا۔ یہ وہی بات ہے جس کی خبر ہم نے تمہیں اسوقت دی تھی جبکہ ہم عراق (بغداد) میں تھے اور جبکہ اڈریانوپل میں تھے اور جبکہ ہم اس روشن منظر (عکاء) میں ہیں۔

مختصر یہ کہ حضرت بہاءاللہ عزاسمہٗ نے ۱۲۶۹ھ میں بغداد میں اپنے مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ جس کا بغداد۔ اڈریانوپل۔ عکاء میں ۱۳۰۹ھ تک برابر چالیس برس لوگوں میں اعلان ہوتا رہا۔

پس حضرت بہاءاللہ کے ادعائے وحی والہام و مامور من اللہ پر ایمان نہ لانے والے صاف صاف بیان کریں کہ کیا کوئی ایسی ہستی دنیا میں ہوئی ہے جس نے چالیس سال تک لگاتار لوگوں کے سامنے اپنے ادعائے وحی و الہام اور ماموریت من عنداللہ کو پیش کیا ہو اور ایک شریعت خدا کے نام سے دنیا میں پیش کی ہو اور اس شریعت کو من عنداللہ سمجھکر دنیا کے بچے بچے بوڑھے جوان، عالم، جاہل، امیر، غریب، مرد، عورتیں ایمان لائے ہوں۔ اگر دنیا میں

کبھی کوئی ایسا واقعہ ہوا ہے تو ٹھیک اسی طرح اس مدعی کی شائع شدہ تحریروں سے اس کا ادعائے وحی والہام وشریعت و ماموریت من عنداللہ پیش کیا جائے۔ جس طرح ذیل میں ہم نے حضرت بہاءاللہ جل ذکرہ الاعظم کی شائع شدہ تحریروں سے پیش کیا ہے اور ساتھ ہی اس جماعت کے وجود کا پتہ دیا جائے جو ان تحریرات کو من عنداللہ سمجھتی اور اس کی تبلیغ کرتی ہو۔

حضرت بہاءاللہ کا دعوائے وحی والہام اور ماموریت اُن کی شائع شدہ تحریروں سے نہایت تردد سے ثابت ہے۔ تفصیلات ذیل بطور مشتے نمونہ از خروارے ملاحظہ ہوں:۔

ایمان باللہ

حضرت بہاءاللہ عزاسمہٗ لوح سلطان ناصرالدین شاہ قاچار مشمولہ بہ رسالہ مقالہ سیاح میں فرماتے ہیں:۔

یَا مَلِكَ الْاَرْضِ اِسْمَعْ نِدَآءَ هٰذَا الْمَمْلُوْكِ اِنِّیْ عَبْدٌ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَاٰیَاتِهٖ وَفَدَیْتُ بِنَفْسِیْ فِیْ سَبِیْلِهٖ

صفحہ ۱۰۵-۱۰۶

اے شاہِ ایران! اس غلام الٰہی کی آواز سُن۔ یقیناً میں وہ بندہ ہوں جو اللہ اور اس کی آیات پر ایمان لایا اور اپنی جان اُس کی راہ میں قربان کی۔"

ایمان باللہ والکتب

اسی لوح سلطان صفحہ ۱۴۸ پر لکھا ہے:۔

"و آن نفوس کہ ملاقات نمودہ اند۔ شہادت میدہند کہ این عبد غیر ما حکم اللہ فی الکتاب تکلم ننمودہ و بایں آیۂ مبارکہ ذاکر قولہٗ تعالیٰ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ (ترجمہ، جن شخصوں نے مجھ سے ملاقات کی ہے وہ گواہی دیتے ہیں کہ اس بندے نے اس حکم کے سوا جو اللہ نے کتاب میں دیا کبھی کوئی دوسری بات زبان سے نہیں نکالی اور اس آیۂ مبارکہ کی یاددہانی کرتا ہے قولہٗ تعالیٰ "کیا تم نے ہم سے محض اس لئے بیر رکھا ہے کہ ہم خدا پر اور اُس حکم پر جو ہم پر اور ہم سے پہلے نازل ہوا ہے ایمان لائے ہیں۔

(۳) وَاُصَدِّقُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ مِنْ كُتُبِ اللّٰهِ وَصَحَآئِفِهٖ (اقتدار صفحہ ۵۴)

اور میں تمام کُتبِ صحائفِ الٰہی کی تصدیق کرتا ہوں جو تمھارے پاس ہیں۔

ایمان باللہ والرسل

پھر اسی لوح میں فرمایا:۔

وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ اِنَّهٗ كَفَرَ بِاللّٰهِ بَعْدَ اِذْ شَهِدَتْ جَوَارِحِیْ بِاَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالَّذِیْنَ بَعَثَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَرْسَلَهُمْ بِالْهُدٰی اُولٰٓئِكَ مَظَاهِرُ اَسْمَآئِهِ الْحُسْنٰی وَمَطَالِعُ صِفَاتِهِ الْعُلْیَا وَمَهَابِطُ وَحْیِهٖ فِیْ مَلَكُوْتِ الْاِنْشَآءِ وَبِهِمْ تَمَّتْ حُجَّةُ اللّٰهِ عَلٰی مَا سِوَاهُ وَنُصِبَتْ رَایَةُ التَّوْحِیْدِ وَظَهَرَتْ رَایَةُ التَّجْرِیْدِ وَبِهِمْ اتَّخَذَ كُلُّ نَفْسٍ اِلٰی ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا نَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَمْ یَزَلْ كَانَ وَلَمْ یَكُنْ مَعَهٗ مِنْ شَیْءٍ وَلَا یَزَالُ یَكُوْنُ بِمِثْلِ مَا قَدْ كَانَ تَعَالَی الرَّحْمٰنُ مِنْ اَنْ یَّرْتَقِیَ اِلٰی اِدْرَاكِ كُنْهِهٖ اَفْئِدَةُ اَهْلِ الْعِرْفَانِ اَوْ یَصْعَدُ اِلٰی مَعْرِفَةِ ذَاتِهٖ اِدْرَاكُ مَنْ فِی الْاَكْوَانِ

اور بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ اس نے خدا کا انکار کیا۔ حالانکہ میرے تمام اعضاء اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور جنھیں اس نے سچا دین دیکر مخلوق کی ہدایت کیلئے بھیجا وہی اس کے اسماء حسنیٰ کے سچے مظہر ہیں۔ انھیں کے ذریعے اس کی اعلیٰ صفات کا ظہور ہوا۔ اور وہی اس عالم میں اس کی وحی کے نزول کا محل ہیں انھیں کے ذریعے مخلوق پر خدا کی حجت پوری ہوئی۔ توحید کا جھنڈا کھڑا ہوا۔ تجرید کی نشانی ظاہر ہوئی۔ انھیں کے ذریعہ ہر شخص نے مالکِ عرش کی طرف پہنچنے کا راستہ پایا۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بجز خدا کے کوئی معبود نہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا وہ اسوقت بھی موجود تھا جب اسکے ساتھ کوئی شی نہ تھی اور جس طرح تھا اسی طرح رہیگا۔ وہ خدائے رحمٰن اس بات سے بالاتر ہے کہ اہلِ عرفان کے قلوب اس کی کنہ کا ادراک کر سکیں یا دنیا کے لوگوں کا فہم وادراک اس کی ذات کی معرفت کے بلند مقام تک پہنچ سکے۔

هُوَ الْمُقَدَّسُ عَنْ عِرْفَانِ دُوْنِهٖ وَالْمُنَزَّهُ عَنْ اِدْرَاكِ مَا سِوَاهُ اِنَّهٗ كَانَ فِي الْاَزَلِ الْاٰزَالِ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ غَنِيًّا ۝ ۱۱۶/۱۱۸

وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی ذات کے سوا کوئی اس کی معرفت اور کنہ کا ادراک کر سکے۔ بیشک وہ اپنی ازلیت میں تمام جہان سے بے پرواہ ہے "

ادّعائے ماموریت

اس ایمان باللہ۔ ایمان بالکتب اور ایمان بالرسل کی کھلی ہوئی شہادت کے بعد حضرت بہاءاللہ عزّ اسمہٗ کا ادعائے ماموریت ملاحظہ ہو۔ اسی لوح سلطان میں فرماتے ہیں :-

(۱) يَا مَلِكَ الْاَرْضِ اِسْمَعْ نِدَآءَ هٰذَا الْمَمْلُوْكِ اِنِّيْ عَبْدٌ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَاٰيَاتِهٖ وَقَدَّيْتُ بِنَفْسِيْ فِيْ سَبِيْلِهٖ لِيَشْهَدَ بِذٰلِكَ مَا اَنَا فِيْهِ مِنَ الْبَلَايَا الَّتِيْ مَا حَمَلَهَا اَحَدٌ مِنَ الْعِبَادِ وَكَانَ رَبِّيَ الْعَلِيْمُ عَلٰى مَا اَقُوْلُ شَهِيْدًا ۝ مَا دَعَوْتُ النَّاسَ اِلَّآ اِلَى اللّٰهِ رَبِّكَ وَرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ۱۰۵/۱۰۶

(۱) اے شاہِ ایران! اس غلام الٰہی کی آواز سن۔ یقیناً میں وہ بندہ ہوں جو اللہ اور اُس کی آیات پر ایمان لایا اور اپنی جان اس کی راہ میں قربان کی۔ اس بات کی گواہ وہ بلائیں ہیں میں جن میں مبتلا ہوں۔ وہ بلائیں میرے سوا کسی بندے پر نہیں پڑیں جو بات میں کہتا ہوں اس پر میرا پروردگار جس کو ہر ایک بات کا علم ہے گواہ ہے۔ میں نے لوگوں کو سوائے اس خدا کے جو میرا اور تمام جہان کا پروردگار ہے اور کسی کی طرف نہیں بُلایا "

(۲) پھر اسی لوحِ سلطان کے صفحہ ۱۱۰ پر لکھا ہے :-

يَا سُلْطَانُ اِنِّيْ كُنْتُ كَاَحَدٍ مِنَ الْعِبَادِ رَاقِدًا عَلَى الْمِهَادِ مَرَّتْ عَلَيَّ نَسَائِمُ السُّبْحَانِ وَعَلَّمَنِيْ عِلْمَ مَا كَانَ لَيْسَ هٰذَا عِنْدِيْ بَلْ مِنْ لَدُنْ عَزِيْزٍ عَلِيْمٍ وَاَمَرَنِيْ بِالنِّدَآءِ بَيْنَ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ بِذٰلِكَ وَرَدَ عَلَيَّ مَا ذَرَفَتْ بِهٖ عُيُوْنُ الْعَارِفِيْنَ ۝

اے بادشاہ! میں بھی خدا تعالیٰ کے معمولی بندوں کی طرح اس کا ایک بندہ تھا اور راحت کے بستر پر آرام سے سویا ہوا تھا کہ یکایک خدائی نسیمِ لطف مجھ پر ہو کر گذری اور جو کچھ ابتدائے آفرینش سے اب تک ظہور میں آیا اس کا اُس نے مجھ علم دیا۔ یہ بات میری طرف سے نہیں ہے بلکہ اسی خالب باخبر کی طرف سے ہے۔ اس نے مجھ حکم دیا ہے کہ میں دنیا میں اس کے نام کی منادی کروں۔ اس حکم کی بجا آوری میں مجھ پر وہ مصیبتیں جھیلنی پڑیں کہ انھیں دیکھ کر حق آگاہ لوگوں کی آنکھیں آنسو بہاتی ہیں۔"

(۳) اس سے آگے فرمایا :-

هٰذِهٖ وَرَقَةٌ حَرَّكَتْهَا اَرْيَاحُ مَشِيَّةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ هَلْ لَهَا اسْتِقْرَارٌ عِنْدَ هُبُوْبِ اَرْيَاحٍ عَاصِفَاتٍ لَا وَمَالِكِ الْاَسْمَآءِ وَالصِّفَاتِ بَلْ تُحَرِّكُهَا كَيْفَ تُرِيْدُ لَيْسَ لِلْعَدَمِ وُجُوْدٌ تِلْقَآءَ الْقِدَمِ قَدْ جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ الْمُهَيْمِنِ الْقَيُّوْمِ وَانْطَقَنِيْ بِذِكْرِهٖ بَيْنَ الْعَالَمِيْنَ اِنِّيْ لَمْ اَكُنْ اِلَّا كَمَا شَآءَ تِلْقَآءَ اَمْرِهٖ قَلَّبَتْنِيْ يَدُ اِرَادَةِ رَبِّكَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ هَلْ يَقْدِرُ اَحَدٌ اَنْ يَتَكَلَّمَ مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِهٖ بِمَا يَعْتَرِضُ عَلَيْهِ الْعِبَادُ مِنْ كُلِّ وَضِيْعٍ وَشَرِيْفٍ لَا وَالَّذِيْ عَلَّمَ الْقَلَمَ اَسْرَارَ الْقِدَمِ اِلَّا مَنْ كَانَ مُؤَيَّدًا مِنْ

یہ میرا (وجود) ایک پتا ہے جسکو اس پروردگار نے حرکت دی ہے جو سب پر غالب اور ہر طرح قابلِ تعریف ہے کیا تیز و تند ہواؤں کے جھونکوں کے سامنے ایک پتا کبھی ٹھہر سکتا ہے؟ نہیں اسماء و صفات کے مالک کی قسم ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ ہوائیں جس طرف اور جس طرح چاہتی ہیں اُسے اُڑائے لئے پھرتی ہیں۔ قدیم کے سامنے فانی چیز کا وجود نہیں۔ اُسی کا حکم آیا جو کسی طرح ٹل نہیں سکتا اور اسی نے مجھے جہان والوں میں اپنے ذکر کے ساتھ گویا کیا۔ میں اسکے حکم کے آگے بے اختیار ہوں۔ تیرا پروردگار جو نہایت مہربان۔ رحم والا ہے اُسی کے ارادے کے ہاتھ نے مجھے جدھر چاہا پھیر دیا۔ کیا کسی شخص کو جرأت ہو سکتی ہے

لَدُنْ مُقْتَدِرٍ قَدِيْرٍ

(باب الحیات ص ۱۱۱ / ۱۱۲)

کہ وہ اپنی طرف سے ایسی باتیں زبان سے نکالے جس کو سنتے ہی خدا کے تمام اعلیٰ اور ادنیٰ بندے اس پر اعتراض کی بوچھاڑ کرنے لگیں قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس نے قلم کو عالمِ قدم میں اسرار سکھائے کہ ایسی باتیں بجز اس شخص کے جو خدائے قادر و مقتدر کی طرف سے مؤید ہو اور کوئی اپنی زبان سے نہیں نکال سکتا۔"

ملاحظہ کیجیے! کس شان اور تحدی سے مؤکد بقسم اپنی ماموریت کا اعلان فرمایا ہے اور اعلان بھی کس کے سامنے؟ ایک جلیل القدر سلطان کے سامنے۔ یہ الفاظ اسی لوح کے ہیں جس کے کلام الٰہی ہونے کی شہادت حضرت بہاء اللہ کے قاصد میرزا بدیع نے اپنے خون سے دی ہے۔ یعنی جب یہ لوح میرزا بدیع نے بے خوف و ہراس انتہائی جرأت اور وقار کے ساتھ حضرت سلطان ناصر الدین شاہ قاچار کی خدمت میں پیش کی۔ تو علماء نے حضرت بدیع کے قتل کا فتویٰ صادر کیا۔ یہانتک کہ نہایت بیدردانہ اور سفاکانہ طریق پر اُن کو قتل کر دیا گیا۔ اس واقعہ کی تفصیل اسی کتاب "باب الحیات" میں موجود ہے۔

(۳) اسی لوح میں کتاب مذکور کے ص ۱۲۴/۱۲۶ پر ایک مناجات کے الفاظ ہیں

وَاَنْتَ تَعْلَمُ يَا اِلٰهِيْ بِاَنِّيْ مَا اَرَدْتُّ فِيْ اَمْرِكَ اِلَّا اَمْرَكَ وَمَا تَحَرَّكَ قَلَمِيْ اِلَّا وَقَدْ اَرَدْتُ بِهٖ رِضَاءَكَ وَاِظْهَارَ مَا اَمَرْتَنِيْ بِهٖ بِسُلْطَانِكَ تَرَانِيْ يَا اِلٰهِيْ مُتَحَيِّرًا فِيْ اَرْضِكَ اِنْ اَذْكُرْ مَا اَمَرْتَنِيْ بِهٖ يَعْتَرِضُ عَلَيَّ خَلْقُكَ وَاِنْ اَتْرُكْ مَا اُمِرْتُ بِهٖ مِنْ عِنْدِكَ اَكُوْنُ مُسْتَحِقًّا لِسِيَاطِ قَهْرِكَ وَبَعِيْدًا عَنْ رِيَاضِ قُرْبِكَ لَا وَعِزَّتِكَ اَقْبَلْتُ اِلٰى رِضَائِكَ وَاَعْرَضْتُ عَمَّا هَوٰى النَّفْسُ عِبَادُكَ وَقَبِلْتُ مَا عِنْدَكَ وَتَرَكْتُ مَا يُبْعِدُنِيْ عَنْ مَكَامِنِ قُرْبِكَ وَمَعَارِجِ عِزِّكَ وَعِزَّتِكَ بِحُبِّكَ لَا اَجْزَعُ مِنْ مَنْعٍ وَفِيْ رِضَائِكَ لَا اَفْزَعُ مِنْ بَلَايَا الْاَرْضِ كُلِّهَا لَيْسَ هٰذَا اِلَّا بِحَوْلِكَ وَقُوَّتِكَ وَفَضْلِكَ وَعِنَايَتِكَ مِنْ غَيْرِ اسْتِحْقَاقِيْ بِذٰلِكَ ۝

اے میرے پروردگار تو خوب جانتا ہے کہ میں نے تیرے حکم کے سوا کبھی کسی دوسری بات کا ارادہ نہیں کیا۔ اور تیری یاد کے سوا میرا اور کچھ مقصود نہیں۔ میرے قلم نے جب کبھی کوئی حرکت کی ہے اس سے میرا مقصد صرف تیری رضا جوئی اور اُن احکام کا اظہار ہوا ہے جن کا تو نے مجھے اپنے شاہی دربار سے حکم صادر کیا۔ اے میرے معبود! تو دیکھتا ہے کہ میں ملک میں کس طرح مارا مارا پھرتا ہوں۔ اگر وہ بات بیان کرتا ہوں جس کا تو نے مجھے حکم دیا ہے تو تیری مخلوق مجھ پر اعتراض کی بھرمار کرتی ہے اور اگر میں اس خدمت کے بجالانے میں کوتاہی کروں جس کا مجھے تیری طرف سے حکم ملا ہے تو میں تیرے قہر کے تازیانوں کا مستحق ٹھہرتا ہوں اور تیرے قرب کے مقام سے دور ہوتا ہوں۔ تیری عزت کی قسم! کہ میں تیری رضا کا خواہاں اور اُن نفسانی خواہشوں سے بیزار ہوں جس پر تیرے بندے چل رہے ہیں۔ میں نے اُن چیزوں کو قبول کیا جو تیرے پاس ہیں اور اُن چیزوں کو چھوڑا جو مجھے مقاماتِ قرب اور بلند مراتب سے روکیں قسم ہے تیری عزت کی کہ میں تیری محبت میں کسی بات سے نہیں گھبراتا اور تیری رضا میں دنیا کی کسی بلا سے نہیں ڈرتا۔ مجھکو یہ بات تیری ہی مدد و قوت اور فضل و عنایت سے حاصل ہے ورنہ درحقیقت میں اس کا مستحق نہیں ہوں۔"

(۴) الواح مبارکہ ص ۲۳۲/۲۳۳ پر ایک عالم سے یوں خطاب ہے:۔

اِنْصِفْ يَا عَبْدُ هَلِ اللّٰهُ هُوَ الْفَاعِلُ عَلٰى مَا يَشَاءُ اَوْ مَا سِوَاهُ تَبَيِّنْ وَلَا تَكُنْ مِنَ الصَّامِتِيْنَ لَوْ تَقُوْلُ مَا اَرَى مَا اِنْصَفْتَ فِي الْاَمْرِ يَشْهَدُ بِذٰلِكَ كُلُّ الذَّرَّاتِ وَعَنْ وَرَائِهَا

(ترجمہ) اے بندے انصاف کر کیا فاعلِ مطلق صرف خدا ہے یا اس کے سوا کوئی اور؟ (صاف صاف) بیان کر اور چپ رہنے والوں میں سے نہ ہو۔ اگر تو یہ کہے کہ اس کے سوا کوئی اور ہے تو اس بات میں تو نے انصاف سے کام نہ لیا۔ کل ذرات

رَبُّكَ الْمُتَكَلِّمُ الصَّادِقُ الْأَمِينُ وَلَوْ تَقُولُ إِنَّهُ هُوَ الْمُخْتَارُ قَدْ أَظْهَرَ فِي بِالْحَقِّ وَأَرْسَلَنِي وَ أَنْطَقَنِي بِالْآيَاتِ الَّتِي فَزِعَ عَنْهَا مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا مَنْ أَخَذَتْهُ نَفَحَاتُ الْوَحْيِ مِنْ لَدُنْ رَبِّكَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ

اس بات کے شاہد ہیں اور علاوہ ازیں تیرا پروردگار کلام فرمانے والا صادق امین خود گواہ ہے اور اگر تیرا قول یہ ہے کہ بیشک وہی مختار ہے تو اسی (مختار مطلق) نے مجھے برحق طور پر ظاہر فرمایا اور بھیجا اور ایسی آیات کے ساتھ مجھ کو یاکیا جس سے تمام آسمانوں اور زمینوں والے گھبرا اٹھے۔ سوا اس کے جسے تیرے پروردگار غفور الرحیم کی بارگاہ سے وحی کے جھونکوں نے سرشار کر دیا ہو۔"

متذکر الصدر ہر دو حوالجات کو بغور ملاحظہ کیجئے۔ قسمیں کھا کھا کر مختار مطلق کے ماننے والوں کے سامنے اپنے آپ کو صرف اور صرف مختار مطلق ہی کا بھیجا ہوا بتا رہے ہیں اور مختار مطلق کے آیات نازل کرنے اور اُن کے ذریعے گویا ہونے کا ادعاء انتہائی تحدی کے ساتھ پیش کیا ہے۔

(۵) پھر اسی لوح میں کتاب مذکور کے ص۲۳۴ پر اپنا وحی الٰہی سے بیدار ہونا، داعی الی اللہ ہونا نہایت زور دار الفاظ میں بیان کیا ہے۔ فرمایا:

تَاللّٰهِ قَدْ كُنْتُ رَاقِدًا إِذْ هَزَّتْنِي نَفَحَاتُ الْوَحْيِ وَكُنْتُ صَامِتًا أَنْطَقَنِي رَبُّكَ الْمُقْتَدِرُ الْقَدِيرُ لَوْلَا أَمْرُهُ مَا أَظْهَرْتُ نَفْسِي قَدْ أَحَاطَتْ مَشِيَّتُهُ مَشِيَّتِي وَأَقَامَنِي عَلٰى أَمْرٍ بِهِ وَرَدَ عَلٰى سِهَامُ الْمُشْرِكِينَ إِقْرَأْ مَا نَزَّلْنَاهُ لِلْمَمْلُوكِ لِتُوقِنَ بِأَنَّ الْمَمْلُوكَ

خدا کی قسم میں سویا ہوا تھا۔ وحی کے نفحات نے مجھے بیدار کیا۔ میں خاموش تھا تیرے پروردگار نے مجھے گویا دیا اگر اس کا حکم نہ ہوتا، میں اپنے آپ کو ظاہر نہ کرتا۔ بیشک اس کی مشیت نے میری مشیت کو گھیر لیا اور مجھے ایسے امر پر کھڑا کیا جس کے سبب مجھ پر شرکوں کے تیر برسے۔ ہم نے جو تم کو لئے نازل کیا ہے اسے پڑھ تاکہ تجھے یقین ہو

یَنْطِقُ بِمَا أَمَرَ مِنْ لَدُنْ عَلِيمٍ خَبِيرٍ وَتَشْهَدُ بِأَنَّهُ مَا مَنَعَهُ الْبَلَاءُ عَنْ ذِكْرِ مَالِكِ الْأَسْمَاءِ. فِي السِّجْنِ دَعَا الْكُلَّ إِلَى اللّٰهِ وَمَا خَوَّفَتْهُ سَطْوَةُ الظَّالِمِينَ. اِسْتَمِعْ مَا يُنَادِيكَ بِهِ مَطْلَعُ الْآيَاتِ مِنْ لَدُنْ عَزِيزٍ حَكِيمٍ ۝

کہ یہ مملوک، وہی باتیں کرتا ہے جس کا علیم وخبیر کی بارگاہ سے حکم ہوا ہے اور تو آگاہ ہو جائے کہ بیشک بلاء اسے مالک اسماء کے ذکر سے نہ روک سکی۔ قید خانے میں بھی کر سب کو خدا کی جانب بلایا اور ظالموں کی سطوت اسے بالکل خوفزدہ نہ کر سکی۔ سن کہ بارگاہ عزیز وحکیم سے مطلع آیات تجھے ندا فرما رہا ہے۔"

اسی لوح میں کتاب مذکور کے ص۲۳۳ پر حضرت مسیح کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

ثُمَّ انْظُرْ إِذْ أَتَى الْمَسِيحُ فَمَنْ حَكَمَ عَلٰى قَتْلِهِ أَعْلَمُ عُلَمَاءِ الْعَصْرِ وَأَمْهَرُ مَنْ بِهِ مِنَ اصْطَادَ الْحُوتَ كَذٰلِكَ يُنَبِّئُكَ مَنْ أَرْسَلَهُ اللّٰهُ بِأَمْرِهِ الْمُبْرَمِ الْمَتِينِ إِنَّ الْعَالِمَ مَنْ عَرَفَ الْمَعْلُومَ وَفَازَ بِأَنْوَارِ الْوَجْهِ وَكَانَ مِنَ الْمُقْبِلِينَ. لَا تَكُنْ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا اللّٰهُ رَبُّنَا فَلَمَّا أَرْسَلَ مَطْلَعَ أَمْرِهِ بِالْبُرْهَانِ كَفَرُوا بِالرَّحْمٰنِ وَاجْتَمَعُوا عَلٰى قَتْلِهِ كَذٰلِكَ يَنْصَحُكَ قَلَمُ الْأَمْرِ بَعْدَ إِذْ جَعَلَهُ اللّٰهُ غَنِيًّا عَنِ الْعَالَمِينَ

پھر غور کر کہ جب مسیح تشریف لائے تو جو سب سے بڑے علماء زماں تھے انھوں نے آپ کے قتل کا فتویٰ دیدیا اور مچھلیاں پکڑنے والے آپ پر ایمان لائے۔ اسی طرح تجھے خبردار کر رہا ہے وہ جسے خدا نے اپنے امر مبرم متین کے ساتھ بھیجا۔ بے شک عالم وہی ہے جس نے معلوم کو شناخت کیا۔ اور انوار جمال سے فائز ہوا۔ اور اقبال کرنے والوں میں شامل ہوا۔ ان لوگوں میں سے نہ ہو جن کا قول تو یہ ہے کہ خدا ہی ہمارا پروردگار ہے اور جب اس نے اپنے مطلع امر کو برہان کے ساتھ بھیجا تو وہ رحمٰن کے منکر ہو گئے اور مطلع امر کے قتل پر مجتمع ہوئے۔ (۶) اسی طرح قلم امر تجھے نصیحت فرما رہا ہے باوجودیکہ خدا نے اسے تمام جہانوں سے بے نیاز بنایا ہے۔"

کتاب اقتدار صفحہ ۵۴ پر فرمایا :-

قَدْ بَعَثَنِیَ اللّٰہُ وَاَرْسَلَنِیْ اِلَیْکُمْ بِاٰیَاتٍ بَیِّنَاتٍ وَاُصَدِّقُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ مِنْ کُتُبِ اللّٰہِ وَصَحَائِفِہٖ وَمَا نُزِّلَ فِی الْبَیَانِ وَقَدْ شَھِدَ لِنَفْسِیْ رَبُّکُمُ الْعَزِیْزُ الْمَنَّانُ۔	(ترجمہ) مجھے خدا نے مبعوث فرمایا اور کھلی کھلی آیات دیکر تمھاری طرف بھیجا ہے۔ میں تمام کتب صحف الٰہی اور بیان کی تصدیق کرتا ہوں اور تمھارا غالب و محسن پروردگار میری گواہی دے رہا ہے۔"

ملاحظہ کیجئے کس صراحت اور وضاحت سے اپنا مبعوث من عند اللہ اور مرسل من اللہ ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے اور جملہ کتب مقدسہ کا اپنے آپ کو مصدق کہا ہے۔

(۸) الواح مبارکہ حضرت بہاء اللہ ص ۶۴ پر لکھا ہے :-

ھٰذَا یَوْمٌ فِیْہِ اَتٰی مُشْرِقُ الْوَحْیِ بِاٰیَاتٍ بَیِّنَاتٍ عَجَزَ عَنْ اِحْصَائِھَا الْمُحْصُوْنَ سطر ۱-۲ ..... اَظَنَنْتَ بِالْتِھَامِکَ یَنْحَطُّ شَاْنُ الْاَمْرِ کَلَّا وَالَّذِیْ جَعَلَہُ اللّٰہُ مَھْبِطَ الْوَحْیِ اِنْ اَنْتَ مِنَ الَّذِیْنَ ھُمْ یَفْقَھُوْنَ ۵ سطر ۷ تا ۹	یہ وہ دن ہے جس میں مشرق وحی ایسی آیات بینات کے ساتھ آگیا جس کے اندازے سے حساب والے عاجز آگئے ..... کیا تو نے یہ گمان کیا کہ شہادت سے شان امر گھٹ سکتی ہے؟ نہیں اسکی قسم جس کو خدا نے مہبط وحی بنایا (ہرگز نہیں) اگر تو سمجھنے والوں میں سے ہے (تو سمجھیگا)

ملاحظہ کیجئے کس زور اور تحدی سے اپنے آپ کو مشرق وحی الٰہی بتایا ہے اور مشرق وحی بھی وہ جسے خدا نے مہبط وحی قرار دیا۔

(۹) "اُدعیہ محبوب" کے ص ۱۵۰ پر ایک مناجات کے الفاظ ہیں :-

یَالَیْتَ یَا اِلٰھِیْ وَجَدْتَ اُذُنًا وَاعِیَۃً وَقُلُوْبًا مُطَھَّرَۃً وَ اَنْفُسًا زَکِیَّۃً وَصُدُوْرًا مُنِیْرَۃً وَاَبْصَارًا حَدِیْدَۃً وَاَلْقَیْتَ عَلَیْھِمْ مَا اَلْھَمْتَنِیْ بِجُوْدِکَ وَعَلَّمْتَنِیْ بِفَضْلِکَ وَاَلْطَافِکَ وَاَنْتَ یَا اِلٰھِیْ اَیْقَظْتَنِیْ بِجُوْدِکَ وَاَقَمْتَنِیْ عَلٰی مَقَامِ نَفْسِکَ وَاَنْطَقْتَنِیْ بِثَنَاءِکَ وَاَمَرْتَنِیْ بِخَرْقِ الْاَحْجَابِ	یا الٰہی کاش میں سننے والے کان اور پاک دل اور پاکیزہ جانیں اور روشن سینے اور تیز نظریں پاتا۔ اور جو کچھ تو نے مجھے اپنی بخشش سے الہام کیا اور اپنے تفضل و الطاف سے سکھایا، اُن پر القا کرتا۔ یا الٰہی تو نے مجھے اپنے جود و کرم سے بیدار کیا اور اپنا قائم مقام بنایا۔ اور اپنی تعریف میں مجھ گویائی بخشی اور تمام پردے چاک کر دینے کے لئے مجھے مامور فرمایا۔

اِس مناجات میں خدا سے الہام پانے اور اس سے سیکھنے اور اپنے مامور من عند اللہ ہونے کا صاف صاف اقرار ہے۔

کیفیت نزول وحی

لوح ابن ذئب اُردو ترجمہ کے ص ۱۶ پر کیفیت وحی کا یوں ذکر ہے۔

راتوں میں سے ایک رات عالم رویا میں ہست ہی بلند کلمہ سُنائی دیا۔ "اِنَّا نَنْصُرُکَ بِکَ وَقَلَمِکَ لَا تَحْزَنْ عَمَّا وَرَدَ عَلَیْکَ وَلَا تَخَفْ اِنَّکَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ۔ سَوْفَ یَبْعَثُ اللّٰہُ کُنُوْزَ الْاَرْضِ وَھُمْ رِجَالٌ یَنْصُرُوْنَکَ بِکَ وَبِاسْمِکَ الَّذِیْ بِہٖ اَحْیَا اللّٰہُ اَفْئِدَۃَ الْعَارِفِیْنَ

(ترجمہ) ہم تیرے اور تیرے قلم کے ذریعہ تیری مدد کرینگے۔ جو کچھ مصیبت تجھ پر آئی ہے اس سے غمگین نہ ہو اور خوف نہ کر۔ یقیناً تجھے امن ملیگا۔ عنقریب خدا زمین کے خزانے برپا کریگا۔ اور وہ وہ لوگ ہیں جو تیرے ذریعے اور تیرے اس نام کے ذریعے تیری مدد کرینگے جس سے خدا نے عارفوں کے دلوں کو زندہ کر دیا ہے"

(۲) الواح مبارکہ صفحہ ۴۹ پر فرمایا :-

اِنَّا لَا نُحِبُّ اَنْ نَذْکُرَ اَزْیَدَ مِمَّا ذَکَرْنَاہُ وَنَذْکُرُ مَا اَلْقَی الرُّوْحُ	جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس سے زیادہ ذکر کرنا ہم پسند نہیں کرتے اور ہم اس چیز کا ذکر

عَلٰی قَلْبِیْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَالِمُ الْمُقْتَدِرُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْحَمِیْدُ ۝ .....

کرتے ہیں جو روح نے میرے دل پر ڈالا کہ، کوئی معبود نہیں مگر وہی عالم مقتدر مہیمن۔ عزیز۔ حمید ۔

(۳) الواح مبارکہ صفحہ ۵۰ پر ارشاد ہوتا ہے

وَاِنَّکَ تَعْلَمُ اِنَّا مَا قَرَأْنَا کُتُبَ الْقَوْمِ وَمَا اطَّلَعْنَا بِمَا عِنْدَھُمْ مِنَ الْعُلُوْمِ کُلَّمَا اَرَدْنَا اَنْ نَّتَذَکَّرَ بَیِّنَاتِ الْعُلَمَآءِ وَالْحُکَمَآءِ یَظْھَرُ مَا ظَھَرَ فِی الْعَالَمِ وَمَا فِی الْکُتُبِ وَالزُّبُرِ فِیْ لَوْحٍ اَمَامَ وَجْہِ رَبِّکَ تَرٰی وَنَکْتُبُ اِنَّہٗ اَحَاطَ عِلْمُہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرَضِیْنَ ھٰذَا اللَّوْحُ رَقَمَ فِیْہِ مِنَ الْقَلَمِ الْمَکْنُوْنِ عِلْمَ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ مُتَرْجِمٌ اِلَّا لِسَانِیْ الْبَدِیْعَ اِنَّ قَلْبِیْ مِنْ حَیْثُ ھُوَ ھُوَ قَدْ جَعَلَہُ اللّٰہُ مُنَزَّھًا عَنْ اِشَارَاتِ الْعُلَمَآءِ وَبَیِّنَاتِ الْحُکَمَآءِ اِنَّہٗ لَا یَحْکِیْ اِلَّا عَنِ اللّٰہِ وَحْدَہٗ یَشْھَدُ بِذٰلِکَ لِسَانُ الْعَظَمَۃِ فِیْ ھٰذَا الْکِتَابِ الْمُبِیْنِ ۝

اور تو جانتا ہے کہ ہم نے لوگوں کی کتابیں نہیں پڑھیں۔ اور ہم اُن کے علوم سے واقف نہیں۔ مگر جب کبھی ہم علماء و حکماء کے بیانات ذکر کرنا چاہتے ہیں تو جو کچھ دنیا میں ظاہر ہو چکا اور جو کچھ کتب و الواح میں ہے تیرے مربی کے روبرو ایک صاف لوح میں ظاہر ہوتا ہے جسے ہم دیکھتے ہیں اور لکھتے ہیں۔ یقیناً اس کا علم تمام آسمانوں اور زمینوں کو محیط ہے یہ ایک لوح ہے جسمیں قلم مکنون نے گذشتہ اور آئندہ کا علم لکھ دیا ہے اور جس کا سوائے میری زبان بدیع کے اور کوئی مترجم نہیں۔ میرے دل کو خدا نے اسکی شان و حیثیت میں علماء کے اشارات اور حکماء کے بیانات سے صاف رکھا ہے۔ یہ صرف خدا ہی کی طرف سے حکایت کرتا ہے۔ اس بات کی گواہی اس کتاب مبین میں عظمت کی زبان دے رہی ہے۔

(۴) الواح مبارکہ ۱۹۵ / ۱۹۶ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے :-

قُلْ اَتَظُنُّوْنَ فِیْ اَنْفُسِکُمْ بِاَنَّ

کہدے کیا تم اپنے جی میں خیال کرتے ہو کہ

ھٰذَا الْفَتٰی یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی لَا فَوَجَمَالِہِ الْاَبْھٰی بَلْ کَانَ وَاقِفًا بِالْمَنْظَرِ الْاَعْلٰی وَیَنْطِقُ بِمَا نَطَقَ رُوْحُ الْاَعْظَمِ فِیْ صَدْرِہِ الْمُمَجَّدِ الْاَصْفٰی تَاللّٰہِ الْحَقِّ عَلَیْ شَدِیْدُ الْاَمْرِ فِیْ حَیْرَوْتِ الْقُصْوٰی وَعَرَفَہٗ قُوَی الرُّوْحِ فِیْ مَلَکُوْتِ الْاَسْنٰی وَیَنْطِقُ بِالْحَقِّ فِیْ کُلِّ حِیْنٍ بِمَا نَطَقَ لِسَانُ الْاَمْرِ فِیْ سَرَادِقِ الْاَخْفٰی ۝

یہ نوجوان (بہاءاللہ) اپنے ہوا و ہوس سے بولتا ہے۔ اسی کے جمال روشن کی قسم ایسا نہیں۔ بلکہ وہ تو منتظر اعلیٰ کے سامنے کھڑا ہے اور وہی کچھ کہہ رہا ہے جو روح اعظم نے اس کے پاک صاف روشن سینے میں کلام کیا۔ خدا کی قسم! اسے شدید الامر نے تعلیم دی ہے حیرت قصویٰ میں۔ اور قوی الروح نے اسے ملکوت اسنیٰ میں عرفان دیا ہے اور ہر دم حق و راستی کیساتھ وہی کچھ بولتا ہے جو سرادق اخفیٰ میں لسان الامر نے کلام فرمایا۔

(۵) "ادعیہ محبوب" صفحہ ۱۰۹ / ۱۱۰ پر فرمایا:-

اَیْ رَبِّ تَرٰی حِیْنَ الْوَحْیِ یَتَحَرَّکُ قَلَمِیْ وَسَرْتَعَشُ اَرْکَانِیْ:

(ترجمہ) اے پروردگار! تو دیکھتا ہے کہ وحی کے وقت میرا قلم چلتا ہے اور میرے اعضاء مرتعش ہوتے ہیں۔

اس ارتعاش حین الوحی کی کیفیت کتاب الشیخ میں یوں بیان ہوئی ہے فرمایا:-

"ارض طا کے قید خانہ میں ٹھہرنے کے ایام میں بیڑیوں کی تکلیف اور بدبودار ہواؤں کے باعث نیند بہت ہی کم آتی تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ سر کے اوپر سے کوئی چیز سینے پر گر رہی ہے۔ جیسے کوئی بڑی نہر بلند پہاڑ کی اونچی چوٹی سے زمین پر گر رہی ہو۔ اور اسی سبب سے تمام اعضاء سے آگ کے آثار ظاہر ہوتے تھے اور اسوقت زبان وہ کچھ پڑھتی تھی جسے سننے کی کسی کو تاب و طاقت نہیں۔"

اردو ترجمہ کتاب الشیخ موسوم بہ لوح ابن ذئب صفحہ ۱۸۰ سطر ۶ تا ۱۰)

قسمتِ فارسی

اشراقِ نیّرِ آفاق

(اقتباس کلمات از کتاب مستطاب اقتدار)

این مظلوم بهمتِ تمام در لیالی و ایام بعد از ورود عراق باذنِ حضرتِ سلطان بتهذیبِ نفوس و تطهیرِ افئده و قلوب برخاست و از فضل و عنایتِ حق جلّ جلالہٗ نزاع و فساد و جدال را منع نمود منعاً عظیماً فی الکتاب و عباد را باعمالِ طیبہ و اخلاقِ مرضیہ امر نمودیم قریب چهل سنه می شود که در هیچ محل نار حرب مشتعل نشده بلکه بکوثرِ نصایحِ الٰهی و حکمتِ ربّانی علیٰ قدرِ مقدور سکون و خاموشی پذیرفت (صفحہ ۹۸)

اگر بصرِ عباد از رمدِ هویٰ و قلب شان از نارِ غضبا فارغ و طاهر شود مشاهده نمایند انچه را که الیوم ازان محرومند (صفحہ ۱۰)

بعضی از سائلین که در مجالس وارد میشوند و مقصودشان اطلاع بر احکامِ الٰهی است و بر خی محض استهزاء و القاءِ شبه در قلوبِ بعضی ان ربّک هو یسمع و یری و هو السمیع البصیر این خلق را دیده و میشناسی اکثرے لطنینِ ذباب مشغول و از تغرّداتِ حمامات فردوسِ اعلیٰ ممنوع و محروم (ص ۱۳)

اگر این امرِ اعظم را انکار نمائید چه امرے لائقِ اقرار است و یا قابلِ اثبات۔ بگو این اثبات را محو اخذ نمائید و این قیام مقدس از جلوس و قعود بوده و هست (ص ۱۵)

تو شاهد و عالم گواه که این مظلوم بعد از اشراقِ نیّرِ آفاق از اُفقِ عراق بدو قاصدِ حقیقی و پیکِ معنوی در لیالی و ایام اهلِ ایران را بافقِ عنایتِ مقصودِ عالمیان دعوت نمود و آن دو پیک آمده و خامه بود۔ در جمیع احیان کوثرِ نصح از قلمِ جاری و بسلسبیلِ بیان باراده امام وجوه ظاهر و مقصودی جز اصلاحِ عالم و تهذیبِ نفوسِ امم نبود (ص ۲۱)

امروز بحرِ مواج و شمسِ مشرق و نور ساطع۔ هر نفسے باقبال و بخدمتِ اولیا فائز گشت او از اهلِ بهاء در قیومِ اسماء از قلمِ اعلیٰ مذکور و مرقوم (صفحہ ۲۵)

از مطلع امر ظاهر نمی شود مگر آنچه سبب علوّ و سموّ محبت و الفت و اتحادِ عباد است انّه هو الآمر الحکیم (ص ۳۰)

این ظهور ظهورِ رحمتِ کبریٰ و عنایتِ عظمیٰ است چه که حکمِ جهاد از کتاب محو نمودیم و منع کردیم و بمعاشرت با جمیعِ ادیان بروح و ریحان امر فرموده۔ (ص ۲۸)

شہادت مستشرقین و دانشمندان در بارۂ امر بہائی

نقل از کتاب گلیم (سال ۱۹۳۳ء) بقلم سر فرانسیسی یانگ ہزبند

داستان حضرت باب موسوم بہ میرزا علی محمد داستان شہامت و شجاعت روحانی و بی نظیر است کہ در تاریخ سوابہاوا Savbhava نیز سابقہ نداشتہ روحانیتی کہ روح حضرتشرا با آتش عشق و محبت برافروخت جوانی باعدم نفوذ و مقام اجتماعی و فاقد فضائل و کمالات صوری کہ فقط در پرتو بصیرت و قوۂ معنوی توانست درون و مقائق اشیاء را کشف و حقیقت اصلیہ را مشاہدہ نماید و بعد با عزمی راسخ و ایمانی بلند بہ بصیرت خویش تمسک جستہ امر خود بعالم و عالمیان عرضہ داشت چندانکہ نفوس با دل و جان بسویش اقبال نمودہ حضرتش را رجوع مسیح دانستند و در متابعت اوامر و احکامش انواع محن و بلایا و حتی مرگ را استقبال نمودند۔ ظہورش در تاریخ بشریت از وقائع بسیار بزرگ و درخشان بشمار میرود۔ دسوابہاوا آرزوی وصول دلیل با یقام را داشتہ و نیاز مند بودہ است بر اثر اقدام این نابغۂ عظیم مشی کند و داستان حیرت انگیز حضرت باب را سرمشق و دستور زندگی خویش قرار دہد۔ اخلاص و صمیمیت فوق العادۂ حضرت باب قابل انکار نیست زیرا حضرتش در این سبیل جان خویش نثار فرمود۔ و حتماً در پیام حضرت باب حقیقتی موجود است کہ سبب اطمینان قلوب و انجذاب ارواح گشتہ۔ ہزاران نفوس بمشہد فدا شتافتند و اینک ملیونہا راہ بندگی و عبودیتش پیش گرفتہ۔

اگر جوانی فقط در طی شش سال رسالت بواسطہ پاکی نیت و جاذبۂ شخصیت خویش توانست انگیزہ نفوس را از غنی و فقیر و عالم و جاہل بایمان خود در متابعت تعالیم خویش مبعوث نماید بطوریکہ جان ہدف گلولہ و رصاص کنند و بلا درنگ و محاکمہ بقرا بانگاہ فدا شتافتند و یا عرضۂ ہجوم اعداء گشتہ با تیغ دارۂ جسمشان قطعہ قطعہ گردد یا بدار آویختہ شوند و خفہ گردند و یا آنکہ با تیر بلا صدرشان مشبک گردد۔ جسمشان در جلو توپ و گلولہ قرار دادہ شود و ہنوز جسم غضیر از طبقات ممتازہ در ایران و ترکیہ و مصر فوج فوج بسوی دیانتش بشتابند و پیروی و اطاعتش را گردن نہند۔ یقیناً حیات گرانبہایش از وقائع بسیار مہمہ در قرون اخیرہ است کہ شایان تحقیق و مطالعہ بسیار میباشد و خوشبختانہ این تحقیق و مطالعہ را گوبینوی فرانسوی Gobineau و پرفسور ای۔ جی۔ برون جمع و تعقیب نمودہ اند و اینک ما میتوانیم بسہولت رؤس مسائل را بانظر بے طرفی تحصیل و مطالعہ نمائیم۔

باین نحو حضرت باب فقط در سن سی سالگی یعنی در ۱۸۵۰ء دورۂ رسالت خویش بپایان رسانید نسبت بحقانیت امر و صدق گفتارش کہ اقدام نمود من عند اللہ مبعوث گشتہ طعم شہادت و جانبازی حضرتش اقوی دلیل و برہان و در قبال این واقعیہ کہ از برای نجات و اخلاص ظاہر شدہ با شعف جان، جان خود نثار فرمود جاذبۂ حضرتش در نفوس بگواہی صدہا بل ہزاران نفوس کہ لقد جان بر کف نہادند محبتی راسخ و رابطہ قاطع است۔

خضوع و محویت حضرتش چنان بود کہ خود را فقط ترجمہ

دلقطه ای ازان کتاب عظیم و شمیمی ازان بحر نامتناهی (یعنی شخص بزرگواری که در پس پرده عزت است و تمامی اسرار و معضلات را بیان خواهد فرمود) خواند - حقیقتهٔ ازین ظهور اثرات عظیمه ظاهر شد امرش روز بروز وسیع شد و بر بزرگی و عنایت بیافزود و هنوز مستقبل عظیم و درخشان در پیش دارد -

در اثنای شش سال رسالت که چهار سنه با سارت گذشت تمامی ایران را بحکم و اسرار خود ملموس فرمود و پس از ختم حیات و شهادت دامنهٔ نفوذ این امر به ترکیه و مصر و هند و حتی اروپا و امریکا کشید و امروزه عدد تابعین این دیانت بملیونها نفوس بالغ است و در بین عموم روحی کار فرما که گفته بود فوق العادهٔ این روح ممکن نیست در تمامی بشر و ابنای انسان تاثیر ننماید -

۲

چندین سال است من بطلوع دیانت بهائی و پیشرفت آن علاقمند شده ام - اساس و منشار این امر متعلق گذشته است ولی آینده نیز با نظر بسیار صائب و وسیع نظر دارد پیامش وحدت عالم انسانی است و با کمال همت و نشاط پیروانش از برای پیشرفت صلح و سعادت و فلاح امم کار میکنند دست حق پناه شان و کامیابی و موفقیت نصیب شان باد -

۳

(نقل از کتاب "اسرار و رموز جدید" (سال ۱۹۳۵ صفحه ۱۴۲)

شهادت حضرت باب در ۹ ژوئیه ۱۸۵۰ یعنی سی و یکسال پس از انقضای ولادت شریفشان واقع شد - جسم عنصری حضرت باب ازین جهان رخت بربست ولی روح حضرتش همچنان زنده و جاوید بماند - حسین در اثنای محاربه مقتول شد و قدوس با حالت اسارت شهید گشت ولی حضرت بهاءالله حیات داشتند من یظهره الله در عالم بود و نائرهٔ عشق و محبت حقیقی نسبت بحضرت باب و مقصد اعلایش در طلعت الهی و سائرین شعله ور محبتی که بزعم مومنین وه قانع نگاران چشم ابداع تاکنون شبیهش را ندیده و قلب اختراع نظیرش را مشاهده ننموده است اگر جمیع اعضان عالم به اقلام و بحار به مرکب و زمین و آسمان بطومار کاغذ تبدیل شود و جمیع بوصف و بیان انیقام برخیزند از عهدهٔ شرح و تبیین این عشق برنیایند این عشق و علاقه دینی هنوز وجود داشت و از برای پیشرفت امر کافی بود حضرت بهاءالله هستی و اموال بتاراج دادند از آشنا و بیوند گذشتند و از وطن مالوف منفی و سرگون گشتند حتی در نفی و زندان بزندانی دیگر مبتلا و از معاشرت با ناس ممنوع شدند معذالک روح در وجود مبارکشان حیات داشت بلکه در اثر شدائد و ناملائمات که پیوسته تحمل می فرمودند بر تلئلوء و صفای این روح میافزود -

حضرت بهاءالله با حسن اراده و کمال عقل و نهی امر خویش را که امروزه بدیانت بهائی معروف گشته اول در زیر حبس و زندان بغداد و بعد از سجن عکاء در سوریه بلند فرمود - و روز بروز آن را تقویت کرد تا آنکه با کمال سکون و وقار در عالم انتشار یافت - و امروزه در اروپا و امریکا و همچنین هندوستان و مصر نفوذ نموده - و بقایای جسم حضرت باب که سالها در نهایت مراقبت سرآرحفظ و نگاهداری شده بود اکنون در مقام اعلی در جبل کرمل که زیارتگاه زائرین از جمیع اقطار عالم است قرار داد -

---

نقل از روزنامه کریسچن کامان دلت مورخه ۲۲ ژانویه ۱۹۱۳ء
در تحت عنوان "حضرت عبدالبهاء در اکسفورد"

حضرت عبدالبهاء در ۳۱ دسامبر در حضور عده ای کثیر که بسیار علاقمند باستماع بیانات شان بودند در کلیهٔ منچستر در اکسفورد ناطق

نمودند زعیم ایرانی بزبان تی خویش القای خطابه مسز مود و میرزا احمد سهراب ترجمه میکرد استلین کارپنتر ESTlin carpnter رئیس دارالفنون ریاست جلسه را بعهده داشت و ناطق بزرگوار را باین نحو معرفی نمود که حضار نیل باین افتخار و سعادت عظیم را که زیارت حضرت عبدالبهاء است مرهون محبت دوست روحانی خود دکتور چاین Dr. Cheyne میباشند که فوق العاده مجذوب تعالیم بهائی گشته این امر در اواسط قرون اخیر از افق ایران بوسطه طلوع جوانی بین اهل اسلام که خود را به باب موسوم فرمود (یعنی باب فیوضات که در پرتو اقبال بحضرتش نفوس لبرفان الهی و حقیقت کلیه فائز خواهند شد) طلوع نمود. حضرت باب در سنه ۱۸۴۴ شروع باشاعه تعالیم خویش فرمود طهارت اخلاق و نفوذ و تاثیر رفتار و گفتار شان بطوری بود که همت دشمنان عجیب در نفوس پدید آورد اگرچه اولیای امور حضرتش را تکفیر و عذاب فراوان دادند بحبس و اسیر ساختند و بالاخره بسال ۱۸۵۰ شربت شهادت نوشانیدند ولی امرش روز بروز بلند تر شد و دامنه نفوذ و اقتدارش وسعت یافت آیات و نوشته جات بیشمار حضرت باب در جمیع اقطار منتشر شد و نفوس از تلاوتش بهره و نصیب بردند تا آنکه این امر بهندوستان و اروپا و ممالک متحده امریک سرایت کرد. دیانت بهائی فرقه جدیدی تاسیس ننموده بل ساعی است جمیع فرق و ادیان را بارواح محبت و یگانگی واقعی التیام دهد مرحوم دکتور جاوت Dr. Jowett بمن اظهار میداشت که طوری تعالیم و افکار حضرت باب او را شیفته و مجذوب نموده که معتقد است بدایت بابی. نظر باینکه این امر در آنوقت باسم بابی معروف بود. پس از میلاد حضرت مسیح بزرگترین نهضت دینی است که در عالم طلوع نموده و بمنتهای عظمت و جلال خویش خواهد رسید.

نفحات امریه

(ترجمه از مجله عصر آسمان نیویورک اداره در شماره فبروری ۱۹۴۰)

مطالعه کنندگان باید بخوبی براهین واضحه را در نشر معنوی که مینمائیم ادراک نموده باشند در عدد ماه نومبر ذکر شد که عبارت ولد آدم در عنوان معروفی شده حتی قبل از طبع کتاب مستر ولز مسمی به نیو ورلد اورد در این عنوان یک محل عمومی برای متعبدین رادیو بود و چنانکه نطقهای بزرگان مملکت و رجال کنیسه را میخواندند کم کم اهمیت این عبارت از میان رفت ولی تحقیق برای اکثر خلق عالم بیش از پیش مطلوب و پسندیده آمد.

انچه از نقشه ها برای وضعیت حقیقی حیات جدیده امروزه در عالم موجود مختلف و بیشمار است ولی چون با متمسک و متشبث بشروع حضرت بهاءالله هستیم در انتشار تعالیم روحانیه که علت تاسیس چنین نظامی است مداومت خواهیم نمود و در رفع حجبات نفوسی که خودشان باعث انداد طریق هدایت شده اند میکوشیم.

منظور نظر وحدت عالم و صفات حیات روحانیست. هیچ نفسی گمان نکند که مقصود از کلمه روحانی چیزی مبهم و دستور است روحانی چیزیست متعلق بروح انسانی و صفات و اخلاق معنوی که انسان را از حیوان تمیز دهد و او را نزدیکتر بآن شکل نماید که مصور شده تمام اخلاق حسنه و صفات مرضیه از عالم روحانیست که روابط هیئت جامعه بشری را منظم مینماید معدن این جواهر نفیسه و اخلاق و رفتار ممدوحه مظهر الهی است مسیح ابدی است که در هر عصری اراده حقانی و شریعت ملکوتی را بحسب استعداد و خلق زمان ظاهر میفرماید. خلق امروزه تشنه این سبیل معرفت و هدایتند و آنرا در ظهور حضرت بهاءالله خواهند یافت

ترجمه تقریر کنفرانس جوانان بهائی ایالات متحده در ولیت امریکا

حضرت عبدالبهاء میفرماید. ای حواریون حضرت بهاءالله روحی لکم الفداء

ملاحظہ نمایند حضرت بہاء اللہ چہ ابوابے بروجوہ شما مفتوح ساختہ بہ پنہیہ چہ مقام و رتبہ عالی را برای شما ہا خواستہ چہ عظیم است عنایات و الطاف او کہ شامل حال شما شدہ انتصارات کاملہ شما ہنود تحقق نیافتہ و حقائق آن بروز و ظہور نکردہ از حال بعد با چشم خود خواہید دید کہ چگونہ ہر یک چون کوکب لامع فضائے آن مملکت را روشن و درخشان نماید و انوار ہدایت تمکن و فیوضات حیات ابدی آن سرزمین را احاطہ کند۔"

در لوحی از الواح نازل میفرمایند "ہر خیرے را برای نفوسیکہ از شر دور اجتناب نمایند و بسبیل عفت تشبث جویند در کتاب خود مقدر فرمودیم انہ ہو المعطی الفیاض"

ترتیب مذاکرات - اولاً ابلاغیہ محفل روحانی تی، وظائف خدمات عسکریہ کہ بامر محکومات عالم بر رعایای خود تکلیف شدہ نوعی از وفا پدری بحکومت خویش است کہ بہائیان باید آنرا قبول نمایند دلی یاران الٰہی میتوانند بواسطہ محفل تی خود طلب استثنائیت از خویش مباشر کہ مسئلہ وجدانیت از حکومت خود کہ معترف بحقوق ہیئت دینی صلح پرور ہ است بنمایند و خواہش خدماتی دیگر در دستہای غیر از حمل سلاح کنند۔

ثانیاً ایضاً ابلاغیہ محفل تی روحانی۔ مقصد اصلی از مدارس تابستانی بہائی چہ در شرق و چہ در غرب اینست کہ یاران خود را آشنا بحقائق اساسی اداری امر نمایند تا بتوانند کاملاً بر اعلاء امر اللہ قیام کنند۔

ثالثاً حضرت شوقی آفندی میفرمایند حوادث و وقوعات تاریخیہ ابدیہ حیرت بخش الٰہی را برای ظہور عدالت و شفقت کبریٰ نسبت بمظلومین ہموارہ بیاد و خاطر آرید و در تاسیس وحدت نوع انسانی و حب طانع او در حق اعضائے عالم در این سبیل و عدم رضایتمندی از معارضین با ارادہ او و مستہزئین بقوانین او و نفوسیکہ مقاومت تعالیم اساسیہ یا بہ تضییع احکام او قیام کردند تفکر کنید"

رابعاً حضرت بہاء اللہ میفرمایند نفوسیکہ بہ تبلیغ امر قیام نمایند باید بنفحات آیات الٰہی منقطع نفوس را باہتزاز آرند و با عزم تمام و توجہ کامل و انقطاع و تنزیہ از شئون فانیہ دنیویہ امر اللہ را منتشر سازند۔"

خامساً حضرت بہاء اللہ میفرمایند "اے اہل بہا با جمیع خلق عالم با دوستی و الفت معاشرت نمایید۔ اگر نزد شما کلمۂ یا جوہریست کہ دیگران از آن محروم بکمال شفقت و مہربانی القا کنید۔ اگر مقبول افتاد مقصود حاصل و الا او را باو واگذارید و در بارۂ او دعا نمایید۔ لسان شفقت جذاب قلوب است و مائدہ روح۔ طراز معانیست برای کلمات و سرچشمۂ نور حکمت و بصیرت است۔

سادساً چون این پیام ملکوتی را یاران امریک با خود بجہات دیگر ببرند و در تمام قطعات خمسہ عالم اروپ و آسیا و آفریقا و اوستر الیائی اقصی حدود جزائر پاسیفیک این امر منتشر شود آنوقت جامعہ امر خود را مستقر بر عرش سلطنت ابدی ملاحظہ کنند (از متحدالمآل محفل مقدس روحانی ویانا)

اشعار امری در ظہور بہائی

از طبع جناب علی اکبر ہاتف از احبائے بندہ دلنگاہ

مست عشقت صنما کے خبر از تیر کند
دل زکف دادہ حق سینہ بشمشیر کند

حاجت تیغ کشیدن نبود مہدی را
تیغ نطقش ہمہ روی کرہ تسخیر کند

ہمچو ایوب بصبر است و چو یعقوب بامر
در بلا شیفتگان حکم بہ تقصیر کند

آن طوائف کہ ز تفسیر نبی وا ماندند
گو بیائید کہ باز آمدہ تفسیر کند

معجزاتش چو کلیم است و مسیحا نفسش
ہمچو احمد بت اوہام سرازیر کند

علمائیکہ ز سوئند و دجاجیل القوم
لال گردانده و کور و کرو تحبیر کند

ہر کہ شیفتہ و آشفتہ آن زلف و رخش
چارہ دیگر نپندارد کہ زنجیر کند

بوی ایمان ز سر زلف وی آورد صبا
زان سبب نافۂ مشک این کرہ تخمیر کند

ہاتف از جام بہم نیست خمار تا حشر
کہ دل دیدہ و ہم عقل تو تنویر کند

عواطف قلبی میس مارتا روت متصاعد الی الله

(اردی بهشت ماه سنه ۱۳۰۹)

روائح لطیف اردی بهشتی فضا را معطر نموده در طول خیابانی که از دو طرف بمزارع سبز احاطه شده یک اتومبیل با کمال تمانی راه میپیماید گویا الهامات قلبیه بشوفران میرساند که داود راه مقامات مقدسی را طی میکنند و باید نسبت بآن مقامات بمنتهای ادب و وقار آهسته حرکت کرده از سرعت سیر اتومبیل خودداری نماید هرچه اتومبیل بشهر نزدیک تر میشود و ضربان قلب مسافرینش شدیدتر گشته گوئی همه میدانند عنقریب دلبر آمال را در آغوش گرفته و آستان مقدسی که قبلهٔ گاه ملأ اعلی است خواهند بوسید عواطف شدیدتر از همه عواطف خانم امریکائی حضرت میس مارتا روت است که از اقصای بلاد امریک حرکت نموده پس از طی اقیانوسهای کبیر و راههای ممتد طولانی اینک از دوازده فرسخی روائح لطیف خاک مقصود را استشمام نموده و چون مبل خوش الحانی از بوی خوش گل از چند فرسخی مست شود با نغمات ملیح خود زیادتر دل همراهانش را از جا میکند. در این اثناء از دور گردی بلند است و پس از مرتفع شدن گرد سروصورت چند سوار پیدا است که با سرعت غریبی رو با تومبیل میایند و عجالةً آنها از برای آنست که هرچه زودتر پیام محبت هزاران بهائی صادق متوطن کعبهٔ مقصود را باین خانم امریکائی و همراهانش بلاغ نمایند. پس از چند دقیقه سواران اطراف اتومبیل را احاطه نموده تبادل الشواقات قلبیه کرده سپس دوتمت شده یک قسمت که حامل خبر وصول خانم بودند ثانیاً بدو فرسخی مراجعت نموده و قسمت دیگر در جلو اتومبیل در حالیکه اتومبیل در سیر و حرکت بود مشغول اسپ دوانی شدند.

اسپ دوانیهای بی نظیر شجاعتهای خارق العاده هر تماشا کننده را بحیرت انداخته و همچو مینمود که این سواران بکلی از خود بی خبر و از هر شکنجه و آسیبی که در راه ابراز محبت قلبیهٔ خود متحمل میشوند باک نخواهند داشت

پس از ۱۵ دقیقه اتومبیل با هیئت سواران مواجه با یک جمعیت دویست نفری گشته و فریادهای الله ابهی و یا بهاء الابهی از هر طرف بگوش میرسید قبل از آنکه ملاقات خانم امریکائی را با این جمعیت بیان نمائیم لازم است بخوانندگان محترم این معنی را که مجتمع گشته و این محلی که در آن مجتمع شده اند معرفی کنیم — این جمع نمایندهٔ هزاران بهائی فارسند که قبلاً مطلع شده اند این خانم امریکائی فرستادهٔ یگانهٔ عضن ممتحنهٔ بقاء حضرت ولی امر الله و حامل پیام محبت و مهر پدرانهٔ آن مولای مهربان است حال باستقبال او آمده و با بی صبری تمام ما عائمند آن پیامهای روحانی را استماع نمائیم این محل که در آن مجتمع شده اند دره فرخی شهر شیراز از ابنیهٔ قدیمهٔ ایران و در قدیم الایام محل جلال و عظمت و فرمانفرمائی جمشید پادشاه بزرگ ایران بوده حال بواسطهٔ طول زمان از صورت اصلی افتاده فقط ستونهای بلندان نمونهٔ عظمت قدیم نیاکان ما است. چون تخت جمشید دمان ما در این بنا استوار یافته هنوز هم مخروبهٔ آن را تخت جمشید مینامند.

اشخاصی که از تفصیل تاریخ این بنا مسبوقند بخوبی میدانند که از دیرزمانی باین طرف صیتش کلی خاموش گشته و نغمهٔ دلنوازی دیگر از آن بگوش نمیرسید تا آنکه این طیر خوش الحان الهی سرود سلبنین و مسلبات (خانم امریکائی) وارد این محل گشته با الحان ملکوتی خویش کشور مقدس ایران را تمجید نمود و نغمهٔ بدیعی از نو در اطراف تقدیس این خاک پاک سرود هلهله و ولوله مستمعین صراحت لهجه و استحکام بیان آن طیر قدسی روح جمشید را بحرکت آورده گویا سر از قبر برداشته چنین میگفت ایران، ایران. روزگاری بود که آتش دانشت خاموش شد و اختر بزرگواریت در زیر روپوش دیرزمانی نام و نشانی از تو نبود و آوازه و سروش شهریارانت خاموش گشته بود بیم آن میرفت که

حاجت از صفحۂ روزگار محو شود و ذکر نیاکانت از دفتر جہان پاک گردد۔
ولے اے خاک مقدس بودے کہ در خود جواہر گرانبہائے پرورد ے
رفتہ رفتہ سر پوش از روے جواہر گرانبہائیت برداشتہ شد شعاع او قطبی
بلاد امریک رسید نفوسی را برانگیخت کہ از برای زیارت این خاک با ذوق
تمام عازم ایران شوند۔ ای فارس تو کہ عہد مرا در آغوش کشیدی و ہنوز
خزانۂ تخت مرا برای نشانۂ عظمت و جلال من نگاہ داشتی فخر کن کہ تو بارگاہ
سلطنت حقیقی استقرار یافت و قصر مشید الٰہی مرتفع شد نہ ہرگز نامت محو
نشود و وصیت بزرگواریت سرتاسر جہان را احاطہ نماید۔ حجاری و صنائع
مستظرفہ زبردست ترین صانعین من مدتی سیاحان و دانشمندان غرب را
بملاقات محل تخت سلطنت من کشید ولی بارگاہ سلطنت حقیقی را کہ بہ قدرت
الٰہی درین خاک مرتفع نمود رفتہ رفتہ ملوک و سلاطین عالم را بوسیدن این
خاک پاک خواہد کشانید۔ باش تا صبح دولت بدمد
کیں ہنوز از نتائج سحر است

باری خانم ملکوتی از ملاقات جمعیت مستقبلین مسرور و ہیئت مستقبلین از زیارت
مشعوفند جمعی از ذوق اینکہ عظمت امر باین پایہ رسیدہ گریہ میکنند و جمع دیگر
سراپا چشم شدہ تا آنکہ روح خلوص و انقطاعی کہ این حین در وجود خانم امریکائی جلوہ
میکند بہتر بگنجند در این اثنا رچوپانی از دور پیدا شدہ گلہ خود را واگذارد
جمعیت تماشا چیان را پیش و پس نمودہ بنزدیک خانم رسید و ہرچہ زود تر
دستہای مشار الیہا را با دستہای زبر و خشن خود فشرد در موقعیکہ دست خانم
در دستش بود با آنکہ ہیچ سواد نداشت و ہرازبر نمیشناخت بزبان چوپانی
این جمعیت نطق غرائی نمود مبنی بر اینکہ در ایام جوانی او ہمیشہ مورد لطف
سائر چوپانان بودہ و بجرم اینکہ بابی است ریگ در گوش او گذاشتہ فشار میدادند
حال آن چوپانان خوبست سراو قبر بدر آورند فرامانفرمای سلطان حقیقی را
بتخت عظمت و جلالش در تخت جمشید مشاہدہ نمایند۔

بارے پس از اینکہ چند جملۂ سادہ کہ خاکی از لطافت قلب چوپانی بود
از شنیدہ شد کلاہ خود را چند قدم بآسمان پرتاب نمودہ با صدای شعف
فریاد برآورد ــــ یا بہاء الابھیٰ ــــ یا بہاء الابھیٰ
سپس فریادہای شعف او در نتیجہ صدای کف زدن جمعیت
قطع شد و خود او نیز بواسطۂ تہاجم جمعیت از نظر محو گشت)

ہیئت مستقبلین و واردین پس از رفع خستگی و صرف چای و نہار برای
حرکت بشہر سوار شدند از تخت جمشید تا شہر اتومبیلہا بتانی حرکت میکردند
چہ کہ ہر دقیقہ وساعت مواجہ با یک جمعی از مستقبلین تازہ میشدند کہ از
شہر آمدہ بودند و خانم نیز مقدار زیادی عکسہای حضرت عبد البہاء در کیف
داشت کہ در راہ و بمنزل راہ تقسیم مینمود رفتہ رفتہ اتومبیلہا راہ میپیمودند
تا آنکہ منظرۂ شہر شیراز نمودار شد۔ بہ چہ منظرۂ زیبائی و چہ شہر قشنگی۔ گوئی
دست طبیعت مہدوب اعلیٰ را چنان بگل و ریاحین و مراقع سبز و باغات
مشجر مزین نمودہ کہ عکس فردوس اعلیٰ را از دور بواردین شہر ارائہ دہد
گویا بلبلان خوش الحان مانند حافظ و سعدی کہ در اینجا از دیر زمانی
بچکاہ مرسرائی مشغول بودند از رائحۂ لطیفی کہ از خاک وطن حضرت اعلیٰ
بمشامشان رسیدہ مست شدہ و این ہمہ اشعار زیبا سرودہ اند۔

خوشا تفرج نوروز خاصہ در شیراز
کہ برکند دل مرد مسافر از وطنش

حق با آن ادیب دانشمند بودہ چہ کہ شیراز موطن مولای عالمست
خوبست نظر قارئین محترم را از منظرۂ زیبای شہر شیراز برگردانندہ یک
چندے بعواطف لطیفۂ خانم ملکوتی معطوف سازیم باغات مشجر ابنیہ
و عمارات شیراز چون منسوب بآستان محبوب این خانم است۔ رفتہ رفتہ
آتش عشق درونی او را شعلہ ور نمودہ دگاہی با ریزش چند قطرہ اشک بہمراہانش
میرساند کہ تا چہ اندازہ بزیارت بیت مبارک علاقہ مند است و چہ گونہ
منتظر است ہرچہ زودتر روی و مویش را بخاک آن آستان مقدس معفر
و معطر نماید۔ پس از چند دقیقہ خانم با ہمراہانش بمنزل آقایان دہقان کہ

THE BOMBAY BAHAI YOUTH GROUP

97-98 B. E.--1940-41 A. D.

SITTING LEFT TO RIGHT :—Miss Meherangiz Boman, Mrs. Nayerra Khawari, Mr. Faridoon Aidun, Dr. K. M. Irani, Mrs. Homai Jehangi

STANDING LEFT TO RIGHT :—Mr. J. Sheshberaderan, Mr. Behram B. Irani, Mr. Rostem M. Naimi, Mr. K. M. Akhtare Khawari

کہ از متوطنین درجۂ اول شیراز و خانوادۂ فوق العادۂ روحانی و باطوصے ہستند وارد میشود ہر چند وسائل پذیرائی مشار الیہا با نہایت دقت و ملوکانہ تہیہ گشتہ و اطاق شخصی او با نواع سبلہای گرانبہا و بہترین اثاثیہ ہا مزین شد لیکن دلی گریہ بنجام مہلت نمی داد کہ لااقل از این ہمہ وسائل اسائش کہ از برای او مہیا شدہ استفادہ نماید۔ آن شب غالباً اشک از چشمانش جاری بود و انتظار صبح را میکشید کہ استحمام نمودہ و بلعتبہ بوسی آستان مقدس فائز شود۔

سہ شنبہ ۹ اردی بہشت ساعت ہفت رسید۔ خانم و ہمراہانش از برای تشریف بیت عازم بازار طیر گشتند کوچہ ہای تنگ، دیوارہای بلند زمینہای ناہموار غبارین را بحیرت میانداخت کہ چگونہ از این سرزمین شخصی متولد شد کہ اقصی بلاد عالم را بحرکت آورد۔ بارالہا! خیابانہای وسیع امریکا از برای این خانم تنگ بود۔ حال چہ گونہ کوچہ ہای تنگ میلادگاہ محبوبش را با نہایت سرور میپیماید۔

البشارت

(از آقای مہربان زادہ مشرقی بمبئی)

البشارت بجہان پیک ہمیبر آمد ... بر ہمہ خلق جہان ہادی و رہبر آمد
روح امکان ہمہ را تازگی از نو بخشید ... چون بہائی بگزین نام پیمبر آمد
جملہ مقصود پیمبر ز پیام حق است ... امر حق است کہ از شرق ہنوز آمد
داد عرفان کہ ہمہ برگ دہ بر یک دارید ... این زمان حکم خداوند مقدر آمد
بی تعصب ہمہ کوشید بہ تحقیق خدا ... بر ہمہ فرد بشر فرض مکرر آمد
ہیچ فرقے نبود بین زن و مرد امروز ... خلعت از جانب حق ہر دو برابر آمد
نبود سرخ و سیاہ و نبود زرد و سفید ... بگذر از رنگ کہ این رنگ مکدر آمد
کرۂ ارض ہمہ ملک خدا۔ مسکن خلق ... از چہ افریک تو گوئی ز تو کمتر آمد
تربیت گر نبود جنس بشر حیوان است ... ہمہ تصدیق نمایند کہ بد تر آمد
تربیت بر ہمہ فرض است خصوصاً بر زن ... زانکہ آئندۂ نسل تو ز مادر آمد
ہمہ ابنائے بشر ہیکل واحد گردند ... زانکہ فرماں دہ کل واحد داور آمد
جنگ را ترک نمائید و بصلح آمیزید ... اندرین دور کہ آن مصلح اکبر آمد
خیر آفاق بجوئید کہ آن خیر شما ست ... بد مگوئید کہ از بد ہمہ دم شر آمد
گر تعالیم بہا را ہمگی گوش کنید ... بخدا مشرق و مغرب چو برادر آمد
ہمہ چون عاشق و معشوق ہم آغوش شوید ... ہمچو دلدار کہ در پرسش دلبر آمد
سالہا جنگ نمودید چہ دیدید ثمر ... حال اصلاح نمائید کہ مثمر آمد
کینہ و بغض و حسد را ز بن و بیخ کنید ... تخم الفت بفشانید کہ خوشتر آمد
ہمہ اعنام الہی چہ ذکور و چہ اناث ... ہمگی بندۂ یک خالق اکبر آمد
مژدہ را شکر بہا کن کہ در این دور جدید ... غصن ممتاز بہا منجی و یاور آمد

ناشر محفوظ الحق علی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر نے جید برقی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ پیام مہر نئی دہلی سے شائع کیا

ماہنامہ

پیام سبز ملی

جلد دوم | جون سنہ ۱۹۴۱ ع | نمبر ششم

مناجاتِ افتتاحِ محفلِ مقدس روحانی

اِلٰهی اِلٰهی هٰؤُلَآءِ عِبَادُكَ اتَّخَذُوا بِنَفَحَاتِ قُدْسِكَ وَاشْتَعَلُوا بِنَارِ مَحَبَّتِكَ

الٰہی! الٰہی! یہ بندے تیرے نفحاتِ قدس کے ذریعے منجذب ہوئے ہیں اور تیری محبت کی آگ سے مشتعل ہوگئے ہیں

وَاَخْلَصُوا وُجُوهَهُمْ لِوَجْهِكَ الْكَرِيمِ وَسَلَكُوا فِي الْمَنْهَجِ الْقَوِيمِ وَهُدُوا اِلٰى صِرَاطِكَ

اور انھوں نے اخلاص کے ساتھ اپنے چہروں کو تیرے باعظمت چہرے کی طرف متوجہ کیا ہے اور مضبوط درست راستے پر چلے ہیں اور تیری راہِ راست

الْمُسْتَقِيمِ ۔ رَبِّ اجْعَلْهُمْ سُرُجَ الْفَضْلِ وَالْاِحْسَانِ فِي عَالَمِ الْاِنْسَانِ يَتَلَأْلَأُ

کی ہدایت پاگئے ہیں اے پروردگار! انھیں عالمِ انسانی میں فضل و احسان کے چراغ بنادے ان کے چہروں سے

مِنْ وُجُوهِهِمْ اَنْوَارُ التَّقْوٰى وَيَتَشَعْشَعُ مِنْ جَبِينِهِمْ نُورُ الْهُدٰى وَاجْعَلْهُمْ

تقوے کی روشنیاں نمودار ہوں اور ان کی پیشانی سے ہدایت کا نور جگمگائے اور انھیں اپنی تمام خلق

اٰيَاتِ رَحْمَتِكَ لِعُمُومِ خَلْقِكَ وَرَايَاتِ مَوْهَبَتِكَ لِجَمِيعِ بَرِيَّتِكَ وَاَيِّدْهُمْ

کے لئے اپنی رحمت کے نشان مقرر کردے اور اپنی تمام خلقت کے لئے اپنی بخشش کے علم بنادے اور تمام

فِي جَمِيعِ الشُّئُونِ اِنَّكَ اَنْتَ الْكَرِيمُ الْعَزِيزُ الْوَدُودُ ط

حالات میں انھیں تائید و توفیق عطا فرما۔ یقیناً تو ہے کرم فرمانے والا غالب۔ مہربان

(از مکاتیب حضرت عبدالبہاء جلد ثالث ص۵۰۵)

اتحادِ مذاہب عالم

اس نئے زمانے میں نئے نئے علوم نمودار ہو رہے ہیں۔ عجیب عجیب ایجادیں ظاہر ہو رہی ہیں۔ وہ وہ انکشافات رونما ہو رہے ہیں جن سے دُنیا بدل رہی ہے۔ مشرق و مغرب متصل ہو گئے ہیں۔ گھر بیٹھے انسان دُنیا بھر کی باتیں سُن لیتا ہے اور سارے جہان سے گفتگو کر سکتا ہے۔ جب مادی پہلو سے انسان کی سماعت و بصارت تمام جہان پر محیط ہو گئی ہے تو روحانی پہلو سے بھی ضرور شنوائی اور بصیرت کا ارتقاء نمودار ہونا چاہیئے۔ چنانچہ واقعہ یہی ہے کہ انسان کا دل و دماغ پہلے زمانوں کے مقابلہ میں آج بہت بلند و روشن ہو گیا ہے۔ علم و عرفان میں اعلیٰ مقام حاصل کر لیا ہے۔ حکمت و صنعت میں کمال پیدا کر دیا ہے۔ دینی، دُنیاوی، جسمانی، روحانی ہر پہلو سے انسان پہلے کی بہ نسبت آگے بڑھا ہوا ہے۔

مذہبی دُنیا میں دینِ بہائی نے ایک نیا اور عظیم الشان پروگرام پیش کیا ہے جو تمام گذشتہ ادیان کی تعلیمات کا جوہر اور ثمرۂ برتر ہے۔

آج یہ حقیقت منکشف ہو گئی ہے کہ تمام ادیانِ عالم ایک ہی دین ہیں۔ سب کی اصلیت ایک ہے۔ سب اپنی حقیقت میں ایک ہیں۔ سب اپنے مقاصد میں ایک ہیں۔ اتحادِ مذاہب کا علم روز بروز مقبول ہوتا جا رہا ہے۔ لوگ دوسرے مذاہب پر اعتراضات کرنے کی بجائے مذاہب کی باہمی یگانگت پر گہری نظر ڈال رہے ہیں۔ ردّ و کد سے دل بیزار ہوتے جا رہے ہیں۔ اتحاد کی باتیں زیادہ پسند آتی ہیں

سچ تو یہی ہے کہ حق ہمیشہ ایک ہی ہے جسے طرح طرح سے بیان کیا گیا ہے تاکہ ہر قوم اور ہر زمانہ اُسے اپنے اپنے ظرف کے مطابق اخذ کر سکے۔ اصل حقیقت پر نظر رکھنی چاہیئے تاکہ انسان وحدتِ حق سے غافل ہو کر رنگِ کثرت سے متحیر نہ ہو جائے۔

جب تک انسان ذہنی اعتبار سے مقامِ جنین میں ہوتا ہے تو جو کچھ اُس نے اپنی جماعت میں سُنا اور سیکھا ہوتا ہے اُسی کو سب سے بہتر اور برتر سمجھتا ہے۔ اگر کسی اچھے خیال کے متعلق دوسروں سے کوئی بات سُنتا ہے تو اُسے ناگوار ہوتی ہے۔ وہ اپنے خیال کو ہی اعلیٰ اور دوسرے کے خیال کو ادنیٰ ثابت کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہے۔ اور جب انسان درجۂ بلوغ فہم کو پہنچتا ہے تو ہر اچھی بات سُن کر خوش ہوتا ہے خواہ کسی کے منہ سے سُنے۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ حقیقت ایک عالمگیر روشنی ہے۔ جہاں بھی ظاہر ہو قابلِ عزت ہے۔ پہلے وہ دوسرے مذاہب کی خوبیوں سے بھی خوش نہیں ہوتا تھا۔ اب جبکہ فہم پختہ ہو گئی اور حقیقت کی وسعت پر نظر پہنچ گئی تو وہ دیکھتا ہے کہ حق و حقیقت عالمگیر چیز ہے۔ اگر میرے مذہب میں بھی وہی بات بیان ہوئی ہے جو دوسرے مذہب میں ہے تو یہ خوشی کی بات ہے کہ

حقیقت کی روشنی اپنی قدرت ہر جگہ دکھا رہی ہے۔

اِس زمانے میں ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ یہ نہ دیکھے کہ مذاہب میں اختلافات کیا کیا ہیں بلکہ یہ تلاش کرے کہ تمام مذاہب میں متفقہ باتیں کون کون سی ہیں۔ اگر یہ مطالعہ مسلسل جاری رہے تو معلوم ہو جائے گا کہ سب مذاہب اصل میں متحد ہیں۔

انسان کو چاہیئے کہ وہ کسی مذہب سے نفرت نہ رکھے۔ سب مذاہب کی مقدس کتابوں کا مطالعہ کرے اور آزادی سے غور و فکر میں مصروف رہے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں تمام جھگڑے نظر سے غائب ہو جائینگے۔ اور سب مذاہب میں وحدت نظر آئے گی۔ دِل مطمئن ہو جائے گا۔ رُوح خوش ہوگی یقین کا نور چمکے گا۔ انسان اپنے اندر ایک بڑی قوتِ قلب محسوس کرے گا۔ نفرت کے کانٹے دل کی کیاری میں سے دور ہو جائینگے۔ محبت و اُلفت کے پھول کھلیں گے۔ زندگی خوشگوار معلوم ہونے لگیگی۔

سارا جھگڑا ہٹ اور بھٹ کا ہے۔ یہ نہ کہو کہ ہمارا مذہب ہی سچا ہے بلکہ یہ کہو کہ ہمارا مذہب بھی سچا ہے۔ سچائی کی روشنی سب میں ہے۔ جب تک کہتے رہو گے کہ "یہی ٹھیک ہے" تب تک لڑائی رہیگی۔ جب کہہ دو گے "یہ بھی ٹھیک ہے" لڑائی ختم ہو جائے گی۔ سچائی کے دائرہ کو اِس قدر تنگ نہ کرو کہ سکھیں تم اکیلے رہ جاؤ۔ سچائی ایسا وسیع مقام ہے کہ سب اُسمیں سما سکتے ہیں۔ جس قدر حقیقت پر سچا غور کرنے والے ہیں وہ سب ایک ہی نتیجے پر پہنچتے ہیں جیسے امتحانی سوالات کو حل کرنے والے طالب علم جتنے غلط جوابات لکھتے ہیں، ایک دوسرے سے جُدا جُدا ہوتے ہیں اور اگر صحیح جوابات لکھتے ہیں تو سب کے جوابات ایک ہی ہوتے ہیں۔ اسی طرح مذاہب کا سچا مطالعہ کرنے والے لوگ اتحادِ مذاہب کے قائل ہوتے چلے جا رہے ہیں ؎

تفرقے سب قوم اور ملت کے مٹنے والے ہیں
ساری دُنیا کی بھلائی ایک ہو جانے میں ہے

نقد و نظر

البیان:- امت مسلمہ امرتسر کا ہوا رسالہ۔ قرآن اور حدیث کو دین سے خارج قرار دیکر صرف قرآن مجید کو کافی سمجھتا ہے۔ اپریل ۱۹۳۱ء کا پرچہ "براہین دجی" کے نام سے شائع کیا گیا ہے ۱۸۲ صفحات ہیں مضامین عمدہ ہیں۔ جناب مولانا سید سلیمان ندوی۔ جناب مولانا عبد الماجد دریابادی۔ جناب مولانا محمد ادریس صاحب ندوی۔ جناب ڈاکٹر تاثیر ایم اے پی ایچ ڈی۔ جناب مولانا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب امرت سری۔ جناب مولانا محمد عظہر صاحب نعمانی، جناب مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی۔ ایم اے جناب محمد حسین عرشی کے مقالات بہترین ہیں، بعض مقالات کا لہجہ اچھا نہیں ہے۔ بعض استدلالات کمزور ہیں۔ غالب پہلو کے لحاظ سے البیان کا یہ خاص نمبر اپنے موضوع پر قابل قدر کتاب ہے

قیمت ایک روپیہ ہے۔ دفتر البیان امرت سر سے مل سکتا ہے:۔

تحریک بہائی پر تبصرہ اس نام سے مولوی ابو العطاء صاحب مبلغ قادیان نے ایک کتاب شائع کی ہے جس میں غلط بیانی، بدکلامی اور الزام و افتراء سے کام لیا گیا ہے، امر بہائی کے مقابلہ میں بالکل وہی رویہ اختیار کیا ہے جو متعصب یہودی مسیحیت کے مقابلہ میں اور متعصب مکذبین اسلام اسلام کے مقابلہ میں اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً حضرت بہاء اللہ پر دعویٰ الوہیت کا افترا بھی ایسا ہے جس کا جواب ہم بارہا دے چکے ہیں مگر اہل قادیان ضد و تعصب سے باز نہیں آتے۔ تاریخ بہائی کو اس قدر مسخ کر کے بیان کیا ہے جس کی امید بجز ایک متعصب شخص کے کسی سے نہیں ہو سکتی۔

قیمت ایک روپیہ ہے۔

سید محفوظ الحق علی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر نے جید برقی پریس بلیماران دہلی میں چھپوا کر دفتر پیامبر چاندنی چوک۔ کیشری گیٹ دہلی سے شائع کیا۔

اعلانِ قیامتِ کبریٰ

سو برس ہونے کو آئے جب سے یہ اعلان ہو چکا ہے کہ پیغمبروں نے جس قیامت کے آنے کی خبر دی تھی وہ آچکی ہے "الیوم الموعود"۔ "الساعۃ"۔ "یوم القیمۃ" "اجل اللہ"۔ "یوم البعث"۔ "یوم الفصل" "الیوم الاخر"۔ "یوم التلاق"۔ جس موعودہ زمانے کے نام ہیں وہ آگیا ہے۔ حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ نے اس حقیقت کا اعلان فرمایا اور اس کے متعلق تمام حقائق بیان فرما دیئے۔ حضرت رسول اللہ نے قرآن مجید میں اس قیامت کے متعلق پیشگوئی کو حدِ کمال تک پہنچا دیا تھا۔ حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کے ظہور نے وعدے اور خبر کو واقعہ بنا دیا۔ اب اہلِ نظر قیامت کی تمام بشارتوں کو واقعات کی شکل میں نمودار دیکھتے ہیں۔

یہ امر قدرت کے عجائبات میں سے ہے کہ دینِ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک زبردست عقیدہ قیامت کو مسلمان اس قدر بھول گئے کہ اس کا سچا مفہوم بھی ذہن میں نہ رہا بلکہ ایک خیالِ موہوم دماغوں پر چھا گیا۔ قرآن مجید کی آیاتِ بینات کچھ کہتی ہیں اور مسلمان کچھ سمجھ رہے ہیں۔ تعجب پر تعجب یہ ہے کہ قیامت کی حقیقت کو نہ صرف عام مسلمان ہی بھول گئے بلکہ علمائے اسلام بھی حقیقتِ قیامت سے بے علم ہو گئے۔ اور نہ صرف چند علما۔ بلکہ جس دن سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی آجتک تمام علمائے امت اس غلط فہمی میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ قرآن مجید جو کچھ قیامت کی حقیقت بتا رہا ہے وہ علماء کے حاشیۂ خیال میں بھی باقی نہیں رہی۔ علماء محض تقلید اور عدم تدبر کے باعث کائناتِ ہستی کے فنا ہو جانے کو قیامت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید کے ایک لفظ سے بھی یہ ثابت نہیں۔ ہم اس امر پر بارہا روشنی ڈال چکے ہیں اور آجتک کوئی عالم ایسا نہ نکلا جو فنائے کائنات کو قیامت ثابت کر سکتا۔ کسی عالم نے قرآن مجید سے آجتک ایک بھی ایسی آیت اس مدعا کے ثبوت میں پیش نہیں کی جس سے مبرہن ہو جاتا کہ قرآنِ مجید میں فنائے کائنات کو قیامت کہا ہے۔ جو بعض آیات ہمارے سامنے پیش کی گئیں ہم نے ان سب کا مدلل جواب دے دیا۔ جس کے بعد ابھی تک کوئی آیت پیش نہیں کی گئی جو ثابت کرتی کہ فنائے کائنات کا نام قیامت ہے۔ ہم نے لغت کے لحاظ سے بھی واضح کر دیا ہے کہ قیامت تو قیام و بقا کو کہتے ہیں۔ گرنے اور مٹنے کا نام قیامت ہو ہی نہیں سکتا۔

علمائے امت میں سے وہ ائمہ ھدیٰ بھی ہیں جو قیامت کے حقیقی مفہوم کے لئے بعض اشارات فرما گئے ہیں۔ مگر قرونِ اولیٰ کے بعد جب قیامت سے مراد فنائے کائنات قرار دی گئی تو یہ غلط فہمی اس قدر عالمگیر ہو گئی کہ تمام علمائے خلف اس میں مبتلا ہو گئے۔ اور آجتک اسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ جو عقیدہ قرآن سے ثابت نہیں ہوتا اسے اسلامی عقیدہ قرار دے رہے ہیں اور جو حقیقت قرآن سے ثابت ہوتی ہے اس کا انکار کر رہے ہیں۔

یہ ہمہ گیر ذہنی تاریکی اور ہولناک دینی غلط فہمی نہایت حسرت و افسوس کے قابل ہے اور ایسی عالمگیر فراموشی و بے راہی میں فطرتاً

ایسے ظہورِ پُرنور کی ضرورت پیدا ہوئی جو حجاباتِ اوہام کو اُٹھا کر چہرۂ حقیقت کو بے نقاب کردے۔ مگر ظاہر ہے کہ اِس قدر عالمگیر غلطی کا پردہ اُٹھانا کوئی معمولی کام نہیں یہ کام صرف خداوند علام کی تائید پانے والا مصلح و مامور ہی کر سکتا ہے۔ اسی بات کو قرآن مجید میں یوں ظاہر فرمایا ہے کہ :-

اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ

قیامت قریب آگئی ہے خدا کے سوا کوئی اُس کے چہرے سے نقاب نہیں اُٹھا سکتا۔

حضرت باب اور حضرت بہاءاللہ کی حقانیت پر یہی امر ایک شاہدِ ناطق ہے کہ اُنھوں نے خدا کے حکم سے قیامت کی نقاب کُشائی فرمائی اور وہ حقیقت جو سب کی نظر سے پوشیدہ ہوگئی تھی ظاہر و آشکار فرمادی۔ اس نئے زمانہ میں یقیناً یہ ایک زبردست علمی معجزہ ہے جو حضرت باب اور حضرت بہاءاللہ کے خدائی علم کا شاندار نشان ہے۔

اس معجزہ کا دوسرا عجیب پہلو یہ ہے کہ موعودہ قیامتِ کبریٰ کی نہ صرف حقیقت حضرت باب اور حضرت بہاءاللہ نے ظاہر فرمائی بلکہ یہی دو وجود مقدس ہیں جنھوں نے یہ اعلان فرمایا کہ ہمارے ظہور سے قیامتِ کبریٰ نمودار ہوگئی ہے۔ دُنیا کی ابتدا سے آجتک یہ نہیں ہوا کہ کسی مدّعی نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ قیامتِ کبریٰ کا وقت یہی ہے جسمیں ہم ظاہر ہوئے ہیں۔ کسی سچے مدّعی نے تو اس لئے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ امرِ الٰہی کے بغیر کچھ دعویٰ نہیں کرتا اور خداوندِ عالم نے کسی کو حکم نہ دیا تھا کہ وہ یہ اعلان کرے کہ میرا ظہور اور میرا زمانہ قیامتِ کبریٰ ہے۔ بلکہ ہر سچے پیغمبر نے یہی اعلان فرمایا کہ قیامتِ کبریٰ کا زمانہ آنے والا ہے کوئی سچا پیغمبر کیونکر کہہ سکتا تھا کہ میرا زمانہ قیامتِ کبریٰ کا زمانہ ہے جبکہ اُسے خدا کا حکم نہ ملا تھا۔ سچا پیغمبر تو سرِ مو اپنے مقام سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اُس کا تو یہی قول ہوتا ہے

ع اگر یک سرِ موئے برتر پرم
فروغِ تجلّیٔ بسوزد پرم

اب رہے جھوٹے مدّعیانِ نبوت و رسالت۔ تو اُن میں سے بھی کسی کو یہ کہنے کی مجال نہ ہوئی کہ قیامتِ کبریٰ کا زمانہ آگیا ہے۔ کیونکہ جھوٹا مدّعی تو اندھا ہوتا ہے۔ اُسے عالمِ حقیقت کی کیا خبر۔ اِس لئے ممکن ہی نہ تھا کہ جس امر کا اعلان قبل از وقت کوئی سچا پیغمبر نہیں کر سکتا تھا کوئی جھوٹا کر سکتا کاذب مدّعی تو اندھا اور مُردہ ہوتا ہے۔ اُس کی دسترس حقائقِ الٰہیہ تک نہیں ہو سکتی۔

دُنیا کی تاریخ میں جس طرح یہ واقعہ ہے کہ سچے پیغمبر قیامتِ کبریٰ کے آنے کی خبر دیتے رہے ہیں ویسے یہ بھی قطعی ہے کہ صرف حضرت باب اور حضرت بہاءاللہ نے اپنے ظہور میں یہ اعلان فرمایا ہے کہ قیامتِ کبریٰ آگئی ہے۔ دُنیا نے پہلی بار یہ آواز اسی دَور میں سُنی ہے اور یہی آخری بار ہے۔ کیونکہ قیامتِ کبریٰ جس کا وعدہ تھا ظاہر ہو چکی ہے اور اس کا اعلان ہو چکا۔ اب کیا باقی رہا۔ اب یہ دور چل رہا ہے۔

بہرحال ہم تمام علمائے کرام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ حقیقتِ قیامت پر غور فرمائیں۔ صرف تقلید پر قانع نہ رہیں ہم نے آجتک بہائی میگزین اور پیامبر میں قیامت کے متعلق جو مقالات لکھے ہیں اُنھیں ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ علم و عرفان کی نئی دُنیا کس طرح آراستہ ہو رہی ہے۔

کائنات کے فنا ہو جانے کا نام قیامت نہیں ہے اور لوگ مر کر قبروں میں نہیں پڑے رہتے نہ کوئی ایسا دن آئیگا جب

لوگ زمین کی قبروں سے نکال کر زندہ کئے جائینگے۔ اور میدانِ محشر میں خدا کے تخت کے سامنے لائے جائینگے اور وہ خدا کو اس طرح دیکھیں گے جیسے کسی مادی چیز کو دیکھتے ہیں" — یہ باتیں خلافِ قرآن اور خلافِ علم و عرفان ہیں۔ ہم اِن کے متعلق بارہا لکھ چکے ہیں۔ علمائے کرام ہماری تحریرات ملاحظہ فرما کر کھلے دل سے تنقید فرمائیں۔ ہم ہر تنقید کو نہایت آزادی اور خوشی سے پڑھیں گے۔

یاد رہے کہ ہم عالمانہ بحث کو پسند کریں گے۔ یہ عامیانہ باتیں کہ "سب لوگ ایسا مانتے ہیں" یا "تفسیروں میں ایسا لکھا ہے" یا ہمارے بزرگوں کا یہ عقیدہ تھا ہمارے لئے قابلِ التفات نہیں۔ ہم حجت و برہان چاہتے ہیں جو کلامِ الٰہی سے پیش کی جائے۔ اگر کلامِ الٰہی میں کوئی ایسی آیت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ فنائے کائنات کا نام قیامت ہے تو پیش فرمایئے ہم نہایت ممنون ہونگے۔ پھر جو کچھ ہم عرض کریں اسے بھی غور سے سنئے گا۔

اس وقت تک جناب "مولوی فاضل" ثناء اللہ صاحب مُدیر اہلحدیث امرتسر نے ہمارے مقالاتِ قیامت، اہلحدیث میں نقل فرما کر جواب دینے کی کوشش فرمائی ہے۔ ہم نے بھی جواب الجواب میں اپنے دلائل پیامبر میں شائع کئے ہیں۔ ہمارے آخری مقالے کے بعد جناب موصوف نے ابھی تک کچھ نہیں لکھا۔ ہم منتظر ہیں۔ بہتر ہو کہ جو بات شروع کی جائے اُسے آخری حد تک پہنچا دیا جائے۔

فاضل مُدیر اہلِ حدیث کی خدمتِ عالی میں یہ بھی گذارش ہے کہ نفسِ مطلب کی تحقیق کا رنگ محض عالمانہ ہونا چاہیئے یہ کہنا کہ بہائی تحریف کر رہے ہیں یا یہ کہ وہ قرآن کو نہیں سمجھتے۔ یہ عالمانہ گفتگو نہیں ہے۔ ایسی باتوں سے کوئی فائدہ نہیں۔ اصل مطلب پر علمی دلائل آپ جس قدر زبردست اور جتنے زیادہ تحریر فرماسکیں ہمارے لئے باعثِ مسرت ہے اور اس سے تمام لوگ فائدہ اُٹھائینگے اور جناب کا شکریہ ادا کریں گے۔

ناظرینِ کرام! پیامبر اور اہلحدیث کے درمیان جو علمی مذاکرہ قیامت کے متعلق ہو رہا تھا اس کے متعلق خود جناب مولانا ثناء اللہ صاحب مُدیر اہلحدیث نے ۱۴ مارچ ۱۹۴۱ء کے اہلحدیث میں ایک اپنے نامہ نگار کا مضمون شائع فرمایا ہے جسے آپ کی اطلاع کے لئے ہم یہاں نقل کرتے ہیں:-

قیامت کی حقیقت
اور
بہائی عقیدہ

(از قلم جناب بابو محمد حسین صاحب عابدی از بریلی)

گذشتہ ایام میں جناب محترم مُدیر اہلحدیث مدظلہٗ نے رسالہ بہائی اور پیامبر کے جواب میں مسئلہ قیامت کے متعلق لکھنا شروع کیا تھا۔ میں جو مذہبی مضامین پڑھنے کا شائق ہوں طرفین کے دلائل کو بغور دیکھ رہا تھا۔ لیکن مُدیر محترم نے کچھ دنوں سے بالکل خاموشی ہی اختیار کر لی۔ اور مسئلہ زیرِ بحث ادھورا سا رہ گیا۔

کئی سال ہوئے ایک بہائی نے رسالہ بہائی میگزین میں اسی مسئلہ قیامت کے متعلق ایک سوال کیا تھا۔ جسپر علماءِ دیوبند بریلی اور مونگیر نیز مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور۔ مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان اور محترم مُدیر صاحب اہلحدیث کو

مخاطب کیا گیا تھا۔ میرے نزدیک دیوبندی علماء ہوں یا بریلوی اور مونگیری — اس مسئلہ قیامت کے متعلق کچھ بہتر نہیں لکھ سکتے کیونکہ ان کو ان مناظرات سے دلچسپی نہیں ہے۔ البتہ امیر جماعتِ احمدیہ لاہور اور خلیفہ صاحب قادیان کو ضرور دعویٰ ہے کہ وہ دُنیا کے تمام مذاہب پر ریویو کر سکتے ہیں۔ نیز قرآن دانی میں بھی اپنے آپ کو باقی فِرقِ اسلام سے اعلیٰ پایہ پر خیال کرتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے اُن کے راستے میں ایک بہت بڑا پتھر حائل ہے جسے ہٹا دینا اُن کی طاقت سے باہر ہے اور وہ یہ ہے کہ جناب مرزا صاحب نبی مسیحیت نے خود اپنی کتاب میں قیامت کی آیات کو اپنے اور اپنے زمانے پر چسپاں کیا ہے۔ اور پھر لطف یہ کہ کسی خوف سے یہ بھی فرما گئے ہیں کہ قیامت کی آیات دونوں طرف کام میں لائی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں :-

"وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ۔ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝ یہ آیتیں ذوالوجوہ ہیں۔ قیامت سے بھی تعلق رکھتی ہیں اور اس عالم سے بھی" (شہادۃ القرآن ص۲۵ طبع)

ظاہر ہے کہ جب اُن کے پیر و مرشد نے اس اہم مسئلہ میں دو کشتیوں میں پاؤں رکھا ہوا ہے تو مُرید بیچارے کیا کر سکتے ہیں اور اُن کا ذاتی علم یہاں کس کام آ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قادیانی اور لاہوری اصحاب اہل سنّت سے اصولی بحث نہیں کر سکتے۔ میں یہ الفاظ علیٰ وجہ البصیرت کہہ رہا ہوں۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ ڈاکٹر بشارت احمد، مولوی عمر الدین، مولوی اللہ دتا مولوی فضل الدین وغیرہم نے وقتاً فوقتاً کیا لکھا ہے اور کیا لکھتے رہتے ہیں۔ گویا وہ بیہائیت پر اعتراض تو کر سکتے ہیں۔ لیکن قولاً اپنے عقائد کو اُن کے مقابل صحیح ثابت نہیں کر سکتے۔ انصاف سے دیکھئے تو یہ بات کس قدر افسوسناک ہے۔

الغرض لے دیکر حضرت مولانا مدیر اہلحدیث مدظلہٗ کی ذاتِ گرامی پر بھروسہ تھا۔ بقول شخصے ؎

ہم مریضوں کی ہے تمھیں پہ نگاہ
تم مسیحا ہو خدا کے لئے

چنانچہ آپ نے جواب دیا اور بحث میں وقتاً فوقتاً حصہ لینے لگے۔ لیکن آخر کار نامکمل چھوڑ دیا۔ یہانتک کہ پیامبر بابت فروری ۱۹۴۱ء بایں الفاظ ایک مضمون بعنوان "قیامت اسی دُنیا میں" نکلا جس کی پہلی سطور درج ذیل ہیں :-

"ہم نے مختلف دلائل سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ فنائے عالم کا نام قیامت نہیں ہے نہ اس کُرہ کے فنا کے بعد قیامت ہے۔ بلکہ قیامت اسی دُنیا میں ہوتی ہے۔ ہر صاحبِ شریعت پیغمبر کی آمد سے گذشتہ اُمت کا حساب و کتاب لیا جاتا ہے۔ انھیں جزا سزا، ترقی و ہلاکت ملتی ہے۔ ایک نئی اُمت برپا ہوتی ہے۔ عالم انسانی کا ایک نیا قیام ہوتا ہے۔ قیامت کی حقیقت یہی ہے۔ کائناتِ ہستی کے فنا ہونے اور معدوم ہو جانے کا نام قیامت نہیں ہے۔" (صفحہ ۲۲)

سچ بات یہ ہے کہ ابتک کی بحث کا تو یہی نتیجہ صحیح ہے جو پیامبر نے لکھا ہے آئندہ خدا بہتر جانتا ہے کہ کب وہ آیات قرآن مجید سے پیش ہونگی جو اہل اسلام کے متفقہ عقیدہ قیامت کو ثابت کرتی ہونگی۔

میں ان سطور کے ذریعے سے حضرت مولانا صاحب مدظلہٗ کے

لے قرآن مجید میں مَا کا لفظ نہیں بلکہ اس کی جگہ مَنْ ہے (صابری)

علاوہ دیگر محقق علماء کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ وہ قیامت کے متعلق بہائی عقیدہ معلوم کرنے کے بعد اسلامی عقیدہ کو قرآن مجید سے ضرور ثابت کرنے کی کوشش فرماویں۔ کیونکہ تقلیداً کسی بات کو ماننا تو درست نہیں ہے۔ ایمان کی بنیاد تحقیق پر ہونا چاہیئے۔

علاوہ اس کے یہ بات بھی سوچنے کی ہے کہ جب مرزا صاحب قادیانی جیسے شخص کے پیچھے ہندوستان اور پنجاب کے ہزاروں مسلمان محض مسئلہ وفاتِ مسیح کی وجہ سے لگ گئے۔ حالانکہ حیات و ممات مسیح نہ تو جزوِ ایمان ہے اور نہ ہی مرزا صاحب نے اسے اپنے الہام سے منکشف کیا ہے تو جب مسئلہ قیامت کی بہائیت کے عقیدے کے مطابق اشاعت ہو جائے گی اور علمائے کرام مسکت جواب نہ دے سکیں گے تو اہل اسلام کا کیا حال ہوگا۔ حالانکہ یہ مسئلہ قیامت مسلمانوں کا جزوِ ایمان ہے اور قرآن مجید میں توحید باریتعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ اسی کا بیان ہوا ہے

نیز یہ کہ اس کا انکشاف بھی بہائی پیشواؤں نے کیا باقی سب تفاسیر اس کے خلاف ہیں ؂"

علمائے کرام سے چند سوالات

یہ جو کہا جاتا ہے کہ دینِ اسلام مکمل ہے۔ اب اس کے بعد کسی نئی تعلیم کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ میں نے اس کے متعلق پیامِ مہر مئی ۱۹۴۱ء میں علمائے کرام سے چند سوالات کئے تھے۔ اسی سلسلہ میں چند اور سوالات بھی عرض کرتا ہوں اور امیدوار ہوں کہ علمائے کرام ضرور جواب باصواب سے ممنون فرمائیں گے پہلے چھ سوال پیش کر چکا ہوں اب آگے چلتا ہوں۔

ساتواں سوال:- قرآن مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے مَا یُقَالُ لَکَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِکَ۔ اے محمدؐ! آپ کو وہی کہا جا رہا ہے جو پہلے رسولوں سے کہا جا چکا ہے۔ مقصد یہ کہ آپ جو تعلیم دنیا کو دے رہے ہیں وہی ہر جو گذشتہ پیغمبروں نے دی ہے۔ جو کچھ آپ کو خدا نے کہا ہے یہی سب کچھ پہلے پیغمبروں سے بھی کہا تھا۔ گذشتہ پیغمبروں کی تعلیم اور آپ کی تعلیم ایک ہی ہے۔ آپ کی تعلیم کوئی نئی تعلیم نہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ دینِ محمدی وہی دینِ قدیم ہے جو گذشتہ پیغمبروں نے سکھایا ہے تو پھر آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کے یہ معنی کہ آج دین کامل ہوا ہے کیونکر درست ہو سکتے ہیں؟ اگر پہلے دین ناقص تھے تو یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ جو کچھ پہلے پیغمبروں کو تعلیم دی گئی تھی وہی آپ کو دی جا رہی ہے۔ اور اگر دونوں تعلیمات ایک ہی ہیں تو ایک ناقص اور ایک کامل کیسے ہوگئی؟

آٹھواں سوال:- قرآن مجید میں خدا تعالیٰ گذشتہ

رسولوں اور نبیوں کا ذکر فرما کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدَاھُمُ اقْتَدِہْ۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں خدا نے ہدایت دی سو آپ اُن کی ہدایت کی اقتدا کیجئے۔

اگر رسول کریمؐ کی لائی ہوئی ہدایت پہلے رسولوں اور نبیوں سے اس معنی میں کامل ہے کہ پہلے رسولوں کی ہدایت اسکے مقابلہ میں ناقص ہے تو آیت مذکورہ بالا کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا پڑیگا کہ خدا نے کامل کو ناقص کی اقتدار کا حکم دیا ہے جو معقول نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس نکتہ کو نہایت خوبی سے حل کرنا چاہیے۔

نواں سوال:- اُمتِ موسوی میں بہت سے فرقے ہوگئے اختلافات نے زور کیا۔ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ ولقد اٰتینا موسی الکتاب فاختلف فیہ۔ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی۔ اسمیں اختلاف کرلیا گیا۔ ایک کتاب کے ماننے والوں میں تفرقے ہوگئے۔ بہت سے گروہ بن گئے۔ ہر گروہ کتاب کا مطلب اپنے خیال کے مطابق بیان کرنے لگا ایسی حالت کا ذکر فرما کر خدائے تعالیٰ فرماتا ہے فَلِذٰلِکَ فَادْعُ اس لئے اے رسول! آپ دعوتِ حق دیجئے۔

اِس بیان سے واضح ہوگیا کہ ایک کتاب شریعت رکھنے والی اُمت میں اختلاف ہوجانے پر خدا نے نئی صاحب شریعت پیغمبر کو بھیجا۔ تو اب جبکہ مسلمانوں میں یہودیوں سے زیادہ اختلاف برپا ہوگیا ہے۔ خدا تعالیٰ کیوں جدید صاحبِ شریعت پیغمبر نہ بھیجے۔

کہا جاتا ہے کہ تورات میں تحریف ہوگئی تھی اور اصل تورات باقی نہ رہی تھی۔ مگر قرآن شریف حرف بحرف ویسا ہی موجود ہے جیسا نازل ہوا تھا۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ یہ تو اور بھی شرم کی بات ہے کہ یہودیوں میں تو تورات کی تحریف کی وجہ سے اختلاف ہوگئے تھے۔ مگر مسلمانوں میں اصل کتاب بعینہٖ موجود ہوتے ہوئے یہود سے زیادہ اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اگر کوئی دستاویز کرم خوردہ ہوجائے یا جگہ جگہ سے پھٹ جائے ایسا کہ پڑھا نہ جاسکے اور اُس کی عبارت صاف سمجھ میں نہ آئے تو ایسی اختلافِ رائے ہوجانا کوئی نرالی بات نہیں۔ لیکن عجیب تو یہ ہے کہ دستاویز سنہری اور جلی حروف میں بحالتِ اصلی موجود ہو مگر اُس کے پڑھنے والوں میں اس کے مطلب کی نسبت خراب شدہ دستاویز سے بھی زیادہ اختلاف پایا جائے۔

اب سوال یہ ہے کہ صرف یہ بات کہ دستاویز اصلی اور مکمل ہے کیا مفید ہوسکتی ہے بے شک دینِ اسلام مکمل ہے۔ قرآن مجید محفوظ ہے مگر اُمت میں اس قدر عظیم اختلاف ہے جو گذشتہ اُمتوں کے اختلاف سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہی ہے۔ اب اُمت کا متحد ہونا محال نظر آتا ہے۔ پس واقعات پر نظر ڈالتے ہوئے صرف تکمیل و حفاظت کا خیال کیا فائدہ پہنچا جاسکتا ہے؟

دسواں سوال تورات کے متعلق بھی خدائے تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے تَمَامًا عَلَی الَّذِیْ اَحْسَنَ وَتَفْصِیْلًا لِّکُلِّ شَیْءٍ کہ تورات کامل اور ہر چیز کی تفصیل تھی؛

ظاہر ہے کہ جسمیں ہر چیز کی تفصیل [illegible] اُسی کو کامل کہتے ہیں۔ اسی لئے بائبل مقدس میں لکھا ہے کہ "خدا کی تورات کامل ہے"

اب سوال یہ ہے کہ تورات کامل و مکمل اور ہر چیز کی تفصیل تھی پھر بھی اسکے بعد خدا نے اور کتاب و شریعت بھیجی تو قرآن شریف کے بعد کیوں نہیں بھیج سکتا۔ اگر یہودی انکارِ قرآن میں حق بجانب نہیں تو مسلمان یہودیوں کے نقشِ قدم پر چلکر کیونکر حق بجانب ہوسکتے ہیں؟ (محقق)

جنگ کے بعد امنِ عالم

انسان جواہرات کی کان ہے۔ کمالات کے قیمتی موتی اُس میں موجود ہیں۔ وہ موتی تربیت کے ذریعے جلا پاتے ہیں۔

جوہرِ انسانی کو جلا دینے والے روحانی مربی ہوتے ہیں جیسے ایک لقطہ سے بے شمار حروف بن جاتے ہیں ویسے ہی روحانی تربیت حاصل ہونے پر انسان سے بے شمار کمالات ظاہر ہوتے ہیں۔ جو کثیر التعداد آدمیوں پر اپنے اثرات نمایاں کرتے ہیں۔

انسان ایک طلسمِ اعظم ہے۔ پیغمبر اسی لئے آتے ہیں کہ انسان کے مخفی کمالات کو عالمِ ظہور میں نمودار کریں۔ آج تک یہی ہوتا رہا ہے اور آئندہ بھی یہی ہوتا رہیگا۔ نوعِ انسان کو معراجِ کمال زیادہ سے زیادہ حاصل ہوگا۔

آسمانِ قدرت سے نازل شدہ کتابوں کو چشمِ بصیرت سے دیکھئے سب کا مقصد یہی ہے کہ انسان اپنے کمالاتِ ہستی میں ارتقا حاصل کرتا جائے یہانتک کہ تمام عالمِ انسانی وحدت کا جلوہ گاہ بن جائے اور سارا جہان ایمان و امان کا گہوارہ نظر آئے۔

اِسوقت تک جو کچھ بہبودی و اصلاح دنیا میں ہوئی ہے وہ پیغمبروں اور روحانی مربیوں کے ذریعے ہوئی ہے۔ اگر پیغمبروں کی تاثیرات و تعلیمات نہ ہوتیں تو دنیا اب بھی صرف وحشت کدہ ہوتی جہاں بربادی کے سوا کچھ نظر نہ آتا۔ روحانی مربیوں کے فیض کی دنیا گلزار بن گئی ہے۔ انھوں نے لوگوں کو مضرت رساں کاموں سے بچایا۔ اور امن و سلامتی کا راستہ دکھایا ہے۔ پیغمبروں نے نظمِ عالم کا پاک خیمہ بلند کر دیا ہے۔ قوموں کے درمیان عرفان اور دوستی کے جھنڈے لہرا دیئے ہیں۔

اب وہی لوگ اختلاف و فساد کرتے ہیں جو درصل پیغمبروں کی صحیح تعلیمات سے بے خبر یا منکر ہیں یا عمل میں غافل ہیں۔ حالانکہ سب انسانوں کو اتحاد و اتفاق کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ مگر وہ اپنی فطرتِ اصلیہ سے دور ہوکر لڑائی جھگڑے کی دوزخ میں گھستے چلے جارہے ہیں۔ دنیا میں انقلابِ عظیم ہو رہا ہے۔ خوف و ہراس چھایا ہوا ہے۔ جنگ، فنا کا بگل بجا رہی ہے۔ ہر روز تباہی و بربادی کی خبریں آرہی ہیں۔

اگر انسان خدا اور پیغمبروں کی ہدایات کو قبول کرتے تو یہ ہلاکت نصیب نہ ہوتی۔ آپس میں صلح و صفائی ہوتی۔ محبت و مسرت کے مل کر زندگی بسر کرتے۔

مالکِ فطرت نے سب افراد و اقوام کو ایک ہی درخت کی شاخیں اور پتے بنایا ہے۔ لیکن کس قدر افسوس ہے کہ اقوامِ عالم کے اعمالِ بد اور بغض و حسد کی بادِ سموم نے نوعِ انسان کے تناور درخت کو جھلس دیا ہے۔ اُس کے پتے فساد کی آندھیوں سے جھڑ جھڑ کر گر رہے ہیں۔ اُس کی شاخیں خشک ہو رہی ہیں۔ بلکہ ایک شاخ دوسری شاخ کو کاٹ رہی ہے۔

چاہیئے تھا کہ سب ایک ہوتے۔ سب امن و امان سے رہتے ہم سب کے ہاتھوں میں محبت کا جھنڈا اور مسرت کا پھریرا ہوتا۔ مگر اسوقت تو انصاف کا آفتاب ظلم و ستم کی بدلیوں میں چھپ گیا ہے اور اُفقِ عالم تاریک ہو رہا ہے۔ قہر و غضب کی بجلیاں چمک رہی ہیں

مصیبت وسیبت کے بادل گرج رہے ہیں۔ اس بلائے بے درمان کا علاج صرف یہی ہے کہ دنیا اِس فرمان پر عمل کرے جو آج خدا نے حضرت بہاء اللہ کے ذریعے تمام اہل جہان کو دیا ہے جسمیں حکم ہے کہ ہر قسم کا تعصب چھوڑ دو۔ مذہب اور وطن کے نام سے چھوٹ نہ ڈالو مساوات، اخوت، وحدت کے اصول کو مضبوط تھام لو۔ دلوں کو پاک کرو اور سب کی بھلائی چاہو۔ خود غرضی۔ فرقہ پرستی اور نفس پرستی سے دست بردار ہو جاؤ۔ یہ زمانہ نئی ترقیات کا زمانہ ہے۔ نئی تجلیات کا دَور ہے۔ سب کو متحد ہو کر رہنا چاہیئے۔ جو بات محبت و اتحاد کے خلاف ہو اُسے بالکل ترک کر دینا چاہیئے۔ تمام نوعِ انسان کو ایک دل ہو کر کام کرنا چاہیئے۔ تمام بادشاہوں کو آپس میں مِل کر دُنیا کا انتظام کرنا چاہیئے

جب اس پیغام کو اہل عالم قبول کر کے عمل کرینگے، یہ جہنمی دُنیا فردوسِ بریں ہو جائے گی اور یقینی بات ہے کہ خواہ جنگ فساد کی کتنی ہی آندھیاں آئیں آخر کار صلح وسلامتی کا وقت آکر رہیگا۔

بہائی بچّوں کا سبق

پیغمبر کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ کا حکم لانے والے پیغمبر ہوتے ہیں۔ پیغمبر لوگوں کو اچھی اچھی باتیں بتاتے ہیں اور بُری باتوں سے بچاتے ہیں۔ جو لوگ پیغمبروں کی باتیں مانتے ہیں اور اچھے کام کرتے ہیں وہ خدا کے پیارے بندے ہوتے ہیں۔

پیغمبر آج تک آتے رہے ہیں اور آئندہ بھی آتے رہینگے اور نئی شریعت بھی لاتے رہیں گے۔

خدا کی کتاب پیغمبر خدا کی کتاب لاتے ہیں۔ اِس کتاب میں خدا کے حکم ہوتے ہیں جو لوگ اُن حکموں کو قبول کرتے ہیں وہ مومن کہلاتے ہیں اور اچھے آدمی بن جاتے ہیں۔ خدا کی کتاب سب کتابوں سے اچھی ہوتی ہے۔ کوئی آدمی ایسی کتاب نہیں بنا سکتا۔ اِس زمانے میں حضرت باب خدا کی کتاب لائے ہیں۔ حضرت بہاء اللہ بھی کتاب الٰہی لے کر آئے ہیں۔ ہر کتاب کے لئے ایک زمانہ مقرر ہوتا ہے۔ ہر زمانے میں خدا کی کتاب سے ہی تمام دُنیا کے لوگ ہدایت پاتے ہیں۔

سچا دین "دین" اُن باتوں کو کہتے ہیں جو خدا کی طرف سے پیغمبر سب کو بتلاتے ہیں۔ سچا دین ہی دنیا میں سب لوگوں کو اچھا بناتا ہے۔ دین کو چھوڑ کر آدمی جانور سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

سچا دین ایک ہی ہے۔ سب پیغمبروں نے وہی سکھایا ہے۔ جو سب آدمیوں کو نیک بناتا ہے۔ خرابیوں کو دور کرتا ہے۔ دُنیا میں اچھائی اور بھلائی پھیلاتا ہے۔ سچے دین میں کوئی بات غلط نہیں ہوتی۔ سب اچھی باتیں ہوتی ہیں۔ سچا دین ایک ہی ہے جو دنیا میں طرح طرح سے آیا ہے۔ مُلکوں کی زبانیں مختلف ہونے کی وجہ سے

دین کی باتیں بھی مختلف زبانوں میں بیان ہوئی ہیں۔ مگر سب کی حقیقت ایک ہی ہے۔ جیسے سورج کو عربی میں شمس کہتے ہیں۔ فارسی میں خورشید کہتے ہیں۔ انگریزی میں سن کہتے ہیں۔ سنسکرت میں سوریہ کہتے ہیں نام کئی ہوگئے مگر سورج تو ایک ہی چیز ہے۔

نئی شریعت

جب سے دنیا ہے تب سے خدا کی نئی شریعت آتی رہی ہے۔ آئندہ بھی جب خدا کی مرضی ہوگی نئی شریعت آئے گی۔ کوئی آدمی خدا کی طرح شریعت نہیں بنا سکتا۔ ہر شریعت اپنے وقت کے لئے پوری اور کامل ہوتی ہے۔

اس زمانہ میں حضرت بہاءاللہ جو شریعت لائے ہیں وہ سب آدمیوں کے لئے کامیابی کا راستہ ہے۔ سب قوموں کو اسی شریعت پر چلنا چاہئے۔ یہی خدا کا حکم ہے۔ اسی میں سب کی بھلائی ہے۔

قیامتِ کبریٰ

آج تک جتنے نبی آتے رہے وہ یہ خبر دیتے رہے کہ ایک نیا زمانہ آنے والا ہے جسے قیامتِ کبریٰ کا وقت کہتے ہیں۔ سب پیغمبروں نے بتایا تھا کہ اس وقت حضرت بہاءاللہ ظاہر ہوں گے۔ پہلے حضرت باب آئیں گے اور کہیں گے کہ اب حضرت بہاءاللہ جلد ظاہر ہونے والے ہیں۔ سب لوگوں کو چاہئے کہ دل و جان سے تیار ہو جائیں کہ جس وقت حضرتِ بہاءاللہ ظاہر ہوں فوراً سب لوگ قبول کرلیں۔

حضرت باب نے ایران میں سب کو تیار کر دیا۔ لوگ دن رات انتظار کرتے تھے۔ حضرت باب کو جو لوگ مان لیتے تھے انھیں دوسرے لوگ بڑی تکلیف دیتے تھے۔ یہاں تک کہ انھیں مار ڈالتے تھے۔ کبھی ماں باپ اور بچوں کو بھی ساتھ ہی مار ڈالتے تھے۔ مگر آپ پر ایمان لانے والے مرنے سے بھی نہیں ڈرتے تھے۔ خوشی خوشی شہید ہو جاتے تھے۔

حضرت باب کو بھی بڑے لوگوں نے شہید کر دیا۔ مگر حضرت باب کا دین پھیلتا چلا گیا۔

حضرت باب کے بعد جب ۱۹ برس ہوئے تو حضرت بہاءاللہ نے سب کے سامنے اعلان کر دیا کہ جس ظہور کی خبر سب پیغمبروں نے اور حضرت باب نے دی تھی وہ میرا ظہور ہے۔ اس بات سے پھر ایک بڑی ہل چل پیدا ہوگئی اور جس کا سب کو انتظار تھا وہ بڑا ظہور ہوگیا۔ پاک روحوں کی دنیا میں یہ گیت سنائی دینے لگا۔

عالمِ غیب سے آرہی ہے صدا — آج نورِ خدا جلوہ گر ہوگیا
دمبدم جا بجا کہہ رہی ہے صبا — مرحبا مرحبا یا بہا یا بہا
اہلِ فردوس خوشیاں منانے لگے — آسمان و زمیں گیت گانے لگے
جملہ حور و ملائک نے مل کر کہا — مرحبا مرحبا یا بہا یا بہا
باغِ رضواں میں بلبل چہکنے لگی — سارے عالم میں خوشبو مہکنے لگی
گلشنِ دہر میں کیا نیا گل کھلا — مرحبا مرحبا یا بہا یا بہا
جس کے سب منتظر تھے نبی اور ولی — کھل گئی اس کی آمد سے دل کی کلی
عاشقوں کا دلی مدعا مل گیا — مرحبا مرحبا یا بہا یا بہا

حضرت بہاءاللہ نے جو جو باتیں سکھائی ہیں اُن میں سے تھوڑی سی باتیں یہ ہیں۔

پہلی بات

خدا نے فرمایا ہے کہ بندوں کو سب سے پہلا کام یہ کرنا چاہئے

کہ وہ خدا کے پیغمبر کو پہچان لیں۔ جو کوئی پیغمبر کو پہچان لیتا ہے وہ ساری بھلائی پالیتا ہے۔

دوسری بات

ایمان اور عمل دونوں ساتھ ہیں۔ خدا کے سب حکموں پر عمل کرنا ضروری ہے۔

تیسری بات

خدا کے سب پیغمبر ایک ہیں۔ سب دین ایک ہیں۔

چوتھی بات

سب آدمی ایک ذات ہیں۔ مرد عورت کا درجہ برابر ہے

پانچویں بات

ساری دنیا ہمارا دیس ہے اور ہم سب ایک ہیں۔

چھٹی بات

ہر لڑکے اور ہر لڑکی کو پڑھانا اور لکھانا چاہیئے۔

ساتویں بات

علم اور عقل کے خلاف کوئی بات قبول نہ کرنی چاہیئے۔

آٹھویں بات

سب آدمیوں کو کھانا، کپڑا اور گھر اچھا ملنا چاہیئے۔ ہر ایک آدمی کو کام کرنا چاہیئے۔ کوئی آدمی بھیک نہ مانگے۔ اپاہجوں کے لئے ہر جگہ ایک گھر بنا دیا جائے۔

نویں بات

ساری دنیا میں ایک زبان اور ایک ہی طرح کی لکھائی ہونی چاہیئے۔

ان باتوں کے سوا اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن پر عمل کر کے سب لوگ ترقی کر سکتے ہیں۔ دینِ بہائی اس زمانہ میں خدا کا بنایا ہوا سیدھا راستہ ہے۔ والسلام

درسِ اخلاق

قُدْ حُرِّمَ عَلَیْکُمُ الْقَتْلُ وَالزِّنَا ثُمَّ الْغِیْبَۃُ وَالْاِفْتِرَاءُ

اُستاد - عزیزو! خداوندِ عالم فرماتا ہے کہ "قتل۔ زنا۔ اور غیبت و افترا قطعاً حرام ہیں۔" ان سے بچنا ہر آدمی کا فرض ہے۔ تمام دنیا کے لوگ بھی متفق ہیں کہ یہ برے کام انسان کو تباہ کر دیتے ہیں۔ جو لوگ دینی اعتبار سے ان باتوں پر نظر نہیں ڈالتے وہ بھی مانتے ہیں کہ یقیناً قتل و زنا غیبت و افترا نہایت بُرے کام ہیں۔ سوسائیٹی میں ان باتوں سے ہلاکت کے جراثیم پھیلتے ہیں۔

شاگرد - غیبت کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

اُستاد - کسی شخص کی پسِ پشت اُس کے وہ عیوب یا گناہ بیان کرنا جو واقعی طور پر اُس میں ہوں غیبت ہے۔

شاگرد - اچھا تو کسی شخص میں جو عیب یا گناہ ہے اس کو بھی بیان کرنا حرام ہے؟

اُستاد - جی ہاں۔ خدائی تعلیم یہی ہے کہ لوگوں کے عیوب و گناہ جو واقعی طور پر تمہیں معلوم ہوں وہ بھی کسی دوسرے کے سامنے ظاہر نہ کرو۔

شاگرد - اس طرح تو سوسائیٹی میں گناہوں کی روک تھام مشکل ہو جائے گی۔ جب کسی کے گناہ کا ذکر بھی نہ کیا جا سکیگا تو خود اُس کی اصلاح کیسے ہوگی۔ اور سوسائیٹی کو اس کے بُرے اثر سے کیسے بچایا جا سکے گا؟

اُستاد - کسی کے عیب و گناہ جو واقعی قانونِ شہادت و عدالت

ثابت ہوں اُن کا ذکر صرف ذمہ دار مصلح یا حاکم کے سامنے ہو سکتا ہے تاکہ اصلاح کی جا سکے اور سوسائٹی کو گناہگار کے بد اثرات سے بچایا جا سکے۔ یہ بھی اصلاح کی نیت سے اور پورے ثبوت کے ساتھ ہونا چاہئے ورنہ ہرگز اجازت نہیں کہ بے ثبوت باتیں کسی کے متعلق بیان کی جائیں۔ عدالت بھی کافی اور صحیح ثبوت کے بغیر کوئی بات قبول نہیں کر سکتی۔ جو لوگ عدالت کے لئے مامور ہیں وہی کسی کے متعلق ایسی باتیں سن سکتے ہیں اور جو کہ ایسی ماموریت نہیں رکھتے انھیں کوئی حق نہیں کہ کسی کے عیب و خطا کو سُنیں۔ اگر وہ کان لگا کر سُنیں گے تو وہ خود ایک بڑے گناہ کے مرتکب اور خدا کی عدالت میں قابل مواخذہ ہونگے۔

شاگرد۔ معلوم ہوا کہ کسی آدمی کی خطاؤں کا ذکر پورے ثبوت کے ساتھ ماموریں عدالت و اصلاح کے روبرو کیا جا سکتا ہے۔

استاد۔ جی ہاں۔ آپ نے درست سمجھا۔

شاگرد۔ کسی گناہ گار کو بدنام کرنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ سوسائٹی اس کے بُرے اثرات سے محفوظ رہے گی۔

استاد۔ یہی تو خدائی تعلیم ہے کہ عدالت و اصلاح کے ماورین کے سوا کسی کے روبرو کسی کی کوئی خطا ذکر نہ کی جائے۔ اس سے فائدہ یہ ہے کہ جھوٹے الزام لگانے والوں کی روک تھام ہو سکے ورنہ ہر ایک جھوٹا الزام لگانے والا دلیر ہو جائے گا۔ اور جس کے سامنے چاہے گا اور جس کی نسبت چاہے گا اور جو کچھ چاہے گا بیان کر دے گا۔ اس طرح سوسائٹی میں ایسی گڑبڑ پیدا ہوگی جو سوسائٹی کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دے گی۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ غیبت کرنے والا جب غیبت کرتا ہے اسوقت اس کا دل محبت سے خالی ہوتا ہے اور جب بار بار دل کو محبت سے خالی کیا جائے گا تو آخر ایک دن محبت بالکل ٹھنڈی پڑ جائے گی۔

غیبت کرنے والا اپنے منہ کی سانس سے اپنی بد باطنی کا زہریلا اثر دوسروں تک پہنچاتا ہے اور اس طرح سوسائٹی میں زہرناک ہوا چلنے لگتی ہے۔

لوگوں کے عیوب کا ذکر و افشاء دوسرے کمزور لوگوں کے لئے ہلاکت کا باعث ہو جاتا ہے۔ کمزور لوگ خیال کرتے ہیں کہ جب فلاں فلاں اشخاص میں یہ خرابیاں ہیں تو ہم میں جو خرابیاں ہیں وہ کوئی عیب چیز نہیں ہیں۔ اور اگر ہم خرابیاں کر رہے ہیں تو دوسرے بھی کر رہے ہیں۔ اگر لوگوں نے ہماری خرابیوں پر گرفت کی تو ہم اُن کی خرابیوں پر اُن کی گرفت کرینگے۔ اس طرح کمزور لوگ غلط روایہ اختیار کرنے میں اپنے لئے سہولت و معذرت تلاش کر لیتے ہیں اور ہلاک ہو جاتے ہیں۔

شاگرد۔ بعض لوگوں کو جب غیبت کے متعلق تنبیہ کی جاتی ہے تو وہ کہنے لگتے ہیں کہ ہم نے جو بات کہی ہے وہ بالکل سچی بات ہے۔ اس لئے یہ غیبت نہیں بلکہ اظہار واقعہ ہے۔ غیبت تو جب ہوتی کہ ہم کوئی غلط بات کہتے۔

استاد۔ یہ ایک غلط فہمی ہے کہ جھوٹی بات کو غیبت کہتے ہیں نہیں۔ بلکہ غیبت اسی بات کا نام ہے کہ کسی کی ایک سچی بات جو عیب و گناہ ہے ظاہر کی جائے۔ اگر کوئی خراب بات کسی کے متعلق کہی جائے اور وہ سچ نہ ہو اُسے تو افترا کہتے ہیں۔ افترا اپنی جگہ ایک بڑا گناہ ہے۔ غیبت تو اسی بات کا نام ہے کہ کسی کا واقعی عیب کسی کے سامنے ظاہر کیا جائے۔ اور یہ قتل۔ زنا اور افترا کی طرح حرام قطعی ہے۔ کسی کی غیبت کرنے والا خدا کا باغی ہے۔ انسانیت کا مجرم ہے۔ سوسائٹی کا دشمن ہے۔

شاگرد۔ کیا غیبت میں کوئی باطنی اثر ہے جو انسان کو

نقصان پہنچاتا ہے؟

اُستاد۔ ہرگناہ زہر ہے۔ غیبت بھی سمِ قاتل ہے۔ فطرت کا بنانے والا خداوند عالم فرماتا ہے کہ کسی کی غیبت کرنا ایسا ہے جیسے اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا۔ اب ظاہر ہے کہ مُردہ کا گوشت کھانا کس قدر خطرناک ہے۔ کھانے والا طرح طرح کی بیماریوں میں مُبتلا ہو جائے گا۔ اسی طرح ایک غیبت کرنے والا اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھا کر اپنے آپ کو زہر آلود بنا لیتا ہے۔ یہ زہر آخرکار ہلاک کر کے چھوڑتا ہے۔

شاگرد۔ خُدا کے فضل سے مجھے غیبت سے طبعی نفرت ہے

اُستاد۔ خدا کا شکر کیجئے کہ آپ سلیم الفطرت ہیں۔

حکیم فرفریوس اشراقی کا خط اپنی بیوی کے نام

ماہنامہ پیغام حق لاہور اپریل ۱۹۴۱ء میں جناب پروفیسر یوسف سلیم نے حکیم فرفریوس اشراقی کا ایک تاریخی خط اپنی "فیقۂ حیات کے نام" شائع کیا ہے۔ فرفریوس نے ۳۰۳ء میں ایک سفر سے اپنی بیوی مارسیلیا کو یہ خط لکھا تھا جو چوتھی صدی سے اٹھارھویں صدی تک دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ رہا۔ ۱۸۱۶ء میں ایمبروسین لائبریری واقع شہر میلان (اطالیہ) میں مسٹر کارڈینل مائی کو یہ خط دستیاب ہوا۔ جو انھوں نے شائع کر دیا۔ ہم اس خط کے بعض اقتباسات قدر دانی کے ساتھ نقل کر رہے ہیں۔"

"میری پہلی مخلصانہ نصیحت یہ ہے کہ فلسفہ کا مطالعہ برابر جاری رکھو کیونکہ وہ رُوح کی غذا ہے۔"

عیش و عشرت کی زندگی اور بدکاری میں بعد المشرقین ہے۔ جو شخص جسمانی لذتوں کا گرویدہ ہے وہ کبھی نیک نہیں بن سکتا جس طرح پہاڑ کی چوٹی تک پہنچنے کے لئے بہت مشقت درکار ہے اسی طرح نیکی کے بلند مرتبہ کو حاصل کرنے کے لئے سخت جد و جہد کی ضرورت ہے۔"

"دن رات اس کوشش میں لگی رہو کہ تمہارا طرزِ حیات تمہارے عقائد کے مطابق ہو۔ اگر عقیدہ اور عمل میں مطابقت نہ ہو تو پھر عقیدہ کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اور نہ اُس کی کوئی قدر و قیمت ہے۔ بدی کیا ہے؟ رُوح کا امراض میں مُبتلا ہو جانا۔ اور ہر بدی انسان کے لئے موجبِ ذلت ہے۔ اب چونکہ خدا کی ذات سراپا خیر ہے اس لئے جو شخص خُدا سے ملنا چاہتا ہے اُسے لازم ہے کہ بدی سے بکلی اجتناب کرے۔"

"عقل سے یہ حقیقت واضح ہو سکتی ہے کہ ہر شئی میں خدا کا جلوہ پایا جاتا ہے۔ لیکن عقلمند لوگ اپنے دل کو خاص اُسی کا مسکن بناتے ہیں۔ وہ اس کے سوا کسی اور کو اندر نہیں آنے دیتے۔"

"یاد رکھو۔ خُدا کسی ناپاک رُوح سے رابطہ قائم نہیں کر سکتا خُدا سراسر پاک ہے۔ وہ صرف پاکیزہ ارواح کو پسند کرتا ہے۔"

"قول اور فعل میں مطابقت ہونی چاہئے۔ سچ بول کر ناکامی سے دوچار ہونا جھوٹ بول کر کامیابی حاصل کرنے سے بدرجہا بہتر ہے۔ کیونکہ جو شخص جھوٹ بول کر کامیابی حاصل کرتا ہے وہ دراصل اپنی رُوح کو ناکام بنا دیتا ہے اور اپنی سیرت کو تباہ کر دیتا ہے۔ دراصل وہ گھاٹے میں ہے۔"

"جو شخص راستباز اور متقی نہیں وہ خدا کے احکام کی تعمیل نہیں کر سکتا خواہ وہ معبد میں جا کر قربانی اور عبادت کتنی ہی کیوں نہ پیش کرے۔"

"اگر تم خدا کی نظر میں محبوب بننا چاہتی ہو تو کوئی کلمہ زبان سے ایسا نہ نکالو۔ کوئی فعل ایسا مت کرو جو اس کی مرضی کے خلاف ہو۔"

"یاد رکھو۔ خدا صرف نیکیوں کو اپنا محبوب بناتا ہے اور صرف انھیں کو نصرت عطا کرتا ہے۔ بدکار کی روح خدا سے متنفر ہوتی ہے اور وہ کبھی اس کا تقرب حاصل نہیں کر سکتی۔"

"خدا کو کسی کا قول پسند نہیں وہ صرف عمل کو دیکھتا ہے اور وہی چیز اس کی درگاہ میں مقبول ہو سکتی ہے۔"

"جو شخص عبادت کرتا ہے اپنے لئے کرتا ہے نہ کہ خدا کیلئے جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ خدا میری تعظیم و تکریم کا محتاج ہے وہ دراصل اپنے آپکو خدا سے بھی بڑا قرار دیتا ہے۔ دن رات اس کوشش میں لگی رہو کہ خدا کی ذات کی معرفت حاصل ہو جائے کیونکہ یہی زندگی کا مقصد ہے۔"

"تمھیں تو امین ثلاثہ کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ اوّلاً قانونِ الٰہی۔ ثانیاً قانونِ فطرت۔ ثالثاً قانونِ ملکی۔ اور تم پر ہر سہ قوانین کی اطاعت فرض ہے۔"

"کوئی شخص قانونِ الٰہی کا علم حاصل نہیں کر سکتا جب تک پہلے قانونِ فطرت سے آگاہ نہ ہو جائے۔ اور جو شخص قوانینِ فطرت کی پابندی کرتا ہے وہ ملکی قانون سے کبھی خوفزدہ نہیں ہو سکتا۔"

حرص اور طمع اُن لوگوں میں پائی جاتی ہے جن کی روح اور طبیعت غیر تربیت یافتہ ہوتی ہے۔ جو ضبطِ نفس کی صفت سے محروم ہوتے ہیں۔ اور چونکہ حریص کبھی روحانیت میں ترقی نہیں کر سکتا۔ اس لئے تم ضبطِ نفس پر خاص توجہ مبذول کرو تاکہ یہ بنیادی عیب تمھارے اندر نہ پیدا ہو۔"

"بہت سے لوگ بیوقوفی سے یہ سمجھتے ہیں کہ خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ دولت ہے۔ اس لئے وہ دولت جمع کرنے میں منہمک ہو جاتے ہیں حالانکہ دولت کی بدولت خواہشات کم نہیں ہوتیں بلکہ بڑھتی رہتی ہیں۔ کاش! تم اس نکتہ سے واقف ہو سکو کہ قناعت سب سے بڑی دولت ہے۔"

"تم کبھی پھولوں کی سیج کی تمنا میں اپنے دل کو مبتلائے رنج مت کرنا۔ پاکیزہ زندگی بسر کر کے چٹائی پر سونا، ناپاک زندگی بسر کر کے تختِ شاہی پر بیٹھنے سے کہیں بہتر ہے۔ یاد رکھو جن کے پاس دولت کے انبار ہیں اُن کے دل و دماغ کو مطلق سکون نصیب نہیں ہے۔"

"جسمانی احتیاج ایک فطری امر ہے۔ اگر تمھارا جسم تم سے کھانا طلب کرتا ہے تو یہ بالکل قدرتی بات ہے۔ لیکن یہ جائز نہیں کہ تم اپنی ساری زندگی جسمانی تقاضوں کے پورا کرنے میں صرف کر دو۔"

"تمھارا یہ جسم مقصودِ حیات نہیں ہے بلکہ تمھاری روح کیلئے بمنزلہ لباس ہے۔ اصلی چیز تو روح ہے۔ اس کی تزئین کی طرف اپنی پوری توجہ صرف کرو۔ لیکن بہت کم لوگ اس حقیقت کا احساس کر سکتے ہیں۔"

"پس تم جسم کی طرف زیادہ توجہ مت کرو بلکہ اس امر پر بھی زیادہ توجہ مت کرو کہ تم عورت ہو یا مرد؟ عورت ہو تو کیا۔ مرد ہو تو کیا؟ حقیقی شئے تو روح ہے جو نہ عورت ہے نہ مرد۔ اور میں نے تمھیں عورت سمجھ کر اپنی رفیقۂ حیات نہیں بنایا۔ بلکہ انسان سمجھکر۔ مجھے تم سے اس لئے رغبت نہیں کہ تم عورت ہو۔ بلکہ اسلئے کہ تم پاکیزہ خو ہو۔ نسائیت کا خیال دل سے نکال دو۔ انسانیت کو اپنا مطمحِ نظر بناؤ۔"

سفرِ تبلیغ

جناب ڈاکٹر ایم۔ اے صمدانی صاحب کشمیر تشریف لے گئے۔ سید محفوظ الحق صاحب مدیر پیامبر پال گڑھ گجرات ایک مذہبی کانفرنس میں گئے ہیں۔

حضرت سید کاظم رشتی کی مأموریت

(گذشتہ سے پیوستہ)

میں نے آپ کے بارے میں لوگوں سے پوچھنا شروع کیا اور مجھے پتہ لگا کہ آپ شیراز کے رہنے والے ہیں اور سوداگری آپ کا پیشہ ہے۔ علماء کی جماعت سے آپ کا کوئی تعلق نہیں۔ مجھے یہ بھی پتہ لگا کہ آپ اور آپ کے چچا اور رشتہ دار سب حضرت شیخ احمد اور حضرت سید کاظم کے سچے عاشق اور عقیدتمند ہیں۔ اس جوان نے میرے دل کو آگ لگا دی۔ اس نظارہ و ملاقات کی بدولت مجھے بے قرار کئے ہوئے تھی۔ میری اور اس کی روح میں ایک روحانی اُنس ہو گیا۔ پس جب میں نے سنا کہ شیراز سے ایک جوان نے باب ہونے کا اعلان کیا ہے تو فوراً میرے دل میں خیال گذرا کہ ہو نہ ہو یہ وہی جوان ہے جسے میں نے کربلا میں دیکھا تھا اور جو میرے دل کا مدعا اور میری آرزو کی انتہا ہے۔

میں کربلا سے شیراز گیا۔ مگر مجھے پتہ لگا کہ آپ حج کے لئے مکہ و مدینہ تشریف لے گئے ہیں۔ آپ کے واپس تشریف لانے پر اگرچہ میرے راستے میں بہت سی رکاوٹیں تھیں مگر میں آپ کے نزدیک ہی رہا۔ پھر جب آپ آذربائیجان کے قلعہ ماکو میں قید تھے تو میں وہ آیات لکھنے میں مشغول رہتا جو آپ اپنے کاتب سے لکھوایا کرتے تھے۔ اس قلعہ میں اپنی قید کے نو ماہ تک متواتر ہر شام نماز کے بعد آپ قرآن کے ایک جزو یا پارے کی تفسیر فرمایا کرتے تھے۔ اس طرح ہر مہینے کے آخر میں اس پاک کتاب کی ایک تفسیر مکمل ہو جاتی تھی۔ ماکو میں قید کے دوران میں سارے قرآن کی نو تفسیریں آپ نے نازل فرمائیں۔ یہ تفسیریں تبریز میں ایک شخص سید ابراہیم خلیل کی حفاظت میں دیدی گئیں۔ اور اُسے یہ حکم دیا گیا تھا کہ جب تک ان کے چھاپنے کا وقت نہ آئے انھیں محفوظ رکھے۔ اب تک نہیں معلوم کہ وہ تفسیریں کیا ہوئیں۔

ان تفسیروں کے بارے میں ایک دن حضرت باب نے مجھ سے پوچھا۔ "آپ کون سی تفسیر پسند کرتے ہیں۔ یہ تفسیر جو میں نے اب کی ہے یا احسن القصص سورۂ یوسف کی تفسیر جو میں نے پہلے کی تھی؟ آپ کے خیال میں کون سی تفسیر اعلیٰ ہے؟ میں نے جواب دیا "مجھے تو احسن القصص زیادہ پیاری اور پُر نفوذ دکھائی دیتی ہے۔ میری اس کہنے پر آپ مسکرا دیئے اور فرمایا "ابھی آپ اس پچھلی تفسیر کی سلاست اور معانی سے واقف نہیں ہوئے جو حقائق اس میں ودیعت کئے گئے ہیں وہ طالب حق کو مطلوب تک پہنچانے کیلئے زیادہ فوری اور مؤثر ہونگے۔"

شیخ طبرسی کے واقعۂ عظیم تک میں آپ کے ساتھ ہی رہا۔ جب آپ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ نے اپنے سب ساتھیوں کو اس جگہ جانے اور اپنے ممتاز و بہادر شاگرد حضرت قدوس کی ہر طرح مدد کرنے کی ہدایت کی۔ ایک دن مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا اگر میں اس حبس شدید، قلعۂ چہریق میں قید نہ ہوتا تو اپنے پیارے قدوس کی شخصاً جا کر مدد کرنا مجھ پر فرض تھا۔ مگر اس لڑائی میں شریک ہونا آپ کے لئے نہیں۔ آپ کربلا تشریف لیجائیں اور اس مقدس شہر میں رہیں۔ کیونکہ آپ کے لئے یہ مقدر ہے کہ آپ حسین موعود کے حسین چہرے کو دیکھیں۔ جب آپ کی نظر اس نورانی چہرے پر

پر پڑے تو مجھ بھی یاد کریں اور میری اس محبت بھری وفاداری کا بیان اس سے کریں۔ پھر نہایت جوش سے بھر کر آپ نے فرمایا:۔

"یاد رکھیں کہ میں نے ایک بہت بڑا کام آپ کے سپرد کیا ہے خبردار۔ مبادا آپ کا دل کمزوری ظاہر کرے یا آپ اس جلال کو بھول جائیں جو میں نے آپ کو دیا ہے۔

"اس کے کچھ عرصہ بعد میں کربلا چلا گیا۔ اور آپ کے حکم کے مطابق اس شہر میں، رہنے لگا۔ اس خوف سے کہ کبھی اس مقام زیارت میں میرا دیر تک رہنا شک پیدا نہ کرے میں نے شادی کر لی۔ اور کتابت کر کے گذارہ کرنے لگا۔ میں ان مصیبتوں کا کیا بیان کروں جو اُن لوگوں نے مجھ پر وارد کیں جو اپنے آپ کو شیخی کہتے ہیں اور حضرت احمد کے پیرو ہونے کا دم بھرتے ہیں مگر حضرت باب کو نہیں پہچان سکے۔ اپنے جوان مولیٰ کی نصیحتوں کا خیال کر کے میں نے اس توہین و تکذیب کو نہایت صبر سے برداشت کیا۔ دو سال تک میں اس شہر میں رہا۔ اس عرصہ میں یہ جوان اپنے اس زمینی قید خانے سے آزاد کر دیا گیا اور اپنی شہادت کے ذریعہ اس ظلم و ستم سے چھوٹ گیا جو آپ کی حیات زمینی کے آخری ایام میں آپ پر کیا گیا تھا۔

حضرت باب کی شہادت کے بائیس دن کم سولہ قمری مہینوں کے بعد ۱۲۶۷ھ عرفہ یعنی ذی الحجہ کے نویں دن (۲۵ اکتوبر ۱۸۵۱ء) میں حضرت امام حسینؑ کے روضۂ مبارکہ کے اندرونی صحن کے دروازہ سے گذر رہا تھا کہ میں نے حضرت بہاء اللہ کو پہلی دفعہ دیکھا۔ جو کچھ اس چہرۂ مبارک کو دیکھنے سے مجھ پر اثر ہوا وہ زبان سے ادا نہیں ہو سکتا کوئی قلم اس پیارے چہرے کے خط و خال کے جمال کا نقشہ نہیں کھینچ سکتی۔ آپ کی دل میں اتر جانے والی نظر نے، آپ کے شگفتہ چہرہ نے۔ آپ کی پُر جلال وضع نے، آپ کے دل آویز تبسم اور آپ کی بکھری ہوئی سیاہ زلفوں کی خوبصورتی نے میرے دل پر ایک نہ مٹنے والا اثر کیا۔ میں اس وقت بڈھا اور ضعیف ہو چکا تھا آپ نہایت پیار سے میری طرف بڑھے اور میرا ہاتھ پکڑ کر عظمت و محبت کی آواز سے فرمایا:۔

"میں نے آج ہی یہ ارادہ کیا ہے کہ آپ کو ساری کربلا میں بابی مشہور کر دوں"

میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے آپ مجھ سے باتیں کرتے رہے اور سارے بازار سے گذرتے ہوئے آپ میرے ساتھ رہے۔ آخر میں آپ نے فرمایا۔ سبحان اللہ! آپ کربلا میں رہے اور آپ نے اپنی آنکھوں سے موعود حسین کے چہرہ کو دیکھ لیا۔ آپ ہی یہ سن کر مجھ کو حضرت باب کا وعدہ یاد آ گیا۔ اس وقت یہ خیال کر کے کہ آپ کا یہ وعدہ کسی دور کے مستقبل زمانہ کے متعلق ہے۔ میں نے کسی سے بیان نہ کیا تھا۔ آپ کے ان الفاظ نے مجھ پر بجلی کا سا اثر کیا۔ میں ایسا محسوس کر رہا تھا کہ اسی وقت اپنی ساری روح اور ساری قوت کے ساتھ ان بے خبر اور غافل لوگوں کے سامنے موعود حسین کی آمد کا اعلان کروں۔ مگر آپ نے مجھ کو حکم دیا کہ میں اپنے احساسات کو دباؤں اور اپنے جذبات کو ظاہر نہ ہونے دوں۔ آپ نے آہستہ سے میرے کان میں فرمایا:۔ "ابھی نہیں۔ مقررہ وقت آ رہا ہے۔ یہ ابھی نہیں آیا۔ خاطر جمع رکھیں اور صبر سے انتظار کریں" اس وقت سے میرے تمام تفکرات اور رنج و غم دور ہو گئے اور میری روح دائمی خوشی سے مسرور ہو گئی۔ ان ایام میں میں اتنا غریب تھا کہ مجھے کھانے کو بھی کئی کئی دن نہ ملتا تھا۔ مگر اب میں اپنے آپ کو اتنا امیر محسوس کرتا تھا کہ وہ جو کچھ کو ملا تھا اس کے سامنے ساری دنیا کے خزانے ہیچ معلوم ہوتے تھے۔ یہ خدا کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے دیتا ہے۔ بیشک وہ فضال و کریم ہے۔"

سید حسن زنوزی کا یہ ضروری بیان لکھنے کے بعد اب میں پھر اپنے مضمون کی طرف آتا ہوں۔ میں سید کاظم کی اس گرمی کا بیان کر رہا تھا جس کے ساتھ آپ ان پردوں کے دور کرنے میں کوشاں تھی جو آپ کے زمانہ کے لوگوں اور موعود ظہورِ الٰہی کی پہچان کے درمیان حائل تھے۔ اپنی کتابوں شرحِ قصیدہ اور شرح خطبہ[1] کے دیباچہ میں آپ کنایۃً بہاءاللہ کے مبارک نام کی طرف اشارہ فرماتے ہیں اپنے آخری رسالہ میں آپ ذکراللہ الاعظم کا بیان کرتے ہوئے آپ حضرت باب کے نام کی طرف کھلے لفظوں میں اشارہ کرتے ہیں۔ یہیں آپ لکھتے ہیں "اس بزرگ ذکر (یاد دلانے والے) کو۔ خدا کی اس زبردست آواز کو مخاطب کرکے میں کہتا ہوں۔ میں لوگوں سے ڈرتا ہوں مبادا وہ آپ کو گزند پہنچائیں۔ میں اپنے آپ سے ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ میں آپ کو گزند پہنچاؤں۔ میں آپ سے ڈرتا ہوں میں آپ کے اختیار کے خیال سے کانپتا ہوں۔ میں اس زمانہ سے ڈرتا ہوں جس میں آپ آئینگے۔ اگر میں آپ کو قیامت تک اپنی آنکھ کی پتلی کی طرح سے رکھوں تب بھی میں آپ کے لئے اپنی وفاداری کا پورا ثبوت نہ دے سکوں گا"۔

شریروں کے ہاتھوں حضرت سید کاظم نے کیا تکلیفیں سہیں کون سی اہانت تھی جو ان پلید لوگوں نے آپ پر وارد نہ کی! سالہا سال تک آپ صبر سے پرداشت کرتے رہے اور شجاعانہ تحمل کے ساتھ ہر توہین۔ بہتان اور رد و اعراض کو سہا جو ان لوگوں نے آپ پر وارد کئے۔ مگر خدا کی مرضی یہ تھی کہ آپ اپنی عمر کے آخری ایام میں اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ خدا نے ان کو جنہوں نے آپ کی مخالفت کی بُرا کہا اور آپ کے خلاف سازشیں کی کس طرح ملیامیٹ کر دیا۔

(باقی) (مترجم عباس علی بیٹ)

مذاہب عالم

یہ کتاب جناب پروفیسر پریتم سنگھ ایم اے نے حال ہی میں شائع کی ہے۔ اسلام، دینِ موسوی۔ دینِ مسیحی، ہندو دھرم۔ جین دھرم۔ بدھ دھرم، دینِ بہائی ذخیرہ مذاہب عالم پر تاریخی حیثیت سے روشنی ڈالی ہے۔ بیان نہایت سادہ اور عام فہم ہے۔ مختلف مذاہب کی معلومات حاصل کرنے کے لئے شائقین پڑھ کر خوش ہونگے۔ لکھائی چھپائی۔ کاغذ بہتر ہے۔

قیمت فی جلد بارہ آنہ

ملنے کا پتہ:۔ جناب پروفیسر پریتم سنگھ ایم اے ۳۹ ٹمپل روڈ لاہور

ہمارے مربی اور اُن کی تعلیم

کتاب مذاہب عالم کے بعد یہ دوسری کتاب ہے جو پروفیسر پریتم سنگھ ایم اے نے حال ہی میں شائع کی ہے جس میں جملہ بانیانِ مذاہب عالم کی مختصر تاریخ اور انکی مفصل تعلیمات بیان کی گئی ہیں۔ یہ تعلیمات ثابت کرتی ہیں کہ تمام مذاہب دراصل ایک ہیں۔ اتحاد مذاہب کی معلومات حاصل کرنے کیلئے بہترین کتاب ہے۔ ہم سفارش کرتے ہیں کہ اس کتاب کا ایک ایک نسخہ ہر گھر کے اندر ہونا ضروری ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ قیمت ۱۲ر پتہ:۔ پروفیسر پریتم سنگھ ایم اے ۳۹ ٹمپل روڈ لاہور

---

[1] اے۔ ایل۔ ایم نکولاس کی کتاب (ایسے سر لاشیخیزم) کے حصہ دوم کے دوسرے باب میں حضرت سید کاظم کی ۳۵ کتابوں کی فہرست دی ہوئی ہے۔ ان میں سے یہ کتابیں خاص ذکر کے قابل ہیں (۱) شرح خطبہ ططیہ (۲) شرح قصیدہ۔ (۳) تفسیر آیت الکرسی (۴) در اسرار شہادت امام حسین (۵) علم ہیئت۔ (۶) دلیل المتحیرین۔

کہتے ہیں کہ آپ نے ۳۰۰ سے زیادہ کتابیں لکھیں (مقالہ ستیاح انگریزی نوٹ ای ص ۲۳۰)

اِس جنگ کے بعد آنے والی دُنیا

خدائی منصوبہ

مسٹر منی اپیج۔ ایم۔ مہتا کے قلم سے

نسلاً بعد نسل انسان خود اپنی کارگذاریوں سے بے خبر رہا ہے، لیکن اس وقت سے جب کہ تاریخ کے ورق تکمیل تک پہنچ رہے تھے تو انسان کو معلوم ہوا کہ وہ خود اپنے ہاتھوں سے اس زمین کو فتح کرکے اسے متحد بنانے کا عظیم الشان کام کرتا رہا ہے۔

پندرھویں صدی میں کولمبس نے جہازوں کے ایک مختصر بیڑہ کے ساتھ براعظم امریکا کا کھوج نکالا اور اُسے فتح کرنا شروع کیا۔ دُنیا آہستہ آہستہ ایک ہوتی چلی جارہی ہے اُنیسویں صدی میں وحدتِ عالم کی رفتار تیز ہوگئی۔ سائنس میدان میں آئی اور اپنے ساتھ بجلی۔ ریل۔ ٹیلیفون۔ ریڈیو اور تار برقی کے تاروں کو ساتھ لائی۔ جن سے زمین کی طنابیں ایسی کھچ گئیں کہ ساری زمین ایک ملک ہوکر رہ گئی۔

جوں جوں اتحاد کی رفتار تیز ہوتی گئی توں توں زبان مذہب، رسم ورواج اور حقوق کے اختلافات نمایاں ہوتے گئے جب لوگ ایک دوسرے سے علیحدہ رہتے تھے۔ آمد ورفت اور میل جول کے مواقع کم ملتے تھے تو یہ اختلافات اتنے نمایاں نظر نہ آتے تھے۔ دُنیا کے لوگ ایک دوسرے سے الگ تھلگ اپنے اپنے ملک میں رہتے تھے اور انھیں ان اختلافات کی کوئی خبر بھی نہ تھی۔

سائنس کی اختراعات جب ان لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب لے آئیں تو حالات بالکل بدل گئے۔ مختلف لوگوں میں محبت اور نفرت دونوں قسم کے جذبات رونما ہوئے۔

اتحادِ عالم علاوہ سائنس کی ایجادات کے تلوار اور بشارت محبت اور بربادی۔ جنگ اور معاہدوں کے ذریعہ بھی عمل میں لایا گیا۔ اس طرح اتحادِ عالم کی رفتار جوں جوں بڑھتی گئی، دُنیا دو سلائیوں کا کبس بنتی گئی۔ جسے جنگ کی آگ میں دھکیلنے کیلئے صرف ایک چنگاری کی ضرورت تھی۔ جس قدر بڑے بڑے فساد اور انقلابات ہوئے اور شہر تباہ کئے گئے اتنا ہی انسانوں پر یہ حقیقت واضح ہوتی گئی کہ وہ سب ایک ہی جسم اور ایک ہی جان ہیں۔

چند مہینے قبل جب فرانس نازیوں کی یلغار کے آگے چاروں شانے چت گر گیا تو دنیا خوف سے کانپ اٹھی۔ گویا اس کا ایک عضو کاٹ کر پھینک دیا گیا ہے۔ یہ بات اب روزِ روشن

کی طرح ظاہر ہو گئی ہے کہ سائنس اور اتحادِ عالم کی ترقی کے ساتھ ساتھ یہ واحد ہستی مختلف اور غیر متحد عقائد کی بنیاد میں امن اور آرام کے ساتھ اس راستہ پر گامزن نہیں ہو سکتی۔ یہ کرۂ ارض جو اب ایک واحد وجود بن گیا ہے فقط ایک ہی عقیدہ کے ماتحت ترقی کر سکتا ہے۔ منفرد گروہوں پر حکومت کرنے کے دقیانوسی طریقے اب قابلِ عمل نہیں رہے۔ کیونکہ انفرادیت اب معدوم ہو چکی ہے۔ انسان جتنا پرانے خیالات اور طریقوں سے متمسک رہیگا اتنی ہی مصائب اور جنگ کی لعنت اُس پر اُترتی رہے گی اور جس قدر جنگ زیادہ زور کی رہے گی اُسی قدر اپنے نتیجوں میں ناکامیاب رہیگی۔

دُنیا اس وقت بین الاقوامی زندگی کے دو متضاد عقائد کے سبب موت و حیات کی جنگ میں پڑی ہوئی ہے۔ دُنیا کے بڑے بڑے اہلِ علم و قلم انسانوں کے لئے بہترین انتظام کے مسئلہ پر خوب غور کرنے کے بعد ایک متفقہ نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ جیسا کہ مادر یچا کی کتاب "تدبیرِ عالم" کلیرنس سٹریٹ کی کتاب "آب اتحاد کی باری ہے"۔ سر رچرڈ ٹم کلینڈ کی کتاب "عنصر کمیت" اور بہت سی دوسری کتابوں سے ثابت ہوتا ہے۔ ایچ۔ جی۔ ویلز بیان فرماتے ہیں یا تو ہمیں ساری دنیا میں امن پھیلا کر دنیا بھر کو ایک حکومت، ایک عقیدہ، ایک سکہ، ایک پولیس، ایک زبان اور ایک برادری بنانی پڑے گی عام اس سے کہ یہ کام کیسا ہی مشکل کیوں نہ ہو یا ہمیں اس بات کے لئے تیار رہنا چاہیئے کہ غیر کی آواز ہمیشہ ہمارے کانوں میں پڑے۔ غیر کی نظریں ہمارے گھروں میں پڑیں۔ غیر کا خنجر ہمیشہ ہماری گردنوں پر رہے اور ہمیشہ موت کے خوف میں زندگی گذاریں۔ ہم اس وقت دو باتوں سے دو چار ہیں۔ ایک بُری اور ایک اچھی۔ پہلی تو یہ ہے کہ جنگ کے اثر سے فوری اور بہت گہرے ہو گئے ہیں۔ دوسری یہ کہ یہ تمام گول زمین، ایک قطعہ، ایک برادری اور ایک جماعت بن سکتی ہے اور تمام دنیا کے لوگ بہت آسانی سے ایک بن سکتے ہیں۔ ان کے لئے موجودہ زمانہ میں آزاد شہری بننا بہت آسان ہے حالانکہ ایک صدی پہلے انگلستان جیسے چھوٹے ملک میں بھی یہ بات ممکن نہ تھی۔

ایچ۔ جی۔ ویلز سے قریباً ۵۰ برس پہلے مشرق کے ایک بزرگ حضرت بہاء اللہ نے جو دینِ بہائی کے بانی ہیں دنیا کے خوفناک مصائب کو پہلے سے دیکھ لیا تھا۔ آپ کے کلام مبارک سے آپ کی پُر قوت پیشگوئی کا پورا پتہ لگتا ہے۔ آپ نے نہ فقط موجودہ جنگ کے متعلق ہی پیشینگوئی کی ہے بلکہ ان تمام واقعات کو ترتیب وار بیان فرمایا ہے جو آخرکار دنیا میں عالمگیر امن کے قیام پر منتج ہونگے۔

آپ فرماتے ہیں کہ انسانی قوت تنہا دُنیا کی حالت کو درست نہیں کر سکتی۔ انوارِ روح کا انسانی عقل کے انوار کے ساتھ شامل ہونا ضروری ہے اور محبت و اتفاق کی فضا میں دُنیا کی آئندہ حکومت جو ساری دنیا پر راج کرے گی تکمیل کو پہنچانی چاہیئے۔ اس حکومت کو برسرِ اقتدار لانے کا عمل بعض ادارات کے قیام پر مشتمل ہے جو اتنے طاقتور ہوں کہ ہر ایک مقامی حکومت کے اندر امن قائم رکھ سکیں اور دنیا بھر کی حکومت کے حکم کو قوموں کے قضیوں کے موقع پر نافذ کر سکیں۔

ان ادارات میں سے اوّل ادارہ کُل دنیا کی پارلیمنٹ ہے جس کے ممبر ہر ایک مُلک کے لوگ انتخاب کیا کرینگے۔ دوسرا ادارہ ایک عدالتِ عالیہ ہے جس کا فیصلہ تمام بین الاقوامی معاملات میں قطعی ہوا کرے گا۔ یہ ادارہ ایک غالبہ قوانین بین الاقوامی

ایسا بنائے گا جس سے تمام قوموں کے تعلقات کی دیکھ بھال ہوگی محصولات لگانے کے حقوق کی توضیح کریگا۔ محصولات لگائیگا۔ اسلحہ کی حد بندی کریگا۔ حدودِ ممالک کو نئے سرے سے قائم کرے گا معاشیات میں ایک نئے طریقہ سے مالک و مزدور کے تقضیوں کا فیصلہ کیا کرے گا۔ دُنیا بھر میں ایک سکہ جاری کرکے دنیا کی مالی حالت کو مضبوط بنائے گا۔ ایک دُنیا بھر کی زبان کے توسط سے عالمگیر سررشتۂ تعلیم قائم کرے گا اور عورت و مرد دونوں کو مساوی حقوق دے گا۔

ایک بااختیار بین الاقوامی محکمہ اس عدالتِ عالیہ کے فیصلوں کو جاری کرنے کے لئے قائم ہوگا۔

اِن ادارات کے اختیارات کا دارومدار ایک عالمگیر برادری کی بُنیاد پر قائم ہوگا۔ یہ عالمگیر برادری مختلف اقوام سے مل کر بنیگی اور اسمیں قومی تنگدلی کا نام ونشان بھی نہ ہوگا اور یہی برادری آہستہ آہستہ کل دُنیا کے لوگوں میں وحدت واتحاد کی جڑیں مضبوط کرکے اُنھیں دنیا بھر کی حکومت کے وفادار شہری بنا دے گی۔ نوعِ انسان فراخ دلی سے کام لے گی اور ایک ترقی پاتی ہوئی سوسائیٹی کے بدلتے ہوئے حالات کو جذب کرتی جائے گی۔ دنیا میں زندگی کا ایک نیا طریقہ اختیار کرے گی۔ علم و ہنر کے عوالم میں تازہ جوش وخروش پیدا ہوگا۔ اقتصادی تعلقات میں امن اور سب سے بڑھکر انسان اطمینانِ قلب کے ساتھ ایک ایسی نئی دنیا میں رہیگے جسمیں امن وامان۔ راحت و اطمینان کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔

اس سے کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ یہ نقشہ جو ہم نے اوپر کھینچنے کی کوشش کی ہے موجودہ ادارات کو خراب کر دیگا۔ نہیں یہ نیا دین قدیم معاشرتی انتظام کو نئے سرے سے قائم کریگا۔ یہ لازمی وفاداریوں کو برباد نہ کریگا۔ اور نہ جائز اطاعتوں سے برسرِ پرخاش ہوگا۔ اِس کا مقصد نہ تو قلوب انسانی میں جائز اور دانائی آمیز حُبّ الوطن کے جوش کو بجھانا ہے اور نہ قومی آزادی کے سلسلہ کو اُڑانا ہے جو حد سے بڑھی ہوئی مرکزیت کی بُرائیوں سے بچنے کے لئے از حد لازمی ہے۔ یہ آب وہوا۔ تاریخ۔ زبان۔ روایات۔ خیال اور عادت کے اختلافات کو جو دنیا کے لوگوں کو ایک دوسرے سے ممتاز کرتے ہیں مٹانے اور دبانے کی کوشش نہیں کرتا۔ اس کا مقصد تو دُنیا کے لوگوں کو ایک وسیع ترین محبت کی طرف بُلانا ہے اور دُنیا کے لوگوں کو ایسے شوق کی طرف لیجانا ہے جو نوعِ انسان نے آجتک محسوس نہیں کیا۔ اس کا تقاضا تو صرف اتنا ہے کہ ہم قومی خواہشات و مفاد کو دنیا کے اتحاد پر جو اشد ضروری ہے قربان کردیں۔ دنیا میں اس وقت قومی انقلابات سیاسی طوفانِ بے تمیزی۔ معاشرتی زندگی میں وسیع فرق۔ اور فرقہ وارانہ لڑائیاں سب اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ اس دنیا میں اقوام عالم کی ایک ایسی نمائندہ حکومت قائم ہو جائے جو ہماری تہذیب اور ہمارے تمدن کو بربادی سے بچا سکے۔

اِس زمانہ کی مشکلات کا صرف ایک قابلِ عمل حل ہے۔ اور وہ ہم نے مختصراً اوپر بیان کیا ہے۔ اس کے متعلق اگر مزید واقفیت حاصل کرنی ہو تو اہلِ مہیا کے مختلف ادارات سے حاصل ہو سکتی ہے سائنس کے انکشافات اور موجودہ صنعت نے بین الاقوامی امداد باہمی کی بنیادیں قائم کردی ہیں۔ اب یہ انسان کا فرض ہے کہ اِن بنیادوں پر ایک ایسی عمارت تعمیر کرے جو ساری نوعِ انسان کی پناہ گاہ ہو۔ ایک ایسا نیا انتظامِ عالم قائم ہوگا جسمیں مشرق و مغرب۔ مومن و کافر۔ امیر و غریب۔ سیاہ و سپید کا فرق نہیں ہوگا۔ اس کا مقولہ وحدتِ عالمِ انسانی اور اس کا علم عالمگیر امن ہوگا۔ اور اس کی تکمیل وہ سنہری زمانہ ہوگی جسمیں خدا کی بادشاہت اس دنیا میں قائم ہوجائیگی۔

کائناتِ محبّت

محبت اُس کشش کا نام ہے جو زندہ وجودوں کے درمیان میل ملاپ پیدا کرتی ہے۔

محبت ایک نیچرل قوت ہے جو ہر جاندار میں پائی جاتی ہے۔

محبت ایک ایسا قانون ہے جو ذرّاتِ عالم کو باہم ملائے رکھتا ہے۔

محبت ستاروں اور سیاروں کے درمیان ایک عالمگیر مقناطیس ہے۔

محبت وہ شریعت ہے جو عالمِ وجود کے تمام باشندوں کا مشترکہ دین ہے۔

محبت عالمِ غیب میں خالق و مخلوق کے درمیان رشتہ ہے۔

محبت خدا اور بندے کے درمیان کلام و وحی کا موجب ہے

محبت تمام کائنات کے وجود و ظہور کا جوہرِ تاباں ہے

محبت ہر پیغمبر اور ہر دین کی جلوہ گری کا محرکِ اعظم ہے

محبت انسانیت و روحانیت کی تکمیل کا مرکز و مدار ہے

محبت وہ نغمۂ روح القدس ہے جو ارواحِ انسانی کو ابدی زندگی دیتا ہے

محبت خدا کے اسم الرحمٰن کی عظیم الشان تجلّی ظہوری ہے۔

محبت تمام روحانی و جسمانی دنیاؤں میں لطف و مسرت کی روح ہے

محبت رنج و غم حیرت و مسرت کی اندھیریوں میں برقی فانوس ہے

محبتِ دینی و دنیاوی ترقیات کا روشن زینہ ہے۔

محبت اقوامِ عالم کے بہترین تمدن کا اعلیٰ ذریعہ ہے۔

محبت ہر راستباز کے لئے سب سے بڑا اعزاز ہے۔

محبت وہ پوشیدہ اسرار ظاہر کر دیتی ہے جو کائنات میں مخفی ہیں۔

محبت انسانوں کو اعلیٰ ترین مقاماتِ قرب و لقاء میں پہنچاتی ہے۔

محبت وہ سفینۂ نجات ہے جو انسان کو ہلاکت سے بچاتا ہے۔

محبت وہ آسمانی پانی ہے جس سے تمام موجودات کی زندگی وابستہ ہے

محبت تمام نقائص سے پاک کر دیتی ہے۔

محبت نہ ہو تو انسان کیڑے مکوڑوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

محبت نہ ہو تو انسان ہلاکت و رذالت میں ڈوب جاتا ہے

محبت نہ ہو تو جنگ و فساد کی آگ قوموں اور ملکوں کو بھسم کر ڈالتی ہے۔

محبت نہ ہو تو خوف و خطر چاروں طرف سے حملہ آور ہوتے ہیں۔

محبت نہ ہو تو انسان مایوس اور پژمردہ ہو جاتا ہے۔

محبت نہ ہو تو دین بھی ایک لفظِ بے معنی رہ جاتا ہے۔

محبت نہ ہو تو انسان کی زندگی بے روح ہوتی ہے۔

محبت نقد جنت ہے جو انسان کو اسی دنیا میں ملتی ہے۔

محبت وہ قانون ہے جسمیں کبھی تبدیلی نہ ہوگی۔ وہ ازلی ابدی قانون ہے ✦

محافل اور احباب کی خدمت میں ایک ضروری گذارش

ہندوستان میں امر بہائی کے متعلق نشر و اشاعت کیلئے کوکب ہند، بہائی میگزین، اور پیامبر جاری کئے گئے جن میں ہر قسم کے بہترین مضامین کے ذخائر ہیں، الواح کے تراجم ہیں، تاریخی واقعات اور دینی و علمی مباحث پر زبردست مقالات ہیں یہ ذخیرے آیندہ نسلوں کے بھی بہت کام آئیں گے۔ بہت سے احباب نے تمام فائل باقاعدہ جلدیں بنوا کر محفوظ رکھتے ہیں جو ایک چھوٹی الماری کو پر کرتے ہیں

ہم تمام احباب کرام سے درخواست کرتے ہیں کہ جن لوگوں نے ان ذخائر کی جلدیں ابھی تک نہ بنوائی ہوں وہ اب اپنے اپنے فائل مکمل کر کے جلدیں بنوالیں۔ زیادہ وقت گذر جانے پر کوکب ہند اور بہائی میگزین کے پرچے ملنے دشوار ہو جائیں گے۔

اس وقت ہم یہ انتظام کر رہے ہیں کہ جو احباب کوکب ہند اور بہائی میگزین کے متفرق پرچے طلب کریں گے انھیں مطلوبہ پرچے مہیا کر دینگے۔

جو احباب کوکب ہند اور بہائی میگزین کے مکمل فائل یا متفرق پرچے رکھتے ہوں اور انھیں فروخت کرنا چاہتے ہوں وہ ہمیں اطلاع دیں

جو احباب کوکب ہند اور بہائی میگزین اور پیامبر کے مکمل فائل یا متفرق پرچے خریدنا چاہیں وہ بھی ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ ان کے لئے انتظام کیا جائے۔

یہ ایک ضروری کام ہے تمام احباب کرام کو اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

تمام محافل روحانی ہندو برما سے خاص طور پر درخواست ہے کہ وہ اس امر پر پوری توجہ فرمائیں عموم احباب کو بھی اس بات سے مطلع کر کے ان سے جوابات لیکر ادارہ پیامبر کو لکھیں۔ نہایت باعث تشکر و امتنان ہوگا

(خادم امر اللہ محفوظ الحق علمی مدیر پیامبر قرول باغ نئی دہلی)

کدام یکی؟

از مقالات ایں ہفتہ پیامبر بیش از ہمہ پسند فرمودید؟ و چرا؟

خوب بنود؟ چرا؟

کدام یکے از مقالات نہ پسندید۔ مرقوم فرمائید

بفرمائید

اگر مدیر مجلہ پیامبر بودید۔ البتہ نقشۂ بہتری طرح مینمودید۔ بہیئت مدیرہ اعلام فرمائید۔ مشتاق اند۔

اس مہینے

پیامبر میں کونسا مضمون آپ کو سب سے کم پسند آیا اور کیوں؟

مشورہ دیجئے

اگر آپ پیامبر کے ایڈیٹر ہوتے تو اس میں کیا کیا بہترین تبدیلیاں کرتے؟

فرمائیے

اس مہینے کے پیامبر میں آپ کونسا مضمون سب سے زیادہ پسند کرتے ہیں اور کیوں؟

قسمتِ فارسی

مقامِ انسان و اساسِ زندگانی

بقیہ از شمارہ قبل

وہمچنین میفرماید "وعلّم آدم الاسماء کلّها" یعنی تعلیم فرمودیم بآدم جمیع اسماءِ حسنیٰ وکلماتِ علیا و درحقیقت این اشارات بآنچہ در آیہ مذکورہ توراۃ از پیش گذشت مطابق است و در حدیث است "الانسان سرّی وانا سرّہ" و نیز "قلب المؤمن عرش الرحمٰن" وہمچنین مذکور است کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرمود "عبدی اطعنی حتّی اجعلک مثلی انا اقول لشیٔ کن فیکون وانت تقول لشیٔ کن فیکون"

وعندلیب بستانِ تجرید حضرت علی ابن ابی طالب علیہ التحیۃ والثناء در ضمن اشعارِ مقامِ انسان را چنین ستودہ و بدین نغمہ لب گشود کہ میفرماید:

اتزعم انک جرم صغیر وفیک انطوی العالم الاکبر
وانت الکتاب المبین الذی باحرفہ یظہر المضمر

و این بود خلاصہ و اشارہ ای بجواہر مخزونہ در اوعیہ حروفات و کلماتِ نورانیہ و چند نغمہ ای از نغماتِ ورقاتِ ہونیہ در گلزارِ کتبِ مقدسہ۔

و امّا آنچہ در این عصرِ فخیم و قرنِ عظیم و دورِ جدید رب مجید کہ ایامِ بہارِ روحانی و طلوعِ انوارِ آئینِ مقدسِ بہائی و کشفِ حقائق و معانی و استخراجِ جواہرِ معدنِ انسانی است در کتبِ لاتحصیٰ و زبر و الواحِ بی منتہیٰ از کلکِ گہربارِ جمالِ ابہیٰ و لنطقِ اولیٰ و حضرت عبدالبہاء روح الوجود لعظمتہم الفداء در فخامتِ شانِ انسان و عظمت و رفعتِ مقام او و دقائقِ مستودہ در او و دقائقِ مکشوفہ از آثار و اذکار او نازل و صادر شدہ بیش از حدِ احصاء و احاطہ عباد است و نقل و بیانش در این مقام بخصوص خارج از حیطہ اقتدار این ضعیف بیمایہ۔ اینست کہ ناچار بذکر چند کلمہ مبارکہ از کلماتِ نورا اکتفا میشود و کشفِ اسرار با اولوالافکار واگذار میگردد دیگر تا غواصِ ہمت از بحرِ معانی چہ بیرون آرد و در روضہ مبارکہ "قلب چہ دانہ ہای علم و حکمتی انبات شود وعلی اللہ فلیتوکل المتوکلون۔

آرے حضرت بہاء اللہ جلّ اسمہ الاعلیٰ در مقامِ الوہیت و ربوبیت مظاہر ظہور باین بیانِ علیا ناطق "لعمری انّی انا الانسان لدی المظلوم اعظم است از آنچہ ادراک نمودہ اند" و در این کلمہ اشارہ باعتراضِ معترضین است کہ بیاناتِ الوہیت و ربوبیتِ ظہورِ حق ایراد کردہ اند و لسانِ قدم میفرماید کہ کلمہ انّی انا اللہ سرمایہ افتخارِ عرفاء و کاملین بودہ نزدِ حق دارای فخر و مقامی نہ بلکہ انّی انا الانسان اعظم و افخم مرتبہ عالمِ امکان بودہ و ہست۔

و دیگر در کلماتِ مکنونہ این کلمہ مبارکہ موجود "یا ابن الانسان کنت فی قدم ذاتی و ازلیتی کینونتی عرفت حبّی

فیك خلقتك و القیت علیك مثالی و اظهرت لك جمالی"

و در کلمهٔ فارسیه میفرماید "ای دوست من! تو شمس سمای قدس منی خود را بکسوف دنیا مبالا ای حجاب غفلت را خرق کن تا بی پرده و حجاب از خلف سحاب بدر آئی و جمیع موجودات را بخلعت هستی بیارائی"

و در کلمهٔ احدیه باین بیان اعلی ناطق:-

"یا ابن الوجود صنعتك بایادی القوة و خلقتك بانامل القدرة و اودعت فیك جوهر نوری فاستغن به عن کل شیء انّ صنعی کامل و حکمی نافذ لا تشك فیه و لا تکن فیه مریبا"

در لوح مقصود موجود "انسان طلسم اعظم است"

و در کلمهٔ نصیحه در لوح احمد پارسی مسطور "ای بندگان اگر در بدایع جود و فضلم که در نفس شما ودیعه گذارده ام مطلع شوید البته از جمیع جهات منقطع شده بمعرفت نفس خود که نفس معرفت من است پی برید و از دون من خود را مستغنی بینید و بلمطامع عنایت و تمقام مکرمتم را در خود بچشم ظاهر و باطن چون شمس مشرقه از اسم الهیه ظاهر و مشهود بینید این مقام منیع اقدس را بمشتهیات ظنون و هوا و افکیات وهم و علی فضائع مگذارید مثل شما مثل طیری است که با جنحهٔ منیعه در کمال روح و ریحان در هوای خوش سبحان با نهایت اطمینان طیران نماید و بعد بجمان دانه بآب و گل ارض میل نماید و بحرص تمام خود را بآب و تراب بیالاید و بعد که اراده مصمود نماید خود را عاجزه مقهور شاهده نماید چه که اجنحهٔ آلوده بآب و گل قادر بطیران نبوده و نخواهد بود

در این وقت آن طائر سماء عالیه خود را ساکن ارض فانیه بیند- حال ای عباد پرهای خود را بطین غفلت و ظنون دیراب فل و بنفضا میالائید تا از طیران در آسمانهای قدس و عرفان محروم و ممنوع نمانید"

مرکز میثاق الهی حضرت عبدالبهاء روح الوجود لتراب عتبته الفداء در طی بیانی میفرماید:-

"انسان مطلع الفجر است یعنی بدایت روز وحدت و هدایت است و انتهای لیل کثرت و ضلالت و مرآت منطبعه از جمیع اسماء متضادهٔ متغایره است و منبع ظهور کل صفات الوهیه و ربوبیه است زیرا عالم انسانی عالم کلمات تامات است این است که میفرماید خلق الله آدم علی صورته ای علی هیئة اسمائه و صفاته"

و حال اگرچه کلمات دریائی چند برحسب ظاهر مذکور آمد و از فواکه قدسیه نمونهٔ چند مذاق جان را شیرین نموده و از موائد بدیعه لقمه ای چند نصیب گردید ولکن عنقریب چون در سماء بدیع امر الله ستارگان عنایت بفرمان و اجازت منبع ولایت تابان شوند و از افق الیقان سر بر زنند و مشاعل باقیهٔ علمهٔ اسرار پرتو انوار از مصابیح هدایت منتشر فرمایند البته بتلاوت و قرائت آیات اکتفا ننموده بمقصود و حقیقت متوجه شوند و گرد شمع هر کلمه پروانه وار آنقدر دور زنند و پرهای او هام بآتش عشق بسوزانند که حقائق مالانهایه کشف نمایند و دقائق و رقائق بی اندازه ظاهر فرمایند و بنود چه نکته های جدیده که خواهند بسجند و چه اثمار جنیه که از اشجار معانی خفیه خواهند چید و چه لآلی درهره که در اصداف قلوب خواهند پرورید و از انجمله در این میدان

یعنی عرفانِ نفسِ انسانی کہ عینِ عرفانِ نفسِ رحمان است و من عرف نفسہٗ فقد عرف ربّہٗ شاہدِ این بیان۔
چہ جولانہا خواہند نمود و چہ بسیار از اسرار مکنونۂ حقائقِ انسانیہ کہ مکشوف خواہند ساخت گویا مشاہدہ میشود کہ الفاظ و کلماتِ بدیعیہ خلق خواہند نمود و معانی بدیعہ در نغماتِ بدیعہ خواہند سرود و ساقیِ احدیت کاس منیر تشبیہ را کہ از ازال جامِ جہان نمای عالمِ بالا بودہ و ہست از شرابہای صافیہ نورانیہ و مکاشفاتِ بدیعۂ علمیہ لبریز خواہد نمود و جمیعند یشربون المخلصون من کاس کان مزاجھا کافور الحکمۃ والبیان وھنیئاً لمن شرب رحیق المعانی من ید الطاف ربہ الرحمن طوبیٰ للفائزین۔

و شاید در آن ایام کہ علمِ علوم بدیعہ افراشتہ گردد و انوارِ الٰہیہ صدورِ ممرّوہ را منوّر سازد و امزاجِ لطیفہ کہ از بیانِ مسیح آسمانی و کلامِ صریح قرآنی در الواحِ حضرت رحمانی حاصل گشتہ کہ میفرماید " در ابتدا کلمہ بود و کلمہ نزد خدا بود و کلمہ خدا بود " و آیۂ مبارکہ " قل الروح من امر ربی " متعارجانِ سمآءِ عرفان را باین بیان مشغول سازد کہ انسان روحِ عالمِ کون است و کلمہ خدا روحِ انسان۔

و نیز چون تاویلِ بدیعہ کلمہ " اوّل ما خلق اللہ العقل " را در آثارِ فارسیۂ الٰہیہ ملاحظہ نمایند ندا در دہند کہ " انسان حقیقتِ باقی است دارای ہیکلِ نامحدود و روحِ بے نہایت ہیکلش خرد و روحش عشق است۔

و خلاصہ چون تجلیِ تامۂ الٰہیہ را در عالمِ شہود در کمال جلا و استجلا مشہود ببینند فریاد برآرند کہ انسان لانہایہ ایست کہ اگر زنجیرِ عشق گردنش را خم نمی ساخت ہیچکس بندگیِ او را

پی نبردہ و تا ابد خدا تصورش می نمود۔

ہمچنین مشہا زنند و داستانہا روایت کنند و گویند انسانیت درختی است کہ در ہر عصر گلی ببار آرد و ازین گلہای اعصار در ہر دوری میوہ شود و درونِ آن میوہ یک ہستہ بیش نباشد اما ہمیشہ سہ پوستہ جوانہ آنرا مخفی دارد و بپوشاند و این سہ راحق و امر و خلق نامند۔

و چون کلام مبارک منیع را بخاطر آورند کہ میفرماید " حق از برای ظہور جواہرِ معانی از معدنِ انسانی آمدہ " باین نکتہ متوجہ گردند کہ انسان مخزن اسرار ایست آنقدر مرموز کہ خودش نیز برای درکِ اسرارِ خویش باید آنہارا در عالمِ طبیعت الٰہیہ بصورتِ اشیاء و موجوداتِ خارجہ مطالعہ کند و ملاحظہ و مشاہدہ نماید و چہ قدرِ عظیم و لطیف است این سرِ زندگی۔

و چون سندِ مکاشفات در مضمارِ مقاماتِ رانند مکشوف گردانند کہ انسان جوہرِ مجرّد ایست کہ از پست ترین نقاط تا اعلیٰ درجات سیر نمودہ شخصیتِ خویش را بکمال حفظ نماید۔

و خلاصہ ہر گروہی بسری پی برد و ہر قومی برازے و مساز شود و عاقبت اثبات نمایند کہ انسان ارتعاشی است کہ مستقیماً از مبدأ ازلی سرچشمہ گرفتہ و مایۂ حرکت را بدنیا انتقال میدہد و عالمِ امکان را پاینده نگاه میدارد و کانون مغناطیس وجود است و سرچشمۂ ہستیِ کائنات (لولاک لما خلقت الافلاک) و چہ پرسشہا کہ بمیان آید و چہ نکتہا کہ سنجیدہ شود چنانکہ دستۂ متحیرانہ سوال کنند و گویند۔ اگر خاصیتِ سمع و کینیتِ نمودِ الحان در نفسِ انسان بذاتہ موجود نبود آیا تموجاتِ ہوا را اصدائی می بود و یا اگر خاطرۂ نور در طورِ قلب بنفسہ مشتعل نہ آیا حرکاتِ اثیریہ را روشنی موجود و در این ہنگام قومی سر برآرند کہ

ممکنات تمو جاتند کہ در خارج تشکل مجازی و در انسان وجود حقیقی دارند۔ واما آنانکہ باعشق حق آمیختہ اند وجز کلمۃ اللہ ہیچ نیا موختہ پرچمے برافرازند و این کلمات در آیات را جلوہ گر سازند کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرمودہ "دنیا نمایشی است از حقیقہ و نیستی است بصورت ہستی آراستہ دل باو مبندید و از پروردگار خود غافل مباشید از غفلت کنندگان۔ براستی میگویم کہ مثل دنیا مثل سرابی است کہ بصورت آب نماید و صاحبان عطش در طلبش جہد بلیغ نمایند وچون بدرسند بی بہرہ و نصیب مانند و یا صورت معشوقیکہ از جان وروح واری ماندہ و عاشق چون بدو رسد لاالہ والا ہو مشاہدہ نماید و جز تعب زیاد و حسرت حاصل نیابد"

آرے در آنروزہا است کہ عقلاء و دانایان این نکتہ بدیعہ را بادق معانی تشریح خواہند نمود و اثبات خواہند فرمود کہ مغز انسانی محل تلاقی امواج مادی و امواج نفسانی است و در آنجا ہر تموج مادی موجب تحریک و ایجاد تموجی مشابہ خود در بحر نفس میگردد و تموجات نفسانی جذب مغناطیس معنوی نمودہ یعنی محاط در انوار روحانی شوند و لباس ابدیت پوشند و در این میان اثرات حقیقی مشابہ آن ارتعاشات مجازی اولی برجای گذارند و جلوہ گر سازند و در این حین آشکار گردد کہ ہمہ نسبتی کہ بین ارتعاشات انعکاسی و دقائق نفسانی است عیناً بین انسان و مشیت الٰہی است۔

(بقیہ دارد)

عبداللہ فاضل

ترجمہ
کتاب بہاء اللہ و عصر جدید

در لغات اردو۔ ہندی۔ سیندھی و بنگالی

در نشنل بوکستال موجود و قیمت آن مانند تبصل جلدی یکروپیہ است و اصل کتاب کہ در لغت انگلیسی و از چاپ امریک است۔ قیمت دو روپیہ است توسط منشی لجنہ نشر نفحات اللہ کارنر ہاوس پریڈی روڈ کیمپ کراچی۔ طلب نمائید

تقویم بدیع

خاطر احبائیکہ تقویم جدید ۹۸ بیانی را خریداری نمودہ اند بیک اشتباہ کہ بواسطہ کاتب مطبع بعمل آمدہ متوجہ میدارد۔

صعود حضرت بہاء اللہ

۱۳ سیزدہ شہر القدرۃ غلط

و باید

سیزدہ ۱۳ شہر العظمۃ صحیح باشد

دُرِ نایاب

قُرّۃ العین وقتی اشعارِ ذیل را سرود

کہ یکی از علمای ایران "ملا علی کنی" در حضور ناصر الدین شاہ انکارِ فصاحت و بلاغتِ قرۃ العین را نمودہ میگفت اشعار و غزلیاتِ قرۃ العین اکتسابی و از گفتہ دیگرانست نہ از طبع و فطرتِ خودش لہٰذا ناصر الدین شاہ قرۃ العین را از زندان بایوان خواست و حکم نمود کہ اشعاری بمناسبتِ آن مجلس بگوید اینست کہ در این شعر اشارہ می کند

محتسب است و شیخ و من صحبتِ عشق در میان — باچہ کنم مجالشان پختہ یکی و خام دو

محتسب اشارہ بشاہ است و شیخ ملا علی کنی —

خال بکنج لب یکی طرّۂ مشک فام دو — وای بحالِ مرغ دل دانہ یکے و دام دو

واز رخ و زلفت ای صنم روزِ من است ہمچو شب — وای بحالِ زارِ من روز یکے و شام دو

محتسب است و شیخ و من صحبتِ عشق در میان — باچہ کنم مجالشان پختہ یکے و خام دو

کشتۂ تیغِ ابرویت گشتہ ہزار ہمچو من — بستۂ چشمِ جادویت میم یکے و لام دو

گاہ بخوان سگِ درت گاہ کمینہ چاکرت — فرق بمن نمی کند بندہ یکے و نام دو

توضیح از قارئین محترم استدعا میشود از نقل و طبع اشعارِ فوق خود داری نمایند و در ہیچ یک از نشریاتِ ہند و سنان طبع نکنند تا تاریخ و غزلیاتِ حضرت طاہرہؓ کہ دہ ایران مشغولِ جمع آوری آن ہستند تمامہا بدست آید "

(مدیر)

شهادت مستشرقین و دانشمندان درباره امر بهائی

از مازاریک رئیس جمهور سابق چکوسلواک

بکار خویش ادامه دهید. در نشر این تعالیم نوع پرورانه بکوشید و منتظر نشوید که سیاسیون عالم را اصلاح کنند. سیاسیون به تنهائی قادر بر استقرار صلح و سلام نیستند ولی مهم است که امروزه رجال عالم و مصادر امور شروع نموده اند در اطراف این تعالیم صلح آمیز بحث کنند. این تعالیم را به رجال سیاسی کلیه ها، دارالفنونها و سائر مدارس ابلاغ کنید و همچنین در اطراف آن لوائح و مقالات بنویسید زیرا بسبب قیام نفوس صلح بین المللی تحقق خواهد یافت

(در ضمن مصاحبه بابکی از جریده نگاران بهائی آمریکا در پراگ ۱۹۳۶ء)

بقلم آرشد و شمس آنتن اطریش

آرشد و شمس آنتن اطریش که قبل از ازدواج آسمشان والا حضرت شاهزاده خانم الیزابت رومانی بوده در ضمن مکاتبی با مارتا ل. روت در ۱۹ ژوئن ۱۹۳۴ء در دوین اطلاعی با مضمون ذیل برای درج جلد خامس کتاب عالم بهائی مرقوم نمود "من بنهضت بهائی را دوست دارم زیرا بسبب الفت و التیام تمام ادیان است و مروج این تعالیم که علم و دین هر دو از خداست و منظور حقیقیش صلح و سلام میباشد."

بقلم دکتر هربرت آدمس جیبسون مؤرخ امریکائی

من در روی میز خود سه تست از پیام حضرت عبدالبهاء را راجع باصلاح نوع بشر و تعدیل اوضاع اجتماعی نگاه داشته و مکرراً مطالعه نموده ام. بطور کلی از ان بیانات مستفاد میشود که تنها راه اصلاح عالم منوط و مربوط بمتابعت این تعالیم است و اگر ما این دستور را بکار بندیم حقیقةً دارای نظمی کامل و بدیع خواهیم شد.

(ترجمه) "اخلاق و طبائع نفوس باید تغییر کند داروی جدید و علاج تازه از برای حل مسائل بشر اختیار شود و افکار و آمال تغییر یافته تابع اصلاح عالم گردد." این سه جمله حقیقة تمام اصلاحات و سعادت جامعه را در بر دارد. (نقل از رساله شخصی مورخه ۱۸ مه ۱۹۳۴ء)

والاحضرت شاهزاده خانم اولگای یوگوسلاوی

والاحضرت شاهزاده خانم اولگا خانم والاحضرت شاهزاده ریجنت پول یوگوسلاویه که دختر والاحضرت شاهزاده نیکلای یونان و دختر عموی اعلیحضرت کینگ جورج دوم پادشاه یونان است بی اندازه بدیانت و معارف علاقه مند میباشد. نوع دوستی و محبت فوق العاده والاحضرت شان نسبت بعموم در ضمن چند کتاب و مجله انگلیسی و همچنین در مطبوعات بالکان بخوبی جالبی تبیین شده.

این شاهزاده خانم نیک اختر در شانزدهم ژانویه ۱۹۳۶ء در ویلای دلربای خویش در نیس توپ سی دور در بگراد چنین اظهار داشت "من تعالیم بهائی را از برای معارف دنیا و صلاح عالم دوست دارم" نهضت بهائی و

جمعیت جوانان مسیحی که در هر دو پروگرامشان الفت و اتحاد احیان است در نظر من بسیار محبوب میباشند بدون الفت و اتحاد هیچکس نمی تواند بخوشی و مسرت زیست کند. اگرچه والاحضرت خودشان شاهزاده خانم اند ولی همواره این اصل مهم را تائید می کنند که هرکس باید باکمال سعی کار خویش انجام دهد از بیانات والاحضرت است که "هر یک از ما برای منظور معینی باین عالم آمده ایم" وطبایع بشری بسیار مستعد و مائل است از خدا و دین غفلت نموده و فراموش کنند که حق جل جلاله در همه حال حاضر است من از صمیم قلب نهایت موفقیت را از برای منهضت بهائی در سبیل اجرای مقاصد و نوایای عالیه اش سائل و آرزومندم."

بقلم اوجن رگلیس

(نقل از کتاب کوسموپولیس طبع ۱۹۳۵ صفحه ۱۰۸-۱۰۹)

در این صفحات تاکنون شمه از دیانت بهائی ذکر شد بدون انکه تعالیم این امر و پروگرام عملی آن تبیین گردد. تعالیم امر بهائی و افکار دینی این آئین موافق با منظور حقیقی و مقصود واقعی علم اجتماع است و باید با اسعان نظر و فکر روشن و باز در این تعالیم دقت کنیم. توسین این امر دین و علم را که سابقا در اذهان معارض یکدیگر بوده اند یا بعبارت معنوی باهم وفق داده و بسیاری از نفوس بشر را قوه تحمل و بردباری و نظر خویش بینی در امور بخشیده اند. حضرت عبدالبهاء در سال ۱۹۱۲ در داشنگتن فرمودند:-

(ترجمه) "عالم انسانیت تاحال در مرحله صبارت بود. اکنون قدم بعالم بلوغ گذارده.

کیست که در بحبوحه این همه خصومت و وبال و بغض و عناد قومی و اجتماعی که عالم بشریت را فرا گرفته بتواند حکم بر ترقی جامعه انسانیت نماید. منادی این بیان شخصی از اهل مشرق زمین است که ما غربیان متکبر و خودبین و اهل شک و ارتیاب را باین حقیقت متوجه داشته اینک خوبست ملاحظه کنیم در آلمانیای عیستلوی و اقامی که بواسطه اصول فاشیسم در تحت فشار و تهدیدات قرار گرفته و با نظر به رویه دیکتاتوری سیاسی بحال فلج مبتلا گشته است متقرای نظیر آنچه لوگست فورل سوئیسی از قول سپراگ انگلیسی نقل کرده که در بیرمانی و هندوستان مشاهده نمود جماعتی از بودائیان و مسلمین و مسیحی و یهود چون برادر و پسر با زو بباز وی یکدیگر داده در کمال انس و الفت باهم مشی مینمودند و این مسئله سبب تعجب و تحیر فوق العاده نفوس بود که تاکنون نظیر آن مشاهده نشده"

بقلم آرتور مندرسن

(نقل از مراسلات ای مورنینگ پوست ۲۶ ژانویه ۱۹۳۵)

من جزوه معروف به "نظم جدید عالم" اثر خامه حضرت شوقی افندی را زیارت نموده ام در این توقیع با بیان بسیار صحیح و بلیغ اصول عقائدی که همواره نسبت به نهضت بهائی شنیده ام مرقوم گشته اینک باکمال میل صمیمیت کامل خویش را نسبت به احساساتی که در سبیل وحدت عالم انسانی ابراز میشود و در تعالیم بهائی مسطور تقدیم میدارم.

بقلم پروفسور دکتر وی لسنی

امروزه اوضاع تغییر کرده است و عوامل کنونی سد موانع و مشکلاتی را که سبب تفرقه ملل از یکدیگر شده درهم شکسته. عالم محتاج به استعداد از قوه ایست عظیم و روحانی که سبب وحدت انسان و جهت جامعه ارتباط بشر باشد و من معتقدم که دیانت بهائی دارای چنین

قوه واثر است و باین درجه از موفقیت نائل خواهد شد و تا آنجا که از تعالیم حضرت بهاءالله اطلاع دارم در این عقیده ثابت و حصول این موفقیت را حتمی و یقین میدانم .... در بین بشر مصلحینی وجود داشته و حضرت بهاءالله ناجی و مصلح قرن میباشد اند. هر چیز باید باساس و محکم بنا شود و اخوت بین المللی بین ابناء انسان محکم و استوار گردد اول باید بخود اعتماد نمود و بعد بسایرین. و راه وصول باین مقصود تربیت روحانی داخلی است که تحقق آن فقط در ظل دیانت بهائی ممکن است.

من هنوز بعقیدهٔ چهار سال قبل هستم که نهضت بهائی بهترین اساس و پایهٔ خیرخواهی و محبت بین المللی است و حضرت بهاءالله خالق و موجد رابطهٔ ابدی بین شرق و غرب هستند ..... تعالیم بهائی دیانت زنده فلسفهٔ پاینده است .....

من دیانت مسیحی را توهین نمی کنم زیرا در اروپا وظائف مهمه در سبیل تربیت نفوس انجام داده است ولی در شریعت مسیح فعلاً بسیاری از اصول تعبدی و اوهام وجود دارد ..... دیانت بودا از قرن ششم قبل از میلاد برای هند بسیار نافع بود و تعالیم حضرت مسیح از برای عالم مفید بوده است ولی از آنجا که در عقول و افهام بشر ترقی حاصل شده بنا بفیوضات و هدایت الهی متوقف گردد لهذا است که دیانت بهائی در نتیجهٔ سیر ترقی و تکامل ادیان الهیه است.

بقلم شاهزاده خانم ماری انتوانت در بروکلین امریکا

در این زمان که بنظر میآید عالم انسانیت از خواب عمیق برخواسته و بصراحت طبع فهمیده یا باجبار خود را برای زندگی در عوالم روحانی آماده مینماید نوع انسان بدلالت و راهنمائی علم و کمال در صدد تحری و طلب امدادات غیبیه و جهان ما مرئی است.

همیشگاه جامعهٔ بشریت باین اندازه گرفتار محن و آلام دینی و شدائد و اختلافات مذهبی نبوده.

اینک نوع انسان در حال تکامل عظیم خویش حاضر و مستعد است پیام جانفزای حضرت بهاءالله را که منادی موافقت و التیام است قبول نماید این تعالیم ما را از روش قدیم تفرقه و اختلاف بآئین جدید توافق و ائتلاف دلالت مینماید چندانکه ظل این تعالیم استقرار و قابلیت خواهیم یافت امواج روحانی متصاعده از عالم بالا و جهان پنهان را که نافذ در جمیع کائنات و محیط بر حدود و ثغور عالم انسان است جذب نمائیم.

هر جنگ و ستیزی که با تمایلات و اهوای خویش میکنیم حقیقة پرده ای از دستگاه ناموزون خود که جهان مرئی ما را از عالم نامرئی جدا میسازد برداشته و دستگاه خود را حاضر و مهیا نموده ایم باطول امواج عالم نامرئی که مخالف با نغمات عالم خلقت است تطبیق دهیم.

در عالم ایجاد آنچه از طبیعت مستقیماً بما میرسد نیکوست و موافق و مطلوب و ما را شایسته چنانکه آهنگ موزون جمیع اشیاء را در جمیع احوال مراعات نمائیم و بوسیلهٔ دستگاهی قادر بر اذاعهٔ آهنگ خوش روح و فؤاد همان نوای جانفزا را در کافهٔ موجودات برآریم و در راه وصول بمعارج ترقی و کمال و اوج عالم انسانیت خویش را باهتزاز آورده و رابطه بین ماضی و استقبال قرار دهیم.

در آئین حضرت بهاءالله که ظهور کلی الهی در عصر حاضر بشر است و با همان قوهٔ معنوی و روح قدسی که در حضرت مسیح جلوه نمود ظهور کرده است اساس دیانت و طاعت که با توافق با شریعهٔ حضرت مسیح است مناسب با نوع و تکامل کنونی عالم و رضیه شده.

. . . . .

ماہنامہ

پیام عمل

جلد دوم | جولائی سنہ ۱۹۴۱ع | نمبر ہفتم

الٰہی الٰہی

اے میرے خدا! اے میرے خدا!

سراجِ امرت را بدھنِ حکمت برافروختی از اریاحِ مختلفہ حفظش نمائی

تو نے اپنے امر کے چراغ کو حکمت کے تیل سے روشن کیا۔ اُسے مختلف ہواؤں سے بچا۔

سراج از تو زجاج از تو اسباب آسمان وزمین در قبضۂ قدرتِ تو

چراغ تیرا ہے فانوس تیرا ہے آسمان وزمین کے اسباب سب تیرے قبضۂ قدرت

اُمرا را عدل عنایت فرما وعلماء را انصاف توئی آن مقتدر یکہ بحرکتِ قلم

میں ہیں۔ امیروں کو عدل عنایت فرما اور عالموں کو انصاف عطا فرما۔ تو ہی وہ صاحب اقتدار ہے کہ تو نے

امرِ مبرمت را نصرت فرمودی و اولیاء را راہ نمودی توئی مالک قدرت

قلم کی حرکت سے اپنے قطعی امر کی تائید ونصرت فرمائی ہے اور اپنے دوستوں کو راہ دکھائی ہے۔ تو ہی ہے

وملیک اقتدار لا الٰہ الا انت العزیز المختار

قدرت کا مالک اور اقتدار کا بادشاہ تیرے سوا کوئی خدا نہیں تو غالب و مختار ہے۔

(ادعیۂ محبوب)

حقیقتِ دین

دُنیا میں جس قدر عُلوم فنون موجود ہیں اُن سب میں علمِ دین سب سے زیادہ بلند مقام رکھتا ہے۔ اور علمِ دین میں سب سے اہم اور اعلیٰ چیز یہ ہے کہ دین کی حقیقت معلوم کی جائے۔ کیونکہ اگر ہمیں دین کی حقیقت معلوم نہ ہو تو ہم اسکے متعلقات سے کیا بحث کر سکتے ہیں اور خود اس کے بارے میں کیا سمجھ سکتے ہیں؟ جب تک ایک چیز کی حقیقت معلوم نہ ہو ہم اُس سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔

دین کے لفظی معنی زبانِ عرب میں معاملہ یعنی باہمی سلوک ہیں۔ عربی میں یہ فقرہ مشہور ہے "کَمَا تَدِینُ تُدَانُ" (تم جیسا معاملہ کروگے ویسا ہی معاملہ تم سے کیا جائے گا) "فَدِنَّاهُمْ كَمَا دَانُوا" ہم نے اُن سے ویسا ہی معاملہ کیا جیسے انھوں نے ہم سے کیا تھا۔ دین سے مُراد اطاعت اور جزا بھی ہے۔ اسی لئے خدا کے احکام کی اطاعت کو دین کہتے ہیں۔ یہ تو لغوی لحاظ سے دین کے معنی ہوئے۔

اب آیئے ہم دین کی حقیقت سمجھنے کی کوشش کریں خداوندِ عالم اپنے کسی مقدس پیغمبر کے ذریعے جو احکام بندوں کو دیتا ہے اُن پر عمل کرنا دین ہے۔ یعنی خدا کا معاملہ خلق سے اور خلق کا معاملہ خدا سے۔ خدا کی طرف سے یہ معاملہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی خلق کو اپنے احکام کی بجا آوری کا حکم دیتا ہے۔ خلق کا معاملہ خدا سے یہ ہوتا ہے کہ خلق احکامِ الٰہی پر عمل پیرا ہوتی ہے یا نافرمانی کرتی ہے۔ پھر خدا اور خلق کے درمیان یہ معاملہ ہوتا ہے کہ جو بندہ احکامِ الٰہی کو پورا کرتا ہے خدا اس کو اچھا بدلہ دیتا ہے۔ جو بندہ احکامِ الٰہی کی نافرمانی کرتا ہے خدا اُس سے یہ معاملہ کرتا ہے کہ اُسے سزا دیتا ہے

یہ معاملہ ایک قدرتی عمل ہے جو پورے لزوم کے ساتھ جاری ہے۔ فطرت میں خداوند عالم نے تاثیر اشیاء کا قانون رکھا ہے۔ زہر کھانے سے آدمی مرجاتا ہے۔ صحت افزا غذائیں کھانے سے تندرست ہوتا ہے۔ راحت و آرام کے اسباب سے خوش ہوتا ہے۔ تکلیف اور زحمت کے اثر سے محزون و مغموم ہوتا ہے۔ جیسے خدا کا یہ قانون عالمگیر ہے ویسے ہی فطرت انسانی کے دوسرے پہلو کا قانون ہے جو انسان کی روحانیت یعنی دل و دماغ کی نورانیت۔ عادات و اخلاق کی نیک تربیت سے متعلق ہے۔ فطرتِ انسانی کی ایسی تربیت جس سے وہ بہترین انسان بن کر تمام لوگوں سے اچھا معاملہ کرتا ہے۔

جس طرح چیزوں اور بوٹیوں میں تاثیرات ہیں اسی طرح نیک و بد اعمال میں تاثیرات ہیں۔ ہر ایک عمل اول عامل پر اثر کرتا ہے۔ پھر دوسرے لوگوں پر اپنا اثر ڈالتا ہے۔ اچھے عمل کے اچھے اثرات اور بُرے عمل کے بُرے اثرات ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص نے کسی کا ادب و احترام کیا اور شیریں زبانی کی بات چیت کی تو پہلے خود ایسا کرنے والے کا دل مسرت محسوس کرتا ہے۔ پھر جس سے یہ معاملہ کیا گیا اُس کو خوشی حاصل ہوتی ہے پھر تمام حاضرین اور متعلقین اس سے اچھا اثر لیتے ہیں۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کی بے عزتی کرے اور سخت کلامی سے پیش آئے تو سب سے اوّل ایسا کرنے والے کے دل پر غم و غصہ کی لہر چلتی ہے۔ پھر جس کے ساتھ ایسا معاملہ کیا گیا اسے تکلیف ہوتی ہے۔ پھر تمام دیکھنے والوں اور تعلق رکھنے والوں کو دکھ پہنچتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اچھے اور برے اعمال کے اثرات لازمی چیز ہیں۔

تاثیرِ اعمال کا یہ پہلو تو ایک عام مشہود و محسوس چیز ہے ہم ذرا اور گہری نظر ڈالنا چاہتے ہیں۔ یہ وہ نظر ہے جو تمام پیغمبروں کی تعلیمات میں ہمیشہ قائم رکھی گئی ہے۔ پیغمبر جو روحانی پہلو سے فطرتِ انسانی کے علوم و اسرار کے ماہر اور امراضِ روحانی کے طبیب و معالج ہوتے ہیں، انھوں نے دنیا کو بار بار یہ سمجھایا ہے کہ جیسے جسم کے لئے جان اصل چیز ہے جس سے جسم قائم ہے ویسے ہی روحِ انسان کی جان قوتِ ایمان ہے۔ ایمان جامع لفظ ہے جس میں یہ پورا مضمون آگیا کہ انسان تمام احکامِ الٰہی پر عامل ہے۔ اور ساری مخلوق سے اچھا معاملہ کرتا ہے جس سے انسان کی ذاتی تکمیل ہوتی ہے اور وہ بلند درجاتِ انسانیت حاصل کر لیتا ہے جو انسان کی زندگی کا ثمر اور مقصد ہیں۔ یہ ثمر و مقصد دین کے ذریعے ہی حاصل ہوتے ہیں۔

عمل بذاتِ خود ایک اثر رکھتا ہے، وہ عامل کو زندگی اور بہتری عطا کرتا ہے یا موت و ہلاکت میں پہنچا دیتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے جسے خدائی قانون یا دینِ حق کہنا بجا ہے۔ مگر اکثر لوگ اس بات کو مبالغہ یا استعارہ قرار دیتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اثرِ اعمال کوئی یقینی بات نہیں۔ جس شخص کے باطن میں یہ خیال ہوتا ہے کہ اثرِ اعمال کوئی حقیقی چیز نہیں وہ بدعملی میں دلیر ہوتا ہے۔ پیغمبروں کی باتوں کو صرف بیوقوفوں کے ڈرانے کا ایک بہانہ سمجھتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ پیغمبروں کی باتوں میں کوئی مبالغہ یا بناوٹ نہیں ہے۔ لیکن جو لوگ حقائقِ اشیاء سے واقف نہیں وہ یقین نہیں کرتے۔ پیغمبر کہتے ہیں کہ جیسے سڑے ہوئے مردار کا گوشت کھانے سے انسان کی صحت خراب ہو جاتی ہے ویسے ہی غیبت کرنے سے انسان کی روحانی صحت یعنی دل کی حالت خراب ہو جاتی ہے۔ ہر گناہ ایک زہر ہے۔ جو انسان کو مسموم کر کے ہلاک کر دیتا ہے۔ اس قسم کی باتیں سن کر اہلِ حجاب کہتے ہیں کہ یہ باتیں سب فضول ہیں۔ دیکھو فلاں آدمی اتنے اتنے گناہ کرتا ہے پھر بھی اسے کوئی ہلاکت نصیب نہیں ہوئی۔ اس اعتراض میں بھی بڑا حصہ بے فہمی کا ہے۔ یعنی پیغمبر نے کہا کہ برے عمل سے انسان ہلاک ہوتا ہے اور ہلاکت سے اس کا مقصد انسان کی حقیقتِ انسانیت کا ضائع ہونا ہے۔ مگر معترض نے فوراً کہدیا کہ فلاں آدمی نے بڑے بڑے گناہ کئے مگر اس کا کچھ بھی نہ بگڑا۔ بات یہی ہے کہ پیغمبر حقیقتِ انسانیت کے بننے اور بگڑنے کا ذکر کرتے ہیں۔ لوگ اس امر کو سمجھنے کی بجائے صرف ظاہری بربادی ہی کو مدِ نظر رکھتے ہیں اگر دل کی آنکھیں کھل جائیں تو ہر گناہ گار گناہ کے وقت ہی بچ پڑے اور جس طرح سانپ کے ڈسنے اور بچھو کے ڈنک مارنے سے انسان فوراً بلبلا اٹھتا ہے اسی طرح گناہ کے خیال سے ہی بلبلا اٹھے۔ اور اگر گناہ سرزد ہو جائے تو گناہگار اس قدر گھبرائے کہ رونے اور سر پیٹنے لگے بلکہ بسا اوقات پہاڑوں اور جنگلوں کو بھاگ جائے۔

انسان ظاہری اثرات کے ماننے پر تو مجبور ہے۔ مگر باطنی اثرات کا احساس بہت کم آدمیوں کو ہوتا ہے۔ قانونِ قدرت کے مطابق ہر باطنی اثر کا منعکس ظاہر میں بھی ملتا ہے۔ لیکن جو شخص ایسے اعمال کے سلسلہ کو پوری توجہ سے دیکھتا رہے اور اعمال کے نتائج پر

غور کرتا رہے تو یہ بھید کھل جاتے ہیں۔

پیغمبروں نے یہ حقائق لوگوں کو خوب سمجھائے بلکہ اپنی باطنی بصیرت کا اثر لوگوں پر ڈال کر انھیں مشاہدہ کرا دیا کہ گناہ زہر ہے۔ گناہ بیماری ہے۔ گناہ تباہ کاری ہے۔ گناہ موت و ہلاکت ہے۔ اور نیکی زندگی ہے۔ نیکی صحت و طاقت ہے۔ نیکی آزادی و راحت ہے۔ جیسے غذاؤں کا اثر انسان پر ہوتا ہے۔ ویسے ہی نیکی، بدی کا اثر ہوتا ہے۔ یہ اثر جو خوبی اور خوشی پیدا کرتا ہے وہ عمل کی اچھی جزا ہوتی ہے اور جو خرابی اور پریشانی لاتا ہے وہ بُرے عمل کی سزا ہوتی ہے۔

خدا کا یہ معاملہ منظم اور مسلسل عالمِ خلق میں جاری و ساری ہے۔ اسی حقیقت کو دلوں میں جاگزیں کرنے کے لئے پیغمبر آتے ہیں۔ اور وحی و الہامِ الٰہی اس حقیقت کو واضح اور مؤثر طریق پر بیان کرتا ہے جس سے لوگ اصلاحِ اعمال کرتے ہیں۔

بہرحال دین کیا ہے؟ — ایک قانون جس سے انسان کی ہستی اور زندگی وابستہ ہے۔ دین ایک علم ہے جو انسان کو صحیح راہِ عمل بتاتا ہے۔ دین، خدا کی بادشاہت کا نام ہے جہاں ہر ایک کو اُس کے کام کا پورا پورا بدلہ دیا جاتا ہے۔ دین کیا ہے؟ ایک کاشتکاری ہے۔ اچھے دانے بوکر اچھے پھل، بُرے دانے بوکر بُرے پھل ملتے ہیں۔ دین ایک تجارت ہے جس میں ایماندار نفع اٹھاتے ہیں اور بے ایمان گھاٹے میں رہتے ہیں۔

دین ایک زندہ طاقت ہے جس کے مظاہر ہمیشہ ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ دین کے قالب بدلتے رہتے ہیں مگر رُوح ازلی، ابدی اور واحد ہے۔

اِس لڑائی کا انجام کیا ہوگا؟

مختلف حکومتوں کی لڑائی بڑے زور سے ہو رہی ہے۔ ایک جہنم ہے جو بھڑک رہا ہے۔ روزانہ بے شمار نقصانات ہو رہے ہیں تباہی و ہلاکت کا دور ہے جو بری طرح فنا کا چکر چلا رہا ہے۔ آج تک دنیا کی آنکھ نے ایسی تباہ کاری کبھی نہ دیکھی تھی۔

لوگ پوچھتے ہیں کیا اس حالت سے بھی بدتر حالت ہونے والی ہے؟ ہاں واقعی بدسے بدتر حالت ہونے والی ہے۔ ایسی کہ دُنیا گھبرا اُٹھے گی۔ دنیا بھر کے رہنے والے تھر تھر اٹھینگے۔ کپکپا اٹھینگے روئیں گے اور کہیں گے۔ کیا کریں؟ کہاں جائیں؟ کوئی ٹھکانہ نہ بچیگا۔ کوئی قوم نہ بچیگی۔ سب دُکھ پائینگے اور حیران ہو ہو جائینگے۔ زندگی پر موت کو ترجیح دیں گے۔

یہ کیوں ہوا؟ اس لئے کہ دُنیا والوں نے قانونِ قدرت کو توڑ دیا۔ قدرت نے اُن کی قوت کو توڑ دیا۔ لوگوں نے دین کو چھوڑ دیا۔ خدا نے انھیں بیابانِ ہلاکت میں چھوڑ دیا۔ خدا نے کہا صلح اور محبت سے رہو۔ لوگوں نے دشمنی اور عداوت پر کمر باندھی۔ دستِ قدرت نے اُن کے دلوں کی آگ کو آتشیں گولوں کی شکل میں انھیں پر برسا دیا۔ خدا نے فرمایا لڑائی اور فساد سے الگ رہو۔ لوگوں نے زور شور سے لڑائی شروع کر دی۔ اب نافرمانی کی سزا مل کر رہے گی۔

اسی کی خبر سیعیاہ نبی کی معرفت خدا نے یوں دی تھی کہ میں آخری زمانے میں تم پر آسمان سے آگ اور گندھک برساؤنگا۔ اور دھوئیں کے ستون یعنی دہی آتشیں گولے

اور طرح طرح کی زہریلی گیس جو پہلے دنیا نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اور اب موجودہ لڑائی میں وہ سب موجود ہو کر ہلاکت پھیلا رہی ہیں۔

قانونِ قدرت ہے کہ بیج سے ہی پھل بن جاتا ہے۔ نافرمانی ایک بیج ہے جس کا پھل عذاب کی شکل میں نمودار ہو جاتا ہے۔ خدا نے صلح و محبت سے رہنے کے لئے انسان کو پیدا کیا۔ انسان نافرمانی کر کے جنگ و فساد کرنے لگا۔ اب یہی جنگ و فساد انسان کے لئے عذابِ الیم بن کر اُسے فنا کر دیگا۔

یاد رہے کہ قدرت کی طرف سے عذاب بھی ایک تنبیہ ہے جسے پاکر انسان ہوشیار ہو جائے تو نہایت ہی اچھا ہو کاش اس جنگ کے عذاب سے دنیا ہوشیار ہو کر سنبھل جائے اور ہر قسم کے فساد و تعصب کو چھوڑ دے اور خدا کا کہنا مان کر اتحاد و محبت کی زندگی اختیار کرے۔ اگر دُنیا اس تازیانۂ الٰہی سے بھی ہوشیار نہ ہوئی تو انجام بہت دردناک ہوگا۔

حضرت مسیح کے فرمانے کے بموجب موجودہ جنگ ہلاکت ایک قُدرتی کارروائی ہے۔ جیسا کہ جب فصل پک جاتی ہے تو کسان درانتی لے کر کھیت کاٹ ڈالتا ہے اور دانے چلاتا ہے۔ دانے جمع کر کے رکھ لیتا ہے اور بھوسا جلا دیتا ہے۔ حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ آخری وقت میں ایسا ہی ہوگا۔ سو یہ وہی وقت ہے جس کی خبر حضرت مسیح نے دی تھی۔ دستِ قدرت کی درانتی بڑے زور سے چل رہی ہے۔ لیکن کیا اس کارروائی کا نتیجہ نوعِ انسان کی بربادی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں! اس کے بعد صلح و سلامتی کا وقت یقیناً آئے گا۔ جس کی خبر بھی پاک کتاب میں آئی ہے

مذاہب کانفرنس، پال گھر

احمد نگر اور بمبئی جون کو پال گھر علاقہ بمبئی میں ایک مذہبی کانفرنس منعقد ہوئی مقامی معززین نے بھی نہایت دلچسپی سے حصہ لیا۔ یہ کانفرنس بہائی احباب بمبئی کے انتظام سے ہوئی تھی ہندو، بودھ، زرتشتی، یہودی مسیحی، مسلمان اور بہائی سب محترم نمائندوں نے مفصل تقریریں فرمائیں۔ نہایت سنجیدگی سے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا کسی نے کسی دوسرے کے مذہب پر کوئی حملہ نہیں کیا۔ سامعین میں بھی ہر قوم کے افراد تھے۔ سب نے نہایت سکون و اطمینان سے تمام لکچرز سنے۔ دوسرے دن بہائی بچوں نے ایک ڈرامہ کیا جس میں دکھایا گیا کہ تمام مذاہب کے لوگ آپس میں بات چیت کر کے حقیقت پر غور کرتے ہیں۔ اور آخرکار اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ حقیقت ایک ہے۔ اور بہائی پیغام سب کے لئے اتحاد کا مرکز ہے۔ اس لئے وہ سب آپس میں مل جلکر متحد ہو جاتے ہیں پھر صلح و اتحاد کا نغمہ گایا جاتا ہے۔

کانفرنس کے اوّل و آخر مناجات پڑھی جاتی تھی۔ کانفرنس خوشی اور مسرت کے ساتھ شروع اور ختم ہوئی۔

اس کانفرنس کے لئے جو پیغامات باہر سے موصول ہوئے اُن میں مہاتما گاندھی۔ گورنر صاحب بہادر بمبئی۔ مسٹر جیکر۔ آرچ بشپ آف بمبئی۔ مسٹر وکیل پریذیڈنٹ نیشنل بہائی اسپرچول اسمبلی کے پیغامات تائید و توفیق اور اظہار مسرت کے متعلق نہایت قابل قدر تھے۔

مدیر پیامبر اس کانفرنس سے فارغ ہو کر دو روز کے لئے بمبئی گئے۔ جہاں برادران رحمانی کی ملاقات سے نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ پال گھر میں تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے۔ اچھے نتائج کی امید کی جاتی ہے:۔

سرزمینِ چہار دین

(ترجمۂ مقالۂ حضرت روحیہ خانم)

آج ہفتہ کا دن ہے جس وقت ہم مسجد سلیمان کی شکستہ دیوار کے سامنے کھڑے ہیں اور یہودیوں کے اس معبد کی ویرانی و شکستہ حالی اور اُن کی قومی تباہی و بربادی، ذلت و بیچارگی کو حیرت و استعجاب کی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ جرمنی و فلسطین و ہمدان کے یہودیوں کی بھی بالکل یہی حالت ہے۔ ایک بوڑھی کھوسٹ عورت اس شکستہ دیوار کے برابر پتھر پر ہاتھ پھیر رہی ہے اور ہاتھ پھیرنے کے بعد اپنے ہاتھوں کو چومتی ہے۔ دوسری عورتیں زار و قطار رو رہی ہیں۔ یہودی مرد بھی اس دیوارِ ماتم پر ناصیہ فرسا ہیں اور یہودی علماء دعا خوانی کے وقت نہایت شوق کے ساتھ دائیں بائیں کو جھکتے ہیں اور اپنے دونوں ہاتھ ملا کر ایک خاص جذبے کے ساتھ بھینچ لیتے ہیں۔

یہ حالت دیکھکر ہماری نگاہوں میں اُن کی گذشتہ شان و شوکت کی تصویر پھر جاتی ہے۔ چند پرانے ٹائپ کے لوگ بھی موجود ہیں جن کو دیکھکر قدیمی شہر بابل کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ غرض کوئی شخص اگر یہاں آکر دیکھے تو اس کو معلوم ہوگا کہ یہودیوں کا گذشتہ اعلیٰ تمدن و عروج۔ شریعتِ موسویہ کی ضیا افشانی اور قدیمی جاہ و جلال اس وقت دیوارِ گریہ کے قریب ایک مجسم مصیبت کی شکل میں موجود ہے۔

اِس رُوح فرسا منظر کو دیکھ کر قدرتی طور پر انسان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس مصیبت زدہ قوم کی اِس ذلت و رسوائی اور ہلاکت و بربادی کا اصل سبب کیا ہے؟

بات یہ ہے کہ یہودی جاہ و جلال کے آسمان پر ذلت و ادبار کی گھٹائیں چھا جانے کے بعد سے اب تک کئی پیغمبر مبعوث ہو چکے جنھوں نے اپنی روشن تعلیمات سے تمام عالمِ انسانی کو منور کیا۔ اِن پیغمبروں میں سے ایک حضرت مسیح تھے جن کی آمد کی خبر انبیائے بنی اسرائیل بار بار دے چکے تھے۔ آج سے دو ہزار سال قبل ان کا ظہور ہوا۔ مسیح کون تھے؟ انبیائے بنی اسرائیل کے بیانات کے مطابق وہ بادشاہ یہود تھے۔ لیکن جس وقت اُن کا ظہور ہوا تو فوراً یہودی علماء چلا اُٹھے کہ اُس کا خون ہماری اور ہماری اولاد کی گردن پر"۔ غیر یہ تاریخ کا ایک تلخ ترین واقعہ تھا جو گذر گیا۔ مسیح سے چھ سو سال بعد حضرت محمدؐ کا ظہور ہوا۔ جنھوں نے خدا کی طرف سے یہودیوں کو پیغام دیا لیکن یہودیوں نے آپ کا پیغام ماننے سے انکار کر دیا۔ اسی لئے ۱۳۰۰ سال کے اندر ایک اور آسمانی منادی کا ظہور ہوا۔ یعنی حضرت باب نے ایک مرتبہ پھر یہودیوں کو متوجہ کیا۔ لیکن یہودی اب بھی متاثر نہ ہوئے۔ ۱۹ سال بعد حضرت بہاء اللہ نے ندائے الٰہی بلند فرمائی۔ لیکن یہ قوم ابھی تک اپنی گم شدہ عظمت پر ماتم کر رہی ہے اور شب و روز رو رو کر دعائیں مانگتی ہے کہ خدایا مسیح کو بھیجدے۔ اِس حالت کو

دیکھکر انسان لرزہ براندام ہوجاتا ہے۔ گویا یہ قوم آج سے چار ہزار برس پہلے کی دنیا میں زندگی بسر کر رہی ہے۔ یعنی دین جو جوہر حیات ہی چار مرتبہ دنیا کے انسان کو منور کرنے کے لئے تازہ کیا گیا۔ لیکن غافل قوم آج سے چار ہزار سال پہلے کے زمانہ کو چاہتی ہے۔

غرض ہم دیوار گریہ کے قریب کھڑے ہوئے۔ ان خیالات میں غرق تھے کہ یہودی علماء نے ہم کو علیحدہ ایک طرف کھڑے ہونے کا اشارہ کیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ نماز کے لئے اندر جاتے وقت اُن کا دامن ہمارے کپڑوں سے مس ہوکر کہیں نجس نہ ہوجائے۔ اُن کے چہروں سے بے انتہا تعصب ٹپکتا تھا۔ جس کو دیکھکر ہمارا خیال ہوا کہ آج کی دنیا میں اس تعصب کیلئے کہیں جگہ نہیں۔ آج نہیں تو کل اس کا خاتمہ ضرور ہوکر رہیگا۔

یہاں سے ہم روانہ ہوگئے۔ اثنائے راہ میں ارادہ یہ ہوا کہ حضرت مسیح کے مزار مقدس پر بھی جانا چاہیئے۔ چنانچہ ہم اس کلیسا میں پہنچے جس میں مزار مسیح ہے۔ ہم ایک تاریک کمرہ میں داخل ہوئے جہاں ایک پتھر پر حضرت مسیح کا جسم رکھا ہوا تھا اور یوسف آپ کے جسم مبارک کو غسل دے رہے تھے۔ اس کمرہ میں آٹھ چراغ آویزاں تھے۔ لوگ بیان کرتے ہیں کہ ان میں چار چراغ ارتھوڈکس عیسائیوں کے ہیں اور دو چراغ کیتھولک عیسائیوں کے، ایک ارمنوں کا اور ایک قبطیوں کا ہے۔

ہمیں لوگ اس مقام پر لے گئے جس کا نام کاسہ سر ہے۔ یہاں مریم عذرا کا مجسمہ رکھا ہے جو کروڑوں پونڈ کے جواہرات سے آراستہ ہے۔ دوسری طرف ایک بہت بڑا سوراخ ہے جس میں صلیب لٹک رہی ہے۔ جس کو دیکھکر وہ تمام مصائب یاد آجاتے ہیں جو حضرت مسیح پر گذرے۔ یہاں سے واپسی کے وقت ایک پادری نے تین موم بتیاں ہمیں بہت زیادہ قیمت میں دیں۔ اس کے بعد ہم نے ارتھوڈکس یونان۔ کیتھولک اور قبطیوں کے گرجا گھروں کو دیکھا۔ اس کے بعد اس زیارت گاہ میں گئے جہاں تین دن تک حضرت مسیح دفن رہے۔

قیامت مسیح کی عید کے زمانہ میں عیسائی لوگ اس گرجا کی دیوار کے دو سوراخوں سے آگ پھینکتے ہیں اور بہت سے لوگ اس کوشش میں کہ یہ عمل پہلے مجھ سے صادر ہوجائے اپنی جان تک کھو بیٹھتے ہیں۔ اس تمام عمارت میں کسی جگہ بے فائدہ نقاشی ہے تو کہیں جواہر نگاری اور طلا کاری ہے۔ ایک پادری انگیٹھی لئے ہوئے جارہا ہے۔ ایک کیتھولک راہب بھی گذر رہا ہے۔ یونانی پادری ہنسی ٹھٹھا کر رہے ہیں اور بطور استہزار ہمیں دیکھ رہے ہیں۔

اس گرجا کے پہلے حصہ کی بنیاد قسطنطین بادشاہ کی جس کے زمانہ میں دین مسیحی کو فروغ حاصل ہوا ماں نے رکھی ہے۔ ہم نے اسی زمانہ کی بے شمار پتھر کی صلیبیں دیکھیں جو قبروں پر نصب ہیں یہ منظر ہمیں کبھی فراموش نہ ہوگا۔ ہم نے یہاں چاروں طرف ایک اور آخری نگاہ ڈالی۔ ہاں یہی وہ جگہ ہے جہاں اس مظلوم نے انسانوں کو باہمی الفت و محبت کا سبق دیتے ہوئے اپنی جان نثار کر دی۔ لیکن افسوس کہ یہی وہ مقام ہے جہاں آپ عیسائیوں کے باہمی اختلافات کی وجہ سے حکومت فلسطین کو مداخلت کرنی پڑی اور وہ عیسائیوں کو باہمی خونریزی سے محفوظ رکھنے کے لئے انتظامات کر رہی ہے

حضرت مسیح کے ظہور سے اب تک دو ہزار سال گذر چکے ہیں۔ اس عرصہ میں مسیحی تعلیمات بالکل پاش پاش ہوچکی ہیں۔ مسیحی فرقے اس کلیسا کی جو قتل گاہ مسیح پر قائم کی گئی ہے ایک ایک بالشت زمین پر جھگڑتے ہیں۔ یہودیوں پر تو الزام ہے کہ انھوں نے مسیح کا انکار کر دیا۔ اس کے باوجود ابھی تک مسجد سلیمان کی دیوار کے نیچے بیٹھکر مسیح کے ظہور

کیلئے گریہ وزاری کرتے ہیں۔ لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ آج عیسائی بھی اپنے دینی نفاق اور مذہبی تعصب کے ذریعہ مسیح کی تحقیر کر رہے ہیں۔

قتل گاہ مسیح کی زیارت سے فارغ ہو کر ہم مسجد عمر کو دیکھنے گئے راستہ میں پولیس نے روکا اور سوال کیا۔ کیا ہم حضرت رسول پر ایمان رکھتے ہیں یا نہیں۔ ہم نے جواب دیا کہ چونکہ ہم مہمان ہیں اس لئے یقیناً ہم حضرت رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ پس پولیس نے ہم سے ایک ڈالر جرمانہ لئے بغیر جو گفتار کے لئے معین ہے منزل مقصود کی طرف ہماری رہنمائی کی۔

چاروں طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ فضا پرسکون تھی۔ نسیم خوشگوار کے جھونکے چل رہے تھے۔ یہاں کھڑے ہو کر محسوس ہوتا ہے کہ ایک حقیقی مسلمان ابتک آئین اسلام سے قوت روحانی حاصل کر سکتا ہے پھر یہ کیا بات ہے کہ اسی مسجد کے قریب یہودی اپنے معبد کی شکستہ دیوار کو بوسہ دیتے اور روتے ہیں۔ ایسا وہ کیوں کرتے ہیں۔ اُن کے رونے کی آخر کیا وجہ ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ لوگ پیشینگوئی کے مطابق آوارہ اور پریشان پھر رہے ہیں۔ کہا گیا تھا کہ مسیح قوموں کیلئے علم بلند کرے گا اور اسرائیل کے پراگندہ لوگوں کو اطراف عالم سے اکٹھا کرے گا۔ اس پیشینگوئی کی انھوں نے قدر نہ کی۔ حضرت مسیح کو صلیب دی۔ اُن کے اعمال کا نتیجہ اب اُن کی پراگندگی اور پریشانی کی صورت میں نمودار ہو رہا ہے۔

مسجد عمر کے اطراف میں بھی ہمیں یہی منظر دکھائی دیتا ہے لیکن کم۔ ہم نے سوچا کہ مسلمان تو دیندار ہیں۔ پھر اُن سے کیا خطا سرزد ہوئی جو پریشان حال نظر آتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مسلمان اور یہودیوں کی ذلت و رسوائی پراگندگی و پریشانی کا سبب متحد ہے۔ حضرت رسولؐ نے اپنے یوم ظہور میں مسلمانوں کو آگاہ کر دیا تھا کہ تم اپنے موعود پر ایمان لانا۔ لیکن افسوس کہ اہل اسلام نے بھی یہودیوں کی طرح اپنے موعود کو طرح طرح کی اذیت دے کر شہید کر دیا۔

موعود اسلام نے ندا بلند کی کہ میں وہ قائم موعود ہوں جس کا نام تم ایک ہزار سال سے اپنی دعاؤں میں لیتے تھے اور اُس کے مشاہدہ جمال کے متمنی تھے اور جس کے جلد ظاہر ہونے کے تم دل سے متمنی تھے۔

اس آواز کا یہ اثر ہوا کہ حضرت سید علی محمد باب کو شہید کر دیا اور موعود اُمم حضرت بہاء اللہ کو چار مرتبہ قید و بند اور جلا وطنی کے مصائب میں مبتلا کیا یہانتک کہ اس قید خانہ میں رکھا جو چوروں اور قاتلوں کے لئے مخصوص تھا۔

ان حالات میں کوئی تعجب نہیں اگر تاریکی شب نے مسجد عمر کے منظر کو بھیانک بنا رکھا ہے۔ عنقریب اس کہر کو انکار اور ظلم کی تاریکی اپنے دامن میں چھپا لے گی۔

ہم انتہائی حیرت و تعجب کے عالم میں بیت المقدس سے روانہ ہوئے۔ حیرت و تعجب ان قوموں کے ظاہری و باطنی اختلافات پر۔ جواہرات سے مرصع مجسموں، دنیا طلب یہودی عالموں پر۔

آہ! کہاں گیا وہ وقت عظمت و صداقت جبکہ موسیٰ جیسا نبی صحرائے طور میں احکام عشرہ الٰہی اس قوم کو سنا رہا تھا۔ آہ! کہاں ہے وہ مسیح بے فغاں جس نے دنیاوی عیش و راحت پر لات مار کر اس قوم کو آسمان ترقی تک پہنچا دیا تھا۔

آہ! کہاں گئی اس مقدس چرواہے کی عدالت و بردباری جس کے ذریعے خدا نے قرآن مجید نازل کیا تھا اور وحشی عربوں کو کمالات ظاہری و معنوی کی تعلیم دی اور انتہائی عزت و شوکت کا مالک بنایا۔

مسجد عمر کو دیکھنے کے بعد ہم اس شہر سے جو روحانیت سے یکسر خالی ہے اور جس کے اندر خود غرضی اور تعصب کا شور بلند ہے نہایت شوق کے ساتھ ساحل دریا کی طرف روانہ ہوئے تاکہ

مرکز بہائی تک پہنچ جائیں۔ تھوڑی دیر میں ہم کوہ کرمل کے قریب پہنچ گئے۔ کوہ کرمل پر جانے کے لئے بہت سے طبقات طبقہ بہ طبقہ طے کرنے پڑتے ہیں تک کہ ایک صاف و سادہ اور خوبصورت باغ کے اندر ایک پاکیزہ عمارت نظر آئی۔ یہ حضرت باب کا مقبرہ ہے۔ جس کے سامنے ہم تھوڑی دیر ٹھہرے۔ سامنے خلیج حیفا ہے۔ پہاڑوں پر شفق سرخ نے ارغوانی رنگ پھیر رکھا ہے۔ عجب قیامت کا منظر ہے۔

ایرانی باغبان نے مسکراتے ہوئے ہمیں سلام کیا۔ یہ وہ مقام ہے کہ نہ صرف بہائی بلکہ مختلف قوموں کے لوگ ہر ملک اور ہر نسل کے لوگ یہاں آکر انتہائی مسرت کے ساتھ زیارت کرتے ہیں۔

ہم ایک کمرہ میں داخل ہوئے اور لالہ و گل سے معمور ایک آستانہ کی تعظیم کے لئے جھک گئے۔

نہایت لطیف، پُرجلال اور سادہ قبر ہے جس کے اندر حضرت باب کا جسد اطہر آرام کر رہا ہے۔ یہاں نہ کوئی مجسمہ ہے نہ کوئی تصویر۔ نہ رسوم کی ادائیگی ہے نہ کوئی پادری و عالم ہے۔ ہر شخص آزاد ہے کہ اپنے حسب منشاء اس حرم مقدس میں جو حرم پیغمبر ہے دعا و مناجات کرے۔ اس مقدس مقام کی پُرکیف ہوا یقیناً تڑپتے ہوئے دلوں کو تسکین بخشتی ہے۔ ایسی تسکین جو صرف ایمانِ کامل ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ سکون، یہ راحت و آرام یہاں کے ذرہ ذرہ میں موجود ہے حتیٰ کہ اس باغ، اس پہاڑ اور دامنِ کوہ تک سے سکون کا احساس ہوتا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اس مقام کی روحانیت کو کسی دینی پیشوا یا بے روح رسم و رواج نے نہیں چھینا ہے نہ دنیاوی علائق نے اس کو آلودہ کیا ہے یہاں وہ حقیقت نظر آتی ہے کہ بیت المقدس میں جس کی جگہ مجاز نے لے لی ہے۔ یہاں حضرت بہاء اللہ کے بیانِ مبارک کی تصدیق ہوتی ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں کہ

آپ کو خوب معلوم ہے کہ تمام انبیاء رسل امر اللہ میں مختلف لباس میں جلوہ گر ہوئے۔ اگر آپ گہری نظر سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ سب ایک ہی باغ میں ساکن ہیں۔ ایک ہی ہوا میں اڑتے ہیں اور ایک ہی بساط پر بیٹھے ہیں اور ایک ہی بات کہتے ہیں اور ایک ہی حکم دیتے ہیں۔ یہ ہے اتحاد ان جواہرِ وجود کا اور ان غیر محدود اور غیر معدود آفتابوں کا۔

اس مقام پر ہمارے ناظرین کو غلط فہمی نہ ہونی چاہئے۔ ہم نے بیت المقدس کے متعلق جن احساسات و جذبات کا اظہار کیا ہے اس سے یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ ہم ان قوموں کی بیگوئی کریں۔ یا ان کی مقدس تعلیمات پر اعتراض کریں۔ اس قسم کی دست اندازی کرنا ہمارے عقیدہ کے خلاف ہے۔ ہر قوم کے حقوق کا احترام کرنا ہر فردِ بہائی کا اوّلین فرض ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ جس شخص کی رگوں میں جدید آسمانی تعلیمات نے زندگی کی روح دوڑا دی ہو اور جس نے تاریخ انسان کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کیا ہو اور جس کی روح زیادہ سے زیادہ گہرائی کی طرف جا رہی ہو اس کے دل میں ایسے احساسات کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔

خدا کا اعتقاد ضمنی طور پر ہمیں خدا اور مخلوق کا باہمی تعلق و ارتباط سمجھا دیتا ہے اور خدا کی مخلوقات و کائنات کا اگر وسیع مطالعہ کیا جائے تو اس کی زبردست قدرت، نامحدود صفات اور اس کے نامحدود فیوضات کا اظہار ہو جاتا ہے۔ ہم تمام چیزوں میں صفاتِ الٰہیہ کی نشانیاں دیکھتے ہیں۔ بڑی سے بڑی مخلوق کے لے کر ایک چھوٹے سے ذرہ تک پر اگر ہم گہری نگاہ ڈالیں تو ان تمام چیزوں میں ہم کو صفاتِ الٰہی آشکار و ہویدا نظر آتی ہیں۔

کیا خلاقِ عالم کی نسبت یہ گمان زیبا ہے کہ ایک طرف تو وہ مرتب و منظم کائنات کی بنا ڈالے اور دوسری طرف کائنات سے اپنا فیضِ روحانی روک لے۔

کیا یہ بات ممکن ہے کہ ہم یہ تسلیم کرلیں کہ خدا اپنی مخلوق سے محبت رکھتا ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ ہمارا یہ بھی عقیدہ ہو کہ خدا نے دنیا کی اس عظیم الشان تاریخ میں صرف ایک مرتبہ اپنا رسول بھیجا۔ ایسا خیال خلافِ عقل ہے۔ ہر روز آفتاب نکلتا ہے۔ زمین پر ہر سال بہار آتی ہے۔ پس کیا ہمارے لئے یہ زیبا ہے کہ ہم خالقِ فطرت کو صرف ایک ہی مرتبہ مربی روحانی اس دنیا میں بھیجنے کے لئے مجبور سمجھیں۔ معلوم نہیں کس کتابِ آسمانی میں یہ لکھا ہے کہ بہارِ ربانی صرف ایک مرتبہ ایک ہی پیغمبر کے ذریعہ دنیا میں آتی ہے اور اس کے بعد ابد تک فیضِ خداوندی بند رہیگا۔ کس قدر تعجب کی بات ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہر پیغمبر نے گذشتہ پیغمبر کی تصدیق کی ہے اور آئندہ کی بشارت دی ہے۔ انسان کی عقل کمزور ہے۔ اس لئے اس کے اعتقادات کی دنیا بھی محدود ہے۔ ہر قوم آج یہ دعویٰ کر رہی ہے کہ اس کا دین تاریخ کا ایک بے مثل واقعہ ہے اور اس کا پیغمبر آخری پیغمبرِ الٰہی ہے۔

اہل بہاء کے نزدیک تاریخ کیا چیز ہے؟ ایک زبردست متحرک نمائش ہے جہاں انسان روح کی کوشش سے خدا کی طرف جا رہا ہے تاکہ وہ ارضی حدود سے بالاتر ہو کر ان پوشیدہ حقائق کا پتہ لگائے جو عالم فطرت میں بلکہ خود انسان میں مخفی رکھے گئے ہیں۔

اہل بہاء کا عقیدہ ہے کہ یہ نوع انسان جو مختلف قوموں اور نسلوں میں پھیلی ہوئی ہے فطری اسباب کا نتیجہ ہے۔ وہ اس لاانتہا انسانوں کی جمعیت کو صرف ایک ہی مخلوق سمجھتے ہیں۔ جو خدا کی محبت و ہدایت کے زیر سایہ اپنا حقیقی درجہ حاصل کرنے کی سعی میں مصروف ہے۔ اس خدا کی ہدایت کے ماتحت جس نے اپنے بندوں سے عہد و پیمان کیا ہے کہ وہ ان کی تربیت کے لئے پیغمبر بھیجتا رہیگا۔

اہل بہاء نے حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات کے ذریعہ یہ علم حاصل کیا ہے کہ آغازِ تاریخ سے اب تک قانون نشو و نما کے ماتحت عالم انسانی کی ترقی کا ایک کامل اور معین نقشہ اپنا کام کرتا چلا آتا ہے جس طرح تخم ریزی کے بعد بیج نشو و نما پاتا ہے اور ایک زبردست درخت کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ اس میں پھول پتے اور پھل آتے ہیں۔ اسی طرح اہل بہاء کے اعتقاد میں انسانی ہیئتِ اجتماعیہ بھی غیر اختیاری ترتیب کے ساتھ رفتہ رفتہ نشو و نما پاتی چلی آرہی ہے یعنی ابتداء میں انسان کی زندگی کی حالت یہ تھی کہ اس کی محبت و الفت صرف اپنے خاندان تک محدود تھی۔ آہستہ آہستہ یہ محبت اپنے قبیلہ اور اہل وطن تک پہنچی جہانتک کہ شہروں کی بنیاد پڑی۔ شہر ملکوں سے تبدیل ہوئے اور دائرۂ اتفاق و اتحاد وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ اس اصول کی بنا پر وقت آگیا ہے کہ اب دنیائے انسان اتحاد و اتفاق کی طرف آخری قدم اٹھائے اور وہ یہ کہ تمام روئے زمین ایک وطن بن جائے۔ تمام اقوام ایک قوم بن جائیں۔

جس طرح ہر ایک پیغمبر نے اپنی قوتِ روحانی کے ذریعہ گذشتہ اقوام کی رہنمائی کی اور ایسا اقتدار ظاہر کیا جو صرف قوتِ روحانی کے ذریعے ہی ظاہر کیا جا سکتا ہے اور صرف روحانی قوت ہی روحانی زندگی کی نشو و نما کر سکتی ہے اور انسانوں کو انتہائی درجہ عزت عطا کر سکتی ہے۔ اس طرح تاریخی تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ آج حقیقتِ دین کی کامل ترین تجدید ہونی ضروری ہے تاکہ موجودہ وقت کے مطابق قانون وضع کیا جائے جس کے ذریعہ مختلف قومیں ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں اور روحانی طاقت کے

وسیلہ سے انسان اپنے حقیقی مقصد کے حصول پر قادر ہو جائے وہ مقصد کیا ہے؟ صلح اکبر اور عالمگیر نظام۔

عالم ہستی کی ہر چیز کے لئے تحلیل لازمی امر ہے اور یہ ایک ایسا قانون ہے جس کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ جملہ اہل مذاہب کا یہ اعتقاد کہ فقط ایک ہی مذہب حق اور دوسرے مذاہب باطل ہیں اور اس کے علاوہ مذہبی تعصبات۔ رسم و رواج مذہبی۔ تقلید یہ تمام چیزیں علامت ہیں اس امر کی کہ اب ان جملہ مذاہب کا دورۂ حیات اختتام پذیر ہے۔

ہاں البتہ فضائل و کمالات سے تعلق رکھنے والی چیزیں کبھی زوال پذیر نہیں ہونگی۔ پیغمبران الٰہی ہمیشہ آتے رہے اور آتے رہیں گے۔ خدا کا دین ایک ہی ہے اور وہ ابدی ہے۔ لیکن چونکہ دینی قوانین مخلوق کے ہاتھ میں ہوتے ہیں اور رفتہ رفتہ اُن کی اصلی غرض مفقود ہوتی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ قوانین عملی طور پر منسوخ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے پیغمبر اپنے زمانۂ ظہور کے مطابق قوانین لاتا ہے اور سابق قوانین کو جن کا نفاذ ضروری نہیں، منسوخ کر دیتا ہے۔

اہل بہاء کا عقیدہ ہے کہ عالم انسانی کی مثال ایک بیمار کی سی ہے اور پیغمبر مثل طبیب۔ کل بیمار کو ایک مرض لاحق تھا تو آج دوسرا۔ ایک کامل طبیب کی فضیلت اور سچائی اسی میں ہے کہ مریض کا علاج مرض کے مطابق کرے۔ تاکہ مریض شفایاب ہو۔ انسان خطاکار ہے۔ اور مظہر الٰہی معصوم۔ انسان محدود ہے اور خالق انسان غیر محدود۔ خدا کا پیغام لوگوں کو دیا جاتا ہے۔ یہ پیغام تدریجی طور پر ان میں سرایت کرتا چلا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں انسان طرح طرح کے علوم و صنائع حاصل کرتا ہے اور ایک جدید تمدن کی بنیاد پڑتی ہے۔ جس طرح موسم بہار میں قوت نامیہ ہر طرف پھیل جاتی ہے تاکہ نباتات کو تمام سال ہرا بھرا رکھے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ یا حضرت مسیح یا حضرت محمد اور دوسرے پیغمبروں کا ظہور ہوا۔ جن لوگوں نے ان کے پیغام کو قبول کیا وہ اپنی تہذیب اخلاق اپنی ترقی اور اپنی کامیابی کا نمونہ قائم کر گئے۔ لیکن یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ لوگ ہمیشہ تقالید میں مبتلا ہوتے رہے۔ علمائے مذاہب، فضائے انسانی کو مکدر کرتے رہے۔ حضرت مسیح کو صلیب دینے والے علماء ہی تھے۔ حضرت باب کے قتل کا فتویٰ دینے والے مذہبی پیشوا ہی تھے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ جو شخص نے آزادی کے ساتھ ان حقائق کا مطالعہ کیا ہے اور وہ اپنے تعصبات و اوہام کو خیرباد کہہ چکا ہے وہ بیت المقدس سے حیفا اور عکہ جانے کے لئے فخر تا مجبور ہے۔

اب آپ حضرت عبدالبہاء کے حسب ذیل ولولہ انگیز کلمات ملاحظہ فرمایئے:۔

"یہ زمانہ خداوند عزیز کا زمانہ ہے۔ عنقریب دنیا بہشت بریں بن جائے گی۔ یہ دن عالم بشر کے اتحاد کا دن ہے۔ تمام قوموں کے ایک ہو جانے کا دن ہے۔ ہر امر عمومی یعنی جو چیز تمام عالم انسانی سے تعلق رکھتی ہے وہ خدا کی طرف سے ہے اور ہر امر خصوصی جو عام انسانوں سے تعلق نہیں رکھتا وہ محدود ہے"

پس تعجب کی بات نہیں ہے اگر ایسا شخص اوہام و خیالات سے آزاد ہو کر اصل حقیقت سے متمسک ہو۔ ایسا شخص جس وقت بھی حضرت بہاء اللہ کے روضۂ مبارک میں داخل ہوتا ہے اس روضۂ مبارک کی متحرک قوت اس کا احاطہ کر لیتی ہے اور وہ یہ گواہی دینے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے کہ یہی ہے وہ مربی عالم انسانی جس نے تمام انسانوں کو گلے مل جانے کی دعوت دی ہے اور اس سنہری زمانے کے لئے ایک کامل نقشہ تیار کر دیا ہے۔ اس مقام پر کھڑے ہو کر انسان یہ بات محسوس کرتا ہے۔ خدا اور پیغمبروں کا

کس قدر گہرا تعلق ہے اور اُس کے دل میں حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح اور حضرت محمد کی بے انتہا محبت پیدا ہوتی ہے اور وہ یہ خیال کرنے لگتا ہے کہ یہ حضرات بھی شفقۃً طور پر ایک زبان ہو کر عالمِ غیب سے حضرت بہاءاللہ کا یہ کلام دُہرا رہے ہیں کہ :-

"پادری کو آگاہ کردے کہ اب وہ ناقوس نہ بجائے۔ خدائے برحق کی قسم۔ اسمِ اعظم کی صورت میں عظیم الشان ناقوس ظہور فرما ہوا ہے اور خدا کے "الابھیٰ" مولم سے جبروتِ بقا میں تیرے پروردگار بزرگ و برتر کے ارادہ کی انگلیاں اُسے بجا رہی ہیں اسی طرح بارِ دگر تیرے پروردگار کی بڑی نشانیاں نازل ہوئی ہیں روشنیوں کے سایہ میں ہو کر وہ مالک و مختار آپہنچا ہے تاکہ وہ اپنے نام الرحمٰن کی خوشبوؤں سے عالمِ ہستی کو زندہ کرے اور تمام جہان ایک ہو جائے اور سب لوگ اس طوافِ نعمت پر اکٹھے ہو جائیں جو آسمان سے اُتارا گیا ہے۔ خبردار! تم خدا کے نعمت نازل کرنے پر اُس کی ناشکری نہ کرنا۔ یہ تمہارے لئے تمہارے پاس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ تو مٹ جائے گی اور جو خدا کے پاس ہے وہ سدا رہے گی۔ تم اگر گوش فطرت سے چیز دنیا کی طرف متوجہ ہو تو یقیناً سن لوگے کہ عظیم الشان بزرگی کا مالک قدیم آپہنچا ہے اور ہر چیز اپنے پروردگار کی حمد میں تسبیح خواں ہے۔ (ترجمہ سید ابوالضیاء فرحت مظہری)

میں یہودی تھی

از قلم محترمہ ایم ہنٹ صاحبہ از "ورلڈ آرڈر" ماہ مارچ سنہ ۱۹۴۱ عیسوی

مُنتخبہ یزدنیسپر پیغام سنہ ۱۹۴۱ء

جب میں تین برس کی تھی تو میری والدہ نے جو نہایت ہی پاکباز اور روحانی تھیں ایک عبرانی دینی مدرسے میں پڑھنے کے لئے بھیجدیا۔ عموماً لوگ ننھے بچوں کو ایسے مدرسوں میں نہیں بھیجتے میں پہلوٹھی لڑکی تھی اور میری والدہ ایک قدیمی مذہب پسند خاندان سے تھی اور چاہتی تھی کہ میں بھی اپنے بزرگوں کی طرح دیندار بنوں۔ میرے والد تو ان باتوں کو زیادہ پسند نہ کرتے تھے۔

ہمارے مدرسے میں بہت سے لڑکے میرے ہمدرس تھے۔ اور صرف میں ایک لڑکی تھی۔ ہم اپنے استاد (ربی) کے میز کے اردگرد جمع ہو جایا کرتے تھے۔ استاد جی نے ایک چھوٹی سی ٹوپی سر پر لگا رکھی تھی اور عینک لگایا کرتے تھے۔ ان کی ناک پتلی اور ریش سیاہ تھی۔ اور وہ نہایت سختی سے کلام الٰہی اور اس کی تفسیریں دماغوں میں ٹھونسا کرتے تھے۔

میری والدہ اور ہمارے خاندان کے لوگ اس بات کا فخر کیا کرتے تھے کہ میں دینیات میں بڑی ترقی کر رہی ہوں۔ اگرچہ میرا نظریہ ایک محدود دائرہ کے اندر مقید تھا۔ اکثر جب میں کسی اہم سوشل مسئلہ پر سوچنے لگتی تو ایک پرند کی طرح چار دیواری کے اندر پر مار کر رہ جاتی۔

ہمارا خاندان غریب ہو گیا اور ہم روس سے امریکہ پہنچے

وہاں کا ماحول اور تھا اور ہر ملک اور ملت کے لوگ وہاں موجود تھے۔ اور مادیت کا دور دورہ تھا جن کارخانوں میں مجھے کام کرنا پڑتا تھا۔ وہاں ہر قسم کے لوگ ایسے ماحول میں کام کیا کرتے تھے اور سب غربت اور افلاس کے بوجھ کے نیچے دب رہے تھے۔ انسان کی روح تو بالکل دم بخود ہو کر رہ جاتی ہے اور اسے اٹھنا تو ملتا ہی نہیں۔ آخر میں کیا کرتی اور کدھر جاتی؟

جو ماحول میں پیچھے چھوڑ آئی تھی اس میں اب کیسے سانس لیتی؟ اور موجودہ ماحول غیر مانوس تھا۔ اتنے میں مجھے اُشترا کیوں سے واسطہ پڑا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے مجھے ریگستان میں سبزۂ زار مل گیا ہو۔ میں سمجھی کہ میری مشکلات کا حل مل گیا ہے میں اس تحریک میں بے تحاشہ کود پڑی۔ اور بڑی سرگرمی اور جوش سے کام کرتی رہی۔ مجھے امید ہو گئی کہ اب ہم ایک ایسی نئی دنیا میں بود و باش کریں گے جہاں سب کو حسب استطاعت کام ملیگا۔ اور لوگ آرام کی زندگی بسر کرینگے

جب میرا جوش ذرا ٹھنڈا پڑ گیا اور میں سوچنے لگی تو مجھے خیال آیا کہ جو نظام صرف مادیت پر کھڑا کیا جائیگا وہ دیرپا کیسے ہو سکتا ہے اور اسکی بنیاد پر ایک نئی دنیا کیسے بن سکیگی؟ تب میں ایک انسان کامل کی تلاش میں نکلی جس میں سب صفات یعنی سچائی دیانت داری ایثار اور رحمانیت پائی جاتی ہوں۔ یعنی جس پر انسان پورا بھروسہ کر سکے میری تلاش بے نتیجہ ثابت ہوئی اور میں بڑی دل شکستہ اور مایوس ہو گئی تب میں نے خیال کیا کہ چلو فلسفہ کا مطالعہ شروع کر دو۔ شاید کچھ تسکین قلب ہو۔ اور میرا مطلب حل ہو جائے۔ پروفیسر کول مین صاحب ایک بڑے اچھے فلسفہ داں تھے۔ میں ان سے ملی۔ وہ سمجھ گئے کہ میں بیمار ہوں اور فلسفہ کا مطالعہ میری بیماری کا علاج نہیں۔ بلکہ مجھے روحانی دوا کی ضرورت ہے چنانچہ انہوں نے مجھے سقراط اور افلاطون اور دیگر فلسفیوں کا فلسفہ سکھلایا مگر ساتھ ہی ساتھ "نیا عہد نامہ" (انجیل) بھی پڑھانا شروع کر دی۔ یہ مجھے بڑا دوہرا معلوم ہوا میں تو پکی ہندو تھی۔ انجیل کو بھلا کیسے پڑھتی اور اشتراکی تو مذہب سے دور بھاگتے ہیں! مگر میں مجبور تھی۔ اپنے پروفیسر کا کہنا کیسے رد کرتی مجھے شاگرد ہونے کی حیثیت میں فرمانبرداری لازم ہے چنانچہ انجیل مجھے بڑی اچھی لگی۔ اگر یہ عیسائیت ہے تو میں نے دل میں کہا کہ میں تو پہلے سے ہی عیسائی ہوں۔

مجھے اس کتاب میں روح کے لئے غذا مل گئی۔ میری روح تازہ ہو گئی۔ گویا مجھے انسان کامل مل گیا اور وہ کون تھا۔ ایک طریقی کا لڑکا (حضرت مسیح) جو ایثار اور انکساری کا نمونہ تھا! اس کی غریب پروری اور رحمانیت نے میرے آزردہ دل کو تسکین دی اور میں نے اسکی آواز کو سنا اور وہ فرماتا ہے۔

"مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں
مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن
جب وہ یعنی سچائی کا روح آئیگا تو تم کو تمام سچائی
کی راہ دکھائے گا۔"

یہ وعدہ میرے کانوں میں گونجتا رہتا تھا اور میں منتظر تھی ہی میں جانتی تھی کہ میں اس سچائی کی روح پر پورا یقین کر سکوں گی۔

چنانچہ میرا پروفیسر ایک سال کے لئے چلا گیا۔ اس کی غیر حاضری میں مجھے حضرت بہاءاللہ کی تعلیمات کا پتہ چل گیا۔ مجھے ان میں اور جو کچھ میں نے حضرت مسیح کی تعلیمات میں دیکھا تھا بڑی مطابقت معلوم ہوئی۔ مجھ پر یہ حقیقت کھلی کہ سب مذہبوں کے بنیادی اصول دراصل ایک ہی ہیں۔ میں نے زرتشتی مذہب بدھ دھرم اور اسلام کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اور مجھے وحدت ادیان کا اصول سمجھ میں آگیا۔ مگر مجھے اس بات کا احساس نہ ہوا۔ کہ بہائی تعلیمات میں اس وعدہ کی ایفا بھی مضمر ہے جس کی طرف اشارہ انجیل کی مذکورہ بالا آیت میں

کیا گیا ہے۔

چنانچہ پروفیسر صاحب ایک سال بعد واپس تشریف لے آئے۔ پھر فلسفہ سکھلانے میں مشغول ہو گئے۔ ایک شام جب میں ان کا انتظار کر رہی تھی اور وہ نہ آئے۔ میں استراحت کے لئے پلنگ پر لیٹ گئی۔ مجھے حضرت عبدالبہاء کے چند کلمات یاد آ گئے۔ (آپ حضرت بہاءاللہ کے بیانات کے مفسر ہیں) انہوں نے فرمایا ہے کہ خدا ایک لایدرک اور لامتناہی غیبی طاقت ہے جو وقتاً فوقتاً اپنے مظاہر کی معرفت عالم انسانی پر اپنی مشیت ظاہر کرتا ہے اور انسان کو ایک اعلیٰ مقام کی طرف لے جاتا ہے۔

تب مجھے معلوم ہوا کہ زندگی کے ہر شعبہ میں ارتقار کا قانون جاری ہے۔ اس لحاظ سے مذہب جو انسانی زندگی کا ایک اہم پہلو ہے وہ بھی اسی قانون کے تحت میں کام کرتا ہے جس طرح انسان عالم طبیعت میں بڑی بڑی معلومات اور ایجادات کرتا رہتا ہے اور قدرت کے مخفی اسرار کا انکشاف ہوتا رہتا ہے۔ عین اسی طرح سے مرئی عالم انسانی بھی بنی نوع انسان کے استعداد اور زمانے کے اقتضاء کے مطابق خدا کی صفات کو ظاہر کرتا رہتا ہے۔

چنانچہ اس خیال نے میرا نظریہ فراخ کر دیا اور چشم زدن میں مجھے یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ جو کتاب مجھے پروفیسر صاحب نے دی تھی یعنی انجیل وہ معمولی کتاب نہ تھی۔ بلکہ خدا کا الہام تھا۔ اور مسیح صرف کامل انسان ہی نہ تھا بلکہ خدا کا فرستادہ بھی تھا۔ تب مجھے پہلی دفعہ اس بات کا احساس ہوا کہ مذہب یعنی دین کی اصلی ماہیت کیا ہے یہ وہی خدائی نظام تھا جس کی طرف حضرت عبدالبہاء نے میری توجہ دلائی تھی۔ تب میری سمجھ میں آیا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ بھی حضرت مسیح کی طرح مظاہر الٰہی تھے۔ اسی طرح سے حضرت زرتشت مہاتما بدھ اور حضرت محمدؐ بھی اہل عالم کے لئے عرفان الٰہی کے حامل ہو گذرے ہیں اور ان کے توسط سے تمدن اور تہذیب ارتقار کے اعلیٰ مقام تک پہنچا ہے۔ پھر مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ وہ سچائی کی روح جس کی طرف انجیل مقدس کا اشارہ ہے حضرت بہاءاللہ ہی ہیں۔ اور وہ کامل سچائی حضرت بہاءاللہ میں ظاہر ہوئی ہے جو اس زمانہ کے موعود کل ادیان ہیں۔

فلسفہ میں جو سیکھ رہی تھی وہ انسانی دماغ کی اختراع اور میرے دماغ کے لئے تسلی بخش تھا مگر مجھے تو قلب کی تسکین درکار تھی۔ فلسفہ دلیل اور منطق پر قایم کیا جاتا ہے اور فلسفہ دانوں کا نقطۂ خیال ایک دوسرے سے مختلف ہوا کرتا ہے۔ تب میں سمجھی کہ مذہب ہی ہمارے تمدن کی اصلی اساس ہے۔ مگر مذہب سے مراد چند عقاید ہی نہیں بلکہ وہ پیغام سرمدی ہے جس کا منبع اور سرچشمہ مظاہر الٰہی ہیں۔ میں اس بات کا اعتراف کرتی ہوں کہ پروفیسر کول مین (مرحوم) نے مجھے انجیل پڑھائی اور میرے استاد (ربی) نے مجھے پرانا عہدنامہ (توریت) سکھلایا۔ انہوں نے میرے اندر مسیحیت کا بیج بویا۔ مگر حضرت عبدالبہاء نے مجھ پر روح القدس کا راز کھولا۔ اور وہ بیج اب درخت بن کر حدیقہ رضوان میں پھیل رہا ہے۔

اس مہینے پیامبر میں کون سا مضمون آپ کو سب سے کم پسند آیا اور کیوں؟

مشورہ دیجئے۔ اگر آپ پیامبر کے ایڈیٹر ہوتے تو اس میں کیا کیا بہترین تبدیلیاں کرتے؟

فرمائیے اس مہینے کے پیامبر میں آپ کون سا مضمون سب سے زیادہ پسند کرتے ہیں اور کیوں؟

اسرارِ قیامت

ہر دلِ نبود قابلِ اسرارِ محبت را
در نیست بہر دریا۔ ز نیست بہر کانے

مسئلہ قیامت، دین کے اہم ترین مسائل میں سے ہے مگر افسوس کہ جس قدر یہ مسئلہ اہم ہے اسی قدر اس کے متعلق عام غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے۔ ہم نے بکثرت مضامین قیامت کے متعلق لکھے ہیں جن میں اس غلط فہمی کو دلائل سے رد کیا ہے اور بتایا ہے کہ عالمِ ہستی کی فنائے کلی کا نام قیامت نہیں ہے۔ خود لفظِ قیامت اس مفہوم کے خلاف ہے۔ کیونکہ قیامت کے معنی قیام ہیں نہ گرنا یا فنا ہونا۔

قرآن مجید میں ایک جگہ بھی قیامت کو فنائے عالم نہیں کہا گیا۔ علمائے کرام سے ہم بار بار مطالبہ کر رہے ہیں کہ وہ قرآن مجید سے ایسی آیت پیش فرمائیں جس میں فنائے عالم کو قیامت کہا گیا ہو یا یہ ذکر ہو کہ قیامت کے دن تمام ماسوی اللہ فنا و معدوم ہو جائیگی مگر ابھی تک کوئی ایسی آیت پیش نہیں کی گئی۔ اور ہم یقیناً کہتے ہیں کہ ہرگز ایسی آیت پیش نہیں کی جا سکے گی۔ کیونکہ قرآن مجید میں ایک آیت بھی اس مفہوم کی نہیں ہے۔

بحثِ قیامت میں سب سے اوّل بنیادی چیز یہی کہ فنائے عالم کو قیامت ثابت کیا جائے اور منصوص کلام سے دکھا دیا جائے کہ قیامت کے دن تمام کائنات فنا ہو جائے گی۔ جبتک یہ بنیاد مضبوط نہ ہو اس پر مبنی عمارت بنائی جائے گی بے بنیاد ہوگی۔ جبتک یہی ثابت نہیں کہ قیامت کے دن کل کائنات فنا ہو جائیگی اور سب لوگ مر جائینگے تب تک یہ بات کہ لوگ دوبارہ قبروں سے اٹھینگے اور میدانِ محشر میں آئینگے ہرگز قابلِ التفات نہیں۔ عقیدے کی بنیاد یہی ہے کہ ایک دن تمام کائنات فنا ہو جائے گی اور اس فنا کا نام قیامت ہے۔ اب لازم ہے کہ قرآن مجید سے تمام کائنات کا ایک دن فنا ہونا ثابت کیا جائے اور دکھایا جائے کہ اسی فنائے کلی کو قرآن مجید قیامت کہتا ہے۔ اگر یہ بات قرآن مجید سے ثابت نہیں تو تمام عمارت جو قیامت کو فنائے کلی قرار دے کر بنائی جائے گی سب کی سب کج ہوگی ؎ خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

جو آیات قیامت کے دن فنائے کلی کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہیں ہم ان پر اپنے مضامین کوکب ہند و بہائی میگزین میں روشنی ڈال چکے ہیں۔ اس وقت بھی ایک مختصر نظر ڈالتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ جن آیات سے قیامت کے دن فنائے کلی کا خیال بنایا گیا ان سے یہ مدعا ہرگز ثابت نہیں۔

(۱)

قیامت کے دن فنائے کلی کے ثبوت میں ایک آیت عام طور پر یہ پیش کی جاتی ہے کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَام (رحمٰن) اس آیت سے قیامت کے دن فنائے کلی ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ اوّل اس لئے کہ اس آیت میں بالکل نہیں فرمایا کہ یہ فنا جس کا یہاں ذکر ہے قیامت کے دن ہوگی۔ پھر کسی کو کیا حق ہے کہ محض اپنے خیال و عقیدے کی بنا پر

اسے یوم قیامت میں فنائے کلی قرار دے۔ دوم اس لئے کہ مدعا تو یہ تھا کہ قیامت کے دن فنائے کلی یعنی تمام کائناتِ ہستی کی فنا ثابت کی جائے۔ اور اس آیت میں لفظ من ہے جو صرف ذوی العقول کے حق میں استعمال ہوتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ معلوم ہوا کہ لوگ فنا ہونگے۔ حالانکہ دعویٰ اور مدعا یہ تھا کہ کل کائناتِ ہستی فنا ہوگی یہ مدعا اس آیت سے تو ثابت نہ ہوسکا۔ تیسرے یہ کہ آیت میں یہ تو نہیں فرمایا کہ ایک خاص دن میں سب لوگ فنا ہونگے۔ "فان" اسم فاعل استمراری معنے میں استعمال ہوا ہے کہ روی زمین کے تمام لوگ فنا پذیر ہیں۔ اب بھی معرضِ فنا اور حقیقتِ فنا میں ہیں اور ظاہر ہے کہ لوگ ہر روز بلکہ ہر آن فنا ہوتے ہی رہتے ہیں۔ یہ سلسلۂ فنا و موت روئے زمین پر مسلسل جاری ہے۔ اس سے یہ سمجھنا کہ ایک وقت میں سب لوگ مرجائیں گے اور اسی کا نام قیامت ہے، سراسر غلط اور بے بنیاد بات ہے۔

(۲)

اسی طرح آیت کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ایک مخصوص دن تمام کائنات یکدم فنا ہوجائے گی کیونکہ اوّل تو اس آیت میں بھی قیامت کا لفظ نہیں ہے۔ دوم وہی عام بات بیان ہوئی ہے کہ ہر چیز معرضِ فنا میں ہے اور فنا ہوتی رہتی ہے وجہہٗ یعنی خدا کی توجہ یا مشیت و قدرت فنا نہیں ہوتی۔ لاریب اشیاء کے بننے بگڑنے کا سلسلہ قدرت کی طرف سے جاری ہے اور یہ ایک قدرتی عمل ہے جو ہمیشہ ہوتا رہتا ہے اور اب بھی اپنا اثر دکھا رہا ہے، کسی مخصوص دن سے خاص نہیں کیا گیا ہے۔

اخبار اہلحدیث امرتسر بحثِ قیامت پر پیامبر کے مقالات نقل کرکے جواب دینے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں ایڈیٹر اہلحدیث نے لکھا کہ:-

"قیامت در اصل ایک اصطلاحی لفظ ہے۔ فنائے عالم سے لے کر حشرِ اموات کے واقعات کو اہل اسلام کی اصطلاح میں قیامت کہا جاتا ہے جو درحقیقت دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصہ میں دنیا کی سب چیزیں فنا ہو جائیں گی۔ دوسرے حصے میں انسانی اجساد کا حشر نشر ہوگا" (اہلحدیث ۳۰ اگست ۱۹۳۱ء)

اصولی طور پر اوّل یہی چیز قابلِ توجہ ہے کہ کیا "قیامت کے پہلے حصہ میں دنیا کی سب چیزیں فنا ہو جائیں گی"؟ اسی بنیاد پر سارے عقیدے کا دارومدار ہے۔ اگر یہی بات ثابت نہ ہو تو قیامت کا وہ عقیدہ جو لوگوں میں رائج ہے غلط تسلیم کیا جائیگا۔ اس لئے ہم تو بار بار تمام علماء سے یہی مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ قرآن مجید سے ثابت کردیں کہ قیامت کے پہلے حصہ میں دنیا کی سب چیزیں فنا ہو جائینگی"۔

مُردوں کا قبروں سے جی اُٹھنا

کہا جاتا ہے کہ "قیامت کے دن مُردے قبروں سے جی اُٹھینگے۔ اور میدانِ محشر کی طرف چلیں گے"۔

اس کے متعلق بنیادی بات تو یہی ہے کہ اوّل فنائے عالم اور اس کا قیامت قرآن مجید سے ثابت کیا جائے۔ پھر یہ بھی ثابت کیا جائے کہ مرکر سب لوگ قبروں میں پڑے رہتے ہیں۔ کیا تمام جہان کا یہ مشاہدہ نہیں کہ مردے قبروں میں خاک ہوجاتے ہیں اور خاک کہاں کہاں چلی جاتی ہے۔ جب معلوم و مسلم ہے کہ قبروں میں مُردے ٹھہرے نہیں رہتے تو پھر قبروں سے اُن کا نکلنا کیا معنی رکھتا ہے؟

پھر یہ بھی قابلِ غور بات ہے کہ جب "قیامت کے پہلے حصے میں دنیا کی سب چیزیں فنا ہو جائیں گی" تو تمام قبریں بھی فنا ہوجائینگی کیونکہ جب ساری زمین ہی معدوم ہوگئی تو پھر قبریں کہاں رہیں۔

اِس صورت میں مُردوں کا قبروں سے جی اُٹھنا ایک بے پایہ بات نہیں تو اور کیا ہے؟ جب زمین ہی ندارد ہوگئی تو قبریں کہاں ہونگی اور جب قبریں ہی مفقود ہوئیں تو قبروں میں سے مُردے کیونکر نکلینگے؟

کیا دوبارہ قبریں بنائی جائیں گی؟ اور اُن میں از سرِ نو مُردے ڈالے جائینگے اور پھر نکالے جائینگے؟

ایسی موہومات سے دین کو کیا تعلق ہے اور خدا کے کلام سے ایسی باتیں کہاں ثابت ہوتی ہیں؟

یہ بھی سوچنا چاہئے کہ جیسے حیات، زندگی کو کہتے ہیں ویسے ہی مَوت زوالِ حیات کو کہتے ہیں۔ عدم ہو جانے کا نام مَوت نہیں ہے۔ جو چیز معدوم ہے اُسے مُردہ نہیں کہہ سکتے۔ مُردہ، قالب بے روح کا نام ہے نہ کہ اُس چیز کا جس کا نہ جسم ہے نہ رُوح۔ اسی لئے وہ جسم مُردہ کہلاتا ہے جسمیں رُوح نہ رہی ہو۔ اس رُوح کو تو مُردہ نہیں کہتے جو موجود ہے مگر اس کا تعلق بدن سے منقطع ہوگیا ہے۔ وہ روح تو زندہ ہے۔ جب بدن سے تعلق تھا تو بھی زندہ تھی اور بدن سے تعلق منقطع ہو جانے پر بھی زندہ ہے۔ بلکہ روح کے تعلق کی بنا پر ہی جسم کو بھی زندہ کہا جاتا ہے۔

روح بہرحال زندہ ہے۔ جسم بے رُوح مُردہ ہے اور یہ جسم بھی اُسوقت تک مُردہ کہلا سکتا ہے جبتک اس کی ہیئت، زندگی کے ایام کی سی ہے مگر اسمیں رُوح نہیں۔ جب یہ جسم ذرّے ذرّے ہوکر ہوا میں اُڑ جائے گا تو پھر مُردہ بھی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ تجسّم بالکل معدوم ہوگیا۔ نتیجہ یہ کہ مُردہ جسم ہے روح کو کہتے ہیں۔ شئ معدوم کو مُردہ نہیں کہتے۔

جبکہ یہ عقیدہ ہے کہ کُل کائنات قیامت میں پہلے فنا اور معدوم ہو جائے گی تو پھر یہ بات کیونکر درست ہوسکتی ہے کہ مُردے جی اُٹھینگے۔ مردے تو فنا اور معدوم ہو چکے ہونگے۔ یوں کہنا چاہئے کہ تم مرجاؤ گے۔ قیامت کے دن فنا اور معدوم ہو جاؤ گے پھر خدا تمھیں عدم سے وجود میں لائے گا۔ مگر ایسا نہیں کہا گیا۔ یہی کہا گیا ہے کہ مُردے زندہ کئے جائینگے۔ جس سے لازم آتا ہے کہ قالب بے رُوح موجود رہیں گے جن میں رُوح ڈالی جائے گی۔ اس سے بھی واضح ہوگیا کہ فنا تک کا اعتقاد درست نہیں۔

چونکہ قرآن مجید کی بعض آیات پیش کی جاتی ہیں جن سے ثابت کیا جاتا ہے کہ قیامت کے دن مُردے قبروں سے جی اُٹھینگے۔ اسلئے ہم ان آیات پر بھی ایک نظر ڈالتے ہیں۔

اخبار اہلحدیث امرتسر نے بجواب پیامبر مئی ۱۹۴۱ء قیامت میں قبروں سے مُردوں کے جی اٹھنے کی نسبت حسب ذیل آیات مع ترجمہ لکھی ہیں "(۱) اذا القبورُ بُعثرت علمت نفسٌ ما قدمت واخّرت (پ۔ ع) جب اہل قبور اُٹھائے جائینگے۔ ہر نفس اپنے اگلے پچھلے اعمال کو جان لیگا۔ (۲) یوم یخرجون من الاجداث سراعًا کانّھم الی نصبٍ یوفضون خاشعۃ ابصارھم ترھقھم ذلۃ ذٰلک الیوم الذی کانوا یوعدون (پ۔ ع) جس دن لوگ قبروں سے نکلینگے تو کثرت تعداد کی وجہ سے پھیلی ہوئی ٹڈیوں کی طرح نظر آئینگے پکارنے والے کی طرف دوڑے چلے جائینگے۔ کافر کہینگے یہ دن تو بڑا سخت ہے۔ (۳) ونُفخ فی الصور فاذا ھم من الاجداث الی ربھم ینسلون (پ۔ ع) جب قرنا میں پھونکا جائے گا تو لوگ قبروں سے اپنے پروردگار کی طرف بھاگ کھڑے ہونگے) ان تینوں آیات کے علاوہ اور بہت سی آیات اِن معنی میں نصِ صریح ہیں کہ قیامت کے روز مُردے قبروں سے زندہ نکل کھڑے ہونگے۔ یہ ایسی بات ہے کہ کسی طرح اس کی تاویل نہیں ہوسکتی۔ (اہلحدیث ۲۳ مئی ۱۹۴۱ء)

ان آیات پر غور

اگر یہ آیات مذکورہ بالا اس مدعا کیلئے نصِ صریح ہیں کہ قیامت کے روز مُردے

قبروں سے زندہ نکل کھڑے ہونگے تو بتایا جائے کہ ان آیات میں صریح طور پر لفظ یوم القیمۃ کہاں ہے جس سے آپ نے ان آیات کو قیامت کے روز مردوں کے قبروں سے اُٹھ کھڑے ہونے کیلئے نصِ صریح قرار دیا ہے؟ اگر فرمایئے کہ دوسری آیات میں صریح لفظ یوم القیمۃ وارد ہے۔ اس لئے یہاں بھی وہی مراد ہے تو بھی یہی بات رہی کہ خود ان آیات میں تو صریح لفظ یوم القیمۃ نہیں ہے۔ اس لئے ان آیات کو قیامت کے روز مُردوں کے قبروں سے اُٹھ کھڑے ہونے کیلئے نصِ صریح نہیں کہہ سکتے۔ باقی رہیں وہ دوسری آیات جن سے آپ کو یہ بات منصوص طور پر معلوم ہوتی ہے وہ ابھی قابلِ غور ہیں کہیں اُن میں بھی کوئی غلط فہمی نہ ہوئی ہو۔ بہرحال جہانتک مذکورہ بالا آیات کا معاملہ ہے ان میں تو صریح لفظ یوم القیمۃ وارد نہیں ہے پھر ان آیات کو روزِ قیامت کے لئے نص صریح کیونکر کہہ سکتے ہیں؟

پہلی آیت پر غور

اب ہم ہر ایک آیت پر غور کرتے ہیں کہ اہلحدیث کے پیش کردہ معنی کہانتک درست ہیں۔ آیت اِذَا القبور بُعثِرَتْ کے معنی اہلحدیث نے یہ کئے ہیں کہ "جب اہل قبور اٹھائے جائینگے"۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ کیا یہ ترجمہ الفاظ کے مطابق ہے؟ ہر شخص کہیگا کہ ہرگز نہیں۔ اسمیں قبور کا ترجمہ اہل قبور کیا گیا ہے۔ محض اس وجہ سے کہ اپنے عقیدہ کے مطابق مفہوم پیدا کرنا تھا۔ اس لئے قبور کا ترجمہ اہل قبور کر دیا۔ بُعثِرَتْ کے معنے کئے ہیں "اٹھائے جائینگے" زبانِ عرب اس معنی کی تائید نہیں کرتی۔ بُعثر کے معنی لغت میں لکھے ہیں "بعثرہ ای فرقہ، وقلب بعضہ علی بعض" (تاج العروس) اُسے جُدا جُدا کیا اور اُلٹ پلٹ کیا۔

آیت اذا القبور بُعثِرَتْ کے معنی مفرداتِ راغب میں کئے ہیں قلب تُراجعا واشیر ما فیھا، قبروں کی مٹی اُلٹ پلٹ کر دی جائے گی اور جو کچھ ان میں ہے اُسے اُگیڑ دیا جائے گا۔ "یقال بعثرت الحوض اذا قلبت فجعلت اسفلہ اعلاہ" (کمالین حاشیہ جلالین)

عربی میں محاورہ ہے "بعثرت الحوض" جب تو نے حوض کے نچلے حصہ کو اوپر کر دیا۔ اسی لئے اس آیت کا ترجمہ مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنے ترجمۂ قرآن میں یوں کیا ہے کہ "جب قبریں اکھاڑ دی جائینگی" یہ ترجمہ لُغت اور آیت کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے۔ اس آیت کی نصِ صریح یہ کہتی ہے کہ ایک وقت آئیگا جب قبریں بکثرت اُکھاڑ دی جائیں گی۔ سو موجودہ زمانے میں تمدن و تعمیرات کی روز افزوں ترقی کے باعث بکثرت قبریں روزانہ اکھاڑ دی جاتی ہیں۔ ان کی مٹی اُلٹ پلٹ کر دی جاتی ہے۔ اُن کے اندر جو کچھ ہڈیاں وغیرہ ملتی ہیں وہ نکال کر پھینک دی جاتی ہیں۔ خدا کی یہ پیشگوئی حرف بحرف ظاہری اور صریح مادی طور پر بھی پوری ہو رہی ہے اور ہم سب آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

رہی یہ بات کہ علمت نفس ما قدمت واخرت۔ سو اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تمدن و ترقی کا دور آئیگا تو لوگ اپنی گذشتہ اور آئندہ کارروائیوں کا علم حاصل کرینگے۔ لفظ نفس کا ترجمہ یہاں کُل نفس کے معنی میں لینا کسی قاعدے سے ضروری نہیں ہے۔ صرف خیالی و اعتقادی بات ہی جو بغیر دلیل کے حُجت نہیں ہے

دوسری آیت پر غور

آیت یوم یخرجون من الاجداث میں بھی قیامت کا لفظ نہیں ہے پھر کس طرح اس آیت کو اس مُدعا کے لئے نصِ صریح کہہ سکتے ہیں کہ قیامت کے دن مُردے قبروں سے نکلینگے۔ الداع سے مُراد داعیِ الٰہی یعنی پیغمبر ہے۔ آیتِ مذکورہ کی صریح عبارت کہتی ہے کہ جس دن داعیِ الٰہی لوگوں کو پکارے گا ایک ایسی چیز کی طرف

دعوت دیکھا جس سے لوگ ناآشنا ہونگے (چنانچہ اب لوگ دینِ جدید کی دعوت اور اعلانِ قیامت سے اچنبھے میں ہیں اور ان کی عقلیں اور آنکھیں حیرت زدہ ہیں) بایں ہمہ لوگ اپنے پستی کے گڑھوں سے بکثرت نکلینگے جبکہ وہ داعی الٰہی کی جانب لپکینگے۔ اور اس حقیقت کا انکار کرنے والے کہینگے کہ بڑا عذاب زمانہ آگیا ہے اور ہم لوگ نہایت تنگ حالت میں ہیں۔" چنانچہ یہ واقعات روشنی میں ہیں کہ آجکل وہ مُردہ اور بوسیدہ قومیں جو ہزاروں سال سے قعرِ پستی میں پڑی ہوئی تھیں جیسے اچھوت اقوام۔ وہ بھی تو پستی سے نکل رہی ہیں۔ نئے زمانے کی ہلچل سے متاثر ہو کر اپنی اصلاح کی کوشش کر رہی ہیں۔ کیا قرآن مجید کی یہ پیشگوئی دورِ حاضر میں واقعہ نہیں بن رہی ہے۔ یخرجون من الاجداث پر اصرار کرنا کہ اس سے مُراد وہی قبریں ہیں جن میں مُردے دفن کئے جاتے ہیں ایک بیجا اصرار ہے۔ قرآن کے محاورات کو سمجھنے والے بآسانی اس بات کو سمجھ سکتے ہیں۔ خدا نے اُمتِ محمدیہ کے بارے میں بھی فرمایا ہے کنتم علیٰ شفا حفرۃٍ من النار فانقذکم منھا، تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے خدا نے تمھیں اس میں سے نکال لیا۔ فرماتا ہے کنتم خیر امۃٍ اُخرجت للناس، تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے اس معنی میں آج بھی لوگ گڑھوں سے نکل رہے ہیں اور یخرجون من الاجداث کا نظارہ واقعاتِ عالم پر نظر کرنے والوں کے سامنے آشکار ہے۔ یہ وہ معنی ہیں جو آیتِ مبارکہ کے الفاظ سے صاف صاف ظاہر ہیں۔ پھر کسی موہوم معنی کی طرف جانے کی گنجائش نہیں ہے۔

تیسری آیت پر غور

تیسری آیت جو اہلحدیث نے پیش کی ہے وہ سورۂ یٰسین کی آیت وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ ہے، جسے اپنے خیال سے فنائے عالم کے بعد مُردوں کے جی اُٹھنے کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ حالانکہ اس آیت کو بھی فنائے عالم سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ اس فنا کے بعد قبروں سے مُردوں کے جی اُٹھنے کا ذکر ہے۔ چونکہ عقیدہ یہ بنا لیا گیا ہے کہ فنائے عالم اور اس کے بعد مُردوں کا اُٹھنا قیامت ہے اس لئے تمام آیات کو اسی ایک خیالی دائرے میں گھمایا جاتا ہے۔ حالانکہ قیامت کا یہ مفہوم ہی قرآن مجید سے ثابت نہیں۔"

قیامت کی حقیقت ہم اپنے مفصل مقالات میں ثابت کر چکے ہیں کہ خدائے قیوم کی جانب سے ایک صاحبِ امر پیغمبر قیام کرتا ہے اور اس کے ذریعے انسان نئی زندگی میں برپا ہوتے ہیں اور ہر پیغمبر کا ظہور قیامت ہے۔ اسی سلسلہ میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور مبارک بھی قیامت تھا جو خود آنحضور فرمایا کرتے تھے "انا الحاشر" میں حشر برپا کرنے والا ہوں۔ سورۂ یٰسین کی آیت ونفخ فی الصور میں نفخۂ محمدیہ کا ذکر ہے۔ الفاظ و عبارات کو دیکھئے اور سیاق و سباق پر نظر ڈالئے اور ملاحظہ کیجئے کہ کس خوبی سے خدا تعالیٰ نے اس نفخۂ محمدیہ کا بیان فرمایا ہے جس کا اثر لوگوں پر غالب ہوتا چلا آرہا تھا۔

پہلے تو مرسلین حق کی آمد اور اُن کے مومن اور منکروں کا ذکر کر کے فرماتا ہے کہ ان کانت الا صیحۃً واحدۃً یہ دعوت حق بس ایک پکار تھی۔ فاذا ھم خامدون تب یہ پکار سُن کر وہ لوگ جمود و نمود میں بجھ کر رہ گئے۔ یٰحسرۃً علی العباد ما یاتیھم من رسولٍ الا کانوا بہ یستھزؤن بندوں پر افسوس کہ ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر یہ لوگ ضرور اُسے ہنسی میں اُڑاتے ہیں۔ الم یروا کم اھلکنا قبلھم من القرون انھم الیھم لا یرجعون یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ ان سے پہلے کتنی ہی اُمتوں کو ہم برباد کر چکے ہیں وہ تباہ شدہ قومیں ان بعد کی امتوں کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں کر رہی ہیں

کسی نئی تحریک کو قبول نہیں کرتی ہیں۔ اپنی پرانی بربادی میں ہی ابتک مبتلا اور مگن ہیں اور سب کے سب ہمارے سامنے حاضر اور ماخوذ ہیں۔

اس کے آگے چل کر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تبلیغ لوگوں کو کہا گیا ہے کہ ہوشیار رہو جیسے پہلی قوموں کا بیڑا غرق ہو چکا ہے تمہارا بھی اسی طرح بیڑہ غرق نہ ہو جائے۔ اس حالت میں تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ البتہ رحمت پروردگار سے امید رکھنی چاہئے۔ اس پر یہ لوگ سوال کرتے ہیں ویقولون متیٰ ھذا الوعد ان کنتم صٰدقین کہتے ہیں کہ یہ وعدۂ بربادی جو ہمیں دیا جا رہا ہے کب پورا ہوگا۔ اگر تم سچے ہو تو ہمیں بتاؤ۔ اس کے متعلق خداوند عالم فرماتا ہے ما ینظرون الا صیحۃً واحدۃً وھم یخصمون کہ یہ منکر و غافل لوگ بس ایک ایسی سخت آواز کے منتظر ہیں جو انھیں آکر پکڑ لے (جیسا کہ موہوم قیامت کے انتظار کرنے والوں کا خیال ہے) اور واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ کش مکش میں مبتلا ہیں اور اہل حق سے جھگڑ رہے ہیں فلا یستطیعون توصیۃً ولا الیٰ اھلھم یرجعون۔ سو اب یہ لوگ اس حالت میں نہ تو حق باتوں کی نصیحت کر سکتے ہیں نہ اپنے لوگوں کی طرف کچھ توجہ کرتے ہیں۔ حق سے غافل اور اصلاح قوم سے دور پڑے ہوئے ہیں اور

ونفخ فی الصور فاذا ھم من الاجداث الیٰ ربھم ینسلون ۝	حالانکہ صور پھونک دیا گیا ہے اب لوگ اپنے گڑھوں سے نکلے ہوئے اپنے مُربّی کی طرف بڑھ رہے ہیں

اس تہدید سے متاثر ہو کر

قالوا یٰویلنا من بعثنا من مرقدنا	انھوں نے کہا ہائے ہمیں یہ کس نے ہماری خوابگاہوں (آرامگاہوں) سے اٹھا دیا۔

خداوند عالم جواب میں فرماتا ہے

ھٰذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون	یہ واقعہ وہی ہے جس کا خدا نے وعدہ دیا اور پیغمبروں نے سچ بیان کیا۔

یعنی اس ظہور کی بشارت پچھلے پیغمبروں نے دی جو اب واقعات کی شکل میں نمودار ہے۔

ان کانت الا صیحۃً واحدۃً فاذا ھم جمیعٌ لدینا محضرون	یہ دعوت ایک پکار ہی تو ہے۔ تو یہ لوگ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر و موجود ہیں۔
فالیوم لا تظلم نفسٌ شیئاً ولا تجزون الا ما کنتم تعملون	سو آج کسی نفس پر ظلم نہ ہوگا اور تمہارے اعمال کا ہی ثمرہ تمہیں ملے گا۔
ان اصحٰب الجنۃ الیوم فی شغل فٰکھون	اہل جنت (مومن) آج اپنے شغل (ایمان و عمل صالح) میں خوش و خورم ہیں۔

مختصر یہ کہ سورۂ یٰسین کی آیت "نُفِخَ فی الصّور" میں نفخۂ محمدیہ کا بیان ہے اور اس کا ظاہری علمی ثبوت یہ ہے کہ ان آیات میں صیغۂ ماضی استعمال ہوئے ہیں اور کوئی اِذَا وغیرہ بھی ان پر داخل نہیں کہ ماضی کو اپنی جگہ سے ہٹا کر مضارع کے معنی کر دیئے جائیں۔ پھر لفظ الیوم وارد ہے جس کے معنی ہیں آج یعنی موجودہ زمانہ جس میں یہ کلام نازل ہو رہا ہے جو وقت ظہور محمدی ہے۔

اس پر اور بھی کئی پہلوؤں سے گفتگو ہو سکتی ہے۔ مگر ہم فی الحال اسی قدر بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔

سورۂ یٰسین کی مذکورہ آیت میں یہ جو فرمایا کہ آج کسی نفس پر ظلم نہ ہوگا یہ وہی بات ہے جو دوسری جگہ یوں بیان کی ہے کہ ہر امت کے لئے رسول ہے۔ جب ان کا رسول آتا ہے ان لوگوں میں انصاف سے فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا (یونس ع۶)

ظہور محمدی کے وقت فیصلۂ حق ہونے کا اعلان سورۂ جاثیہ میں بھی اس طرح کیا گیا ہے کہ

"ہم نے اسرائیل کو کتاب۔ حکم۔ نبوت عطا کر چکے ہیں اور انھیں

ہم نے پاکیزہ نعمتیں بخشی تھیں اور اہل جہان پر انھیں برتری دی تھی۔ اور امر کی بینات بھی عنایت فرمائیں۔ تو انھوں نے اس وقت تک اختلاف نہ کیا جب تک کہ ان میں علم سرکشی بن کر نہ آیا یعنی جب تک علماء بگڑ نہ گئے۔ جب علماءِ یہود بدعمل اور جھگڑالو ہو کر آپس میں اختلاف کرنے لگے تو یہودیوں میں بھی اختلافات پھیل گئے۔ یقیناً تیرا رب بنی اسرائیل کے مابین یوم قیامت (ظہور محمدی) میں فیصلہ کر رہا ہے ان باتوں کا جن میں وہ لوگ اختلاف کر رہے تھے" اسی بات کو صاف صاف محکم طور پر صیغۂ حال بنا کر یوں فرمایا ہے :-

انما جعل السبت علی الذین اختلفوا فیہ وان ربک لیحکم بینھم یوم القیمۃ فیما کانوا فیہ یختلفون (نحل ع ۱۴)	سبت انہی لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا تھا جن لوگوں نے اسمیں اختلاف کر لیا ہے اور یقیناً تیرا پروردگار اب روزِ قیامت میں ان کے اختلافات کا فیصلہ کر رہا ہے

اس آیت میں صریح طور پر لیحکم میں لام حال سے خداوند عالم نے منصوص اور قطعی اظہار فرما دیا کہ اب موجودہ زمانہ ظہورِ محمدی یوم قیامت ہی جسمیں خدا تعالیٰ اختلافات کا فیصلہ کر رہا ہے۔ جناب فاضل مدیر اہلحدیث اقرار فرما چکے ہیں کہ لیحکم میں لام حال ہے جو مضارع کو خالص حال کے معنیٰ میں کر دیتا ہے۔

پس یہ آیت قطعی طور پر دلالت کر رہی ہے کہ زمانۂ ظہورِ محمدی یوم قیامت ہی اور خدا اس میں فیصلۂ حق کر رہا ہے۔

رہی یہ بات کہ جہاں جہاں قیامت کا ذکر ہے وہاں ساتھ ساتھ بنی آدم کے نیک و بد اعمال کا فیصلہ اور اس کا نتیجہ جنت و دوزخ بھی مذکور ہے۔" سو یاد رہے کہ رسول کے آنے پر لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ ہو جاتا ہے اور خدائے تعالےٰ مومنوں کے حق میں خوبی اور رحمت کا فیصلہ اور منکروں کے حق میں خرابی و بربادی کا فیصلہ صادر فرماتا ہے اور یہ ان کے گذشتہ و موجودہ اعمال کا ہی نتیجہ ہوتا ہے۔ مومن رضائے الٰہی میں مقام پاتے ہیں جو حقیقی جنت ہے اور ہر جنت اسی سے پیدا ہوتی ہے۔ اور منکرینِ حق غضبِ الٰہی میں جاتے ہیں جو حقیقتِ جہنم ہے اور ہر جہنم اسی سے نمودار ہوتی ہے۔

یوم البعث

اسی ۲۳ رمئی کے اہلحدیث میں جناب فاضل مدیر اہلحدیث نے ایک اور آیت لکھکر یہ بتایا ہے کہ قیامت کا نام یوم البعث بھی ہے لیکن انھوں نے پوری آیت اور اس کا مطلب نہیں لکھا۔ ہم ذیل میں پوری آیت لکھکر اس کا مطلب بھی بیان کرتے ہیں۔ خداوندِ عالم فرماتا ہے :-

"اے محمدؐ! تو مردوں کو اپنا پیغام نہیں سنا سکتا اور نہ بہروں کو اپنی دعوت و تبلیغ سنا سکتا ہے جبکہ یہ مردے اور بہرے منہ پھیر کر چلے جاتے ہیں اور نہ تو اندھوں کو ان کی ضلالت سے نکال کر راہ دکھا سکتا ہے۔ تو انہی لوگوں کو پیغام حق سنا سکتا ہے جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں اور حق کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ خدا ہی ہے جس نے تمھیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا۔ پھر کمزوری کے بعد قوت دی اور پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا۔ خدا جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے وہ علیم کل اور ہر چیز کا ٹھیک اندازہ کرنیوالا ہے

پھر فرماتا ہے :-

ویوم تقوم الساعۃ یقسم المجرمون ما لبثوا غیر ساعۃ کذلک کانوا یؤفکون ۝ اور جس دن الساعۃ برپا ہوگی مجرم لوگ کھینگے

کہ ہم تو ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ٹھہرے (یعنی ہماری قومی عمر بہت جلد ختم ہوگئی) اِسی طرح کی باتوں سے وہ چکر میں ڈالے جاتے تھے یہ تو قیامت یعنی ظہورِ موعود کے وقت منکروں کا ذکر ہوا۔ اس کے ساتھ ہی اب ظہورِ موعودِ حق پر ایمان لانے والوں کا ذکر فرماتا ہے:۔

وقال الذین اوتوا العلم والایمان لقد لبثتم فی کتاب اللہ الی یوم البعث فھذا یوم البعث ولکنکم کنتم لا تعلمون ۵ (روم)

اور وہ لوگ جنھیں علم و ایمان عطا کیا گیا کہینگے کہ اے لوگو! تم کتاب اللہ میں روزِ بعث تک ٹھہرے رہے سو یہ ہے روزِ بعث لیکن تم نہیں جانتے تھے۔

اس آیتِ مبارک میں صاف صاف فرمایا ہے کہ علم و ایمان والے کہینگے کہ "یوم البعث ہے"۔ اس سے معلوم ہوا کہ یوم البعث کا اقرار و عرفان ایک علمی و ایمانی راز ہے جسے علم حق رکھنے والے مومن ہی پاسکینگے، باقی لوگ اس حقیقت کی شناخت سے محجوب رہیں گے۔

اگر قیامت کا میدان ایسا ہو کہ وہاں نوعِ انسان کے تمام افراد قبروں سے دھڑا دھڑ نکلینگے اور اولین و آخرین کا ہجوم ہوگا، تو وہاں کیا صرف علم و ایمان والے ہی اس کا مشاہدہ کر سکیں گے؟ اور باقی لوگوں کو کچھ نظر نہ آئیگا؟ نہیں ایسا نہیں بلکہ یہ شہودِ یوم قیامت علمِ ربانی اور اسرارِ ایمانی کا ایک اہم واقعہ ہے جسے خدا کی طرف سے علم و ایمان پانے والے چشمِ یقین سے مشاہدہ کرتے ہیں اور اسرارِ حقیقت سے بیگانہ لوگ اُسے محسوس بھی نہیں کر سکتے۔

اب ہم یہی گفتگو کر رہے ہیں کہ یہی زمانہ یوم البعث ہے جسمیں آجکل ہم ہیں اور بہت سے لوگ اس کا انکار کر رہے ہیں۔

اِس آیتِ مبارکہ میں لفظ "لبثتم" نہایت قابلِ غور ہے لغت میں لکھا ہے "لبث بالمکان اقام بہ ملازما لہ" (مفردات راغب) لبث کے معنی ہیں کسی جگہ مسلسل ٹھہرے رہنا۔ آیت میں فرماتا ہے لقد لبثتم فی کتاب اللہ الی یوم البعث تم کتاب اللہ میں یوم بعث تک ٹھہرے رہے۔ کتاب میں ٹھہرنے کا مطلب واضح ہے کہ تم کتابِ خدا (قرآن) کے دائرۂ عمل میں اس وقت تک رہے جب تک یوم بعث یعنی ظہورِ موعودِ حق کا زمانہ آیا۔ اور اب یوم بعث ہی نیا دور شروع ہے۔ اگر کتاب اللہ میں ٹھہرے رہنے سے یہ مطلب لیا جائے کہ خدا کے ثبت کردہ حکم کے مطابق تم لوگ یوم بعث تک ٹھہرے رہے تو بھی ایک نہایت اہم تخصیص یہاں موجود ہے کہ تم لوگ یوم بعث تک ٹھہرے رہے۔ کہاں ٹھہرے رہے؟ اگر کہیں دنیا میں ٹھہرے رہے تو بھی قطعی طور پر معلوم ہوا کہ لوگ دنیا میں اُس وقت تک رہینگے جب تک یوم بعث آئے اور یوم بعث بخیالِ عام فنائے عالم کے بعد آئے گا۔ تو یوم بعث تک دنیا میں ٹھہرے رہنا کیونکر ممکن ہے جبکہ یوم بعث سے طویل عرصہ قبل دنیا و مافیہا بکلی فنا ہو جائے گی۔ اس صورت میں لوگ یوم بعث تک دنیا میں نہیں ٹھہر سکتے۔ یا پھر یہی ماننا پڑیگا کہ فنائے عالم کے بعد یوم بعث کا خیال غلط ہے اور یوم بعث سے مُراد مُرسل من اللہ کی بعثت ہی جو موعودِ قرآن ہے۔ اگر کہا جائے کہ ٹھہرے رہنے سے مراد یہاں کسی برزخ یا قبر میں ٹھہرے رہنا ہے تو بھی صریح نصِ آیت کی بنا پر ماننا پڑے گا کہ لوگ برزخ یا قبر میں یوم بعث تک پڑے رہینگے تو اس سے بھی یہ بات قطعاً غلط ٹھہری کہ نفخۂ اوّل کے وقت سب چیزیں فنا ہو جائیں گی۔

بہرحال یوم بعث تک لوگوں کا ٹھہرا رہنا ایک قطعی اور منصوص امر ہے۔ اس کا انکار محال ہے۔ پس یوم بعث سے پہلے فنائے کلی کا عقیدہ اِس نصِ قطعی نے بالکل رد و باطل کر دیا۔

ہم علمائے کرام سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ ہمارے استشہاد و استدلال پر غور و تدبر فرمائیں۔ ہم بھی انکی علمی دلائل شوق سے سُنینگے۔

بہائی بچوں کا سبق

خدا کا شکر ہے کہ اُس نے ہمیں اس نئے زمانے میں پیدا کیا۔ یہ وہ زمانہ ہے جس کے آنے کی خبر سب پیغمبروں نے دی تھی۔ سب قومیں اس کا انتظار کر رہی تھیں

یہ حضرت بہاءاللہ کا زمانہ ہے۔ دنیا بدل رہی ہے دین بھی نئی صورت سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اب سب لوگوں کو ایک ہو جانا چاہیئے۔ لڑائی جھگڑے کی ہر ایک بات چھوڑ دینی چاہیئے۔

اس زمانے کے بچے خوب ترقی کریں گے۔ سب لکھنا پڑھنا سیکھیں گے۔ ہنر اور دستکاری میں کمال حاصل کریں گے سب مل کر خوش رہیں گے۔ خدا حکم دیتا ہے کہ سب آپس میں محبت رکھو۔ سب ایک دوسرے کی مدد کرو۔ جب تم اچھے آدمی بنو گے تو میں بہت پیار کروں گا۔ میں تمھیں بڑا اور اچھا آدمی بنانا چاہتا ہوں۔ میں اُن بچوں کو انعام دوں گا جو میری باتیں مان لیں گے اور اُن بُڈھوں کو چھوٹا بنا دوں گا جو میرا کہا نہ مانیں گے۔ میں خراب آدمیوں سے ناراض ہوں اچھے آدمیوں سے خوش ہوں۔"

اب ہم بچوں کو ایسا کام کرنا چاہیئے جس سے سب لوگ سمجھ لیں کہ یہ تو بہائی بچے ہیں۔ کیسے اچھے ہیں۔ بچپن سے ہی اچھائی اور بھلائی سیکھنی چاہیئے۔ سب دُنیا کے بچوں کو ہم اپنا بھائی سمجھیں۔ سب سے محبت کریں۔ سب کی بھلائی چاہیں کسی کا دل نہ دکھائیں۔ ادب سے رہیں۔ ہمیشہ سچ بولیں۔ صفائی اور پاکیزگی رکھیں۔ لکھنے پڑھنے میں خوب جی لگائیں سکول میں ہمیشہ پاس ہوں۔ مناجات یاد کریں اور بہت اچھی آواز سے پڑھا کریں۔

خدا نے ماں باپ کو حکم دیا ہے کہ سب بچوں کو اچھی طرح لکھائیں پڑھائیں۔ بچوں کو حکم دیا ہے کہ ماں باپ کی خدمت کریں خدا نے لڑکے اور لڑکی دونوں کو برابر کا حق دیا ہے۔ نئے زمانے کے بچے دنیا کو نیا کر دیں گے۔ اب تو بجلی کی روشنی کا زمانہ ہے بچوں کو بھی بجلی کی طرح تیزی سے کام کرنا چاہیئے اور نئی روشنی سے روشن ہونا چاہیئے جو علم و عقل کی اور خدا کے نئے دین کی روشنی ہے۔ خدا نے آدمیوں کو آجکل ریل اور ہوائی جہاز بنانا بتا دیا ہے۔ اب ہر مُلک کا آدمی دوسرے مُلک کے آدمیوں سے مل سکتا ہے اور سب دنیا کے لوگ مل کر ترقی کر سکتے ہیں اب خدا نے تار۔ ٹیلی فون۔ ریڈیو دیدیا ہے۔ جن سے ہم لوگ ساری دنیا والوں سے بات چیت کر سکتے ہیں اور اپنے خیالات سے ایک دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔

اب ہمیں خیال کرنا چاہیئے کہ ہم کیسے اچھے زمانے میں ہیں۔ جو چیزیں آجکل ہر بچے کو معلوم ہیں وہ پہلے بڑے بڑے لوگوں کو بھی معلوم نہ تھیں۔ آجکل جو چیزیں ہر غریب آدمی کو مل رہی ہیں پہلے وہ امیروں اور بادشاہوں کو بھی میسر نہ تھیں۔ علم اس قدر پھیلتا جاتا ہے کہ پہلے اس کا دسواں حصہ بھی نہ تھا۔ لکھنے پڑھنے کے سامان ایسے عمدہ عمدہ پیدا

ہو گئے ہیں جو پرانے زمانے کے لوگوں کو خواب میں بھی دکھائی نہ دیتے تھے۔

اب ترقی کے دن ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ان دنوں کی قدر کریں۔ خوشی خوشی قدم آگے بڑھاتے چلے جائیں۔

تعلیم و تربیت

جو بے تربیت ہے، وہ اک جانور ہے — اُسے زندگی میں سراسر ضرر ہے
جسے علم کی روشنی ہو نہ حاصل — وہ دنیا کے حالات سے بے خبر ہے
میسر نہیں اُس کو عزت نہ راحت — جو بے علم ہے اور جو بے ہنر ہے
جو بے علم ہے وہ سراسر بلا ہے — جو بے تربیت ہے سراپا خطر ہے
جہالت جہنم ہے اور علم جنت — یہی بات پکی ہے اور معتبر ہے
ہمیں اس سے اُمید راحت ہو کیونکر — کہ بے تربیت آدمی پُر شرر ہے
جو بے تربیت آدمی ہوں اکٹھے — جہنم کی بھٹی ہے وہ کوئی گھر ہے

جہاں میں نیا دَور ہے روشنی کا
جو دیکھو تو دُنیا میں وقتِ سحر ہے

مذاہب عالم

یہ کتاب جناب پروفیسر پریتم سنگھ ایم۔ اے نے حال ہی میں شائع کی ہے۔ اسلام، دین موسوی، دین مسیحی، ہندو دھرم۔ جین دھرم بدھ دھرم، دین بہائی وغیرہ قدیم و جدید مذاہب عالم پر تاریخی حیثیت سے روشنی ڈالی ہے۔ بیان نہایت سادہ اور عام فہم ہے مختلف مذاہب کی معلومات حاصل کرنے کے لئے شائقین پڑھ کر خوش ہونگے چھپائی کاغذ عمدہ قیمت فی جلد بارہ آنہ

ملنے کا پتہ:۔ جناب پروفیسر پریتم سنگھ ایم اے ۳۹ ٹیپل روڈ لاہور

ترتیب فائل کی تحریک

گذشتہ پرچے میں تحریک کی گئی تھی کہ احباب کوکب ہند بھائی میگزین اور پیامبر کے فائل مرتب کر کے جلدیں بندھوالیں۔ جن پرچوں کی ضرورت ہو ہمیں مطلع فرمائیں۔ اور جو صاحب اپنے پرچے فروخت کرنا چاہیں وہ بھی اطلاع دیں۔ بعض احباب کی طرف سے پرچوں کی طلبی کے لئے درخواستیں آئی ہیں۔ مندرجہ ذیل پرچے مطلوب ہیں

کوکب ہند جلد ششم نمبر ششم۔ کوکب ہند جلد نہم نمبر ۲ و ۳ و نمبر ۴ و ۵ و ۶۔ کوکب ہند جلد دہم نمبر ۷، ۹ کوکب ہند جلد یازدہم نمبر ۲ و ۳ و ۴ و ۶۔

بھائی میگزین کے حسب ذیل پرچے مطلوب ہیں جلد اول نمبر ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ جلد دوم نمبر ۱ و ۷ و ۸ جلد سوم نمبر ۱ جلد چہارم نمبر ۴ جلد ششم نمبر ۳ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲

جو حضرات اپنے پورے فائل فروخت کرنا چاہیں وہ بھی دفتر کو اطلاع دیں۔ کوکب ہند جلد اول۔ دوم۔ سوم۔ چہارم پنجم ششم ہشتم و نہم کی ضرورت ہے (خادم منیجر رسالہ پیامبر قرول باغ نئی دہلی)

ہمارے مربّی اور اُن کی تعلیم

کتاب مذاہب عالم کے بعد یہ دوسری کتاب ہے جو پروفیسر پریتم سنگھ ایم اے نے حال ہی میں شائع کی ہے جسمیں جملہ بانیان مذاہب عالم کی مختصر تاریخ اور اُنکی مفصل تعلیمات بیان کی گئی ہیں۔ یہ تعلیمات ثابت کرتی ہیں کہ تمام مذاہب دراصل ایک ہیں۔ اتحاد مذاہب کی معلومات حاصل کرنے کیلئے بہترین کتاب ہے۔ ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے

لکھائی چھپائی کاغذ بہترین۔ قیمت ۱۲ر

پتہ:۔ پروفیسر پریتم سنگھ ایم اے ۳۹ ٹیپل روڈ لاہور

قسمت فارسی

شہادت مستشرقین و دانشمندان در بارۂ امر بہائی

بقلم دیوید استار جوردن رئیس سابق دارالفنون استانفورد

حضرت عبدالبہاء یقیناً شرق و غرب را متحد خواہد نمود زیرا حضرتش راہ عرفانی و مستعار را نیز عملاً و باقدمہای ثابت و استوار طی میفرماید۔

بقلم پروفسور بوگدان پوپو ویچ

در پیام آسمانی دیانت بہائی و تعالیم آن یکنوع حس خوش بینی لطیف وجود دارد باید نسبت بہر چیز در جمیع احیان خوش بین بود حتی اگر ظواہر اشیاء و وقائع ہم برخلاف آن حکم نماید بہائیان نفوسی ہستند امیدوار و مطمئن زیرا تعالیم بہائی دارای قوۂ ایست کہ نوع انسان را آرامش بخشد۔ صلح و سلام عطا نماید و بروحانیتی عظیم فائز گرداند۔

بقلم ویلیام سولزار حاکم سابق

در موقعیکہ احزاب تخریب و عقائد و مخاصمت با ادیان میخوانند نہضت بہائی بسرعت پیشرفت مینماید و باکمال شتاب رو بترقی و نمواست این نہضت نہضت امیدواری و تقدم است نہضت بین المللی است کہ مقدر گشته اشعۂ ساطعۂ افکار و مدنیت خویش را در سراسر گیتی منتشر نماید تا نفوس از ہر قیدی آزاد شده و خوف و ہراس از روی زمین زائل گردد۔

بہائیان معتقدند کہ ایشان فجر یوم جدید یعنی روزگار بہتر روز حقیقت و عدالت آزادی و بزرگی صلح اعظم و اخوت بین المللی را کہ در آن روز ہر کس برای خیر عموم و عموم برای خیر ہر کس کار می کنند می بینند۔

بقلم لوثر بربنک

من قلباً با نہضت بہائی کہ چندین سال است مرا مجذوب نموده موافقم۔ دیانت صلح دیانتی است کہ ہموارہ ما بالاتر از بشر بوده و بشر بسیار بآن نیازمند است امر بہائی از این حیث حقیقتاً بر سائر ادیان تفوق داشته و بیشتر دارای جنبۂ صلح و صفا است۔

بقلم پروفسور لیون نوگوچی

من بسیار وصف حضرت عبدالبہاء را شنیده ام یعنی حضرت عبدالبہاء را صاحب افکار مجازی و بلند میدانند ولی من حضرتش را مصدر افکار حقیقی میشناسم زیرا ہیچ فلسفۂ صحیح نظری و مجازی موجود نیست مگر آنکہ اصول حقیقی آنرا تائید نموده و ہیچ چیز واضح تر و روشن تر از بیانات حضرت عبدالبہاء راجع بحقیقت نیست۔ کلمات حضرت عبدالبہاء مانند شعاع آفتاب روشن و ساده است و بہمان اندازه جہانگیر و عالمتاب .....

ومن تصور رئی کنم امروز در عالم وجود مربی اعظم از حضرت عبدالبہاء موجود باشد۔

بقلم پروفسور ریموند فرانک پی پر

این نوشتہ جات (مقصود از آثار بہائی) حاکی از طبع بسیار موثر و روان و بصیر تے معنوی و روحانی است بہ جامعیت و کمال آن مرا مانند سایر نفوس مفتون و مجذوب ساختہ و در آن قوہ اے خارق العادہ قادر بر خرق حجبات افکار و ایجاد بصیر تے تازہ در سبیل فہم حقیقت و درک معنی حیات یافتہ ام۔

بقلم انجلا مورگان

یک دلیل آنکہ من با کمال شغف و افتخار زبان بمدح و وصف دیانت بہائی گشودہ و خود را نسبت بہ پیروان این امر این قدر نزدیک و یگانہ میدانم آنست کہ در این ظہور مجاہ پناہ روحانی از برای ابنای ممنت زدہ بشر در دست است و نقطہ اتکاء و امدادات غیبی و سبیل آسایش نفوس از مصدر و منبع حیات متوصل۔

باہر یک از پیروان این دیانت کہ تاکنون ملاقات نمودہ ام چنان مجذوب گشتہ کہ وی را شاہد حی از جلال و شکوہ در قلب این عالم یافتہ ام بہائیان ہر یک دارای روحی پر فتوح و مملو از بزرگی و شکوہ اند و چنان از منبع فیوضات سرشار گشتہ کہ بر تمام جوانب اطراف بل بعالم انسانی افاضہ معنوی مینمایند و در این اوان سبب رحمت عالمیان اند و با ابراز عشق و محبت بافراد نوع انسان غیر خواہ جہانیان۔

بقلم آرتور مور

جبل کرمل کہ ہنوز جاذب عقول و حامل رموز و اسرار ادیان الہیہ است در نقطہ آن طوائف دروز در دو قریہ خویش سکنی دارند۔ و در دامنہ کوہ کنی آلمانیہا است کہ بوسیلہ شارعی بمستملکات قشنگ و مرتفع بہائیان ایران در جانب کوہ منتہی میشود و در اینجا مدفن حضرت باب و حضرت عبدالبہاء است کہ باغچہ ہای بسیار مجللی قرار گرفتہ و زیارتگاہ بین المللی است۔ در ایام یکشنبہ و تعطیل اہالی حیفا و تابعین ادیان مختلفہ از برای تفریح و نزہت باین محل کہ آرامگاہ عظام مقدس پیغمبر جوان شیراز است میروند این پیغمبر جوان تقریباً یکہزار قبل بشر را بوحدت و یگانگی دلالت فرمود۔ حقانیت جمیع ادیان عظیمہ را تعلیم نمود و تساوی رجال و نساء و ظہور اولین محکمہ کبرای بین المللی را اخبار کرد۔

بقلم پروفسور دکتر جان ریپکا

بہائیان ایران در دیانت خویش ثابت و مستقیمند ولی این تمسک ایمان ناشی از نادانی و جہالت نیست اخلاق جبلی و ذاتی ایرانیان انگلی امور را بزرگ و مبالغہ آمیز در نظرشان جلوہ میدہد و بہائیان ایران نظر بسوء رفتاری کہ از طرف حکمداران اسلام نسبت بایشان شدہ اند کی متاثر و اندوہگین اند ہمہ چیز در اخلاق و رفتارشان حاکی از تربیت و نفوذ تعالیم امر بہائی است فوق العادہ از برای مساعدت با بناء نوع حاضر و در سبیل جانبازی و جانفشانی با کمال شغف و سرور مستعد و چالاک اند۔ وظائف اداری و مشاغل خویش را با کمال صداقت و درستکاری انجام میدہند۔ مدتہا پیش موضوع حریت نسوان را در شرق حل نمودند۔ اطفالشان بکمال دقت تعلیم و تربیت میشوند بعضی اوقات بہائیان را باتہام عدم وطن پرستی ملامت میکنند البتہ ازین لحاظ کہ پیروی مذہب تشیع از خصائص ایرانیان گشتہ دیانت بہائی ہرگز متابعت چنین رویہ ای نخواہد نمود ولے

مانند شریعت مسیح ہیچگاہ امر بہائی محبت وطن مالوف آبا و اجداد را منع نمی کند ..... آیا اردو بائیان بقدر کفایت وطن پرست نیستند؟ بنظر نگارندہ و برحسب تجارب کہ تاکنون بدست آوردہ بہائیان در اینموضوع از طرف برادران مسلمانشان فی حق دنا روا مواخذہ و تنقید میشوند قرنہای متمادی مذہب تشیع بیکنوع اتقادات ملی در نتیجہ نقل و تواتر ایجاد نمود کہ دیانت بین المللی بہائی با این اوکار سخت معارضہ خواہد نمود۔ باوجود آنکہ عدۂ بہائیان بسیار زیاد نیست معذلک غیرت و نشاط فوق العادہ و معنویت سرشاری کہ در جامعہ بہائیان ایران حکمفرما است نقص کمی نفوس را بخوبی جبران نمودہ جامعہ بہائی در سراسر جہان بطور موفق بر تہذیب و تربیت اخلاق خواہد شد کہ مضبوط سایر ادیان و محسود اعدای کنونی امر بہائی گردد۔

نظریاتی کہ از برای نگارندہ در غرب نسبت باین آئین تحصیل شدہ بود در ایران خاور زمین کاملاً تائید گردید امر بہائی بلاشک در راہ تہذیب و تربیت نفوس بسیار نفیس و گرانبہا است آیا نفوسی کہ اینہمہ اخلاق و اطوار و ملکات فاضلہ شان در نگارندہ تاثیر نمودہ و بحوارہ ایشان را ممدوح و گرامی میشمارم ممکن بود بدون این تعالیم باین درجہ از فضیلت اخلاقی و کمال نائل گردند؟ حاشا! بلکہ این تاثیر از پرتو تعالیم عالیہ و تمسک پیروان این آئین است کہ در ظل امر بہائی حیات جدید یافتہ اند۔

بقلم ا۔ ایل۔ ایم۔ نیکلا

من نمی دانم چگونہ از شما تشکر کنم و بچہ زبان وصف شنفت سرور بی پایان کہ قلب و روان مرا باہتزاز آوردہ شرح دہم۔ ازین رو نہ فقط بحقیقت حضرت باب باید اعتراف نمود بل حضرتش را نیز باید محبوب و گرامی داشت پیمبر عظیم کہ در گوشہ ای از سرزمین ایران متولد شد۔ بدون ہیچ گونہ وسائل تحصیل و یکہ و تنہا در برابر عالم مقاومت صفوف اعدا را فرمودہ باقوۂ ملکوتی و کمالات فطری دیانتی جہانگیر و مطابق عقل تاسیس نمود ہرچند حضرت بہاء اللہ جانشین آنحضرت اند ولی من آرزومندم طلعت اعلی را بیزرگی و عظمت بستایند و حضرتش را محبوب و گرامی شمارند زیرا حضرت باب نثار جان و سفک دم اطہر خویش بنیانی متین نہاد و اصلاحی اساسی و نوین ایجاد کرد آیا ممکن است نظیری از برای حضرت باب تصور نمود باری اکنون با روحی شاد و نفس مطمئن حاضرم چشم از جہان بربندم شکر الطاف حضرت شوقی آفندی را کہ تشویق و نگرانی قلبیم رفع فرمودند و بہ بزرگواری و عظمت مقام حضرت باب آقا سید علی محمد را تبیین و بلند نمود۔

اینک باندازۂ سرور و خشنودم کہ میخواہم دستہای شما دوشیزہ گرامی خطوط روی پاکت را نگاشتہ بوسم زیرا این پاکت حامل پیام حضرت شوقی است دختر خانم عزیز من از شما ممنونم از صمیم قلب ممنون۔

بقلم ادوارد بنش رئیس جمہور

من از بدو مسافرت خود بہ لندن در ماہ ژوئیہ ۱۹۱۱ء کہ برای اشتراک در اولین کنگرہ اسپیرانتو با کمال رغبت نمودم و ندای امر بہائی و خلاصہ تعالیم صلح آمیزش بسمعم رسید۔ تا حال آثار (دیانت بہائی را) با علاقہ مفرط تحری نمودم در ایام حرب و بعد از آن تعالیم بہائی ہمواره مورد مطالعہ من بود این تعلیم یکی از قوای روحانیہ است کہ مخصوصاً در این اوان نہایت لزوم را دارد و در طریق محاربہ بر علیہ قوای مادی صرف شود و قبل از ہر چیز اثرات مفید روحانی بجا گذارند تعلیم بہائی با کمال یکی از ادوات بزرگ فتح و فیروزی روح است و کامل سعادت و نجاح جامعہ می باشد۔ (بقیہ)

لوحِ مبارک حضرت عبدالبہاء

ھوالله

ای سرور هوشمندان انچه بقلم مشکین نگاشتی خواندیم و بآستان یزدان زبان ستایش گشادیم که پرتو خورشید آسمانی چنان درخشید که دلهای یاران سپیدهٔ امید دمید و مژده رسید که ای یارانِ دیرین بجوشید و بخروشید و بجوئید و بشنوید که یزدان سراپردهٔ پیشینیان را برافراخت و پرچم فارسیان را بلند نمود و اختر ایرانیان روشن کرد. خزان گذشت و دی بسر آمد باد بهار رسید و گلشن مشکبار دمید تا اسیران سرور گردند و بی نوایان رهبر هر بی سر و سامان سر و سامان جویند و لانه ایوان کیوان گردد و کلبهٔ دود مان دیرین بهشت برین شود و آشیان مرغان اندوهگین گلگشت دلنشین. پس باید بپاداش این بخشش خداوند آفرینش کوشش نمود تا همه یاران در سایهٔ سراپردهٔ یزدان در آیند و بزرگواری جهان آسمان رخ بنماید تا روی زمین آئینهٔ چرخ برین گردد و جهان پستی پرتو جهان بالا گیرد. ای یزدان پاک این بندهٔ دیرین را اندوهگین مخواه شادمانی آسمانی بخش و فرّیزدانی ده. ستارهٔ روشن نما و گلِ گلشن کن سرورِ آستان نما و افسرِ جهان بالا بر سر نه. رویش را بدرخشان و گوهرش را بیفشان جانش را مشکبار کن و دلش را گلزار نما تا بوی خوشش جان پرور گردد. و پرتو رویش افزون از ماه و اختر تو ئی مهربان و تو ئی بخشنده.

ای یار دیرین پرسشی چنان نموده بودی. پرسش نخست این بود که چرا آئین پیمبران دگرگون گردد و روشِ دلشوران مانندِ بوقلمون. مهترِ اسرائیلیان را روشی بود داختر عیسویان را تابشی و سرورِ تازیان را فرمانبری و مهر سپهر بالا را آئین و دلخوشی، گفتار و کردار و آئین و روش و فرمانبش هر یک دیگرگون بود. این چیه رازی است نهان و پنهان زیرا باید فرمانبش یزدان بر یک روش باشد تا بخشش آسمانی رخ بنماید انتهی.

بدان که جهان و انچه در اوست هر دم دگرگون گردد و در هر نفسی تغییر و تبدیل جوید زیرا تغییر و تبدیل و انتقال از لوازم ذاتیهٔ امکان است و عدم تغییر و تبدیل از خصائص وجوب لهذا اگر عالم کون را حال بر یک منوال بود لوازم ضروریه اش نیز یکسان میگشت چون تغییر و تبدل مقرر و ثابت روابط ضروریه اش را نیز انتقال و تحول واجب مثل عالم امکان مثل هیکل انسان است که در طبیعت واحده مداوم نه بلکه از طبیعتی بطبیعتی دیگر و از مزاجی بمزاجی دیگر انتقال نماید و عوارض مختلف گردد و امراض متنوع شود لهذا پزشک دانا و حکیم حاذق درمان را تغییر دهد و علاج را تبدیل نماید بدیدهٔ بینا ملاحظه کنید انسان در رحم مادر خون خوار است و در مهد گهواره شیر خوار و چون نشو و نما نماید بر خوان

نعمتِ پروردگار نشیند و از ہرگونہ طعام تناول نماید زمانِ طفولیت را حکمے و دمِ شیرخواری را رزقے و سنِ بلوغ را اقتضائے و جوانی را قوت و قدرتے و ضعف و پیری را فستور و رخاوتے۔ و در ہر درجہ انسان را اقتضائے و روش را درمانے و ہمچنین موسم صیف را اقتضائے و فصل خزان را خصوصیتے و موسم دی را برودتے و وقتِ بہار را نسیم معطرے و شمیم معنبرے۔ حکمتِ کلیہ اقتضای این می نماید کہ تغییرِ احوال تغییرِ احکام حاصل گردد و بتبدیلِ امراض تغییرِ علاج شود، پزشک ناتا ہیکل انسان را در ہر مرضی دوائی و در ہر دردی درمانی نماید و این تغییر و تبدیل عینِ حکمت است زیرا مقصدِ اصلی صحت و عافیت است و چون علاج را تغییر دہد نادان گوید این دلیل بر نادانی حکیم است اگر داروی اول موافق بود چرا تغییر داد و اگر ناموافق بود چرا در آغاز تجویز کرد و لے ریخورِ دانا اذعان نماید و بر وجدان بیفزاید۔

و این را بدان کہ آئینِ یزدانی بر دو قسم است۔ قسمے تعلق بعالمِ آب و گل دارد و قسم دیگر تعلق بجہانِ جان و دل۔ اساسِ آئینِ روحانی لم یتغیر و لم یتبدل است از آغازِ ایجاد تا یومِ میعاد تا ابدالآباد بر یک منوال بودہ و ہست و آن فضائلِ عالمِ انسانی است و آئینِ حقیقی دائمی سرمدی یزدانی و روش و فرمایشِ ابدیِ خداوندِ آفرینش است قسمِ آئین تعلق بجسم دارد آن بمقتضای ہر زمانے و ہر موسمے و ہر درجہ ئی از سنِ تبدیل و تغییر یابد و در این کورِ عظیم و دورِ جدید تفرعات احکامِ جہانی اکثر بہ بیت العدل راجع چہ کہ این کور را امتدادِ عظیم است و این دور را فسحت و وسعت و استمرار سرمدی ابدی و چون تبدل و تغیر از خصائصِ امکان و لزومِ ذاتی این جہان است لہٰذا احکامِ جزئیہ جہانی باقتضای وقت و حال تلقین و ترتیب خواہد یافت۔

اما اساسِ آئینِ یزدان را تغییر و تبدیلی نبودہ و نیست مثلاً فضائلِ حمیدہ و فضائلِ پسندیدہ و روشِ پاکان و کردارِ بزرگواران و رفتارِ نیکوکاران از لوازمِ آئینِ یزدان است این ابداً تغییر ننمودہ و نخواہد نمود اما احکامِ جہانی البتہ باقتضای زمان در ہر کورے و دورے تغییر می نماید شما بعین الانصاف ملاحظہ نمائید در این عہد و عصر کہ جہان جہانی تازہ گشتہ و جسمِ امکان لطافت و ملاحتے بی اندازہ یافتہ آیا ممکن است کہ احکام و آئینِ پیشینیان تماماً مجری گردد لا واللہ۔ و از این گذشتہ اگر در ظہورِ مظاہرِ مقدسہ آئینِ تازہ تأسیس نگردد جہان تجدید نشود و ہیکلِ عالم در قمیصِ تازہ جلوہ ننماید۔

پرسشِ دوم۔ سوال از این نمودہ بودید کہ ہر پیمبرے را از کتب و صحائفِ پیمبرانِ پیشین اطلاع لازم است یا نہ۔ اگر لازم است چرا پیغمبرانِ پسین از کتابِ دستورانِ پیشین خبر نداشتند۔

جواب پرسشِ ثانی۔ بدان کہ پیمبران را از کتب و صحف مقصود معانی است نہ الفاظ۔ مراد حقیقت است نہ مجاز۔ جوہر است نہ صورت۔ گوہر است نہ صدف۔ آن حقیقتِ کلیہ کہ رہبرِ پیمبران است یکی است و آن دستورالعمل کل لہٰذا فی الحقیقۃ ہر پیمبرے بر اسرارِ جمیع پیمبران مطلع و لو بظاہر کتاب اورا ندیدہ و سخن او را نشنیدہ و آئینِ جہانی او را نسنجیدہ زیرا روش و سلوک و اسرار و حقائق و آئینِ روحانی کل یکی است۔

پرسش سوم۔ درخصوص تجہیز و تکفین نفوس متصاعد الی اللہ سوال نمودہ بودید کہ در کتب سماویہ مختلف نازل۔ کدام یک بہتر است و کدام یک درست تر و صحیح۔ آئین پیشین ناسخ آئین پیشین است و چون بدیہ بینا نظر فرمایند ملاحظہ می کنید کہ چنین است۔ واما سوال چہارم کہ ارواح بعد از صعود از اجسام در چہ مقامی قرار خواہند یافت' بدان کہ روح از حقائق مجردہ است۔ و حقیقت مجردہ مقدس از زمان و مکان است۔ زیرا زمان و مکان از لوازم حقائق جسمانیہ و متحیزہ است و حقیقت مجردہ را چہ زمانی و چہ مکانی۔ جسم و جسمانی نیست تا از برای او مکانی تعیین کنیم۔ لامکان است نہ امکان۔ جان است نہ تن۔ لطیفۂ الٰہیہ است نہ کثیفۂ جسمانیہ۔ نور است نہ ظلمت۔ جان ہست نہ جسد۔ از عالم یزدان است نہ کیہان۔ مکانش مقدس از امکنہ و مقامش منزہ از مقامات۔ بلند است و مرتفع۔ متعالی است و ممتنع۔ کاخ عظمتش را ایوان کیوان زندان است۔ و قصر مشید متعالیش را چرخ برین اسفل زمین۔ واما جسد آلتی است از برای روح۔ زیرا مرکب و متحرک و مکتسب و مسی و محسن روح است نہ جسد گنہکاری و ستمکاری و خوشخوئی و نکوئی منبعث از جان و روان است نہ تن ناتوان۔ لہذا ہمچنانکہ عذاب و عقاب و سرور و اندوہ و حزن و طرب از احساسات روح است کذالک پاداش صواب و عقاب و جزا و مکافات کہ از نتائج اعمال حاصل راجع بروح است نہ جسد۔ ہیچ شمشیرے بیحرکت کشتن بے گناہی مواخذہ نہ کردو و ہیچ تیرے بحرکت زخم اسیری معاقبہ نشود چہ کہ آلتست نہ فاعل۔ محکوم است نہ حاکم۔ مقہور است نہ قاہر۔ والبہاء علیک۔

ع ع

روح بہائی

ای روح بہائی سجدہ بتو سجدہ بتو ای جسم بہائی مژدہ بتو مژدہ بتو
ای نور بہائی سجدہ بتو سجدہ بتو ای چشم بہائی مژدہ بتو مژدہ بتو
ای حب بہائی سجدہ بتو سجدہ بتو ای قلب بہائی مژدہ بتو مژدہ بتو
ای بانگ بہائی سجدہ بتو سجدہ بتو ای گوش بہائی مژدہ بتو مژدہ بتو
ای حمد بہائی سجدہ بتو سجدہ بتو ای لحن بہائی مژدہ بتو مژدہ بتو
ای تاج بہائی سجدہ بتو سجدہ بتو ای راس بہائی مژدہ بتو مژدہ بتو
ای عون بہائی سجدہ بتو سجدہ بتو ای فقر بہائی مژدہ بتو مژدہ بتو
ای فیض بہائی سجدہ بتو سجدہ بتو ای دست بہائی مژدہ بتو مژدہ بتو
ای راہ بہائی سجدہ بتو سجدہ بتو
ای پای بہائی مژدہ بتو مژدہ بتو

نطق جناب بختیاری

در سری رنبیر ہائی سکول جموں کشمیر بتاریخ ۲۶ ستمبر ۱۹۴۱ء در تحت صدارت پنڈت پندی داس کپیل

از مناجات ذیل آغاز نمودند:-

هُوَاللّٰه

ای خداوند بخشنده کوکب بخشایشت بر جهان آفرینش درخشیده و دریای احسانت مواج بر کائنات گشته ابر رحمت در فیضان است و نار محبت در فوران باغبان احدیت در خیابانهای دلها بطرائی گلهای معارف پرداخته و طراوت و لطافت بے نهایت یافته نسیم حدائیت و حدانیت جهان را زنده نموده و پرتو آفتاب موهبت قلوب دوستان را منور فرموده جام صهبای محبت عاشقان را سرمست کرده و آهنگ بدیع ملکوت ذرات کائنات را بجنبش و حرکت آورده از هر سمتی صوت تهلیل و تکبیر بلند است و از هر کرانه آهنگ تسبیح و تقدیس مرتفع از هر گوشه شور و ولوله و در هر بیشه نعره پر اندیشه و در هر حدیقه طیور ملکوت در نغمه و آواز و در هر گلشنی بلبل توحید بجلبانگ معنوی دمساز آفاق در اهتزاز است و اقطار بصیت و آوازت دمساز و ذرات وجود در اوج موهبت در پرواز این جمع پریشان را در انجمن عنایت مجتمع فرما و این گروه بی سروسامان را در پناه موهبت ملجا و ماوی بخش. این خطه تشنه را سیراب فرما. و این سراب فرقت را بشراب وصلت تبدیل نما. درختان بی برگ را پر گل و شگوفه نما و بینوایان ناتوان را زاد و توشه ده بال و پر شکسته گان را بال و پرے عطا کن افتادگان را دستگیر شو و بیچارگان را مجیر و ظهیر طفلان شیر خوار را از ثدی عنایت شیر ده و کودکان بیزبان را در مهد موهبت بپرور. نفوس را از نفس وهوی مقدس کن و صدور را بنور هدی منشرح نما. دلها را از هر آلایشی پاک و مطهر کن جانها را بخشایش خلق عظیم گلشن اسرار فرما. ای پروردگار گنه گاریم ترحم فرما ای بزرگوار ستمکاریم عفو و مغفرت کن در هر دامے گرفتاریم آزادی بخش و در حبس و زندانیم مطلق العنان کن این ظلمات قلوب را بنور هدی تبدیل فرما و این شهوات نفوس را بروح تقی مبدل کن تا در هوای جانفزای انقطاع پرواز نمائیم و بیاد روی و خویت دمساز گردیم. توئی مقتدر و توانا و توئی شنوا و بینا.

ع ع

سرشین ارجمند شنوندگان گرامی - جناب سرشین در آغاز بیان کردند خلق امروز عموماً و جوانان خصوصاً هر کجا که اطفای مذہبی میشود

کمتر حاضر میشوند و بیشتر میل دارند در پشت رادیو ها حاضر شده بشنوند و یا در قراخانه ها جمع در اخبارات میبینند کجا بیشتر خراب شده است و کدام شهری ویران گشته در کدام مملکتی بیشتر خلق هلاک شده اند بلی در حقیقت اینطور است و در اینصورت بسیار غمنیت است که این محبت اینجا واقع گشته است لهذا خاطر نشان آقایان مینمایم که این خرابی عالم از دین حقیقی نیست که مردمان جهان ازان گریزانند بلکه از اثر بیدینی و لامذهبی و تعصبات گوناگون است که خلق بسوی آن دوانند اما اگر قدر دین را بدانیم و دین حقیقی یعنی حقیقت دین را بشناسیم موجب تعالیم حق رفتار نمائیم هیچ جنگ و جدالی در عالم نمیماند و اخوت عالم انسانی چهره گشاید چنانچه حضرت بهاء الله میفرماید :-

"ای دوستان! سراپرده یگانگی بلند شد بچشم بیگانگان یک دیگر را مبینید همه بار یک دارید و برگ یک شاخسار"

پس هرگاه بدانیم که همگی برادران و خواهران یکدیگریم و از حیث انسانیت کل از یک جوهر و گوهریم و پدر آسمانی همه خداوند یکتا است که همگی بنام او پرستش مینمائیم و میدانیم که او خالق همه است و او دست گیر همه است او همگی مهربان است همگی را عقل و دانش داده است همگی را احساسات قلبیه داده است. همگی را حواس خمسه داده است دیگر جدائی در میان نمیماند جنگ و خونریزی نمیشود ممالک خراب نمی گردد و اینهم باید دانست که جمیع ادیان یعنی مظاهر مقدسه الهیه برای تفهیم و تعمیم اخوت عالم انسانی آمده اند. چنانچه حضرت بهاء الله میفرماید " مقصود از ارسال رسل و انزال کتب معرفت الله و الفت و اتحاد عباد بوده. یعنی هیچ دینی در عالم ظاهر نشده است که ما را از یکدیگر جدا کند بلکه برای آن ظاهر شده است که نوع انسان را بهم دیگر الفت و التیام دهد. در واقع هرکدام از شما که بخانهٔ خود میروید کتاب اصلی پیغمبر خود را بدست آورده بدقت بخوانید خواهید فهمید که دین عبارت از اوهام و تقالید نیست که در دست خلق است و بظواهر آن گردیده با یکدیگر مخالفت می ورزند بلکه دین حقیقی یا حقیقت دین آنست که در قلوب تولید حقیقت و محبت نماید. چنانچه حضرت بهاء الله میفرماید " ای اهل عالم مذهب الهی از برای محبت و اتحاد است اورا سبب عداوت و اختلاف منمائید"

در اینصورت که دانستیم دین برای محبت و اتحاد است از بیخردی است که ما نظر بتقالید و اوهام مختلفه با هم دین با یکدیگر مجادله نمائیم و وقتی خسته میشویم بجای اینکه پی بحقیقت دین برده در خیمهٔ وحدت عالم انسانی وارد گردیم دست از دین برداشته کوس بیدینی میزنیم کار بدین و مذهب نداریم در حقیقت این غفلت بزرگی است که عالم انسانی بآن مبتلا شده است لهذا المحبوب حال دیگر از این خواب غفلت بیدار شده در فکر آن باشیم و بکوشیم تا خدای یگانه را پدر آسمانی خود دانسته جمیع بشر را برادران و خواهران یکدیگر تصور کنیم و با همدیگر رؤف و مهربان باشیم. اکنون چون وقت کم است و گوینده بعد از زنده در لغت خودتان اردو را جع بوحدت ادیان صحبت میدارد بنده یکی از اشعار شاعر معروف بهائی مرحوم نعیم که راجع باخوت عالم انسانی گفته است برای شما خوانده می نشینم. و همگی را بخدا می سپارم بعد اشعاریکه مطلع آن اینست خوانده شد ؎

ایتها الناس ما همه بشریم بندهٔ یک خدای داد گریم

پرنٹر و پبلشر و ایڈیٹر سید محمد ظہور الحق علی نے جیتے برقی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر پیام مہر فرزول باغ فتحپوری سے شائع کیا

کتب خانہ
جامعہ عثمانیہ

ماہنامہ

پیام دہلی

جلد دوم | ستمبر سنہ ۱۹۴۱ء | نمبر ۹

مناجات

الٰہی الٰہی اولیائے خود را حفظ فرما۔ توئی آن کریمیکہ عفوت عالمرا احاطہ نمودہ

الٰہی الٰہی اپنے دوستوں کو اپنی حفاظت میں رکھ۔ تو ہی ہے وہ کریم کہ تیرے درگذر نے تمام جہان کو گھیر لیا ہے

بر عبادت رحم فرما و تائید نما بر اعمال و اخلاق و اقوالیکہ لائق ایام توست۔ بیک کلمۂ علیا

اپنے بندوں پر رحم کر اور اُن اعمال و اخلاق اور اُن باتوں کی توفیق دے جو تیرے ایام کے لائق ہیں۔ ایک ہی بلند کلمے سے تیری بخشش

بحر بخشش متواج و بیک اشراق نیر امر آفتاب جود و غفران ظاہر و ہویدا ہمہ بندگان تو اند و

کا سمندر موجزن ہے اور تیرے امر کے آفتاب کی ایک ہی چمک سے عنایت و مہربانی کا آفتاب ظاہر و نمودار ہوا۔ سب تیرے بندے ہیں اور

بامید کرمت زندہ اند دست قدرت از جیب قوت برآر و این نفوس در گل ماندہ

تیری کرمفرمائی کی اُمید پر زندہ ہیں۔ اپنی قدرت کا ہاتھ قوت کی جیب سے باہر نکال اور ان مٹی میں پڑے ہوئے لوگوں

را نجات دہ توئی مالک ارادہ و سلطان جود۔ لا الٰہ الا انت العزیز الوہاب

کو نجات دے۔ تو ہی ہے ارادہ کا مالک اور بخشش کا بادشاہ۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو سب پر غالب اور جود و فیاض ہے

(داعیۂ محبوب)

یومِ موعود آگیا!

انقلابِ عالم کے متعلق حضرت ولیِ امر اللہ کا بیان

دنیا اِس وقت ایک ایسے طوفان کی لپیٹ میں ہے جس کی شدّت بے نظیر۔ راستہ نامعلوم۔ فوری اثرات تباہ کن۔ مگر جس کے آخری نتائج ایسے شاندار ہیں کہ کبھی کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آئے ہونگے۔ اس کی تخریبی قوّت، وسعت و رفتار میں بے دھڑک بڑھتی چلی جارہی ہے۔ اس کی پاک کرنے والی طاقت اگرچہ دکھائی نہیں دے رہی مگر دن دونی اور رات چوگنی بڑھتی چلی جارہی ہے۔ نوعِ انسان اس کی غارتگر قوّت کے پنجوں میں پھنسی ہوئی اس کے ناقابلِ مدافعت جوش و غضب کے واقعات سے مار کھا رہی ہے یہ نہ تو اس کے آغاز کو دیکھ سکتی ہے نہ اس کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتی ہے اور نہ اُس کے نتائج کو سمجھ سکتی ہے۔ حیران و پریشان درد سے کراہتی ہوئی لاچار و مجبور یہ خدا کے اس زبردست طوفان کو تک رہی ہے کہ یہ کس طرح کرۂ ارض کے دور ترین و بہترین قطعات کو ملیامیٹ کر رہا ہے۔ اس کی بنیادوں کو ہلا رہا ہے۔ اس کے توازن کو پراگندہ کر رہا ہے۔ اس کی اقوام کو جُدا جُدا کر رہا ہے اس کے لوگوں کے گھروں کو اُجاڑ رہا ہے۔ اس کے شہروں کو غارت کر رہا ہے۔ اس کے بادشاہوں کو دربدر کر رہا ہے۔ اس کی پناہ گاہوں کو توڑ کر گرا رہا ہے۔ اس کے اداروں کو جڑ سے اُکھیڑ رہا ہے۔ اس کی روشنی کو مدھم بنا رہا ہے اور اس کے ساکنین کی ارواح کو مجروح کر رہا ہے۔

عزیز دوستو! اس انقلابِ عظیم کی زبردست تاثیرات کو سوائے اُن کے جو حضرت بہاءاللہ اور حضرت باب پر ایمان لے آئے ہیں اور کوئی نہیں سمجھتا۔ اہلِ بہاء خوب جانتے ہیں کہ یہ کہاں سے آیا ہے اور اس کی انتہا کیا ہوگی۔ اگرچہ وہ یہ نہیں جانتے کہ اس کی وسعت کہاں تک ہوگی۔ مگر وہ اس کی ابتداء کو صاف طور سے پہچانتے ہیں اس کی سمت کو خوب جانتے ہیں۔ اس کی پُراسرار روش کو بلا خوف دیکھ رہے ہیں۔ صدقِ دل سے اس کی شدّت کی کمی کی دُعائیں مانگ رہے ہیں۔ نہایت دانائی سے اس کے غضب کو دھیما کرنے کے لئے کوشش کر رہے ہیں اور صاف نظرے اس بیم و اُمید کی تکمیل کے منتظر ہیں جن کا اس سے پیدا ہونا ایک قدرتی بات ہے۔

وہ لوگ جو حضرت بہاءاللہ کو لسان اللہ اور مظہر اللہ تسلیم کرتے ہیں جانتے ہیں کہ یہ قہرِ الٰہی مکافاتِ عمل بھی ہے اور تزکیۂ نفوس بھی اور ایک اعلیٰ و مقدس فضلِ خداوندی بھی۔ یہ خدا کی طرف سے عذاب بھی ہے اور تمام نوعِ انسان کو پاک کرنے کا عمل بھی۔ اس کے شعلے نوعِ انسان کی خودسری اور اس کے تمرّد کو سزا دے رہے ہیں اور ساتھ ہی اس کے اجزاء کو ایک عالمگیر ناقابلِ تقسیم قوم میں اکٹھا کر رہے ہیں۔ اِن فیصلہ کن سالوں میں جو عصرِ بہائی کی پہلی صدی گذرنے کا اشارہ اور نئی صدی کے شروع ہونے کا اعلان کر رہے ہیں۔ اس کی

تقدیرات کے مطابق جو نوعِ انسان کا حکم اور نجات دہندہ ہے نوعِ انسان ایک ہی وقت میں اپنے اعمالِ گذشتہ کا حساب دینے کیلئے اور اپنی آئندہ کی ماموریت کے لئے بُلائی جارہی ہے اور پاک بنائی جا رہی ہے۔ نہ تو یہ اپنے گذشتہ اعمال کی ذمہ داریوں سے بچ سکتی ہے اور نہ آئندہ کی ماموریت سے پہلوتہی کرسکتی ہے۔ خُدا جو علیم وخبیر۔ عادل وحیم۔ قادر وحکیم ہے۔ اس اعلیٰ امرِ الٰہی کے زمانہ میں متمرد وخود سر انسان کے ارتکابِ فعل وترکِ فعل کے تمنّاہوں کو بلا سزا نہ چھوڑیگا نہ وہ اس بات پر راضی ہوگا کہ اپنے بچوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دے اور انھیں ان کے تدریجی اور زحمت سے حاصل ہونے والے ارتقاء کی آخری اور مسرت بخش منزل سے محروم کرے کیونکہ یہ ان کا لازمی حق اور صحیح مآل ہے۔

ایک جگہ تو حضرت بہاءاللہ خود نوعِ انسان کو تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں"

"اے لوگو! قہرِ الٰہی کے ایّام کی توقع میں بیدار رہو جاؤ کیونکہ وہ موعود زمانہ اب آگیا ہے"

"اُس چیز کو تمسک کرو جو تمھارے پاس ہے اور اُس چیز کو پکڑو جو انسانوں کی گردنوں کو جُھکا دینے والا خدا لایا ہے۔ ای لوگو! پکّے یقین سے جان لو کہ جو تم نے کیا ہے اگر تم نے اُس سے مُنھ نہ پھیرا تو قہرِ الٰہی تمھیں چاروں طرف سے آگھیریگا اور تم ایسی باتیں دیکھو گے جو اُن تمام باتوں سے زیادہ دردناک ہونگی جو آجتک تم نے دیکھی ہیں"

پھر فرمایا ہے:-

"اے لوگو! ہم نے تمھارے لئے ایک وقت مقرر کیا ہے اگر اُس وقتِ مقررہ پر تم خدا کی طرف رجوع کرنے سے قاصر رہے تو وہ تمھیں شدت کی سختی کے ساتھ پکڑیگا اور تم پر ہر طرف سے دردانگیز مصیبتوں کو حملہ کرنے دیگا۔ آہ! وہ قہرِ الٰہی کیسا سخت وشدید ہے جس سے تمھارا خدا تمھیں سزا دے گا۔"

دوسری جگہ آپ اس دُنیا کا جو اس وقت تاریکی میں لپٹی ہوئی ہے شاندار مستقبل کا ذکر فرماتے ہوئے اپنے الفاظ میں زور دے کر فرماتے ہیں:-

"دُنیا اِس وقت حمل کی حالت میں ہے وہ دن قریب آرہا ہے جب یہ اپنے شریف ترین پھل پیدا کریگی جب اس میں سے بلند ترین درخت پھوٹکر بڑھینگے۔ نہایت خوبصورت شگوفے پیدا ہونگے جو اعلیٰ درجہ کی آسمانی برکات ہونگی۔"

"وہ وقت قریب آرہا ہے جب ہر ایک پیدا شدہ چیز اپنا بوجھ اُتار کر پھینک دیگی۔ تعریف ہو اس خدا کی جس نے ایسے فضل کا وعدہ فرمایا جو ظاہر و پوشیدہ تمام چیزوں پر محیط ہے۔"

نوعِ انسان کے سنہری زمانہ کی پیشینگوئی کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:-

"یہ بڑے ظلم وستم خدا کے عدلِ عظیم کی آمد کا پتہ دے رہے ہیں۔"

یہ عدلِ عظیم ہی درحقیقت وہ عدل ہے جس پر صُلح اکبر کی بنیاد رکھی جائیگی اور صُلح اکبر اس عظیم الشان تمدن کو لائے گی جو سارے دنیا کا تمدن ہوگا اور جو ابد الآباد تک اُس کے نام سے زندہ وپائندہ رہیگا جو اسم اعظم کا مالک ہے۔

پیارے دوستو! تقریباً اکیسو سال ہوگئے کہ حضرت بہاءاللہ دنیا میں ظاہر ہوئے۔ آپ اس ظہور کی شان میں خود فرماتے ہیں

"یہ ظہور ایسا ظہور ہے کہ گذشتہ ظہورات اسے
مقررہ وجہ کے سوا پوری طرح نہیں پہچان سکے"

خدا نے پورے سو سال تک انسانوں کو مہلت دی کہ وہ اس عرصہ میں ایسے عظیم ظہور کے مالک پر ایمان لائیں۔ اس کے امر کی حمایت کریں۔ اس کی ثنا و تعریف کریں اور اس کے لائے ہوئے نظام کو دنیا میں قائم کریں۔

سو جلد کتابوں میں جو بیش بہا نصائح۔ زبردست قوانین بے نظیر اصول۔ پُرجوش مواعظ۔ مکمل تنبیہات۔ حیرت انگیز پیشینگوئیاں۔ رقیق و روح پرور مناجاتیں اور اہم بیانات و تشریحات کے خزانے ہیں۔ اس خدائی پیغام لانے والے نے اس ماموریت کو جو خدا نے اس کو سونپی ہے ایسی وضاحت کے بیان فرمایا ہے کہ پہلے کسی پیغمبر نے بیان نہیں فرمایا۔ دنیا کے شہنشاہوں۔ بادشاہوں۔ شہزادوں۔ فرمانرواؤں۔ حاکموں۔ حکومتوں۔ علماء و عوام مشرق کے ہوں یا مغرب کے اور عام اس سے کہ مسیحی ہوں۔ یہودی ہوں۔ مسلمان ہوں یا زردشتی۔ آپ نے قریباً پچاس سال تک نہایت اندوہ انگیز حالات میں عرفان و دانائی کے یہ بیش بہا موتی جو آپ کے بے نظیر بیانات کے سمندر میں پوشیدہ تھے انھیں پیش کئے۔ دولت و شہرت کو ترک کرکے قید و جلا وطنی قبول فرما کر۔ سب و شتم اور غربت سہکر۔ جسمانی اہانت اور بے رحمانہ صدمات برداشت کرکے آپ نے جو اس دنیا میں خدا کے نائب تھے اپنے آپکو جگہ جگہ اور دیس بدیس جلا وطن ہونے دیا۔ حتیٰ کہ سجنِ اعظم میں آپ نے اپنے شہید فرزند کو تمام نوعِ انسان کے اتحاد اور اس کی نجات کے لئے قربان کردیا۔ آپ خود تصدیق فرماتے ہیں:-

"بلاشک و شبہ ہم انسانوں کو نصیحت کرنے کے فرض میں قاصر نہیں رہے اور نہ ہم اس بات کے پیش کرنے میں قاصر رہے ہیں جو قدرت اور تعریف کے مالک خدا نے ہمیں پہنچانے کیلئے دی تھی۔ اگر لوگ میری باتوں پر عمل کرتے تو یہ زمین ایک دوسری زمین بن جاتی۔"

ہم اپنے آپ سے یہ سوال کرسکتے ہیں کہ دنیا نے جو آپ کے اس فکر و توجہ کا مورد تھی اور جس کے لئے آپ نے اپنا سب کچھ قربان کردیا آپ کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا۔ اس نے آپکا کیسے استقبال کیا۔ اور آپ کی دعوت پر آپ کو کیا جواب ملا؟

اس امر کے مولد میں اس امر کی نوخیز روشنی کا استقبال ایک ایسے شور و غوغا کے ساتھ کیا گیا کہ اسلام کی تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں پائی جاتی۔ جس ملک میں یہ نور پیدا ہوا اس کے باشندے اپنے جہل مرکب میں مشہور تھے۔ ان کی مذہبی دیوانگی۔ ان کی وحشیانہ بے رحمی۔ ان کے گہرے تعصبات شہرہ آفاق تھے۔ علمائے دین کا ملک کے عوام پر زبردست تسلط تھا ظلم و ستم اور ایذا رسانی کا دور شروع ہوا۔ جس سے ایک ایسی جرأت بھڑک اٹھی جس کی تصدیق لارڈ کرزن نے بھی کی ہے کہ وہ اس آگ کی بھی بڑھ گئی جو کستھ فیلڈ میں شعلہ انگیز ہوئی تھی اور اس امر کے بیس ہزار سے زیادہ شیدائی اس پر قربان ہوگئے۔ ان لوگوں نے اپنے نئے ایمان کو چند روزہ عزت اور فانی زندگی کے لطف کے بدلے بیچنے سے انکار کردیا۔

جسمانی دکھ اور تکالیف ان مظلوموں کو دیئے گئے۔ ان پر بادشاہ کشی۔ باطنیت۔ غداری۔ لامذہبی۔ بداخلاقی۔ فرقہ پرستی۔ کفر۔ سیاسی فرقہ داری وغیرہ وغیرہ ناحق الزام لگائے گئے۔ حالانکہ ان میں سے ہر ایک بات بہائیوں کے دینی اصول کے خلاف اور

ان کے چال چلن سے غلط ثابت ہوتی تھی۔

اعیانِ سلطنت کی لاپروائی۔ علمائے قوم کی سنگ دلانہ نفرت عوام کی طعن و تشنیع جن بادشاہوں اور حاکموں کو بانیِ امر نے خطوط لکھے انکی طرف سے تحقیر۔ قتل و غارت کے فتووں کی بوچھاڑ۔ دھمکیاں اور تہدید آمیز احکام۔ جلاوطنیاں جو ان لوگوں کی طرف سے وارد کی گئیں جن کے درمیان یہ امر پیدا ہوا اور پروان چڑھا۔ حاسدوں اور دشمنوں کی طرف سے اس کے اصول اور قوانین کو ان لوگوں کے درمیان جو اس کے وطن سے دور آباد تھے بگاڑنا۔ یہ اُن مصیبتوں کے چند ایک واقعات ہیں جو اُن لوگوں نے اس امرِ پر وارد کئے خود غرضی میں غرق۔ خدا سے دور اور اپنے دین کی نصیحتوں پیشینگوئیوں۔ تنبیہوں اور نشانیوں کو بھولے ہوئے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

کوئی تعجب نہیں کہ اُس کی قلمِ اعلیٰ سے جس نے اِن دکھوں کو اعلیٰ ترین صبر کے ساتھ برداشت کیا یہ کلام نازل ہو:-

"وہ جو ظہور و بطون کا خدا ہے وہ اِس وقت تمام انسانوں کے درمیان ظاہر ہے۔ اُس کی مبارک ہیکل پر ایسے مظالم وارد کئے گئے ہیں کہ اگر ظاہر و غیب کے سب سمندر روشنائی بن جائیں اور ملکوت کے سب رہنے والے قلمیں ہو جائیں اور آسمانوں اور زمین کی سب چیزیں لکھنے والی بن جائیں تو بھی بلاشک و شبہ وہ ان کے لکھنے سے عاجز رہینگے۔"

پھر فرمایا ہے:-

"اپنی زندگی کے اکثر ایام میں نے اُس بندے کی طرح گذارے ہیں جس کے سر پر کچے دھاگے سے بندھی ہوئی ایک تلوار لٹک رہی ہو اور جسے یہ خبر نہ ہو کہ کب اُس پر گرے گی۔"

اپنی ماموریت کی اعلیٰ بلندیوں پر سے آپ عیسائی دُنیا کے بادشاہوں کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں:-

"اے بادشاہو! بس بس ہو گئے جن میں سے ہر ایک دن ہم نے ایک نئے ظلم کے دُکھ سہے۔ وہ جو ہم سے پہلے ہو چکے ہیں اُن میں سے کسی نے ایسے دُکھ نہیں سہے جیسے ہم سہہ رہے ہیں کاش کہ تم ان کو دیکھتے! لوگ ہمارے خلاف اُٹھے۔ ہمیں موت کے منہ میں دیا۔ ہمارا خون بہایا ہمارے اموال کو تاخت و تاراج کیا۔ اور ہماری عزت و حرمت کی اہانت کی۔ اگرچہ تم ہمارے اکثر مصائب سے واقف ہو مگر تم نے کبھی زبردست ظالم کے ہاتھ کو نہ روکا۔ کیا یہ تمہارا فرض نہیں کہ تم ظالم کے ظلم کو روکو اور اپنی رعایا کے ساتھ عدالت و انصاف سے پیش آؤ تاکہ تمہاری معدلت گستری اور انصاف پسندی سب انسانوں پر ظاہر ہو جائے۔"

کیا ہم یہ سوال کر سکتے ہیں کہ مشرق یا مغرب کا وہ کون سا بادشاہ ہے جس نے اس ظہور کے ظاہر ہونے کے بعد اس کی تعریف میں یا اُن کے خلاف جنھوں نے اس پر ظلم کئے ہیں آواز اٹھائی ہو؟ کن لوگوں نے اتنی طویل قید و گرفتاری کے دوران میں اُٹھ کر ایسے نظام کے طوفان کو روکنے کی کوشش کی؟ سوائے ایک خاتون کے جو اپنے تنہا نور میں روشن و متجلی ہے اور کس بادشاہ نے حضرت بہاءاللہ کی آواز پر لبیک کہا۔ بزرگانِ عالم میں سے کون خدا کے اس نئے امر کو تسلیم کرنے یا مدد دینے کے لئے مائل پایا گیا؟ بیشمار مذہبوں

قوموں۔ پارٹیوں۔ گروہوں۔ اور انسانی خیال کے بہت ہی زیادہ بٹے ہوئے فرقوں میں سے کن لوگوں نے یہ ضروری جانا کہ اپنی نگاہیں اس امر کے نکلتے ہوئے سورج پر لگائیں۔ اس کے پھیلتے پھولتے نظام پر غور کریں۔ اس کے پوشیدہ ترقی و رفتار کو سوچیں۔ اس کے اہم پیغام کی تشخیص و قدر کریں؛ اس کی نوخیز قوت کو تسلیم کریں؛ اس کی صحت افزا حقیقت کو قبول کریں اور اس کے ازلی و ابدی حقائق کو مشہور کریں؛

دانایانِ عالم یا برائے نام اہلِ عقل و دانش کوئی بھی صحیح طور پر دعویٰ کر سکتا ہے ..... کہ اس نے صحیح غور و تفحص کے ساتھ اس کی کتابیں پڑھی ہیں اور نہایت تندہی کے ساتھ حق کو قصے کہانیوں سے علیحدہ کرنے کی کوشش کی ہے یا اس کے امر کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے جو کرنا چاہئے تھا۔ فن و علم کے وہ اعلیٰ مفسرین کہاں ہیں جنھوں نے ماسوا چند ایک کے اس امر کی تعریف یا محافظت میں کبھی ایک انگلی بھی اٹھائی ہو یا کوئی لفظ بھی اپنے منہ سے نکالا ہو جس نے دنیا کو ایسے بیش بہا فوائد سے مالا مال کیا ہے۔ اس امر کے لئے جس نے اتنی طویل مدت تک مظالم برداشت کئے۔ اور بدترین دکھ اور مصائب سہے اور جو اپنے اندر اس شکست خوردہ تھکی ہاری دنیا کے لئے خوش آیند دخوش گوار وعدہ رکھتا ہے .....

ایک سو برس گذرنے کے بعد بین الاقوامی نظارے اور امر بہائی کی تاریخ کے آغاز کو دیکھتے ہوئے ہمیں کیا دکھائی دیتا ہے؟

ایک جہان جس میں جنگجویانہ نظام کی باہم آویزش سے دکھ اور مصیبت کی گھٹائیں چھا رہی ہیں۔ قومیں اور لوگ کذب و دروغ کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں اور وہ دن بدن اس خدا سے جو تنہا ان کی تقدیرات کا مالک ہے دور ہوتے جا رہے ہیں اور روز بروز اس غارت گری اور قتل عام میں ڈوبتے جا رہے ہیں جو دنیا کو نجات دلانے والے کی طرف سے غفلت کرنے اور اس پر ظلم و ستم ڈھانے کے سبب لوگوں پر وارد ہوا ہے، وہ دین جس پر ابھی تک ظلم و ستم ڈھائے جا رہے ہیں نوخیزی کی حالت سے آگے بڑھ رہا ہے۔ ایک صدی بھر کی مخالفت و ممانعت کی تاریکی سے بلند ہو رہا ہے اور خدا کے قہر و غضب کے واقعات سے دوچار ہو کر شکست خوردہ و فرسودہ تمدن کے کھنڈرات پر اپنی عمارت تیار کر رہا ہے۔ ایک دنیا جو روحانیت سے عاری۔ اخلاقی لحاظ سے دیوالیہ۔ سیاسی طور پر بٹی ہوئی اور نفاق زدہ۔ معاشرتی زندگی میں منقلب و متردد۔ اقتصادی حالات میں مفلوج۔ خدا کی لاٹھی کے نیچے پیچ و تاب کھاتی ہوئی۔ لہولہان ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی ہے۔ ایک دین جس کی ندا بہت کم سنی گئی جس کے دعاوی رد کئے گئے جس کی تنبیہات ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑا دی گئیں جس کے ماننے والے مولی گاجر کی طرح کاٹ کر پھینک دیئے گئے۔ جس کے مقاصد و اغراض کا مذاق اڑایا گیا۔ بادشاہانِ دنیا نے جس کی دعوت کی پرواہ نہ کی۔ جس کے پیشرو نے جامِ شہادت نوش کیا۔ جس کے بانی کے سر پر مصائب اور تکالیف کا طوفان ٹوٹ رہا جس کا اول مبینِ حقیقی عمر بھر دکھوں اور سخت مصیبتوں سے دوچار رہا۔

ایک دنیا جس کی وضع بگڑ چکی ہے۔ جسمیں دین اور خوفِ خدا کا چراغ گل ہو چکا ہے جسمیں دھاڑتی اور چنگھاڑتی ہوئی قوم پرستی و نسل پرستی کی قوتوں نے خود خدا کی جگہ لے لی ہے جو بیدینی کا اولین نتیجہ ہے۔ قوم پرستی اور نسل پرستی کا یہ دیو قہقہہ زدی سے اپنا سر بلند کئے اپنی کریہہ المنظر شکل سے گھور رہا ہے جسمیں بادشاہت کا رعب و داب خاک میں مل گیا ہے اور وہ جن کے سر تاج سے مزین ہوتے تھے اپنے اپنے تخت سے دھکیل کر نیچے پھینک دیئے گئے ہیں۔ جسمیں اسلامی

عُلمائے دین جن کی قوت کا ڈنکا چار دانگ عالمِ اسلام میں بجتا تھا، اور عیسائی عُلمائے دین جو ان سے کچھ ہی کم قوی تھے اب اہانت و رُسوائی کے بھنور میں دم توڑ رہے ہیں۔ جنہیں تعصب و شوشتانی بکھری ہوئی ہیئتِ اجتماعیہ کا خون چوس رہی ہیں۔

ایک دین جس کے ادارات جو آنے والی دُنیا کے جلال و عزت کے حامل ہیں کس مپرسی کی حالت میں پڑا ہے بلکہ بعض جگہ تو اُس کو پامال کرنے اور جڑ سے اُکھاڑ کر پھینک دینے کی کوششیں کی گئی ہیں جس کے بڑھتے ہوئے نظام پر تمسخر و استہزار ہو رہا ہے بلکہ لوگ اسے ایک حد تک دبانے اور بیکار کر دینے پر تُلے ہوئے ہیں۔ اس دین کی بلند ہوتی ہوئی تنظیمِ عالم جو اکیلی اس برباد ہونے والی تہذیب کو بچانے کی ضامن ہے، بے پروائی کا شکار بلکہ مقابلۃً کسی للکاری گئی ہے۔ جس کی پہلی عبادت گاہ کو ظالموں نے ضبط کر کے کسی اور کام میں لگا لیا ہے اور جس کا "گھر" جو ایک عبادت گذار جہان کا مرکزِ کشش و قبلہ ہے، ایسی سخت بے انصافی سے جس کی گواہ دُنیا کی اعلیٰ ترین عدالت بھی ہے اس کے دشمنوں کے ہاتھوں میں سپرد کر دیا گیا ہے جنھوں نے اس کی بے حُرمتی کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔

ہم ایک ایسے زمانہ میں رہ رہے ہیں جس کا اگر صحیح اندازہ لگایا جائے تو معلوم ہو کہ اس میں دو متضاد و غیر معمولی نظارے دکھائی دے رہے ہیں۔

ایک تو ایسے بوسیدہ۔ ضعیف۔ نکمے۔ بے دین تمدن کی موت کی نگڑائیاں ہیں جس نے باوجودیکہ اکیسو سال تک نئے ظہورِ الٰہی کی آیات۔ نشانیاں اور علامات دیکھی ہیں پھر بھی بڑی ضد کے ساتھ اِس خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے دین کے اصول اور تعالیم کو اختیار کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

دوسرا۔ ایک ایسے نظام و تمدن کے دَر دِیدہ کا اعلان کر رہا ہے جو دُنیا کو خلاصی دینے والا ہے اور جو بلاشک و شبہ گذشتہ یا مذکورہ بالا تمدن کی جگہ لینے والا ہے۔ جس کی انتظامیہ عمارت میں وہ تمدن پل رہا ہے جس کی مثال آجتک دُنیا نے نہیں دیکھی اور جو ساری دُنیا پر چھا جانے والا ہے۔

پہلا تو لپیٹا جا رہا ہے اور ظلم۔ خونریزی و بربادی میں ہلاک ہو رہا ہے۔ دوسرا۔ انصاف۔ اتحاد۔ ضبط و صلاح کے ایسے منظر پیدا کر رہا ہے جو نہ کبھی پہلے دیکھے اور نہ کبھی سُنے ہیں۔

پہلا اپنا زور لگا کر اب کھپ کر رہ گیا ہے۔ اس کا دروغ اور اس کی بے اثری ظاہر ہو چکی ہیں۔ اس کا وقت ہمیشہ کے لئے پورا ہو چکا ہے اور یہ جلد جلد اپنی موت کی طرف بڑھ رہا ہے۔

دوسرا شہ زور اور مغلوب نہ ہونے والا اپنی زنجیروں کو توڑ کر دور پھینک رہا ہے اور دُنیا پر یہ ثابت کر رہا ہے کہ فقط وہ ہی ایک ایسی پناہ ہے جسمیں مصیبت زدہ نوعِ انسان آلائش سے پاک ہو کر وہ کچھ حاصل کر سکتی ہے جس کے لئے وہ منصۂ شہود پر لائی گئی ہے۔

حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں:۔

"بہت جلد موجودہ ترتیب و تمدن لپیٹ لیا جائے گا اور اس کی جگہ ایک نیا تمدن پھیلایا جائے گا۔"

(باقی)

مترجم۔ عباس علی بٹ

(از ورلڈ آرڈر امریکہ جلد ۷ نمبر ۳ جون ۱۹۴۱ء)

یوم مشہود

جناب مدیر صاحب اہلحدیث متوجہ ہوں!

ذیل کا مکتوب "پیامبر" کے لئے موصول ہوا ہے۔ جناب فاضل مدیر اہلحدیث سے ایک قابل غور سوال کیا گیا ہے جس کا جواب جناب موصوف کو دینا چاہئے۔ اس مکتوب میں پیامبر کے مضمون "اسرار قیامت" پر بھی تنقید کی گئی ہے۔ جس سے ہم نہایت خوش ہیں یقیناً تنقیدات کی ضرورت ہے تاکہ حقائق روشن سے روشن تر ہو جائیں۔ پیامبر میں بارہا اعلان کیا چکا ہے کہ تمام مفکرین آزادی سے ہمارے مقالات پر جرح و تنقید کر سکتے ہیں۔ ہم ہر علمی بات پر بڑی مسرت سے غور و توجہ کرینگے۔ اس اشاعت میں موصول شدہ مکتوب درج کرتے ہیں تاکہ محققین آزادی سے غور کریں۔ اپنے جوابات آئندہ اشاعت میں پیش خدمت کرینگے۔ (مدیر)

رسالہ کوکب ہند اور بہائی میگزین و پیامبر میں ابتک قیامت کے متعلق اس کثرت کے ساتھ مضامین شائع ہو چکے ہیں کہ اگر کوئی شخص ان کو شمار کرنے بیٹھے تو بلاشبہ کافی عرصہ درکار ہوگا۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جناب مدیر پیامبر نے اس مضمون کا کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا ہے۔ جناب مدیر پیامبر نے علمای اسلام کو بارہا چیلنج دیا کہ وہ قیامت کا مفہوم فنائے کائنات ثابت کریں لیکن آجتک مختلف اسلامی فرقوں کے علماء کا اس چیلنج کے مقابلہ میں ساکت و خاموش رہنا ہی اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ اس موضوع پر بہائیوں سے گفتگو کرنے کی طاقت اپنے اندر نہیں پاتے۔ مسلمانوں کے مختلف فرقے جب آپس میں ایک دوسرے کو خانہ جنگی کے لئے بلاتے ہیں تو ہر فرقہ کے علماء رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آجاتے ہیں۔ لیکن ہمیں حیرت اور انتہائی تعجب ہے کہ جس وقت بہائی لوگ مسلمان علماء سے کہتے ہیں کہ قیامت کا مسئلہ ایک خاص اور اصولی مسئلہ ہے جس پر ایمان اور یقین رکھنا باعث نجات ہے۔ اور ایسا مسئلہ جو مدار نجات ہو اس کا مفہوم واضح متعین، غیر مشکوک طور پر صاف ہونا چاہئے، تو تمام مسلمان عالم ہوں یا غیر عالم دم بخود ہو جاتے ہیں۔

گلشن میں کہیں بوئے دمساز نہیں آتی
اللہ رے سناٹا آواز نہیں آتی

جس وقت جناب مولانا ثناء اللہ صاحب مدیر جریدۂ اہلحدیث نے اس موضوع پر قلم اٹھایا تو ہمیں بہت مسرت ہوئی کہ مولانا مشہور مناظر۔ پختہ کار اہل قلم اور ہمدرد ملت بیضا ہیں۔ وہ ضرور بہائی دلائل کا فیصلہ کن جواب دیں گے۔ لیکن اس وقت تک کی جملہ بحثوں کو متواتر اور سلسلہ وار مطالعہ کرنے کے بعد افسوس ہے کہ ہماری تمام مسرت خاک میں مل گئی اور مولانا کے جوابات سے بہائی صاحبان تو درکنار خود راقم الحروف اور اس کے احباب بھی

جن کو مولانا سے بہ حیثیت ہمدرد اسلام ہونے کے اچھی خاصی عقیدت ہے مطمئن نہ ہو سکے۔ جب مولانائے موصوف ہی کم از کم ابتک فنائے کائنات کے عقیدہ کو ثابت کرنے میں ناکام رہے ہیں تو دیگر علمائے کرام سے کچھ زیادہ توقع نہیں رہی ؎ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اِس وقت راقم الحروف اور اس کے احباب کے پیش نظر سورۂ ہود کی ایک آیت ہے۔ معلوم نہیں کہ جناب مدیر پیامبر اِس مضمون پر اپنے کسی رسالہ میں روشنی ڈال چکے ہیں یا نہیں۔ لیکن قبل اس کے کہ ہم مدیر صاحب پیامبر سے اس آیت کا مطلب واضح کرنے کی درخواست کریں ہم چاہتے ہیں کہ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری اس آیت پر مفصل روشنی ڈالیں۔ آیت یہ ہے :-

ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ ۔ وَمَا نُؤَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعْدُودٍ ۔ يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيدٌ ۔ فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَّشَهِيقٌ ۔ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۔ وَأَمَّا

یہ وہ دن ہے جسمیں لوگ جمع ہونگے اور یہی وہ دن ہے جسکی گواہی دی جاتی رہی ہے۔ یہ دن جسے ہم نے خاص وقت تک کیلئے روک رکھا ہے جب آجائیگا تو کوئی شخص خدا کی اجازت بغیر کلام نہ کرسکیگا۔ ان میں سے کچھ لوگ شقی اور کچھ نیکبخت ہونگے۔ بدبخت لوگ آگ میں ڈالے جائینگے جسمیں وہ فریاد کرتے ہونگے دوزخ میں وہ آسمان و زمین کے رہنے تک رہینگے بجز اسکے کہ خدا کچھ اور چاہے کیونکہ وہ اپنے ارادہ کا مالک ہے۔ اور نیکبخت لوگ بھی جنت میں داخل ہوکر آسمان و زمین کے رہنے تک رہینگے بجز اسکے کہ خدا کو کچھ اور منظور ہو۔ یہ بخشش اختتام پذیر نہ ہوگی۔

الَّذِينَ سُعِدُوا فَفِي الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ ۔

(سورۂ ہود رکوع ۸)

۱۲　۱۲　۱۲

ہم نے اس آیت پر بے حد غور کیا مگر کسی طرح مطلب نہ حل ہوسکا امید ہے کہ جناب مولانا ثناء اللہ صاحب اس آیت کا مفصل طور پر مطلب بیان فرما کر شکریہ کا موقع دینگے۔ لیکن مطلب بیان فرماتے وقت حسب ذیل سوالات پیش نظر رہیں۔

۱۔ خدا فرماتا ہے کہ قیامت کے دن دو گروہ ہونگے (۱) بد (۲) نیک۔ بدلوگوں کا گروہ دوزخ میں اُسوقت تک رہے گا جب تک کہ آسمان و زمین قائم ہیں۔ بموجب عقیدۂ اہل اسلام آسمان و زمین صرف یوم قیامت تک ہی قائم ہیں۔ اس کے بعد فنا ہوجائینگے۔ پس اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدلوگ یوم قیامت تک دوزخ میں رہینگے اور اگر خدا نے چاہا تو یوم قیامت کے پہلے وہ دوزخ سے نکل بھی آئینگے۔ حالانکہ بدکاروں کا یوم قیامت سے پہلے دوزخ سے نکل آنا بموجب عقیدۂ اہل اسلام بالکل باطل ہے۔ ایسی صورت میں آیت کے صحیح معنی کیا ہونگے۔

(۲) اگر اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ بدکار لوگ یوم قیامت تک برزخ میں رہینگے اور چلاتے رہینگے۔ اس کے بعد خدا نے چاہا تو برزخ سے باہر بھی آجائینگے تو برزخ کا مشہور مفہوم تسلیم کر لینے کے باوجود مطلب غلط ہوگا۔ کیونکہ یہاں برزخ کا بیان نہیں فرمایا جارہا ہے بلکہ یوم مشہود یعنی روز قیامت میں بدبختوں کی کیفیت بیان کی جارہی ہے

۳ یہ فرمانا کہ بدکار لوگ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہینگے اور فوراً ہی یہ فرمانا کہ (آسمان و زمین کے قائم رہنے تک) ان دونوں باتوں میں تضاد ہے۔ یا تو یہ فرمایا ہوتا کہ ہمیشہ رہینگے۔ کبھی نہ نکلینگے یا ہمیشہ رہنے کا لفظ نہ ہوتا اور محض یہ فرمایا ہوتا کہ زمین و آسمان کے قیام تک رہینگے۔ کلام الٰہی میں دو متضاد باتوں کا ہونا ناممکن ہے۔ اس کی تصریح فرمائیے۔

۴۔ جب بدکار لوگ خدا کی مرضی سے دوزخ سے نکل آئینگے تو فرمایئے جنتی اور دوزخی لوگوں میں فرق ہی کیا رہیگا۔ دونو برابر ہوگئے۔ خواہ سزا کے بعد ہی سہی۔ لہٰذا آیئے کیوں نہ کھائیں پئیں اور مزے اڑائیں۔ اس لئے کہ بالآخر جنت تو مل ہی جائے گی۔ رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی۔

۵۔ نیک کردار لوگ بھی زمین و آسمان کے قائم رہنے تک جنت میں رہینگے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ قیامت سے پہلے پہلے یعنی زمین و آسمان کے فنا ہونے سے پہلے بدکار دوزخ میں اور نیک کردار جنت میں کیونکر رہینگے۔ یہ آسمان و زمین کے قیام تک کے الفاظ کا مطلب خاص طور سے ارشاد ہو۔ دوسرے مسلمانوں کا عقیدہ تو یہ ہے کہ جنتی لوگ بغیر کسی قید اور شرط کے ہمیشہ جنت میں رہینگے۔ اور کسی وقت اُن کا نکل آنا متصور ہی نہیں۔

۶۔ اگر یہاں بھی جنت سے مراد برزخی آرام و راحت لیا جائے تو وہی مشکل پیش ہے۔ یعنی یہ بیان یوم الحساب اور یوم قیامت کا ہے۔ برزخ کا نہیں ہے۔

۷۔ سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ فوراً ہی فرمایا اگر خدا چاہیگا تو یہ لوگ جنت سے نکال بھی دیئے جائینگے۔ چونکہ فرمایا ہے کہ الّا ما شاء ربّک اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنتی لوگ جنت میں بھی کچھ ایسی حرکتیں کر بیٹھینگے جس کے نتیجہ میں اُن کو جنت سے نکال دیا جائے گا۔ کیونکہ نکلنے کی کوئی نہ کوئی علت ہونی چاہیئے۔

۸۔ پھر فرمایا کہ عطاءً غیر مجذوذ۔ یعنی نیک کردار لوگوں کا جنت میں جانا ایک ناقابلِ انقطاع بخشش ہوگی۔ حالانکہ ابھی فرما چکا ہے کہ اگر اللہ نے چاہا تو جنت میں نہ بھی رہینگے اور رہینگے بھی تو زمین و آسمان کے قائم رہنے تک۔ غرض یہ تمام بیان اگر ظاہری مطلب پر انحصار رکھا جائے تو متضاد اقوال سے لبریز اور معاذ اللہ ایک چیستان سے زیادہ نظر نہیں آتا۔ اُمید ہے کہ جناب مولانا تشفی بخش جواب دے کر ممنون فرمائینگے۔

جناب مدیر صاحب پیامبر کی خدمت میں گذارش ہے کہ پیامبر بابت ماہ جولائی ۱۹۴۱ء نظر سے گذرا۔ اور "اسرار قیامت" والا مضمون خوب غور سے پڑھا۔ لیکن اس میں اب بھی ایک بات ایسی نظر آتی ہے جس سے یہ مسئلہ صاف نہیں ہوتا۔ اس کے متعلق میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ مجادلہ مقصود نہیں صرف جستجوئے حق منظور ہے۔ آپ نے آیت قرآنی کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَام کے متعلق تین باتیں لکھی ہیں۔

(۱) یہ کہ اس آیت میں کہاں ہے کہ قیامت کے دن یہ فنا ہوگی

(۲) یہ کہ اسمیں خصوصی فنا کا ذکر ہے نہ کہ عمومی فنا کا جیسا کہ لفظ مَنْ سے ظاہر ہے۔

(۳) یہ کہ لفظ فانٍ اسمِ فاعل بمعنی استمرار استعمال ہوا ہے۔"

پہلی بات کے متعلق یہ عرض ہے کہ اگر اس آیت میں لفظِ قیامت موجود نہیں ہے تو اس پر اصرار بیجا معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ دوسرے مقامات پر قیامت کا لفظ بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔ پس یوم قیامت کی مختلف کیفیتوں کا اظہار مختلف

طریقوں سے مختلف الفاظ سے کر دیا گیا ہے۔ مطلب ایک ہی مخصوص دن سے ہے۔

مثلاً فرمایا کہ اس دن لوگ بیہوش ہو جائینگے یا مثلاً اس دن لوگ گھبرا جائینگے یا مثلاً صور پھونک دیا جائے گا یا مثلاً تمام لوگ فنا ہو جائینگے۔ یہ تمام ایک ہی دن کی مختلف کیفیتیں ہیں۔ یعنی اُس ایک دن گھبراہٹ ہوگی۔ بیہوشی طاری ہوگی۔ لوگ مر جائینگے۔ تمام ایک ہی دن کے متعلق بیانات ہیں۔ اگر کسی جگہ قیامت کا لفظ نہیں ہے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ یہ قیامت کے متعلق نہیں ہے۔ اس طرح تو کہا جا سکتا ہے کہ نُفِخَ فِی الصُّوْر سے قیامت مراد نہیں۔ کیونکہ اس میں قیامت کا لفظ تو آیا نہیں۔ پس لفظِ قیامت کی موجودگی پہ اصرار ہمارے خیال میں ٹھیک نہیں ہے۔

(۲) اگرچہ ذوی العقول کی فنا کا ذکر ہے (جو آپکو تسلیم ہے حالانکہ متعدد جگہ انکار بھی ہے) لیکن اس خصوصی فنا سے عمومی فنا بھی ثابت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان ہی فنا ہو گیا تو دوسری غیر ذوی العقول چیزیں جو انسان کے استعمال کے لئے وجود میں آئیں کہاں باقی رہ سکتی ہیں وہ بھی فنا ہونگی۔ جب اعلیٰ چیز فنا ہے تو ادنیٰ چیز کے باقی رہنے سے کیا حاصل ہے۔

(۳) اسم فاعل استمراری معنوں میں تسلیم ہے۔ لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ ہمیشہ اسم فاعل استمراری معنوں میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ غیر استمراری معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً اسی سورۂ ھود میں ایک جگہ فرماتا ہے کہ اَنَّھُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّھِمْ بیشک یہی لوگ اپنے رب سے مُلاقات کرنے والے ہیں۔ مُلٰقُو اسم فاعل ہے۔ لیکن کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ جس طرح روز یہ چیزیں فنا ہوتی رہتی ہیں اسی طرح لوگ روز اپنے رب سے مُلاقات کرتے رہتے ہیں؟ نہیں بلکہ ایک مخصوص دن کا تذکرہ ہے جس دن لوگ پروردگار سے ملاقات کرینگے۔ پس معلوم ہوا کہ اسم فاعل غیر استمراری معنوں میں بھی مستعمل ہے۔ اور جب مستعمل ہوتا ہے تو کیوں نہ ہم لفظِ فنا کو غیر استمراری معنوں میں لیں۔ اور اس فنا کو ایک مخصوص دن میں قرار دیں۔ اسم فاعل غیر استمراری معنوں میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔ دوسری بات اس آیت کے متعلق یہ ہے کہ اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ یہاں وہی معنی ہیں جو آپ نے فرمائے ہیں تو یَبْقٰی کا لفظ مخصوص بہ زمانہ مستقبل قرینہ ہے اس امر کا کہ زمانہ مستقبل کے متعلق ہی کلام کیا جا رہا ہے۔ اور فنا کی بجائے یہاں بھی یفنیٰ کا لفظ ہوتا۔ لیکن اس صورت میں فصاحتِ کلام باقی نہ رہتی اس لئے ایک جگہ صرف اسم فاعل استعمال کیا گیا اور دوسری جگہ لفظ یبقیٰ استعمال کیا گیا تاکہ وہ شبہ نہ ہو جو آپ کو ہو رہا ہے اور اگر ہمارا یہ مفہوم غلط ہے تو لازم تھا کہ یہاں بھی لفظ باقی استعمال ہوتا تاکہ استمرار پایا جاتا جو خدا کی حقیقی شان ہے۔ یبقیٰ کے لفظ کی شانِ الٰہی میں کمی آتی ہے یعنی اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک وقت تھا کہ وجہ رب نہ تھی پھر وجود میں آئی اور اب ہمیشہ رہیگی۔ اگر لفظ باقی ہوتا تو یہ شبہ دور ہو جاتا۔ اور مطلب یہ ہوتا کہ تمام چیزیں معرضِ فنا میں ہیں اور صرف خدا ہی کی ذات حالتِ بقا میں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ فنا کی کال مخصوص بہ زمانہ مستقبل ہے۔ یعنی کچھ فنا ہوتی رہی ہے اور امکیدن ہو جائیگی اور وجہ رب ہر چیز کے امکیدن فنا ہونے پر بھی باقی رہیگی۔

پھر صفحہ ۱۷ پر آپ نے مُرَوَّجہ جی اُٹھنے کے متعلق آیات مندرجہ اہلحدیث کو نقل فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ انمیں تو صریح طور پر کہیں لفظ قیامت نہیں ہے۔ حالانکہ یہ واقعہ ہے کہ اذا القبور بعثرت، یوم یخرجون من الاجداث، ونفخ فی الصور آیات کو آپ بھی یوم قیامت ہی کے متعلق مانتے ہیں (اگرچہ یوم قیامت کی تفسیر کچھ

امام غائبؑ

امام غائبؑ ؟

کس کے بطن سے اور کب پیدا ہوئے ؟

۱۵ شعبان کو شیعہ دُنیا امام غائبؑ کا جشنِ ولادت مناتی اور آپ کی والدہ ماجدہ کا نام نرجس بتاتی ہے۔ کیا یہ دونوں عقیدے معتبر روایتوں پر مبنی ہیں ؟

امام غائبؑ کے متعلق سب سے زیادہ معروف۔ سب سے زیادہ جامع اور نہایت احتیاط اور دیانت داری سے جمع کی ہوئی روایتوں کا مجموعہ بحار الانوار کی تیرھویں جلد میں یکجا مہیا کر دیا گیا ہے

جس وقت حضرت بابؑ نے ایران میں اپنا دعوی امام مہدی ہونے کا پیش کیا اور بعض زبردست شہرت کے مالک شیعہ علماء اُن پر ایمان لے آئے تو شاہنشاہِ ایران اور اُن کے وزیرِ اعظم اور عُلمائے وقت نے اسی کتاب بحار الانوار کی تیرھویں جلد کا فارسی میں ترجمہ کرا کے بابیوں کے دعوت کی اشاعت کو روکنے کے لئے چھپوایا۔ اور مُلک وملّت میں امامِ غائبؑ کے متعلق صحیح عقیدے کو پھیلانے کیلئے شائع کرایا تھا تاکہ عوام، بابی عُلماء کی دعوت کو آسانی سے رد کر سکیں۔ اور گمراہ نہ ہو جائیں۔

اب ہندوستان کے بعض علماء نے اپنی مجالس میں کہنا شروع کر دیا ہے کہ بحار الانوار کا شمار معتبر کتابوں میں نہیں ہے۔ خیر نہ سہی۔ لیکن وہ کتاب کونسی ہے جو بحار الانوار سے زیادہ قابلِ اعتماد ہے اور اس میں امامِ غائبؑ کے متعلق روایات خصوصیت سے جمع ہیں

براہِ کرم علمائے کرام اُس کتاب کا نام بھی بتا دیں تاکہ ہمیں بھی یہ دیکھنے کا موقع ملے کہ شاہنشاہ ایران کے مشیر عُلماء نے اس زیادہ معتبر کتاب کو حضرت بابؑ کے خلاف کیوں پیش نہ کیا؟

بحار الانوار کی تیرھویں جلد میں سے (ولادت امام غائبؑ) اور (والدۂ امام غائبؑ) کے متعلق جتنی روایات درج ہیں اُن پر ایک تبصرہ جناب سیّد ابوالعباس رضوی نے ترتیب دیا ہے۔ ناظرین اسکو بغور مُلاحظہ کریں۔ اور اپنے شناسا عُلماء سے مشورہ کر کے انکے خیالات اور تحقیقات سے ہمیں مستفید فرمائیں۔ (حشمت اللہ)

تاریخ وسالِ ولادت امام غائبؑ

علّامہ محمد باقر مجلسی نے بحار الانوار جلد تیرہ (۱۳) باب ولادت میں ۱۴ روایات نقل فرمائی ہیں جو خاص اس مسئلہ کے متعلق ہیں کہ امام غائبؑ کس دن اور کس تاریخ اور کس سن میں پیدا ہوئے ان جملہ روایات کو دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ ان کو مختلف لوگوں نے بیان کیا ہے۔ بعض راویوں نے اپنی کوئی عینی شہادت بیان نہیں کی ہے۔ حتیٰ کہ یہ بھی نہیں بتایا کہ انھوں نے اس کے متعلق فلاں خاص شخص سے سُنا ہے اور صرف یہ کہکر چھوڑ دیا ہے کہ ہم سے ایک معتبر آدمی نے بیان کیا کہ امام غائبؑ فلاں تاریخ، فلاں دن اور فلاں سن میں پیدا ہوئے۔ اس لئے اُصولِ روایت اور درایت دونوں کے

لحاظ سے یہ روایات غیر معتبر اور غیر نتیجہ بخش ہیں اور ایسے اہم مسئلہ میں کسی قاعدہ کے ماتحت اِن روایات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ علاوہ برایں ان روایات میں بے حد تناقض پایا جاتا ہے۔ کسی نے تاریخ وسال بیان کیا تو دن کا ذکر نہیں کیا۔ کسی نے دن اور سال کو بیان کیا ہے تو تاریخ بیان نہیں کی۔ اور اگر کسی نے تاریخ وسال اور دِن سب کچھ بیان کیا ہے تو اس قسم کے بیان میں بھی سخت اختلاف ہے اگر ایک شخص ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ بیان کرتا ہے تو دوسرا ۱۵ شعبان ۲۵۶ھ۔ ظاہر ہے کہ اس شان کے بیانات سے کوئی شخص بھی کسی صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ البتہ ان روایات کا ایک حصہ ایسا ہے جس پر ہمیں توجہ کرنی چاہیئے۔ اور وہ ایسی روایات ہیں جن کے آخری راوی کے نام صاف صاف مذکور ہیں۔ ان آخری راویوں کے بیانات پر قطع نظر اس کے کہ ان کی پوزیشن کہاں تک مضبوط ہے اس لئے اور بھی غور کرنا چاہیئے کہ یہ لوگ اس گھر سے تعلق رکھتے ہیں جس گھر میں امامِ غائب کی ولادتِ باسعادت ہوئی۔ یقیناً اُن سے بہتر اور معتبر دوسرے لوگ نہیں ہو سکتے۔ ایسے لوگ جو ایک گھر کے اندر ہر وقت رہتے ہوں اُن سے اس امر کی زیادہ توقع ہو سکتی ہے کہ اگر کوئی خاص واقعہ اِس گھر میں پیش آئے اور وہ اس واقعہ کو دوسرے لوگوں کے سامنے نقل کریں تو ان کے بیانات میں کوئی تضاد نہ پایا جائے اور ان کے بیانات سے کوئی تسلی بخش نتیجہ نکالا جا سکے۔ یہ خاص راوی کون ہیں؟ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

(۱) پہلی راوی حکیمہ ہیں۔ جو امام محمد تقی کی بیٹی اور امام حسن عسکری کی پھوپھی بیان کی جاتی ہیں۔ صرف یہی معظمہ پہلی اور آخری راوی ہیں جنھوں نے ولادت امامِ غائب کی چشم دید شہادت پیش کی ہے۔

(۲) دوسرا راوی عقید ہے جو امام حسن عسکری کا خادم ہے۔

عقید کا بیان ہے کہ حجتہ ابن الحسن شبِ جمعہ ماہِ رمضان ۲۵۴ھ میں پیدا ہوئے۔ لیکن اس کا پورا بیان دیکھنے کے بعد کسی طرح بھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ امام غائب ماہ رمضان کی کسی شب جمعہ کو ۲۵۴ھ میں پیدا ہوئے۔ پورا بیان حسب ذیل ہے:۔

ولی اللہ حجتہ ابن الحسن ۲۵۴ھ میں ماہِ رمضان کی کسی شبِ جمعہ کو پیدا ہوئے تھے ان کی کنیت ابو القاسم ہے اور بعض لوگ ابو جعفر بتاتے ہیں۔ ان کا لقب مہدی ہے اور وہ روئے زمین کے تمام لوگوں پر حجتِ خدا ہیں۔ ان کی ماں صیقل نامی کنیز ہیں آپ سرمن رای محلہ رصافہ میں پیدا ہوئے۔ لوگ آپکی ولادت کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ بعض ظاہر کرتے ہیں بعض چھپاتے ہیں۔ بعض آپ کا ذکر کرنے کی ممانعت کرتے ہیں اور بعض ظاہر کرتے ہیں

بیان مذکور کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عقید کو اپنے اس بیان پر خود اعتماد نہیں ہے بلکہ وہ جیسا دوسرے لوگوں سے سُنتا ہے بیان کر دیتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ اس بارے میں لوگوں کے مختلف خیالات ہیں۔ ممکن ہے بعض صاحبان یہ جواب دیں کہ وہ اپنے بیان پر یقین رکھتا ہے اور اس یقین کے ساتھ وہ ۲۵۴ھ رمضان کا مہینہ معین کرتا ہے۔ اِسی سلسلہ میں آگے وہ لوگوں کے اختلاف کا ذکر بھی کر دیتا ہے جو سالِ ولادت ۲۵۴ھ کو مشتبہ نہیں کرتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر واقعی ہم عقید کے بیان کو درست تسلیم کر لیں اور یقین کر لیں کہ امامِ غائب ماہِ رمضان ۲۵۴ھ ہی کو پیدا ہوئے تو یہ شیعہ عقیدہ کے خلاف ہے۔ موجودہ زمانہ میں شیعہ فرقہ کا اس پر اجماع ہے کہ آپ ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ کو پیدا ہوئے۔ چنانچہ شیعہ دنیا میں تاریخ مذکور کو جشنِ ولادت منایا جاتا ہے۔

(۳) ایک اور وجہ بھی ہے جو عقید کے اس بیان کو صحیح نہیں قرار دیتی۔ وہ یہ کہ خود علامہ مجلسی نے صفحہ ۴ پر ایک اور خادم عقبہ کو

حکیمہ کی تائید میں پیش کیا ہے جو حکیمہ کے اس بیان کی کہ امام غائب ۱۵ شعبان کو پیدا ہوئے تائید کرتا ہے۔ یہ دو خادم ایک ہی گھر کی خدمات پر مامور ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ دونوں میں اختلاف ہو۔ اور بہرحال دونوں میں سے کوئی ایک بیان صحیح ہے۔ یا تو عقبہ غلط کہتا ہے یا عقید۔ اگر عقید کا بیان عقبہ کے مقابلہ میں درست نہیں ہے تو ہمارے ہاتھ سے ایک راوی اور نکل جاتا ہے اور لے دے کے اگر کوئی اعتماد کیا جا سکتا ہے تو صرف حکیمہ کے بیان پر۔ جن کی تائید ایک اور خادم عقبہ نامی بھی کرتا ہے۔ آیئے دیکھیں حکیمہ کیا فرماتی ہیں اور وہ امام غائب کا سن و تاریخ و روز ولادت کیا معین فرماتی ہیں۔

حکیمہ دو شخصوں سے بیان کرتی ہیں کہ امام غائب ۱۵ شعبان کو پیدا ہوئے۔ نہ سال بتاتی ہیں نہ دن۔ ایک اور شخص سے ۱۵ شعبان کی رات اور سال ۲۵۵ھ بیان کرتی ہیں۔ دن معین نہیں کرتیں۔

(۴) تیسرا بیان ان کا یہ ہے کہ ولادت مذکور ۱۵ رمضان ۲۵۵ھ کو واقع ہوئی۔

بڑی مشکل سے ہمیں صرف ایک بظاہر معتبر گواہ نظر آیا۔ اور اس کے بیانات میں بھی اس قدر تباین پایا جاتا ہے تو ہمیں یہ مجبوراً نتیجہ اخذ کرنا پڑتا ہے کہ معلوم نہیں امام غائب کب۔ کس دن۔ کس تاریخ اور کس سن میں پیدا ہوئے۔ اور اگر مصنف جنات الخلود کے اس بیان کو درست سمجھا جائے کہ حکیمہ امام محمد تقی کی کوئی لڑکی نہ تھی تو یہ ساری عمارت منہدم ہو جاتی ہے اور پھر یہ عقیدہ بھی کہ امام غائب پیدا ہوئے پاش پاش ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ولادت کی عینی شہادت صرف حکیمہ کی ہے اور حکیمہ کا وجود ثابت نہیں۔ لہٰذا امام غائب کا وجود ثابت نہیں۔

والدۂ امام غائب

جس طرح غیر شیعہ دنیا یہ سوال کرنے کا حق رکھتی ہے کہ امام غائب کس دن۔ کس تاریخ اور کس سن میں پیدا ہوئے؟ اسی طرح وہ یہ سوال کرنے کا حق بھی رکھتی ہے کہ امام غائب کا صحیح شجرۂ نسب کیا ہے۔ اور یقیناً ایک ایسی عظیم الشان ہستی جس کے وجود و عدم پر ایک زبردست قوم کی تعمیر و ہلاکت کا انحصار ہے اس کا صحیح نسب معلوم ہونا ضروری ہے۔ علامہ مجلسی مرحوم نے بحار الانوار جلد سیزدہم میں نسب امام غائب کے متعلق ۱۳ روایات درج فرمائی ہیں۔ ان روایات کے مطالعہ سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ حسب ذیل ہے:-

(۱) اس امر میں سب متفق ہیں کہ امام غائب کے باپ کا نام حسن عسکری تھا اور اس کے خلاف کوئی بیان موجود نہیں ہے۔ اسی لئے کوئی وجہ نہیں کہ آپ کے باپ کا نام حسن عسکری تسلیم نہ کیا جائے۔

(۲) آپ کی والدہ کا نام کیا تھا۔ روایات میں کوئی یقینی تعین نہیں ہے بلکہ سخت اختلاف ہے

شہید اوّل جو شیعہ دنیا میں زبردست شہرت کے مالک ہیں وہ آپ کی والدہ کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کر سکے اور وہ اپنی مشہور تصنیف دروس میں کہتے ہیں کہ حضرت صاحب الامر کی ماں کا نام صیقل ہے۔ بعض نرجس بتاتے ہیں اور بعض مریم بنت زید بتاتے ہیں۔

دوسرا راوی غیاث بن اسد ہے جو کہتا ہے آپ کی ماں کا نام بعض نرجس۔ بعض صیقل اور بعض سوسن اور بعض ریحانہ بتاتے ہیں۔

تیسرا راوی کمال الدین ہے جو کہتا ہے کہ صیقل و حکیمہ آپ کی

ماں کا نام تھا۔

چوتھا راوی ابن خشاب ہے جو صیقل نام بتاتا ہے۔
پانچواں راوی محمد بن موسیٰ طوسی ہے جو حکیمہ نام بتاتا ہے
چھٹی راوی ایک کنیز ہے جو نامعلوم الاسم ہے۔ وہ صیقل نام بتاتی ہے۔
ساتواں راوی عقید ہے جو صیقل نام بتاتا ہے۔
آٹھواں راوی مشہور عالم شیخ طوسی ہیں جو نرجس نام بتاتے ہیں۔

اِن تمام راویوں میں صحیح بیان کس کا ہے؟ اس کا فیصلہ کرنا ضروری ہے۔ ہمارے نزدیک ہر اس راوی کے بیان کو ترجیح دی جاسکتی ہے جس نے امام غائب کی والدہ کے متعلق براہِ راست حکیمہ یا ان دوسرے لوگوں سے اطلاع حاصل کی ہو جو خاص امام حسن عسکری کے گھر سے تعلق رکھتے ہوں۔ لیکن جب اس معاملہ کا تعلق متعلقینِ امام حسن عسکری ہی پر ٹھہرا تو دیگر راویوں کے بیانات پر جرح کرنا عبث ہے جبکہ متعلقین امام حسن عسکری کے بیانات بھی ہمارے سامنے موجود ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں:-

(۱) عقید خادم امام حسن عسکری بیان کرتا ہے کہ امام غائب کی والدہ کا نام صیقل تھا۔

(۲) حکیمہ بیان کرتی ہیں کہ آپ کی ماں کا نام نرجس خاتون تھا اور موجودہ شیعہ دُنیا کا متفقہ عقیدہ بھی یہی ہے کہ نرجس خاتون ہی والدۂ امام غائب ہیں۔

حکیمہ کی شخصیت ظاہری کو دیکھتے ہوئے ہمیں یہ یقین کر لینا چاہیئے۔ کہ وہ آپ کی والدہ کا نام جو کچھ بتاتی ہیں وہی صحیح ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آپکے ان بیانات میں بھی وہی شدید اختلاف موجود ہے کہیں وہ نرجس نام بتاتی ہیں اور کہیں سوسن۔ حکیمہ جو امام غائب کی قابلہ تھیں اور ولادت کے وقت موجود تھیں جب وہ بھی کبھی نرجس اور کبھی سوسن نام بتاتی ہیں تو ہمارے لئے یہ فیصلہ کرنا دشوار ہو جاتا ہے کہ آپ کے کون سے بیان کا یقین کریں اور امام غائب کی والدہ کا نام صحیح کیا قرار دیں۔ یقیناً شیعہ دنیا کا فرض ہے کہ وہ اس کا فیصلہ کن جواب دے۔

(ابوالعباس رضوی)

ہندوستان میں سامانِ جنگ کی تیاری

ہندوستان کے اسلحہ ساز کارخانوں کو ڈھائی سو تجارتی ورکشاپوں اور تیس ریلوے ورکشاپوں کی طرف سے امداد مل رہی ہے۔ اور ان امدادی اداروں نے گولہ بارود کی سات سو مختلف مدوں کے ماتحت دو کروڑ چیزیں بنانے کا ذمہ لیا ہے۔

اس وقت ہندوستان میں چوتن کارخانے مشینوں کے آلات تیار کر رہے ہیں اور بھرے ہوئے پھٹنے والے گولوں کی تیاری کی رفتار جنگ سے پہلے زمانہ کی نسبت چھبیس گنی ہو گئی ہے۔ توقع ہے کہ یہ تعداد دو مرحلوں کے بعد چھیانوے گنی ہو جائے گی۔

ہندوستان کی حرفتِ فولاد شروع ہی سے اچھی حالت میں ہے اور اگر حالات سازگار رہے تو ہندوستان کی فولاد کی پیداوار میں بہت جلد بقدر ۳۳½ فیصدی کے اضافہ ہو جائیگا۔

یہ ہندوستان کی حرفتِ فولاد کا ہی نتیجہ ہے کہ ہندوستان زرہی ویٹ تیار کر رہا ہے اور اُمید ہے کہ زرہ پوش جنگی موٹروں کے لئے جتنی زرہی ویٹ درکار ہوگی وہ ہندوستان مہیا کرتا رہیگا۔

توپیں اور اُن کی گاڑیاں خاص کارخانوں میں تیار کی جاتی ہیں۔ لیکن ان کے بہت سے حصوں کی تیاری ریلوے ورکشاپوں اور انجینئرنگ

انڈسٹری کے سپرد کر دی گئی ہے۔

ہندوستان نے زرہ پوش جنگی گاڑیاں بنانے کا اتنا بڑا پروگرام اپنے ذمہ لیا ہے کہ اسمیں جتنے موٹر کے ڈھانچے باہر سے آسکتے تھے اور جتنی زرہی پلیٹ وہ خود تیار کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ سب سما سکتے ہیں۔

ہوائی جہاز بنانے کا ایک کارخانہ کھولا جا چکا ہے اور اگر حالات ٹھیک رہے تو یہی بڑھکر ہندوستانی طیارہ سازی کی حرفت کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

بحری جہاز سازی کے ہندوستانی کارخانے سرنگیں صاف کرنیوالے جہازوں سے لے کر لائف بوٹ تک چھوٹے چھوٹے بہت سے جہاز بنانے میں مشغول ہیں۔

فوج خاکی رنگ کے کپڑوں خاص کر خاکی زین کو بہت ترجیح دیتی ہے اور فوج عام طور سے خیموں میں رہتی ہے اور اکثر و بیشتر پھر ڈانیاں استعمال کرتی ہے۔ دوسرے لوگوں کی طرح سپاہیوں کو بھی کمبلوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ سوتی اور اونی کپڑے کے کارخانے اس سال لباس کیلئے قریب قریب ۴۳۲۰۰۰۰۰۰ گز کپڑا تیار کر رہے ہیں۔ صرف اس سال ساڑھے چھ کروڑ روپیہ کے خیمے اور ڈیڑھ کروڑ روپیہ کے کمبل بنائے جائینگے۔ اور یہ سن کر تو حیرت ہی حیرت ہوگی کہ ۱۹۴۱-۴۲ء میں صرف پارچہ جات کی خریداری کی قیمت قبل از جنگ کے تقریباً پورے دفاعی بجٹ کے برابر ہوگی۔

نو بڑے بڑے کارخانے ہیں جو لباس سینے کے بہت سے بڑے بڑے مرکزوں سے منسلک ہیں۔ تیس ہزار درزیوں سے کام لیا جا رہا ہے اور ایک مہینہ میں پچاس لاکھ کپڑے کی سلا کر تیار کر دیئے جاتے ہیں۔

جنگی ضرورتوں کے لئے ہندوستان کے جنگلوں سے مسلسل لکڑی فراہم ہو رہی ہے اور کبھی ہاتھوں سے اکٹھا کر اور کبھی ہاتھی کے ذریعہ کبھی رسّوں کے ذریعہ اوپر سے نیچے گرا کر اور کبھی دریاؤں میں بہا کر سمندر پار بھیجنے کے لئے بندرگاہ تک لائی جاتی ہے۔ صوبائی محکمہ جات جنگلات اور ان کی لکڑی کے ٹھیکہ داروں کی مدد سے لکڑی کی فراہمی میں درجہ بدرجہ ترقی ہو رہی ہے اور اس سال کے آخر تک اس کی مقدار ۵۰۰۰۰۰ ٹن تک پہنچ جائے گی۔

کوئلہ۔ سینگنیر اور ابرق باہر بھیجی جا رہی ہے۔ ہندوستان کا ڈھلائی کا لوہا سلطنت برطانیہ کی پیداوار میں ایک مفید کام انجام دے رہا ہے اور مختلف قسم کی حرفتوں مثلاً کیمیاوی حرفت میں کافی توسیع کا باعث بنا ہوا ہے۔ اگر حالات مناسب رہے تو ہندوستان دھماکے سے پھٹنے والی چیزوں۔ ہوائی جہاز کو چمکانے والے تیل اور گندھک کے معاملہ میں بہت جلد خود کفیل ہو جائے گا۔ اس نے دوائیں بنانے اور تمام طرح کی طبی چیزیں بنانے میں قابل تعریف اضافہ کیا ہے۔ اور دفاعی فوجوں کی چھوٹی چھوٹی مختلف ضروریات کو بنانے میں بیس گنا اضافہ کر لیا ہے۔

فولاد کے صرف ایک کارخانے میں تیس ہزار آدمی کام کر رہے ہیں۔ ریلوے کی ورکشاپوں میں ایک لاکھ پچاس ہزار اور غالباً اس سے دگنے اور تگنے آدمی مختلف انجینرنگ اور فلزاتی کارخانوں میں کام کر رہے ہیں۔

اسلحہ ساز کارخانے اپنی پیداوار تین گنی کرنے کے لئے چوبیس گھنٹے برابر چلتے رہتے ہیں۔ مگر ہندوستان کے سن کے بوروں۔ دفاعی سپاہ کے لئے مچھر دانیوں۔ وردی کی خاکی زین۔ جالی سوتی کپڑے چمڑے کا سامان اور ماہانہ ہزاروں فوجی جوتے بنانے کا خیال کیا جائے تو ان میں سے ہر ایک چیز کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے ؛

حضرت سیّد کاظم رشتی کی سوانح و مأموریت

گزشتہ سے ——— پیوستہ

کئی موقعوں پر آپ نے فرمایا کہ "وہ جو میرے بعد ظاہر ہوگا پاک خاندان۔ بزرگ اجداد اور آلِ فاطمہ سے ہوگا۔ اُس کا قد میانہ ہے اور وہ جسمانی نقائص سے مبرّا ہے"

شیخ ابو تراب کو میں نے یہ بیان کرتے ہوئے سُنا:۔

ہم حضرت سیّد کے بہت سے شاگرد ان جسمانی نقائص کے ذکر سے جن سے حضرت سیّد کہا کرتے تھے موعود مبرّا ہوگا یہ خیال کیا کرتے تھے کہ یہ خاص ہم میں سے تین شاگردوں کے بارے میں فرمائے جاتے ہیں۔ ہم نے اُن کے نام بھی اُن کے جسمانی نقائص کے مطابق ہی رکھے ہوئے تھے۔ اِن تین میں سے ایک حاجی میرزا کریم خاں ولد ابراہیم خاں قاجار کرمانی تھا۔ یہ شخص آنکھ کا کانا اور کھوسہ تھا۔ دوسرا میرزا حسن گوہر تھا جو بے حد موٹا تھا۔ تیسرا میرزا محیط شاعر کرمانی تھا۔ جو بہت دُبلا اور بہت لمبا تھا۔ ہمیں اس بات کا پورا یقین تھا کہ اِن کے سوا اور کوئی نہیں جن کے بارے میں حضرت سیّد بار بار فرماتے تھے کہ بعض معزور اور بے ایمان لوگ ہیں جو آخر کار اپنی اصلیت کو اور اپنے کفر و حماقت کو ظاہر کرینگے۔ حاجی میرزا کریم خاں نے جو سالہا سال تک حضرت سیّد کے قدموں میں بیٹھا تھا اور جس کو یہ زعم تھا کہ اُس نے آپ سے علم سیکھا ہے۔ آخر کار اپنے مولیٰ سے اجازت مانگی کہ وہ کرمان میں اقامت گزیں ہو اور وہاں اسلام کے مفاد کو پھیلانے اور ائمہ دین کی احادیث کو سمجھانے میں مصروف ہو۔

"میں اُس دن حضرت سیّد کاظم کے کُتب خانہ میں حاضر تھا جب دن حاجی کریم خاں کا ایک ملازم ایک کتاب ہاتھ میں لئے آیا۔ اور اپنے آقا کی طرف سے حضرت سیّد کو وہ کتاب دے کر بولا اُس کے مالک نے عرض کی ہے کہ آپ اس کتاب کو پڑھیں اور اس میں جو لکھا ہے اُس کی تصدیق اپنے ہاتھ سے فرما دیں۔ حضرت سیّد نے اس کتاب کے کچھ صفحات پڑھے اور پھر اُس خادم کو لوٹا دی اور فرمایا "اپنے مالک سے جا کر کہدو کہ اُس کی زیادہ اُس کی کتاب کی کون قدر کر سکتا ہے"۔ خادم کے چلے جانے پر حضرت سیّد نے ملال بھری آواز میں فرمایا:۔ "لعنت ہو اُس پر سالہا سال تک وہ میرے ساتھ رہا۔ اور اب جبکہ وہ جانے کا ارادہ کر رہا ہے اس کا واحد مقصد اتنے سال کے مطالعہ اور ہمراہی کے بعد یہ ہے کہ وہ اپنے کافرانہ و ملحدانہ عقائد کو اس کتاب کے ذریعہ پھیلائے اور چاہتا ہے کہ میں بھی اُس کے اِن عقائد کی تصدیق کروں۔ اس شخص نے کچھ خود غرض و مکار لوگوں کے ساتھ سازش کی ہے کہ کرمان میں اپنے آپ کو قائم کر کے میری وفات کے بعد سردارِ قوم ہونے کا اعلان کرے۔ آہ! اس شخص نے کیسا بُرا سوچا ہے! جب آفتابِ ہدایت سے وحی الٰہی کی نسیم چلیگی تو اس کا چراغ گُل ہو جائے گا۔ اور اس کا اثر محو ہو جائیگا۔ اس کی سعی کا شجر آخر کار سوائے عبرت اور پچھتاوے کے اور کچھ پھل نہ دیگا۔ میں تمھیں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم اپنی آنکھوں سے یہ دیکھو گے۔ میری دُعا ہے کہ تم اس شرارت انگیز اثر سے محفوظ رہو جو یہ دجالِ وقت آنے والے زمانہ میں

پھیلائے گا۔"

آپ نے مجھ کو حکم دیا کہ میں قیامت کے دن تک جس دن قدرت کا ہاتھ لوگوں کے سینوں میں چھپے ہوئے بھیدوں کو کھول دیگا کسی سے کچھ نہ کہوں۔ آپ نے مجھ کو نصیحت کی اس دن میں اٹل ارادے اور پکے اعتقاد کے ساتھ امراللہ کی نصرت کے لئے اٹھوں اور جو کچھ میں نے سنا اور دیکھا ہے اس کا دور و نزدیک اعلان کر دوں۔"

اسی شیخ ابوتراب نے حضرت باب کے اعلان کرنے پر پہلے یہ مناسب اور قرینِ حکمت خیال کیا کہ امراللہ کے ساتھ منسوب نہ ہو مگر بعد میں عاشقانِ صادقِ ظہورِ الٰہی میں سے ہوا۔ اور اپنے ایمان پر چٹان کی طرح راسخ اور پختہ رہا۔ آخر کار اس محبت کی آگ نے جو اس کے دل میں شعلہ زن تھی اُسے طہران کے اسی قید خانہ میں اسیر کرایا جسمیں حضرت بہاءاللہ قید تھے۔ وہ مرتے دم تک اپنے ایمان پر قائم رہا۔ اور اپنی محبت بھری فداکارانہ زندگی کا خاتمہ جامِ شہادت پی کر کیا۔

جوں جوں حضرت سید کاظم کا وقت قریب آتا جاتا تھا آپ اپنے شاگردوں کو خلوت و جلوت میں یہ کہکر نصیحت کرنے لگے۔

"اے میرے پیارے دوستو! خبردار، خبردار! ایسا نہ ہو کہ اس دنیا کی موہوم نمائشیں تمھیں فریب دیں۔ خبردار! مبادا تم مغرور یا خدا کر غافل ہو جاؤ۔ تمھارے لئے لازم ہے کہ اس کی تلاش میں جو میرے دل کا اور تمھارے دلوں کا محبوب ہے سرگرم ہو جاؤ۔ راحت و آرام کو ترک کرو۔ دنیوی مال و متاع کو تیاگ دو۔ اور رشتہ داریوں سے بے نیاز ہو جاؤ۔ دور و نزدیک پھیل جاؤ۔ دنیا و مافیہا سے منقطع ہو جاؤ اور نہایت انکساری اور فروتنی سے اپنے خداوند خدا کے حضور گڑگڑا کر دعا مانگو کہ وہ تمھاری تائید فرمائے اور ہدایت کرے۔ اس کے ڈھونڈھنے میں جو سبحاتِ جلال میں پوشیدہ ہے ہمت نہ ہارنا۔ اس وقت تک ثابت قدم رہنا جب تک وہ جو تمھارا سچا ہادی اور مولیٰ ہے اپنے فضل سے اپنی پہچان کے لئے تمھاری تائید نہ فرمائے۔ ثابت قدم رہو حتیٰ کہ وہ تمھیں قائم موعود کے انصار اور دوست برگزیدہ بنا دے۔ تم میں سے وہ لوگ بہت خوش قسمت ہونگے جو اس کی راہ میں جامِ شہادت نوش کرینگے۔ تم میں سے ان لوگوں کو جنھیں خدا اپنے فضل و کرم سے زندہ و سلامت رکھیگا تاکہ وہ نجمِ ہدایتِ الٰہی اور آفتابِ نورِ رحمانی کے مبشر کو دیکھیں۔ لازم ہے کہ وہ صابر۔ ثابت قدم اور مطمئن رہیں۔ ایسے لوگوں کی بڑی نشانی یہ ہوگی کہ اضطراب اور مایوسی کبھی ان کے پاس نہ آئے گی۔ کیونکہ صور کی پہلی آواز کے بعد ہی جو زمین پر موت اور ویرانی لائے گی ایک دوسرا صور پھونکا جائیگا جو دوبارہ زندگی عطا کریگا۔ اس وقت اس آیۂ کریمہ کے معنی روشن ہو جائینگے۔ ونُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَمَن فِي الأَرضِ إِلَّا مَن شَاءَ اللهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخرىٰ فَإِذَا هُم قِيَامٌ يَنظُرُونَ۔ وَأَشرَقَتِ الأَرضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الكِتَابُ وَجِيءَ بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَينَهُم بِالحَقِّ وَهُم لَا يُظلَمُونَ (سورۂ زمر) اور جب صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین میں جتنے لوگ ہیں سب بیہوش ہو جائینگے سوائے ان کے جنھیں اللہ محفوظ رکھے۔ پھر دوسرا صور پھونکا جائیگا تو سب کھڑے ہو جائینگے اور ادھر ادھر دیکھینگے اور زمین اپنے رب کے نور سے چمکنے لگیگی اور کتاب کھولی جائے گی اور پیغمبر اور گواہ بلائے جائینگے اور لوگوں کا سچا فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔"

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ قائم (حضرت باب) کے بعد قیوم (حضرت بہاءاللہ) کا ظہور ہوگا۔ کیونکہ جب پہلے کا ستارہ غروب ہو جائے گا تو آفتابِ جمالِ مبین طلوع ہوگا اور ساری دنیا کو نور سے معمور کر دیگا۔ تب وہ بھید اور وہ پوشیدہ راز جس کا حضرت شیخ احمد نے ذکر کیا ہے ظاہر ہوگا کہ اس امر کا راز افشا ہو کر رہیگا اور اس

پیغام کے بھید کا کھلنا لازمی ہے۔ اس یوم الایام سے فائز ہونا
اعصارِ گذشتہ کے جلال و جمال سے فائز ہونا ہے اور اس عصر
میں ایک نیک کام کرنا لکھوکھا سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

نفس مقدس حضرت شیخ احمد مذکورہ بالا آیاتِ قرآن پڑھا
کرتے تھے اور ہمیشہ ان کے معانی پر زور دیا کرتے تھے کہ یہ آیات
ان دو امرِ سماوی کے آنے کی پیشینگوئی کر رہی ہیں جو بسرعت
یکے بعد دیگرے ظاہر ہونگے اور اُن میں سے ہر ایک دنیا کو
نور سے معمور کر دے گا۔ آپ بتکرار فرمایا کرتے "مبارک ہے
وہ شخص جو اُن کو پہچانیگا اور اُن پر ایمان لائیگا۔ اور اُن کے نور
کو دیکھیگا" کتنی ہی بار میری طرف مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا
"ہم دونوں میں سے کوئی بھی اُن کے نورانی جلال کو دیکھنے کے لئے
زندہ نہ ہوگا۔ مگر آپ کے شاگردوں میں بہت سے مومنین ایسے
ہونگے جو اس دن کو دیکھینگے جس کے دیکھنے کی آرزو ہمارے دل
میں ہی رہ جائے گی" میرے پیارے دوستو! امراللہ کی شان
کتنی عظیم ہے۔ وہ مقام کس قدر بلند و اعلیٰ ہے جس کی طرف میں تمھیں
بلا رہا ہوں۔ وہ کام جس کے لئے میں نے تمھیں تعلیم دی اور تیار
کیا بہت اہم اور عظیم الشان ہے۔ کمرِ ہمت کس کر باندھو اور اس
کے وعدہ پر نگاہ رکھو۔ میں خدا سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ قادرِ مطلق
تمھیں اُن طوفانہائے بلا و ابتلا و امتحان میں ثابت قدم رکھے
جو تم پر آکر رہینگے اور تمھیں اُن میں سے سلامتی کے ساتھ گذار
کر فتحمندی کا سہرا پہنا کر اُس اعلیٰ مقام کی طرف لیجائے جو تمھارے
لئے مقدر کیا گیا ہے۔"

(باقی آئندہ)

کتاب مفاوضات عبدالبہاء اردو

بیش بہا علمی و روحانی بیانات کا مخزن۔ قیمت دو روپیہ
بہائی ہال کراچی سے طلب کیجئے

(۱) مذاہب عالم

یہ کتاب جناب پروفیسر پریتم سنگھ صاحب ایم۔اے نے حال ہی
میں شائع کی ہے۔ اسلام۔ دینِ موسوی۔ دینِ مسیحی۔ ہندو دھرم جین دھرم
بدھ دھرم۔ دینِ بہائی وغیرہ مذاہبِ عالم پر تاریخی حیثیت سے روشنی ڈالی ہے
بیان نہایت سادہ اور عام فہم ہے۔ مختلف مذاہب کی معلومات حاصل
کرنے کیلئے شائقین پڑھ کر خوش ہونگے۔ لکھائی چھپائی کاغذ بہتر ہے۔
قیمت فی جلد ۱۲ر

(۲) ہمارے مربّی اور اُن کی تعلیم

کتاب مذاہب عالم کے بعد یہ دوسری کتاب ہے جو پروفیسر پریتم سنگھ
ایم۔اے نے حال ہی میں شائع کی ہے جسمیں جملہ بانیانِ مذاہبِ عالم کی مختصر
تاریخ اور اُن کی مفصل تعلیمات بیان کیگئی ہیں یہ تعلیمات ثابت کرتی ہیں
دراصل تمام مذاہب ایک ہی ہیں اور انکی تعلیمات ایکدوسرے کی مخالف
نہیں ہیں۔ جو لوگ اتحادِ مذاہب کی تحقیق کے خواہاں ہیں انکے لئے یہ کتاب
معلومات کا بہترین آئینہ اور اعلیٰ فوائد پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک ایک نسخہ
ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔ لکھائی چھپائی عمدہ اور کاغذ نفیس ہے۔ قیمت ۱۲ر
ہر دو کتاب ملنے کا پتہ:- پروفیسر پریتم سنگھ ایم۔اے ۹ مسٹل روڈ لاہور

بشارتِ عظمیٰ

یہ پاکٹ سائز مناجات کا مجموعہ نہایت نفیس اور خوبصورت
اصل مع اردو ترجمہ دو رنگ میں چھپا ہے۔ نماز کوچک۔ صلوٰۃ کبیر
لوحِ احمد۔ دُعائے صبح و شام اور مختلف مواقع کی مناجات پر مشتمل ہے
قیمت بارہ آنہ۔ بہائی ہال کراچی سے۔

پیامبر کے متعلق

چند معزز دوستوں نے پیامبر کے متعلق اپنے خطوط میں جو خیالات ظاہر فرمائے ہیں اُن کا مختصر خلاصہ ناظرینِ کرام کی دلچسپی کے لئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ (مدیر)

(۱)

پیامبر ایک عرصہ سے میرے پاس آرہا ہے۔ بڑے شوق سے پڑھتا ہوں۔ گذشتہ دنوں جبکہ میں بسترِ علالت پر تھا میرے لئے پیامبر ہی روحانی تسلی کا سامان تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ پیامبر واقعی پیغمبر ہے۔ ایک یہی رسالہ ہے جو ہر قسم کی فضولیات سے مبرّا ہے اور بڑے وقار سے لوگوں کو دین اور دُنیا کی بھلائی کا راستہ دکھاتا ہے۔

(۲)

جب پہلی مرتبہ میں نے پیامبر پڑھا تو سچ عرض کرتا ہوں کہ میرے جسم میں بجلی سی دوڑ گئی۔ میں سمجھتا تھا کہ اب دُنیا میں نئی شریعۃ لانے کا دعویٰ بھی ممکن نہیں ہے اور کوئی ایسا دعویٰ ہرگز ہرگز نہ کریگا اور کسی نے ایسا لفظ منہ سے نکالا بھی تو کوئی مسلمان بلکہ کوئی انسان اُسے تسلیم نہ کریگا۔ پیامبر پڑھ کر میرے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی جب مجھ پر یہ معلوم ہوا کہ ایران جیسے اسلامی ملک میں ایک بزرگ نئی شریعۃ لانے کا دعویٰ کر چکے ہیں اور حکومت و عوام اور علماء نے سخت مخالفت کی۔ پھر بھی بکثرت ایسے لوگ پیدا ہو گئے جو شریعتِ اسلام کے دَور کو ختم سمجھ کر نئی شریعت کو ماننے لگے۔ عجیب یہ کہ انھوں نے بڑی بڑی مصیبتیں بھی اُٹھائیں۔ یہاں تک کہ جانیں دیدیں مگر نئی شریعت سے انکار نہ کیا۔ کیا یہ واقعہ مذہبی دُنیا میں حیرت انگیز نہیں ہے؟ اب میں چاہتا ہوں کہ بہائی لٹریچر تفصیل سے مطالعہ کروں۔

(۳)

مجھے مذہبی مباحثات سے گہری دلچسپی ہے۔ قیامت کے متعلق جو مضامین پیامبر میں لکھے جا رہے ہیں وہ لاجواب ہیں۔ مجھے حیرانی ہے کہ علمائے کرام ان مضامین پر کیوں توجہ نہیں فرماتے۔ ایڈیٹر صاحب اخبار اہلحدیث نے عجیب کام کیا ہے کہ حال کے ایک اہلحدیث میں بہائیوں کے سوالوں کا جواب دے رہے تھے اسی میں عیسائیوں کو جواب دینے لگے اور بہائی سوال تشنہ رہ گیا۔ یہ عجیب طرز ہے۔ بہائیوں کے سوال واقعی نہایت محققانہ اور گہرے ہیں۔ جب اہلحدیث ملتا ہے تو میں سب سے پہلے یہی دیکھتا ہوں کہ بہائیوں سے کیا بات چیت ہو رہی ہے۔ پیامبر کی طرزِ تحریر میں سلاست اور سلامت روی پائی جاتی ہے۔

پیامبر کے مضامینِ قیامت واقعی قیامت انگیز ہیں سارے مسلمان تو یہی سمجھتے ہیں کہ قیامت اُس وقت کا نام ہے جب دنیا و مافیہا فنا و برباد ہونگے۔ مگر پیامبر اپنی نرالی تحقیق پیش کر رہا ہے کہ دُنیا و مافیہا کے فنا کا نام قیامت نہیں۔ یہ بات تو مجھے بھی اپیل کرتی ہے کہ لفظِ قیامت قیام و بقا کے لئے ہو سکتا ہے نہ کہ فناد عدم کے لئے۔ مجھے بڑا شوق ہے کہ وہ آیتِ قرآن جس

قیامت کا مفہوم فنا ثابت ہو دیکھوں۔ زبانی طور پر کئی عالموں سے پوچھ چکا ہوں۔ لیکن ابھی تک تسلی بخش جواب کسی سے نہیں ملا۔ بہرحال میں پیامبر پڑھتا رہوں گا اور علماء سے بھی دریافت کرتا رہوں گا۔

(۵)

آپ نے یہ بہت اچھا کیا کہ بہائی میگزین۔ کوکب ہند اور پیامبر کے فائل مرتب کرنے کی اپیل فرمائی۔ میرے پاس کوکب ہند کی کئی جلدیں ہیں لیکن ناتمام ہیں۔ جو لوگ پرچے لے گئے پھر واپس نہ لائے۔ اب مجھے اس سے خوشی ہوئی کہ آپ نے ترتیب فائل کی تحریک شروع کی ہے۔ اگر میرے فائل پورے ہو جائیں تو نہایت خوشی ہوگی۔ مطلوبہ پرچے مجھے جس قیمت پر بھی مل سکیں میں خرید لونگا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان فائلوں میں علم کے بڑے ذخیرے ہیں آئندہ نسلیں ان کی نہایت قدر کریں گی۔ اردو زبان میں ایک اچھے لٹریچر کا اضافہ ہوا ہے۔ بعض چیزیں تو بالکل بے مثل ہیں۔

(۶)

مضامین قیامت لاجواب ہیں۔ ان میں علم ہے۔ استدلال ہے۔ نئی زندگی کا پیغام ہے۔ میرے خیال میں بہتر ہو کہ تمام مضامین ترتیب دیکر ایک کتاب شائع کی جائے۔ مجموعی طور پر جب یہ مضامین ایک سوچنے والے کے سامنے آئینگے تو اُسے ایک اور ہی جہان نظر آئے گا۔ مہربانی فرما کر ایک فہرست شائع کیجئے کہ کس کس پرچہ میں قیامت کے متعلق مضامین ہیں تاکہ تلاش کرنے والوں کو آسانی ہو۔ اور وہ کتاب چھپنے تک ان مضامین کو بچائی پڑھ سکیں۔

پیامبر۔ کوکب ہند میں جو مضامین قیامت کے متعلق لکھے گئے ہیں اُن کی فہرست پھر کبھی دی جائے گی۔ فی الحال بہائی میگزین کے مضامین قیامت کی فہرست درج کی جاتی ہے۔ پیامبر میں مضامین نکلے ہیں اُن کی فہرست بھی دی جاتی ہے۔

قیامت کے مضامین بہائی میگزین میں

(۱) رازِ حقیقت و مجاز ... جلد اوّل نمبر
(۲) روحانی کلام کی روحانی حقیقتیں ... جلد اوّل نمبر
(۳) صبحِ محشر ... جلد اول نمبر
(۴) یوم القیٰمۃ ... جلد دوم نمبر
(۵) علم الساعۃ ... جلد سوم نمبر
(۶) کیا قیامت میں زمین نیست و نابود ہو جائیگی؟ ... جلد سوم نمبر
(۷) کیا قیامت میں آسمان فنا ہو جائینگے؟ ... جلد سوم نمبر
(۸) مسئلۂ قیامت ... جلد چہارم نمبر
(۹) کیا فنا کو قیامت کہہ سکتے ہیں؟ ... جلد پنجم نمبر چہا
(۱۰) قیامت ایسی ہوتی ہے ... جلد پنجم نمبر چہا
(۱۱) حقیقتِ قیامت ... جلد ششم نمبر
(۱۲) قیامت کے اسرار ... جلد ششم نمبر

"پیامبر" جلد اوّل میں:-

(۱) قیامت اسی دنیا میں نمبر ۱ (۲) مذاکراتِ قیامت نمبر
(۳) مذاکراتِ قیامت نمبر ۵ (۴) کیا قیامت کو صرف آپ سمجھے نمبر ۵ (۵) مذاکراتِ قیامت نمبر ۶ (۶) نفخ صور اور موجودہ جنگ

پیامبر جلد دوم میں:-

(۷) قیامت اسی دنیا میں نمبر ۲ (۸) کتاب مقدس اور قرآن کریم
(۹) قیامت کی بات چیت نمبر ۵ (۱۰) اعلان قیامتِ کبریٰ نمبر
(۱۱) اسرار قیامت نمبر ۷ (۱۲) وفد قیامت نمبر ۸
(۱۳) اذا القبورُ بعثرت نمبر ۸ (۱۴) جنت و دوزخ اسی دنیا میں

لوحِ مبارک (ترجمہ)

از الواحِ حضرتِ بہاءُ اللہ

ندائے خداوندی عکا کی سمت سے بلند ہے اور ارشاد فرما رہی ہے کہ ان لوگوں کو مبارکباد جو خدا کی جانب متوجہ ہوئے اور انھوں نے ظاہری اور باطنی کانوں سے خدائی آواز سنی۔ یہی لوگ اہلِ منظرِ اکبر اور رحیقِ اطہر کے پینے والوں میں سے ہیں۔ خصوصاً وہ لوگ جو ان ایام میں جب اکثر اقوام کو ظلمتِ اوہام نے گھیر لیا، بارگاہِ احدیت کی طرف متوجہ ہونے سے باز نہ رہے۔ یہی بات ہے جو ہمیشہ ہمیشہ مجھ سے پہلے مظاہر نے الواح میں ایسے لوگوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اس فتنہ و امتحان میں مشاہدہ ہو رہا ہے کہ مقبلینِ خالصِ کبریتِ احمر سے بھی زیادہ کمیاب ہیں۔ اگر بندے خدائی آواز کی لذت پا جاتے اور کلمہ کے مقامِ نزول کی عظمت کو کچھ بھی سمجھ لیتے تو سب کے سب کھلم کھلا بارگاہِ ربّ الارباب کی طرف رُخ کرتے۔ ہمیشہ ہمیشہ مظاہرِ الٰہی پر فرعون صفت لوگوں کی طرف سے بے انتہا مظالم وارد ہوتے رہے ہیں اور مظاہرِ الٰہی نے کمال قدرت و اقتدار کے ساتھ تمام مظالم برداشت کئے کہ شاید کچھ لوگ ظنون و اوہام کی کدورتوں سے پاک و صاف ہو کر احدیت کے باعزت بلند مقاموں پر عروج کریں باوجودیکہ سب لوگ یہ مشاہدہ کرتے رہے کہ وہ مصادرِ امر محض خلق کی نجات کے لئے سختیاں جھیلتے ہیں پھر بھی لوگوں نے ان سے جو کچھ سلوک ... برتاؤ کیا سو کیا۔ خبردار۔ ظالموں پر خدائی پھٹکار۔ سب جانتے ہیں کہ دُنیا ناپائیدار ہے اور جب موت کا پیامبر آجاتا ہے تو کسی روکنے والے کی روک اُسے باز نہیں رکھ سکتی اور نہ کسی صاحبِ اقتدار کی قدرت اُسے روک سکتی ہے اور نہ کسی ظالم کی سطوت اُسے پسپا کر سکتی ہے۔ اس بات کا علم و یقین رکھتے ہوئے بھی اس چند روزہ زندگی میں جس میں معلوم نہیں کہ کل خاک کے اوپر ہونگے یا اس کے نیچے سب کے سب کوچۂ نفس و ہوئی میں سرگرداں ہیں اور حق جل جلالہٗ سے غافل اور اپنے گمان میں یہ ارادہ کر بیٹھے ہیں کہ لوگوں کے درمیان خدائی چراغ کو بجھا دیں۔ اور دستِ خداوندی کو لطیف اور پاکیزہ پھلوں سے روک دیں۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ ایک قطرہ آبِ شور ایک شیریں اور مواج سمندر کا مقابلہ کرنے چلے۔

اور اُسے روکنے کھڑا ہو۔ کیا آفتاب حجاز اہل مجاز کے پردوں سے چھپ سکا۔ خدا کی قسم وہ پردے جو حائل ہوا مقضا کی انگلیوں نے پھاڑ ڈالا اور آفتاب حق اُفق جلال سے جلوہ گر ہوگیا۔

صاحبانِ حکومتِ ظاہری ہمیشہ ہی لوگوں کو شئونِ احدیت کی جانب متوجہ ہونے سے روکتے رہے ہیں اور بحرِ اعظم پر بندوں کے اکٹھے ہونے کو پسند نہیں کرتے ہیں۔ کیونکہ اس اجتماع کو وہ اسبابِ سلطنت کی تفریق کا سبب سمجھتے رہے ہیں۔ حالانکہ اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز کی باگ ڈور ہے کہ احبائے حق کی نظر ان اُمور پر متوجہ ہونے سے ہمیشہ مقدس رہی ہے اور رہیگی۔ ایسی باتیں یہ مفسد لوگ ہی اُڑایا کرتے ہیں۔ اب اس وقت اکثر لوگوں کو ایسا توہم ہو رہا ہے کہ یہ بندہ زمین پر حکومتِ کلی کا ارادہ رکھتا ہے باوجودیکہ تمام الواح میں ہم نے عہدۂ شاہی قبول کرنے سے بندوں کو بچنے کی نصیحت کی ہے۔ کیونکہ زحمت و ابتلاء کے سوا اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بجز اس صورت کے کہ کوئی شخص محض خدا کیلئے حکومت قبول کرے کہ وہ اس طرح امراللہ کی خدمت کرے گا۔ بادشاہ لوگ قدرتِ الٰہی کے مظاہر ہیں اور بادشاہوں سے جو کچھ مقصود ہے وہ محض عدل و انصاف ہے۔ اگر اسے مدنظر رکھیں تو حق کے ساتھ منسوب ہیں۔

بہت جلد پردے چاک ہو جائینگے اور اسماء و صفات کی تجلی اکثر بندوں پر چھا جائے گی۔ اور سب کے سب بارگاہِ حق کے مقربوں کی تقدیس اور تنزیہہ پر شہادت دینے اٹھینگے۔ کجا خود اس بلند ذات کی تقدیس و تنزیہہ۔ ہم خدا سے سوال کرتے ہیں کہ بندوں کو اپنی محبت و رضا کی توفیق و تائید عطا فرمائے۔ اور اُن کی آنکھیں کھول دے تاکہ وہ اسے دیکھیں اور پہچانیں اور انھیں اس آفتاب سے جو جلوہ گر ہوا اور اس آسمان سے جو بلند ہوا۔ اور اس نعمت سے جو نازل ہوئی اور اس چراغ سے جس کے نور سے زمین منور ہوگئی محروم نہ رکھے۔ بیشک وہ ہر شئے پر قادر ہے۔

اور وہ جو تو نے خواب میں دیکھا بے شک و شبہ حق ہے اور جیسا کچھ تو نے دیکھا وہی واقع ہوگا ہے عنقریب خدا اس اُفق سے ایسا نور اور ایسی قدرت ظاہر کرے گا جس کے مقابل سورج اندھیرا سا پڑجائے گا۔ اور خدا کے مقابل تکبر کرنے والوں کے آثار مٹ جائینگے اور مخلصوں کے چہرے چمک اُٹھینگے اور بہت جلد تیرے پروردگار کے انوارِ جمال اہلِ زمین پر چھا جائینگے یقیناً وہ ہر شے پر قادر ہے۔

اگرچہ تفصیل کے ساتھ ذکر نہیں ہوا۔ لیکن جو کچھ مصدرِ امر سے نازل ہوا اس سے مقصود سمجھ میں آجاتا ہے۔ خواب کی تعبیر خود ظاہر ہے۔ اسے ہر ایک دانا و بینا سمجھ سکتا ہے۔

وحدت کا گیت

خدا ایک ہے۔ اُس کی قدرتیں بے شمار ہیں۔ حقیقت ایک ہے، اُس کے ظہور رنگا رنگ ہیں۔ بیان ایک ہے زبانیں مختلف ہیں۔ گانا ایک ہے، باجے طرح طرح کے ہیں۔ روشنی ایک ہے۔ چمنیاں متعدد ہیں آفتاب ایک ہے۔ کرنیں بہت سی ہیں۔ دین ایک ہے، احکام بکثرت ہیں۔ رُوح ایک ہے، اعضاء کئی ہیں مجبوب ایک ہے، لباس بہت سے ہیں۔ وہ سب کا پیارا مالک بہت سی زبانوں میں بولا۔ بہت سے زمانوں میں بولا۔ بہت سے مقاموں پر بولا۔ مگر جیسے بولنے والا ایک ہے ویسے ہی اُس کے بولنے کا مقصد ایک ہی ہے۔ اُس نے سب کو ایک ہی تعلیم دی ہے۔ سب ایک زبان ہو کر اُس کی تعریف میں وحدت کا گیت گا رہے ہیں!

قرآن، وید، گاتھا، ہر اِک یہی ہے گاتا ✣ وہ ایک ہی خدا ہے ✣ وہ سب کو پالتا ہے
وہ سب پہ مہرباں ہے ✣ وہ مالکِ زماں ہے ✣ معبود ہے وہ سب کا ✣ سب کا وہی سہارا
رستہ ہمیں بتادے ✣ جس پر چلے وہ بندے ✣ جن کو ملی ہے نعمت ✣ بے قہر و بے ضلالت

مسلمان

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ
نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ
الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ
اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۔ غَيْرِ
الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ
وَلَا الضَّآلِّيْنَ

(قرآن مجید)

زرتشتی

ہامی ستائیم اہورا مزدای راکہ سرچشمۂ کلیہ شہایاست
بخشایندہ بخشائش گر۔ توئی آفرینندۂ راستی۔ توئی دادگر
اعمالِ جہانیان۔ تو خودائے اہورا مزدا و پاک منشی
آمرزگار و ماباش در کشورِ پاک منشی و راہِ مستقیمی کہ
بسوئے راستی دلالت کند۔ ما نیز خواستاریم از ان
کسان باشیم تا از بخشائش تو بہرہ مند شویم
ہمارہ در کوشیم کہ مورد غضب واقع نشویم۔
دشمن حقیقی دروغ پرست خواہیم بود،

(گاتھا)

ہندو

ہم لوگ ہمیشہ اسی پرماتما کی حمد و ثنا کریں
وہ ہمارا پتا ارتھات پالنے والا ہے۔ مکمل جلال والا ہے
وہ تمام کرموں کا پھل دینے والا ہے۔
ہم تیری ہی اُپاسنا کرتے ہیں۔ ہم اپنے تمام
کاموں میں آپ کا سہارا چاہتے ہیں۔ اے
خالقِ کائنات آپ ہمیں سیدھے راستے پر چلائیں
جس پر چل کر آپ کے صالح اور باعمل بندے
سب دکھوں سے نجات پاتے اور تیری نعمتوں
کو حاصل کرتے ہیں۔

(یجروید)

قسمت فارسی

قلم اعلیٰ می فرماید

ای دوستان حق: مقصود از حمل این رزایای متواترہ و بلایای مستتابعہ آنکہ نفوس موقنہ باللہ باکمال اتحاد بایکدیگر سلوک نمایند بشانیکہ اختلاف و اثنینیت وغیریت از مابین محو شود الّا در حدود ذاتیہ مخصوصہ کہ در کتب الٰہیہ نازل شدہ۔ انسان بصیر در هیچ امری از امور نقصی براو وارد نہ۔ انچہ واقع شود دلیل است بر عظمت شان او و پاکی فطرت او مثلاً اگر نفسی للہ خاضع شود از برای دوستان الٰہی این خضوع فی الحقیقت بحق راجعست چہ کہ ناظر بایمان اوست باللہ در این صورت اگر نفس مقابل بمثل او حرکت نماید و یا استکبار از و ظاہر شود شخص بصیر بعلو عمل خود و جزای آن رسیدہ و میرسد و ضر عمل نفس مقابل بخود او راجعست و همچنین اگر نفسی بر نفسی استکبار نماید آن استکبار بحق راجعست نعوذ باللہ من ذلک یا اولی الابصار۔

قسم باسم اعظم: حیف است این ایام نفسی بشئونات عرضیہ ناظر باشد بایستید بامر الٰہی و بایکدیگر بکمال محبت سلوک کنید خالصاً لوجہ المحبوب حجبات نفسانیہ را بنار احدیہ محترق نمائید و با وجوہ ناضرہ مستبشرہ بایکدیگر معاشرت کنید کل سجایای حق را بچشم خود دیدہ اید کہ ابداً محبوب نبودہ کہ شبی بگذرد و یکی از احبای الٰہی از این غلام آزردہ باشد قلب عالم از کلمۃ الٰہیہ مشتعل است حیف است باین نار مشتعل نشوید۔ انشاء اللہ امیدواریم کہ لیلۃ مبارکہ را لیلۃ الاتحاد قرار دہید و کل بایکدیگر متحد شوید و بطراز اخلاق حسنہ ممدوحہ مزین گردید و همتشان این باشد کہ نفسی را از غرقاب فنا بشریعۃ البقا ہدایت نمائید و در میانہ عباد بقسمی رفتار کنید کہ آثار حق از شما ظاہر شود چہ کہ شما اید اول وجود و اول عابدین و اول ساجدین و اول طائفین فوالذی انطقنی بما اراد کہ اسمائے شما در ملکوت اعلیٰ مشہور تر است از ذکر شما در نزد شما۔ گمان مکنید کہ این سخن وہم است یا لیت انتم ترون ما یری ربکم الرحمٰن من علو شانکم و عظمۃ قدرکم و سمو مقامکم نسئل اللہ ان لا تمنعکم انفسکم و اهواءکم عما قدر لکم و امیدواریم کہ در کمال الفت و محبت و دوستی بایکدیگر رفتار نمائید بشانیکہ از اتحاد شما علم توحید مرتفع شود و رایت شرک منہدم گردد و سبقت بگیرید از یکدیگر در امور حسنہ و اظہار رضا لہ الخلق والامر یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید و انہ لهو المقتدر العزیز القدیر ہ

(کتاب اقتدار صفحہ ۱۱۵ تا ۱۱۶)

لوحِ مبارک حضرت عبدالبہاء

بواسطۂ امۃ اللہ مس مارتا روت۔ علیہا بہاء اللہ الابہیٰ کابستین اسموسن۔ می می بارا۔ مسیس هلن هنه رسون۔ مسٹر میکل شلی و همشیره اش۔ مسیس برتا تماس۔ مسیس وکاس۔ مسٹر اسعد لبشاره۔ دکتر دار لینگ۔ مسٹر فرانڈیس۔ کیرو نوش درسانبوس۔ دکتر رمسیس ورکس مسیس هرش۔ ارنولتو مندوزا۔ سنوریتا کارولینا۔ مسٹر امریکو کمپفر۔

هوالله

ای عاشقانِ حقیقت و خادمانِ عالمِ انسانی: چون از گلشنِ افکار و نوایای شما بوی خوشی بمشام میرسد لهذا سائق وجدانی مرا بر نگارش این نامه مجبور مینماید۔ ملاحظه مینمائید که جهان چگونه بیکدیگر درافتاده واقالیمی چند بخونِ انسان رنگین گشته بلکه خاک بخون مخمر گردیده نائرهٔ حرب چنان شعله ئی زد که نه در قرونِ اولی و نه در قرونِ وسطی و نه در قرونِ اخیره چنین جنگ مهیبی واقع گشته۔ سرها چون دانه شده و حرب چون آسیاب۔ بلکه اشد انسان۔ اقالیم آباد ویران شد و شهرها زیر و زبر گشت۔ وقرای معموره مظموره شد۔ پدران بی پسر گشتند۔ پسران بی پدر شدند۔ مادرها بر ماتم نو رسیدگان خون گریستند۔ اطفال یتیم شدند۔ نساء بی سر و سامان شدند۔ عالمِ انسانی در جمیع مراتب تدنی نمود۔ فریاد و فغانست که از یتیمان بلند است۔ ناله و حنین است که از مادران بأوجِ اعلی میرسد۔ جمیع این وقائع منشأش تعصب جنسی است و تعصب وطنی۔ و تعصب دینی و تعصب سیاسی است۔ و منشای این تعصبات تقالیدِ قدیمه است۔ تقالیدِ دینی است و تقالیدِ جنسی است و تقالیدِ وطنی است۔ و تقالیدِ سیاسی است۔ تا این تقالید باقی بنیادِ انسان برباد است و عالم بشری در خطر عظیم۔ حال در چنین عصرِ نورانی که حقائق جلوه نمود و اسرارِ کائنات مکشوف گردیده۔ صبح حقیقت دمیده جهان روشن شده۔ ایا جائز است که چنین حرب مهیبی واقع گردد که عالمِ انسانی را بخسرانِ مبین اندازد۔ لا و الله۔ حضرتِ مسیح عموم بشر را بالصلح و سلام خواند۔ و بحضرت پطرس فرمود شمشیر را در غلاف کن۔ این بود وصیت و نصیحتِ حضرت مسیح۔ ولکن جمیع مسیحیان حال سلِ سیوف نموده اند۔ چه مناسبتی حال میانِ این اعمال با آن نصِ صریحِ انجیل۔ باری حضرت بهاء الله شصت سال پیش مانند آفتاب از افقِ ایران طلوع نمود و اعلان فرمود که افقِ عالم تاریک است۔ و این تاریکی نتائج وخیمه بخشد و حروباتِ شدیده وقوع یابد۔ در زندانِ عکاء با میر اطورِ آلمان صریحاً خطاب میفرمایند که حرب شدید واقع خواهد شد و بر لین ناله و حنین خواهد نمود۔ و همچنین بپادشاه ترک

در حالتیکه مظلوم بود و اسیر زندان او - یعنی مسجون در قلعه عکا، لو د صراحتًا مرقوم فرمود که اسلامبول بانقلابی عظیم گرفتار خواهد گشت - بدرجه ائی که اطفال و نساء بفریاد و فغان خواهند افتاد -

خلاصه بجمیع پادشاهان و رؤسای جمهور مرقوم فرمود و حتمًا واقع گشت و تعالیمی بجهت منع حرب از قلم اعلی صادر شد و در جمیع آفاق منتشر گشت -

اول تحری حقیقت - زیرا تقالید انسان را بلبید مینماید - و چون تحری حقیقت گردد عالم انسانی از ظلمات تقالید رهائی یابد -

و تعلیم ثانی وحدت عالم انسانی - جمیع خلق اغنام الهی و خداشان مهربان بجمیع اغنام رأفت کبری دارد - بهیچوجه امتیازی نگذاشته است لا تری فی خلق الرحمن من تفاوت - کل عباد له و کل من فضله یسألون -

تعلیم ثالث اینکه دین حصن حصین است ولی باید سبب الفت باشد نه سبب عداوت و بغضاء - و اگر سبب عداوت و بغضاء باشد لزومیتی ندارد چه که دین بمنزله علاج است - اگر علاج سبب مرض شود ترک علاج احسن است - و چنین تعصب دینی - تعصب جنسی - تعصب وطنی - تعصب سیاسی - جمیع این تعصبها هادم بنیان انسانیست - و بنیان این تعصبها سبب خونریزی است و ویرانی عالم انسانی لهذا تا این تعصبها باقی حرب مهیب مستمر - علاج این صلح عمومی است - و صلح عمومی باید بمحکمه کبری از قبل جمیع دول و ملل تشکیل شود و مسائل ملی و دولی بآن محکمه راجع - انچه آن محکمه کبری حکم نماید محتری - و اگر دولتی یا ملتی تخلف نماید عالم انسانی برآن دولت و ملت قیام نماید -

و از جمله سادات میان زن و مرد در جمیع حقوق و امثال ذلک لبسیار - حال واضح و مشهود شد که این تعالیم حیات عالم انسانی است و روح حقیقی - حال شما چون خدام عالم انسانی هستید باید بجان و دل بکوشید - تا عالم انسانی از این تاریکی عالم بشری و تعصبات طبیعی نجات یابد - و بروشنائی عالم الهی فائز شود - الحمد لله بجمیع قوانین و شرائع دنیای مطلع هستید - الیوم جز باین تعالیم عالم انسانی راحت و آسایش نیابد و این ظلمات منکشف نگردد و این امراض مزمنه شفا نیابد بلکه روز بروز سخت تر شود و بدتر گردد - بالکان آرام نگیرد - از اول بدتر شود - دول مفهوره آرام نگیرند - بهر وسیله تشبث نمایند که آتش جنگ دوباره شعله زند - حرکتهای تازه ائی عمومی تمام قوت را در تنفیذ مقاصد خویش مجری خواهد نمود - حرکت شما لیه خیلی اهمیت خواهد یافت و سرایت خواهد کرد - پس شما با قلبی نورانی و روحی رحمانی و قوتی ملکوتی و تائیدی آسمانی بکوشید که عالم انسانی را موهبتی ربانی گردید و سبب راحت و آسایش از برای بشر گردید - (ع ع) (حیفا ۲۸ جنوری ۱۹۳۰ ع)

نشرِ نفحات

شرح تشریف فرمائی جناب منی (مانگجی) متہ از پنجگانی بہ پونہ الیٰ حرکتشان بہ بمبئی

روز ہفتم جولائی ۱۹۴۱ء بسلامتی وارد پونہ شدہ عصر روز بعد در محل نشنل ہوٹل پونہ با بعضی از دوستان پونہ ملاقات و بمبادلۂ افکار در اطرافِ انتشارِ امرالله و نطق در کالجہای پونہ پرداختند ظہر روز نہم جولائی ۱۹۴۱ء کہ روزِ شہادتِ حضرت ربِّ اعلیٰ ارواحنا لشہادتہ الفداء بودہ در محلِ محفل در موقع تشکیل جلسۂ دوستان تشریف آوردہ ضمناً در گجراتی نطق مبنی بر تشویق و تحریص احبّاء الله در خدمتِ امرالله نمودند نزدیک باختتام مجلس فامیل جلیلۂ خانم محترمہ شان نیز حضور بہمرسانیدہ در جوابِ سوال یکے از دوستان حاضر بالیشان فرمودند کتابہای بہائی را تا اندازہ مطالعہ نمودہ اند و امید دارند تحقیقاتِ کاملتر بعمل آوردہ مثل شوہر محترم شان (جناب منی متہ) خواہد شد (البتہ گوہر پاکند و مشمول فضل و رحمت و عون و عنایتِ حضرتِ پروردگار خواہند شد) عصر ہمان روز ساعت (۵) عصر در محلِ نشنل ہوٹل پونہ تشریف آوردہ از فیضِ حرارتِ ایمانی و مذاکراتِ روحانی خود جنابانِ آقا خداداد ہرمزدیار محلتی و آقا اسفندیار و آقا سروش و شاہبرام موبدزادہ و امامہ آلرحمن محترمہ شیرین خانم خدایار و مخدرہ روشن خانم رستم بادار کہ حضور داشتند را محظوظ و مسرور نمودند و چند نفر مبتدی ہم حضور بہمرسانیدہ در ضمن صرف چای و شیرینی القای بیاناتِ الٰہی بالیشان شد و کتاب بہاء الله و عصر جدید انگریزی بالیشان داده شد۔

وچون روز یازدہم جولائی ۱۹۴۱ء لجنۂ تبلیغ بود و الیشان ہم می خواستند برای ترتیباتِ نطق عمومی در پونہ نقشۂ پیشنہاد نمایند لہذا روز یازدہم تاریخ ساعت دہ و نیم صبح در جلسۂ لجنۂ تبلیغ باتحصیلِ اجازہ حضور بہمرسانیدہ پیشنہاداتِ خود را راجع بہ نطق در کالجہا اظہار و تشریف بردند ہر روز عصر مرتبا در محلِ نشنل ہوٹل از ساعت ۵ عصر الیٰ ۸ عصر تشریف آوردہ با دوستان حاضر و مبتدیان مذاکراتِ امری می نمودند با اینکہ بملاحظۂ حفظِ صحتِ الیشان اصرار در تشریف بردن الیشان بمنزلشان میشد صراحتاً اظہار می کردند صحت و استراحتِ خود را در ملاقات و مصاحبت با دوستان الٰہی و مذاکراتِ امر بہائی می دانند و بتائیداتِ غیبیۂ الٰہیہ اطمینانِ کامل دارند از قضا مکتوبے از امۃ الله محترمہ مشتعلہ بنادِ محبت الله شیرین خانم فوجدار بہ جناب منی متہ وصول دادہ بود کہ بمناسبت تصادمیکہ بدستشان وارد شدہ است بہ بمبئی آمدہ اند و ممکن است از روز ۱۹ جولائی ۱۹۴۱ء الیٰ ۲۳ جولائی ۱۹۴۱ء بہ پونہ تشریف آورده در ہر مجمعیکہ معین گردد نطقِ عمومی ایراد نمایند۔ لہذا بصلاحِ محفل روحانی پونہ و کلیہ جرائدِ پونہ اعلام نطق ہای محترمہ شیرین خانم فوجدار بعمل آمد و پنجہزار اوراق اخطار و اعلام طبع و بوسائل مقتضیہ نشر گردید۔

ولہٰذا ساعت ده صبح روز ۲۰ر جولائی ۱۹۴۱ء در محل دکن تاکیز پونه بصدارت جناب محترم منی مته وحضور متجاوز از یکهزار نفر جمعیت موضوع (دستور برای عالم جدید) وعصر در محل پونه بحضور احباء الله واماء الرحمن پونه نطق بسیار مؤثر ومهیج وتشنگی را بلغت پارسی بسیار بلیغ وعالی وبمحتان بزبان اردو بنا بسابق ایراد نمودند ودر ساعت ½ ۳ بعد از ظهر یوم ۲۱ر جولائی در فرگوزن کالج در تحت سیاست پرنسیپال محترم آن کالج در موضوع (طریق صلح عمومی صحبت نمودند وپرنسیپال (مدیر محترم کلی کالج) توضیحات تشنگی در اطراف نطق محترمه شیرین خانم فوجدار دادند۔

ودر ساعت ½ ۳ عصر روز ۲۲ر جولائی ۱۹۴۱ء در این۔پی کالج پونه در تحت ریاست یکی از پرافسرهای (معلم) آن کالج در تحت عنوان (پیام مبر جدید) صحبت نمودند و در ساعت ½ ۵ همان روز در وادیا کالج بحضور جمعی در موضوع (ضروریات ومقتضیات عالم جدید (قرن حاضره)) ودر ساعت ۱۰ بعد از ظهر ۲۳ر جولائی ۱۹۴۱ء وادیا کالج در موضوع (جوانی ودیانت) بطرز بسیار عالی وتشنگ ایراد نطق نمودند ودر وادیا کالج جناب پرنسیپل جگ مدیر کلی وادیا کالج دو هر دو جلسه نطق در وادیا کالج کرسی صدارت را اشغال نمودند ونسبت بحقانیت امر مبارک بهائی واهمیت نطق امة الله محترمه شیرین خانم فوجدار بیان ملیحی را بمعرض انظار عمومی گذاشتند در هر یک از جلسات نطق محترمه شیرین خانم فوجدار شاید متجاوز از یکهزار وهزار پانصد نفر جمعیت بودند وبسیاری سوالات متفرقه پرسیدند وامة الله محترمه شیرین خانم فوجدار فی البدیهه جواب شافی می دادند فی الحقیقت خلوص نیت جناب منی مته جلب تأییدات الهیه رو نمود که بظاهر ظاهر جلوهٔ تائیدات مشهود بود محترمه شیرین خانم فوجدار بطرز صحبت در انگریزی وایراد جواب سوالات هر کس نمودند که تبارک الله احسن الخالقین۔

جناب منی مته با یکنفر از پرافسرهای ورفرگوزن کالج بصحبت دو نفر از دوستان ملاقات نمودند هم آن معلم محترم وهم یکی از محصلین آن کالج که در آن موقع حاضر بودند بسیار محظوظ ومسرور این ملاقات ومذاکرات با جناب منی مته نمودند واظهار خوشنودی ومسرت قلبی کردند۔ بشائیکه گویا تعلقات قلبی جناب منی مته وآن پرافسر محترم خود بخود حصول داده است جناب منی مته بسیاری از اشخاص مهمه را در پونه مطلع ومجذوب بامر الله نموده اند حتی بوسیلهٔ مکاتیب یا تلفون با اشخاص مخصوص صحبت امری مینمودند جناب منی مته در پونه گذشته از ملاقات با اشخاص مستعده ومهمه کتب "بهاء الله وعصر جدید" انگلیسی وغیره بسیاری از اشخاص بوسائل ممکنه ارسال داشته اند واقدامات ایشان که توام با یک حرارت محبت الله وخلوص نیت وجدیت کامل بود بسیار سزاوار آنست پونه امیدبخش است ودوستان پونه ورود جناب منی مته را در پونه طلوع آفتاب سعادت برای خود میدانند۔ زیرا آن اقدامات که بظاهر منی رسید بوسیلهٔ ایشان عملی واجرا شد چنانچه جمال مبارک الهی در کلمات مکنونه میفرماید قولهٔ تبارک وتعالی "کیس نیکو است حال آن غنی که غنا از ملکوت جاودانی منعش نماید واز دولت ابدی محرومش نگرداند۔ قسم باسم اعظم که نور آن غنی اهل آسمان را روشنی بخشد چنانچه شمس اهل زمین را۔"

جناب منی مته بسلامتی روز بست ونه جولائی ۱۹۴۱ء روانه بمبئی شدند با صحت کامل وموفقیت تامه ایشان را از آستان اقدس الهی سائلیم۔

(از طرف محفل روحانی بهائیان پونه) موبد زاده منشی

بشاراتِ امریہ

(از اخبار امری حیفا شہر البہاء ۹۸ مارچ سنہ ۱۹۴۱ء عدد ۱۷۹)

اعظم بشارت کہ علت بہجت و مسرت قلوب یارانِ عزیز الٰہی است مژدۂ صحت و عافیت وجودِ اقدسِ مبارک حضرت ولی امر اللہ ارواحنا لالطافہ الفداء است امید از عنایات رحمانیہ چنان کہ این موہبت سبحانی و رحمت و نعمت ملکوتی بدوام اللیل والنہار باقی و پائدار و ثابت و برقرار ماند بفضلہ وکرمہ وجودہ تعالیٰ

اخبار روحانیہ و بشاراتِ امریہ کہ جمیع دال بر نشر نفحات اللہ و اعلاء کلمۃ اللہ و خدمات و جانفشانی یارانِ درگاہِ محبوب یکتا است بقعۂ مبارکہ وارد۔

در اینموقع ترجمۂ بشائر مندرجہ در بہائی نیوز امریکا مورخہ ستمبر ۱۹۴۰ درج میگردد۔ حضرت عبدالبہاء می فرمایند:

"این جنگِ عالم سوز چنان شعلہ ئی در دلہا برافروخت کہ شرح نتواں داد و در تمام ممالکِ جہان آرزوی صلح عمومی مستولی بر افکار دانشمندان شدہ ہیچ نفسی نیست کہ تمنای صلح و آشتی نکند یک حالتِ عجیبے از قبول ملاحظہ میشود این از حکمتہای بالغۂ الٰہیہ است تا استعداد حاصل شود علم وحدتِ عالمِ انسانی بلند گردد و اساسِ صلح عمومی و تعالیم رحمانی در شرق و غرب نہادہ شود و انتشار یابد"

مبلغین کنادائی بدون ملاحظات بوضعیاتِ جنگ حوادث رہبریہ یومیہ در تقویت اساسِ امر در کلیہ ولایات مشغول۔ در دوم اپریل کنفرانسی در کالگاری Calgary منعقد و گتبی در کتابخانۂ عمومی نہادہ شد۔

دو لیس اسکینر مدعو بصحبت در ولکان VULCAN و ادمونتون EDMONTON شدند مسیس موسکروپ ہم عازم بہ رجینا Regina برای دو ماہ توقف گشتند ہمچنین دعوت بنقطۂ دیگر شدہ اند خلاصۂ عملیات سالیانہ در دو بنک آنکہ متجاوز از ۳۰۰ نفس اطلاعاتِ کاملہ از تعالیم مبارکہ یافتہ اند و یک ہیئت تحصیلیہ چندین ماہ مشغول مطالعات بودند۔ در ورزون و پینکتون بر تیشیش کولومبیا امر تبلیغ در ترویج راپور تہای مشعشی از تورنتو از دو لیس مارک کی رسیدہ دہ روز در آن مدینہ و ہملتون صرف نمودہ اند مرقوم داشتہ اند ابداً نمی دانستم چنین استعداد در خلق اینجا موجود است سیزدہ مجلس منعقد شد و تقریباً با پنجاہ نفس جدید ملاقات گشت و محفل روحانی نیز تاسیس شد۔

بتی بیکر لبطرت سینتکا حرکت نمودند بعد از انکہ پنج نفر را در جونیو متمایل بامر نمودند و پنجاہ نفس دیگر را مطلع از امر ساختند و حال مجالس خصوصی در این مرکز جدید دارند و با مدیر روزنامہ محلی متفق کہ عنداللزوم مقالاتِ امریہ را طبع و منتشر سازند ؛

(باقی آئندہ)

یادِ میس مارتا روت

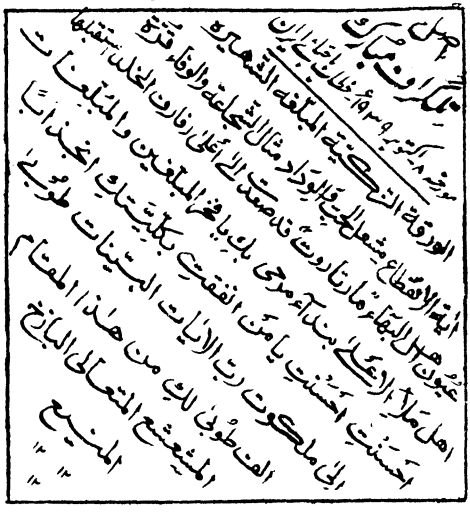
جل شانہ مبارک
مورخہ ۸ اکتوبر ۱۹۳۹ء خطاب باحباب ایران
الورقۃ الانقطاع مشعل الحب والوداد مثال الشجاعۃ والوفاء قدرۃ
أیتہا الانقطاع مارتا روت قد صعدت الی الاعلی رفارف الخلد استقبلہا
جنود ھل الملکوت الاعلی بل یا فخر المبلغین والمبلغات
اھل ملأ الاعلی بل آمرحی بل یا من انفقت بکلیتک ابتغاء
احسنت احسنت یا من انفقت بکلیتک ابتغاء
الی ملکوت رب الآیات البینات اخذ ابا
الف طوبی لک من ھذا الملتقی البارع
المشیع المتعالی
المنیع

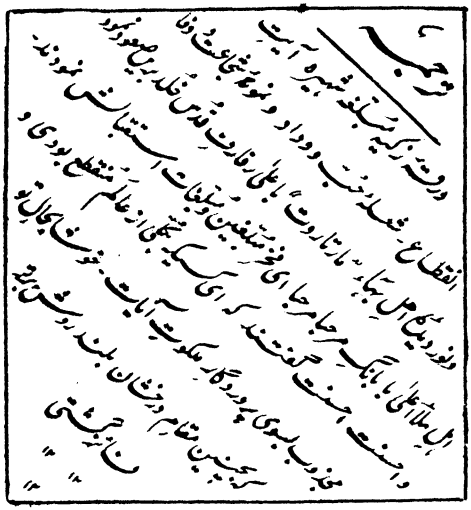
ترجمہ
ورقہ کہ منقطع شعلۂ حب و وداد و نمونۂ شجاعت و فا
انقطاع اے مارتا روت بالائے رفارف فردوس خلد برین صعود نمودند
و فرودیان ملکوت اعلیٰ بلکہ ای فخر تبلیغین و تبلیغات استقبالش نمودند
اہل ملأ اعلیٰ بلکہ امر حی بلکہ ای کسیکہ بکلیت منقطع بودی و
احسنت احسنت کہ ای کسیکہ بکلیت منقطع از عالم خوشنا بجانب
مخزن رب البینات ملکوت آیات بلند پروازش نمودی
اخذ ابا
سریع چنین مقام درخشان

بلی ۲۸ - ایماہ ستمبر ۱۹۴۱ دو سال بانہار سید کہ آن روح پاک از این عالم خاک بجہان تابناک شتافت - درحقیقت ہیچ کس در عالم وجود کما ہو حقہ از ارتفاع مقامات آن روح شاد آگاہ نیست و نمیتواند وصف نماید جز آنکہ انچہ از قلم مبارک حضرت ولی امر اللہ ارواحنا فداہ در حق آن متصاعدۃ الی اللہ نازل گشتہ میزان قرار دادہ بر روح پر فتوح او درود و ثنا گوید و بجو شد کہ تا حتی آن روح پاک نمودہ در تبلیغ امر اللہ و خدمت عالم انسانی و حصول رضای الٰہی موفق گردد و یاد آوری و تذکار آن برای قارئین محترم این نتیجہ را خواہد داشت کہ بدانند او از چہ طریق این موفقیت ہا را بدست آورد کہ از تلگراف مبارک فوق استنباط میشود و ہمچنین در توقیع مبارک مورخہ ۲۲ ژانویہ ۱۹۴۰ خطاب بیکی از دوستان ہندوستان میفرمایند ((از این حادثۂ مؤلمہ فقدان کنیز عزیز الٰہی و مفخر مبلغین و مبلغات در جامعہ بہائی قلوب عموم یاران در شرق و غرب مجروح و متألم - خدمات متتابعۂ باہرہ اش در کشور ہندوستان از وقائع و حوادث مہمۂ قرن اول بہائی محسوب و اثراتش بمرور ایام در اطراف و اکناف آن اقلیم معلوم و مکشوف وقت آنست عزیزان آن سامان تا حتی آن نجم دری افق انقطاع نمودہ بکمال ہمت و خلوص و انجذاب بترویج و استحکام و اعلان امر مقرب ربّ الارباب قیام نمایند فبمثل ھذا فلیعمل العاملون)) الی آخر و ہمچنین در بسیاری از توقیعات مبارک کہ در ۱۹۴۰ء بافتخار احبای شرق و غرب نازل شدہ ذکر خدمات و برگواری آن نامورۂ اکوار و قرون موجود کہ جمع آوری و درج آنہا در یک مقالہ غیر ممکن است ولی انچہ یاد آوری و تذکار و تکرار آن لازم و مناسب احوال ماست آنکہ بدانیم آن محترمہ این موفقیتہای فوق العادہ از چہ راہی بدست آورد زیرا بحسب ظاہر از دیگران عالم و مخمور تر نبود - چندان زور مند و دولتمند حتی صحت مند تر از دیگران ہم نبود پس معلوم میشود منشأ و بانی و مدیر و مجیر این موفقیتہا ہمانا خلوص نیت و محبت اللہ و استقامت بر امر اللہ و انقطاع از ماسوی اللہ و خضوع و خشوع و ادب و خدمت و عمدردی با بندگان خدا بود کہ او را عزیز دو جہان بمقصود خود کامران فرمود پس بفرمودہ مبارک فلیعمل العاملون

THE FIRST SUMMER SCHOOL OF THE BAHA'IS OF INDIA & BURMA HELD AT SIMLA, IN PRESENCE OF LATE MISS MARTHA L. ROOT. IN THE YEAR 1938.

اولین مدرسه تابستانی بهائیان هند و برما باحضور مس مارتا روت در سیمله سنه ۱۹۳۸

مناجات برائے امن و صلح

هُوَاللّٰہ ای پاک یزدان بفریاد بیچارگان برس ای خداوند مہربان بر این اطفال یتیم رحم فرما۔ ای خالق جہانیان! این آتش افروختہ را خاموش کن ای خداوند بی نیاز این سیل شدید را قطع کن ای دادرس بفریاد یتیمان برس ای دادرس حقیقی مادران جگر خون را تسلی دہ ای رحمان رحیم چشم گریان و دل سوزان پدران رحم فرما۔ این طوفان را ساکن کن و این جنگ جہانگیر را بصلح و آشتی مبدل فرما۔ توئی مقتدر و توانا و توئی بینا و شنوا ع ع

آوازِ روح یا صوتِ مناجات میس مارتا روت

عجب نیست کہ در این ایام کہ این صفحۂ گرامافون از آسترالیا پس از سہ ماہ وارد ہندوستان و ہر یکی پانزدہ روپیہ تمام شدہ است وقتی یک بانگ اللہ ابہیٰ از لحن آشنای روحانی خود میشنوید میگوئید باز ہم ارزان خریدہ اید۔ لہٰذا خواہست نمودہ تری سفارشات خود را بمنشی لجنۂ نشر یات امری توسط بہائی ہال کراچی مرقوم دارید زیرا فقط دوازدہ نسخہ این ریکارڈ صفحۂ گرامافون کہ در جعبہ ہای رادیو ہم میشود بکار برد از آسترالیا وارد گشتہ قیمت ۱۵ روپیہ و خرچ پست اضافہ است اما باز ہم ارزانست۔

توضیح:۔ صفحہ مذکورہ دو طرفہ و دارای مناجات دو لوح احمد و شرح آن و تکبیرات اللہ ابہیٰ از الحان قدس سرودیکتین و منغات میس مارتا روت میباشد کہ چند ماہ قبل از صعود شان در آسترالیا خوانندہ اند۔

۲

کتابہائیکہ میتوانند شما را از شور و شور جہان و صحبت ہای جنگ و جدال در کنار کشیدہ با سرور روحانی مشغول گردانند ہمانا کتاب "بدایع الآثار" جلد اول و ثانی کہ دارای حکایات شیرین و نصائح حضرت عبدالبہاء و عکسہای رنگارنگ و لفت و متمنی از اروپا و امریکا میباشد۔ قیمت پیش از جنگ شش روپیہ بود۔ حال ہم جلدی سہ روپیہ دو جلد ہان شش روپیہ است۔

۳

از آقایانیکہ تعریف و توصیف "بشارت عظمیٰ" نوشتہ منشی لجنۂ نشریات ملی را قدردانی کردہ اند و تبریک گفتہ اند اظہار امتنان نمودہ شاکریم کہ این عطیۂ خداوندی با تائیدات الٰہی طوری بطبع رسید کہ حتیٰ مدیر چاپخانہ اظہار تحیر از فراہم آمدن اسباب آن مینماید و میگوید دست غیبی مدد نمودہ است لہٰذا خواہست طالبین خصوصاً محافل روحانی سفارشات خود را نمودہ تری لجنہ فرستند کہ وسائل طبع ہمچو کتابچہ بزودی میسر نمیشود ہر یہ فقط ۱۲ر

زیر نظر محفوظ الحق علی پرنٹر۔ پبلشر و ایڈیٹر نے جدید برقی پریس تلیاران دہلی میں چھپوا کر دفتر پیامبر قرولباغ نئی دہلی سے شائع کیا

ماہنامہ پیامبر نئی دہلی

جلد دوم | اکتوبر سنہ ۱۹۴۱ء | نمبر دہم

الٰہا معبودا ملکا

لے خدا اے معبود اے بادشاہ

حمد وثنا سزاوار تو است چہ کہ از مشتے تراب خلق را۔ خلق فرمودی وگوہر بینش

حمد وثنا تیرے ہی لائق ہے کہ مشتِ خاک سے تونے خلق کو پیدا فرمایا اور بینائی ودانائی کا جوہر

ودانش عطا نمودی۔ اے کریم از تو می طلبیم آنچہ را کہ سبب حیاتِ ابدی وزندگی سرمدیست

عطا کیا۔ لے کریم ہم تجھ سے وہ چیز چاہتے ہیں جو حیاتِ ابدی اور دائمی زندگی کا سبب ہے

مارا محروم منما وجود از جودت موجود اورا از طرازِ عنایت منع مفرما وکل را بتجلیات انوار تیز توحید

ہمیں محروم نہ فرما۔ عالمِ وجود تیری بخشش سے موجود ہے اسے اپنی عنایت سے دور نہ رکھ۔ سب کو آفتابِ توحید کی روشنیوں

منوّر گرداں لك الامر فی المبدأ والمآب ولك الحکم یا مالك الایجاد

سے منور کردے۔ آغاز وانجام میں تیرا ہی امر ہے۔ اے عالمِ ایجاد کے اور تمام بندوں کے مالک! تیرا ہی

ومالك العباد

حکم نافذ ہے

محبوب جلوہ گر ہے

جس نے تمام پیغمبروں کو برپا کیا اُسی نے حضرت باب وحضرت بہاء اللہ کو مبعوث فرمایا جو ہمیشہ سے امر ونہی کا مالک و مختار ہے وہی آج اور ابد تک فرماں روا ہے۔ اس کی حکومت میں کوئی اُس کا شریک نہ تھا۔ نہ ہے نہ ہوگا۔

اُس کا کلام بادِ بہار ہے جس سے اشجارِ وجود تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔ فرزندانِ ہستی پدر مہربان کی آواز سنتے اور محبت کی مہک پاتے ہیں۔ پیاسے آبِ حیات کی سرسراہٹ محسوس کرتے ہیں۔ مقربین۔ رحمتِ رحمٰن کی خوشگوار ہواؤں کے جھونکے چلتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ مخلصین جلوۂ جمال کے انوار مشاہدہ کرتے ہیں۔ عاشقوں کو قرب و وصال کی نشانیاں ملتی ہیں۔

نورانی دنیا کے رہنے والے اس کی وحدت کا اقرار و اعلان کرتے ہیں۔ وہ اپنے محبوب کے آثار انوار مشرق و مغرب میں پھیلاتے ہیں۔ وہ تمام جہان کو خبر دیتے ہیں کہ سب کا محبوب جلوہ گر ہو گیا ہے۔ وہ دن آگیا ہے جس کا انبیاء کرام دلوں اور زبانوں سے ذکر کیا کرتے تھے اور جو تمام مرسلین کے نوشتوں میں درج تھا۔ اب وہ ظہورِ اعظم نمودار ہو گیا ہے جس کی بشارت شروع سے آج تک ہوتی آئی ہے۔ سربستہ راز آشکار ہو گیا۔ سربمہر شراب طہور کھولدی گئی۔ اب بھی اہلِ حجاب اپنے محبوب سے بے رُخی کر رہے ہیں بیانِ حقیقت کا جام پینے والے یقین کہتے ہیں کہ یہ وہی دن ہے جس کا ذکر فرقان میں رحمٰن نے یوں فرمایا ہے "جس دن لوگ ربّ العٰلمین کیلئے اُٹھ کھڑے ہوں گے"

اس ظہور سے عالمِ امکاں کے بلند ترین مقام پر عرفان کا جھنڈا نصب کر دیا گیا ہے بیان کا سمندر موجزن ہے۔ رحمٰن کی خوشبو ہر طرف پھیل گئی ہے۔ خدا کی کتاب جو اب محجوب خرام ہے۔ اس کے پیچھے چلے بغیر کوئی کتاب کسی کو فائدہ مند نہ ہوگی اُفقِ ابھی منور ہو گیا ہے۔ بقعۂ نور پر چہرۂ عظمت بلند ہے۔ خدائی خوشتے پورے ہو گئے ہیں۔ بیان کی بلبلِ ہزار داستان اونچی شاخ پر نغمہ سرا ہے۔ اہلِ عرفان مطلعِ عرفان کی طرف متوجہ ہیں۔ تمام اوہام کے گرد و غبار کو دُور کر چکے ہیں مظہرِ الٰہی کو دیکھ رہے ہیں اور ندا بلند کر رہے ہیں اسی دن کا عہد و میثاق خداوند عالم نے ہر نبی و ہر رسول سے لیا تھا۔ انھوں نے حجابِ اکبر کو نظر کے سامنے سے ہٹا دیا ہے۔ اور کلماتِ الٰہی کے آبِ کوثر سے اپنے دلوں کو غسل دیا ہے۔ اپنے سینوں کے آئینوں کو صاف و شفاف کر لیا ہے۔ اور اُن پر نورانی حروف سے لکھدیا ہے کہ "ملک خدائے مالک یوم الدین کا ہی ہے" انھوں نے قوم کی غلط باتوں کو چھوڑ دیا ہے اور اس حقیقت کو دلوں پر نقش کر لیا ہے جو علمِ الٰہی کے افق سے نمودار ہوئی ہے وہ عیاناً مشاہدہ کر رہے ہیں کہ آیاتِ الٰہی آفاق عالم پر چھا گئی ہیں۔ اور بینات ایسے شان سے ظاہر ہوئی ہیں کہ انکار ناممکن ہے۔ پھر بھی کسی امرِ عظیم کے بارے میں نظر کی خطا اور لغزش پا کوئی اچنبھا نہیں ہے۔ خاص کر ان لوگوں سے جو قوم کے جبر و استبداد سے سہمے ہوئے ہیں۔ اور غیر اللہ سے ڈرتے ہیں۔

طُور پر بولنے والا۔ بول رہا ہے۔ لیکن غفلت کے ماتے بے خبر

ہیں۔ تمام پیغمبروں نے اسی کی بشارت دی تھی لیکن اُمتیں اپنے محبوب موعود کو شناخت کرنے سے محروم ہیں۔ ہاں۔ جن کی آنکھیں کھُل گئیں ہیں وہ جمالِ دوست کے جلوے دیکھ رہے ہیں۔ اور اس نعمت پر خوشیاں منا رہے ہیں اور وہ اُس فرع اکبر سے محفوظ ہیں جس نے تمام نوعِ بشر کو گھیر لیا ہے۔ وہ رحمتِ پروردگار کے نفحات دنیا میں پھیلا رہے ہیں اور محبت و برہان الٰہی سے قلوب کو روشن اور قوی بنا رہے ہیں۔ اہل عالم کو خوشخبری دے رہے ہیں کہ فضل کا دروازہ کھُل گیا ہے۔ آؤ آؤ اس میں داخل ہو جاؤ۔ پرانی قوموں کی طرح شک و شبہ میں مبتلا نہ رہو۔ یہی وہ ظہورِ حق ہے جس کی بشارت حضرت محمد رسول اللہ نے دی تھی اور اُن سے پہلے حضرت روح اللہ نے۔ ان سے پہلے حضرت کلیم اللہ نے بلکہ تمام نبیوں نے مژدہ سنایا تھا جو شخص اس ظہور کو حق نہیں مانتا وہ کسی ظہور کو سچا ثابت نہیں کر سکتا اگر اس ظہور پر ایمان لانے سے کوئی مجرم ہو سکتا ہے تو پھر حضرت محمد۔ عیسیٰ۔ موسیٰ علیہم السلام پر ایمان لانے سے کیوں ملزم نہیں۔ اگر پہلے ظہورات کا انکار کر کے انسان قابلِ مواخذہ ٹھہرتا ہے تو اس ظہور کا انکار کر کے بھی یقیناً قابلِ مواخذہ ٹھہرے گا۔ وہ بھی حق تھے۔ یہ بھی حق ہے۔ تمام پیغمبر اور حضرت باب و حضرت بہاء اللہ ایک دوسرے کے مصدق اور شاہد و مشہود ہیں بلکہ حقیقتِ واحدہ کے مظاہر ہیں۔ جو اس ظہور کو قبول کرنے میں تامل کر رہا ہے وہ کسی ظہور کو بھی اپنی ذاتی بصیرت سے نہیں پہچانتا۔ اگر کسی ظہور سابق کو سچا کہتا ہے۔ تو وہ صرف رسمی و تقلیدی ہے۔

اے دوستانِ حق! مبارک باد۔ تم نے اپنے محبوب کو پہچان لیا اور اُس کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ اس کی رضا پر گامزن ہو۔ دونوں جہان کی نعمت حاصل ہو گئی۔ محبوب تمھاری طرف متوجہ ہوا اور تمھارے چہروں پر وفا کا نور دیکھ کر خوش ہوا پوری قوت استقامت سے مرکز حقیقت پر قایم رہو۔ اور تمام نوعِ بشر کو اس لازوال نعمت کی طرف دعوت دیتے رہو۔

طوبیٰ لکم و حسنٰ مآب۔

(علمی)

بہائی سمر اسکول

امریکہ میں بہائی سمر سکول نہایت خوبی کے ساتھ چل رہے ہیں اور نہایت مفید ثابت ہوئے ہیں۔ ہندوستان میں پندرہ سال سے سمر سکول کے انعقاد کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے۔

اس سال بہائی سمر سکول ۱۵ اکتوبر سے ۲۲ اکتوبر تک سورت میں منعقد ہوگا۔ مختلف اطراف کے احباب شوق کے ساتھ آئینگے۔ درس الواحِ مبارکہ۔ اہم مضامین پر مذاکرات اور مختلف مذاہب و تحریکات پر لکچرز ہونگے ؛

کمال استقامت

گفتار و کردار

حضرت بہاء اللہ جل اسمہ الاعلیٰ ایک ایک لوح میں فرماتے ہیں۔

لے مردمان گفتار را کردار باید چہ کہ گواہ راستی گفتار کردار است۔

لے لوگو! گفتار کیلئے کردار کی ضرورت ہے۔ کیونکہ قول کی سچائی کا گواہ عمل ہے۔

کتاب اقتدار صفحہ ۵۴ پر فرماتے ہیں:۔

اُصَدِّقُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ مِنْ کُتُبِ اللّٰہِ وَصُحُفِہٖ۔

ترجمہ:۔ میں تمام کتب اور صحائف الٰہی کی تصدیق کرتا ہوں۔ جو تمہارے پاس ہیں۔

یہ ہیں عصر حاضر کے مربّی امم کے اقوال جنھیں آپ نے اپنی چالیس بلکہ پچاس سالہ پُر آلام زندگی میں اپنے اعمال کی شہادت سے سچا کر دکھایا۔ ایک انسان پُر امن زندگی میں اپنے اقوال و اعمال کی ترازو میں پورا اترے۔ پچاس سال سوسائٹی کے خلاف ایسے عقاید کا پابند رہا ہو۔ جن عقاید کا اظہار اسے واجب القتل قرار دیتا ہو۔ ملک کے بچے۔ بوڑھے۔ عالم۔ جاہل حتیٰ کہ حکومت بھی درپردہ اُن عقائد کی مخالف ہو۔ اور وہ شخص اِن عقائد کی بدولت ہر عالم و جاہل کے لئے وہ باعثِ تحقیر تذلیل ہو بدترین قید اور شکنجہ و بید وغیرہ سزاؤں کے علاوہ گوناگون سختیوں میں مبتلا رہا ہو۔ عوام و خواص کی کوہ شکن طاقت کے سامنے اس کا قائم اور نمودار رہنا۔ یقیناً دُنیا بھر کی طاقتوں کو ہلا دینے اور عاجز کر دینے کے مرادف ہے۔ آپ صحیفۂ طرازات میں فرماتے ہیں:۔

"اس مظلوم نے کسی وقت بھی اپنے آپ کو نہیں چھپایا۔ اور ہمیشہ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے موجود رہا" ہم نہ کبھی بھاگے اور نہ روپوش ہوئے۔ بلکہ ہم سے جاہل بندے بھاگتے ہیں" ترجمہ طرازات صفحہ ۱۲۰)

مخالفت کی بھڑکتی ہوئی آگ میں مخالفین کے سامنے رہنا اور اپنے اقوال و اعمال کی ترازو میں پورے اترنا۔ بجز اس کے ممکن نہیں۔ کہ ایسے شخص کے قلب میں ایک زبردست قوت و ودیعت رکھی گئی ہو۔ اور پس پردہ کوئی غیبی طاقت اس کے قیام و سلام کا موجب ہو۔

اڈریانوپل کا ایک واقعہ

۱۲۸۴ھ مطابق ۱۸۶۸ء میں جس ظلم و تعدی اور قساوتِ قلبی سے آپ کو عکا کے کالے پانی کی طرف لیجایا جا رہا تھا۔ یہ واقعہ دیکھ کر فرانس کے نائب قونسل کا دل پارہ پارہ ہوگیا۔ اس نے دولتِ عثمانیہ کے مامورین سے حضرت بہاء اللہ سے آدھ گھنٹہ ملاقات کی اجازت چاہی۔ جو اس خیال سے دیدی گئی کہ نائب قونسل دولت عثمانیہ کے نزدیک معتمد الدولہ تھے۔ قونسل مذکور نے حضرت بہاء اللہ عزاسمہ الاعلیٰ کو خلوت میں لیجاکر کہا۔ کہ آپ اسلام سے اپنی بیزاری اظہار کیجئے۔ اور خود کو دولتِ فرانس کے تابع ظاہر کیجئے۔ تاکہ ہم آپ کی امداد کر سکیں۔ اور عزت و احترام کے ساتھ آپ کو یورپ میں پہنچا دیں۔ حضرت بہاء اللہ جل اسمہ الاعلیٰ نے جواباً فرمایا۔ کہ:۔

مایمیل و رضاءِ خود و طبیب خاطر خویش۔ عمل ہر مبائے را حاضر وظہور ہر قضائے را منتظر یم والا کسے را قدرت نبود وہ کہ بر مانقدی نمائد و تقی و جس نا را تقدی کند و یقین بدانید کہ ہرگز برائے راحتِ جسم از عقائد روحانیہ نمیگذریم و حق را باطل و باطل را حق نمی شمریم ما دین اسلام را حق میدانیم و خود موعود ایم : از جانب خدا برائے اصلاح آن خصوصاً و سائر ادیان عموماً مامور شدہ ایم پس چگونہ ممکن است کہ از آن بیزاری جوئیم با میدیکہ جانِ بسلامت بریم و حال آنکہ سلامت نیز در استقامت است اکنوں بشما اطمینان میدہم کہ استقامت ما در اتباع حق مورث سلامت خواہد شد۔ و ایں بلایا مقصد ما را تقویت خواہد کرد۔ بلاست کہ بر قیام انبیا ترتیب اثر دادہ و شجرۂ امر اللہ ایثمر رسانده۔

"ہم اپنی رضا و رغبت اور اپنی دلی تمنا کی وجہ سے ہر مصیبت کے جھیلنے کیلئے تیار ہوئے ہیں۔ اور ہر ایک مصیبت کے ظہور کے منتظر ہیں۔ اور اگر ہماری اپنی یہ خواہش نہ ہوتی۔ تو بھلا کس کو طاقت تھی۔ کہ ہم پر سختی کر سکتا۔ اور ہمیں جلاوطنی اور قید و بند کی تکالیف دے سکتا آپ پر واضح ہو جانا چاہئے۔ کہ ہم اپنی جسمانی راحت کی خاطر اپنے دینی عقائد کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اور حق کو باطل اور باطل کو حق نہیں سمجھ سکتے۔ ہم دین اسلام کو برحق جانتے ہیں۔ اور خود اس دین کے موعود ہیں اور دین اسلام کی اصلاح کیلئے خصوصاً اور دوسرے جملہ ادیان کی اصلاح کیلئے عموماً ہم منجانب اللہ مامور ہیں۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ ہم اس سے بیزاری کا اظہار کریں۔ کیا اس لئے کہ ہماری جان محفوظ رہے؟ حالانکہ ہماری جان کی سلامتی استقامت ہی میں ہے۔ (سنئے!!) میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ حق کی پیروی میں استقامت اختیار کرنا یقیناً ہماری سلامتی کا موجب ہوگا۔ اور جملہ مصائب ہمارے مدعا و مقصد کو یقیناً تقویت دینگی مصائب ہی صرف وہ چیز ہیں جو امر انبیا علیہم السلام کے قیام میں مدد و معاون ثابت ہوئیں۔ اور انہی مصائب نے دین اللہ کے درخت کو پھل دینے والا بنایا۔"

جب فرانسیسی نائب قونسل نے یہ کلمات سنے۔ آپ کی استقامت کے ارادہ سے متحیر ہو گیا۔ اور اپنے پٹیکار سے کہا۔ کہ مجھے تعجب ہے۔ کہ میں نے اس شخص میں صدق اور سچائی، متانت اور معاملات کی صفائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ یہ کیا طاقت ہے اور کیسی استقامت ہے۔ کہ کوئی حادثہ اسے پریشان نہیں کرتا۔ اور کسی واقعہ سے ہراساں نہیں ہے۔ بلا شک و شبہ یہ مقدس انسان ایک نہایت بلند مقام اور عالی رتبہ پر فائز ہو گا۔ کیونکہ اس کا مقصد بہت بڑا۔ اور اس کی راہ سیدھی راہ ہے۔

ایم اے صدانی

بشارتِ عظمیٰ

"بشارتِ عظمیٰ" ایک مجموعۂ مناجات جس میں حسب ذیل مناجات و الواح درج ہیں۔ نماز کبیر۔ دعائے وضو۔ نمازِ وسطیٰ۔ نماز صغیر۔ لوحِ احمد۔ دعائے شفا۔ خطبۂ ازدواج۔ سوتے وقت کی دعا۔ دعائے صباح۔ گھر سے باہر جانے وقت کی دعا۔ دعائے صبح و شام۔ مناجاتِ خواتین۔ اپنی مغفرت کے لئے دعا۔ مرحومین کے لئے دعائے مغفرت۔ نماز جنازہ۔ اپنی حفاظت کے لئے دعا۔ مناجات طلب تائید الٰہی۔

پاکٹ سائز کے، ۸۰ صفحات ہیں۔ کتاب دو رنگ میں خوبصورت چھپی ہوئی اور مجلّد ہے۔ اصل عربی کے نیچے اُردو ترجمہ بھی دیا گیا جس سے ہر شخص بآسانی مناجات کا مفہوم سمجھ کر روحانی کیف حاصل کر سکتا ہے۔ قیمت بارہ آنہ۔

ملنے کا پتہ:۔ سکرٹری پبلشنگ کمیٹی۔ دیب چند اوجھا روڈ۔ کراچی

حضرت باب

(محترمہ شیریں فوجدار کے قلم سے)

تباہ کن جنگ کے شعلوں میں لپٹی ہوئی دنیا حیران و پریشان ہے۔ اِن مصیبتوں کا علاج ڈھونڈ رہی ہے تلاش درماں میں اِدھر اُدھر دیکھ رہی ہے اور ڈر رہی ہے کہ کہیں تمدّن و تہذیب بالکل ہی ملیامیٹ نہ ہو جائے۔

چار ہزار برس پہلے سدوم و عمورہ کے باشندے جن پر خدائے غضب سے آگ اور گندھک کی بارش ہوئی تھی جو اب تک نشانِ عبرت بن کر بحیرہ مردار کی شکل میں موجود ہے آج کل کے انسانوں سے بدتر و پست تر نہ ہوں گے۔

ہم ہر روز اخلاق کے بگڑنے۔ شہوات نفسانی کے بڑھنے۔ لالچ کے زیادہ ہونے۔ اور انسانی وحشت کی شکائتیں سنتے ہیں جنھیں سُنکر جنگل کے درندے بھی شرمندہ ہوتے ہیں۔ کثرت کے درمیان عُسرت کی فراوانی پاتے ہیں۔ وحشیانہ قومیت کی عصبیت اپنی اقلیم کی حدود کو وسعت دینے کے لئے کمزور قوموں پر جبر کرنے میں خوش ہو رہی ہے۔

اِس کھلبلی اور اِس تمام دھاندلی کا سبب خدائی علم و محبت کی کمی ہے۔ اخلاق جن کی پشت پر دین کا سہارا نہیں وہ طوفانِ زندگی کے تھپیڑوں کی مقاومت نہیں کر سکتے۔ ایسے اخلاقی سلسلے اُس گھر کی مانند ہیں جس کی بنیاد ریت پر رکھی گئی ہو۔

بھٹکے ہوئے انسان کو دوبارہ صراط مستقیم پر لانے کا کام پچھلی صدی میں ایک ایرانی نوجوان کے سپرد ہوا تھا اس نوجوان کا نام باب تھا۔ آپ بچپن ہی سے تقویٰ اور نیکی کیلئے مشہور تھے آپ شکل و صورت کے حسین تھے اور آپ کے چہرہ پر رعب داب ٹپکتا تھا۔ دوست و دشمن اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ بہت پکّے دیندار تھے۔ لوگ آپ کو انسانی نیکیوں کا کامل اوتار کہا کرتے تھے۔

آپ کی عمر ۲۵ سال کچھ مہینے کی تھی جب آپ نے بڑے بڑے علماء کے سامنے ظاہر کیا کہ خدا نے مجھے بھیجا ہے کہ میں لوگوں کو اُس ساعتِ عظمیٰ سے خبردار کروں جو خدا کے ظہورِ اعظم کا وقت ہے خدا کا یہ ظہورِ اعظم دنیا کو متحد کرنے کے لئے مامور ہو کر آئیگا۔ حضرت باب لوگوں کو حضرت بہاءاللہ کی آمد کے لئے تیار کر رہے تھے جو دین بہائی کے بانی ہوئے۔

علماء جانتے تھے کہ اس نوجوان نے سوائے اُس ابتدائی تعلیم کے جو اُس وقت کے بچّوں کو دی جاتی تھی اور کوئی تعلیم حاصل نہیں کی اس لئے جب اُنھوں نے آپ کو ایسی دانائی اور حکمت کی باتیں کرتے دیکھا تو اُن پر پہلا اثر جو ہوا وہ حیرت و استعجاب تھا۔ جب اُنھوں نے سنبھالا لیا تو بہت سے اُن میں سے حضرت باب پر ایمان لائے مگر اکثر کی رگِ عصبیت بھڑک اُٹھی۔ علماءِ شیعہ کا غیض و غضب جوش میں آگیا۔ اِن لوگوں نے متحد ہو کر حضرت باب کو کچل ڈالنے پر کمر باندھی اور آپ کے خلاف فتاویٰ جاری کر دئے۔ صوبجات ایران کے کچھ گورنروں نے اِن

فتاویٰ سے فائدہ اٹھایا اور مال جمع کرنے کے لئے مردوں۔ عورتوں۔ بچوں۔ بوڑھوں کے قتل عام کے حکمنامے جاری کر دئے گئے۔ حکم تھا کہ جس کسی پر بابی ہونے کا شبہ بھی ہو وہ قتل کر دیا جائے۔ صوبوں کے گورنر۔ دربار کے وزیر اور علماء ملکر باقاعدہ سپاہ کی مدد سے اِس نئے دین کو جڑ سے اکھیڑ دینے پر تل گئے کیونکہ انھوں نے اِس دین میں پرانے نظم و نسق کی تباہی اور ایک نئے انتظام و تنظیم و تربیت کی داغ بیل پڑتے دیکھی۔

حضرت باب کے اعلان ماموریت کے وقت ایران کی حکومت لارڈ کرزن مرحوم کے لفظوں میں "ملاؤں کی حکومت" تھی، انہی ملاؤں کا راج تھا اور انہی کا قول قانون تھا۔ اس کے علاوہ نہ تو وہاں کوئی قانون تھا اور نہ آئین۔ شاہِ ایران خود مختار تھا۔ اُس کے مُنہ سے نکلا ہوا لفظ قانون تھا۔ انسانی جان لینے کا حق اُسی کو تھا اور اسی طرح حکومت کے تمام شعبے یعنی مقننہ۔ اجرائیہ اور قضائیہ سب کا وہ واحد مالک تھا۔

اِن حالات کو دیکھکر حضرت باب نے پہلے ہی سے اندازہ کر لیا ہوگا کہ آپ کا اور آپ کی تعلیمات کا کیسا استقبال ہوگا کیونکہ آپ اپنی ابتدائی تحریرات میں ہی اپنی شہادت کا ذکر فرماتے ہیں لیکن اِن سب حالات کو دیکھکر آپ کے ارادہ میں کوئی لغزش نہیں ہوئی اور آپ نے صاف صاف اپنی تعالیم کو ظاہر کیا۔

اعلان کے تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ قید کر لئے گئے مگر لوہے کی سلاخیں آپ کے پیغام کو قید خانے کی چار دیواری میں مقید نہ کر سکیں۔ یہ بجلی کی سرعت کے ساتھ ایران کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل گیا۔ ایک ایسی قوم جس کی زندگی تصنع اور بناوٹ۔ جھوٹ اور تلبیس کا مرقع تھی اُس کے لئے حضرت باب کی تعالیم جو دیانتداری۔ حیا۔ سخاوت۔ محبت اور ہمدردی کی تلقین کرتی تھیں بہت گراں تھیں۔ پس انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ایسے خیالات کے مالک کے لئے موت ہی بہتر ہے۔ آپ ۳۱ برس، ۹ مہینے، ۲۷ دن کے تھے کہ آپ کی شہادت کا فتویٰ دیا گیا۔

۹ جولائی ۱۸۵۰ء کے دن ظالم آپ کو تبریز کی چھاؤنی کے چوک میں لائے جہاں قریباً دس ہزار مرد۔ عورتیں اور بچے اُخوت و امن کے اِس پیغامبر کی شہادت کو دیکھنے کے لئے جمع تھے۔ بارکوں کے ستون سے میخیں گاڑ کر آپ کو اور آپ کے ایک شاگرد کو رسیوں سے باندھ کر لٹکا دیا گیا۔ ایک ارمنی رجمنٹ کو جس میں ۷۵۰ سپاہی تھے اور جو صفیں باندھے کھڑے تھے اِن دونوں کو گولی سے اڑا دینے کا حکم دیا گیا۔ گولیاں چلیں اور سات سو پچاس بندوقوں کے چلنے سے دھوئیں کا ایک بادل چھا گیا مگر جب دھواں دور ہوا تو یہ دیکھکر لوگوں کی حیرت کی حد نہ رہی کہ ۷۵۰ بندوقوں سے نکلی ہوئی گولیوں میں سے ایک بھی اِن دونوں مقدس ہستیوں کے نہیں لگی وہ رسیاں ضرور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں جن سے یہ دونوں خدا کے برگزیدہ بندھے ہوئے تھے۔

حضرت باب کا شاگرد وہیں سولی کے پاس ہی کھڑا تھا اور حضرت باب اُسی کمرے میں جہاں آپ مقید تھے نہایت اطمینان کے ساتھ اپنے کاتبِ وحی کو آیات الٰہی لکھوا رہے تھے۔ لوگوں میں حیرت اور خوف سے ایک شور برپا ہو گیا اور گورنر نے یہ سوچ کر کہ کہیں سب کے سب حضرت باب پر ایمان نہ لے آئیں فوراً آپ کو پھر پکڑوا منگوایا اور ویسے ہی بندھوا کر ارمنی فوج کو گولی چلانے کا حکم دیا مگر فوج نے اپنے کرنل سام خاں کے ذریعہ سے انکار کر دیا۔ گورنر نے فوراً باڈی گارڈ کے سپاہیوں کو حکم دیا۔ اُن سپاہیوں نے جو تمام مسلمان تھے اپنا کام کیا اور

حضرت باب اور آپ کے شاگرد کے سینے گولیوں سے چھلنی ہو گئے مگر چہرۂ مبارک پر کوئی گولی کا نشان بھی نہ لگا۔

کالو یری اور کربلا کے فقطارے پھر تبریز میں دُہرائے گئے اور حضرت باب نے اپنے ظالموں کے لئے خدا کی رحمت کی دعائیں مانگتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

آپ کے جسد مبارک کو آپ کے فدائی خفیہ طور پر اُٹھا کر لے گئے اور طہران میں حضرت بہاء اللہ کی خدمت میں پہنچا دیا اور ۱۹۰۹ء میں کوہ کرمل کے دامن میں حضرت عبدالبہاء نے آپ کو دفن کیا۔ اگرچہ حضرت باب اعلان کے بعد بہت کم عرصہ تک زندہ رہے اور اپنی ماموریت کا سارا زمانہ آپ نے قید و بند میں گذارا مگر آپ جس کام پر مامور کئے گئے تھے اُس کو پورا کیا۔ آپ نے ایران میں جمود مذہبی کو توڑ کر لوگوں کو حضرت بہاء اللہ کے ظہور کو سمجھنے اور قبول کرنے کی استعداد پیدا کی۔ لارڈ کرزن اپنی کتاب میں جو انھوں نے ایران کے متعلق لکھی ہے فرماتے ہیں:۔

"اگر حضرت باب کا دین اسی رفتار سے بڑھتا گیا تو وہ دن دور نہیں جب یہ مسلمانیت کو ایران سے نکال دے گا ..... کیونکہ اس کے ماننے والے ملک کے بہترین اشخاص ہیں اس لئے گمان غالب ہے کہ آخر کار میدان اِس کے ہاتھ رہے گا۔"

سر فرانسیس ینگ ہسبنڈ تحریر فرماتے ہیں:۔

حضرت باب کے خیالات تمام ایران میں سرایت کر گئے تھے اور آپ کی شہادت کے بعد یہ امر ترکی۔ مصر۔ ہندوستان حتیٰ کہ یورپ اور امریکا میں بھی خوب پھیل گیا۔ آپ کے ماننے والوں کا شمار اب لاکھوں میں ہوتا ہے۔"

کیمبرج کے پروفیسر ای۔ جی۔ براؤن لکھتے ہیں:۔

"وہ روح جو ان لوگوں میں کام کر رہی ہے ایسی ہے کہ جو کوئی اس کے حوزۂ اثر میں آتا ہے وہ مغلوب ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

۱۸۵۳ء کے شروع میں جب اِس امر پر فدا ہونیوالوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ چکی تھی تو دشمنوں نے سوچا کہ انھوں نے اسے بیخ و بُن سے اکھاڑ دیا ہے کیونکہ انھوں نے چُن چُن کر اِس امر کے نام لیواؤں کو تلوار کے گھاٹ اُتارا تھا جو کچھ رہ گئے تھے وہ ڈر کر خاموش ہو گئے تھے۔

قتل و خون کے وہ خونیں مہیب نظارے جنہوں نے ایک مردہ قوم کو غفلت کی گہرائیوں سے نکال کر بیدار کیا تھا اب کہیں دکھائی نہ دیتے تھے سوائے اس کے کہ کوئی اِکا دکا لاش کسی درخت یا شہر کے دروازے سے آویزاں دکھائی دیتی تھی۔ جو دیکھنے ہیں اِس مظلوم امر کی مصائب کو زبانِ حال سے بیان کرتی تھی۔

اِس طرح ایران نے اپنے اُن برگزیدوں سے برتاؤ کیا جنھوں نے اُسے بیقدری اور گمنامی کی تاریکی سے نکال کر اُسے ایسے مقام پر لا کھڑا کیا جہاں سے اب وہ ایک ایسے جلال اور عظمت کے درجہ کو پہنچے گا جو اُس کی قدیمی عظمت سے کہیں زیادہ شاندار ہوگا۔

آپ پر ظلم و ستم کرنے والوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ اِس تاریخ کے ابھی بہت سے صفحے لکھنے باقی ہیں۔ اُن کا جوش ظلم و آتش ستم خدائی پیغام کے نور کو بجھا نہ سکے بلکہ اُسے اور چمکا دینے کا وسیلہ ہوئے اور آج متمدن دنیا میں کوئی ایک جگہ بھی ایسی نہیں جہاں حضرت باب کے عاشق موجود نہ ہوں۔

کیا انعدامِ کائنات کا نام قیامت ہے؟

آیت کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ پر غور

جولائی ۱۹۴۱ء کے پیامبر میں "اسرارِ قیامت" ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ جس کے متعلق ایک صاحب نے کچھ تنقیدات بھیجی تھیں جو ستمبر کے پیامبر میں درج کر کے ہم نے آئندہ اشاعت میں جوابات پیش کرنے کا وعدہ کیا۔ ذیل میں بطور مکالمہ جو مضمون دیا جا رہا ہے۔ اسمیں محقق تنقید کی عبارت پیش کرتا ہے اور پیامبر جواب دیتا ہے۔ ناظرین کرام اسے غور سے ملاحظہ فرمائیں اور انکشافاتِ حقائق سے مسرور ہوں۔ تمام اہل علم کو اس اہم علمی بحث میں شرکت کی صلائے عام ہے۔ (مدیر)

قیامت کے دن فنائے کلی کے ثبوت میں ایک آیت عام طور پر یہ پیش کی جاتی ہے کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام (رحمٰن)، اس آیت سے قیامت کے دن فنائے کلی ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ اوّل اس لئے کہ اس آیت میں بالکل نہیں فرمایا کہ یہ فنا جس کا یہاں ذکر ہے قیامت کے دن ہوگی۔ پھر کسی کا کیا حق ہے کہ محض اپنے خیال و عقیدے کی بنا پر اسے یومِ قیامت میں فنائے کلی قرار دے۔ (پیامبر جولائی ۱۹۴۱ء)

محقق۔ اگر اس آیت میں لفظِ قیامت موجود نہیں ہے تو اس پر اصرار بیجا معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ دوسرے مقامات پر قیامت کا لفظ بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔

پیامبر۔ یاد رہے کہ قیامت سے فنائے کائنات جو عام طور پر مراد لی جاتی ہے ہم نے اپنی مذکورہ بالا عبارت میں اسی مفہوم کو مدِنظر رکھ کر کل من علیھا فان پر غور کیا ہے۔ اس لئے ہم نے ان لوگوں کے بیان پر جرح کی ہے جو کہتے ہیں کہ قیامت کے دن کل کائنات فنا ہو جائے گی اور آیت کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ کو اس مدعا کیلئے نصِ صریح بتاتے ہیں۔ اس پر ہماری پہلی جرح یہی ہے کہ اس آیت میں قیامت کا لفظ نہیں۔ اور جب صریح لفظ نہیں ہے تو یہ آیت قیامت یعنی فنائے کائنات کے لئے نصِ صریح نہیں ہو سکتی۔ پس اُن کا دعویٰ باطل ہے۔ یہ جرح قیامت کو فنائے کلی قرار دینے والوں کے مفہوم کو رد کئے بغیر تدقیق و الزام کے اصول پر کی گئی ہے۔ جس سے عہدہ برآ ہونا انھیں دشوار ہے۔ آزادانہ تحقیق و تدبر کے وقت باریک دربار تنقید کرنا علم و عقل کا فرض ہے۔ ورنہ لفظِ قیامت کے متعلق ہماری تحقیق واضح ہے کہ ہم قیامت سے مراد فنائے کلی یا کائنات کا معدوم ہو جانا ہرگز نہیں سمجھتے۔ ہم اپنے مقالات میں بے شمار دلائل سے یہ مدعا ثابت کر چکے ہیں تو ہمارے نقطۂ نظر سے اگر اس آیت میں لفظِ قیامت بھی ہوتا تو بھی ہمارے نزدیک فنائے کائنات

مراد نہ ہوتی۔ جیسا کہ تمام قرآن مجید میں حاجا بجا لفظ قیامت آیا ہے اور ہم ایک جگہ بھی فنائے کائنات مراد نہیں لیتے ہیں پس آیت کل من علیہا فان میں ہماری یہ جرح کہ اس آیت میں لفظ قیامت نہیں ہے ان لوگوں کے خیال پر تدقیقی والزامی تنقید ہے۔ جو کہتے ہیں کہ یہ آیت قیامت یعنی فنائے عالم کے لئے نص صریح ہے۔ جب منصوص طور پر لفظ قیامت نہیں ہے تو نص صریح کیا ہوئی؟

رہی یہ بات کہ "دوسرے مقامات پر لفظ قیامت بھی ذکر کر دیا گیا ہے"۔ یہ بھی درست نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں کسی ایک جگہ بھی فنائے کائنات کے لئے لفظ قیامت مذکور نہیں۔

محقق۔ یوم قیامت کی مختلف کیفیتوں کا اظہار مختلف طریقوں سے مختلف الفاظ میں کر دیا گیا ہے۔ مطلب ایک ہی مخصوص دن سے ہے۔

پیامبر۔ اپنے مقالات میں ہم تفصیل سے ثابت کر چکے ہیں کہ قیامت سے مراد پیغمبر حق کا دور ظہور ہے اور ہر پیغمبر کی آمد پر قیامت برپا ہوتی ہے۔ قیامت کا ذکر مختلف طرح سے اس لئے بھی آیا ہے کہ مختلف قیامتوں کا ذکر ہے۔ چنانچہ ہم نے علمی قاعدہ کے مطابق آیت ان ربک یحکم بینھم یوم القیمۃ میں ثابت کر دیا ہے کہ یحکم میں لام حال کی بنا پر یوم القیمۃ سے ظہور محمدی کا زمانہ مراد ہے اور قرآن مجید میں آنے والی قیامت کبریٰ کا ذکر نہایت تفصیل سے صیغہ مستقبل میں ہے۔

محقق۔ "اس ایک دن گھبراہٹ ہوگی" "بیہوشی طاری ہوگی" "لوگ مرجائیں گے" تمام ایک ہی دن کے متعلق بیانات ہیں۔

پیامبر۔ "لوگ مرجائیں گے" کیسی مخصوص دن کے متعلق مذکور نہیں ہے۔ قیامت کے دن بھی مرجانا ظاہری جسمانی موت کے مذکور نہیں ہے۔ قیامت کے دن سب لوگ یکدم مرجائینگے یا کل عالم معدوم ہوجائے گا، کلام الٰہی سے ہرگز ثابت نہیں۔

محقق۔ اگر کسی جگہ قیامت کا لفظ نہیں ہے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ یہ قیامت کے متعلق نہیں ہے۔

پیامبر۔ جب تک کسی بات کی بنیاد الفاظ اور بیان الٰہی پر نہ ہو وہ بات مومن کے ایمان میں کیونکر داخل ہوسکتی ہے۔ جب قیامت کا لفظ نہیں تو کیوں صرف اپنے خیال سے قیامت مراد لی جائے۔ جب متکلم کے کلام میں کوئی لفظ ہمارے مدعا کے ثبوت میں نہ ہو ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ متکلم کی مراد یہ ہے۔ چہ جائیکہ اسے نص صریح قرار دیں؟

محقق۔ اس طرح تو کہا جاسکتا ہے کہ نفخ فی الصور سے قیامت مراد نہیں۔ کیونکہ اس میں قیامت کا لفظ تو آیا نہیں۔

پیامبر۔ آیت نفخ فی الصور جو سورۂ زمر میں ہے وہاں صاف لفظ قیامت آیا ہے۔ والارض جمیعا قبضتہ یوم القیمۃ والسموات مطویات بیمینہ سبحنہ وتعالیٰ عما یشرکون ۰ ونفخ فی الصور الخ

یہاں یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ آیت مذکورہ میں نفخ صور کا ذکر ہے قیامت کے متعلق نص صریح ہے۔ کیونکہ منصوص طور پر لفظ قیامت اس میں آیا ہے۔

لیکن یہ دیکھنا ضروری ہے کہ قیامت کا مفہوم کیا ہے؟ کیا انعدام کائنات کو قیامت کہہ سکتے ہیں؟ یہ مفہوم اس آیت زیر بحث سے بھی ثابت نہیں۔ کیونکہ صریح طور پر اس آیت میں ارشاد ہے ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء اللہ، صور پھونکا جائے گا سو بیہوش ہوجائینگے جو لوگ سموات وارض میں ہیں بجز ان کے جنھیں خدا محفوظ رکھے۔

آیت میں تین صریح الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ قیامت، انعدام کائنات کا نام نہیں ہے۔ پہلا لفظ صَعِق جس کے معنیٰ حواس کا معطل ہونا ہیں۔ جسمیں انسان کا باقی رہنا ضروری ہے۔

دوسرا لفظ مَنْ جو ذوی العقول کے لئے آتا ہے یعنی لوگوں کے حواس کام نہ دینگے۔ اشیاءِ کائنات کی فنا کا یہاں کوئی ذکر نہیں۔

تیسرا لفظ اِلَّا صریح استثناء موجود ہے کہ سب لوگ بے حواس بھی نہیں ہوں گے۔ جنھیں خدا محفوظ رکھے گا۔ وہ پورے طور پہ بقائمی ہوش وحواس موجود رہینگے۔ فنا کا تو ذکر ہی کیا ہے؟

اتنے صریح کلماتِ الٰہی ہوتے ہوئے پھر یہ سمجھنا کہ قیامت فنائے کُلّی کا نام ہے، سراسر غلطی اور صرف اپنے بے بنیاد خیالات کی تہلک پرستاری ہے۔ جو کلماتِ الٰہی پر غور و تدبر کرنے سے پیدا ہوئی۔

محقق - اذا القبور بعثرت - یوم یخرجون من الاجداث ونفخ فی الصور آیات کو آپ بھی یوم قیامت ہی کے متعلق مانتے ہیں اگرچہ یوم قیامت کی تفسیر کچھ اور ہی ہو۔ پھر یہ فرمانا کہ ان میں تو کہیں بھی یوم قیامت کا صریح طور پہ لفظ نہیں ہے تطویل بے جا ہے یا نہیں؟

پیامبر - راز تو یہی ہے کہ ہم قیامت کے معنیٰ فنائے کائنات نہیں مانتے اور دوسرے لوگ قیامت سے مراد فنائے کُلّی لیتے ہیں۔ ہم تحقیق والزام اور اتمام حجت کے لئے جرح کرتے ہیں کہ تمھارے مفہوم قیامت کو اگر ہم رد نہ کریں تو بھی یہ آیات صریح طور پر قیامت یعنی فنائے کائنات کے بارے میں نہیں ہیں۔ کیونکہ کوئی لفظ قیامت یہاں مذکور نہیں۔ یہ تو اُن کے معنیٰ کو نہ چھیڑتے ہوئے اُن پر دقیق جرح اور اتمام حجت ہے۔

اور ہم اپنی تفسیر قیامت کے مطابق نفخِ صور کو قیامت یعنی ظہورِ حق کے متعلق بھی اس لئے خیال کرتے ہیں کہ نفخ صور کے متعلق کلامِ الٰہی میں وارد ہے کہ یہ قیامت کے دن ہوگا۔ اگر کلماتِ الٰہیہ میں ایسا بیان نہ ہوتا تو ہمیں کیا حق تھا کہ ایسا اعتقاد بنا لیتے۔ پس یہ ہماری جرح تطویل نہیں۔ تدقیق و تکمیل ہے۔

اصل نقطۂ بحث یہی ہے کہ کلامِ الٰہی سے قیامت کی حقیقت کیا ثابت ہوتی ہے؟ اگر فنائے کائنات ثابت ہو تو ہمارے خیالات سب رد ہو جائینگے۔ اور اگر قیامت کی حقیقت فنائے کائنات ثابت نہ ہو سکے تو لوگوں کے خیالات غلط اور بے بنیاد قرار پائیں گے۔ یہ ایک نہایت اہم مسئلہ ہے۔ آجتک تو کوئی آیت ایسی پیش نہیں کی گئی جس سے یہ ثابت ہو کہ کلامِ الٰہی فنائے کائنات کو قیامت قرار دیتا ہے۔

"کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانٍ" پر دوسرا غور

اس آیت سے قیامت کے فنائے کُلّی ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ اوّل اس لئے کہ اس آیت میں بالکل نہیں فرمایا کہ "یہ فنا جس کا یہاں ذکر ہے قیامت کے دن ہوگی"۔

دوم اس لئے کہ مدعا تو یہ تھا کہ قیامت کے دن فنائے کُلّی یعنی تمام کائناتِ ہستی کی فنا ثابت کی جائے۔ اور اس آیت میں لفظ مَنْ ہے جو صرف ذوی العقول کے حق میں استعمال ہوتا ہے زیادہ سے زیادہ معلوم ہوا کہ لوگ فنا ہونگے۔ اور مدعا یہ تھا کہ کُل کائناتِ ہستی فنا ہوگی۔ یہ مدعا اس آیت سے تو ثابت نہ ہو سکا۔"

(پیامبر جولائی ۱۹۳۱ء)

محقق - اگرچہ ذوی العقول کی فنا کا ذکر ہے جو آپ کو بھی تسلیم ہے

حالانکہ متعدد جگہ انکار بھی ہے۔

پیامبر۔ جب یہ مسلم ہے کہ لفظ من سے ذوی العقول ہی مراد ہیں اور اس آیت میں بھی صرف ذوی العقول کا ذکر ہے تو تمام کائناتِ ہستی کی فنا اس آیت سے ہرگز ثابت نہ ہوئی۔

رہی یہ بات کہ ہمیں بھی تسلیم ہے کہ ذوی العقول کی فنا کا ذکر ہے تو ہم تفصیل سے لکھ چکے کہ یہ فنا کسی خاص دن میں نہیں بلکہ مقتضیٔ آیت یہ ہے کہ فنا و موت کا سلسلہ روئے زمین پر مسلسل جاری ہے اور یہ بات کہ متعدد جگہ انکار بھی ہے۔ سو یاد رہے کہ کسی خاص دن کل کائناتِ ہستی کا فنا ہونا ہمیں تسلیم نہیں ہے اور اس کا ایک جگہ بھی ہم نے اقرار نہیں کیا۔ اور استمراری طور پر روئے زمین کے تمام لوگوں کا فنا پذیر ہونا ہم نے متعدد جگہ تسلیم کیا ہے۔

محقق۔ لیکن اس خصوصی فنا سے عمومی فنا بھی ثابت ہے۔

پیامبر۔ خصوصی فنا یعنی سب ذوی العقول کی موت بھی خاص دن میں جس کا نام قیامت ہے ہمیں تسلیم نہیں۔ کیونکہ کلماتِ الٰہیہ سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی اور جب اس طرح خصوصی فنا بھی ثابت نہیں تو عمومی فنا کہاں سے ثابت ہو سکے گی؟

محقق۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان ہی فنا ہو گیا تو دوسری غیر ذوی العقول چیزیں جو انسان کے استعمال کیلئے وجود میں آئیں کہاں باقی رہ سکتی ہیں۔ وہ بھی فنا ہوں گی۔

پیامبر۔ آیت کل من علیہا فان میں انسانوں کے عام طور پر روزمرہ فنا ہونے کا ذکر ہے کسی خاص دن میں سب کے یکلخت فنا ہونے کا ذکر نہیں۔

جب ایک خاص دن میں یکلخت تمام انسانوں کی ہی فنا ثابت نہ ہوئی تو دوسری چیزوں کی فنا جن کا یہاں ذکر بھی نہیں کیونکر ثابت ہوگی۔

محقق۔ جب اعلیٰ چیز فنا ہے تو ادنیٰ چیز کے باقی رہنے سے کیا حاصل ہے؟

پیامبر۔ بنائے فاسد علی الفاسد نہ کیجئے۔ اس آیت سے جب یہی ثابت نہیں کہ ایک مخصوص دن میں جس کا نام قیامت ہے تمام انسان یکلخت مر جائینگے تو پھر اس بنیاد پر جتنی عمارت بنائی جائے گی بے پایہ ہوگی۔

اور یہ منطق کہ جب اعلیٰ چیز فنا ہے تو ادنیٰ چیز کے باقی رہنے سے کیا حاصل؟ بجائے خود بھی صحیح منطق نہیں ہے۔ کیونکہ بالفرض اگر ایک خاص دن سارے انسان مر جائیں اور یہ زمین اور اس کے ساز و سامان سب باقی رہ جائیں تو ممکن ہے کہ قدرت دوسرے انسان یا کوئی اور مخلوق پیدا کر دے جو پھر زمین پر آباد ہوں۔ کیا ضروری ہے کہ انسان کے مر جانے پر ساری چیزیں بھی فنا ہو جائیں۔

پھر یہ بات کیوں فراموش کی جائے کہ اس آیت میں نوعِ انسان کے یکدم فنا ہو جانے کا ذکر ہی نہیں۔ بلکہ صرف یہ ذکر ہے کہ روئے زمین پر افرادِ انسانی ہلاک ہوتے رہتے ہیں اور ہوتے رہیں گے وہ سب معرضِ تغیر و فنا میں ہیں۔ ذاتِ خداوندی ہر ایک تغیر و فنا سے برتر ہے۔

اس آیتِ مبارکہ میں اور بھی حقائق ہیں جنھیں ہم پھر کبھی بیان کرینگے۔ ہاں ایک بات کی طرف فی الحال اشارہ کرتے ہیں۔ فرماتا ہے ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام۔ ہر چیز فنا پذیر ہے اور تیرے رب کا چہرۂ جمال اپنی بقائے ذاتی میں ہمیشہ رہتا ہے وہ ذو الجلال ہے یعنی اپنا ذاتی جلال ہمیشہ رکھتا ہے۔ وہ صاحب اکرام ہے اپنا کرم سدا ظاہر کرتا رہتا ہے۔ لفظ کرم کے متعلق لغت میں لکھا ہے الکرم اذا وصف اللہ تعالیٰ بہ فھو اسم لاحسانہ و انعامہ المتظاہر۔ کرم جب وصف الٰہی میں مذکور ہوتا ہے تو

اس سے مُراد خدا کا وہ احسان و انعام ہے جو ظاہر و نمودار ہوتا ہے۔ اور اگر انسان کے متعلق ذکر ہو تو کرم سے اچھے اخلاق و افعال مُراد ہوتے ہیں۔ ولا یُقالُ ھُوَ کریمٌ حتّٰی یظھر منہ ادنیٰ کرم کا ظہور نہ ہو کسی کو کریم نہیں کہا جاتا۔ (مُلخّصہ مفرداتِ راغب)

پس آیت ذوالجلال والاکرام سے یہ حقیقت واضح فرماوی کہ خداوند عالم اپنے ذاتی جلال میں ہمیشہ یکساں ہے۔ اور اپنا احسان و انعام ہمیشہ خلق پر نمودار کرتا ہی رہتا ہے۔ یہ صفتِ اکرام یعنی نعمت کا عطا فرمانا بقائے دوام رکھتا ہے۔ اس کو کبھی فنا نہیں۔ فیضِ فیاض میں تعطل نہیں ہے۔ یہ بھی کائناتِ ہستی کی فنائے کُلّی کے خلاف خدائی اعلان ہے۔

کُلُّ من علیہا فانٍ پر تیسرا غور

تیسرے یہ کہ آیت میں یہ تو نہیں فرمایا کہ ایک خاص دن میں سب لوگ فنا ہونگے "فانٍ" اسم فاعل استمراری معنے میں استعمال ہوا ہے کہ روی زمین کے تمام لوگ فنا پذیر ہیں۔ اب بھی معرضِ فنا اور حقیقتِ فنا میں ہیں اور ظاہر ہے کہ لوگ ہر روز بلکہ ہر آن فنا ہوتے ہی رہتے ہیں یہ سلسلۂ فنا و موت روی زمین پر مسلسل جاری ہے۔ اس سے یہ سمجھنا کہ ایک وقت میں سب لوگ مرجائینگے اور اسی کا نام قیامت ہے سراسر غلط اور بے بنیاد بات ہے۔ (پیامبر جولائی ۱۹۴۱ء)

محقق۔ اسم فاعل استمراری معنی میں تسلیم ہے لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ ہمیشہ اسم فاعل استمراری معنوں میں ہی استعمال ہوتا ہے۔

پیامبر۔ یہ ہم نے کب کہا کہ اسم فاعل ہمیشہ اور ہر جگہ صرف استمراری معنی میں ہی استعمال ہوا کرتا ہے۔ ہم نے تو یہ لکھا ہے کہ فانٍ اسم فاعل استمراری معنی میں آیا ہے اور آپ اعتراف فرماتے ہیں کہ اسم فاعل استمراری معنی میں تسلیم ہے" فہو المراد۔

محقق۔ اسم فاعل غیر استمراری معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

پیامبر۔ مگر اس سے یہ کیونکر ثابت ہوا کہ کُلّ من علیہا فانٍ میں بھی غیر استمراری معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ صرف خیال کرنے سے تو ثابت نہیں ہو جائے گا۔ دلیل چاہیے دلیل۔

محقق۔ سورۂ ہود میں ایک جگہ فرماتا ہے کہ انّھُم مُلٰقُوا ربّھِم بیشک یہ لوگ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں۔ مُلٰقُوا اسم فاعل ہے۔ کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ جس طرح روز یہ چیزیں فنا ہوتی رہتی ہیں اسی طرح لوگ روز اپنے رب سے ملاقات کرتے رہتے ہیں؟ نہیں بلکہ ایک مخصوص دن کا تذکرہ ہے۔ جس دن لوگ پروردگار سے ملاقات کرینگے۔

پیامبر۔ قیامت ہر پیغمبرِ حق کا ظہور ہے جیسا کہ ہم اپنے مقالات میں ثابت کر چکے ہیں۔ حضرت نوحؑ سے منکروں نے کہا کہ ان مومنوں کو جو رذیل اور کم فہم ہیں اپنے پاس سے ہٹا دیجئے۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ میں ایمان والوں کو اپنے پاس سے نہیں ہٹاؤنگا انّھُم مُلٰقُوا ربّھِم یہ مومن تو اپنے رب کے ملنے والے ہیں۔ یہاں بھی لفظ مُلٰقُوا استمراری معنی میں آیا ہے۔ یعنی یہ لوگ لقائے الٰہی حاصل کر رہے ہیں اور کرتے رہینگے۔ یہ تو خدا کے دوست اور مُلاقاتی ہیں۔ مومنینِ زمانۂ نوح کو بھی لقائے الٰہی حاصل ہو رہی تھی۔ کیونکہ پیغمبر کی لقاء سے ہی لقاءِ الٰہی ہو پس مُلٰقُوا حال و استقبال دونوں کے لئے استعمال ہوا۔ جیسے لفظ فانٍ حال و استقبال دونوں کے لئے مستعمل ہوا ہے۔ مُلٰقُوا ربّھِم سے یہ سمجھنا کہ صرف آئندہ ایک مخصوص دن ہے جس میں لوگ اپنے رب سے مُلاقات کرینگے۔ درست نہیں۔ حضرت نوحؑ اپنے زمانے کے مومنوں کا ذکر فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ تو وہ لوگ ہیں جنھیں لقاءِ الٰہی حاصل ہو رہی ہے۔ میں انھیں اپنے پاس سے ہٹانے والا نہیں ہوں۔

محقق۔ اسم فاعل غیر استمراری معنوں میں بھی مستعمل ہے اور جب مستعمل ہوتا ہے تو کیوں نہ ہم لفظ فانٍ کو غیر استمراری معنوں میں لیں۔ اور

اس فنا کو ایک مخصوص دن میں قرار دیں؟

پیامبر۔ اور جبکہ اسم فاعل استمراری معنوں میں مستعمل ہوتا ہے تو ہم اور آپ لفظ فانٍ کو استمراری معنوں میں کیوں نہ لیں؟ جبکہ یہ معنی سراسر معقول اور مطابقِ قرآن ہیں۔ اور اگرچہ اسم فاعل غیر استمراری معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے تو بھی بلا دلیل ہم لفظ فانٍ میں غیر استمراری معنی کیوں لیں؟ جبکہ قرآن اس کی تائید نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے خلاف پڑتا ہے۔ ایک مخصوص دن میں کائناتِ ہستی کا فنا ہو جانا کسی آیت سے ثابت نہیں ہے۔ نہ ہو سکتا ہے۔

محقق۔ دوسری بات اس آیت کے متعلق یہ ہے کہ اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ یہاں وہی معنی ہیں جو آپ نے فرمائے ہیں تو یبقیٰ کا لفظ مخصوص بہ زمانۂ مستقبل قرینہ ہے اس امر کا کہ زمانۂ مستقبل کے متعلق ہی کلام کیا جا رہا ہے۔

پیامبر۔ جناب من! یبقیٰ صیغۂ مضارع ہے جو حال اور مستقبل دونوں زمانے اپنے اندر رکھتا ہے۔ یہ کس نے کہدیا کہ یبقیٰ کا لفظ مخصوص بہ زمانۂ مستقبل ہے۔ یہ تخصیص بالکل غلط ہے۔ اسی طرح لفظ فانٍ بھی معنائے حال و مستقبل دونوں پر مشتمل ہے۔ یہ بھی تو خیال فرمائیے کہ بقا و فنا کہتے کسے ہیں؟

"البقاء ثبات الشیٔ علی حالہ الاولیٰ وھو یضاد الفناء" (مفرداتِ راغب)

"بقا" چیز کا اپنی پہلی حالت پر قائم رہنا ہے اور فنا اس کے برخلاف ہے۔ یعنی چیز کا اپنی پہلی حالت پر قائم نہ رہنا۔"

پس آیتِ مبارکہ کے معنے یہ ہوئے کہ روئے زمین کے لوگ تغیر و تبدل میں ہیں اور ہوں گے۔ ذاتِ خداوندی بے تغیر کہیں اپنی حالت پر رہتی ہے اور رہے گی۔

بلوغِ عالم

جہانِ نارس و نابالغ اب جواں ہوگا — ہر ایک ذرہ زمیں کا اب آسماں ہوگا
نشان سارے عیاں ہیں بلوغِ عالم کے — بہارِ خلد سے روشن یہ خاکداں ہوگا
ہر ایک گل سے چمک اٹھے گی تجلیِ طور — ہر ایک شاخ پہ جبریلِ نغمہ خواں ہوگا
ابھی سے محوِ تحیر ہیں کیوں سب اہلِ نظر — نہ آیا وہم و گماں میں جو کچھ۔ عیاں ہوگا
دوئی مٹے گی۔ سحر ہوگی صلحِ اکبر کی — ہر ایک تفرقہ بے نام و بے نشاں ہوگا
جدید شان کا ہوگا تمدنِ عالم — نئی زمین۔ نرالا ہی آسماں ہوگا
جو مہربانی سے پیش آئے سارے بندوں سے — خدائے پاک ضرور اس پہ مہرباں ہوگا
ہر ایک شے سے ہر اک شے کا ہے تعلق آج — ہر ایک شے کا ہر اک شے سے امتحاں ہوگا

خدائی وعدہ ہے احمد یقین رکھئے آپ
جہان یک دل و یک جان۔ یک زباں ہوگا!

آنے والے تمدّن کی ایک جھلک

دُنیا کا گذشتہ تمدّن اپنا دَور ختم کر چکا۔ وہ دنیا کے بچپن کا مظاہرہ تھا۔ جسمیں عقل و خرد اور نظم و ضبط بھی طفلانہ حالت میں تھے۔

موجودہ تمدّن دُنیا کے آغازِ شباب کا دَور ہے۔ جوش اور جلد بازی کے مظاہرے اس کی طبعی حرکات ہیں۔ لیکن ترقی کی اُمنگ اور غور و تحقیق کا جذبہ بھی اس کی فطرت کا عملی اقدام ہے۔

موجودہ تمدّن میں کچھ تو بچپن کے اثرات باقی ہیں جو ٹھوکریں کھلا رہے ہیں اور کچھ جوانی کے رُجحانات ہیں جو اُسے آگے بڑھا کر رُشد اور پختہ کاری کی طرف لے جا رہے ہیں۔

موجودہ تمدّن ایک طرف تو لا مذہبیت۔ لا ادریت۔ اور لاعقلیت کے خارزار میں اُلجھا ہوا ہے۔ دوسری طرف وہ دینِ حق علمِ صحیح عقلِ سلیم کی طرف قدم بڑھا رہا ہے۔ موجودہ تمدّن کی ایک کروٹ فرقہ وارانہ ذہنیت۔ وطنی تعصب اور قوم پرستی ہے تو دوسری کروٹ میں وہ متحدہ انسانیت اور عالمگیر یگانگت کے پروگرام سوچ رہا ہے

موجودہ تمدّن ایک پہلو سے اضطراب و انقلاب کے سیلاب میں بہا چلا جا رہا ہے تو دوسرے پہلو سے عزم و استقلال۔ خوش حالی و آزادی کے تخت پر متمکن ہونے کی تیاری کر رہا ہے۔

موجودہ تمدّن قدامت کو پسِ پُشت چھوڑ کر اُسے خیرباد کہہ رہا ہے تو دورِ جدید کو خوش آمدید کہتے ہوئے اس کے استقبال کے لئے بڑھ رہا ہے۔ یہ اپنے ایک ہاتھ کے اشارے سے پُرانی دنیا کو رخصت کر رہا ہے۔ دوسرے ہاتھ کے اشارے سے نئی دنیا کو بُلا رہا ہے۔

آج ظاہری و باطنی آنکھیں صاف صاف دیکھ رہی ہیں کہ پرانی بساط لپیٹ دی گئی اور نئی بساط بچھائی جا رہی ہے۔ دورِ جدید تیزی سے قدم اُٹھائے چلا آ رہا ہے۔

موجودہ تمدّن اپنا سب کچھ آنے والے تمدّن پر نثار کر دیگا موجودہ تمدّن کے اختلاف انگیز مذاہب ختم ہو جائیں گے۔ خدا کا دینِ واحد تمام جہان پر محیط ہو جائے گا۔ دنیا میں ایک ایسا عالمگیر مذہب کارفرما ہوگا جسمیں تمام نوعِ انسان متحد ہوگی۔ معاشرت میں مومن و کافر کی تفریق نہ ہوگی۔ سب ایک قوم ہونگے۔ سب ایک ہو کر رہینگے۔ شادی بیاہ اور کھانے پینے میں سب شریک و متفق ہونگے سب ایکدوسرے کو پاک و طاہر یقین کرینگے۔ سب ایک دوسرے کو محبت اور یگانگت کی نظر سے دیکھیں گے۔ بصیرت، عین الیقین سے دیکھ لے گی کہ ایک ہی معبود ہے۔ اس کا ایک ہی دین ہے۔ سب پیغمبر اپنی حقیقت میں ایک ہی ہیں۔ سب کتابیں اپنی اصلیت میں ایک ہی ہیں۔ سب انسان ایک ہی قوم ہیں۔ سب کے تعلقات خوشگوار ہونگے۔ کوئی کسی کو نہ ستائے گا۔ کوئی کسی انسان کو نیچ اور نجس اور اشدہ نہ سمجھیگا۔ سب وحدت کے خیمۂ یکرنگ میں مِل کر بیٹھیں گے سب قوموں کو آزادی و خوش حالی حاصل ہوگی۔ مہلک سرمایہ داری کا خاتمہ ہو جائے گا۔ سب آدمیوں کے لئے مناسب مکان مہیا ہونگے سب کو اچھی خوراک میسر ہوگی۔ سب بہتر لباس پہنیں گے۔ تجارتی دُنیا میں دھوکہ اور بے ایمانی کا نام نہ رہے گا۔ چیزیں خالص اور

بہتر حالت میں ملیں گی۔

سارے جہان میں سکّے یکساں جاری ہونگے۔ تمام دنیا میں ناپ یا پیمانے یکساں ہونگے۔ وزن کرنے اور تولنے کے باٹ بھی کل روئے زمین پر ایک طرح کے مستعمل ہونگے۔

تمام مشرق و مغرب و جنوب و شمال میں ایک ہی زبان بولی جائے گی۔ ایک ہی رسم الخط رائج ہوگا۔ پورب، پچھم، اُتر دکن کے سب لوگ ایک دوسرے کی بات سمجھینگے۔ سب ایک زبان ہونگے سب ایک دل ہونگے۔

علوم و فنون میں نئی تحقیقات سے نئی زندگی پیدا ہوگی تقلید کا مادّہ انسان کے دماغ سے خارج ہو جائے گا۔ فہم انسانی بہت تیز ہو جائے گی۔ سائنس گھر گھر مقبول ہوگی۔ دین حق اور سائنس متحد ہو جائینگے۔ لڑائی نہایت مکروہ سمجھی جائے گی۔ جنگ دیوانگی قرار پائے گی۔ دنیا میں کینے اور حسد کا وجود نہ رہے گا۔ غیبت معدوم ہو جائے گی۔ بدزبانی مفقود اور سب و شتم نابود ہونگے۔

طبی دنیا میں ارتقائے عظیم رونما۔ دوائیں نہایت مؤثر ایجاد ہونگی۔ طریق علاج مختصر اور سہل کل آئینگے۔ حکماء اس اکتشاف کو مکمل کرلیں گے انسان کی ہر بیماری کا علاج تبدیل خوراک سے کیا جاسکتا ہے۔ جسمانیت اور روحانیت میں کامل اتحاد رونما ہوگا۔ جسم و روح میں بہترین وحدت کارفرما ہوگی۔

انسان اصول صحت پر اس قدر عامل ہوگا۔ کہ بیماریاں برائے نام رہ جائیں گی۔ صحت کی نعمت عالمگیر ہوگی۔ انسان حسن و جمال میں بے حد ترقی کر جائے گا۔ پاکیزگی و لطافت بہت بڑھ جائیگی تعمیرات میں بہترین جدتیں ہونگی۔ اور اسی طرح انسان اپنے اخلاقی محاسن اور روحانی فضائل میں اعلیٰ مدارج حاصل کریگا۔ اور بالاختتام ظاہری و معنوی ترقیات کے سبب دنیا جنت فردوس بن جائیگی ۔

(۱) مذاہب عالم

یہ کتاب جناب پروفیسر پریتم سنگھ صاحب ایم۔ اے نے شائع کی ہے، اسلام - دین موسوی - دین مسیحی - ہندو دھرم۔ جین دھرم بدھ دھرم۔ دین بہائی وغیرہ مذاہب عالم پر تاریخی حیثیت سے روشنی ڈالی ہے۔ بیان نہایت سادہ اور عام فہم ہے۔ مختلف مذاہب کی معلومات حاصل کرنے کے لئے شائقین پڑھ کر خوش ہونگے۔ لکھائی۔ چھپائی۔ کاغذ بہتر ہے۔ قیمت فی جلد ۱۲ر

(۲) ہمارے مربّی اور اُن کی تعلیم

کتاب مذاہب عالم کے بعد یہ دوسری کتاب ہے جو پروفیسر پریتم سنگھ ایم اے نے حال ہی میں شائع کی ہے جسمیں جملہ بانیان مذاہب عالم کی مختصر تاریخ اور اُن کی مفصل تعلیمات بیان کیگئی ہیں۔ تعلیمات ثابت کرتی ہیں دراصل تمام مذاہب ایک ہی ہیں اور اُن کی تعلیمات ایکدوسرے کی مخالف نہیں ہیں۔ جو لوگ اتحاد مذاہب کی تحقیق کے خواہاں ہیں اُن کیلئے یہ کتاب معلومات کا بہترین آئینہ اور اعلیٰ فوائد پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک ایک نسخہ ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔ لکھائی چھپائی عمدہ اور کاغذ نفیس ہے۔ قیمت ۱۲ر ہر دو کتاب ملنے کا پتہ:-

پروفیسر پریتم سنگھ ایم اے ۳۹ ٹمپل روڈ لاہور

بشارت عظمیٰ

یہ پاکٹ سائز مناجات کا مجموعہ نہایت نفیس اور خوبصورت اصل مع اردو ترجمہ دو رنگ میں چھپا ہے۔ نماز کوچک۔ صلوٰۃ کبیر لوح احمد۔ دعائے صبح و شام اور مختلف مواقع کی مناجات پر مشتمل ہے۔ قیمت بارہ آنہ۔ بہائی ہال کراچی سے طلب کیجئے۔

موجودہ مشکلات اور ان کا علاج

(مدیر "پیامبر" نے یہ مقالہ ایک مجلس عام میں پڑھ کر سنایا)

مشکلات کی تاریکی میں روحِ انسانیت گھبرا رہی ہے ہزاروں جانیں مایوسی کے غار میں گر کر فنا ہو گئیں۔ لاکھوں کروڑوں ارواح شب و روز آہ و فغاں کر رہی ہیں قومیں بھٹکے ہوئے قافلے کی مانند دشتِ حیرت میں چکرا رہی ہیں ایک طرف دنیاوی آفات ہیں تو دوسری طرف دینی مشکلات۔ ایک جانب روحانی پیچیدگیاں ہیں تو دوسری جانب مادّی پراگندگی۔ افراد بھی مشکلات میں مبتلا ہیں۔ جماعتیں مصائب کا شکار ہیں جنسی و نوعی تصادم و اختلاف دل شکن ہیں ہر سمت سے نہ صرف قومی مشکلات بلکہ بین اقوامی مشکلات کے طوفان اُمڈے چلے آرہے ہیں۔ عالم انسانی سراپا درد بنا ہوا ہے وہ سر سے پاؤں تک بیماریوں میں گرفتار اور شدید زخموں سے چور چور ہے۔

فرقہ پرستی

فرقہ وارانہ ذہنیت نے تباہی مچا رکھی ہے ہر قوم اور ہر جماعت صرف اپنی بہبودی کی فکر میں ہے اور اس مقصد کے لئے دوسروں کو دکھ دینا نہ صرف جائز سمجھتی ہے بلکہ اپنا حق اور فرض خیال کرتی ہے۔ بالفاظ دیگر آجکل نفسی خنی کا ہنگامہ برپا ہے اور "میری قوم میری قوم" کے نعرے بلند ہیں۔ اس بلائے بے درماں نے دنیا کو مشکل میں گرفتار کر دیا ہے۔ ہر قوم دوسری قوم کو شکار کر لینا چاہتی ہے۔

مذہبی کشاکش

ایک مشکل مذہبی مشکل میں نمودار ہے۔ ہر مذہب والا صرف اپنے ہی مذہب کو سچا بتاتا ہے اور باقی تمام مذاہب کو جعل قریب قرار دیتا ہے۔ اس بات سے ایک جلا ڈالنے والی آگ دلوں میں لگی ہوئی ہے۔ مذہبی خانقاہیں مدرسے اور تبلیغی ادارے مستقل محاذ جنگ ہیں جہاں سے نفرت تعصب اور تکفیر کی مشین گنیں دھڑا دھڑ چلتی رہتی ہیں۔ نہ صرف مختلف مذاہب کے لوگوں میں کٹا چھنی ہے بلکہ ایک ہی مذہب میں متضاد خیالات کے فرقے اور ہر فرقے میں اختلاف پر ور جماعتیں اور ہر جماعت میں باہمی کشمکش برپا رکھنے والے لیڈر لوگوں کو دن رات لڑاتے رہتے ہیں۔ اس لئے سوسائٹی میں مشکلات ہیں۔ ہر جماعت میں اُلجھنیں پڑی ہوئی ہیں۔ ہر گروہ اور ہر فرقہ میں گڑبڑ مچی ہوتی ہے۔

سیاسی طوفان

سیاسی تحریکات پر نظر ڈالی جائے تو وہ بھی دنیا کی مشکلات کا ایک خوفناک طومار ہیں۔ لاکھوں کروڑوں زندگیاں سیاسی انقلابات کے سیلاب میں بہ کر فنا کے سمندر میں ڈوب چکی ہیں اور روز بروز یہ فنا کا طوفان زیادہ سے زیادہ اُمڈتا ہوا چلا آرہا ہے۔

اخلاقی تباہی

قوانین قدرت کو فراموش کر دینے کی وبا بھی عام ہو گئی ہے۔ نیکی کی خوبیاں اور بدی کی برائیاں ذہنوں سے دور ہوتی جا رہی ہیں جزا سزا کے قانون کا مفہوم اور اس کا اعتقاد دلوں سے غائب ہوتا جا رہا ہے اس لئے ہر قوم کے نوجوان گناہوں کو گناہ سمجھنے

سے انکاری ہوتے جاتے ہیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اخلاق وادب کو محض رسم پرستی سمجھا جانے لگا ہے شخصی طور پر ہر شخص اپنے کو بالکل آزاد سمجھنے میں فخر محسوس کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں جو چاہوں کروں۔ جزا سزا تو محض ایک خیالی چیز ہے۔ ان خیالات اور حالات سے بھی دنیا میں طرح طرح کی مشکلات رونما ہو رہی ہیں۔

جنسی تعصبات ہماری نوع میں اپنے نصف حصّے یعنی عورت کے متعلق جو خیال و عمل ہے وہ بھی غفلت و ظلم سے خالی نہیں ہے یعنی مرد عورت کو درجہ میں سمجھتا ہے۔ حقوق میں کم سمجھتا ہے۔ انھیں خیالات کا اثر ہے کہ عورتیں زندگی کی تحریک میں محض برائے نام داخل ہیں۔ اس عظیم الشان تفرقے کی وجہ سے انسانیت ابھی تک لنگڑی ہے۔ بھلا یہ بیچاری لنگڑی کب اور کس طرح منزلِ مقصود تک پہنچے گی؟

جابر حکومتیں اگر حکومتوں پر نظر ڈالی جائے تو وہ بھی متغلبانہ ادارے ہیں۔ دُنیا کو غلام بنانے میں پورا زور خرچ کر رہے ہیں رعایا کا خون چوس رہے ہیں۔ اور چند متکبر اور خود پرست انسانیت سے کھیل رہے ہیں۔ غریبوں کی فریاد اُن کے کانوں تک نہیں پہنچتی۔ محکموں میں رشوتوں کا زور ہے۔ بدانتظامیوں کا ہنگامہ ہے۔ حکومت جو دنیا کی خدمت و آسائش کا ادارہ ہونا چاہئے وہ مشرق و مغرب میں دنیا کی مسلسل مشکلات اور مصیبت کا دریہ ہے۔ الّا ماشاء اللہ۔

سرمایہ داری سرمایہ داری کی بلا اژدہے کی مانند دنیا کو اپنے زہریلے سانس سے ہلاک کرکے ہڑپ کر جانے میں برابر مصروف ہے۔ ہر سرمایہ دار۔ روپے پیسے۔ اناج اور کپڑے کے ذخائر پر خزانے کے سانپ کی طرح قبضہ کئے ہوئے بیٹھا ہے۔ وہ اس وقت تک ان ذخائر کو دبائے رکھتا ہے جب تک دنیا کا دم نہ گھٹ جائے اور دنیا مجبور ہو کر دوگنے چوگنے دام پر مال نہ خریدے۔ اور اس پر بھی اشیاء کا اصلی اور خالص حالت میں ملنا دشوار ہے۔ اِن تمام حالات کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں دل کا چین اور روح کا اطمینان غائب ہے۔ خوف و خطر چھا رہا ہے۔ اور دنیا مصائب و مشکلات کا گہوارہ بنی ہوئی ہے۔

مکمّل اور جامع حل کی ضرورت

چونکہ دنیا کی مشکلات کا باعث کوئی ایک ہی چیز نہیں ہے بلکہ جس طرح دنیا میں کاروبار زندگی کے مختلف شعبے ہیں اسی طرح دنیا کی مشکلات بھی مختلف اقسام کی ہیں اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ زندگی کے مختلف شعبہائے کار تنہا تنہا کچھ نہیں کر سکتے بلکہ مل جل کر زندگی کو بناتے ہیں تو لازماً شعبہائے زندگی کی مشکلات بھی ایک دوسرے سے بالکل جُدا جُدا نہیں ہیں بلکہ باہم ایک دوسرے سے اسی طرح سے جڑی ہوئی ہیں جس طرح ایک جسم کے مختلف اعضا باہم جڑے ہوتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اِن مشکلات کا حل اگر ہم بالکل ایک کو دوسرے سے جدا جدا کر کے پیدا کرنا چاہیں گے تو اور مشکل بڑھ جائے گی۔ اس لئے ان مشکلات کا حل بھی ایک مشترکہ اور متحدہ شکل میں تلاش کرنا لازم ہے۔ جیسے تمام جسم پر پھوڑے پھنسی نکل آئیں تو بجائے ایک ایک پھنسی کا الگ الگ علاج کرنے کے ہمیں چاہیے کہ جسم کے خون کو صاف کرنے کی دوا دیں۔ جب خون صاف ہو جائے گا تو پھوڑے پھنسیاں سب

دور ہو جائیں گی۔

تمام نوع بشر کی مشکلات کا حل چاہیئے

تمام دنیا کی مشکلات

کا حل جبھی ہو سکتا ہے کہ حل مشکلات کے وقت ہم کل نوع بشر کو مدنظر رکھیں۔ صرف ایک قوم یا ایک ملک یا ایک جماعت کی مشکلات کا حل الگ الگ نہیں ہو سکتا۔ اس وقت تمام دنیا باہم مرتبط ہو گئی ہے۔ اس کے اجزا اب الگ الگ نہیں رہے ہیں۔ اس لئے حل یا علاج بھی ایسا ہونا چاہیئے جو کل کیلئے مفید ہو تب تو وہ حل یا علاج کارآمد ہو سکے گا ورنہ بیکار ثابت ہوگا۔

بیک وقت سب مشکلات کا حل چاہیئے

تمام مشکلات

پر یکپائی نظر کر کے حل سوچنا چاہیئے۔ اگر صرف روحانی مشکلات کا حل سوچ لیا گیا لیکن مادی مشکلات کو نظر انداز کر دیا گیا تو بھی دنیا کو فائدہ نہ ہوگا یا صرف مادی مشکلات کی طرف توجہ کی گئی اور دینی مشکلات کا خیال نہ کیا گیا تو بھی دنیا کی تمام مشکلات دور نہ ہوں گی۔ لہٰذا ضروری ہے کہ تمام مشکلات کا حل بیک وقت سوچا جائے اور کسی ایک مشکل کو بھی ناقابل توجہ ٹھہرا کر چھوڑ نہ دیا جائے۔

مشکلات کا علاج

ہماری آزادانہ تحقیق میں دنیا کی موجودہ مشکلات کا حل یہ ہے کہ دین کو ایک زندہ قوت تسلیم کیا جائے اور اسے دنیا کے ساتھ متحد بنایا جائے روحانیت اور عقلیت کو باہم، شیر و شکر کی طرح ملا کر ایک کر دیا جائے۔ دین کے اصول کلی جو سب مذاہب میں ایک یا ایک سے ہی ہیں انھیں خوب سمجھ کر یہ اعتقاد پوری علمی روشنی میں دلنشیں کر لیا جائے کہ حقیقت میں کل نوع انسان کا دین ایک ہی ہے۔ فروعات پر نزاع و جدال نہ کیا جائے بلکہ ایسے مسائل کو وقت کی ترازو میں تولا جائے کہ جو باتیں موجودہ وقت میں عملی طور پر مفید ہوں انھیں اختیار کیا جائے اور جو اس وقت زندگی کو ترقی سے روکتی ہیں ان باتوں کو ترک کر دیا جائے۔ دیکھا جائے کہ آسمانی قدرت کی زبان کن کن باتوں کی تصدیق کرتی ہے اور کن کن باتوں کو منسوخ و متروک قرار دے رہی ہے۔ تمام پیغمبروں کی عزت کی جائے اور موجودہ زمانے کے پیغمبر اعظم حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات پر پوری عقل و فہم کے ساتھ توجہ کی جائے۔ صحیح علم کے بعد درست عمل کیا جائے۔ یہ وہ راستہ ہے کہ روحانی مشکلات کا حل اور دنیاوی مشکلات کا حل دونوں چیزیں یہاں مل جائیں گی۔ اور دین کو نظر انداز کر کے اگر تمام جہاں کے لوگ بھی دنیا کی مشکلات کا حل ڈھونڈیں گے تو ہماری رائے میں ہرگز ہرگز نہ ملیگا اور یہ بات کہ دین کو دنیا سے نکال باہر کیا جائے یہ قطعاً ناممکن ہے کوئی طاقت دنیا سے دین کو باہر نہیں نکال سکتی۔ اور جب تک دینی مشکلات کا حل نہ کیا جائے دنیا کو چین نصیب نہ ہوگا۔ اور مشکلات ہرگز ختم نہ ہوں گی۔

پس دینی مشکلات کا حل تو یہی ہے کہ دین کو ایک زندہ تحریک یقین کیجیے اور اس کا نیا ظہور اب بہائی امر میں مشاہدہ فرمائیے۔ پوری تحقیق اور ایمانداری سے ہماری رائے یہی ہے اور اسی میں ہم دنیا کی مشکلات کا حل پاتے ہیں۔

فرقہ وارانہ تعصبات کا علاج یہ ہے کہ ہم سب اپنے اصل اور اپنے بیچ پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ساری دنیا کے انسان ایک ہی حقیقت کے مظاہر ہیں۔ شکلوں اور صورتوں میں فردیت ظہور پذیر ہوئی ہے، ماہیت و نوعیت کے لحاظ سے سب ایک

چیز ہیں۔ ہم اپنی اصل پر خیال رکھیں تو ایک ہو کر زندگی بسر کریں۔ ہر وہ چیز جو محبت و اتحاد کو توڑتی ہے ہم اُسے چھوڑ دیں۔ اور ہر تمام وہ کام جو اتفاق و اتحاد پیدا کرتے ہیں اور سب کو فائدہ پہنچاتے ہیں انھیں مضبوط تھام لیں۔ دنیا کی حل مشکلات کا یہ مضبوط اور وسیع راستہ ہے اگر ہم عورت اور مرد میں فرق مراتب اور اونچ نیچ کا علاج چاہتے ہیں تو وہ بھی یہیں سے نکل آتا ہے کہ عورت اور مرد حقیقت کے لحاظ سے واحد ہیں۔ روح کے اعتبار سے مرد عورت میں کچھ فرق نہیں۔ پس عورت مرد کے حقوق و مراتب برابر سمجھے جائیں۔ مذہبی تعصبات کا علاج صحیح علم اور سچا انصاف ہے۔ ہم غور سے دیکھیں تو سب مذاہب میں سچائی پھیلی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ خود ہر مذہب کے ماننے والوں کی بنائی ہوئی رسمیں اور غلطیاں بھی دکھائی دیتی ہیں۔ اصل حقیقت کو ضائع نہ ہونے دیجئے اسے سنبھال کر رکھئے اور خود ساختہ رسموں اور غلطیوں کو پھینکدیجئے۔ جیسے ہانڈی کے اُبھان میں آنے والے جھاگ پھینکدیے جاتے ہیں۔ تمام اہل مذاہب کو چاہئے کہ وہ اصولی و اساسی تعلیمات پر زور دیں اور ان کو عملی بنانے میں کوتاہی نکریں۔ صداقت۔ دیانت۔ مروّت۔ محبّت۔ عدالت۔ ہمدردی خوش اخلاقی۔ رواداری۔ خیرخواہی۔ یہ ایسے اعمال ہیں جو تمام مذاہب کی روح ہیں تمام جہان کے لوگ ان پر متفقہ طور پر عمل کر سکتے ہیں۔ سیاسی تحریکات اور تجارتی کاروبار میں بھی اگر اس روح سے کام لیا جائے تو دنیا کی مشکلات بآسانی دور ہو سکتی ہیں اگر دُنیا متفق ہو کر ان پاک اصول پر قائم ہو جائے تو آج دنیا کی مشکلات حل ہو جائیں۔ اسی پاک ذہنیت کے پیدا ہونے پر سرمایہ داری کی مصیبت بھی دور ہو سکتی ہے اب جن جن نعمتوں کا دوسروں تک پہنچنا مشکل ہو رہا ہے۔ محبّت و عدالت کی روح پیدا ہو جانے پر وہ نعمتیں دوسروں پر نثار کر دی جائیں گی۔

مختصر یہ کہ دلوں کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔ جب دل درست ہو جائیں گے سب کام درست ہو جائیں گے اگر دل درست نہوں گے تو نہ مذہب میں امن ہوگا نہ سوسائٹی میں آرام نہ گھروں میں چین ہوگا نہ ملکوں میں امن و اطمینان۔ دل درست نہوں گے تو کوئی عدل و انصاف نکریگا۔ کوئی ہمدردی اور خیرخواہی نکرے گا۔ دلوں کے درست ہوتے ہی سب چیزیں درست ہو جائیں گی لہذا تمام مشکلات کا حل اگر ایک ہی بات میں کرنا ہے تو دلوں کی درستی کیجئے۔

دلوں کی درستی کیسے ہو سکتی ہے؟ صرف اس طرح کہ ہم اس کی طرف پوری توجہ کریں اور کامل حکیم روحانی سے علاج کرائیں۔ کامل حکیم روحانی حقیقی معنی میں صرف ایک ہے۔ یعنی خدا خدا کا ہاتھ وہ پاک انسان ہے جسے خدا نے موجودہ وقت میں مریض دنیا کی شفا کے لئے بھیجا ہے۔ واقعات کی رو سے وہ حضرت بہاءاللہ ہیں جنھوں نے دنیا کی مشکلات کا حل کرنے کے لئے ایک مکمل نسخہ لکھکر دیا ہے اور وہ اپنی پاک انفاس سے مستعد وجودوں کو شفایاب بنا رہے ہیں اگر دنیا اِس طبیب اعظم الٰہی کے زیر علاج آجائے تو جلد صحت حاصل کرلے ورنہ اس کے سوا اور جتنے علاج ہیں وہ خواہ چھوٹے چھوٹے دائرہ میں وقتی لحاظ سے کچھ فائدہ مند بھی ہوں۔ لیکن مکمل علاج نہیں ہیں۔

دین بہائی تعلیم دیتا ہے کہ عقل اور دین متحد ہو کر رہیں ہر انسان کو روحانیت میں ترقی کرنی چاہیئے۔ ہر انسان کو مادیت

کی تکمیل کرنی چاہیئے۔ تمدن ایک قالب ہے تو دین و ایمان اس کے لئے روح ہے۔ دنیاوی ترقیات گلوب ہیں تو دینی تجلیات برقی روشنی ہیں۔ سائنس اور دین دونوں ملکر انسان کے لئے دو بازو ہیں جن سے وہ اوج فلاح میں بلند پرواز ہو سکتا ہے۔ سلطنتوں کو باہم متحد ہو کر رہنا چاہیئے۔ ایک بین الاقوامی مجلس عدالت ہونی چاہیئے جہاں تمام حکومتوں اور قوموں کے تنازعات کا فیصلہ ہوا کرے۔ ایک مشترکہ فوج اور پولیس رکھی جائے۔ جو دنیا کو امن و امان سے رہنے کی نگرانی کرتی رہے۔ حکومت میں بادشاہ اور جمہوریت دونوں کو متحد بنا کر کام کیا جائے۔ بادشاہ رعایا کو اپنا غلام نہ سمجھیں۔ رعایا قانون سلطنت کی پوری اطاعت کرے۔ غریبوں پر ٹیکس کم کر دیا جائے مالداروں پر بڑھا دیا جائے۔ کسانوں کو فری بیلیں دیجائیں۔ کام کا وقت مناسب رکھا جائے۔ مزدوروں کو کمپنیوں میں حصہ دار بنایا جائے۔

ہر شخص کو کام پر لگایا جائے۔ بیکاری قانوناً جرم قرار دی جائے۔ ہر شخص کو روزی کمانے کے لئے کچھ نہ کچھ کام یا ہنر سکھایا جائے اور یاد رکھا جائے کہ خدا نے کام کرنے کو روحانی طور پر عبادت کا درجہ دیا ہے۔ بھیک مانگنا قطعاً ممنوع قرار دیا جائے۔ ہاں اپاہجوں کے لئے ہر شہر میں ایک محتاج خانہ بنایا جائے جس میں وہ رکھے جائیں اور ان کی خبر گیری کی جائے کسی فقیر کو سڑکوں اور گلی کوچوں میں بھیک مانگتے ہوئے مارے مارے پھرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ ہر بچے کو لازمی طور پر تعلیم دی جائے۔ لڑکیوں کی تعلیم پر گہری توجہ کی جائے۔ تربیت اخلاق کی کامل نگرانی کی جائے کہ ہر بچہ صحیح معنیٰ میں شریف اور امن پسند اپنے اور دنیا کے لئے مفید و جوڈن سکے۔

ایک نئی زبان ایجاد کی جائے جو تمام مدارس عالم میں سکھائی جائے۔ تاکہ ساری دنیا کی زبان بھی ایک ہو جائے اور جو جو مشکلات زبانوں کے اختلاف کی وجہ سے رونما ہو رہی ہیں وہ دور ہو جائیں۔ اسی طرح رسم الخط بھی ایک ہی بنا دیا جائے اس طرح کل روئے زمین قطعہ واحدہ دکھائی دے گی۔ اور آخر کار کا نوع انسان متحد ہو کر مشکلات سے نکل جائیگی۔

خلاصہ یہ کہ دنیا کے لئے روح کی زندگی اور جسم کی صحت دونوں ایک ساتھ ضروری ہیں۔ ایک کے بغیر دوسری بیکار ہے۔ لہذا دین کو مضبوط تھام کر دنیا کو روشن کر دینا ہمارا فرض ہے۔ روح حق و عدل سے معمور ہو کر ہم اپنے لئے وقتی اور مقامی ضروریات پر مشورت کر کے قوانین بنا سکتے اور بدل سکتے ہیں۔ سب سے بڑی ضرورت اتحاد اور نظام کی ہے جب متحدہ نظام عالم قائم ہو جائے گا تو سب مشکلات دور ہو جائیں گی۔ دنیا بڑے زور سے نئے نظام کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہی ہے۔ وقت آرہا ہے جب حقیقت آشکار ہو جائے گی اور دنیا اس مقام پر آجائے گی جس کے لئے وہ پیدا ہوئی ہے قدرت کے ہاتھ کا لگایا ہوا یہ باغ اپنے وقت پر پھل دے گا۔ اور تمام نوع بشر اس کے میٹھے پھلوں سے لطف اندوز ہو گی۔ اس دنیا کے باغ کا پھل کیا ہے۔ عالمگیر نظام امن۔ نیکی و راستی۔ محبت و وحدت۔ روحانیت و مادیت کی تکمیل۔ یہ یقینی بات ہے کہ ایسا ہی ہو کر رہے گا ؎

شب تاریک گذریگی تو نورانی سحر ہو گی
ہر اک انساں کے چہرے پر مسرت جلوہ گر ہو گی
مقرر ایک دن ہے فتنۂ دوراں کا سو جانا
مقدر ہے زمیں کا جنت الفردوس ہو جانا

حضرت سیّد کاظم رشتی کی ماموریت

ہر سال ذی القعدہ کے مہینے حضرت سیّد کاظم امام ہمائے معصوم کی تربتہائے مبارکہ کی زیارت کے لئے کاظمین[1] تشریف لیجایا کرتے تھے اور پھر عرفہ کے دن حضرت امام حسین کی روضہ مبارکہ پر حاضر ہونے کے لئے لوٹ آتے۔ اپنی عمر کے آخری سال میں یعنی ۱۲۵۹ھ (نومبر ۲۳ء - دسمبر ۲۳ء ۱۸۴۳ء) اپنی رسم کے مطابق ذی القعدہ کے مہینے کے آغاز میں اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ آپ کاظمین کی طرف روانہ ہوئے اور اس ماہ کی ۱۴ تاریخ کو مسجد براثا پہنچے جو بغداد و کاظمین کی سڑک پر واقع ہے۔ ظہر کا وقت تھا۔ آپ نے موذن کو فرمایا کہ اذان دے۔ ایک کھجور کے درخت کے نیچے قیام فرما کر آپ نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز ختم کر چکے ہی تھے کہ ایک عرب جلدی سے آپ کی طرف بڑھا اور مصافحہ کیا اور کہا کہ تین دن ہوئے میں پاس کی چراہ گاہ میں گلہ چرا رہا تھا کہ یکایک نیند مجھ پر غالب آئی اور میں سو گیا۔ خواب میں میں نے حضرت محمد رسول اللہ کو دیکھا اور انھوں نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا:- اے چرواہے۔ میری باتوں پر کان دھرو اور انھیں اپنے دل میں محفوظ رکھ کیونکہ میرا یہ کلام خدا کی امانت ہے جو میں تیرے سپرد کرتا ہوں۔ اگر تو ان کو محفوظ رکھے گا تو تجھے بہت ثواب ملے گا۔ اگر تو نے ان سے غفلت کی تو خدا کا سخت عذاب تجھ پر پڑے گا۔ سن یہ امانت ہے جو میں تیرے سپرد کرتا ہوں۔ مسجد براثا میں جا کر ٹھہر۔ آج سے تین دن بعد میری آل میں سے ایک شخص سید کاظم نام اپنے دوستوں اور ہمراہیوں کے ساتھ ظہر کے وقت مسجد کے نزدیک کھجور کے سایہ تلے آ کر ٹھہرے گا۔ وہیں وہ نماز ادا کرے گا۔ جونہی تم اسے دیکھو اس کے پاس جاؤ اور میرا اسلام اسے دو۔ تب میری طرف سے اسے کہو۔ خوش ہو کہ تیری رحلت کا وقت قریب آ گیا۔ جب کاظمین کی زیارت سے فارغ ہو کر کربلا پہنچ جاؤ گے تو تین دن بعد عرفہ کے دن (دسمبر ۴۳ء ۱۸۴۳ء) تیرا انتقال ہو جائے گا۔ اس کے کچھ مدت بعد ہی حق ظاہر ہو گا اور دنیا اس کے چہرہ کے نور سے چمک اٹھیگی"۔

گڈریے نے جب اپنے خواب کا بیان ختم کر دیا تو حضرت سیّد کا رخ مبارک مسکراہٹ سے چمک اٹھا۔ آپ نے فرمایا:- "تیرے خواب کے سچ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے" یہ سن کر آپ کے ہمراہی آبدیدہ ہو گئے مگر آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:- کیا تم لوگ مجھے صرف اس حق کی نشانی کے لئے پیار نہیں کرتے جس کی آمد کے ہم سب منتظر ہیں۔ کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ میں مر جاؤں تاکہ موعود ظاہر ہو جائے"۔

یہ جو کچھ بیان ہوا وہ اشخاص سے حرف بحرف میں نے سنا۔ یہ دسوں اس موقعہ پر حاضر تھے اور انھوں نے اس کی صحت کے لئے حلفیہ بیان دیے۔ پھر بھی بہتوں نے ایسی عجیب و غریب باتیں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بھی حق کا انکار کیا اور اس کے امر کو رد کیا۔

اس عجیب واقعہ کی خبر مشہور ہو گئی اور عاشقانِ حضرت سیّد کے دل رنج و اندوہ سے بھر گئے۔ آپ انھیں نہایت

---

[1] ساتویں امام حضرت موسیٰ کاظم اور نویں امام حضرت محمد تقی۔ کاظم کے مزارہائے مبارک بغداد سے تین میل شمال کی طرف واقع ہیں۔ ان مزاروں کے گرد ایرانیوں نے ایک کافی بڑا شہر بسایا ہوا ہے جسے کاظمین کہتے ہیں۔

شفقت اور مہربانی سے تسلی دیا کرتے۔ اُن کے بے چین دلوں کو ساکن کرتے۔ اُن کے ایمان کو مضبوط کرتے اور اُن کے جوش کو اور بڑھاتے۔ نہایت وقار و سکون کے ساتھ زیارت ختم کر کے آپ کربلا لوٹ گئے اور وہاں پہنچتے ہی آپ بیمار ہو گئے۔ آپ کے دشمنوں نے یہ ہوائی اڑائی کہ بغداد کے گورنر نے آپ کو زہر دیدیا ہے۔ یہ سراسر بہتان اور سفید جھوٹ تھا کیونکہ گورنر تو خود حضرت سید کا مرید تھا اور وہ آپ کو بہت بڑا عالم و فاضل جانتا تھا اور آپ کی دانائی اور آپ کے اعلیٰ اور بے لوث چال چلن کی بہت قدر کیا کرتا تھا۔ ۱۲۵۹ھ کے محرم کے دن اُس مسکین چھرواہے کے رویا کے مطابق حضرت سید کاظم نے ساٹھ برس کی عمر میں اِس دنیائے دوں کو خیرباد کہی اور اپنے پیچھے جانباز اور سرگرم شاگردوں کی ایک جماعت چھوڑ گئے۔ اِن شاگردوں نے اپنے آپ کو دنیا کی آلودگیوں سے پاک کیا۔ اور موعود محبوب کی تلاش میں نکل گئے۔ آپ کے جسد مبارک کو روضۂ حضرت امام حسین کے احاطہ میں دفن کر دیا۔ آپ کے صعود نے کربلا میں ایسا ہی ہنگامہ برپا کر دیا جیسا پچھلے سال عرفہ کے دن ہوا تھا جب فتحمند فوج دروازہ توڑ کر شہر میں داخل ہوئی تھی اور بہت سے لوگوں کو تہ تیغ کیا تھا۔ ایک سال پیشتر اِسی دن آپ کا مکان بے گھروں اور بے چاروں کے لئے امن و پناہ کی جگہ تھا۔ آج یہ مکان حزن گاہ بن رہا تھا کیونکہ وہ لوگ جن کی آپ نے دستگیری اور مدد کی تھی آپ کی وفات پر نالہ و بکا بلند کر رہے تھے۔

دھرم کو اُلٹنے پلٹنے کی ضرورت

ویش بھگت پنڈت سندر لال جی

سنسکرت کی ایک پرانی کہاوت ہے کہ "اگر تم دھرم کا ناش کرو گے تو دھرم تمہارا ناش کر دے گا اور اگر تم دھرم کی حفاظت کرو گے تو دھرم تمہاری حفاظت کرے گا" اس کہاوت میں گہری سچائی ہے اسی لئے دُنیا کے ہر ملک میں وقتاً فوقتاً پیغمبروں اوتاروں تیرتھنکروں اور فاموں کی ضرورت ہوتی ہے کسی قیمتی چیز کو اگر بگڑنے سے بچانا ہے تو اُسے بار بار اُلٹنے پلٹنے اور ہوا دیتے رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ پرانی اور نادر دواؤں کو بھی اُلٹ کر نئی بوتلوں میں رکھنا پڑتا ہے۔ دھرم ایک نہایت قیمتی اور نازک چیز ہے اور اُسے قایم رکھتے ہوئے اُلٹنا پلٹنا اور ہوا دینا اِس جیسی کانفرنس کا کام ہے۔ یہی اس طرح کی کانفرنس کا مقصد ہے اور یہی اُس کی اہمیت ہے۔

دھرم، مذہب، ریلیجن، پنتھ، مارگ وغیرہ سب کے قریب قریب ایک ہی معنی ہیں۔ دھرم، دھری، مصدر سے ہے جس کے معنی دھارن کرنا یا سنبھالے رکھنا ہے۔ جس چیز سے دنیا سنبھلی رہے اُسی کا نام دھرم ہے۔ مذہب پنتھ اور مارگ تینوں کے معنی راستہ ہے اس دنیا میں آدمی کو جس راستہ پر چلنا چاہیئے جو اس کی بھلائی اور ترقی کا راستہ ہے اُسی کا نام مذہب ہے۔ ریلیجن جس مصدر سے بنا ہے اُس کے معنی باندھنا ہے جو چیز انسانی جماعت کو باندھے رکھتی ہے اُسے ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچاتی ہے۔ وہی اس کا ریلیجن ہے۔

دھرم یا مذہب کی بنیاد

انسان ایک ایسا جاندار ہے کہ جو سوسائٹی کے بغیر نہیں جی سکتا

وہ جب اس زمین پر پیدا ہوا اُس نے مِل جُل کر گروہ ہوا میں رہنا شروع کیا۔ اسی میں اُسے اپنی سلامتی نظر آئی۔ بغیر اس کے اس کا زندہ رہ سکنا اور کسی طرح کی ترقی کر سکنا ناممکن تھا۔ اس میں مل جل کر رہنے کے لئے ضرورت ہوئی کہ سب کی کوئی ایک منزل مقصود ہو جس تک پہنچنے کی سب مل کر کوشش کریں خواہ وہ منزل سب کا سکھ یا سب کی بھلائی ہو خواہ کچھ اور ہو۔ اس مِل جُل کر رہنے کے لئے ہی کچھ قاعدوں اور اصولوں کی بھی ضرورت پڑی۔ ہزاروں برس کے تجربہ سے آہستہ آہستہ یہ قاعدے اور اصول بنتے چلے گئے۔ اسی طرح انسانی جماعت کے تمام قاعدے قانون اور اخلاقی اصولوں کی بنیاد پڑی۔

گروہ بنا کر رہنے کی عادت آدمی کے علاوہ تھوڑی بہت کچھ اور جانداروں میں بھی موجود ہے لیکن آدمی میں ایک اور چیز ہے جو دوسرے کسی بھی جاندار میں نہیں کے برابر ہے آدمی شروع سے سوچتا اور سمجھتا اور نتیجہ نکالتا ہے۔ اس میں ادراک کی قوت ہے اُس نے اِس دنیا کو دیکھا۔ اُسے اپنی ساری زندگی ایک گہرے راز سے گھری ہوئی دکھائی دی۔ اِس تمام خلقت میں دریاؤں اور پہاڑوں۔ زلزلوں اور طوفانوں سورج اور چاند۔ تاروں بھری رات اور تپتی ہوئی دھوپ میں۔ پیدائش اور موت میں اور اِن سے بڑھ کر خود اپنی رُوح کے اندر اُسے یہ صاف محسوس ہونے لگا کہ کوئی ایک پوشیدہ اور لامحدود طاقت ہے۔ جو اس کی اپنی طاقت سے نہیں زیادہ ہے اور اس سارے نظام کو چلا رہی ہے اس راز کو حل کرنے کی کوشش میں انسان نے خالق کا تصوّر کیا۔ یہ تصور خواہ محض اُسکے دماغ سے پیدا ہو خواہ اس کے متلاشی قلب پر حقیقت کے کسی اصلی خزانہ کا پرتو یا عکس پڑا ہو اس میں کوئی شک نہیں کہ اِس تخیل نے انسان کی زندگی کو ایکدم اس دُنیا کی زندگی سے اور اس کی اپنی چھوٹی چھوٹی خواہشوں اور جذبات سے اوپر اُٹھا دیا اُسے تمام انسانی جماعت کا ایک پرزہ بنا دیا۔ جانوروں اور درختوں تک سے اس کا ایک رشتہ قایم کر دیا اور اس کی زندگی کے کچھ معنی اس کا کچھ مطلب اور اس کا ایک مقصد قائم کر دیا۔ ایشور یا ایک حاضر ناظر خدا کے اس تخیل نے ہی انسانی زندگی کی اس کشتی کو جو اس وقت تک بغیر کسی سمت اور بنا پتوار کے اِدھر اُدھر چکر کھا رہی تھی۔ ایک سمت اور ایک پتوار عطا کر دی۔ انسان نے اپنی زندگی کے مقصد کو طے کیا اُس نے اپنی سمجھ کے مطابق اُس زندگی کا ایک فلسفہ تیار کیا جو انسان کے ادراک کے بڑھنے کے ساتھ بدلتا اور بڑھتا رہا اور اپنے مقصد تک پہنچنے کے لئے زندگی کے کچھ اصول تسلیم کئے۔ یہی دُنیا کے تمام مذہبوں کی بنیاد ہے ان مرحلوں میں ہماری رہبر وہ ہستیاں تھیں جن کے قلب الہام ربّانی سے روشن تھے۔

اسلام اور احمدیت

جناب مولانا محمد عبد اللہ صاحب وکیل۔ فتح کدل۔ سری نگر کشمیر نے یہ ٹریکٹ "اسلام اور احمدیت" حال میں شائع کیا ہے۔ ۲۰۳/۱۶ سائز کے ۳۲ صفحات ہیں۔ قیمت ۱ر اس ٹریکٹ میں جناب مرزا غلام احمد مرحوم کی مُسلّمات سے ہی ثابت کر دیا ہے کہ مرزا صاحب موعودِ اسلام نہیں ہیں۔ بلکہ حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ موعود برحق ہیں اور ظہور برحق کے اثرات سے جو انتشار نورانیت ہو مرزا صاحب مرحوم بھی اس سے متاثر ہوئے تھے۔ احمدیوں کے لئے یہ ٹریکٹ ایک قابل غور دعوتِ حقیقت ہے۔

قسمت فارسی

لوحِ مبارک حضرت عبدالبہاء

عشق آباد محفلِ روحانی علیہم بہاء اللہ الابہیٰ

ھوالله

ای یارانِ روحانیِ عبدالبہاء! نامۂ شما رسید. الحمدلله ببشارتِ صحت وسلامتِ دوستانِ حقیقی داشت. در این سنینِ فترت که جهان پر آشوب وجنگ بود و عالمِ انسانی بخونریزی مشغول نائرهٔ حرب شعله لبنانِ آسمان زد. اقالیم مانندِ جحیم افروخت وکشور از هجومِ لشکر پامال شد ومعمورهٔ جهان مطموره وویران گردید. تا بحال حرب در صحرا و دریا بود ولکن در این عصر در اوجِ آسمان وعمقِ دریا نیز بیفزود. محشرِ کبریٰ گردید ومصیبتِ عظمیٰ رخ داد. اطفالِ صغیر بی پدر گردید ومادرانِ سالخورده بی پسر شد. مادرِ مظلوم خون گریست وخواهرِ مهربان فریاد وفغان برآورد. باوجودآنکه پنجاه سال پیش صریرِ قلمِ اعلیٰ بلند شد وجمیع را از جدال و جنگ منع نمود وبصلحِ عمومی دعوت فرمود ونصایحِ مشفقانه بآشنا وبیگانه فرمود وجمیعِ ملوک را مخاطب ساخت که جنگ ننگِ عالمِ انسانیست وحربِ درندگیِ عالمِ حیوانی. زیرا در جهان هر ویرانی آیت جنگ است و هر آبادی علامتِ صلح وآشتی. صلح سببِ حیات است وجنگ سببِ ممات. صلح اشعاعِ محبت است وجنگ آفتِ الفت وآفت. لهذا امر بتشکیلِ محکمهٔ کبریٰ فرمود تا جمیعِ ملل ودول نمایندگان انتخاب نمایند. یعنی هر مجلسِ ملّی نمایندهٔ انتخاب نماید ومجلسِ اعیان تصدیق فرمایند وهیئت وزراء امضا کنند و پادشاهان ورؤسای جمهور تصدیق فرمایند تا آن نماینده مثلِ جمیعِ ملت واعیان و وزراء و پادشاه و رئیس جمهور باشد وازاین نمایندگان محفلی در نهایت روح وریحان تشکیل گردد. ومحکمهٔ کبریٰ تاسیس یابد وجمیعِ مسائلِ مهمه ومشاکلِ عظیمه بین الملل والدول در آن محکمهٔ کبریٰ حل شود تا بنیانِ جنگ برافتد وعالمِ انسانی ازاین عار ونننگ رهائی یابد. ولکن هزار افسوس که نصایحِ قلمِ اعلیٰ مسموع نگشت وعبدالبهاء در سفر چهار سالهٔ افریک وامریک واروپا در جمیعِ محافلِ عظمیٰ وکنائسِ کبریٰ نعره زنان فریاد برآورد. ای حاضران ای عاقلان خطری عظیم در پیش است وحادثهٔ هولناک دریی. اروپ عبارت از جبه خانه وعنبر خانه گردیده منوط بیک شراره است. این مواد ملتهبه منفجر گردد. و زلزلهٔ شدید بارکانِ عالمِ انسانی اندازد. جهان را ویران نماید. ملل و دول مانندِ سباعِ ضاریه یکدیگر را بدرند و از درندگان بگذرند. زیرا درنده

ہر روز گوسفندے طعمۂ خونش نماید و مجبور بر آنست و لے بشرے روزے صد ہزار نفر بخطر اندازد و خون بریزد و خاکِ مذلت بر فرقِ عالمِ انسانی بیزد۔ ظالمے اگر مرتکب قتل نفسے شود آنرا قاتل گویند و مستحق عقوبتِ عظیمہ شمرند ولکن اگر خونخوارے در روزے صد ہزار نفس را خون بریزد آن را کشورکشا و جہانگیر نامند۔ و اگر قاطعِ طریقی نفسے را در راہ برہنہ نماید آنرا قاطعِ طریق گویند و سزاوارِ عذاب و عقابِ الیم شمرند ولی اگر غدارے مملکتی را تالان و تاراج کند آنرا فاتح نامند۔ ای حاضران ای عاقلان عالمِ انسانی را آفت و خطرے عظیم در پیش۔ آرام مجوئید و سکون و قرار مطلبید و بقوتِ ملکوتی برخیزید و این خونریزی را مانع و حائل گردید۔ این نصائح نیز مقبول نیفتاد امنیست کہ ملاحظہ نمائید کہ نائرۂ قتال چگونہ شعلہ برافروخت کہ راحت و آسایش در عالمِ انسانی نگذاشت۔ باری الحمد للہ کہ احبای الٰہی از جنگ بیزار و از گروہِ پرخاش جو در کنار۔ مانندِ طیورِ شکور بچند دانہ قناعت نمودند و بموجب وصایا و نصائحِ الٰہی سلوک فرمودند و بعنایتِ تعالیمِ آسمانی در جمیع اقالیمِ عالم محفوظ و مصئون ماندند۔ عبدالبہاء در ایامِ جنگ در چنگِ خونخواران بود و محاط بہ ستمگاران۔ در ہر ساعتے خطرے موجود۔ در ہر یومے بدست بومے گرفتار۔ باوجود سعایت و فسادِ آشنا و بیگانہ وافترا و بہتانِ داخل و خارج در صونِ حمایتِ جمالِ مبارک محفوظ و مصئون ماند و این سبب حیرت گردید۔ باری احبائے ترکستان در عشق آباد و مرو و تاشکند و سمرقند بتمامِ قوت بر نصرتِ امر قیام نمودند و در اعلای کلمۃ اللہ قصور و فتور نفرمودند و بتأسیساتِ مفیدہ پرداختند۔ مجامعِ نطق آراستند و الواح و لوائح را بالسنِ متعددہ ترجمہ نمودند و انتشار دادند۔ قرائتخانہ و دار التبلیغ خدمتے بلیغ است۔ امیدوارم کہ محفلِ جوانانِ نورسیدہ در متانت و سکون و قرار از محافلِ پیرانِ سالخوردہ بگذرد و مجلۂ فارسی مانند خورشید بدرخشد۔ اسم مطابق مسمّیٰ باشد و ابداً کلمۂ کہ سبب آزردگیِ خاطر باشد در آن مندرج نگردد بلکہ بالعکس سبب سرور و شادمانیِ عمومی باشد۔ این قضیہ بسیار لازم است۔ امیدوارم کہ احبای ترکستان روز بروز بر حسنِ اخلاق و حسنِ رفتار و حلاوتِ گفتار بیفزایند عالمِ اخلاق بسیار مہم است جمعے بحسنِ اخلاق سراجہای روشن آفاق گردند۔ در این قضیہ بسیار دقت فرمائید۔ اما قضیۂ دفنِ اموات ہنوز اگر بقرار سابق باقی بہتر است۔ زیرا شاید نوعے نمود کہ میانِ آشنا و بیگانہ بکلی فسخ و جدائی افتد۔ زیرا جدائی مانع از تبلیغ است و چون زمانے آید کہ اجرائے احکام بہیچوجہ سبب وحشتِ قلوب نگردد و امر اللہ اعلان شود آنوقت در ترکستان باید از شرق توجہ بغرب مائل بشمال کنند و اموات را سر بقبلہ و پا بشمال دفن نمایند و

علیکم البہاء الابہٰی

حیفا ۴ تموز ۱۹۱۹

ع ع

لوحِ مبارک حضرت عبدالبہاء

(لاہای) جناب احمد خان یزدانی علیہ بہاء اللہ

هُوَ الابهٰی

ای بندۂ آستانِ بہاء اللہ نامۂ مورخ ۱۴ جون ۱۹۲۰ رسید و نامۂ بعضی از اعضای مجلس صلح نیز رسید و جوابی مرقوم گردید بایشان تسلیم نمائید۔ معلوم است که این جمعیت چنانچه شهرت دارد نیست آن طور که باید و شاید ترتیب و تنظیم ندارد باری هر قسم میخواهد باشد ولی امر یاکه تشبث نموده اند بسیار عظیم است۔ باید بدرجۂ مجلس لاهای قوت و نفوذ داشته باشد که کلمه اش بر دول و ملل نافذ باشد باعضای محترم در مقام صحبت اشاره کنید که مجلس لاهای پیش از حرب رئیس امپراطور روس بود و اعضایش اعظم رجال۔ باوجود این مانع از این حرب مهیب نگشت۔ حال چگونه خواهد شد زیرا در مستقبل حربی شدیدتر یقیناً واقع گردد۔ قطعیاً در این شبه نیست مجلس لاهای چه چاره خواهد کرد ولی اساس حضرت بہاء اللہ روز بروز در انتشار است باری شما جواب نامه را برسانید و بسیار اظهار محبت و مهربانی کنید و آنان را بحال خویش بگذارید در هر صورت باید از شما ها راضی باشند و آن نامۂ مفصل مرا که ترجمه بانگلیسی شده طبع نمائید و نشر دهید و لی باطلاع آنان۔ اما با انجمن اسپرانتو بیامیزید و هر یک را مستعد دیدید نفحۂ حیات در او بدمید۔ باری در انجمنها جمیع از تعالیم جمال مبارک بحث کنید زیرا الیوم در صفحات غرب این تاثیر دارد۔ و اگر سئوال نمایند که در حق حضرت بہاء اللہ چه اعتقاد دارید بگوئید حضرت را اول متعلم عالم و اقل مربی عالم در این عهد میدانیم و این را شرح و تفسیر دهید که این تعالیم صلح عمومی و تعالیم دیگر از قلم حضرت بہاء اللہ پنجاه سال پیش صادره و در ایران و هندوستان طبع شده و در جمیع عالم انتشار یافت۔ در بدایت هر کس از کلمۂ صلح عمومی استیحاش داشت چه که بکلی مستحیل میدانستند۔ دیگر از عظمت جمال مبارک بحث کنید و از وقائعیکه در ایران و ترکستان واقع شد و از آثار عجیبه که از او ظاهر شد و از خطابهائیکه بجمیع ملوک فرمودند و تحقق یافت و از نفوذ امر مبارک صحبت بدارید و با مجلس صلح عمومی لاهای مدارا و لطف در امکان آمیزش نمائید هرچه معلوم میشود که جمعیت اسپرانتو استعداد دارند و شما در لسان اسپرانتو اطلاع و مهارت دارید۔ با اسپرانتیست های المان وغیره نیز مخابره کنید آورا تی که

انتشار مید هید صرف عبارت از تعالیم باشد اما اوراق دیگر انتشارش حال مناسب نیست - بارے امیدم چنان است که تائیدات الٰہیه مستتابعاً برسد - وعلیک البهاء الابهیٰ (عبدالبهاء عباس)

از سستی و سردی مجلس لاهای محزون مگردید توکل برخدا نمائید امید است که در نفوس لسان اسپرنتو من بعد تاثیر شدید نماید - تحمّی حال شما افشاندید البته انبات خواهد شد - انبالتش باخدا است (عبدالبهاء عباس)

بشارات امریه

از سمت جنوب راپورتهای تشجیع آمیزی میرسد - در نیو اورلیان شبهای جمعه مجالس منعقد و از انجمن مبلغین به کوشکتان عزیمت نموده اند اولین مجلس عمومی در این قسمت انعقاد یافت و یک نفس هم بایمان فائز - یکی از مومنات در میسیپی در کنکرس والدین و معلمین بعضویت داخل - تا تعالیم بهائی را برای جامعهٔ بشر بیان نماید و حال در ترتیب دادن یک رشته از مکالمات در رادیو برای مقدمات مطالب امریه هستند این ماکدانیل در ویرجینیا بخطابه مشغولند عبارت از هشتاد نفر در چارلستون نفاق ایشانرا راجع بمبدء اصغار نمودند و مجالس عمومی هم منعقد شد جناب میسون ریمی نیز خدمات باهره انجام داده اند و ملاقاتهای مفیده نموده اند - مبلغین در هر جا با روح اشتیاق قائم برخدمتند ترتیباتی حال برای نمایش محبّهٔ معبد داده شد تعیین اوقات صحبت در کلوب نسوان در چارلستون برای بعضی یاران معین گشته جناب ریمی یک دوره از سیاحت خود را در ایالات جنوبی ختم نمودند مجالسهای متعدده و ملاقاتهای کثیره در هر نقطه و مکان کرده اند از ناشویل مرقوم داشته اند محفل روحانی محلی در اینجا تاسیس و از اشخاص عالی دو نژاد سفید و سیاه محتوی در مدت اقامت چهار روزه دو مجلس در سنترل یاران منعقد و یک مجلس بزرگی در کلیسای دارالفنون و دیگری در مدرسهٔ صناعی و زراعی سیاهان با حضور هزار و صدهٔ تلمیذ و معلمین صف تدریس دیانتی دارالفنون و رئیس را نیز ملاقات نمودم اولیویا کلسی به لوبزویل عازم شدند و مجلسی عبارت از ۱۲ نفر داشتند مخبر روزنامه محلی مقالهٔ راجع بامر ترتیب داده تا طبع و نشر شود -

در دیتونا فلوریدا مجالس متعدده تشکیل و کتب امری در کتابخانهٔ عمومی گذاشته شده هلیوود هم مرکز ملاقات با افراد که از تمام اقسام مملکت حاضر نگشته دو نفر از سیاهان در کولومبیا بایمان فائز و جمعیتی از اطفال ترتیب داده اند -

اخبار واردهٔ از مدینهٔ سالت لیک مشعر بر آنست که همت مبلغین و مبلغات از ۱۸ فیروری تا ۲۸ مارچ هفت خطابهٔ عمومی داده شد و مجموع حضار عبارت از هر نفر بودند محبسهٔ مشرق الاذکار در تمام مدت مذکور معرض انظار عموم بوده در رادیو نیز اذاعه داده شده و تقریباً هزار جزوهٔ امری هم توزیع گشته همچنین هفت نطق امری جهت کلومبیا در رادیو مرتب شده نتیجه آنکه صف تدریس از ۲۵ نفر آراسته و در هفت

سه مرتب جمع میشوند۔

دو نفر حدیثاً در فارکوا اقبال نموده اند پنجاه نفر دیگر هم از امر مطلع جمعی هم مشغول مطالعه میباشند بشارت امر در این تالبستان امتداد به کولمبوس خواهد یافت در میسیارک هم سه نفر اقبال کرده اند در مدینه بت هیئتی از جوانان وصف تدریس اطفال تاسیس گشته ارائه مجسمه مشرق الاذکار در معرض فنون انجامنتا بنج علیه بخشیده وجمعیات کثیره از بلاد مجاوره برای تماشای آن حاضر شدند۔

برای ۷۵ جرائد در این ایالت نشریات امریه فرستاده شد۔

عملیات ماروین نیوپورت در سدار راپیدز دو نفر را تبلیغ و نوزده محصل را منجذب بامر نموده اند در مدت اقامت شش ماه در انجا ۲۶ صف تدریس ترتیب دادند در بین ۷ جمعیات مذهبی خطابه دادند و متجاوز از ۳۰۰ نفر آثار امریه را مطالعه کردند۔

جرترود سترورن عدهٔ از مدن را زیارت و مرقوم داشته اند جمعیت خوش امید بخشی تشکیل و بواسطهٔ یک جوان بهائی استرالی که در مدرسه بالمر مشغول تحصیلات است دوازده نفر از محصلین تمایل بامر حاصل نموده اند رث موفت نیز بخدمات باهره موفق این مبلغهٔ رشیده سال گذشته ۲۶۵ خطابه در بیست مدینه از شش ایالت ترتیب دادند و در ۱۹ منظمات غیر بهائی نطق و دو وقف در رادیو صحبت داشتند اخبار و اصلهٔ از پرویدنس شعر باقبال انجلا مورگان شاعرهٔ معروفهٔ امریکا میست کنفرانسی از بهائیان در انجا منعقد و باین واسطه امر در آن مدینه اعلان شد محفل روحانی میلواکی بخدمات تبلیغیهٔ محلی قائم و پیشنهاد یک اجتماع شبانه را نموده اند مبنی بر آنکه در همان شب و همان ساعت یاران در هر جا چنین اجتماعی را تشکیل دهند۔ کنونشن نیز این ترتیب را تصویب نمود۔

(الپودت سالیانهٔ محفل نیویورک شامل اوصاف ممدوحه از اقدامات یاران است مرکز بهائی در آنجا لاینقطع در کار خطابهای عمومی ۱۵۰ نفس را منجذب بامر نموده لجنهٔ دوستی ترتیب اجتماعات شبانه برای امریکائیهای لاتینی داده البته سائر جمعیات بهائی هم باید این ترتیبات را قسمتی از شئون تبلیغیهٔ خود قرار دهند وانگونه اقدامات مستلزم ترتیبات دقیقی است زیرا اتصالات با اشخاص را باید نفوسی بعهده گیرند که در سلوک و آداب ممتاز باشند و دارای قوهٔ ممیزهٔ فوری هستند۔ سه جمعیت بهائی در بلاد مجاورهٔ نیویورک تشکیل و مجالس عمومی در بروکلین برقرار و پانزده مجالس خصوصی در نفس مدینه منتظم۔ کذالک یک نمایشگاه بهائی در معرض عمومی تحت اشراف محفل روحانی برپا بود یاران نیویورک در جمیع میادین خدمت ابراز فعالیت نموده اند و سر مشق عالی برای تبلیغ در این مملکت بوده اند در واقع بیشرفت اعمال بهائیان امریکا امید بخش است۔ میفرمایند این نفوس سپاه حقند دفاتح مشرق و غرب۔

لجنهٔ اتحاد نژاد بهائیان در هر جا برحسب دستورات حضرت ولی امرالله راجع به اقلیات چنانچه در کتاب "ظهور عدل الهی" مرقوم مشغول ترویج تعالیم آمین بهائی بین طوائف اقلیات در حوالی خود میباشند برحسب اطلاعات وارده دو نفر از نژاد هندی در میلواکی باقبال فائز۔ این مژده روح بخش است برای عموم زیرا باین بیانات حضرت عبدالبهاء که در الواح "مشروع الهی" نازل متذکر شده میفرمایند باید قضیهٔ هندیها اهالی اصلیهٔ امریکا را اهمیت عظیمی دهید زیرا این نفوس مانند اهالی قدیمه جزیرة العرب هستند که قبل از ظهور محمد متوحش بودند وچون انوار محمدیه در بین آنها سطوع نمود چنان منور شدند که آفاق جهان را روشن کردند همچنین اگر هندیها تربیت شوند وهدایت یابند

شکی نیست کہ بسبب تعالیم الٰہیہ چنان روشنائی یابد کہ تمام روی زمین نورانی شود در سائر قسمتہای مملکت باجمعیتہای ہندی درکار ہفت جلد کتب بہائی کتابخانہ ہندیہای مونتانا تقدیم شدہ و نامہ مشعر بر حسن قبول از مرکز آنہا وصول یافتہ بسیاری از محافل روحانیہ ترتیبات مفیدہ ئی برای اتحاد نژادھا داده اند انجمن مذاکرات نژادی ہای کیمبرج در مرکز بہائیان در کالیفورنیا منعقد و مراد از این مجالس اتحاد نژادھای مختلفہ با یکدیگر و آشنائی با نفوس جدیدہ است تا بہائیان با عموم طبقات خلق مانوس گردند۔

در پوریا املینوی یک ضیافت اتحاد نژادی تشکیل و تقریبًا صد نفر از نمایندگان نژادہا و ملتہای مختلفہ حضور داشتند مرقوم داشتہ اند تاثیر اقدامات لجنہ اتحاد نژادی بسیار قابل ملاحظہ بود بدوًا و نظر لجنہ فوائد کلیہ در این عمل ملحوظ نمی شد ولی ذوق و شوق تولید جذبیت عظیمی نمود و توجہ بشطر حضرت بہاء اللہ تاثیرات خود را بخشید مشورت و تعاون و اتصال و ثیق بالمحفل و بالآخرہ اہمیت حادثہ و مساعی مشترکہ واضح نمود کہ تائیدات حضرت بہاء اللہ شامل نفوسی شود کہ در ظل انوارش بخدمت قائمند۔

در میامی فلوریدا لجنہ اتحاد نژادی حدیثًا تشکیل شدہ در شیکاغو مجددًا در این موسم بہار ضیافت دوستانہ نژادی شد در نیوھاون با نژاد سیاہ ملاقاتہا حاصل و تقریبًا پنجاہ عائلہ از آنہا را در منازلشان ملاقات و بشارات امریہ را ابلاغ نمودہ اند۔

راپورت لجنہ دلیل معبد مشعر بر آنست کہ در ماہ جون ۱۸۶۴ نفر مشرق الاذکار را زیارت کردہ اند و در ماہ جون ۱۹۳۹ عدد زائرین ۱۴۸۴ بودند از یکم جنواری تا ۳۰ جون ۱۹۴۰ مجموع بالغ بر ۵۸۷۹ بودند بزیادی ۱۳۳۲ نفر در همین تاریخ در سال گذشتہ ہفت عدہ بزرگ ازائر زوار در ماہ جون ملاحانی بودند کہ برای تعلیم سیاحت میکردند و عدد آنہا ۳۴۷ نفر بود و عدہ دیگر دو معلم و ۲۱ طفل و ۱۴ جوان بودند در اینصورت واضح است کہ مشرق الاذکار بذاتہ مرکز مہم تبلیغ است و ادلاء زیادتری لازم است یک صف تعلیم دلیل در معبد مرتب شدہ ہر طالبی مدعو بر حضور است مطالب ذیل خلاصہ نامہ ایست کہ از محفل ملی روحانی مہاجر و اہمیت معبد آثار را کہ در معبد مشغولند نشان می دہد۔ فضیلت امر تبلیغ در معبد طراز روشنی از امر است و تاکید درجہ عالی تر از امر تبلیغ در سائر نقاط است۔ نفوسیکہ طالب اطلاعات امریہ اند در وقت زیارت مشرق الاذکار چنین احساس نمایند کہ با روح حیات بخش آئین بہائی متقابل میشوند۔ محفل ملی را امید چنان کہ لجنہ مشارکت کاملہ یاران را در دائرہ معبد با خود تامین نماید و اعضاء بلید بدانند کہ نتیجہ این تبلیغات جہانگیر شدت تمایل جمہور بآئین الٰہی خواہد بود" از قرار معلوم تاثیرات معنویہ در زائرین معبد در این سال بیش از قبل بودہ کلمات حق در سیت حق بخلق عالم ابلاغ نمودن سعادت مندی عظیمی است۔ در ماہ جون از ۲۹ ایالت مختلفہ و ممالک خارجہ بمعبد آمدند از قبیل شیلی ہایتی تورنتو و کالگاری و فیلیپین۔ چین و فلسطین۔

نورالدین زین

مدرسہ تابستانی

امسال از ۱۵ الی ۲۲ اکتوبر در سورت منعقد خواہد شد امید واریم کہ احبای الٰہی بیش از پیش در این مدرسہ حضور خواہند داشت

(عباس علی بٹ۔ منشی محفل ملی)

مس مارتاروت

درشمارۂ قبل خواندیم کہ دومین سال صعود مخبر مبلغین ومبلغات مس مارتاروت بانتہا رسید بدیہیت احبا در تاریخ ۲۸ سپتمبر بیاد آن روح شاد بودہ اند ومجالس تذکر گرفتہ۔

اینک ترجمۂ نطق یکی از مشاہیر ہنود سادو وسوانی وچند جملہ از یادداشتہای یکی از احبارا ذیلاً درج مینمائیم:-

ترجمۂ نطق سادو وسوانی

هوالعلیم

۲۹/۹/۴۰ ترجمۂ نطق سادو تی ایل وا سوانی درمجلس تذکر مس مارتاروت در بہائی ہال کراچی

من یاد دارم گفتار شیرین او ومناجاتہای ملیح وآواز روحانی او، ہیچ فراموش نمی کنم روزی مس روت ازمن خواہش کرد کہ چیزے در وصف روح بگویم واین بعد از نطق ومناجات او بود گفتم آنچہ تو گفتی وآنچہ تو کردی جمیع نمونۂ روح است و شئونات روحانی تو نمونہ وخلاصۂ روحانیت است۔ لہذا من امروز عصر را نیز مانند آن روز عصر روح مس مارتاروت درعالم روحانی حاضر وناظر میدانم۔

من مدتے بود میدانستم آئین بہائی، آئین اخوت ودوستی بین بشر است ولے تا آن نمونۂ محبت ودوستی واخوت "مس مارتا روت" را بچشم خود ودیدم یقین نمیشد کہ بلی ہمین است نشانہ ومثال محبت اللہ یاد دارم روزے شرح حیات خود را بیان میکرد کہ چگونہ بآئین بہائی گرویدہ است وبحضرت بہاء اللہ ایمان آوردہ است وہمچنین تشرف خودش را درحضور حضرت عبدالبہاء بیان مینمود وکلمات وتعالیم حضرت بہاء اللہ را شرح میداد از جملہ کلمات مکنونہ از قلم حضرت بہاء اللہ بود کہ یک کتابچہ آن بمن داد ومن مکرر خواندہ حتی بعضے جملات آنرا حفظ کردہ ام ودراین ورقۂ مطبوعہ کہ در دست شما است نوشتہ ام (اشارہ بمشروحہ بود کہ قبلاً طبع وتوزیع شدہ بود) ہیچ فراموش نمی کنم روزے بوقت عصر درکراچی نشستہ بودیم من گفتم بحیدرآباد میروم گفت ممکن است من ہم بیایم۔ گفتم مسرور میشوم اگر قبول این زحمت را بفرمائید لہذا قبول کرد۔ درحقیقت من آن ایامے کہ درحیدرآباد درخدمت ایشان بودم وشرف میزبانی اورا داشتم از اشرف اوقات عمر خود میدانم قبلا اشخاصے کہ درحیدرآباد وارد میشدند ومہمان من بودند بیشتر در مدرسۂ من مقیم میشدند ولی من جای ایشانرا بالائے کرایشنا ہال معین کردم۔

وصبحہا در موقع عبادت و مناجات در کرشنا ہال در موقع نطق گفت " من در معبد ہنود و کلیسای مسیحیان و مسجد اسلام نمی بینم جز یک نور۔ روز دیگر در مدرسہ " میر اسکول " در حضور دختران خطابہ داد و در ضمن وعدہ داد کہ انشاء اللہ بزودی مدرسہ بہائیان در کراچی تشکیل میشود۔

روزے در لبرٹ ہال حیدرآباد نیز نطقے کرد و شرف صدارت و موقع محبت بمن ہم داد زیرا من از افتخار و خوش بختی خود مید انستم کہ در حضور ایشان باشم و از ایشان درس بگیرم ۔ روز دیگر در نشنل کالج حیدرآباد ہم نطق و خطابہ داد و این مواقع خوبی بود کہ چیزے از ایشان تحصیل کنم مخصوصاً از ذکر بیان مبارک حضرت عبدالبہاء در لندن کہ از لسان میس مارتا روت شنیدم خیلی متاثر شدم کہ فرموده اند بہائی بصفت شناخته باشند نه باسم و بخلق پی برند نه بعلم ۔ و حقیقت میس مارتا روت بہترین نمونہ مترجم بیانات محبوب خود بہاء اللہ و حضرت عبدالبہاء بود و ہر دم از تعالیم حضرت بہاء اللہ حکایت مینمود کہ فرموده اند کونوا قدوۃ الحسنۃ بین الناس و این لیاقت و قابلیت از بخشش خداوندی بود کہ آن روح پاک دارا بود من بارہا میگویم آن روح حقیقی باز آمده است او نمرده است بلکہ ترقی کرده است ۔

روزے سوال کردم کہ چگونہ ممکن است این خلق عالم متحد گردند و دست از اختلافات بردارند ۔ و ایشان شرح مفصلے از بیانات حضرت عبدالبہاء و تعالیم حضرت بہاء اللہ را شرح دادند کہ تحری حقیقت است ۔ وحدت عالم انسانیست ۔ وحدت اصول انبیا است ۔ وحدت نساء و رجالست ۔ وحدت تربیت بنین و بناتست ۔ وحدت لسانست ۔ وحدت اوطانست ۔ وحدت عدالت است ۔ ترک تعصبات است ۔ حل مسائل اقتصادی است ۔ تشکیل محکمہ صلح عالم است ۔ اعتقاد کامل بہستی خداوند تبارک و تعالیٰ و وحدانیت و فردانیت و مظاہر عدل اوست ۔

نطق در انجمن ہا یاد دارم روزی در انجمن مسیحیان در مدراس یک شخص امریکائی کہ برای ترویج عقیدۂ مذہبی یا خیالات خود ہندوستان آمده بود از میس مارتا روت پرسید کہ تو چطور رفتار میکنی کہ در ہمہ انجمنہا و جماعات محترمی و ہمہ جا دعوت میشوی و ہموارہ عدہ برای شنیدن صحبتہای شیرین تو می آیند ۔ جواب دادمن ہیچ از خود نمیگویم ہر چہ میگویم از گفتہ مجبوم بہاء اللہ است اگر سرمست نہ خود زمی شیشۂ ما کی توانی کہ بری راہ باندیشۂ ما ، پرسید وضعیات زندگانی تو چگونہ است میس مارتا روت در جواب گفت نگاہ کن این سوت کس " چمدان " و اسباب مرا بہ بین اینہم برای کتب دینی من است و الا یک باکس برای لباس من کفایت بود و از سنہ ۱۹۰۰ تا کنون سی و یکسال است این زندگانی من است ہر سالی در مملکتی ہر روزی در شہری می آنم زحمت نگرفتہ ام و مقصد و آرزوی جز ترویج تعالیم حضرت بہاء اللہ ندارم ۔ روز دیگر در موقع آرنتیل کانفرنس در تراونذرام عدہ از جریدہ نگاران و محررین معروف تراونکور انجمنی آراستند میس مارتا روت را دعوت کردند و گفت و شنید در بارہ طرز مقالہ نگاری مینمودند و از طرز تحریر میس مارتا روت توصیف مینمودند در ضمن شخصی پرسید کہ این موفقیت را از چہ راہی بدست آوردی ۔ در جواب نطق مفصلے نمودند از جملہ این بود کہ قلم من مترجم تعالیم حضرت بہاء اللہ است ۔ من ہر وقت میخواہم چیزی بنویسم توجہ باو میکنم و میگویم تم کہ کلمات من خالی از حق و راستی نباشد بلکہ بیشتر میگویم کہ حقایق بلند و شیرین و دلکش بیان نمایم ۔ روزے ذکر وطن و خویشان خود نموده میگفتند من جمیع عالم را دوست میدارم و ہر کس را کہ تربہ ملاقات کردہ ام فراموش نمی کنم تا چہ رسد بخویشان خود و ہموارہ با ایشان مکاتبہ و مخابرہ دارم و خویشان من ہمیشہ مینویسند کہ حال دیگر ضعیف شده ام و قوۃ مسافرت ندارم ۔ خواہست بوطن خود مراجعت کرده با ایشان جانم و من با تو انم میروم و با شما زا ملاقات مینمایم ولی میل ندارم در خانہ نشینم و خاموشی اختیار کنم ۔ زیرا خویشان من بہائی نیستند و میل ندارند کہ من تبلیغ امر حضرت بہاء اللہ نمایم ۔ بلی این معلوم است کہ او بظاہر نمیتواند بداند وطن دائمی و منزل آخری او در کجا است ولی معلوم بود کہ میل نداشت پس از حرکت دعائی ساکن شود و یا پس از نطق و شنا لب فرو بندد فہم ما قال دیده چہ کار آیدم اگر نگوید لقا ۔ لب بچہ کار آیدم اگر نگوید ثنا ۔ سر بچہ کار آیدم اگر نگردد فدا ۔ تن بچہ کار آیدم اگر نگردد فنا ۔

جان بچہ کار آیدم اگر نگردد نثار ۔ پس خوشا بحال او بمنتہا مقصد و آرزوی خود نائل گردیده ؎

ما بس ماندہ و این راہ خطرناک زپیش رحمی ای قافلہ سالار بہ واماندۂ خویش

سید محفوظ الحق علمی پرنٹر و پبلشر و ڈیکلریٹر نے نیو برقی پریس بہادر دہلی میں چھپوا کر دفتر پیام بہبر قرول باغ نئی دہلی سے شائع کیا

ماہنامہ

پیامبر دہلی

جلد دوم　　نومبر سنہ ۱۹۴۱ء　　نمبر ۱۱

مناجات

الٰہا معبودا مسجودا

اے خدا! اے معبود! اے مسجود!

شہادت میدہد عبدِ تو بوحدانیت تو و فردانیت تو و از بدائع فضلت مسئلت می نماید

تیرا بندہ تیری یگانگت اور یکتائی کی گواہی دیتا ہے اور تیرے فضل کی نئی نئی عنایتوں سے وہ چیز مانگتا ہے

انچہ را کہ سزاوارِ بخشش تو است وظہور و بروزش از دفترِ عالم محو نشود سحابِ اوہام

جو تیری بخشش کے شایانِ شان ہے اور جس کا ظہور و بروز صفحۂ ہستی سے کبھی مٹ نہ سکے وہم کے بادل

اورا ستر ننماید و غمامِ ظنون اورا از اشراق باز ندارد۔ ای کریم ہر صاحب بصر و سمعی بر کرمت

اُسے چھپا نہ سکیں اور شکوک و شبہات اُسے روشنی پھیلانے سے نہ روک سکیں۔ اے کرم فرمانے والے بینائی و شنوائی رکھنے والا

شہادت دادہ و بر سبقت رحمتت گواہ۔ عبادت را از دریای شناسائی محروم منما و از انوارِ

ہر ایک شخص تیری کرم فرمائی کی شہادت دیتا ہے اور تیرے غلبۂ رحمت کا گواہ ہے۔ تو اپنے بندوں کو اپنے عرفان کے دریا سے محروم نہ کر اور

وجہ ظہور منع مفرما توئی بخشندہ و مہربان لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْمَنَّانُ

چہرۂ ظہور کے انوار سے دور نہ رکھ۔ تو ہی ہے بخشنے والا اور مہربان۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو غالب اور احسان فرمانے والا ہے

پیامِ نور و جامِ طہور

جلوہ حق نئی نئی شان سے نمودار ہوتا رہتا ہے۔ ازل سے اپنی تجلیات دکھاتا رہا ہے اور ابد تک ظہور فرماتا رہیگا وہی موسیٰ عیسیٰ محمد علیہم السلام کے آئینوں پر متجلی ہوا۔ اور وہی باب و بہاء اللہ کی ہیاکل مقدسہ سے اہل نظر کے روبرو جلوہ افروز ہوا۔ اس کا ظہور حدود و قیود سے بالاتر ہے وہ جس طرح چاہتا ہے تجلی فرماتا ہے۔ کوئی اس پر حاکم نہیں۔ وہ سب پر حاکم ہے۔ کوئی اس پر محیط نہیں۔ وہ سب پر محیط ہے اور اس کی نسبت ہی وجود موجود ہے۔ اس سے نسبت منقطع ہو جائے تو وجود کوئی چیز نہیں۔

اس سے محبت تو سب کرتے ہیں۔ لیکن کما حقہٗ اس کی شانِ قدرت کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ اس کی نامحدود تجلیات کو سمجھنے سے تمام کائنات عاجز و لاچار ہے۔ پھر بھی جلوہ ہائے قدرت کی شیفتہ و فریفتہ ہے۔ یہاں تک کہ ایک ایک تجلی پر بے شمار موسیٰ غش کھا کر گر جاتے ہیں اور ایک ہی نمودِ قدرت پر شیدا ہو کر ان گنت ہستیاں قربان ہو جاتی ہیں

اب یہ زمانہ قدرت کا ایک نیا دن ہے۔ نئی صبح تجلی آشکار ہے۔ نسیم رحمت رحمٰن عالم غیب سے دنیائے ظہور میں بڑے تکلف سے چل رہی ہے۔ روحوں کو نئی زندگی مل رہی ہے۔ جو لوگ اس نسیم عنایت سے منہ پھیر کر بھاگ رہے ہیں وہ عذاب سموم میں گرفتار ہو رہے ہیں۔ سوکھ رہے ہیں جھلس رہے ہیں۔ جل رہے ہیں۔ کیونکہ ازلی ابدی قانونِ قدرت یہی ہے کہ آفتاب کی جن کرنوں سے مستعد وجود نشو و نما اور ترقی پاتے ہیں انھیں کرنوں سے اپنی استعداد کو ضائع کر دینے والے پودے جل کر خشک ہو جاتے ہیں۔ بارش کا بھی قانون یہی ہے کہ بادلوں سے برسنے والا پانی کہیں پھول کھلاتا ہے اور کھیتوں کو لہلہاتا ہے تو کہیں اسی کے قدرتی اثر سے گھاس اور کانٹے بھی اُگتے ہیں ؎

باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

جیسے بارش کا یہ عمل ہر برسات میں ہوتا ہے ویسے ہی ہر ظہور حق کے زمانے میں نیک استعداد رکھنے والے علم و عمل حق سے حیات تازہ پاتے ہیں اور جو لوگ اپنی استعداد کو ضائع کر چکے ہیں وہ اور بھی جہل و بدعملی میں گرفتار ہو کر تباہ ہو جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے ظہور میں ایسا ہی ہوا۔ حضرت رسول اللہ کے ظہور میں بھی یہی ہوا۔ آج نئے ظہور حق کے عصر حاضر میں بھی یہی ہو رہا ہے۔

ایک طرف تو ہر چیز ظہور جدید کی روشنی سے منور ہو رہی ہے۔ دوسری طرف غفلت و ظلمت کے شیدائی محروم و مایوس ہو رہے ہیں۔ سیکڑوں ہزاروں سال سے انتظار کر رہے تھے کہ حضرت موعود کا ظہور ہوگا تو ہم سب سے پہلے لبیک کہیں گے۔ جب ظہور حق ہوا تو ایسے سو گئے گویا

کبھی جاگے ہی نہ تھے۔ جب وقت آگیا اور ظہور کے جھنڈے بلند ہوگئے تو یہ انتظار کرنے والے ایسے ہوگئے گویا کبھی انتظار ہی نہ کرتے تھے۔ ہاں کچھ راستباز ایسے بھی اُٹھ کھڑے ہوئے جنھیں تمام جہان کے علماء ظہورِ حق سے مُنکر نہ بنا سکے اور تمام قوموں کے شور و غوغا سے بھی یہ لوگ خائف نہ ہو سکے۔ کیا ہی مُبارک ہیں وہ ہستیاں جو ندائے الٰہی سُن کر لبیک لبیک پکارتی ہیں۔ کیا ہی مُبارک ہے وہ انسان جو اِس دورِ ظہورِ اعظم میں عرفانِ حق سے فائز ہوتا ہے۔ کیا ہی مُبارک ہے وہ زبان جو ذکرِ حق میں ناطق ہے۔ کیا ہی مُبارک ہے وہ آنکھ جو اُفقِ ظہور کو دیکھ رہی ہے۔ کیا ہی مُبارک ہے وہ مکان جسمیں محبوبِ لامکان کا ذکر ہو رہا ہے۔

بہت سی ملکہ اور شہزادیاں ہیں جو ظہورِ حق کے عرفان سے محروم رہ گئیں۔ بہت سے بادشاہ ہیں جو شہنشاہِ ازل و ابد کو قبول کرنے سے بے نصیب ہو گئے۔ بہت سے امیر ہیں جنھیں دُنیا نے دھوکہ میں ڈال دیا ہے اور بہت سے بڑے بڑے لوگ ہیں جنھیں فانی چیزوں نے جمالِ باقی سے محجوب کر دیا ہے۔ اُس دل کو مُبارکباد جو محبوبِ حقیقی کی محبت سے سرشار ہے۔ وہ سچی خوشی حاصل کر رہا ہے۔

خدا کی قسم! یوم اللہ ظاہر ہو گیا۔ جلوۂ غیب شکلِ ظہور میں نمودار ہوا۔ یہی تو وہ وقت ہے جب طور پر کلام کرنے والا بول رہا ہے اور ربّ الجنود تمام عالم میں اپنی توحید کا ڈنکا بجا رہا ہے۔ صداقت کے شیدائیو! خدائے رحمٰن کا نام لے کر مطلعِ بیان سے سر نکالو اور دلوں کو کلامِ حق سے تسخیر کر لو۔

اے دُنیا کے لوگو! وہم و گمان کے گھروندے کو چھوڑ کر علم و عرفان کے قصرِ بلند کی طرف آؤ۔ خداوندِ عالم کے جلال کی قسم۔ وہ زمانہ آگیا ہے جس کا وعدہ تمام کُتبِ مقدسہ میں تھا۔ عنایتِ ربانی کے آثار کی آواز بڑے زور سے آرہی ہے۔ وحیِ الٰہی کی نسیمِ خوشگوار چل رہی ہے خُدا کا نام لے کر بقا کے جام پیو۔ یہ وہی یوم موعود ہے جس کی صفت محمد رسول اللہ نے بشارت دی تھی اور اُن سے پہلے انجیل و تورات و زبور نے خوشخبری سُنائی تھی۔ اپنی باتیں چھوڑ دو۔ خدا کی باتیں قبول کرو اپنی خواہشات ترک کرو۔ مشیتِ الٰہی کے تابع ہو جاؤ۔ مظہرِ خداوندی کو پہچانو۔ اور عہد و میثاق کو پورا کرو۔ اسمِ اعظم کا آفتاب اُفقِ عالم پر نمودار ہے۔ تمام اشیا کلمۂ الٰہی کی آگ سے مشتعل ہو رہی ہیں۔ خدا کا پیغام سُنانے والے تمام جہان میں پیغام سنا رہے ہیں۔ خدائی نوشتے تمکو پہنچا رہے ہیں۔ نوعِ بشر کو مقامِ رفعت اور گلشنِ جنت کی طرف بُلا رہے ہیں جو لوگ اس مقامِ عالی میں داخل ہوتے ہیں وہ اہلِ ملکوت ہیں اور جو اپنے آپ کو محروم رکھتے ہیں وہ اہلِ نابوت ہیں۔

کہتے ہی عالم ہیں جو شریعت شریعت پکار رہے ہیں۔ مگر مالکِ شریعت سے بے خبر ہیں۔ بہتیرے لوگ ہیں جو خدا کی روشنی کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں وہ حقیقت سے دور اور غافل ہیں۔ اِس روشنی کو دنیا بھر کی آندھیاں نہیں بجھا سکتیں۔ ہوشیار ہو جاؤ۔ علم کے سمندر موجزن ہیں اور عرفان کے دریا بہہ رہے ہیں۔ آبِ حیات کے چشمے اُبل رہے ہیں۔ تم جانتے ہو دُنیا میں آبِ حیات کیا ہے؟ خدائے رحمٰن کی محبت کس قدر مُبارک ہے وہ انسان جس نے یہ آبِ حیات پیا اور ابدی زندگی پائی۔ اس کے سوا سب کچھ فانی ہے اور فانی چیز میں دل لگانے والے دریائے فنا میں ڈوب جاتے ہیں۔ بڑے بڑے بادشاہ نیست و نابود ہو گئے۔ اُن کے اونچے اونچے جھنڈے خاک میں مل گئے۔ اُن کے پرشوکت لشکر معدوم۔ اُن کے اُڑتے ہوئے تیر ہوائے فنا میں مفقود اور اُن کے چمکتے ہوئے نیزے ظلمتِ عدم میں گم ہو گئے۔ ان کے سروں کے

تاج خاک مذلت میں پامال ہوئے۔ اُن کے محلات ویران اور اُن کے تمام ساز و سامان بے نام و نشان ہیں۔

اب اے زندگی چاہنے والو! دیکھو اور غور سے دیکھو۔ سمجھو اور خوب سمجھو۔ دین حقیقی زندگی کا سرچشمہ اور اتحاد کا مرکز ہے۔ اُسے اختلاف کا سبب نہ بناؤ۔ خالصاً لوجہ اللہ عالم انسانی سے دلی محبت کرو۔ اور اتحاد کی روح جسم عالم میں پھونک دو۔ شیریں زبانی اختیار کرو۔ دلوں کو جوڑ دو۔ آج خدا نے اپنے مظہر علم حضرت بہاءاللہ کو اسی لئے بھیجا ہے کہ وہ تمام جہان کو اتحاد عام کی دعوت دیں اور مستعد قلوب میں اتفاق کی روح پھونک دیں۔ راہ خدا میں جو کچھ تکلیف پیش آئے اُسے خوشی سے برداشت کرو۔ جدال و نزاع کتاب الٰہی میں ممنوع ہے۔

ظاہری اور باطنی سورج

اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا

آنکھ کھول کر دیکھو۔ وہ سب کا داتا۔ سب کا پالنہار۔ سب کا سہارا۔ سب کو بنانے والا۔ اب بھی وہ سب کچھ کام کر رہا ہے جو پہلے کرتا تھا اور آگے کو بھی اس کے کاموں کی حد نہیں۔

اُس کی مہر اور دَیا جیسے پہلے تھی اب بھی ہے اور سدا رہیگی اُس کا راج کبھی نہ مٹے گا نہ کبھی بگڑے گا۔ ہمارے لئے جو سیدھی راہ اُس نے بنا دی ہے ہم اُس پر چلیں گے تو سکھ چین پائیں گے اور جو اُس راہ سے بھٹک جائیں گے تو دُکھ اُٹھائینگے۔ ہر روز سویرا ہوتے ہی وہ مالک سورج نکالتا ہے۔ سورج دُنیا بھر سے یوں کہتا ہے کہ اٹھو اندھیرا گیا۔ دن نکل آیا۔ اُجالے میں کھڑے ہو جاؤ۔ دیکھو میں اپنے مالک کے حکم پر کیسا ٹھیک چل رہا ہوں۔ تم بھی اُس کے کہنے پر چلو اور اُس کی پھیلائی ہوئی روشنی میں اچھے اچھے کام کرو۔

پھر سُنو! سورج اور کیا کہہ رہا ہے؟ وہ کہتا ہے مجھ مالک نے ایسا بنایا ہے کہ میں سب کو روشنی پہنچاتا ہوں۔ اپنے کام میں ذرا کمی نہیں کرتا۔ تم بھی روشنی والے بن کر سب کے دِلوں میں اُجالا کر دو۔ میں تو دُنیا بھر کے سب لوگوں کو ایک آنکھ سے دیکھتا ہوں۔ ہندو مسلمان عیسائی۔ یہودی۔ پارسی۔ بودھ سب کو روشنی اور گرمی دیتا ہوں مجھ کسی سے کچھ بیر نہیں ہے۔ تم بھی ایسے ہی بنو۔ کسی سے بیر مت رکھو۔ کسی کو ٹیڑھی آنکھ سے نہ دیکھو۔ تو وہ مالک جس نے مجھے بھیجا اور سب کو بنایا ہے تم پر مہربانی کی نظر رکھیگا۔

ایک اور بات سُنو! میں روز سویرے پورب سے سر اُٹھاتا ہوں اور روز شام کو سر جھکانا پڑتا ہے۔ اے انسان! تو جو سر اُٹھائے پھرتا ہے ایک دن ضرور تیرا سر نیچا ہو جائے گا۔ وہ گھڑی آ رہی ہے جب تو ڈوب کر چھپ جائے گا۔ اور تیرا نام و نشان بھی گمنامی کے اندھیرے میں چلا جائے گا۔ اپنے مالک کے آگے سر جھکا تو سربلند ہوگا۔

اے انسان! ایک اور بات بھی سُن لے۔ تجھے معلوم ہے کہ مالک کے حکم سے میں ہر دم چمکتا اور جگمگاتا رہتا ہوں۔ میں روشنی کا گولہ ہوں۔ مجھ میں اندھیرا کبھی نہیں ہوتا۔ اس سے یہ بات سمجھنی چاہیے کہ مالک کی مہربانی کا سورج سدا روشنی دیتا رہتا ہے۔ ہاں جب تمھاری زمین چکر کھا کر اپنا مُنہ سورج سے پھیر لیتی ہے تو اندھیرے میں گھر جاتی ہے۔ یوں ہی جب تم مالک کے حکم کی روشنی سے مُنہ موڑ کر پاپ کے گڑھے میں جا پڑتے ہو تو تمھارے اوپر اندھیرا چھا جاتا ہے

سُنو۔ سُنو۔ جیسے میں اِس باہر کی دُنیا کا سُورج ہوں ویسے ہی تمھارے بھیتر کی دُنیا کا ایک سُورج ہے۔ وہی سب کو دل کی روشنی دیتا ہے۔ اُسے مشیتِ اولیہ کہتے ہیں۔ ہر پیغمبر کے ذریعے جس کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ جیسے میرا ایک دن پورا ہوتا ہے تو میں دوسرے دن پھر نکلتا ہوں۔ اسی طرح وہ رُوحانی سُورج جب ظاہر ہوتا ہے تو ایک وقت تک روشنی دے کر غائب ہو جاتا ہے اور پھر نئے سرے سے دوسرے وقت نکلتا ہے۔ جب وہ آتا ہے تو رُوحانی دنیا میں نیا دن ہوتا ہے۔ جب وہ چھپ جاتا ہے تو دلوں کی دُنیا میں رات ہو جاتی ہے۔

مالک نے مجھے اس بات کا نشان بنایا ہے کہ ایک باطنی سورج بھی ہے جو قدرت کی روشنی دلوں کی دنیا میں پہنچاتا رہتا ہے۔ بلکہ اگر سچ پوچھو تو میں یہاں تک کہوں گا کہ میں سورج اور میرے علاوہ سب چاند، ستارے، سیارے زمین آسمان اُسی باطنی سورج کے لئے بنائے گئے ہیں۔

یہ رُوحانی آفتاب اپنی حقیقت میں ایک ہی ہے اور جیسے میں روزانہ ایک نئے مطلع سے طلوع ہوتا ہوں ایسے ہی وہ سچائی کا آفتاب الگ الگ دِنوں میں نئے نئے مطلع سے نمودار ہوتا رہتا ہے۔

وہی مطلعِ آدم سے ظاہر ہوا۔ وہی مطلعِ ابراہیم سے چمکا۔ وہی مطلعِ موسوی سے نمودار ہوا۔ وہی مطلعِ عیسوی سے دکھائی دیا۔ وہی مطلعِ محمدی سے جلوہ فرما ہوا۔ وہی مطلعِ زرتشت سے طلوع ہوا۔ وہی کرشن اور بودھ کے مطلع سے روشن ہوا۔ اور دنیا میں اُجالا کرتا رہا

اس نے کہا تھا کہ میں پھر آؤں گا۔ اور بہت بڑی روشنی دکھاؤنگا سو وہ اس زمانہ میں پھر جلوہ گر ہوا ہے۔ اب اس نے بہاء اللہ کے نام سے اپنی نورانی تجلی دکھائی ہے اور کائناتِ ظاہر و باطن میں نئی رونق و بہار نمودار ہے۔ عظیم الشان ارتقاء آشکار ہے۔ نیچر کے باغ میں نئی بہار ہے۔ مبارک ہیں وہ جو اِس نئے طلوع سے منور ہو رہے ہیں ✤

سنو سُنو! اِن باتوں سے اچنبھا نہ کرو۔ تم سب پہلے زمانوں میں روحانی سورج کو کسی نہ کسی روپ میں دیکھ چکے اور مان چکے ہو۔ جیسے کوئی موسیٰ کوئی محمدؐ یا کرشن کو روحانی سورج مانتا ہے۔ یہ سب ٹھیک ہے۔ ہاں ایک روحانی سورج کو مان لینا اور دوسرے سے منہ پھیر لینا یہ تمھاری بڑی چوک ہے۔ بات یہ ہے کہ سچائی کا سورج ایک ہی ہے۔ ہاں وہ مختلف جگہ سے نکلتا ہے۔ تمھیں چاہیے کہ روشنی کے چاہنے والے بنو۔ کسی جگہ سے ظاہر ہو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم اصلیت کے نہیں، جگہ یا نام کے پجاری بن کر رہ جاؤ گے جو کسی طرح ٹھیک نہیں۔ سوچو۔ سمجھو اور سچی روشنی کے پروانے بنو۔ وہ سورج جو ہمیشہ سے ہے۔ جیتا جاگتا سورج ہے۔ ہر زندہ چیز کام کرتی ہے اور اپنا اثر دکھاتی ہے۔ وہ روشنی کا بھنڈار آج بھی پوری چمک دمک دکھا رہا ہے۔ آنکھ اُٹھا کر دیکھنا چاہیے۔

بشارتِ عظمیٰ

یہ پاکٹ سائز مناجات کا مجموعہ نہایت نفیس اور خوبصورت اصل مع اردو ترجمہ دو رنگ میں چھپا ہے۔ نماز کوچک، صلوٰۃ کبیر، لوح احمد، دُعائے صبح و شام اور مختلف مواقع کی مناجات پر مشتمل ہے۔ قیمت ۱۲ر (بہائی ہال کراچی سے طلب کیجئے)

ساری دُنیا میں اتحاد کس طرح سے ہو سکتا ہے

ایک سانپ کئی دن سے آدمیوں کو کاٹ رہا تھا۔ اور جب کوئی اُسے پکڑنا چاہتا تو وہ اپنی بامبی میں گھس جاتا۔ لوگ بہت دیر تک بامبی کے مُنہ پر لکڑیاں لے کر کھڑے رہتے کہ نکلے تو ماریں۔ مگر سانپ کاہے کو مرنے کے لئے نکلتا۔ جب سب چلے جاتے تو پھر وہ نکل کر کسی کو ڈس لیتا۔ لوگوں نے تنگ آکر پنچایت کی۔ ایک لال بجھکڑ بھی وہاں تھے انھوں نے جھٹ سے کہا یہ بھی کوئی پریشانی کی بات ہے۔ ارے میاں بامبی میں ہاتھ ڈال کر سانپ کو پکڑ کر باہر نکال لو اور مار ڈالو۔ پنچوں میں سے ایک نے کہا۔ بھیّا ہم تو سانپ کی بامبی میں ہاتھ نہ ڈالیں گے۔ اور جو کوئی چاہے وہ ہاتھ ڈالے۔

وہ سانپ اور وہ پنچ سب مر کھپ گئے۔ مگر بات ابھی تک جیسی کی تیسی ہی ہے۔

اس پرانی کہانی کو سُن کر چاہے ہم ہنس کر اپنا جی خوش کر لیں چاہے اس سے کئی بڑے کام کی باتیں نکال لیں۔ مثلاً (۱) جس شخص کو ہاتھ سے سانپ پکڑنا نہ آتا ہو اُسے چاہئے کہ وہ بامبی میں ہاتھ ڈالنے سے انکار کر دے ورنہ سانپ اُسے ڈس لے گا۔ اور وہ مرجائے گا (۲) جو ہاتھ سے سانپ پکڑنے کا فن سیکھنا چاہے وہ یا تو خود سیکھے یا سپیروں کی شاگردی کرے (۳) جب تک سانپ پکڑا نہ جائے گا تب تک نہ تو اُس کا زہریلا ڈنک نکال کر اُس کو بے ضرر کیا جا سکتا ہے اور نہ اُس کو مارا جا سکتا ہے (۴) جب تک سانپ زندہ ہے آزاد ہے۔ اور اُس کے مُنہ میں زہریلا ڈنک ہے تب تک پڑوسیوں کی جان خطرے میں ہے (۵) سانپ کو مار کر یا اُس کی آزادی چھین کر یا اس کے زہریلے ڈنک کو نکال کر لوگوں کو ڈسنے سے بچایا جا سکتا ہے (۶) ان تین صورتوں میں سے ہر ایک صورت پیدا کرنے کے لئے بیسیوں طریقے اختیار کئے جا سکتے ہیں (۷) یہ کہنا صحیح ہوگا کہ کسی خاص صورت اور حالت میں کوئی ایک طریقہ سب سے بہتر ثابت ہوگا۔ (۸) لیکن یہ کہنا غلط ہوگا کہ ہر صورت اور ہر حالت میں صرف یہی ایک طریقہ ٹھیک ہوگا۔ (۹) اور باقی تمام طریقے غلط ہیں، کارآمد ثابت نہ ہونگے۔

میں نے اس قصّے کو تفریح کے لئے بیان نہیں کیا ہے۔ بلکہ میری رائے میں دنیا کے موجودہ اختلافات کی سچّی تشخیص اور اس کا صحیح علاج دونوں یہی موجود ہیں۔ اِس لئے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ جب تک میں اپنا مضمون ختم نہ کر لوں اس کو آنکھ سے اوجھل نہ ہونے دیں۔

جب کوئی مریض ایک ہی وقت میں کئی بیماریوں کا شکار رہتا ہے تو ڈاکٹر پہلے اس بات کا فیصلہ کرتا ہے کہ سب سے زیادہ مقدم کس مرض کا علاج ہے۔ بس کے رفع ہوئے بغیر دوسری بیماریاں قابو میں نہ آسکیں گی۔ اِس نگاہ سے جب ہم دُنیا کی حالت پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جب تک لڑائی جاری رہے گی تب تک کوئی دوسرا انتظام نہ ہو سکے گا۔ باقیماندہ معاملات بھی لڑائی کے گڑھے میں ڈھکیل دیئے جائینگے اور جو ارادہ۔ خیال۔ تدبیر۔ تنظیم اور جد وجہد لڑائی لڑنے کے علاوہ اور کوئی مقصد رکھتی ہوگی وہ پہلے مردود پھر ممنوع اور اُس کے بعد قید و بند بلکہ شاید جلاوطنی اور گردن زدنی کے لائق قرار دے دی جائے۔

بہائیوں کا چونکہ فرض ہے کہ وہ اپنا جان و مال، عزت و آبرو غرضکہ سب کچھ دُنیا میں صلحِ عمومی قائم اور برقرار کرنے کے لئے قربان کر دیں اس لئے ہمارا فرض ہے کہ موجودہ جنگِ عظیم کے معاملات کو نہایت غور سے مطالعہ کریں۔

اور اُس کے عالمگیر ہونے کے اسباب اور طریقوں کو اچھی طرح سمجھیں۔ کیا وہ ڈاکٹر کسی سخت بیماری کو تشخیص کرسکتا ہے جس نے اُس بیماری کے مریضوں کو مرض کی سخت حالت میں نہ دیکھا ہو۔ اور اُس کے ترقی پانے کے اسباب اور طریقوں پر غور نہ کیا ہو۔ جنگِ عظیم بھی دُنیا کے مرض کی شدت کی حالت ہے۔ صُلح اُس کی صحت کی ابتدار اور صُلحِ اکبر اُس کی کامل تندرستی کی صورت ہے۔ اور یہ تصریح موجود ہے کہ صلح اکبر برپا کرنے کے لئے ہم کو جانفشانی کرنی پڑے گی۔

عالمگیر لڑائیاں کیوں شروع ہوتی ہیں۔ کیسے ترقی پاتی ہیں۔ کیوں اور کب تک جاری رہتی ہیں اور پھر کیسے ختم ہوکر ایک عرصے تک دنیا کو کمزور، لاچار اور محتاج چھوڑ دیتی ہیں۔ رفتہ رفتہ کیسے دوبارہ میل ملاپ۔ درگذر اور مصالحت آمیزی دنیا کو چاق اور چوبند کردیتے ہیں۔ عین اس حالت میں پھر وہی کشمکش اور دار وگیر کا بازار گرم ہوکر آرام کو تکلیف۔ راحت کو مصیبت اور چین کو عذاب سے بدل دیتا ہے۔ کیوں یہ صُلح عارضی ہوتی ہے؟ کیونکر صُلحِ اکبر اِس عالم میں برپا ہوسکتی ہے؟

پہلے سوال کو پہلے لیجئے۔ یہ صُلح کیوں عارضی ہوتی ہے؟ لڑائی کیوں شروع ہوجاتی ہے؟

جیسے مختلف بیماریوں کی وجہ مختلف ہوتی ہے ایسے ہی متعدد لڑائیوں کی وجہ بھی ایک نہ تھی۔ کہیں مُلک گیری۔ کہیں جاہ طلبی۔ کہیں دوسری قوم کی دست نگری سے بیزاری۔ کہیں اپنی تنگ دستی اور ضعیف مالداروں کی ہمسائیگی۔ کہیں انسانی ہمدردی اور غلاموں کی بیکسی۔ کہیں حاکموں کی عیش وعشرت میں مشغولیت اور رعیت کو دادرسی سے ناامیدی۔ کہیں خدا کے دیندار بندوں پر بے دینوں کا حملہ اور کہیں بیدینوں کا خدا کے دین کو قبول کرنے سے انکار۔ کہیں قدامت پرست ہمسایوں کا نئے فیشن والوں سے بے رُخی کا برتاؤ۔ تو کہیں نئے فیشن والوں کا قدامت پرستوں کو اپنے راستے پر لگانے کا قصور۔ غرضکہ اسباب مختلف اور نتیجہ ایک۔ لڑائی جھگڑا۔ کُشت وخون۔

کیا اِن مختلف صورتوں میں ہمیں کوئی بات یکساں اور مشترک بھی نظر آرہی ہے؟ ہاں ایک بات سب میں موجود ہے۔ دو ارادوں کی ٹکر دو خواہشوں کی ٹکر۔ دو نظریوں کی ٹکر۔ ایک مُلک۔ ایک قوم۔ ایک کام ایک جماعت کا انتظام خوبی کے ساتھ کرنے کے دو طریقوں میں ٹکر۔

دوسری بات سب میں موجود ہے۔ وہ یہ کہ ہم دونوں میں سے ایک رہیگا۔ دوسرے کو یا تو ایسی ٹکر مارو کہ وہ نیست ونابود ہوجائے۔ یا کم از کم مقابلے سے ہمیشہ کے لئے دست بردار ہوجائے۔ جرمن اور روس کی موجودہ جنگ بطور نمونہ لے لیجئے۔ تیسری بات اور ہے۔ جو سب میں موجود ہے۔ وہ یہ کہ دونوں میں بیچ بچاؤ کرنے کی طاقت رکھنے والا، جو یا تو اپنی عقل یا اپنے زور سے ان کو لڑنے سے روک سکے، اِس وقت موجود نہیں ہوتا یا نہیں روکتا۔

آپ اپنے گھر کی لڑائیوں کو لیجئے۔ اپنے محلے کی لڑائیوں کو دیکھئے اپنے شہر یا مُلک کی لڑائیوں کو مُلاحظہ کیجئے۔ دُنیا کی موجودہ یا گذشتہ جنگِ عظیم کو لیجئے۔ صلیبی یا مذہبی لڑائیوں کو غور سے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ ہر جگہ آپ کو یہ تین سبب موجود ملیں گے۔

۱۔ دو مختلف طریقوں کی ٹکر۔

۲۔ دونوں کا ارادہ کہ ہم میں سے صِرف ایک رہیگا۔

۳۔ عقل یا زور سے بیچ بچاؤ کرنے والے کا موجود نہ ہونا۔

پہلے سوال کا جواب ہوگیا۔ اب دوسرا سوال لیجئے۔ صُلح اکبر کیونکر برپا ہوسکتی ہے؟ تمکو صرف بادشاہ ایک دوسرے سے نہ لڑیں۔ ایک مُلک دوسرے مُلک پر حملہ نہ کرے۔ ایک قوم دوسری قوم کو اپنا غُلام نہ بنائے۔ تو کیا صُلحِ اکبر۔ عالمگیر صُلح دنیا میں برپا ہوجائے گی۔ خواہ دنیا کے ہر شعبے، ہر محکمے میں لڑائیاں پوری شدّ ومد کے ساتھ جاری رہیں۔ نہیں۔ ایسی صُلح کو

عالمگیر صُلح نہیں کہا جا سکتا۔ عالمگیر صُلح تو صرف اُسے ہی کہا جا سکتا ہے جو سارے عالم پر چھا جائے۔ نہ صرف دنیا کی زندگی کے ایک ٹکڑے پر۔

پس صُلحِ اکبر (عالمگیر صُلح) کے قیام کا طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص جو کسی انتظام کا ذمہ دار ہو۔ خواہ وہ کسی مُلک کا بادشاہ ہو خواہ وزیرِ اعظم۔ خواہ جمہوریت کا پریزیڈنٹ ہو یا کانگریس و لیگ کا صدر۔ کسی مُلکی محکمے کا افسرِ اعلیٰ ہو یا مذہبی جماعت کا رُوحِ رواں۔ لڑائی کے اِن تینوں اسباب کو مدِ نظر رکھے پہلے تو ٹکرے بچے۔ پھر اگر ٹکرے سے نہ بچ سکے تو مدِ مقابل کو نیست و نابود کرنے کا مصمم ارادہ نہ کرے۔ اگر ان دونوں سے بھی کام نہ چلے اور لڑائی نہ رُکے تو پھر بیچ بچاؤ کرنے والے ثالث کی تلاش کرے۔ یہ ایک عارضی طریقہ ہے۔ لیکن جب تک دُنیا کا پورا نظام اس طریقے پر نہیں ہو جائیگا۔ اور لڑائی لڑنے والوں کے اختیار سے نکال کر اس طریقے کو رائج نہیں کر دیا جائیگا تب تک صُلحِ اکبر قائم نہ ہوگی۔ جو لوگ آج زندہ ہیں اور آئندہ پیدا ہونگے اُن کی خوش قسمتی ہے کہ دُنیا میں اس انتظام کو جاری کرنا خدا نے اُن کے ذمہ رکھا ہے۔ اور آج بہائی نظامنامہ اہلِ بہاء کو دعوت دے رہا ہے کہ اپنی جماعت کا انتظام اس طریقے سے کر کے ساری دُنیا کے سامنے صُلحِ اکبر کا زندہ اور عملی ثبوت پیش کریں۔ اور ثابت کر دیں کہ خدا کے احکام پر چلنے سے ہی دنیا کا بہترین انتظام ہو سکتا ہے۔ اُس کے بتائے ہوئے طریقے کو چھوڑ کر اپنے علم، اپنے نفسانی ارادوں اور شرعی حیلہ تراشیوں سے خرابی اور بربادی کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔

ہمارے بزرگ آدم و حوا خدا کے طریقے کے مطابق جنت میں چین سے تھے۔ ایک سانپ اُن کو ملا۔ جس کے ملنے سے دونوں کا انتقال ہو گیا۔ اور وہ جنت سے دُنیا میں منتقل ہو گئے۔ یہ پہلی منزل تھی۔ اُن کی اولاد ہابیل اور قابیل میں نفسانی ارادے نے کچھ اور ترقی کی۔ باوجودیکہ دونوں ایک ہی ماں باپ کے بیٹے تھے مگر دونوں کے ارادوں میں ٹکر ہوئی اور ایک کو نیست و نابود کرنے کے علاوہ دوسرے کو کچھ دکھائی نہ دیا۔ جب خدا نے قابیل بھائی سے پوچھا تیرا بھائی کہاں ہے تو اُس نے جواب دیا میں کیا جانوں۔ کیا میں اُس کا رکھوالی ہوں۔ خدا نے قاتل بھائی پر لعنت کی۔ اور اُس کی اولاد پر لعنت کا اثر اب بھی موجود ہے۔ اس لعنت کا اصلی سبب کون ہے؟ وہی سانپ۔ اس کی باء بھی کہاں ہے؟ انسان کا دل! اُس کے زہر کا کیا اثر ہے؟ نفسانیت کا دَورہ۔ جب اُس کی باء بھی اتنی نزدیک ہے کہ اپنے ہی دل میں ہے تو ہاتھ ڈال کر کیوں نہیں باہر نکال لیتے اور مار ڈالتے؟ آپ کو اُس بچے کا جواب یاد ہوگا۔ "بھیا ہم تو باء بھی میں ہاتھ نہ ڈالیں گے" اور جو کوئی چاہے ڈال لے۔

میرا مضمون ختم ہوا۔ سب سوالوں کے جواب بھی ہو گئے۔ ساری دنیا میں اتحاد کیسے ہو سکتا ہے؟ صُلح کیوں عارضی ہوتی ہے؟ لڑائی کیوں شروع ہوتی ہے؟ کیا سب لڑائیوں کی کوئی مشترک وجہ بھی ہے؟ کیا لڑائیوں کو روکنے کا کوئی طریقہ بھی ممکن ہے؟ کیا عالمگیر صُلح ہو سکتی ہے؟ مختصر جواب یہ ہے بہائی نظامنامہ دُنیا کے جس حصے میں رائج ہو جائیگا وہاں لڑائی نہ رہے گی۔ صُلح ہو جائے گی۔ لیکن دُنیا اُس وقت تک بہائی نظامنامے کو قبول نہ کرے گی جس وقت تک بہائی اس کو رائج کر کے ثابت نہ کر دیں کہ بہائی جماعت میں اس نظامنامے کے اجراء کے ذریعہ واقعی نسلی صُلح اور اتحاد کامل حاصل ہو گیا ہے۔

نظامنامے کو اِس نقطۂ نگاہ سے انشاءاللہ کسی دوسرے موقع پر میں بھی بیان کرونگا۔ اگرچہ آپ میں سے اکثر تو خود بھی بیان کر سکتے ہیں۔ والبہاء علیکم۔

(حشمت اللہ قریشی (بی۔اے)

سید محفوظ الحق علمی نے جید برقی پریس بلیماران دہلی میں چھپوا کر دفتر پیامبر فیض روڈ قرول باغ نئی دہلی سے شائع کیا

ایک دلچسپ گفتگو

(سید ابو العباس رضوی چارجوی)

فاضل۔ جناب قبلہ آپ نے سُنا کہ یہ دنیا میں کیا شور ہے۔

عالم۔ نہیں فرمائیے کیا واقعہ ہے کیا جرمنی ہار گئے؟

فاضل۔ یہ کہ قرآن کے بعد حضرت بہاء اللہ پر ایک آسمانی کتاب نازل ہوئی ہے۔

عالم۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

فاضل۔ آپ نے لاحول کیوں پڑھی میں نہیں سمجھا۔

عالم۔ اس لئے کہ معاذ اللہ قرآن کے بعد کوئی کتاب آسکتی ہے۔

فاضل۔ تورات و انجیل کے بعد جب قرآن نازل ہوا تو یہودی اور عیسائی دونوں قوموں نے لاحول پڑھ کر کہا تھا کہ کیا تورات و انجیل کے بعد بھی کوئی نئی کتاب یا نئی شریعت نازل ہو سکتی ہے حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ ان کا لاحول پڑھنا غلط تھا واقعی قرآن خدا کی طرف سے نازل ہوا تھا پس آپ یہ نئی خبر سنتے ہی بغیر سوچے سمجھے یہودی اور عیسائی قوموں کی تقلید پر کس طرح آمادہ ہو گئے کیا یہ ممکن نہیں کہ ان کی طرح آپ کا خیال بھی غلط ہو۔ اور واقعی قرآن کے بعد کوئی نئی کتاب و شریعت نازل ہوئی ہو۔

عالم۔ غلط اور بالکل غلط۔ میں یہودیوں کی تقلید نہیں کر رہا ہوں بلکہ از روئے بصیرت و تحقیق قرآن کے آخری شریعت ہونے پر ہزاروں دلائل دے سکتا ہوں اگر آپ کی خواہش ہو تو پیش کروں۔

فاضل۔ میرا گھر حضور والا یہاں سے کئی میل کے فاصلہ پر ہے میں جناب کی ہزاروں دلیلوں کو کہاں تک لادے پھروں گا کوئی چھوٹی سی دلیل ارشاد ہو۔

عالم۔ قرآنی تعلیمات عالمگیر ہیں۔ پس عالمگیر تعلیمات کے بعد کسی دوسری کتاب کا نازل ہونا تحصیل حاصل ہے۔

فاضل۔ کسی ایک عالمگیر تعلیم کا حوالہ بھی تو دیجئے۔ واقعی آپ کی یہ دلیل بڑی زبردست ہے۔

عالم۔ آپ تو اسی ایک دلیل کو بڑی زبردست دلیل کہنے لگے حالانکہ یہ ایک چھوٹا سا نمونہ ہے توبہ توبہ کر کے کہتا ہوں میرے پاس وہ وہ دلائل ہیں کہ شاید ہی کسی مولوی کے پاس ہوں۔ اچھا اب آپ قرآن کی ایک عالمگیر تعلیم سنیں قرآن نے آج سے تیرہ سو سال پہلے رنگ و نسل و طینت و قومیت و جنسیت کے محدود دائروں کو مٹا کر انسانی اخوت و مساوات کا عالمگیر اعلان کیا اسلام کی عالمگیر اجتماعیت کے قانون کا مقابلہ دنیا کا کوئی مذہب نہیں کر سکتا

فاضل۔ میں عالمگیر انسانی اخوت کو قرآنی الفاظ میں سننا چاہتا ہوں۔

عالم۔ سنئے خداوند تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔

یا ایھا الناس انا خلقنا کم من ذکر و انثیٰ و

یعنی اے انسانو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے پھر تمہیں مختلف شاخوں

جعلناکم شعوباً و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔

اور قبیلوں کی صورت دیدی لیکن یہ اختلاف صرف اس لئے ہوا تاکہ ایک گروہ سے دوسرا گروہ پہچانا جاسکے باقی عزت و شرف تو صرف اسی کے لئے ہے جو متقی اور پرہیزگار ہو۔

اِس آیت کی ساری روح لتعارفوا کے لفظ میں ہے۔ اِس لفظ نے اس حقیقت کا اعلان کر دیا کہ انسانوں کے گروہوں اور جماعتوں کے جتنے حلقے بھی بنے ہیں خواہ وہ نسل کی بنا پر بنے ہوں خواہ وطن و جنس کی بنا پر ان کی کل قدر و قیمت صرف اتنی ہے کہ وہ باہمی پہچان کا ذریعہ ہیں اس سے زیادہ کوئی اثر نہیں رکھتے پس قرآن کے اس اعلان سے تمام نسل انسانی ایک سطح اور ایک صف میں کھڑی ہوگئی لہٰذا اسلام کی عالمگیر اجتماعیت و مساوات ثابت ہوگئی۔

فاضل۔ شعوباً و قبائل کے الفاظ ہی سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اسلام کو عالمگیر اجتماعیت سے کوئی تعلق نہیں حقیقت یہ ہے کہ قرآن جس سرزمین پر اپنا پیغام سنا رہا تھا وہاں لوگ مختلف خاندانوں اور قبائل میں منقسم تھے اور ہر قبیلہ دوسرے قبائل کے مقابلہ میں اپنے آپ ہی کو مستحق مجد و شرف سمجھتا تھا اور تاریخ شاہد ہے کہ ان قبائل کو اپنے موہوم شرف و تفوق کی حفاظت کے لئے خون کی ہولی کھیلنی پڑتی تھی چونکہ عرب میں اس وقت انسانی اجتماعیت قبیلہ کے دائرے سے آگے نہ بڑھی تھی اس لئے داعی اسلام نے مختلف قبائل کو باہم ملا کر ایک قوم بنانا چاہا اور قبیلہ کی محدود اجتماعیت کو پیچھے چھوڑ کر قومیت کے دائرہ کی طرف جو قبیلہ کے دائرہ سے زیادہ وسیع تھا ایک اور ارتقائی قدم بڑھایا لیکن یہ ارتقائی اقدام صرف قومی تھا نہ بین الاقوامی۔ اگر بین الاقوامی اجتماعیت مدنظر ہوتی تو اِنَّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم کا اعلان نہ ہوتا یعنی تم سب گروہ ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہو لیکن حقیقی امتیاز و شرف و تفوق کا مستحق

وہی گروہ یا جماعت ہے جو متقی ہو قرآنی اصلاح میں متقی صرف وہ شخص ہے جو خدا اور بانی اسلام پر ایمان رکھتا ہو بہ الفاظ دیگر مسلم متقی ہے غیر مسلم متقی نہیں پس اسلامی اجتماعیت سے صرف مسلم قوم فائدہ اٹھا سکتی ہے باقی تمام اقوام محروم ہیں جب مسلم و غیر مسلم کا امتیاز قائم ہوگیا تو عالمگیر اجتماعیت اور عالمگیر مساوات کہاں رہی یہ اجتماعیت دائرہ اسلامیت میں محدود ہو کر رہ گئی۔ اب آپ کا کیا ارشاد ہے۔

عالم۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے قرآن کا گہرا مطالعہ نہیں کیا ورنہ اسلامی عالمگیر اجتماعیت اظہر من الشمس ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اسلام نے حقیقی شرف و امتیاز صرف متقی شخص کو بخشا ہے لیکن امتیاز خصوصی نہیں بلکہ عمومی ہے۔ کسی نسل، کسی قوم، کسی وطن، کسی زبان کا آدمی ہو اگر وہ نیکوکار ہے تو یقیناً ان انسانوں پر شرف رکھتا ہے جو نیکوکار نہیں اور یہ امتیاز فطری ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اِس مضمون پر ذیل کی آیت قرآن کی مایہ ناز آیت ہے سُنئے

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالنَّصَارٰی وَالصَّابِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

یعنی مومن لوگ اور یہودی اور عیسائی اور صابئین میں سے جو لوگ خدا اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور انھوں نے عمل بھی اچھے کئے اُن کے لئے کوئی خوف اور رنج نہیں۔

اِس سے زیادہ واضح اعلان اور کیا ہو سکتا ہے کہ مسلمان اور یہودی اور عیسائی وغیرہ سب اقوام کے لوگ اگر وہ خدا اور قیامت کے دن پر ایمان لائیں اور نیکوکار ہوں تو وہ سب نجات یافتہ ہیں۔ کیا اب بھی کسی کو اسلامی مساوات میں شک ہو سکتا ہے۔

فاضل۔ اسلام کی عالمگیر برادری کو ثابت کرنے کی کوشش میں آپ اپنے تمام اسلامی عقائد سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے اور وہ پھر بھی ثابت نہ ہو سکی کیا تمام عالم اسلام کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ مسلمانوں

کے علاوہ تمام دنیا کے لوگ کافر ہیں اور ان کا یہ عقیدہ کچھ بیجا نہیں ہے واقعہ یہ ہے کہ بہائیوں کے علاوہ تمام لوگ حضرت محمد کی رسالت کے منکر ہیں۔ پھر آپ کس دلیل سے کہتے ہیں کہ یہودی اور عیسائی بھی اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہوں اور عمل صالح کرتے ہوں تو نجات یافتہ ہیں۔ آپ نے غور نہیں فرمایا کہ عمل صالح اسلامی قاعدے سے کسی قوم کا بھی قابل قبول نہیں جب تک کہ وہ مومن باللہ ہو اور مومن باللہ ہونا ایک لفظ مہمل ہے۔ جب تک رسالت محمدی پر ایمان نہ ہو اور اگر ایمان بالرسالت ضروری نہیں تو پھر بانی اسلام کی دنیا میں آنے کی کیا ضرورت تھی کیونکہ خدا اور قیامت پر تو یہودی اور عیسائی اسلام سے پہلے بھی ایمان رکھتے تھے۔ پس متقی وہی شخص ہے جو حضرت محمد اور آپ کے احکام پر ایمان لائے اس لئے مسلم و کافر او رمومن و مشرک کی تفریق صاف موجود ہے جب تفریق ثابت ہے تو اُن کے حقوق کا فرق بھی ثابت ہے اور جب حقوق کا فرق ثابت ہے تو پھر یہ دعویٰ غلط ہے کہ اسلام عالمگیر برادری کا حامی ہے

عالم۔ مسلم و کافر، اور مومن و مشرک کا فرق بیشک اسلام نے قایم رکھا ہے لیکن ان کے حقوق میں کوئی فرق نہیں ہے اسلامی حکومت کے زمانہ میں تمام دوسری قوموں کو مسلمانوں کی طرح مساویانہ حقوق حاصل تھے بلکہ اسی مساوات عدل و انصاف اور رواداری کو دیکھ کر ہزارہا اشخاص اسلام پر ایمان لے آئے پھر آپ کس طرح کہتے ہیں کہ اسلام نے عالمگیر برادری قائم نہیں کی۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جس زمانہ میں یورپ کی اجتماعیت عائلہ اور قبیلہ کی حدود سے آگے نہ بڑھی تھی اس وقت اسپین اور فرانس میں اسلام انسانی اخوت و مساوات کا پیغام سُنا رہا تھا۔

فاضل۔ شکریہ ہے کہ آپ نے مومن و کافر کا فرق تو تسلیم کیا۔ اسی طرح انصاف کے ساتھ آپ کو یہ بھی قبول کر لینا چاہئے کہ اسلام نے مومن و کافر کو اجتماعی حقوق مساویانہ عطا نہیں کئے جیسا کہ ہم نے دعویٰ کیا ہے کہ اسلام نے قومی اخوت کا پیغام دیا نہ کہ بین الاقوامی اخوت کا۔ اسی طرح ہم آپ سے کہتے ہیں کہ قومی اخوت کا تخیل عالمگیر اخوت کو برداشت کر ہی نہیں سکتا مومن و کافر کا فرق محض لفظی نہیں بلکہ حقوق کا فرق قرآنی صفحات پر جلی حروف میں لکھا ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ، تمام مشرک نجس ہیں اسی لئے مسلمانوں کو دوسری اقوام کے ساتھ کھانے پینے شادی بیاہ وغیرہ کے تعلقات قائم کرنا ناجائز ہے۔

مسلمان عورتوں کا مشرک مردوں سے اور مسلمان مردوں کا مشرک عورتوں سے ازدواجی تعلقات قائم کرنا حرام ہے۔ آپ کا یہ فرمانا کہ اسلامی حکومت نے دوسری قوموں کو مساوی حقوق دے رکھے تھے ثابت کرتا ہے کہ اسلام اور دیگر اقوام میں حاکم اور محکوم کا فرق موجود تھا۔ حاکم قوم محکوم قوم کو جو کچھ دے سکتی ہے وہی اسلامی حکومت نے بھی دیا چنانچہ سورہ توبہ میں یوں ارشاد ہے۔

وقاتلوا الذین لا یؤمنون	جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے اور
باللہ ولا بالیوم الاخر	وہ خدا پر اور یوم آخر پر ایمان نہیں رکھتے
ولا یحرمون ما حرم اللہ	اور جن چیزوں کو اللہ اور اس کے
ورسولہ ولا یدینون	رسول نے حرام کر دیا۔ ان کو حرام نہیں
دین الحق من الذین اوتوا	جانتے اور دین حق کو دین نہیں سمجھتے
الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ	ان سے لڑتے رہو تا آنکہ وہ ذلیل و خوار
عن ید وھم صاغرون۔	ہو کر اپنے دونوں ہاتھوں سے جزیہ دینے لگیں

یہ تھے وہ حقوق جو اسلامی حکومت نے دوسری اقوام کو دئے تھے چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ اسپین پر مسلمانوں نے جب فتح پائی اور مسلمان کارندے ان محکوم قوموں سے جزیہ لینے جاتے تو اُن کو حکم تھا کہ وہ

جزیہ دیتے وقت عن ید وھم صاغرون کی تعمیل کریں چنانچہ غریب عیسائی دروازہ پر کھڑا ہو کر اور جھک کر دونوں ہاتھوں سے جزیہ پیش کرتا تھا لیکن آپ فرماتے ہیں کہ اسپین میں اسلام انسانی اخوت کا پیغام سنا رہا تھا اس پر بھی اگر آپ انصاف اور رواداری کو پیش کریں تو ہم تسلیم کر لیں گے لیکن آپ خوب سمجھ لیں کہ انصاف اور رواداری اور انسانی اخوت میں زمین و آسمان کا فرق ہے حقیقت وہی ہے جو ہم نے بیان کی اسلام نے صرف اسلامی اخوت کا پیغام دیا ہے چنانچہ فرمایا کہ انما المومنون اخوۃ صرف مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اس صریح آیت کے بعد آپ اسلام کی عالمگیر اخوت کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔

عالم۔ اسلام نے اپنے اعمال کا جو نظام طیار کیا اس کے ہر گوشہ میں ایسی وضع و قطع رکھی جس کے ساتھ نسل و قوم کا امتیاز جمع ہی نہیں ہو سکتا روزانہ اعمال و عبادات میں ایسی چیزیں رکھ دیں گئیں کہ ہمیشہ انسانی وحدت و مساوات کا عملی اعتراف ہوتا رہے نماز روزہ، زکوٰۃ حج سب میں یہی روح کام کر رہی ہے انسانی اخوت کے کام و نفوذ کا ایک پورا انتظام ہے جو اپنے ہر فرد کو مجبور کر دیتا ہے انسانی اخوت کا اقرار کرے۔

فاضل۔ ہم نے انما المومنون اخوۃ کی فیصلہ کن آیت پیش کر کے ثابت کر دیا کہ اسلام کو عالمگیر اخوت سے کوئی سروکار نہیں لیکن آپ نے اس آیت کے مقابلہ میں کوئی ایسی آیت نہیں پیش فرمائی جو آپ کے دعوے کا ساتھ دے اور ایک نئی بات پیش فرما دی۔ اسلامی اعمال نماز روزہ، زکوٰۃ حج میں انسانی اخوت کا کوئی عملی اعتراف نہیں ہے ان اعمال کے اندر اگر اخوت کا کوئی پہلو تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی وہ اسلامی دائرہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ حضور عالی اس مسئلہ کو جس قدر چھانیں گے اتنا ہی کرکرا نکلے گا۔ ایک غیر جانبدار شخص اگر قرآن کا مطالعہ کرے گا تو اس کو معلوم ہو جائیگا کہ عالمگیر اخوت تو درکنار اسلام خود اسلامی قومیت کے اندر بھی تمام مسلمانوں کو مساوی حقوق نہ دے سکا۔ چنانچہ مرد، عورت کے حقوق کا فرق۔ آزاد مسلمان اور غلام مسلمان کا فرق۔ مختلف جرائم میں مسلم غلام اور آزاد مسلمان کی تعزیرات کا فرق آزاد مسلمان عورت اور غلام مسلمان عورت کے باہمی حقوق کا امتیاز یہ جملہ امور ہمارے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔ کیا یہی نقشہ ہے جس کو اسلامی عالمگیر اخوت و اجتماعیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

عالم۔ اسلام نے یہ اعلان کیا کہ اتممت علیکم نعمتی میں نے اپنی نعمت تم پر تمام کر دی چونکہ عالمگیر برادری انسان کیلئے انتہائی اور کامل نعمت ہے اس لئے یہ نعمت بھی ان الفاظ کے اندر آگئی اگر اسلام وقتی طور پر اسلامی قومیت کا دائرہ کھینچنے کے لئے مجبور ہو گیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ نزول قرآن کے وقت لوگوں میں عالمگیر اجتماعیت قبول کرنے کی استعداد نہ تھی عملی طور پر دنیا کو انسانی اخوت تک پہنچنے کے لئے ابھی بڑا وقت درکار تھا پس یہ قصور زمانہ کی استعداد کا تھا نہ کہ اسلام کا اسلام تو دنیا کو انسانی اخوت ہی کی منزل تک لیجانا چاہتا تھا جیسا کہ اتممت علیکم نعمتی کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

فاضل۔ میں آپ کا بہت ہی مشکور ہوں کہ آپ نے بحث کا بالکل خاتمہ ہی کر دیا۔ میں نے ابھی یہ بات ثابت کی تھی کہ اسلام نے ایمانی برادری قایم کی تھی نہ کہ انسانی برادری نزول قرآن کے وقت زمانہ کی استعداد صرف اتنی ہی تھی کہ ایمانی برادری کی نعمت لوگوں کو دی جائے اور استعداد کے مطابق یہ نعمت ان کے لئے کامل اور پوری تھی نعمت پوری کرنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ انسان کو استعداد سے زیادہ کھلا دیا جائے بلکہ مطابق استعداد ہی نعمت عطا کرنا اتمام نعمت کہلاتا ہے چونکہ زمانہ کی استعداد میں کمی تھی اور دنیا کو ابھی انسانی برادری قبول

کرنے کے لئے بڑا وقت درکار تھا اس لئے اسلام نے مطابق استعداد قومی برادری کا قانون پاس کر دیا اگر اس وقت عالمگیر برادری کی تعلیم دی جاتی تو یہ اسلام کا بہت بڑا قصور ہوتا اور وہ خدائی مذہب قرار نہ پاتا چونکہ آسمانی مذہب کی صداقت کا معیار ہی یہ ہے کہ وہ زمانہ شناس ہو۔ پس ہمارا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ عالمگیر برادری کا مسئلہ اسلامی نہیں ہے بلکہ اس کا سب سے بڑا مقصد خالص اسلامی برادری کا قیام ہی تھا اس کے سوا کچھ نہ تھا۔

عالم۔ اگر اسلام انسانی اخوت کا عام حلقہ پیدا نہ کر سکا تو یہ تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ کم از کم اسلام نے انسانی اجتماع کا ایک ایسا وسیع دائرہ پیدا کر دیا جو نوع انسان کے تمام پچھلے اجتماعی دائروں سے اوپر اور صرف ایک ہی دائرہ یعنی، مطلق انسانی اخوت سے نیچے ہے وہ انسان کو تمام نچلے درجوں سے بلند کر کے ایک ایسی سطح تک پہنچاتا ہے جہاں سے انسانیت کی آخری بلندی صرف ایک درجہ بلند ہے اسلامیت کی سرحد انسانیت کی سرحد سے متصل ہے اگر دنیا چاہے تو صرف ایک قدم میں منزل مقصود تک پہنچ سکتی ہے کیا نوع انسان کو انسانیت کی سرحد تک پہنچا دینا اسلام کا بڑا کارنامہ ہے یا نہیں۔

فاضل۔ بیشک نوع انسان کی گردن اسلام کے اس عظیم الشان احسان سے گرانبار ہے کہ اس نے نوع انسان کو انسانی برادری کی منزل پر لا کھڑا کیا اور دنیا کے اندر اتنی استعداد پیدا کر دی کہ وہ حضرت بہاء اللہ کی اس عالمگیر تعلیم یعنی انسانی اخوت و مساوات اور وحدت بشر کی تعلیم قبول کر سکے الحمد للہ کہ وہ وقت آگیا اور بیشمار انسان حضرت بہاء اللہ کی قائم کی ہوئی عالمگیر برادری میں داخل ہو چکے ہیں اگر مسلمان خصوصاً حضور والا چاہیں تو صرف ایک قدم میں عالمگیر برادری کی منزل میں داخل ہو سکتے۔ بسم اللہ درکار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست۔

عالم اچھا اجازت ہے مجھے ضروری کام کے لئے جانا ہے

فاضل۔ حضرت اتنا تو بتاتے جایئے خواہ آپ دین بہائی قبول نہ کریں اور وہ یہ کہ اسلام میں عالمگیر برادری کے قانون کی واقعی کمی ہے یا نہیں انصاف سے کہئے گا۔

عالم۔ بہائی جان کمی..... تو..... واقعی ہے مگر..... یہ..... کہنے..... کو دل نہیں چاہتا کہ اسلام میں یہ کمی ہے۔

فاضل۔ اچھا خدا حافظ میں اسلام کی دوسری عالمگیر تعلیمات سننے کا مشتاق ہوں امید ہے کہ پھر کسی روز آپ سے نیاز حاصل ہوگا۔

ترتیب فائل کی تحریک

کوکب ھند اور **بہائی میگزین** کے فائل مرتب کر کے جلد بنوا لیجئے پھر ایک ایک پرچہ ملنا دشوار ہو جائے گا۔ اور اب بھی احباب مختلف پرچے تلاش کر رہے ہیں اور ملنا دشوار ہو رہا ہے جن صاحبان کو جو پرچے مطلوب ہوں ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ پیامبر میں اعلان کیا جائے۔ ممکن ہے کہ مطلوبہ پرچے دستیاب ہو جائیں۔ کوکب ھند اور بہائی میگزین میں جو ذخائر ہیں نہایت بیش قیمت ہیں۔ پیامبر کے پرچے بآسانی مل سکتے ہیں۔ جلد اوّل کے جو جو پرچے جن صاحبان کو مطلوب ہوں فوراً تحریر فرمائیں۔ ارسال خدمت کئے جائینگے

{ مینجر پیامبر۔ قرول باغ نئی دہلی

مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ

"قیامت آگئی"

۲۹ دسمبر ۱۸۹۳ء اجلاس ہشتم محمڈن اینگلو اورینٹل کانفرنس علی گڑھ میں ایک رزولیوشن سرسید رحمۃ اللہ نے پیش کیا کہ مسلمانوں کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کا متفقہ کوشش سے انتظام کیا جائے ورنہ مسلمانوں کی ترقی سے بالکل مایوس ہونا چاہئے۔ یہ رزولیوشن نہایت معرکۃ الآراء تھا اور اس کا نام تھا "مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ"، نواب محسن الملک مرحوم نے اس رزولیوشن پر جو تقریر فرمائی تھی وہ ۲۶ صفحات میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس تقریر میں محسن الملک نے جو کچھ کہا اس میں سے چند فقرات یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ تاکہ ناظرین غور فرمائیں کہ مسلمان متصرین کیا محسوس کرتے تھے اور کیا شہادت ادا کر گئے ہیں؟

(ملاحظہ ہو مجموعہ لکچرز و اسپیچز نواب محسن الملک حصہ اوّل)
مطبوعہ نولکشور پریس لاہور) (مدیر)

"بہت بڑا حصہ ہماری قوم کا برخلاف دوسری معزز قوموں کے جو ہمارے ہموطن ہیں مفلس اور ذلیل حالت میں ہے اور سوائے ایک فرقہ قلیل کے عموماً مسلمانوں کی حالت نہایت تباہ اور خراب ہے۔ لاکھوں مسلمان ایسے ہیں جن کو نہ کھانے کے لئے روٹی ملتی ہے نہ پہننے کے لئے کپڑا۔ نہ کسی مجلس میں جانے کے لائق نہ کسی حاکم سے ملنے کے قابل۔ اسلام کے بدنام کرنے والے اور مسلمانوں کی ذلت کا نمونہ"، "غرض کہ ہر صورت سے مسلمان ایسی ذلیل حالت میں ہیں کہ اگر چند روز ان کی خبر نہ لی گئی تو آئندہ ان کی بیماری لاعلاج ہو جائے گی۔

"پھر جس طرح اعضائے رئیسہ کے بیکار ہو جانے اور اس کے کام نہ کرنے سے زندگی تمام ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب قوم کے رئیس اور امیر اور دولتمند اور عالم اور وہ لوگ جن کا لوگوں پر رعب و داب ہوتا ہے نکمے ہو جاتے ہیں اور اپنے قومی فرض کو ادا نہیں کرتے اور یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ اپنا کام کرنا چاہئے نہ دوسروں کا اور اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ قوم کا کام درحقیقت اپنا ہی کام ہے تو قوم ضعیف ہو جاتی ہے اور اس کی قوت۔ دولت۔ عزت میں خلل آجاتا ہے۔ اور مرنے کے قریب ہو جاتی اور کسی نے خبر نہ لی اور علاج نہ کیا تو مر جاتی ہے۔ پس یہ وہ قانون قدرت ہے جس کے اصول کو جاہل سے لیکر حکیم تک ہر شخص سمجھ سکتا ہے"۔

"صاحبو! اب ہماری قوم کے لئے وقت بہت کم باقی ہے اور قسمت کے فیصلے میں کچھ دیر نہیں ہے اور اس کا فیصلہ بھی آپ کے ہاتھ میں ہے اگر آپ نے اپنی متزلزل اور خوفناک حالت پر خیال نہ کیا اور اس کا علاج اعلیٰ تعلیم دلانے سے نہ فرمایا..... سب کے سب اسی تاریک اور گہرے غار میں ذلت اور گمنامی کے ساتھ گرنے والے ہیں جس میں اب تک سینکڑوں خاندان اور ہزاروں مسلمان گر گئے اور جن کا کچھ پتہ باقی نہیں"۔

صاحبو! زمانہ کا تجربہ ہم کو ہو چکا۔ غفلت کے نتیجے ہم دیکھ چکے۔ اپنے ہاتھوں ہم نے اپنی یہ حالت کرلی کہ جو ہمارے دست نگر تھے ہم ان کے محتاج ہیں جن پر ہم حکومت کرتے تھے وہ ہمارے حاکم ہیں۔"

صاحبو! اگرچہ تنزل اور ترقی اور ذلت وعزت کا ہمیشہ دَور ہوا کرتا ہے اور مثل دولاب کے یہ ڈول کبھی بھرا اور کبھی خالی ہوتا ہے مگر تجربہ اور کوشش دو ایسی چیزیں ہیں کہ وہ پھر گرے ہوئے آدمیوں کو اٹھا سکتی ہیں مگر مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ اکثر ان میں سے اب تک نہ تجربہ سے کام لیتے ہیں اور نہ کوشش کرتے ہیں۔"

صاحبو! ذرا اپنی مصیبت پر خیال کرو۔ اور جن آفتوں میں تم مبتلا ہو اور جیسے کچھ اب تک بے خبر ہو اس پر غور کرو۔ آگ لگی ہوئی ہے اور تم تاپ رہے ہو۔ موت کا بازار گرم ہے اور تم بے فکر ہو قافلہ چلدیا اور تم سو رہے ہو۔ گھر میں ماتم ہو رہا ہے اور تم ہنس رہے ہو۔ قیامت آگئی اور تم بے خبر ہو۔

اے میرے بھائیو! کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ علم کا آفتاب مغرب سے نکلا۔ مغرب سے آفتاب کا نکلنا قیامت کی نشانی ہے اور کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ نشانی ظاہر ہوگئی۔ علم کا آفتاب جو ہمیشہ مشرق سے نکلا کرتا تھا۔ مغرب سے نکل چکا۔ اور مسلمانوں کے حق میں جو قیامت آنے والی تھی وہ آگئی اور ان کے لئے توبہ کا دروازہ بند ہوگیا۔

بھائیو! توبہ کا دروازہ بند ہونے سے یہ مراد نہیں ہے کہ کوئی توبہ کرے اور خدا قبول نہ فرمائے۔ اس کے رحم وکرم سے یہ بعید نہیں ہے؟ بلکہ یہ مراد ہے کہ وہ وقت ایسا ہوگا کہ بسبب غفلت کے کسی کو اپنی حالت کی خبر نہ ہوگی نہ کوئی توبہ کرنے کا خیال کرے گا کیا یہ حالت آپ اپنی آنکھ سے نہیں دیکھتے کہ قیامت آگئی اور عذاب شدید میں مبتلا ہونے کا وقت آگیا۔ مگر کوئی خیال نہیں کرتا۔ آنکھ رکھتے ہیں مگر نہیں دیکھتے کان رکھتے ہیں مگر نہیں سنتے۔ دل رکھتے ہیں مگر نہیں سمجھتے۔ یہ پردہ غفلت کا کیوں آنکھ اور کان اور دل پر پڑا ہے؟ اور کس نے ان کو ایسا غافل کردیا ہے؟ کوئی مانے یا نہ مانے مگر میں یہی کہوں گا کہ اُس نے جو ہمیشہ ایک قوم کو اٹھاتا اور دوسری کو گراتا ہے وہی جو ایک کو پیدا کرتا اور دوسری کو مارتا رہتا ہے ورنہ آنکھ ہو اور نہ دیکھیں کان ہوں اور نہ سنیں دل ہو اور نہ سمجھیں ؎

چشم باز وگوش باز واین ذکا
خیرہ ام در چشم ہندی خدا"

مذاہب عالم یہ کتاب جناب پروفیسر پریتم سنگھ ایم۔ اے نے حال ہی میں شائع کی ہے۔ اسلام۔ دین موسوی۔ دین مسیحی ہندو دھرم۔ جین دھرم۔ دین بہائی وغیرہ قدیم وجدید مذاہب عالم پر تاریخی حیثیت سے روشنی ڈالی ہے بیان نہایت سادہ اور عام فہم ہے۔ مختلف مذاہب کی معلومات حاصل کرنے کے لئے شائقین پڑھ کر خوش ہوں گے۔ ایسی مفید کتاب ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔ لکھائی چھپائی۔ کاغذ عمدہ۔ قیمت فی جلد بارہ آنہ (۱۲)

ہمارے مُربّی اور اُن کی تعلیم کتاب مذاہب عالم کے بعد یہ دوسری کتاب ہے جو پروفیسر پریتم سنگھ ایم اے نے حال ہی میں شائع کی ہے جس میں جملہ بانیان مذاہب عالم کی مختصر تاریخ اور اُن کی مفصل تعلیمات بیان کی گئیں ہیں۔ یہ تعلیمات ثابت کرتی ہیں کہ تمام مذاہب دراصل ایک ہیں۔ اتحاد مذاہب کی معلومات حاصل کرنے کے لئے بہترین کتاب ہے۔ ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔ لکھائی چھپائی، کاغذ بہترین۔ قیمت بارہ آنہ (۱۲)

ملنے کا پتہ:۔ پروفیسر پریتم سنگھ ایم اے ۳۵ ٹمپل روڈ لاہور

اتحادِ عالم یا جگت ملاپ

جسم و روح کا اتحاد ہی زندگی ہے اور جسم و روح کے افتراق سے موت ہوتی ہے۔ جب تک اعضائے جسم باہم میل ملاپ سے رہتے ہیں تندرستی و سلامتی حاصل ہوتی ہے۔ جس وقت اعضا میں ہم آہنگی نہیں رہتی انسان مریض و علیل ہو جاتا ہے۔ اگر علاج نہ ہو سکے تو مر جاتا ہے۔

ہر گھر میں اتحاد و اتفاق سے ہی امن و امان رہتا ہے۔ خوشی اور ترقی ہوتی ہے۔ جس گھر میں میل ملاپ نہ رہے وہ گھر تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ اگر فوج پورے طور پر متحد نہ ہو تو شکست کھانے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اگر کسی حکومت میں اندرونی اختلافات پھیلے ہوئے ہوں تو وہ کسی غنیم کے مقابلہ میں ہرگز کامیاب نہ ہوگی۔

اتحاد و اتفاق ہی روحِ حیات ہے۔ اتحاد و اتفاق ہی عالمِ انسانی کے لئے پناہ گاہ ہے۔ اتحاد و اتفاق ہی عزت، آبرو اور جان و مال کی حفاظت کا مستقل اور واحد ذریعہ ہے۔ اتحاد و اتفاق ہی تمام ترقیات کا زینہ ہے۔

پہلے دُنیا کے اجزاء متفرق پڑے ہوئے تھے۔ ایک مُلک دوسرے مُلک سے جُدا تھا۔ اَب تمام جہان باہم متصل ہو گیا ہے۔ زمین کی طنابیں کھچ گئی ہیں۔ ساری دُنیا ایک شہر بلکہ ایک محلہ کی مانند ہو گئی ہے۔ اب تمام دنیا کا اتحاد لازمی ہے۔ بغیر اتحادِ عالم کے راحت و آرام میسر ہونا مشکل ہے۔

اس وقت دُنیا میں کسی کو اس سے اختلاف نہیں ہے کہ عالمگیر اتحاد ہونا چاہیئے۔ اب سوال یہ ہے کہ اتحادِ عالم کس طرح ہو سکتا ہے؟ — اس طرح کہ تمام مذاہب و اقوام ایک دوسرے کو انصاف کی نظر سے دیکھیں اور مشاہدہ کریں کہ صداقت اور انسانیت مذاہب و اقوام میں مشترک موجود ہے۔ یہ مشاہدہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ اس طرح کہ تمام جہان میں تعلیم عام کر دی جائے۔ اکثر جھگڑے اور اختلافات جہالت پر مبنی ہیں۔ عام تعلیم کا رواج ہونے سے جہالت دور ہوگی۔ چاہیئے کہ ہم جبریہ اور عمومی تعلیم کو دینی فرض اور حکومت کا قانون بنائیں اور کسی ایک بچے کو بھی جاہل نہ رہنے دیں۔ لڑکیوں کو بھی لازمی تعلیم دیں۔ تمام قوموں کے حقوق میں مساوات جاری کر دیں۔ تمام جہان میں ایک زبان اور رسم الخط نافذ کر دیں۔ ایک عالمگیر انجمن اقوام بنائیں جو تمام دُنیا کی مشترک عدالت ہو اور وہ ہمیشہ اس امر کی نگرانی رکھے کہ تمام عالم میں اتحاد قائم رہے۔

یہ سب کچھ اس وقت ہوگا جب ہم رُوح القدس کے زیرِ سایہ آ جائینگے۔ اور ہم میں نئی زندگی کی روح پیدا ہو جائے گی۔ نئی زندگی کی رُوح اس طرح آ سکتی ہے کہ ہم کلمۃ اللہ کو قبول کریں۔ خدا کے مظہرِ امر کے لائے ہوئے پروگرام پر عمل کریں۔ تب ساری دُنیا خیمۂ وحدت کے اندر داخل ہو جائے گی۔ جہان بھر میں مکمل امن و امان ہوگا۔

ہم اس بات کے آثار دیکھ رہے ہیں کہ دُنیا جلد جلد بدل رہی ہے اور نیو ورلڈ آرڈر یعنی نئی تنظیمِ عالم کی صدائیں چاروں طرف سے بلند ہیں۔ یہ ہماری فطرت کی صدا ہے جو آسمان زمین کے درمیان گونج رہی ہے۔ وقت آ رہا ہے جبکہ دُنیا اس مقصدِ عظیم کو یقیناً حاصل کرے گی۔ جب اتحادِ عالم ہمارے نیچر کا مطالبہ ہے تو اس کا پورا ہونا ضروری اور قدرتی امر ہے۔ البتہ ہر چیز کا ایک موسم اور وقت ہوتا ہے۔

اقتدار

بہائی تاریخ کا ایک ورق

اللہ! اللہ! سختیوں کی حد ہوگئی۔ خاندانِ وزارت کا ایک ہونہار چشم و چراغ جو ناز و نعمت میں پلا۔ سبزہ زاروں اور باغات میں رہا وہ عین عالم شباب میں، ۲۷ سال کی عمر میں رنج و بلا اور قید و بند اور شکنجہ و جلاوطنی وغیرہ مصائب میں محض دین اللہ کی محبت کی وجہ سے گرفتار ہوجاتا ہے۔ ۲۵ سال کے گوناں گون مصائب کے بعد عکا کے کالے پانی میں یہ ناز پروردہ ۷۲ سال تک اس طرح شدید قید میں کھا جاتا ہے۔ کہ سبزہ زاروں کی تماشائی آنکھیں، ۷ سال تک سبزہ دیکھنے سے محروم رہتی ہیں۔ آخر وہ وقت قریب آپہنچا۔ کہ قادر مطلق کا مظہر تام اپنی قدرت کا مظاہرہ دکھائے۔ اس عجیب و غریب واقعہ کو ہم حضرت عبدالبہاء ارواحنا لہ الفدا کے الفاظ میں ترجمہ کرکے لکھتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:۔

حضرت بہاء اللہ سبزہ اور مناظر مضافات کو بہت پسند فرماتے تھے۔ ایک دن آپ نے فرمایا "سات برس ہوئے میں نے سبزہ نہیں دیکھا۔ مضافات روح کی دنیا ہے اور شہر جسم کا جہان ہیں" جب میں نے یہ سنا تو میں سمجھ گیا کہ آپ شہر سے باہر رہنا چاہتے ہیں۔ اور مجھے یہ یقین تھا۔ کہ آپ کی مرضی کے پورا کرنے کے لئے میں جو کچھ کروں گا۔ اس میں کامیاب ہوں گا۔ عکا میں اس وقت ایک شخص تھا۔ جس کا نام محمد پاشا صفوت تھا۔ اس شخص کا ایک محل تھا جسے مزرعہ کہتے تھے۔ جو شہر کے شمال کی جانب چار میل پر تھا اس محل کے ارد گرد باغ تھے۔ اور ایک نہر اس کے پاس سے گزرتی تھی۔ یہ شخص ہمارا سخت مخالف تھا۔ میں نے اس شخص کے گھر پر جاکر اس سے ملاقات کی۔ اور کہا۔ پاشا! آپ نے محل کو خالی چھوڑ رکھا ہے۔ اور شہر میں رہتے ہو اس نے کہا میں بیمار ہوں اور مفلوج ہوں۔ شہر کو چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔ اگر میں وہاں جاتا ہوں۔ تو تنہا رہنا ہوتا ہے۔ اور میرے دوست مجھ سے مل نہیں سکتے۔ میں نے کہا۔ جب آپ وہاں نہیں رہتے اور اسے خالی چھوڑ رکھا ہے۔ تو اسے ہمیں ہی کرایہ پر دیدو۔ پہلے تو وہ اس پر متعجب ہوا۔ مگر پھر فوراً ہی راضی ہوگیا میں نے بہت ہی کم کرایہ پر یہ محل اُن سے پانچ سال کے لئے لے لیا۔ اور وہ ۷ روپیہ سالانہ کے حساب سے اُسے پانچ برس کا کرایہ بھی پیشگی دیدیا۔ میں نے قلیوں کو بھیج کر جگہ کی مرمت کرائی۔ باغوں کو درست کرایا۔ اور ایک حمام وہاں بنوایا۔ میں نے جمال مبارک (یعنی حضرت بہاء اللہ کے لئے ایک گاڑی بھی بنوائی۔ ایک دن میں نے خود جاکر جگہ کو دیکھنا چاہا۔ اگرچہ پے در پے فرمان جاری ہوچکے تھے۔ کہ ہمیں فصیل سے باہر جانے کی اجازت نہیں۔ مگر ہم بے کھٹکے دروازۂ شہر سے باہر چلا گیا۔ سپاہی پہرے پر کھڑے تھے۔ مگر وہ مزاحم نہ ہوئے۔ اور میں سیدھا اس محل کے دیکھنے کے لئے چلا گیا۔ دوسرے دن چند احباب اور افسروں کے ساتھ پھر

دروازۂ شہر کے باہر گیا۔ اور کسی نے مزاحمت نہ کی۔ حالانکہ سنتری اور سپاہی دروازہ کے دونوں طرف کھڑے تھے۔ اسی طرح ایک اور دن میں نے بھی کے درخت ہائے صنوبر کے نیچے شہر کے اُمرا کی دعوت کی اور شام کو ہم بلا کسی مزاحمت کے شہر کو واپس آ گئے۔

ایک دن میں جمالِ مبارک کے حضور میں گیا۔ اور عرض کی مزرع کا محل آپ کے لئے تیار ہے۔ اور وہاں لیجانے کے لئے گاڑی بھی حاضر ہے۔ اس وقت عکّا اور حیفا میں گاڑیاں نہ تھیں۔ حضرت بہاؤ اللہ نے جانے سے انکار کیا۔ اور کہا "میں تو قیدی ہوں"۔ میں نے ایک دن پھر عرض کیا۔ مگر آپ نے وہی جواب دیا۔ میں نے جرأت کر کے ایک دن تیسری مرتبہ پھر پوچھا مگر آپ نے فرمایا "نہیں" اس کے بعد میں مکرر عرض کرنیکی جرأت نہ کر سکا۔ اس وقت عکّا میں ایک شخص محمد شیخ نام تھا۔ جو بہت ہی بارسوخ تھا۔ یہ شخص آپ سے بہت محبت اور عقیدت رکھتا تھا۔ اور آپ بھی اس پر بہت عنایت فرمایا کرتے تھے۔ میں نے اس سے کہا۔ کہ آپ بہت جری ہیں۔ آج رات کو آپ حضور میں جائیں۔ اور گھٹنوں پر گر کر دونوں ہاتھ پکڑ کر اس وقت تک نہ چھوڑیں جب تک کہ آپ حضرت جمالِ مبارک سے شہر چھوڑنے کا وعدہ نہ لے لیں۔ یہ شخص عرب تھا۔۔۔۔۔۔۔ یہ سیدھا حضرت بہاؤ اللہ کے پاس گیا۔ اور آپ کے قدموں میں بیٹھ گیا اُس نے جمالِ مبارک کے ہاتھ پکڑ کر چومے اور کہا۔ آپ شہر کو کیوں نہیں چھوڑتے؟ آپ نے جواب دیا۔ "میں قیدی ہوں" شیخ نے عرض کیا۔ "خدا نہ کرے کس کی طاقت ہے۔ آپ کو قید کرے آپ نے تو خود اپنے آپ کو قیدی بنا رکھا ہے"۔ یہ تو خود آپ کی مشیت تھی۔ کہ آپ قیدی ہوں۔ اب میں آپ سے التجا کرتا ہوں۔ کہ آپ باہر تشریف لائیں۔ اور محل کو چلیں۔ یہ نہایت خوبصورت اور سرسبز ہے۔ درخت نہایت پیارے اور نارنگیاں آگ کے گیندوں کی طرح ہیں۔

جتنی دفعہ جمالِ مبارک فرماتے تھے کہ "میں قیدی ہوں یہ نہیں ہو سکتا"۔ اتنی ہی دفعہ شیخ آپ کے ہاتھ پکڑ کر چومتا رہا۔ کامل ایک گھنٹہ تک وہ اسی طرح عرض کرتا رہا۔ آخر کار حضرت بہاؤ اللہ نے فرمایا "خیلے خوب" (بہت اچھا) اور شیخ کا صبر اور اصرار پھل لایا۔ وہ خوشی سے اُچھلتا ہوا میرے پاس آیا۔ اور حضرت بہاؤ اللہ کی رضامندی کی خوشخبری مجھے دی۔ سلطان عبدالعزیز کے سخت فرمان کے باوجود۔ جس کی رو سے مجھے جمالِ مبارک سے ملنے کی سخت ممانعت تھی۔ میں گاڑی لیکر دوسرے دن دربار مبارک پر حاضر ہوا۔ اور آپ کو ساتھ لیکر محل کی طرف لے گیا۔ اور کوئی ہمارا مزاحم نہ ہوا۔ میں آپ کو وہاں چھوڑ کر خود شہر کو آ گیا"۔

——— ملاحظہ کیجئے جب قادرِ مطلق کے مظہر قدرت و اقتدار نے چاہا۔ کہ وہ اپنے قول کو اپنے فعل سے ثابت کر دکھائے تو سلطان کا فرمان اور سنتریوں اور سپاہیوں کے پہرے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ اور صاحب اقتدار جیل کی کوٹھری سے نکل کر محل میں جا بیٹھا۔

ایک دوسرا واقعہ

حضرت بہاؤ اللہ جل اسمہٗ الاعلیٰ کی ہجرت بغداد کے بعد علمائے ایران نے سمجھ لیا۔ کہ ہم نے مشعلِ دین الٰہی کو خاموش کر دیا۔ مگر نفخ صور ثانی کے نام سے جب حضرت بہاؤ اللہ کی بعثت عراق میں ہوئی۔ اور مومنین جوق جوق بغداد میں جمع ہونے لگے۔

تو کاظمین کے علمائے مشائخ جوش و خروش میں بھر گئے۔ خصوصاً شیخ عبدالحسین طہرانی کہ رئیس العلماء تھے اور اپنے آپ کو بہت بڑا عالم اور مجتہد سمجھتے تھے۔ انھوں نے عوام و خواص کو مشتعل کرنا شروع کیا۔ کہ جس طرح علماء دین اور حامیانِ شرع متین نے سید باب کو اس لئے موت کے گھاٹوں پار اتار دیا۔ کہ وہ دین متین کا مخرب تھا۔ اسی طرح واضح ہونا چاہئے۔ کہ میرزا حسین علی الملقب بہ بہاء اللہ نے اسی جھنڈے کو پھر بلند کر دیا ہے۔ اور اس دین کو پھر ظاہر کر دیا ہے۔ اسی قسم کی چرب زبانی سے لوگوں کو اپنے گرد جمع کیا۔ اور شیخ مرتضیٰ انصاری کو کہ ایک مشہور اور زبردست مجتہد العصر تھے۔ نجف اشرف سے بلا بھیجا۔ اس بزرگوار نے جب دیکھا۔ کہ شیخ عبدالحسین اور اُن کے ہمراہیوں کا مدعا و مقصد بجز عناد و فساد کے کچھ نہیں ہے دین متین کو محض آڑ بنا رکھا ہے۔ تو اس مجلس کی شرکت سے معذوری کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں چونکہ اس فرقہ کے بزرگوں کی صحبت میں نہیں رہا۔ اور ان کے عقاید سے نابلد ہوں۔ اس لئے میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ہاں اگر احقاق حق اور ابطال باطل کی واقعی خواہش ہے۔ تو سیدھی راہ یہ ہے۔ کہ کسی شخص کو ان کے پاس بھیجنا چاہئے۔ اور دلائل طلب کرنی چاہئیں۔ اور اگر دلائل صحیح ہوں۔ تو ہمیں بھی مومن ہو جانا چاہئے۔ ورنہ خیر۔ بہرکیف میں احقاق حق میں تمہارا شریک و سہیم ہوں۔ مگر ابطال و فساد کے لئے میں تمہارا ساتھ دینے کو تیار نہیں ہوں۔ مجتہد العصر کی اس تقریر سے جنگ و فساد کی آگ کسی قدر ٹھنڈی ہو گئی۔ اور بالآخر طے پایا۔ کہ کسی شخص کو ان کے پاس بھیجا جائے۔ تاکہ جواب طلب کرے۔

قاصد کی روانگی جناب ملاحسن عمو کہ ایک فاضل اور متقی و پرہیزگار انسان تھے۔ اس خدمت پر مامور ہوئے۔ آپ کاظمین سے بغداد میں پہنچے۔ حضرت بہاء اللہ جل اسمہ الاعلیٰ اس روز ایک ایرانی معزز میرزا حسن خاں کے یہاں مہمان تھے۔ ملاحسن عمو بھی وارد ہوئے جب ملاحسن آپ کی مجلس میں تھوڑی دیر تک بیٹھے اور حضرت بہاء اللہ جل اسمہ الاعلیٰ کے جلال و جمال کو دیکھا۔ تو ملاحسن کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ وہ ہرچند کچھ کہنا چاہتے تھے۔ مگر کہہ نہیں سکتے تھے۔ آخر حضرت بہاء اللہ عزاسمہ نے بکمال شفقت اظہارِ مقصد کے لئے اجازت دی تو آپ نے انتہائی مودبانہ لہجہ میں عرض کیا کہ "علماء کو آپ کے علم و فضل و رنطق و بیان میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے۔ مگر علماء کی جانب سے آپ کی خدمت میں صرف یہی التماس ہے کہ اس مقام کے لئے جو آپ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے۔ مجرد نطق و بیان اور حجت و برہان ہی کافی نہیں ہے۔ اگر اس کے علاوہ آپ کی ذات سے کوئی معجزہ ظہور میں آئے تو ہم سب کے سب ماننے کے لئے تیار ہیں۔ اور کبھی انکار نہیں کریں گے۔

ظہورِ معجزہ کی منظوری مظہر قدرت و اختیار نے جواب دیا۔

"علماء سے کہدو! کہ حق کی قدرت نمائی مداری کا کھیل نہیں ہے۔ کہ لوگ روزانہ نئی نئی خواہشات گھڑتے رہیں۔ ہاں۔ ہاں اتمام حجت کی غرض سے ایک معجزہ جو بھی وہ چاہیں۔ اس پر اتفاق کر لیں۔ اور اسے معین کر کے لکھ دیں۔ اور اپنی مہریں ثبت کر دیں۔ پس یہی ایک معجزہ حجت بالغہ ہو گا اور تمام بہانہ سازیوں کو ختم کرنے والا سمجھا جائے گا۔ اس کے بعد ہم کسی شخص کو بھیج دیں گے۔ اور اسے اجازت دیں گے۔ کہ ان کے سامنے اس معین شدہ معجزہ کو ظاہر کر دے۔ خواہ وہ معجزہ سورج کے الٹا پھرا دینے کا ہو۔ خواہ دریاؤں کو الٹا بہا دینے کا ہو۔

منظر اقتدار کا یہ جواب سُن کر ملا حسن عمو کاظمین واپس آئے شیخ مرتضیٰ انصاری اس وقت شیخ عبدالحسین طہرانی کے مکان پر بیٹھے قاصد کے منتظر تھے۔ ملا حسن عمو نے جو کچھ دیکھا اور سُنا بلا خوف کہدیا۔ شیخ مرتضیٰ نے فرمایا۔ کہو اب کیا کہتے ہو؟ معجزہ دیکھتے ہو یا انکار کرتے ہو۔ مگر علماء نے معجزہ دیکھنے سے انکار کر دیا۔ شیخ مرتضےٰ خفا ہو کر کربلا تشریف لے گئے۔ ملا حسن عمو صدق دل سے ایمان لائے۔ ایران میں عام طور پر علماء کے مجمعوں میں ملا حسن نے اس واقعہ کو بیان کیا۔ جو بہت سے لوگوں کے لئے موجب ہدایت ہوا۔ مومنین کو اس اظہار قدرت پر ایسا یقین تھا۔ کہ ملا محمد رضا اور مرزا ابو الفضائل گلپایگانی اور بعض دیگر مومنین جب قید کر لئے گئے۔ تو ملا محمد رضا سے نائب السلطنت نے سوال کیا۔ کہ اگر ہم حضرت بہاء اللہ سے معجزہ طلب کریں تو وہ قبول کریں گے یا نہیں۔ تو ملا محمد رضا نے جواب دیا۔ کہ اگر آپ کسی معجزہ پر اتفاق کر لیں۔ اور طلب کریں۔ تو آپ یقیناً معجزہ دکھائیں گے۔ اور اگر آپ کو یقین نہ ہو۔ تو ٹیلیگراف موجود ہے۔ ابھی مشیران دولت سے مشورہ کر کے متفقہ معجزہ طلب کیجئے اور نائب السلطنت سے کہا۔ اگر معجزہ ظاہر نہ ہوا۔ تو میں جلاّد ہونگا۔ اور اس گروہ کو قتل کرونگا۔ بعدہٗ اپنی گردن اپنے ہاتھ سے کاٹونگا۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

(ایم۔ اے۔ صمدانی)

رُوحانی رہنمائی

ھوالله

جناب مکرم۔

مجھے آپ کے مکتوب سے خوشی ہوئی۔ میں دیکھتا ہوں کہ آپ ایک سعید روح ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم سب اس دنیا میں عبودیت حق کے لئے آئے ہیں۔ جہاں رضائے حق کا نشان ہے وہاں ہمیں نہایت غور و فکر سے کام لینا چاہیے۔ آپ نے اب تک جو کچھ محنت تلاش حق میں کی ہے وہ قابل تعریف ہے۔ اور خدا تعالےٰ کسی کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب آپ کے لئے مزید فضل و رحمت کا دروازہ کھلنے والا ہے۔ خداوند عالم آپ کو اپنی رضائے پاک کے لئے موید فرمائے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ زمانہ نہایت شاندار زمانہ ہے تمام کائنات میں خدا کی عجیب قدرتیں نمودار ہو رہی ہیں۔ دینی اور روحانی دنیا میں خداوند عالم نے حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کو ظاہر فرما کر بڑے بڑے اسرار قدرت دکھائے ہیں۔ تمام مقدس کتابوں کے وعدے پورے ہو گئے ہیں۔ حضرت امام مہدی موعود جن کا انتظار تھا وہ بصورت حضرت سید علی محمد باب ظہور فرما چکے ہیں۔ حضرت عیسیٰ روح اللہ جن کا نزول مقدر و موعود تھا وہ حضرت بہاء اللہ کے ظہور مبارک میں آسمان قدرت سے نازل ہو چکے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ ان مسائل کے بہت سے مراحل طے کر چکے ہیں۔ ہزاروں لاکھوں علماء جن الفاظ کے پردوں میں اُلجھے ہوئے ہیں آپ کو خدا نے ان حجابات سے نکال دیا ہے۔ آپ یہ بھی سمجھ چکے ہیں کہ یہ زمانہ

موعود برحق کے ظہور کا زمانہ ہے۔ اور تمام علامات جو ظہور حق کے متعلق ہیں وہ پوری ہو چکی ہیں اور یہ بھی آپ کا دل مان چکا ہے کہ ظہور حق کو تسلیم کئے بغیر انسان رضائے الٰہی سے فائز نہیں ہو سکتا۔

آپ بہائی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں گے تو سب امور نہایت روشن طور پر واضح و آشکار ہو جائیں گے۔ حضرت بہاءاللہ کے دعاوی جو خود حضرت بہاءاللہ کی وحی الٰہی میں وارد ہیں۔ قابل توجہ ہیں۔ میں اس امر پر روشنی ڈالنے والا ایک رسالہ خدمت میں بھیج رہا ہوں جس سے معلوم ہو گا کہ چالیس سال تک حضرت بہاءاللہ نے وحی الٰہی کا دعویٰ اور اعلان کیا ہے۔

انشاءاللہ تعالےٰ ملاقات کے وقت بھی بہت کچھ مفصل عرض کروں گا۔ فی الحال تو آپ بارگاہ الٰہی میں سجدہ کر کے اور خشوع و خضوع سے دعا کر کے یہ رسالہ جو کلمات مقدسہ پر مشتمل ہے۔ مطالعہ فرمائیے۔ میں خداوند عالم سے التجا کرتا ہوں کہ وہ آپ کے لئے اپنے فضل کے خاص دروازے کھولدے آمین یارب العالمین۔

یہ بات بھی ایک حیاتِ روحی کا نشان ہے کہ آپ ظہور حق کے عرفان کی کوشش فرما رہے ہیں۔ اور جو کوئی اس راہ میں صدق سے کوشش کرتا ہے رب العالمین اسے کامیاب کرتا ہے۔

آپ کا خط پڑھنے کے بعد روح نے کہا کہ آپ کو ذیل کی باتیں لکھ کر ارسال کروں۔

(۱) حق کی معرفت کے لئے سب سے بڑی دلیل وہ روشنی ہے جو حق کی جانب سے نمودار ہوتی ہے۔ آفتاب کی سب سے بڑی دلیل اُس کی وہ کرنیں ہیں جو اس سے نمودار ہوتی ہیں۔ جب آفتاب نکل آیا ہو تو اس وقت اسی کے نور و ظہور پر نظر جمانی چاہیئے۔ اس بات کا منتظر نہ رہنا چاہیئے کہ خواب میں کوئی ہم سے کہدے کہ آفتاب نکل آیا ہے۔ بلکہ آفتاب نکل آنے پر تو سونا ہی ٹھیک نہیں خواب میں مبتلا رہنا تو درکنار اگر اشراق آفتاب کے وقت بھی خواب گراں پیچھا نہ چھوڑے تو ایک مرتبہ زور کر کے اٹھ بیٹھنا چاہیئے۔

(۲) خواب کسی امر حق کی پہچان کے لئے معیار نہیں ہے۔ کیونکہ امر حق آفتاب ہے اور خواب اگر سچا بھی ہو تو ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی مانند ہو گا۔ بھلا روز روشن میں دمکتے ہوئے سورج کو ٹمٹماتا ہوا چراغ دکھانا کیا معنی رکھتا ہے۔؟

(۳) خداوند عالم نے خواب کو کسی کتاب منیر میں دلیل و معیار قرار نہیں دیا۔ بیداری میں پوری روشنی کے ساتھ کلام الٰہی ہمارے سامنے ہے۔ جب قانونِ قدرت اور کلمات اللہ سے صاف صاف مبرہن ہو گیا۔ کہ حضرت بہاءاللہ کا ظہور حق ہے تو کسی ایسی چیز کو اس راہ میں حجاب بنانا جو خود کوئی حقیقت نہیں رکھتی اور عرفانِ حق میں اس کا کوئی مقام نہیں ہے ایک نامقبول عمل ہے۔

(۴) اگر عرفانِ حق میں خواب آڑے آسکتا ہے اور اس عذر کو خدا قبول کر سکتا ہے تو ہزاروں آدمی ظہور حق کے خلاف خواب دیکھتے ہیں۔ تو کیا وہ خدا کے نزدیک معذور ہو سکتے ہیں؟

(۵) جس خواب میں کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہے یا کسی کو فرشتہ سمجھتا ہے قابلِ غور امر یہ ہے کہ اس کا یہ خیال کیوں قطعی سمجھا جائے۔ محض اس کا تخیل

کیوں قرار نہ دیا جائے جبکہ بجز اپنے ذاتی خیال کے اور کوئی ثبوت اس کے پاس نہیں کہ واقعی اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی دیکھا ہے؟ یا جسے وہ فرشتہ سمجھا ہے وہ فرشتہ ہی تھا؟ جب تک یہ بات قطعی نہ ہو ایسا خواب وخیال صرف توہم ہے۔

(۶) خواب کے متعلق جب گفتگو ہوتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ چونکہ ہمارے بعض دیگر خواب سچے نکلے ہیں تو یہ خواب جو عرفان ظہور کے متعلق ہے ضرور سچا ہے۔ جواب میں کہا جاتا ہے کہ ایسے خواب جو بعض امور کے متعلق ہوں اور سچے ہی نکلیں تمام قوموں کے لوگ دیکھتے ہیں حتیٰ کہ دہریہ بھی دیکھتے ہیں۔ تو اس سے کیونکر معلوم ہوا کہ خواب کوئی دلیل ہے؟ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ دنیاوی امور میں تائید ونصرت ملنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے خواب خدا کی طرف سے ہیں کیونکہ قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے کہ ہم مومنوں کو نصرت دیتے ہیں۔ میں اس کے متعلق یہ عرض کرتا ہوں کہ دنیاوی ساز وسامان تو منکرین خدا کو بھی دیا جاتا ہے جو دنیا چاہتا ہے خدا اُسے دُنیا دیتا ہے۔ یہ مقبول حق ہونے کی دلیل نہیں۔ بہرحال براہِ راست کلام اللہ کے روشن دلائل قانونِ قدرت کے براہین سے جب ظہورِ حق کی حقانیت ثابت ہو چکی تو بیچارہ خواب کس شمار میں ہے جو خود محتاجِ دلیل وثبوت ہے۔ خوب غور کیجئے کیا کسی خواب کی بنا پر ظہورِ حق سے محروم رہنے والا کوئی عذر پیش کر کے خدا کے یہاں بری ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں ہو سکتا تو یقیناً ایسے خواب کو خیال میں بھی نہ لانا چاہئے جو حق سے حجاب پیدا کر دے۔ خود اس خواب کی بے پایہ گی اسی سے ثابت ہے کہ وہ ثابت شدہ حق کے خلاف ہے۔ نہایت غور وتدبر سے کام لیجئے خداوند عالم فرماتا ہے فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ۔ اس آیت میں مقصد خداوندی یہ ہے کہ دو بڑے پردے ہیں جو قابلِ خرق ہیں۔ پہلا یہ کہ الحیٰوۃ الدنیا یعنی ادنیٰ زندگی جو ظاہری معیشت سے تعلق رکھتی ہے اس میں تائید واسباب کامل جانا دھوکے میں نہ ڈالدے۔ کہ جب یہ نعمتیں ہمیں مل رہی ہیں تو معلوم ہوا کہ ہم رضائے الٰہی کے راستہ پر ہیں۔ خبردار ایسا دھوکا نہ ہونے پائے اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝ ہم جو انھیں مال واولاد دے رہے ہیں تو کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم انھیں جلد جلد بھلائی دے رہے ہیں نہیں۔ بلکہ یہ لوگ خود شعور حقیقت نہیں رکھتے۔ دوسرا مقصد الٰہی یہ ہے کہ لَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ خدا کے ذریعے بندے دھوکہ نہ کھائیں خدا کے ذریعہ دھوکہ کھانا کیا ہے؟ یہی کہ اپنے آپ کو اس درجہ خدا کا پیارا خیال کرلیں کہ اس پیار کے خیال میں رہ کر خدا ہی سے محجوب ہو جائیں۔ کروڑوں ارواح انسانی اس فریبِ عظیم میں اپنے آپ کو مبتلا کر کے حق سے بے بہرہ ہو گئیں۔ قالت اليهود والنصارىٰ نحن ابنٰؤا الله واحبّاؤه یہود ونصاریٰ نے کہا کہ ہم تو خدا کے پیارے بیٹے اور اس کے دوست ہیں۔ اس خیال کی وجہ یہی ہے کہ وہ گمان کرتے ہیں کہ روح القدس ہمارے ساتھ ہے۔ خدا ہم پر بڑی مہربانیاں فرماتا ہے۔ ہم مسیح سے ملاقات کرتے ہیں مگر یہ سب خیالات اور ان کے رویا وکشوف خدا کی یہاں کچھ بھی چیز نہ ہوئے جبکہ انھوں نے ظہورِ حق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا۔ کچھ دن ہوئے

ایک امریکن بشپ صاحب سے میری ملاقات ہوئی جو طبعًا بہت نیک اور سچے آدمی تھے۔ جب امر اللہ کا ذکر آیا اور میں نے بتایا کہ مسیح جو آنے والا تھا آ گیا۔ تب انھوں نے نہایت تعجب سے کہا کہ اُوہ کیا بات ہے۔ مجھے تو اکثر مسیح خواب و کشف میں ملتے ہیں مسیح نے مجھ سے آجتک کبھی نہیں کہا کہ میں ظاہر ہو گیا ہوں اس لئے آپ کی بات میں کیسے قبول کروں۔ میں نے عرض کیا کہ اب جب مسیح سے ملاقات ہو تو پوچھئے گا کہ میں نے سنا ہے کہ ظہور ہو چکا ہے۔ آپ مجھ پر ظاہر فرمائیے جب آپ پہلے آئے تھے تو یہود نے قبول نہ کیا تھا اب کہیں میں بھی یہود کی طرح محروم نہ رہ جاؤں۔

قیامت میں آسمان زمین کا فنا ہو جانا قرآن مجید سے ثابت نہیں

فاضل مُدیر اہل حدیث کا اعلان حق

قیامت کے معنی فنا ہو جانا نہیں ہیں۔ برپا ہونا ہیں اس لئے اس دنیا کی فنا یا تمام کائنات ہستی کے معدوم ہو جانیکا نام قیامت نہیں ہے۔ خدا کی کتاب میں فنا یا عدم ہو جانے کو قیامت نہیں کہا گیا؛ قرآن مجید میں بھی کوئی ایک آیت ایسی نہیں جس میں فنائے عالم کو قیامت کہا گیا ہو۔ سالہا سال سے یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ کوئی ایک آیت ہی دکھا دی جائے جس میں کائنات ہستی کے کلّی فنا ہو جانے کو قیامت کہا گیا ہو۔ آج تک کوئی صریح آیت ہمارے سامنے اس کے ثبوت میں پیش نہیں کی جا سکی جس قدر آیات اس سلسلہ میں بیان کی جاتی ہیں ان میں سے کسی ایک سے بھی قیامت کے معنی کائنات ہستی کی فنائے کلّی ثابت نہیں۔" (پیامبر جولائی ۱۹۴۰ء)

اہلحدیث قیامت دراصل ایک اصطلاحی لفظ ہے فنائے عالم کی ابتدا سے لیکر حشر اموات تک کے واقعات کو اہل اسلام کی اصطلاح میں قیامت کہا جاتا ہے۔ جو درحقیقت دو حصّوں میں منقسم ہے پہلے حصّے میں دنیا کی سب چیزیں فنا ہو جائینگی" دوسرے حصّے میں انسانی اجساد کا حشر نشر ہوگا (اہل حدیث ۳۰ اگست ۱۹۴۱ء)

پیامبر دونوں باتیں غلط ہیں۔ قیامت کے پہلے حصّے میں نہ سب چیزیں فنا ہوں گی نہ دوسرے حصّے میں انسانی اجساد کا حشر نشر ہوگا۔ قیامت کے معنی میں قیام و بقا کا مفہوم ہے اس لئے سب چیزوں کا فنا ہونا غلط ہے۔ فنا کا نام بقا رکھنا نرالی اصطلاح ہے۔ گرنے کا نام اُٹھ کھڑا ہونا عجیب منطق ہے کلام الٰہی میں کہیں نہیں آیا کہ قیامت میں سب چیزیں فنا ہو جائینگی (پیامبر اکتوبر ۱۹۴۰ء)

اہل حدیث بھائی لوگ ہم سے فنائے عالم کا ثبوت مانگتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ ہماری مراد اس سے یہ ہے کہ اشیائے موجودہ کی اشکال و ہیئات فنا ہو جائیں گی۔ (اہل حدیث یکم نومبر ۱۹۴۰ء

پیامبر بے بنیاد اعتقاد کا یہی حال ہوتا ہے۔ ابھی تو فنائے کلّی مان رہے تھے اور ابھی اشیائے موجودہ کی اشکال وہئیات کی فنا رہ گئی جس کے معنی صرف صورتوں کا بدل جانا ہے نہ کہ بالکل معدوم ہوجانا۔ کیا واقعی اہلِ اسلام کا یہی عقیدہ ہے کہ اشیائے موجودہ کی اشکال بدل جائیں گی اور اشیاء کلّی فنا نہوں گی۔ آج تک تو آپ بھی یہی لکھتے رہے ہیں کہ قیامت فنائے کلّی کا نام ہے اب پیامبر کی جرح پر آپ نے اپنا اعتقاد بدل دیا ہے۔ ہم علی وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ قیامت میں فنائے کلّی ہرگز ثابت نہیں آپ نے بھی فنائے کلّی کے اعتقاد سے کسی قدر ہٹ کر صرف صورتوں کی تبدیلی کا اقرار کیا ہے۔ بہرحال ایک بڑی حد تک آپ ہمارے ہمخیال ہوگئے ہیں (پیامبر دسمبر ۱۹۴۰ء)

تعجب پر تعجب یہ کہ قیامت کی حقیقت کو نہ صرف عام مسلمان ہی بھول گئے۔ بلکہ علماء اسلام بھی حقیقت قیامت سے بے علم ہوگئے۔۔۔۔۔ علماء محض تقلید اور عدم تدبر کے باعث کائنات ہستی کے فنا ہوجانے کو قیامت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید کے ایک لفظ سے بھی یہ ثابت نہیں۔۔ کسی عالم نے قرآن مجید سے آج تک ایک بھی ایسی آیت اس مدعا کے ثبوت میں پیش نہیں کی جس سے سیر ہوجاتا کہ قرآن مجید میں فنائے کائنات کو قیامت کہا ہے جو بعض آیات ہمارے سامنے پیش کی گئیں ہم نے ان سب کا مدلل جواب دیدیا۔ (پیامبر جون ۱۹۴۱ء)

اہل حدیث اس اقتباس میں آپ نے دو باتوں کا اظہار کیا ہے ایک یہ کہ کسی عالم نے قرآن مجید سے یہ ثابت نہیں کیا کہ فنائے عالم کا نام قیامت ہے۔ دوسرے یہ کہ علماء نے جو کچھ پیش کیا اس کا بہائی صاحب نے مدلل جواب دیدیا۔ ہم نے ۱۷ مئی ۱۹۴۰ء کے پرچے میں صفحہ ۴ پر جو لکھا تھا اسے یہاں مکرر نقل کردیتے ہیں تاکہ ناظرین اسے پڑھ کر فیصلہ کریں کیسی واضح آیات پیش کی ہیں فاذا نفخ فی الصور نفخۃ واحدۃ وحملت الارض والجبال فدکتا دکۃ واحدۃ فیومئذ وقعت الواقعۃ ۵ الخ۔۔۔۔ یہ آیات قیامت کے ثبوت میں اور قیامت کے واقعات کے اظہار میں جس قدر مفصّل اور مصرح ہیں ناظرین اس کا اندازہ خود ہی کرسکتے ہیں زمین آسمان کے فنا ہونے کا ذکر بھی ہے۔ (اہلِ حدیث ۲۰ جون ۱۹۴۱ء)

پیامبر عرصۂ دراز سے یہ بات چیت محترم فاضل مدیر اہلِ حدیث سے ہو رہی تھی اور اہلِ حدیث اور پیامبر میں مفصّل مضامین نکلتے رہے ہیں۔ ہم خوش ہیں کہ ہمارے مضامین اپنے مقصد خدمت میں نتیجہ خیز ثابت ہوئے فاضل محترم مدیر اہل حدیث نے اس بحث میں جو بات تازہ اشاعت اہلِ حدیث مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۴۱ء میں تحریر فرمائی ہے وہ انھیں کے الفاظ میں یہ ہے کہ قرآن مجید کی کسی آیت سے ثابت نہیں ہوتا کہ قیامت کے ابتدائی حصے میں یا آخری حصے میں زمین و آسمان فنا ہوجائیں گے۔" (صفحہ ۵ کالم اوّل) فاضل مدیر اہل حدیث کے اس اعلانِ حق پر ہم انھیں مبارکباد دیتے ہیں۔ اور اُمید کرتے ہیں کہ دیگر علمائے کرام جو اس خیال میں ان سے متفق نہوں گے اور مخالفت کریں گے فاضل مدیر مخالفت کی کچھ پرواہ نکرتے ہوئے حق صریح پر مستقیم رہیں گے۔ یہی توحید و حق پرستی کی شان ہے۔ جب انھیں یہ علم حق حاصل ہوگیا کہ قرآن مجید

کی کسی آیت سے قیامت میں زمین و آسمان کا فنا ہو جانا ثابت نہیں تو بندگانِ خدا کو اس سے مستفیض فرماتے رہیں کیونکہ صرف ایک خیال باطل سے کہ قیامت میں زمین و آسمان فنا ہو جائیں گے۔ ہزارہا بے بنیاد خیالات پھیل گئے ہیں اور قرآن مجید کی آیات بیّنات کے حقائق گم کر دیئے گئے ہیں عجیب حُسن اتفاق ہے کہ جب قلم یہ سطور لکھ رہا تھا تازہ ڈاک میں ایک دوست کا مکتوب موصول ہوا جس میں ذیل کی عبارت بھی درج ہے۔

"اخبار اہلِ حدیث ۲۶ ستمبر میں جو مولانا مدیر اہلِ حدیث کا مضمون دربارہ قیامت نکلا ہے اُسے پڑھ کر مجھے بے حد حیرت ہوئی تھی بلکہ بیتک شک و شبہ میں مبتلا رہا کہ کہیں مولوی صاحب کسی اور کے الفاظ تو نہیں لکھ رہے ہیں۔ جب خوب اچھی طرح سے مطالعہ کر چکا تو اُن الفاظ کے گرد سرخ پنسل کا حاشیہ لگا دیا کیونکہ وہ الفاظ دراصل امر بہائی کی صداقت کا بہلا نشان ہیں۔ جو ایک کوہ وقار ہستی کے ہاتھوں ظہور میں آیا ہے اب مولانا صاحب سے دریافت کرنا چاہئے کہ ؎

چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیرِ ما

اب قیامت کا ڈرامہ نئے سرے سے تصنیف ہونا چاہئے جب فنائے عالم کا سین اس میں سے نکل گیا تو پھر پہلے نفخہ میں کیا ہوگا؟

بہرحال حضرت مولانا صاحب مدیر اہل حدیث کو خدا نے ازل سے حقیقت شناس بنایا ہے اور یہ اسی عادت کا کرشمہ ہے۔ انشاء اللہ باقی امور بھی انھیں ضرور ماننا پڑیں گے کیونکہ حق کا مقابلہ ایک راست باز کی عادت کے خلاف ہونے کی وجہ سے مشکل ہو جاتا ہے"۔

الحمد للہ۔ یہ تو فیصلہ ہوا کہ قیامت کے دن زمین و آسمان فنا نہ ہونگے۔ اب رہا یہ امر کہ اُن میں تبدیلی ہو جائے گی" نہایت قابلِ غور ہے۔ فاضل مُدیر اہلحدیث نے ۳ر اکتوبر کی اشاعت میں تحریر فرمایا ہے کہ "قیامت کے پہلے حصّے میں چیزوں کا فنا ہوگا۔ دوسرے میں قیام یعنی حشر نشر"۔

ضرورت ہے کہ پہلے حصّہ میں چیزوں کا فنا ہونا قرآن مجید سے ثابت کیا جائے۔ آیت لکھکر صرف اپنے اعتقادی معنی بیان کر دینے سے ثبوت بہم نہیں پہنچتا۔ ہاں اصطلاحاتِ قرآنیہ۔ لُغتِ عرب اور قواعدِ علمیہ کی روشنی میں آیات کے معانی درست اور قابلِ قبول ہوں گے۔ فاضل مُدیر اہلحدیث کو چاہئے کہ وہ اوّل الفاظ کے معانی لُغتِ عرب سے مفصّل و مُدلّل واضح فرمائیں۔ لُغت سے پوری عبارت اور حوالہ دیں۔ پھر سیاق و سباقِ آیت پر نظر رکھکر آیت کی تفسیر فرمائیں۔ مثلاً آیت "فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً" جو آپ نے پیش کی ہے اس میں سب ذیل الفاظ پر لُغتِ عرب سے پوری روشنی ڈالنی چاہئے (۱) صُور (۲) حمل (۳) ارض (۴) جبال (۵) دکّہ ــــ دقیق علمی نظر سے کام لینا چاہئے۔ سطحی نظر سے کام نہیں چلے گا۔ ایدکم اللہ و ایانا ؎

محبِ ثنا مُدیر پیامبر

قسمت فارسی

لوح مبارک حضرت عبدالبہاء

ہولاند - بلاریکوم - جناب مسٹر جورج انزلین علیہ بہاء اللہ الابھٰی

هوالله

ای منجذب بملکوت الله - نامرقی که بتاریخ ۲۲ مای ۱۹۱۹ء ارسال نموده بودی رسید - از مضمون نهایت سرور حاصل گردید - الحمدلله آن شخص محترم تشنهٔ چشمهٔ حیات است و طالب سبیل نجات - تحری حقیقت مینماید و از تقالید بکلی بیزار - این عصر عصر حقیقت است - افکار پوسیدهٔ هزاران ساله منفور - عاقلان باهوش و عالمان پرجوش و خروش - در این قرن عظیم جمیع اصول قدیمه پوسیده بکلی متروک شده - در هر خصوص افکار جدیده بمیان آمده - مثلاً معارف قدیمه متروک - معارف جدیده مقبول - سیاسیات قدیمه متروک - سیاسیات جدیده مقبول - علوم قدیمه بکلی متروک علوم جدیده مرغوب - آداب قدیمه فراموش شده - آداب جدیده بمیان آمده - مشروعات جدیده و اکتشافات جدیده و تحقیقات جدیده و اختراعات جدیده حیرت بخش عقول گردیده - جمیع امور تجدد یافته - پس باید که حقیقت دین الهی نیز تجدد یابد - تقالید بکلی زائل شود و نور حقیقت بتابد - تعالیمیکه روح این عصر است ترویج گردد و آن تعالیم حضرت بهاء الله که مشهور آفاق است و نفثات روح القدس است - از جملهٔ تحری حقیقت است که باید بکلی تقالید را فراموش کرد و سراج حقیقت را روشن نمود - منجمله وحدت عالم انسانیست که جمیع خلق اغنام الهی هستند و خدا شبان مهربان - و بجمیع اغنام الطاف بی پایان مبذول دارد - نهایت اینست بعضی جاهل اند باید تعلیم داد - بعضی علیلند باید علاج نمود بعضی طفلند باید بلوغ رساند نه اینکه طفل علیل و نادان را مبغوض داشت - بالعکس باید بی نهایت مهربان بود -

از جملهٔ دین باید سبب الفت و محبت بین البشر باشد - و اگر چنانچه سبب بغض و عداوت باشد فقدانش بهتر -

از جملهٔ باید دین و عقل مطابق باشند - عقل سلیم باید تصدیق نماید -

از جملهٔ حق و عدل است و مساوات و مواسات طوعی - یعنی انسان طوعاً و کمال رغبت باید دیگری را بر خود ترجیح دهد - ولی نه بجبر بلکه بمحبت الهی چنان یکدیگر را دوست دارند که جان فدا نمایند چنانکه بهائیان در ایرانند -

و من جملهٔ تعصب دینی - تعصب جنسی - تعصب ترابی - تعصب سیاسی هادم بنیان انسانیست - تا این تعصبات موجود عالم انسانی هرچند بظاهر متمدن ولی بحقیقت توحش محض است - و جنگ و جدال و نزاع و قتال نهایت نیابد -

از جملہ صلح عمومی است واز جملہ تأسیس محکمۂ کبریٰ تا جمیع مسائل مشکلۂ دولی وملی در محکمۂ کبریٰ حل گردد۔

از جملہ حریت الٰہی یعنی خلاصی ونجات از عالم طبیعت۔ زیرا انسان تا اسیر طبیعت است حیوان درندہ است۔

از جملہ مساوات رجال ونساء۔ زیرا عالم انسانی را دو بال۔ یکی ذکور ویکی اناث۔ تا ہر دو بال قوی نگردند عالم انسانی پرواز ننماید وفلاح ونجاح حاصل نکند۔

از جملہ اینکہ دین حصن حصین است وعالم انسانی اگر متمسک بدین نباشد ہرج ومرج گردد وبکلی انتظام امور مختل شود۔

از جملہ اینکہ مدنیت مادی باید منضم بمدنیت الٰہی باشد۔ مدنیت مادی مانند زجاج است ومدنیت الٰہی مانند سراج۔ مدنیت مادی مانند جسم است ولو در نہایت جمال باشد۔ مدنیت الٰہی مانند روح است۔ جسم بی روح فائدہ ئی ندارد۔ پس عالم انسانی محتاج بنفثات روح القدس است۔ بدون این روح مردہ وبدون این نور ظلمت اندر ظلمت است۔ عالم طبیعت عالم حیوانیست تا انسان ولادت ثانی از عالم طبیعت نیابد یعنی منسلخ از عالم طبیعت نگردد حیوان محض است۔ تعالیم الٰہی این حیوان را انسان نماید۔ واز این قبیل تعالیم بہاء اللہ بسیار کہ حیات می بخشد وجہان را روشن می نماید۔ ہر چیز تجدد یافتہ است۔ البتہ باید تعالیم دینی نیز تجدد یابد۔

ای مستبشر ببشارات اللہ کمر ہمت بربند وبتمام قوت قیام نما تا آن اقلیم را بتعالیم الٰہی روشن نمائی وفارستان را گلزار وگلشن کنی ویقین بدان کہ تائیدات ملکوتیہ پی در پی میرسد۔ وعلیک البہاء الابہیٰ۔

حیفا ۲۶۔ اغسطس سنہ ۱۹۱۹ (ع ع)

ہولاند۔ مسیس جولیا السیروکر۔ علیہا ۹

ھوالله

ای طالب حقیقت! نامۂ کہ بتاریخ سیزدہم دسمبر ۱۹۲۰ء مرقوم نمودہ بودی رسید۔ ادیان الٰہیہ از یوم آدم الی الآن پیاپی ظاہر شدہ۔ در ہر یک انچہ باید وشاید مجری داشتہ۔ خلق را زندہ نمودہ ونورانیت بخشیدہ وتربیت کردہ تا از ظلمات عالم طبیعت نجات یافتند۔ بنورانیت ملکوت رسیدند ولے ہر دینے ہر شریعتے کہ ظاہر شد مدتے از قرون کافل سعادت عالم انسانی بود و شجر پر ثمر بود۔ ولی بعد از مرور قرون واعصار چون قدیم شد بی اثر وثمر ماند۔ لہذا دوبارہ تجدید شد۔

دین الٰہی یکیست۔ ولی تجدد لازم۔ مثلاً حضرت موسیٰ مبعوث شد وشریعتے گذاشت۔ بنی اسرائیل بواسطۂ شریعت موسیٰ از جہل نجات یافتہ بنور رسیدند واز ذلت خلاص گشتہ عزت ابدیہ یافتند۔ ولی بعد از مدتے مدیدہ آن انوار غروب کرد۔ وآن نورانیت نماند۔ روز شب شد وچون تاریکی اشتداد یافت کوکب ساطع حضرت مسیح اشراق نمود۔ دوبارہ جہان روشن شد۔

مقصد اینست۔ دین اللہ یکی است کہ مربّی عالم انسانیت ولکن تجدد لازم۔ درختے را چون بنشانی روز بروز نشو ونما نماید و برگ وشکوفہ کند۔ و میوۂ تر ببار آرد لکن بعد از مدتِ مدید کہن گردد۔ از ثمر باز ماند۔ لہٰذا باغبانِ حقیقت دانۂ ہمان شجر را گرفتہ در زمینِ پاک میکارد۔ دوبارہ شجرِ اول ظاہر میشود۔

دقت نمائید در عالم وجود ہر چیزے را تجدد لازم۔ نظر بعالم حیوانی نمائید کہ حال جہان تجدد یافتہ۔ افکار تجدد یافتہ عادات تجدد یافتہ۔ علوم وفنون تجدد یافتہ۔ مشروعات واکتشافات تجدد یافتہ۔ ادراکات تجدد یافتہ۔ پس چگونہ میشود کہ امر عظیم دینی کہ کافل ترقیاتِ فوق العادۂ عالم انسانیت وسبب حیاتِ ابدی۔ ومروج فضائل نامتناہی ونورانیتِ دو جہانی بی تجدد ماند۔ این مخالفِ فضل وموہبتِ حضرتِ یزدانی است۔

دیانت عبارت از عقائد ورسوم نیست۔ دیانت عبارت از تعالیم الٰہیہ است کہ محیی عالم انسانیت وسبب تربیتِ افکار عالی وتحسینِ اخلاق وترویجِ مبادیِ عزتِ ابدیۂ عالم انسانیت۔

ملاحظہ کن کہ این ہیجانِ افکار وشعلۂ نارِ حرب وبغض وعدوان بین ملل۔ وظلم وتعدی بیکدیگر کہ تجلی آسائش عالم انسانی را زائل نمودہ جز بمبارِ تعالیم الٰہی خاموش گردد۔ البتہ نگردد۔

این واضح وآشکار است۔ یک قوۂ ماوراء الطبیعہ لازم کہ این ظلمت را بنور تبدیل نماید۔ واین عداوت وبغضاء وجنگ وجدال را بالفت ومحبت بین عموم بشر مبدل نماید۔ این قوۃ نفثاتِ روح القدس است۔ ونفوذ کلمۃ اللہ

وعلیک التحیۃ والثناء (عبدالبہاء عباس)

۱۴

برِ رخت زلفِ سیہ دیدم وگفتم اے یار — مخفف کردۂ عمداً زچہ ماہ دہ وچہار

چہرہ از بین دو گیسو بنما تا گویم — العجب دیدہ کسی نیمۂ شب طرفِ نہار

این دو افعی سیہ گر تو زسر آویزی — از دلِ خلق بر آید زدو مارِ تو دمار

آیدم در نظر آن طرۂ مویت چو زنم — زترنم وطرب دست ابر طرۂ تار

قامتت سرو ولبت کانِ رطب یا عجبا — کس ندیدہ بجہان سرو رطب آرد بار

روی نوارِ تو برد از دلم صبر وشکیب — موی طرارِ تو برد از کفم تاب وقرار

داروی چشمِ دلِ عاشق دل دادہ بود — گر صبا آورد از خاکِ قدومِ تو غبار

لب وخد عارض وقد غنچہ وگل سرو سمن — من چہ سانم کہ دلم گشتہ از این چار وچہار

قابل از ہجرِ رخ ستر بہادر شب وروز
رعدسان نالہ نما اشک چہ امطار ببار

هُوَاللّٰه

آفتابِ اتّحاد

ساقیِ روحا دہد جامِ شرابِ اتّحاد
مطربِ روحا زند تار و رُبابِ اتّحاد

دستِ یمان جسمِ کیہان راز او ساخ نفاق
مینماید شست و شو ہر دم بآبِ اتّحاد

میدہد اطفالِ عالم را معلّم روز و شب
در دبستانِ بہا درس و کتابِ اتّحاد

گردنِ شاہانِ عالم را ببندد دعا نبت
قدرت میثاقِ رحمان باطنابِ اتّحاد

کے شود گلزارِ کیہان غبطۂ خلدِ برین
تا نبارد امطرِ فضل از سحابِ اتّحاد

بر ظہورِ اقدس ابہیٰ بشارت میدہد
خلقِ عالم را منادی با خطابِ اتّحاد

دی منادی با ندائے خوش بیان کرد این کلام
کای خلائق شد عیان راہِ صوابِ اتّحاد

اہلِ مشرق را بشارت دہ کہ از مغرب دمید
بر ہمہ آفاق و امکان آفتابِ اتّحاد

گر بخواہی خوابِ راحت در دو عالم اے رفیق
باید از جان گستری رختِ خوابِ اتّحاد

بے گمان در اوجِ علیا صید صد عنقا کند
گر کشاید بال و پر روزے ذبابِ اتّحاد

ما چرا باشیم سالک در طریقِ اختلاف
با وجودِ آنکہ حق بگشود بابِ اتّحاد

طلعتِ غیبِ قدم با لشکر و خیل و حشم
گشتہ ظاہر بینِ عالم با کتابِ اتّحاد

شاہدِ پیمان خرامان شد ز خلوت سوئے دشت
با کمندِ گیسوئے پُر پیچ و تابِ اتّحاد

لشکرِ تلبیسِ ابلیسِ دنی را مانع است
از عروجِ برسما تیرِ شہابِ اتّحاد

حضرتِ عبدالبہاء بنمود بارفعت بلند
خیمۂ نظمِ جہان را با طنابِ اتّحاد

ای خوش آن روزے کہ **قابل** بنگرد با چشمِ سر
دوستان را مستظل ظلِّ قبابِ اتّحاد

خطابۂ مبارک حضرت عبد البہاء

در پاریس ۲۸ ذی قعدہ مطابق ۱۹ ماہ نومبر ۱۹۱۱ء

از بدایت عالم تا امروز ہر وقت ندای الٰہی بلند شد۔ ندای شیطان ہم بلند شد زیرا ہمیشہ ظلمت میخواہد مقاومت نور کند ظلم میخواہد مقاومت عدل نماید جہل میخواہد مقاومت علم نماید این عادت مستمرۂ اہل این جہانست ملاحظہ کنید در زمان موسوی فرعونے بود مقاومت میکرد تا نورانیت حضرت موسیٰ را از انتشار منع کند در زمان حضرت مسیح قیافا وحنا روسای مذہب یہود بودند اینہا بنہایت قوت مقاومت حضرت مسیح میکردند و افتراہای چند بہ حضرت نوشتند و انتشار دادند حتیٰ مجمع فریسیان حکم بر قتل مسیح دادکہ این شخص مسیح است و استغفر اللہ گمراہ است و استغفر اللہ بے پدر شہور است و چیزہائیکہ نمیخواہم بزبان بیاوریم و در بین جمیع یہود شرق این مفتریات را انتشار میدادند و مقصدشان اینکہ نورانیت مسیح را منع کنند و ہمچنین در زمان محمد علمای قریش خواستند نورانیت حضرت محمد را منع از انتشار کنند جمیع فتویٰ بر قتل او دادند و نہایت اذیت را براو وارد آوردند بقوۂ شمشیر خواستند آن بنیان عظیم را بدم نمایند۔ آیا بکجا رسید تواستند مقاومت نمایند عاقبت مغلوب شدند و نورانیت امر الٰہی آفاق را احاطہ کرد۔ جمعیشان مانند ارّہ دوے شکست خوردہ از میدان در رفتند کلمات اللہ نافذ شد شریعت اللہ منتشر گشت تعالیم الٰہیہ آفاق را احاطہ کرد نفوسیکہ در ظل حق بودند مثل ستارہ از افق سعادت کبریٰ درخشیدند حال باز ہم ہمان دستگاہ است جمعی نادان کہ خود را بدین نسبت میدہند میخواہند نورانیت بہاء اللہ را منع کنند مقاومت امر اللہ نمایند تا آفاق را از این اشراق محروم نمایند چونکہ برہانے ندارند بافترا دست زنند۔ زیرا عادت مردم نادان چنین است وقتیکہ برہان ندارند شمشیرشان افترا است والا اگر برہان داشتہ باشند بآن محاجہ مینمودند صحبت میکردند بگفتی نمینمودند کلام رذیل بر تسلم وزبان نمی راندند مثل مرد میدان بیان برہان میکردند ما با اینہا نزاع وجدالے نداریم بگوئی از اینہا نمی کنیم حقیقت حال آنہا و سوء سیرت آنہا را بیان نمی کنیم ببرہان لب کشائیم میگوئیم برہان ما این است اگر شما در مقابل برہان ما برہانی دارید بنمائید ولے آنہا ابداً نزدیک نمی آیند زبان بافترا کشایند و در جرائد مرقوم میدارند کہ این بہائیان چنین و چنانند۔ چنانکہ فریسیان در حق حواریون میگفتند ہرچہ از قلم شان جاری شود می نویسند وقتی شما ملاحظہ کنید چنین اوراقے منتشر شد ابداً نگذرانید بکمال قوت بموجب تعالیم بہاء اللہ عمل نمائید اعتنائے نکنید ہمین نفوس سبب میشوند کہ کلمۃ اللہ بین خلق منتشر میشود البتہ نفوسیکہ منصف اند فحص می کنند تحقیق و تدقیق می کنند ہمان فحص و تدقیق سبب ہدایت آنہا میشود مثل اینست کسی بگوید در فلان اطاق شمعے ہست خاموش۔ بعد شخص سامع فحص کند ببیند روشن است می شنود در فلان باغ درختانے زرد برگ و شکستہ شاخ تلخ ثمر گلہای بدبو ہست زنہار نزدیک نروید۔ لابد نفوسیکہ منصف اند باین قناعت نمی کنند بلکہ میگویند میرویم می بینیم و تحری حقیقت مینمائیم چون فحص و تحقیق نمائند

می بینند در منتہای باغ در نہایت اعتدال اشجار ساقہا در نہایت راستی برگہا در نہایت سبزی۔ شگوفہا در نہایت معطری۔ میوہا در نہایت حلاوت۔ گلہا در نہایت طراوت۔ پس میگویید الحمد للہ آن بدگو سبب شد کہ من در این باغ راہ یافتم سبب ہدایت من شد این بدگویان چنین اند سبب میشوند کہ مردم تفحص می کنند در زمان حضرت مسیح کتبیکہ در مذمت مسیح تالیف کردند و افتراہائیکہ بمسیح زدند و کذبہائیکہ در حق حواریین گفتند آیا ہیچ اثرے داشت کتبیکہ فلاسفہ آن زمان رد مسیح نوشتند آیا ہیچ ضرر رسانید جمیع آن کتب سبب ترویج شد زیرا ذکر مسیح را مردم شنیدند تفحص و تجسس آمدند و ہدایت یافتند ما نمیخواہیم در حق این نفوس حرفی زنیم ما بدگو نیستیم ہمیں قدر میگوئیم این مفتریات ابدًا اہمیتے ندارد این مفتریات بمنزلہ ابر است کہ حجاب آفتاب گردد۔ ابر ہر قدر کثیف باشد اشعۂ آفتاب عاقبت او را متلاشی نماید و محو می کند انوار آفتاب حقیقت را ہیچ ابرے حجاب نشود نسیم گلستان الٰہی را ہیچ سدے مانع نگردد باران آسمانی را ہیچ حائلے حاجز نشود ازین کلام مرادم این است کہ وقتیکہ کتابہای منتشر شود و در جرائد مفتریات نوشتہ گردد شما محزون نشوید بلکہ بدانید کہ این سبب قوت امر اللہ است زیرا درخت بے بار را کسی سنگ نزند چراغ خاموش را کسی تعرض ننماید انچہ واقع شود ہمان سبب قوت امر اللہ است نظیر آنکہ از پیش گذشت در زمان موسیٰ نگاہ کنید غرور فرعون بنی اسرائیل را مدد و عون بود ہر چند آن ظالم اعلان کرد کہ موسیٰ قاتل است لہٰذا باید قصاص کرد ولے این قول تاثیرے نداشت۔ فریاد کرد کہ این موسیٰ و ہارون ہر دو مفسدند میخواہند دین مبین شما را بہم زنند و در مملکت اختلاف و فساد اندازند لہٰذا ہلاک و اعدام آنہا لازم است ان ہذان لساحران یریدان ان یخرجاکم من ارضکم بسحرہما ویذہبا بطریقتکم المثلیٰ ابدًا تاثیر نکرد بلکہ نور موسیٰ درخشید شریعتش منتشر شد نورانیت تجلی سینا احاطہ کرد و ہمچنین فریسیان وقتے فریاد برآوردند کہ مسیح استغفر اللہ مسیح است زیرا سبت را شکستہ است شریعت اللہ را منسوخ کردہ طلاق را حرام نمودہ تعدد آن را منع کردہ مقصدش ہدم قدس الاقداس است خرابی بیت اللہ است۔ واویلا واویلا واذہبا فریاد برآوردند بدار زنید بدار زنید این اعتراضات آنہا ہیچ اثرے نداشت صبح مسیح طلوع نمود نفثات روح القدس در جمیع عالم تاثیر کرد ہمہ اقوام مختلفہ را متحد نمود مقصد امنیت کہ از مفتریات قوم و کذب و مجادلہ آنہا ہیچ فتورے بامر اللہ وارد نمیآید بلکہ سبب علو امر اللہ است و دلیل بر آنست کہ اگر امر عادی بود کسی تعرض بر او نمی نمود۔ امر ہر قدر عظیم تر است دشمنش بیشتر است۔ لہٰذا ما باید در نہایت ثبوت و رسوخ بموجب تعالیم بہاء اللہ عمل نمائیم۔ (مرجبا)

(خطابات مبارکہ ص ۱۳۲۹)

دُرِ نایاب یقین است غزل حضرت طاہرہ قرۃ العین" کہ در نمرہ شش بابت ماہ جون طبع و نشر گردیدہ است۔ مذاق جان قارئین ما زین را شیرین فرمودہ و در مجالس زندہ دلان و نکتہ دانان با الحان خوش بروزن غزل حافظ ؎ مطرب خوش نوا بگو ؎ تازہ بتازہ نو بنو ؎ میخوانند و ہر جا میسر باشد با ساز و نواز مینوازند و میسرایند۔ لہٰذا امید است برای تصحیح و تکمیل آن نکات ذیل را منظور دارند۔ (۱) بجای "کہ علی گنی" "حاجی کہ علی گنی" بخوانند (۲) بعد از بیت کشتۂ تیغ ابرویت و پیش از بیت گاہ بخوان سگ درت این بیت را بخوانند "وعدۂ وصل دادۂ لیک وفا نمی کنی بہر خدا بیا کہ من دیدہ ام ہر دمی کلام دو"

اصلاح - در پیام بر ماہ جولائی ۱۹۴۱ء راجع بہ نطق آقای بختیاری در جرمنی در قسمت فارسی صحیح ستمبر ۱۹۴۱ء است۔ درست کنید۔

کتب بہائی

در لغاتِ پارسی و عربی کہ از کتب خانۂ ملّی بہائیانِ ہند و برما بہائی ہال کراچی بفروش میرسد

قسمتِ اوّل

(۱) مجموعۂ الواحِ مبارکۂ حضرت بہاءاللہ۔ مشتمل بر کلماتِ مکنونہ در لغاتِ عربی و پارسی و الواحِ رئیس و سلطان وغیرہ کہ از زیارتِ آن مصنفین را روحِ تازہ دمد و طالبین را حیاتِ ابدی بخشد۔
قیمت باجلد پارچہ ۶ر (باجلدِ سادہ) ۴ر

(۲) شش الواح۔ اشراقات و تجلیات وغیرہ۔ از قلمِ حضرت بہاءاللہ مشتمل بر تعالیمِ اخلاقی و اجتماعی وغیرہ۔ قیمت (باجلد سادہ) عہ

(۳) کتاب الیقان۔ از قلمِ حضرت بہاءاللہ در تفسیرِ آیاتِ تورات و انجیل و قرآن و اثباتِ وحدتِ اصولِ ادیان و علّتِ نزولِ کتب و ظہورِ پیغمبران کہ خوانندگان را بہ بردباری و امتیاز این ظہورِ اعظم آگاہی نماید۔ قیمت (مجلد) عہ

(۴) لوحِ ابن ذئب۔ از الواحِ بہاءاللہ در جوابِ یکی از علمای معروفِ ایران کہ از خواندنش مجالِ ایراد برای طالبینِ حقیقت نمی ماند۔
قیمت (مجلد چاپ مصر) عہ

(۵) سبعت وادی و چہار وادی و کلماتِ مکنونہ و مثنوی حضرت بہاءاللہ در حلِ مسائلِ روحانی و طیِ مراحلِ عشق و محبت و معرفت کہ در حینِ تلاوت حالتِ انجذاب معنوی دست میدہد۔ (قیمت باجلد سادہ) عہ

(۶) لوحِ مقصود یا الواحِ مبارکۂ حضرت بہاءاللہ در موضوعِ مقصدِ ظہورِ الٰہی و تعالیمِ اخلاقی۔ قیمت ...

قسمتِ دوم

(۷) کتابِ مفاوضاتِ حضرت عبدالبہاء۔ در جوابِ سوالاتِ یکی از خانمہای عالمۂ مشہور امریکائی (مادام بارنی) این کتاب پنج قسمت از قرار ذیل است۔

قسمتِ اوّل۔ در موضوعِ تأثیرِ انبیاء در ترقی و تربیتِ نوعِ انسانی

قسمتِ دوم۔ بعضی مقالات متعلق بمذہب عیسوی۔

قسمتِ سوم۔ مقالات در علامات و کمالاتِ مظاہرِ الٰہیہ۔

قسمتِ چہارم۔ مقالات در مبدأ و معاد و قوی و حالات و کمالاتِ مختلفۂ انسان۔

قسمتِ پنجم۔ مقالات در مواضیعِ مختلفہ۔ قیمت (مجلد چاپ مصر) (سته) (ساده) عہ

(۸) خطاباتِ حضرت عبدالبہاء۔ مجموعۂ نطقہای مبارک حضرت عبدالبہاء در مجامعِ مہم اروپ و امریکا در حلِ مسائلِ قاطعۂ متعدّدۂ عصرِ حاضرہ۔
قیمت باجلد ساده (عہ)

(۹) رسالۂ المدنیہ۔ در موضوعِ تمدّن و ترقی از قلمِ حضرت عبدالبہاء (عہ)

(۱۰) الواح دکتر فورال (پروفیسر آلمانی) در اثباتِ ذاتِ واجب الوجود اسرارِ پیدائشِ کائنات از قلمِ حضرت عبدالبہاء۔ (قیمت ۸ر)

(۱۱) الواحِ لاہای (از قلمِ حضرت عبدالبہاء۔ خطاب بمجمع صلح عالم و اجتماع و تشریحِ مواد تعالیمِ اساسی حضرت بہاءاللہ قیمت (۶ر)

ماہنامہ

پیامبر

دھسلے

جلد دوم | دسمبر سنہ ۱۹۴۱ء | شمارہ دوازدھم ۱۲

ھُوَ النَّاصِرُ المُعِین

مددگار و معین وہی ہے

الٰہا کریما رحیما

اے خدا! اے کریم! اے رحیم!

بتو توجہ نمودہ ام و بجبل عنایت متمسک و بذیل کرمت متشبث۔ تو ئی آن کریمیکہ یکقطرہ از دریای غفرانت عصیان عالمیان را محو نماید

میں تیری طرف متوجہ ہوں اور تیری عنایت کی رسی پکڑے ہوئے تیرا دامن کرم تھامے ہوئے ہوں۔ تو وہ کریم ہے کہ تیری دریای بخشائش کا ایک قطرہ تمام جہان کے گناہوں کو مٹا سکتا ہے

و یک کلمہ از فم عنایت آب حیوان بر اہل امکان مبذول دارد۔ ای بخشندۂ یکتا عبدت را محروم منما و از بحر رحمت قسمتی عطا نما و از

تیری عنایت کے منہ سے نکلا ہوا ایک کلمہ تمام عالم امکان کو آب حیات عطا فرماتا ہے۔ اے بخشنے والے یکتا! اپنے بندے کو محروم نہ کر اور دریائے رحمت سے بہرہ ور فرما۔ اور اپنی

دریای جودت نصیبی مقدر فرما۔ این عالم قابل ذکرت نہ و افندۂ ام لائق ادراک ہستیت نہ۔ ہستی تو ورای ادراک عقول ذوق

بخشش کے سمندر سے حصہ عطا فرما۔ تمام جہان کی زبانیں تیرا ذکر کرنے کے قابل نہیں اور تمام قوموں کے دل تیری ہستی کو سمجھنے کے لائق نہیں ہیں۔ تیری ہستی عقلوں کی پہنچ سے پرے۔

عرفان نفوس بوجودہ بہست۔ بکمال عجز و ابتہال بخشش قدیمت را می طلبم و فضل عمیمت را می جویم۔ تو دانا و آگاہی بذکرت زندہ ام و بامید

اور لوگوں کی سمجھ سے بالاتر رہی ہے۔ میں نہایت عاجزی اور زاری کے ساتھ تیری قدیم بخشش چاہتا ہوں اور تیرا عمیم فضل مانگتا ہوں۔ تو خوب جانتا ہے کہ میں تیری یاد میں زندہ ہوں

لقایت موجود و پایندہ آن کن کہ سزاوار بخشش توست نہ لایق ذکر و ثنای من۔ لا الٰہ الا انت الغفور الکریم الحمد للہ انت مقصود الثقلین

اور تیری ملاقات کی امید میں موجود اور قائم ہوں۔ وہ معاملہ کر جو تیری بخشش کی شان کے مناسب ہو۔ میں تیرے ذکر و ثنا کے لائق۔ تجھ غفور و کریم کے سوا کوئی خدا نہیں۔ تیری حمد کہ تو ہی تمام ثقلین کا مقصود ہے

پادشاہانِ زمین

حضرت ولیِ امراللہ شوقی ربانی کی ایک توقیعِ مبارک جس کا عنوان ہے "یومِ موعود آگیا" انگریزی میں شائع ہوئی ہے۔ اس کے کچھ اقتباسات ستمبر کے پیامبر میں درج ہوئے تھے۔ ذیل میں چند دیگر اقتباسات مطالعہ فرمائیے۔ (مدیر)

حضرت بہاءاللہ کا امرِ مبارک جن مصائب سے دوچار ہوا ہے اُن کی ایک بہت بڑی خوفناک اور ناگزیر ذمہ واری ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے جن کے ہاتھ میں ملکی انتظام کی باگ ڈور اور جن کے ذمے دینی انتظام کی جوابدہی دی گئی تھی۔ پادشاہانِ زمین اور دنیا کے دینی پیشواؤں دونوں کو اصل میں اس خوفناک ذمہ واری کی جوابدہی کا زور برداشت کرنا پڑے گا۔ حضرت بہاءاللہ خود شہادت دیتے ہیں کہ "سب لوگ یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ تمام بادشاہوں نے امراللہ کی طرف سے رُخ پھیر لیا ہے اور دنیا کے جملہ ادیان اس کی مخالفت پر کھڑے ہو گئے ہیں۔"

یہ بات فراموش نہ کرنی چاہئے کہ دنیا کے تمام انسانوں میں سے زمین کے بادشاہ اور دینی پیشوا ہی خاص وہ لوگ تھے جن کو حضرت باب اور حضرت بہاءاللہ کا امرِ مبارک براہِ راست پہنچایا گیا۔ بے شمار تاریخی الواح میں یہی لوگ کھلم کھلا مخاطب کئے گئے ہیں۔ ندائے الٰہی کو لبیک کہنے کی انھیں دعوت دی گئی اور انھیں واضح اور زوردار بیان میں اس کے مظلوم مظاہر کی اپیلیں، نصیحتیں اور تنبیہیں بھیجی گئیں۔ اس وقت جب امراللہ پیدا ہوا۔ اور پھر جب اس کا اعلان کیا گیا، یہی لوگ تھے جو اپنی رعایا اور اپنے پیروؤں پر پورا پورا انتظامی اور دینی اختیار رکھتے تھے۔ یہی لوگ تھے جو بادشاہت کی شان و شوکت میں جس پر ابھی تک جمہوریت کی پابندیاں عائد نہ ہوئی تھیں مست تھے یا جو بظاہر لازوال دینی اختیار کے قلعوں میں محفوظ تھے انھیں پر ان مظالم کی ذمہ واری عائد ہوتی ہے جو اُن لوگوں نے کئے جن کی تربیت کی باگ ڈور ان بادشاہوں اور علماء کے ہاتھ میں تھی۔ یہ کہنا کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ یورپ اور ایشیا کے بہت سے ملکوں میں بادشاہوں کی خودمختاری ایک طرف اور دینی پیشواؤں کی زبردستی کے آگے غلامانہ اطاعت دوسری طرف عوام کی دینی اور سیاسی زندگی میں بڑی خصوصیت تھی۔ یہ بیچارے غلامی کی بیڑیوں میں جکڑے ہوئے اُس ضروری آزادی سے محروم تھے جس کے ذریعہ وہ اُس پیغام کے دعاوی اور خوبیوں کو جانچ سکتے یا اُس کی حقیت کو بلا چون وچرا تسلیم کرتے۔

لہٰذا یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ امرِ بہائی کے بانی نے نہایت زور شور سے اور آپ کے مبشروں نے ذرا کم زور کے ساتھ اپنے پیغام کو دنیا کے بڑے بڑے حاکموں اور دینی پیشواؤں کے پاس بھیجا اور اُن کے لئے نہایت شاندار الواح نازل فرمائیں اور نہایت صریح اور پُرزور زبان میں دعوت دی کہ وہ اُن کی آواز پر کان دھریں۔ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ انھوں نے اپنے اپنے امر کی حقیقتوں کو اُن کے سامنے

کھول کر رکھ دینے کے لئے کوئی دقیقہ نہ چھوڑا اور اپنی اپنی مصیبتوں اور بلاؤں کا بیان کیا۔ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ انھوں نے ان مواقع کی بیش قدری پر زور دیا جن سے فائدہ اُٹھانا ان بادشاہوں اور پیشواؤں کے اختیار میں تھا۔ اور انھیں بارعب لہجہ میں اُن سخت ذمہ داریوں سے آگاہ کیا جو خدا کے حکم کا انکار کرنے سے اُن پر عائد ہوگی۔ اور جب انکار کیا گیا اور ان کی تکذیب کی گئی تو اُس خوفناک نتیجے کی انھیں خبر دی جس کا ایسے انکار اور تکذیب سے پیدا ہونا لازمی تھا۔ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اُس نے جو بادشاہوں کا بادشاہ اور خود خدا کا قائم مقام تھا، لوگوں کی بے اعتنائی، ظلم وستم اور عناد سے متاثر ہوکر یہ لطیف اور اہم پیشگوئی فرمائی:۔

"انسانوں میں سے دو صاحب مناصب یعنی بادشاہوں اور علمائے دین سے اختیار چھین لیا گیا ہے۔"

فرانس کا شہنشاہ نپولین سوم جو اپنے زمانہ میں برِاعظم یورپ کا سب سے زبردست بادشاہ تھا۔ پوپ پائس نہم جو عیسائی دنیا میں کلیسائی اعلیٰ کا سب سے بڑا سردار تھا۔ اور جس کے ہاتھ میں دینی اور دنیوی دونوں اختیارات کا عصائے حکومت تھا۔ الگزنڈر دوم جو وسیع روسی سلطنت کا زبردست مختار تھا۔ مشہور ملکہ وکٹوریا جس کی سلطنت ایک عظیم الشان قلعہ عالم پر پھیلی ہوئی تھی جو دنیا نے کبھی پہلے نہ دیکھی تھی۔ ولیم اوّل فاتح نپولین سوم ہنگری کا خود مختار شہنشاہ اور مشہور معروف مقدس سلطنت روما کا وارث تھا۔ ظالم عبدالعزیز جو سلطنت وخلافت کی مجموعی طاقت کا مجسمہ تھا۔ رئیسوائی عالم ناصرالدین شاہ جو ایران کا خود مختار بادشاہ اور شیعۂ اسلام کا زبردست حاکم تھا۔ الغرض حضرت بہاءاللہ کے زمانہ میں سلطنت وقوت کے بڑے بڑے مجسمے کے بعد دیگرے آپ کی خاص توجہ کے مورد ہوئے اور سب کو مختلف درجات میں اُس قوت کا بوجھ اُٹھانا پڑا جو آپ کی ہتھیلیوں اور خطرات کی خبروں کے ذریعے اُن تک پہنچائی گئی۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت بہاءاللہ نے اپنا پیغام فقط چند ایک بادشاہوں تک محدود نہیں رکھا۔ بلکہ اُن سب کو یہ پیغام پہنچایا جو زبردست قوت کے مالک اور وسیع سلطنت پر حکومت کرتے تھے۔ دنیا کے تمام بادشاہوں کو مجیب آپ کے قلم نے مخاطب فرمایا۔ انھیں ایسے وقت میں دعوت دی۔ اور آنے والے خطرات سے آگاہ کیا جب آپ کے ظہور کا نیر اعظم نصف النہار کی طرف بڑھ رہا تھا اور آپ اپنے بادشاہ دشمن کے ہاتھوں میں اُس کے دربار کے نزدیک ہی اسیر تھے۔ ایک قابل یاد اور مشہور لوح میں جس کا نام سورۂ ملوک ہے آپ نے سلطان (ترکی) اور اُس کے وزیروں کو۔ عیسائی دنیا کے بادشاہوں کو اور باب عالی میں فرانسیسی اور ایرانی سفیروں کو قسطنطنیہ کے مسلم علمائے دین کو۔ وہاں کے بزرگوں اور اس کے باشندوں کو۔ ایران کے لوگوں کو اور دنیا بھر کے فلاسفروں کو آپ نے اس لوح میں خاص طور پر خطاب فرمایا ہے اور متنبہ کیا ہے مشرق اور مغرب کے بادشاہوں کی ساری جماعت کو آپ یوں خطاب فرماتے ہیں:۔

"اے سلاطین زمیں۔ خدا کی ندا سنو جو تمھیں اُس بلند اور پھلدار درخت سے بلا رہا ہے جو مقدس میدان میں سرخ پہاڑی پر لہرا رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اُس خدا کے سوا کوئی خدا نہیں جو قدرت والا طاقتور اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ ..... اے جماعتِ بادشاہان خدا سے ڈرو اور اپنے آپ کو خدا کے اس بڑے فضل سے محروم نہ کرو۔ پس اُن چیزوں کو دور پھینک دو جو تم رکھتے ہو اور خدائے علی عظیم کے دامن کو تھامو۔ اپنے دلوں کو خدا کے چہرے کی طرف متوجہ کرو۔ اور اُن سب چیزوں کو چھوڑ دو جن کے لئے تمھاری خواہشیں تمھیں اُبھارتی ہیں اور اُن میں سے نہ ہو جو زیاں کار ہیں۔ اے عبد تو انھیں

علی (حضرت باب) کی نبأ (خبر) سُنا جب وہ حق کے ساتھ اُن کے پاس آیا۔ وہ اپنے ساتھ خدا کی شاندار اور حکمت سے بھری ہوئی کتاب لایا۔ اس کے ہاتھ میں خدا کی طرف سے حجت اور دلیل اور مقدس و مبارک برہان تھی۔ مگر اے بادشاہو تم اُس کے ایام میں خدا کے ذکر کی جانب متوجہ ہونے سے قاصر رہے اور تم نے اُن انوارِ ھدایت کو لینے سے انکار کر دیا جو نورانی آسمان کے اُفق سے روشن ہوئے۔ تم نے اُس کے امر پہ غور نہ کیا۔ حالانکہ ایسا کرنا تمہارے لئے اُن سب چیزوں سے بہتر تھا جن پر سورج چمکتا ہے کاش تم جاننے والوں میں سے ہوتے۔ تم نے غفلت سے کام لیا۔ حتیٰ کہ ایران کے عالموں اور ستمگاروں نے اس کے خلاف فتویٰ دیا اور ظلم کے ساتھ اُسے قتل کیا۔ اُس کی رُوح خدا کی طرف صعود کر گئی اور اہل فردوس اور مقرب فرشتوں کی آنکھوں نے اس ظلم پر آنسو بہائے۔ خبردار! اب تم ایسی غفلت نہ کرنا جیسی تم نے پہلے کی تھی۔ پس اپنے اس خداوند خدا کی طرف رجوع کرو جو تمہارا پیدا کرنے والا ہے اور غافلوں میں سے نہ ہو۔ .....

میرا چہرۂ جمال پردوں سے باہر نکل آیا ہے اور اس کے نور نے زمین اور آسمان کی سب چیزوں کو روشن کر دیا ہے پر تم نے اُس کی طرف توجہ نہ کی حالانکہ تم اے بادشاہوں کی عبادت اسی کے لئے پیدا کئے گئے ہو تو اب اسی بات پر چلو جو میں تم سے کہتا ہوں اور اپنے دل کے کانوں سے سنو اور اُن میں سے مت ہو جو روگردان ہیں۔ کیونکہ تمہارا اختیار تمہاری سلطنت سے نہیں ہے بلکہ خدا کی طرف تمہاری نزدیکی سے ہے اور اُس امر کی اطاعت کرنے سے ہے جو اُس کی پاک اور محفوظ الواح میں نازل ہوا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی تمام روئے زمین کا اور جو کچھ اُس میں ہے اور جو کچھ اُس کے اوپر ہے سب کا مالک بن جائے۔ اس کے سمندروں۔ اُس کے ملکوں اس کے پہاڑوں اور اُس کے میدانوں کا حاکم ہو جائے اور خدا کی طرف سے اس کا ذکر نہ ہو تو ان چیزوں میں سے کوئی چیز اسے فائدہ نہ دیگی۔ کاش تم اسے سمجھتے۔! ....

استقامت کے قدموں سے اُٹھو اور اُن باتوں کا تدارک کرو جن کو تم کھو بیٹھے ہو۔ پھر اس کے بحرِ اعظم کے ساحل پر اس کی ساحتِ اقدس کی طرف متوجہ ہو جاؤ تاکہ علم و حکمت کے وہ موتی جو اس نے اپنے صدر منیر میں جمع کر رکھے ہیں تم پر ظاہر کرے .....

خبردار! ایسا نہ ہو کہ تم خدا کی نسیم کو اپنے قلوب پر چلنے سے روکو یہ وہ نسیم ہے جس سے اُن کے دل جنھوں نے اپنا چہرہ اُس کی طرف کیا ہے" زندہ ہوتے ہیں ....."

اسی لوح میں آپ دوسری جگہ نازل فرماتے ہیں :-

"ای سلاطینِ ارض! خدا سے ڈرو اور اُن حدود سے تجاوز نہ کرو جو خدا نے مقرر کی ہیں۔ پھر تم اُن احکام کی متابعت کرو جو خدا نے اس کتاب میں تم پر فرض قرار دیئے ہیں اور خوب ہوشیار رہو کہ تم اُن میں سے نہ ہو جاؤ جو تجاوز کرتے ہیں۔ خبردار ایسا نہ ہو کہ تم کسی پر ظلم کرو خواہ رائی کے برابر ہی ہو۔ عدل کے راستے پر چلو۔ کیونکہ حقیقت میں یہی سیدھا راستہ ہے۔ اپنے اختلافات کی اصلاح کرو اور اپنے لشکروں اور اسلحۂ جنگ کی تخفیف میں لگ جاؤ تاکہ تمہارے اخراجات کا بوجھ ہلکا ہو اور تمہارے دماغ اور دل آرام پائیں۔ اُن اختلافات کو اُٹھا دو جو تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کر رہے ہیں۔ پھر تمہیں زیادہ لشکروں اور ہتھیاروں کی ضرورت نہ ہوگی۔ سوائے اتنے سپاہیوں اور ہتھیاروں کے جن سے تم اپنے شہروں اور اپنے علاقوں کی حفاظت کر سکو۔ خدا سے ڈرو اور خبردار رہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم اعتدال کی حدود سے تجاوز کرو اور مُسرفین میں گنے جاؤ۔ ہم نے سُنا ہے کہ تم ہر سال اپنے اخراجات کو بڑھاتے جاتے ہو اور اُن کا بوجھ اپنی رعایا پر ڈال رہے ہو۔ خوب سمجھ لو

کہ یہ بوجھ اُن کی برداشت سے زیادہ ہے اور یہ سخت ظلم ہے۔ لوگوں کے درمیان عدل کرو اور تم دنیا میں عدل و انصاف کے ظاہر کرنیوالے بنو۔ یہ ہے وہ بات جو تمھارے لائق اور تمھاری شان کے شایاں ہے اگر تم اُن میں سے ہو جو انصاف کرتے ہیں۔ .....

"خبردار! ان لوگوں سے بے انصافی نہ کرنا جو تم سے فریاد کرتے ہیں اور تمھارے سایہ تلے آجاتے ہیں۔ خدا سے ڈرو اور اُن میں سے بنو جو پرہیزگار ہیں۔ اپنی قوت اپنی فوجوں اور اپنی دولت کے بھروسہ پر مت رہو۔ اپنے خداوند پروردگار پر پورا بھروسہ اور توکل رکھو۔ اُسی نے تمھیں پیدا کیا ہے پس تم اپنے تمام معاملات میں اُس کی مدد کے خواستگار بنو۔ نصرت اور مدد اُسی کی طرف سے آتی ہے اور جسے وہ چاہتا ہے اپنے آسمانوں اور زمینی لشکروں سے مدد دیتا ہے۔

خوب سمجھ لو کہ فقرا تمھارے درمیان خدا کی امانت ہیں خبردار تم اُس کی امانت میں خیانت نہ کرنا اور اُن کے ساتھ بے انصافی سے پیش نہ آنا اور اُن کی راہ میں نہ چلنا جو فریب و خیانت کرنے والے ہیں۔ تم کو یقیناً اُس کی امانت کے متعلق اُس دن جواب دینا ہوگا جب میزانِ عدل قائم ہوگی۔ جس دن ہر ایک کو اُس کا حق دیا جائے گا۔ جس دن ہر شخص کے اعمال خواہ وہ غنی ہو یا فقیر تولے جائیں گے ....."

حضرت بہاءاللہ عیسائی بادشاہوں کو خاص طور پر تنبیہ و ملامت کرتے ہوئے صاف و صریح زبان میں اپنے ظہور کی خصوصیت ظاہر فرماتے ہیں:-

"اے مسیحی سلاطین! کیا تم نے عیسیٰ رُوح اللہ کا یہ کلام نہیں سُنا کہ میں جاتا ہوں اور پھر آؤنگا؟ پھر تم نے کیوں اُسے نہ پہچانا جب وہ آسمان کے بادلوں میں تمھارے پاس پھر آیا۔ تاکہ تمھیں اس کے نزدیک لے جائے اور تم اُس کے چہرے کو دیکھ سکو اور اُن میں سے ہو جاؤ جو اُس کے دیدار سے فائز ہیں! ایک دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں "جب روح الحق آئیگا تو وہ تمھیں کُل حق کی طرف رہنمائی کریگا" تو بھی دیکھو کہ جب وہ حق لے کر آیا تم نے اُس کی طرف توجہ نہ کی اور اپنے فضول خیالات اور لہو و لعب میں مشغول رہے۔ نہ تم نے اُس کا استقبال کیا اور نہ اس کے دیدار کی خواہش کی تاکہ تم خود اُس کے منہ سے خدا کی آیات سُنتے اور خدائے مقتدر و قدیر و عزیز و حکیم کی حکمت و دانائی سے مطلع ہوتے۔ اپنے اس قصور کے ذریعے تم نے نسائم الٰہی کو اپنے قلوب پر چلنے سے روکا اور اُس کی بھینی بھینی خوشبو سے اپنے نفوس کو محروم کرلیا۔ اور تم اپنی شہوات بعد بُری خواہشوں کی وادی میں سرگرداں رہے۔ تم اور جو کچھ تمھارے قبضہ میں ہے فنا ہو جائے گا اور تمھیں یقیناً اپنے خدا کی طرف لوٹنا ہوگا اور تمھیں اپنے اُن اعمال کا جواب دینا ہوگا جو تم نے اُس کے سامنے کئے جو کل خلقت کو ایک جگہ جمع کرتا ہے ....."

حضرت باب نے بھی قیوم الاسماء میں جو سورۂ یوسف کی مشہور و معروف تفسیر ہے اور جو آپ نے اپنی ماموریت کے شروع میں نازل فرمائی اور جس کو حضرت بہاءاللہ نے حضرت باب کے ظہور کی "تمام کتابوں میں سب سے پہلی، سب سے بڑی اور سب سے زبردست کتاب" کا خطاب دیا ہے زمین کے حاکموں اور بادشاہوں کو یہ پُرجوش دعوت دی ہے:-

"اے جماعتِ بادشاہانِ و پسرانِ بادشاہان! اپنی سلطنت کو ترک کرو۔ کیونکہ حکومت درحقیقت خدا کی ہے ..... تمھاری سلطنت درحقیقت کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ خدا نے دُنیوی مال و دولت اُن لوگوں کے لئے رکھا ہے جو اس کا انکار کرتے ہیں ..... اے بادشاہوں کی جماعت وہ آیات جو ہم نے ہندوستان اور ترکی اور اُن سے آگے اور ملکوں کے لئے طاقت اور صداقت کے ساتھ مشرق اور مغرب کے لوگوں کے لئے نازل فرمائی ہیں ٹھیک طور پر جلد سب کو پہنچاؤ۔ ..... خدا کی قسم اگر تم نے اچھا کیا تو تم نے اپنے لئے اچھا کیا۔

اور اگر تم نے خدا اور اُس کی نشانیوں کا انکار کیا تو ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ خدا کی طرف سے ہم تمام مخلوقات اور تمام دنیوی حکومتوں کے بغیر اپنا ارادہ پورا کر سکتے ہیں۔"

پھر فرمایا ہے:-

"اے بادشاہوں کی جماعت! خدا سے ڈرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم اُس سے دور رہو جو تمہارے درمیان خدا کی نشانی (حضرت باب) ہے اس کے بعد کہ حق تمہارے پاس ایک کتاب اور خدا کی آیات کے ساتھ آیا جو اُس کی عجیب زبان سے تم تک پہنچائی گئیں جو تمہارے درمیان اس کا ذکر ہے۔ خدا سے فضل مانگو۔ کیونکہ خدا نے تمہارے لئے اگر تم اُس پر ایمان لائے ایک ایسا باغ مقدر کیا ہے جس کی وسعت کل فردوس کی وسعت کے برابر ہے۔"

یہ ہیں حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کی تاریخی تنبیہات اور نصائح جو آپ نے عام بادشاہانِ زمین کو اور خاص بادشاہانِ مسیحیت کو فرمائیں۔

میں اپنے مضمون کے ساتھ ظلم کروں گا اگر میں اُن دلیرانہ اور آئندہ واقعات سے بھری ہوئی پیشینگوئیوں کو نہ لکھوں یا اختصار کے ساتھ لکھکر چھوڑ دوں جو فرداً فرداً بادشاہوں کو بھیجی گئیں۔ جنہوں نے خواہ وہ بادشاہ تھے یا شہنشاہ یا تو بے پروائی برتی یا ہمارے دین کے دوستانہ تنبیہات اور نصائح سے آگاہی کو نفرت کے ساتھ رد کر دیا۔ یہاں دو ہزار یا زیادہ آیات میں سے جو حضرت بہاء اللہ کے قلم سے اور اس سے کچھ کم حضرت باب کے قلم سے یورپ اور ایشیا کے بادشاہوں کے نام فرداً فرداً نازل ہوئیں نہ میں پوری پوری طرح لکھ سکتا ہوں جیسا کہ چاہئے اور نہ ہی میرا یہ ارادہ ہے کہ میں اُن حالات کا جو اِن حیرت انگیز بیانات کا سبب ہوئے یا اُن نتائج کا جو اِن بیانات سے پیدا ہوئے بیان کروں۔ آنے والے مورخین جو حضرت بہاء اللہ کے امر کے اور تشکیلی زمانوں کے اہم واقعات کو وسیع اور مکمل نظر سے دیکھ سکینگے بلاشک و شبہ ان کا صحیح اندازہ لگا سکینگے اور مفصل طریقہ پر ان الٰہی پیغاموں کے اسباب و قرائن اور نتائج بیان کر سکینگے جو بلاشک اپنی وسعت و تاثیر میں نوعِ انسان کی دینی تاریخ میں ثانی یا نظیر نہیں رکھتے۔ (باقی)

اگست ۱۹۳۱ء (مترجمہ عباس علی بٹ۔ بی۔ اے)

(مترجمہ از انگریزی) ڈرلڈ اردر امریکا

نظم — دل

(۱)
رہتا ہے اب تو شام و سحر بس یہی خیال
کس طرح سے مٹے گا مرا اضطراب دل

(۲)
پیتا ہوں جامِ چشم میں بھر کر شرابِ اشک
کھاتا ہوں طشتِ سینہ میں دھر کر کبابِ دل

(۳)
دشتِ بلا میں آج اکیلا میں رہ گیا
گھبرا کے ساتھ چھوڑ گئے ہیں جنابِ دل

(۴)
یوں تو بہت سے ظاہر و باطن کے ہیں عذاب
بڑھکر ہر اک عذاب سے ہے یہ عذابِ دل

(۵)
ہوتی ہے پُر ضیا مری ہستی کی کائنات
ہوتا ہے جب طلوع مرا آفتابِ دل

(۶)
مشکل نہیں جہان میں صورت کا انتخاب
دشوار ہو رہا ہے مگر انتخابِ دل

(۷)
ہم جنتِ وصال میں جائیں گے شاد شاد۔ کھل جائیگا کلید محبت سے بابِ دل

جلوۂ طور و ندائے ظہور

حضرت بہاءاللہ کی الواحِ مقدسہ میں سے ایک "لوحِ عندلیب" مجموعۂ اقدس و اُلواح میں مطبوعہ موجود ہے تحقیق و عرفان کے شائقین کے لئے ذیل میں "لوحِ عندلیب" سے چند آیات اقتباس کرکے درج کی گئی ہیں۔ اُردو ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔ یقین ہے کہ قلوب و ارواح کو کیفِ روحانی حاصل ہوگا۔ (مدیر)

هذا يوم فيه تشرّف كلّ شئ بانوار الظهور ولكنّ القوم اكثرهم من الغافلين ٥ انّ الطور ينادي امام الظهور ويدع الكلّ الى مطاف المرسلين ٥ فانظر في النّاس ومقاماتهم انهم كانوا ان ينتظروا في اللّيالي والايّام من وُعِدوا به من قبل في كتاب الله فلمّا اتى الوقت وظهرت راية الظهور اعرضوا عن الله العزيز الحميد ٥

یہ وہ زمانہ ہے جس میں ہر چیز ظہور کے انوار سے مشرف ہوئی ہے۔ مگر اکثر آدمی غافل ہیں۔ ظہور کے آگے آگے طور ندا بلند کر رہا ہے اور سب کو اُس مقام کی طرف بُلا رہا ہے جہاں خدا کے فرستادہ طواف کر رہے ہیں۔

لوگوں کو دیکھو اور ان کے درجاتِ عرفان پر نظر کرو۔ وہ رات دن اپنے اُس موعودِ برحق کا انتظار کرتے تھے جس کا پہلے سے انھیں کتابِ الٰہی میں وعدہ دیا گیا تھا۔ جب وقت آپہنچا اور ظہور کا جھنڈا بلند ہوگیا تو ان لوگوں نے خدائے عزیز و حمید سے مُنہ پھیر لیا۔

فاخرجوا من بيوت الظنون والاوهام لعمري قد اتت الايّام الّتي تزينت بذكرها الزّبر والالواح ٥

اے لوگو! اب تم شبہات و اوہام کے گھروں سے باہر نکل آؤ۔ خدا کی قسم وہ دن آگئے جن کے ذکر سے کتابیں اور الواح مزیّن ہیں۔

قل هذا يوم بشّر به محمّد رسول الله من قبل ومن قبله الانجيل والزّبور ٥ اتقوا الله يا قوم ولا تنكروا هذا الفضل الّذي احاط الغيب والشّهود ٥ دعوا ما عندكم وخذوا ما عند الله كذلك يأمركم مطلع الوحي في هذا اللّوح المسطور ٥

یہ وہی زمانہ ہے جس کی محمد رسول اللہ نے اور اُن سے بیشتر انجیل و زبور نے بشارت دی تھی۔ لوگو! خدا سے ڈرو اور اس فضل کا انکار نہ کرو جو تمام غیب و شہود پر محیط ہو گیا ہے۔ اپنے پاس کی چیزوں کو چھوڑ دو اور خدا کے پاس کی چیزیں لے لو۔ اس نورِ مسطور میں مطلعِ وحی تمھیں اسی طرح حکم دے رہا ہے۔

من الناس من اراد ان یطفی نور اللہ قل تبًا لك یا ایها الغافل البعید ۰ انّ اللہ وضع امرہٗ علیٰ اساس ثابت راسخ متین ۰ لاتزعزعہ ارياح العالم ولا اشارات الامم کذالك قضی الامر فی لوح حفیظ ۰

بعض لوگ چاہتے ہیں کہ خدائی روشنی کو بجھا دیں۔ کہدو کہ اے حق سے غافل اور دور! تیرے لئے تباہی ہے۔ خدا نے اپنے امر کو پائیدار۔ پختہ۔ مضبوط بنیاد پر قائم کیا ہے جسے تمام جہان کی تیز ہوائیں اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتیں اور تمام قوموں کے اشارات اُسے جنبش نہیں دے سکتے۔ محفوظ لوح میں اسی طرح حکم قطعی دیا جا چکا ہے

قُل قد ظهر ما لا ظهر فی العالم اسمعوا یا قوم ندآء من ینطق بین الامم ایاکم ان تحجبکم شئونات الخلق عن الحق دعوهم بانفسهم واقبلوا الی العزیز الحمید ۰

کہدو کہ اب وہ کچھ ظاہر ہوا ہے جو عالم میں پہلے ظاہر نہ ہوا تھا۔ اے لوگو! اُس منادی کی ندا سنو جو تمام اقوام عالم کے درمیان ہو کر بول رہا ہے۔ خبردار تمھیں خلق کی حالتیں حق سے محجوب نہ کر دیں۔ اُن لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو اور تم خدائے عزیز و حمید کی جانب متوجہ ہو جاؤ۔

یا اهل الارض لاتجعلوا دین اللہ سببًا لاختلافکم انّ اللہ نزّل بالحق لاتحاد من فی العالم اتقوا اللہ ولا تکونوا من الجاهلین ۰ طوبیٰ لمن یحب العالم خالصًا لوجه ربه الکریم ۰

اے تمام روئے زمین کے باشندو! خدا کے دین کو اپنے اختلاف کا ذریعہ نہ بناؤ۔ وہ تو واقعی تمام جہان والوں میں اتحاد کرانے کے لئے نازل ہوا ہے۔ خدا سے ڈرو اور جاہل لوگوں میں سے نہ بنو۔ مبارک ہے وہ جو محض اپنے پروردگار بزرگ کی رضا کے لئے تمام عالم سے محبت رکھتا ہے۔

قد جئنا لاتحاد من علی الارض واتفاقهم یشهد بذالك ما ظهر من بحر بیانی بین عبادی ولکن القوم اکثرهم فی بُعدٍ مبین ۰

ہم تمام اہل جہان میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے آئے ہیں۔ بندوں کے درمیان جو کچھ ہمارے دریائے بیان سے ظاہر ہوا وہ اس بات کا گواہ ہے۔ لیکن اکثر لوگ حق سے نہایت ہی دور ہیں۔

قد منعتم عن النزاع والجدال فی کتاب اللہ رب العرش العظیم ۰ تمسکوا بما تنتفع به انفسکم واهل العالم کذالك یأمرکم مالك القدم الظاهر بالاسم الاعظم

انہٗ لھوالامرالحکیم ٥

خداوندِ عرشِ عظیم کی کتاب میں تمھیں لڑائی جھگڑے سے منع کیا گیا ہے۔ اُن کاموں کو مضبوط تھامو جن سے تمھیں اور تمام اہلِ جہان کو فائدہ ہو۔ وہ مالکِ قدم تمھیں اسی طرح حکم دیتا ہے جو اسم اعظم کے ذریعے ظہور فرما ہے۔ یقیناً وہ آمر و حکیم ہے۔

قل یا ملأ الارض اتقوا اللہ ولا تتبعوا اھواءکم اسرعوا الی البحر الاعظم الذی ماج بین العالم بسلطانٍ غلب العٰلمین ٥

کہدے اے زمین والو! خدا سے ڈرو اور اپنی خواہشوں کی پیروی نہ کرو۔ اُس بحرِ اعظم کی جانب تیزی سے قدم بڑھاؤ جو عالم میں ایسی قوت سے موجزن ہے جس کا غلبہ تمام کائنات پر ہے۔

قل یا ملأ الارض تاللہ قد مرت سفینۃ اللہ علیٰ مجر البیان واھا تمر علی البر والبحر لو انتم من العارفین ٥ تمسکوا بھا باسم اللہ ربکم انہٗ ینجیکم فضلاً من عندہٖ انہٗ لھوالغفور الکریم ٥

کہدے اے روئے زمین کے لوگو! خدا کی قسم۔ کشتیِ الٰہی دریائے بیان پر رواں ہے اور وہ بر و بحر میں سب جگہ ہو کر گذر رہی ہے۔ کاش تم پہچاننے والوں میں سے ہوتے۔ اپنے پروردگار خدا کا نام لے کر اس کو خوب مضبوط تھام لو۔ وہ اپنا فضل کر کے تمھیں نجات بخشے گا۔ یقیناً وہ غفور و کریم ہے۔

یا قلم الاعلیٰ قل بندائی الاحلیٰ انجذبت الاشیاء وبا سمی الابھیٰ ماج بحر الاسماء وھاج عرف اللہ المھیمن القیوم ٥ قل ھٰذا الظھور رجع حدیث الطور و نفخ فی الصور و قام العباد للہ العزیز الودود ٥

اے قلم اعلیٰ کہدے کہ میری میٹھی آواز سے تمام چیزیں میری طرف کھچ آئی ہیں اور میرے ابھیٰ نام سے تمام ناموں کا سمندر موجزن ہوا ہے اور خدائے مہیمن و قیوم کی خوشبو چاروں طرف پھیل گئی ہے۔ کہدے کہ اس ظہور سے طور کا واقعہ دوبارہ ظاہر ہو گیا۔ اور صور پھونک دیا گیا اور بندے اپنے پیارے محبت کرنے والے خدا کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔

ضع سوائی وخذ کتابی کذلک یأمرک لسان عظمتی من ھذا المقر الذی لا یری فیہ الا اللہ مالک الوجود ٥

میرے ماسوا کو الگ رکھ دو اور میری کتاب کو تھام لو۔ میری زبانِ عظمت یہی حکم دے رہی ہے اس جلوہ گاہ سے جس میں مالکِ ہستی خدا کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

قُل انّہٗ اتیٰ بحجۃ اللہ وبرھانہ وینطق فی کُلّ الاحیان الملک للہ العلیم الخبیر ۰
کہدے۔ یہ ظہور خدائی حجت۔ برہان لے کر آیا ہے اور ہر دم یہی کہتا ہے کہ تمام ملک خدائے علیم وخبیر کا ہی ہے۔
انّہٗ یدعو الکُلّ الی البحر الاعظم ولٰکنّ الاکثر ھم من المعرضین ۰
یہ ظہور سب کو بحرِ اعظم کی طرف بُلا رہا ہے لیکن اکثر قومیں روگردان ہیں۔
قُل یا ملأ الفرقان قد اتی الرحمٰن بسلطانٍ مشھود ۰
کہدے اے قرآن والو! رحمٰن ایک صاف نظر آتی ہوئی قوت وقدرت کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے۔
قل یا ملأ الانجیل قد فتح باب السمآء واتیٰ من صعد الیھا واللہ ینادی فی البر والبحر ویبشر الکل بھذا الظھور الذی بہ نطق لسان العظمۃ قد اتی الوعد و ھذا ھو الموعود ۰
کہدے اے انجیل والو! آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور جو آسمان پر چلا گیا تھا وہ پھر آگیا۔ اور وہ بر وبحر میں ندا بلند کر رہا ہے اور سب کو اس ظہور کی بشارت دے رہا ہے جس کی نسبت زبانِ عظمت بول اٹھی کہ وعدہ پورا ہو گیا اور آنے والا موعود یہی ہے۔
قل لا تفسدوا فی الارض ولا تتبعوا اھوآءکم اتبعوا ما اُمرتم بہ من لدن عالم خبیر
کہدے زمین پر فساد نہ کرو اور اپنی خواہشوں کے پیچھے نہ چلو۔ تم اسی حکم کی اطاعت کرو جو تمھیں علیم وخبیر خدا کی طرف سے ملا ہے۔
قُل ھٰذا یوم فیہ ظھر کُلّ امرٍ حکیم ۰ ھٰذا یومٌ قد ربح فیہ المقربون والمشرکون فی خسران مبین ۰ ھٰذا یوم ینادی اللہ بلسان العظمۃ ویدعو الکل الی صراطہ المستقیم ۰
کہدے یہ وہ وقت ہے جسمیں ہر ایک پر حکمت امر ظاہر وآشکار ہوا ہے اور یہ وہ زمانہ ہے جسمیں مقرب لوگوں نے فائدہ اُٹھایا ہے اور مشرک صریح نقصان میں ہیں۔ یہ وہ دن ہے جسمیں خدا زبانِ عظمت سے ندا فرما رہا ہے اور سب کو اپنی صراطِ مستقیم کی طرف بُلا رہا ہے۔
قل تاللہ قد ظھر ما ھو المسطور فی کُتب اللہ ربّ العٰلمین ۰ انّہٗ ھو الذی سُمّی فی التوراۃ بیھوہ وفی الانجیل بروح الحق وفی الفرقان بالنبأ العظیم ۰ تمسکوا یا قوم بما وعدتم بہ من قبل بلسان النبیّین والمرسلین ۰
کہدے خدا کی قسم۔ اللہ ربّ العٰلمین کی کتابوں میں جو لکھا ہوا تھا وہ ظاہر ہو گیا ہے۔ یہی ہے جس کا نام تورات میں یہوہ اور انجیل میں روح الحق اور قرآن میں نبأ عظیم ہے۔۔۔۔ لوگو! انبیاء ومرسلین کی زبانی جس کا تمھیں

پہلے سے وعدہ دیا گیا تھا اُسے مضبوطی سے تھام لو۔

ایاکم ان تمنعکم الواح النار عن المختار وکتاب السجین عن الحق المبین ۵

خبردار۔ الواحِ نار تمھیں خداوند مختار کی جانب متوجہ ہونے سے نہ روک دیں اور کتابِ سجین تمھیں صریح حق سے محروم نہ کردے ("الواحِ نار" اور "کتاب سجین" سے مراد امراللہ کے مکذبین و معاندین کی کتابیں ہیں جو انھوں نے امرِ حق کے خلاف لکھی ہیں یا آئندہ لکھینگے)

لعمری ھذا یوم الریح ولکن القوم لا یشعرون ۵ وھذا یوم القیام ولکن الناس ھم لا یفقھون ۵ نعیما لمن اشتعل الیوم بنار محبۃ اللہ و ویلٌ لکل غافل محروم ۵

اپنی زندگانی کی قسم! یہ دن فائدہ اٹھانے کا ہے مگر قوم بے خبر ہے۔ یہ اُٹھ کھڑے ہونے کا وقت ہے لیکن لوگ سمجھتے ہی نہیں۔ کیا ہی خوش حال ہے وہ انسان جو آج محبتِ الٰہی کی آگ سے بھڑک اُٹھا اور ہر ایک غافل محروم پر افسوس

قد ارتفعت الصیحۃ بالحق وسجد البرھان لوجہ الرحمن وطافت الحجۃ حول عرشی العظیم ۵

آوازۂ حق بلند ہوگیا اور دلیل و برہان جلوۂ رحمٰن کے روبرو سربسجود ہے اور حجت میرے عرشِ عظیم کا طواف کر رہی ہے۔

ایاک ان یمنعک ذکر عن الذکر الاعظم او یحجبک شئ عن مشرق الآیات ۵

خبردار۔ کوئی بھی ذکر تمھیں اس ذکرِ اعظم سے نہ روکے اور کوئی بھی چیز تمھارے اور اس مشرقِ آیات کے درمیان حجاب حائل نہ ہونے پائے

قل ھذا یوم الفرح الاعظم وانتم لا تشعرون ۵ قد ماج بحر العلم امام عیونکم وانتم لا تبصرون ۵ قل قد فتح باب فردوسی الاعلیٰ ولکن الناس عنہ معرضون ۵

کہدے یہ بڑی فرحت و مسرت کا دور ہے اور تم بے خبر ہو۔ علم کا سمندر تمھاری آنکھوں کے سامنے موجزن ہے اور تم نہیں دیکھتے۔ کہدے میری فردوس اعلیٰ کا دروازہ کھل گیا ہے مگر لوگ اس سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

قل یا قوم انہ لا یشار باشارتکم ولا یمشی فی طرقکم قد ظھر بالحق واظھر صراطہ المستقیم وانہ لھو المذکور فی صحف القبل والموعود فی کتب اللہ رب العلمین ۵

کہدے کہ اے قوم! وہ تمھارے اشارات و خیالات سے بالاتر ہے اور وہ تمھاری راہوں پر نہیں چلتا۔ وہ حق و حقیقت کے ساتھ نمودار ہوا ہے اور اس نے اپنا سیدھا راستہ ظاہر و آشکار کردیا ہے۔ یقیناً یہی ہے جو پہلے صحیفوں میں مذکور اور خدائے رب العلمین کی کتابوں میں موعود تھا۔

قل انا وضعنا العلم لیھدی الناس الی صراط اللہ العلی العظیم۔ طوبیٰ لعالم بہ وجد عرف المعلوم واقبل الی الافق الاعلیٰ بیقین مبین ۵

کہدے بلاشک ہم نے علم کو اسی لئے مقرر کیا ہے کہ لوگوں کو خدائے برتر و بزرگ کی راہ دکھائے۔ اس عالم کو مبارکباد جس نے

علم کے ذریعے حق معلوم کی خوشبو پائی اور نمایاں یقین کے ساتھ افق اعلیٰ کی طرف متوجہ ہوگیا۔

قل یا قوم قد اتی یوم القیام قوموا عن مقاعدکم وسبحوا بحمد ربکم العلیم الحکیم ٥

کہدے اے قوم! قیام کا زمانہ آگیا۔ اپنی نشستگاہوں سے کھڑے ہوجاؤ اور اپنے پروردگار علیم وحکیم کی حمد وثنا میں تسبیح وتقدیس کرو۔

قد ارتفعت الصیحة واتت الساعة وظهرت القارعة ولکن القوم فی حجاب مبین ٥

ندائے حق بلند ہوگئی۔ مقررہ ساعت آگئی۔ دل ہلا دینے والی حالت ظاہر ہوگئی۔ لیکن قوم ابھی تک ایک نمایاں پردۂ غفلت میں پڑی ہوئی ہے۔

قل یا قوم لا تفسدوا فی الارض ولا تسفکوا الدماء ولا تأکلوا اموال الناس بالباطل ولا تتبعوا کل ناعق رجیم ٥

کہدے اے قوم! ملک میں فساد نہ کرو اور خونریزی نہ کرو۔ اور ناجائز طریق پر لوگوں کے مال نہ کھاؤ اور کسی چیخنے والے راندۂ درگاہ کی پیروی نہ کرو۔

قم علیٰ خدمة الامر وذکر الناس بیوم الله وظهوره بالحکمة التی انزلناها فی کتاب مبین ٥

امر اللہ کی خدمت پر کمربستہ ہوکر کھڑے ہوجاؤ اور لوگوں کو یوم اللہ اور اس کے ظہور کی خبر وفہمائش کرو اس حکمت ودانائی کے ساتھ جو ہم نے کتاب مبین میں نازل کی ہے ٭

قل ایاکم ان تمنعکم الشئونات الفانیه عن مالک البریه ودعوا ما عندکم وخذوا ما امرتم به بقوة من لدی الله المقتدر القدیر ٥

کہدو خبردار۔ فانی حالات تمھیں مالکِ جہان کے قرب سے نہ روکیں۔ اپنی باتیں چھوڑدو اور خدائے مقتدر وقدیر کی جانب سے جن باتوں کا تمھیں حکم دیا گیا ہے وہ اختیار کرلو۔

البهاء علیکم وعلیٰ امائی اللائی اقبلن وسمعن واجبن مالک یوم الدین

الحمد لله رب العلمین

تم پر اور میری اُن کنیزوں پر جنھوں نے متوجہ ہوکر مالکِ یوم الدین کا حکم سُنا اور قبول کیا چمکتی ہوئی روشنی اور عنایت۔

تمام حمد وثنا خدائے رب العلمین

کے لئے مخصوص ہے

ڈان بریکرز یا مطالع الانوار

دیباچہ

امر بہائی نے دنیا میں اچھی شہرت حاصل کرلی ہے۔ اور وقت آگیا ہے کہ نبیل کا یہ بے نظیر مقالہ جو آپ نے تاریک ایران میں اس امر کے آغاز کے بارے میں لکھا ہے بہت سے ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ تاریخی واقعات جو آپ نے نہایت تندہی اور دیانت داری سے لکھے ہیں غیر معمولی حیثیت رکھتے ہیں مقالہ کی دل ہلا دینے والی عبارات اور اس کے اصل مضمون کی شوکت نہ صرف تاریخی لحاظ سے ہی بے نظیر ہیں بلکہ ان کی اخلاقی قوت بھی بہت بلند و اعلیٰ ہے۔ اس کی علمی حیثیت بہت بلند ہے اور جوں جوں ہم اسے پڑھتے جاتے ہیں اس کی روشنی تیز تر ہوتی جاتی ہے۔ کیونکہ اس کے پڑھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم آدھی رات میں سورج کی روشنی پھوٹ پڑی ہے۔ ساری کی ساری کتاب جد و جہد اور شہادت کے واقعات سے مملو ہے۔ اس کے دل ہلا دینے والے منظر اور اس کے خون آلود واقعات صفحہ صفحہ پر موجود ہیں۔ بد کاری۔ مذہبی دیوانگی اور جور، صلح و اصلاح کے امر کو برباد کرنے کے لئے مل کر کمر بستہ ہوتے ہیں۔ اور کتاب کی موجودہ جلد کا خاتمہ اس مقام پر ہوتا ہے جہاں نفرت کا طغیان اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا معلوم ہوتا ہے یعنی ایران کا ہر مرد۔ عورت اور بچہ جو حضرت باب کی تعلیمات کی طرف ذرا بھی جھکا ہوا ملا وہ یا تو جلا وطن کر دیا جاتا ہے یا موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔

نبیل نے جس نے کہ بہت سے وہ واقعات جنھیں وہ بیان کرتا ہے خود اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے ان مردوں اور عورتوں کے بارے میں جن پر یہ ظلم ڈھائے گئے تھے اور اس امر کے بارے میں جس کا اس نے بڑی محنت سے تعاقب کیا تن تنہا بچے اور صحیح واقعات لکھنے کے لئے اپنی قلم اٹھائی۔

آپ کا طرز تحریر عموماً سادہ ہے مگر جہاں کہیں آپ کے جذبات میں ہیجان پیدا ہوا ہے وہاں آپ کا بیان زوردار اور جوشیلا ہوگیا ہے آپ حضرت بہاء اللہ اور ان کے پیشرو کے دعاوی کو کسی خاص قاعدے سے بیان نہیں کرتے۔ آپ کا مقصد صرف امر بہائی کے آغاز کے واقعات کو نہایت سادگی سے پیش کرنا اور اس کے اولین علمبرداروں کے کارناموں کو محفوظ کرنا ہے۔ آپ واقعات کا ایک سلسلہ بیان کرتے ہیں اور ہر واقعہ کی تائید میں نہایت کوشش کے ساتھ اسناد پیش کرتے ہیں اس لئے آپ کی کتاب اگرچہ علمی اور ادبی نقطۂ نظر سے کم درجہ کی ہو مگر اس کا درجہ اس بات میں بالکل لاثانی ہے کہ یہ امر بہائی کی تاریخ کے اولین واقعات کو لفظ بلفظ جیسا کہ آپ نے خود انھیں دیکھا تھا یا دیگر معتبر ذرائع سے سنا تھا پیش کرتی ہے۔

آپ کی تاریخ کے خاص خاص عنوان (حضرت باب کی شخصیت و مقدس شخصیت ہو اگرچہ حلیم و متین تھے مگر جوش سے پر۔ اولوالعزم اور دلیر تھے۔ آپ کے پیروؤں کی فداکارانہ عقیدت جنھوں نے ظلم و ستم کو نہ صرف بے نظیر حلم و ہمت سے برداشت کیا بلکہ اکثر اوقات نہایت خوشی اور شوق سے اسے سہا۔ ایک حاسد طبقۂ علماء کا غضب و غصہ جنھوں نے اپنے مطلب کے لئے خون کے پیاسے عوام کو بھڑکایا) یہ سب ایسی [illegible]

زبانِ حال سے گویا ہیں کہ انھیں سب سمجھ سکتے ہیں۔ مگر اس تاریخ کو کما حقہٗ سمجھنا یا اُس کام کی اہمیت کا جو حضرت بہاء اللہ اور آپ کے پیشرو نے کیا صحیح صحیح اندازہ لگانا اُس وقت تک محال ہے جب تک ہم ایران کی حکومت اور ملت، اس کے لوگوں کی رسومات اور وہاں کے حکام اور رعیت کی اخلاقی حالت کو نہ سمجھ جائیں۔ نبیل نے اپنی تاریخ کو یہ سمجھکر لکھا ہے کہ اس کے ناظرین اِن حالات سے واقف ہیں۔ اُس نے شاہِ ایران اور سلطانِ ترکی کی بادشاہتوں کے باہر کہیں سفر نہ کیا تھا۔ اس لئے اسے یہ خیال بھی نہ آیا کہ اپنے اور غیر ممالک کے تمدن کا مقابلہ کرے اس کا مطمحِ نظر مغرب کے لوگ نہ تھے۔ اگرچہ وہ یہ جانتا تھا کہ جو مواد اس نے جمع کیا ہے وہ قومی یا اسلامی اہمیت سے کہیں بڑھ کر ہے اور جلد ہی یہ مشرق سے مغرب میں پھیل جائے گا، اور ساری دُنیا کو گھیر لیگا۔ مگر پھر بھی وہ مشرقی تھا اور مشرقی زبان میں اُن لوگوں کے لئے لکھ رہا تھا جن کی وہ مادری زبان تھی۔ یہ بے نظیر کام جو اُس نے ایسی وفاداری سے کیا خود ایک بہت اہم اور بہت محنت طلب کام تھا۔

خوش قسمتی سے زبانِ انگریزی میں اُنیسویں صدی کے ایران کے بارے میں بہت سی کتابیں موجود ہیں جو مغربی ناظرین کو اس مضمون پر کافی اطلاع بہم پہنچاتی ہیں۔ فارسی کتابوں سے جن کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ لارڈ کرزن، سر جے سیکس اور بہت سے دوسرے یورپین سیاحوں کی کتابیں اُن حالات کی بھیانک مگر صحیح اور صاف تصویر ہمارے سامنے پیش کرتی ہیں جن سے حضرت باب کو جب انھوں نے اُنیسویں صدی کے وسط میں امر کا اعلان فرمایا دوچار ہونا پڑا۔

تمام کے تمام عینی شاہد متفقاً بیان کرتے ہیں کہ ایرانی لوگ کمزور اور پسماندہ قوم تھے جو فاسد کاموں اور زبردست تعصبات کے سبب خود اپنے آپ میں بٹے ہوئے تھے۔ نااہلیت اور عسرت جو اخلاقی پستی کا نتیجہ ہیں ملک میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اعلیٰ سے لے کر ادنیٰ تک کوئی بھی ایسا نہ تھا جسمیں اصلاحات کے طریقوں کو جاری کرنے کی قابلیت ہو یا جو ملک کے حالات کو بہتر بنانے کی کچھ زور دار خواہش بھی رکھتا ہو۔ قومی تکبر انھیں شیخی آمیز خود ستائی کا سبق دیتا تھا۔ ایک مُردہ سکون سب چیزوں پر چھایا ہوا تھا۔ اور ایک عام دماغی سکتہ کی حالت نے ترقی کو ناممکن بنایا ہوا تھا۔

تاریخ کے پڑھنے والے کے لئے اس قوم کا انحطاط جو کسی وقت طاقتور اور ارجمند تھی نہایت ہی تاسف انگیز تھا۔ حضرت عبدالبہاء جو باوجود اُن سب مظالم کے جو اس قوم نے حضرت بہاء اللہ، حضرت باب اور خود آپ پر کئے اپنے ملک سے محبت رکھتے تھے۔ ان کی اس تذلیل کو "تعزیہ قوم" کہا کرتے تھے۔ اور اپنی کتاب "مُدنیہ" میں مسیحی آپنے اپنے اہلِ وطن کے قلوب کو کامل و اساسی اصلاحات کے جاری کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اس قوم کی موجودہ حالت پر پُرجوش اور عقدت آمیز نوحہ کیا ہے۔ جس کی فتوحات ایک زمانہ میں مشرق سے لے کر مغرب تک پھیلی ہوئی تھیں اور جو نوعِ انسان کے تمدن کی بنیاد ڈالنے میں سب سے اوّل صف میں گنی جاتی تھی آپ لکھتے ہیں کہ اسمیں شک نہیں کہ پہلے زمانہ میں ایران قلبِ عالم تھا اور یہ قوم دوسری قوموں کے درمیان ایک روشن شمع کی طرح تھی۔ نوعِ انسان کے اُفق سے اس کا نور و اقبال صبح صادق کی طرح چمکتا تھا جو علم کی روشنی کو پھیلاتا اور مشرق و مغرب کی قوموں کو روشن کرتا تھا۔ اس کے سلاطینِ فاتح کی شہرت کا آوازہ دنیا کے اس سرے سے اُس سرے کے رہنے والوں تک پھیلا ہوا تھا۔ اس کے شہنشاہوں کے جلال نے یونان اور روما کے حکمرانوں کو نیچا دکھایا۔ اُس کی سیاسی حکمتِ عملی دانایانِ جہان کو مرعوب کرتی اور دنیا کے حکمران اس کی سیاسی تدبیر کے مطابق قوانین مرتب کرتے۔ ساری دنیا کی قوموں میں ایرانی "فاتحین کے فاتح" مشہور تھے اور اپنے علم و تمدن کے لئے بجا طور پر سراہے جاتے تھے۔ اُن کا ملک تمام علوم و معارف کا مشہور مرکز۔

تمدن کی کان اور نیکیوں کا سرچشمہ تھا ..... اب کیا ہوا کہ اس اعلیٰ ترین ملک نے کاہلی سستی۔ اور لاپرواہی کے سبب علم و تنظیم کے فقدان سے اس کے لوگوں میں جوش و خروش کے نہ ہونے سے اپنے اقبال کے زوال کو مدھم اور بجھنے کے قریب کر دیا ہے۔

دوسرے مصنفین نے اُن رنجیدہ حالات کا جن کی طرف حضرت عبدالبہاء اشارہ کرتے ہیں پورا پورا حال لکھا ہے۔

حضرت باب کے اعلان کے وقت بقول لارڈ کرزن ایرانی حکومت علماء وقت کے ہاتھ میں تھی۔ رسماً تو یہ مذہبی حکومت تھی مگر حقیقت میں یہ بے نام و ننگ قوم۔ بیرحم اور فاسد الاخلاق تھی۔ اس کی بنیاد مسلمانی کٹرپن پر تھی۔ جو حکومت اور لوگوں کی معاشرتی زندگی میں رچا ہوا تھا۔ کوئی قانون و آئین نہ تھا۔ نہ کوئی ایسی شخصیت ہی تھی جو رفاہِ عام کے کاموں کی سربراہ ہوتی۔ نہیں نہ تو کوئی ایوانِ اُمراء ہی نہ تھا نہ کوئی پروی کونسل تھی۔ نہ کوئی مجلسِ علماء تھی اور نہ کوئی پارلیمنٹ تھی۔ شاہ خود مختار تھا اور اُس کی بے آئین حکومت کا اثر تمام افسرانِ حکومت یعنی وزراء اور گورنروں سے لے کر ایک معمولی کلرک حتیٰ کہ ایک گاؤں کے چودھری سے بھی ظاہر ہوتا تھا۔ کوئی دیوانی عدالت قائم نہ تھی جو بادشاہ کی طاقت کو روکتی یا اس پر کوئی ترمیمی اثر ڈالتی۔ نہ اُن اختیارات کی اصلاح کرنے کے لئے جو وہ اپنے ماتحت افسروں کو دینا چاہے کوئی تنظیم تھی۔ اگر کوئی قانون تھا تو یہ بادشاہ کے مُنہ سے نکلی ہوئی بات تھی۔ بادشاہ اپنی مرضی کے مطابق جو چاہتا کر سکتا تھا۔ جسے چاہتا وہ وزیر۔ حاکم اور افسر و منصف مقرر کرتا۔ اور جسے چاہتا اُسے برخاست کر دیتا تھا۔ زندگی اور موت کا اختیار اس کے ہاتھ میں تھا۔ اپنے گھرانے اور اپنے دربار کے فوجی یا غیر نظامی جس فرد کو چاہتا مروا دیتا اور اس کے حکم کے خلاف کوئی اپیل نہ تھی۔ کسی کی جان لے لینے کا حق اُسے حاصل تھا۔ اور اسی طرح حکومت کے سب شعبے مثلاً قانون سازی۔ قوۂ اجرائیہ اور قوۂ قضائی سب کے سب صرف اس کے ہاتھ میں تھے۔ اس کے شاہانہ امتیازی حق کے لئے کوئی تحریری قید یا حد مقرر نہ تھی۔

شہزادے سارے ملک بھر میں سب سے اچھے اور سب سے زیادہ پُرمنفعت عہدوں پر زبردستی لگا دیئے جاتے تھے اور جوں جوں نسل بڑھتی گئی انھوں نے بے شمار چھوٹے چھوٹے عہدوں پر بھی قبضہ جما لیا۔ حتیٰ کہ مُلک اِن شاہی نکھٹوؤں کے بوجھ سے دب گیا۔ اِن عیش پرست اور تن پرور شہزادوں کا اِن عہدوں پر سوائے اسکے کہ وہ شاہی خاندان سے تھے اور کوئی حق نہ تھا۔ یہ ملک میں دور دور تک ایک ہر جگہ بکثرت پائے جاتے تھے۔ اسی لئے ایران میں یہ مثل مشہور ہو گئی تھی کہ "اونٹ۔ کھٹمل اور شہزادے ہر جگہ موجود ہیں"۔

بادشاہ اگر کبھی کسی مقدمہ کا جو اس کے سامنے لایا جاتا، منصفانہ فیصلہ کرنا چاہتا تھا تو وہ ایسا نہ کر سکتا تھا۔ کیونکہ وہ ان اطلاعات پر جو اسے بہم پہنچائی جاتی تھیں، بھروسہ نہ کر سکتا تھا۔ یا تو ضروری باتیں اس تک پہنچتی ہی نہ تھیں یا واقعات کو رشوت خور افسروں اور علاقہ مند گواہوں کے ذریعے توڑ مروڑ کر اُس تک پہنچایا جاتا تھا۔

(باقی آئندہ)

بشارتِ عظمیٰ

یہ پاکٹ سائز مناجات کا مجموعہ نہایت نفیس اور خوبصورت اصل مع اُردو ترجمہ دو رنگ میں چھپا ہے۔ نماز کو چک۔ صلوٰۃ کبیر۔ لوحِ احمد۔ دعائے صبح و شام اور مختلف مواقع کی مناجات پر مشتمل ہے۔ قیمت ۱۲/ (بہائی ہال کراچی سے طلب کیجئے)

جہانِ حق میں نئی خلق

جب کوئی پیغمبر آتا ہے لوگ حیران ہو جاتے ہیں۔ وہ تعجب کرتے ہیں کہ ہم میں سے ہی یہ شخص پیغمبر ہو گیا۔؟ قومی موت کا دماغوں پر کچھ ایسا مایوس کن اثر ہوتا ہے کہ کسی عظیم ہستی کا مبعوث ہو جانا محال معلوم ہوتا ہے۔ لیکن قدرت اپنا کام کئے بغیر نہیں رہتی۔ نئی زندگی کا صور پھونکنے والا انسان اپنے وقت پر پیدا ہو کر رہتا ہے۔ مُردہ قوم کے قالب میں نئی رُوح آتی ہے خاکِ مذلت پر سونے والے جاگ اُٹھتے ہیں۔ ایک نیا حشر برپا ہوتا ہے۔ ہل چل مچتی ہے۔ انقلاب آتا ہے۔ آسمان زمین بدل جاتے ہیں۔ زندگی کی نئی کتاب کھلتی ہے۔ نیا پروگرام شروع ہوتا ہے۔ جو لوگ نئی تنظیمِ الٰہی کو قبول کرتے ہیں زندۂ جاوید ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ صداقت سے بے رخی کرتے ہیں اُلجھن میں پڑ جاتے ہیں۔ دورِ جدید میں ہدایت کا آسمانِ وسیع لوگوں کے سروں پر بلند ہو جاتا ہے۔ تازہ اصلاحات کی زمین اُن کی نظروں کے سامنے پھیل جاتی ہے۔ صدق و استقامت کے پہاڑ قائم ہو جاتے ہیں۔ مفید تحریکات کی کشت زار لہلہاتی ہے مدہوشوں کی آنکھیں کھل جاتی ہیں عقلیں روشن ہوتی ہیں۔ حقائق کے چمنستان مہکنے لگتے ہیں۔ آسمانی پانی سے مرا ہوا دلیس جی اُٹھتا ہے۔ لوگ نئی زندگی پاتے ہیں۔ نئی پود ترقیات کے میدان میں نکل کھڑی ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو سچے پیغمبر کو جھوٹا کہتے ہیں گذشتہ زمانے میں بھی بہت سی قوموں نے سچے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ عجیب یہ ہوا کہ وہ قومیں تباہ ہو گئیں۔ اُن پر خدا کا قہر نازل ہوا۔ اور جن لوگوں نے پیغمبروں کا کہا مانا وہ عزت اور ترقی پا گئے۔ یہ خدا کا قانون ہے۔ پیغمبروں کا آنا اور نئی اُمت کا برپا ہونا ایک قدرتی کام ہے جو اب تک ہوتا رہا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔ پہلے بھی خدا نے بہت سے پیغمبر بھیجے اور بہت سی اُمتیں پیدا فرمائیں تو کیا اب وہ اس کام سے تھک گیا ہے؟ جو نیا پیغمبر اور نئی اُمت نہ بنائے؟ توبہ توبہ! وہ ذاتِ پاک اپنے کاموں میں تھکنے اور معطل ہو جانے سے مقدس و منزہ ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یہی لوگ جو اس قسم کی نئی پیدائش کے منکر ہیں اب بھی ایسی نئی پیدائش کے زیرِ اثر ہیں۔ عالم میں نئی آفرینش کی ہوائیں چل رہی ہیں۔ دورِ جدید کی لہریں اُٹھ رہی ہیں اور کسی نہ کسی رنگ میں یہ سب لوگ جدت کی فضا سے متاثر ہو رہے ہیں۔

وہ خدا جس نے انسان کو بنایا ہے انسان کی طبعی و فطری اقتضاء کو خوب جانتا ہے اور اُس کے جذبات و خیالات سے اچھی طرح باخبر ہے۔ اس کے روحانی ولولے اور نفسانی وسوسے سب خدا کی نظر میں ہیں۔ وہ انسان کی رگِ جان سے بھی زیادہ نزدیک تر ہے۔ وہ انسان کی ظاہر اور پوشیدہ تمام حرکات و سکنات کا علم رکھتا ہے۔ جو آدمی اچھی بات کو شوق سے قبول کرتا ہے خدا اُسے بھی جانتا ہے اور جو آدمی دلی خواہش کر بُری بات اختیار کرتا ہے وہ بھی خدا کے سامنے ہے۔ اور جو بولنے والا کوئی بات بولتا ہے خدا سب کچھ سُنتا ہے۔ اور پوری نگرانی سے اُس کے اثر کا انسان کے اندر ہی ذخیرہ کر دیتا ہے بلکہ وہ اثر دوسروں تک بھی پہنچتا ہے۔ اثر لینے اور دینے کا قانون دنیا میں مسلسل قائم ہے۔ اسی سے یہ عمل رونما ہوتا ہے کہ جب کوئی پیغمبر برحق آتا ہے تو بہت سے لوگ جو حق پرست ہوتے ہیں صداقت پر فدا ہو جاتے ہیں اور بادۂ حق سے ایسے سرمست

ہوجاتے ہیں کہ اپنی جان بھی قربان کر دیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو حق کی جستجو میں سست بلکہ مردہ ثابت ہوتے ہیں۔ وہ حقیقت سے ناآشنا رہ کر ابدی زندگی سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اہل حجاب راہِ حق میں جانبازی سے گریز کرتے ہیں۔ پر اہل ایمان انکارِ حق سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔ جب حکم الٰہی سے نئی بعثت کا صور پھونک دیا جاتا ہے تو لبیک کہنے والے رضائے محبوب کی جنتِ فردوس میں داخل ہوتے ہیں اور اعراض و انکار کرنے والے اپنے اعمال کی پاداش میں مورد غضب ہوتے ہیں۔ اور دیکھو تمام لوگ عذاب یا ثواب کی طرف چلے آرہے ہیں۔ جو استبار ہیں وہ محشر میں کامیابی کی طرف اور جو ناراست ہیں وہ آتشِ ناکامی کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں اور ہر شخص کو اس کا خیال اپنی متعلقہ سمت کی جانب کھینچے لئے جارہا ہے۔ نیکوں کا خیال نیکی کی طرف اور بدوں کا خیال بدی کی طرف ڈھکیل رہا ہے اور ہر نیک و بد کا اچھا اور برا عمل اس کی باطنی کیفیت کا سچا گواہ بنا ہوا ہے۔ اب جو حق کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کی چشمِ بصیرت کھل جاتی ہے اور نظر تیز ہوجاتی ہے۔ اس کے ساتھی خدا کی انسان بھی خوش ہوکر یہی کہنے لگتے ہیں کہ نیکی و چشمِ بصیرت ہی ہمارا فراہم کردہ سرمایۂ حیات ہے۔ ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ یہ نعمت اس نے ہمیں عطا فرمائی۔ یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ سچ یہ ہے کہ یہی دونوں (خیال اور عمل) انسان کو نجات دلاتے ہیں اور یہی دونوں جہنم میں پہنچاتے ہیں۔ اعتقادِ بد اور عملِ بد جب مل جاتے ہیں تو انسان کو ناشکرا۔ ہٹ دھرم۔ شریر۔ سرکش۔ وہم پرست۔ مشرک بنا دیتے ہیں اور ابدی ہلاکت و مصیبت میں ڈال دیتے ہیں۔ ایسی حالت میں بُرے آدمی کے ساتھی بھی یہی کہنے لگتے ہیں کہ یہ کمبخت تو آپ ہی ڈوب گیا کوئی ہم نے تھوڑا ہی ڈبویا۔ سو حقیقت میں یہ باتیں بھی ٹھوٹھا جھگڑا ہیں۔ قدرت کا قانونِ عام ہے کہ ہر شخص اپنے کئے کی سزا پائے گا جیسی کرنی ویسی بھرنی اٹل بات ہے۔ قدرت کا سلوک ہر شخص سے انصاف کے ساتھ ہوتا ہے۔ جہنم منہ پھاڑے ہوئے چیختی ہے "اور لاؤ اور لاؤ" مگر کسی بےگناہ کو جہنم کے پیٹ میں نہیں ڈالا جاسکتا اور جنت تو نیک آدمیوں کے پاس ہی ہے دور نہیں۔ حق پسند ہونے والے، اعمال کی پوری نگرانی کرنے والے یقیناً جنتِ فردوس کے مستحق ہیں جن پر خدائے رحمٰن کی ہمیشہ چھاؤں ہوتی ہے اور وہ ایک تندرست دل رکھتے ہیں۔ وہ امن و سلامتی کے ساتھ فردوسِ بریں میں داخل ہوتے ہیں اور حیاتِ جاودانی پاتے ہیں وہاں جو کچھ چاہتے ہیں ملتا ہے بلکہ ان کے خیال سے بھی بڑھ کر بہت کچھ ہے۔ اب جو انکارِ حق پر کمربستہ ہیں ان سے پہلے ان سے بھی زیادہ زور دار۔ تمکنوں میں کامیابی کے نمایاں کرنے والے لوگ تھے جو انکارِ حق کی وجہ سے تباہ و برباد ہوگئے تو کیا اب یہ لوگ بچ جائینگے؟

یقیناً مذکورہ بالا بیانات میں اہل دل کے لئے اور کان لگا کر سننے والوں کے لئے کافی نصیحت و عبرت ہے۔ خداوند عالم نے حضرت آدم سے حضرت خاتم تک دینی کائنات کے آسمان و زمین چھ دن یعنی چھ ہزار سال میں بنائے ہیں۔ ایک دن خدا کی اصطلاح میں ایک ہزار سال کا ہوتا ہے ساتواں ہزار حضرت خاتم کا دور تھا جو دورِ نبوت کا آخری زمانہ ہوا اور اب اس کے بعد قیامتِ کبریٰ کا یومِ عظیم ہے جو ۱۲۶۱ھ سے شروع ہوچکا ہے جبکہ اسرافیلِ وقت حضرت سید علی محمد باب نے قیامت کا پہلا صور پھونک دیا تھا۔ اور پھر حضرت بہاءاللہ نے دوسرا صورِ اعظم پھونکا۔ خداوند عالم خلق پر خلق اور امت پر امت بناتا ہے۔ اس سے کبھی تھکتا نہیں ہے۔ مگر اہل حجاب طرح طرح کی مایوسانہ اور معترضانہ باتیں کرتے رہتے ہیں۔ علم و ایمان والوں کو ان سے پژمردہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ نہایت استقلال سے دعوتِ حق میں مصروف رہنا چاہئے۔ وہ علم و اعتقاد پھیلاتے رہنا چاہئے جس سے خداوند قدوس کی شانِ عظمت و تقدیس ظاہر ہو۔ اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ قانونِ الٰہی کے مطابق ہر دین کا آفتاب چمکتا

طلوع ہوتا اور اپنے مقررہ وقت تک روشنی پھیلا کر غروب ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح دُنیا کا ایک روحانی دن تمام ہو کر پھر نئے طور پر آفتابِ حق مشرقِ حقیقت سے نمودار ہوتا ہے اور نیا روحانی دِن نکل آتا ہے۔ اس وقت بھی حضرت بہاءاللہ کے ظہور سے ایک نئے دَور کا آغاز ہوا ہے۔ یہی وہ موعود ظہورِ حق ہے جس کا ذکر خداوند عالم نے قرآن مجید میں یوں کیا تھا کہ "خوب غور سے کان لگا کر سُننا جس دن منادی الٰہی عرب کے قریبی مُلک سے ندا بلند کرے گا۔ اس دن لوگ آوازِ حق سُننے کے اور یہی وقت نئی زندگی میں نکل کھڑے ہونے کا ہوگا" (ق)

چنانچہ حضرت بہاءاللہ نے عراقِ عرب سے ندائے حق بلند فرمائی۔ اور ارضِ مقدس فلسطین سے آخر دن تک ندائے الٰہی دنیا کو سُناتے رہے۔ عراقِ عرب ایک طرف عرب کے ساتھ مُلحق ہو کر "مکانِ قریب" ہے اور فلسطین دوسری جانب سے عرب سے متصل اور قریب ہے۔ خداوندِ عالم نے جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا کر دیا۔ اَب بندوں کا فرض ہے کہ وہ پوری توجہ سے ندائے حق سُنیں اور نئی زندگی میں اُٹھ کھڑے ہوں۔ وعدۂ الٰہی کے مطابق قوموں کی موت و حیات کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ اب حیاتِ نو کا دَور شروع ہو چکا ہے اور قابلیت کی زمین سے نئی پود نمودار ہو چکی ہے نئی اجتماعیت کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اقوامِ عالم میں محشرِ انقلاب برپا ہے جو بالکل ایک قُدرتی کارروائی ہے۔ اس کے موافق اور خلاف جو کچھ کہا جاتا ہے وہ بھی وہی ہے جو ہمیشہ ظہورِ حق کے موافق اور خلاف دنیا میں کہا جاتا رہا ہے۔ جاننے والے سب جانتے ہیں۔ یہ دعوتِ حق جبریہ نہیں منوائی جاتی۔ انشراحِ صدر اور علم و عقل سے اس کا تعلق ہے۔ اب جنھیں قانونِ قدرت اور خدائی وعدہ و وعید کا دھیان ہے اور وہ قہرِ الٰہی سے خائف ہیں انھیں کلامِ حق کے ذریعے فہمائش کی جاتی ہے تو وہ سمجھتے اور فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

مُحبّانہ تنبیہ و تاکید

فرق است میانِ آنکہ یارش در بر
با آنکہ دو چشمِ انتظارش بر در

وہ جو سب کا محبوبِ حقیقی ہے نہایت محبت کرتا ہے۔ اُس نے اپنی عنایت کے دروازے تمام جہان کے لئے کھول دئے ہیں وہ چاہتا ہے کہ بندے اُس کے خیمۂ فضل میں داخل ہو کر ابدی اطمینان حاصل کریں۔ نفس و ہوی کی قید سے آزاد ہو کر پاکبازی کی فردوسِ اعلیٰ میں پہنچ جائیں۔ جس فردوس میں رحمت کے پھول مہک رہے ہیں۔ رحمانیت کی نسیمِ جانفزا چل رہی ہے۔ جہاں ڈالی ڈالی وحدت کے گیت گا رہی ہے۔ پتّہ پتّہ روحانی خوشی میں تالیاں بجا رہا ہے۔

اِس گلشنِ حقیقت میں ہر دم جشنِ مسرت برپا ہے۔ محبوبِ حقیقی تاجِ ظہور سر پر رکھے ہوئے تختِ نور پر جلوہ فرما ہے۔ غیب و شہود کے لشکر حاضر ہیں۔ روح الامین اس کے حضور میں ادب سے کھڑا ہے اور نہایت دلکش آواز میں یہ اعلان کر رہا ہے۔ مبارک ہو ملکوتِ الٰہی کا ظہور ہو گیا۔ اور "محبوب العالمین" اپنے عرش پر جلوہ گر ہے۔ مبارک ہو ملاقات اور دیدار کا وقت آ پہنچا۔ عرفان کے راستے کھول دیئے گئے۔ سب عاشقوں اور عارفوں کے لئے صلائے عام ہے۔ مظہرِ مقدس کے ذریعے نورِ ظہور آشکار ہے۔ اہلِ نظر آئینۂ مظہرِ جمالِ حقیقی کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔

حجاب اٹھا دیا گیا۔ جلوۂ محبوب بے نقاب ہے۔ برقِ تجلی سے کمزور آنکھیں چکا چوند ہو رہی ہیں۔ پردۂ اوہام میں رہنے والے گھبرا رہے ہیں۔ افقِ الہام سے یقین کا آفتاب نکل آیا۔ تمر شبہات کی تاریکیوں میں رہنے والے ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ مظہرِ ظہور اللہ کا نمایندہ ہے اور سلطنت و عزتِ الٰہیہ کا مشاہدہ کرانے والا ہے۔ پھر بھی اہلِ حجاب منہ بگاڑ رہے ہیں اور اس پر طرح طرح کے بہتان لگا رہے ہیں جو صرف اُن کے نفسانی پھندے ہیں جن میں وہ خود مکڑی کی طرح پھنس کر ہلاک ہو رہے ہیں اور افسوس کہ انھیں اپنی حالت کی خبر نہیں۔

سماعت و بصارت رکھنے والو! کیوں نہیں سُنتے اور کیوں نہیں دیکھتے۔ کیا تمھاری قوتِ سامعہ، مفکرہ اور قوتِ باصرہ نابود ہو چکی ہے؟ کیا ہوا کہ تمھیں ہوش نہیں آتا اور تم اپنے محبوب کی جانب تیزی سے قدم نہیں بڑھاتے؟ تمام پیغمبروں نے بشارتیں دی تھیں۔ تمام کتابوں نے خوش خبریاں سُنائی تھیں تم سب بڑے شوق سے اپنے پیارے موعود کے منتظر تھے۔ اب جبکہ وہ ظاہر ہو گیا تم سب کچھ بھول گئے۔ کیا بات ہوئی کہ اب تم میں وہ شوقِ انتظار دکھائی نہیں دیتا۔ کیا تمھیں الہامی وعدوں میں شک ہو گیا؟ یا تمھاری روحیں مایوسی کی غنودگی میں مبتلا ہو گئیں؟ کیا تم انتظار کرتے کرتے تھک گئے اور تمھارا محبوب نہ آیا۔ کیا اب تم اس سے ناامید ہو گئے ہو۔ سنبھل جاؤ۔ اُٹھو۔ آنکھیں کھولو۔ دیکھو وہ محبوب سامنے موجود ہے۔ اگر تم نے یہ ندا نہ سُنی تو تم پر افسوس۔ اگر تم نے یہ جلوہ نہ دیکھا تو تم پر افسوس۔ اگر تم اپنے محبوب کی لقا سے محروم رہے تو تم پر افسوس۔ اگر تم پیغمبروں کے وعدوں میں شک کرتے ہو تو تم پر افسوس۔ اگر تم روحانی دنیا سے خارج کر دیئے گئے ہو تو تم پر افسوس اگر تم صرف مادی چیزوں کو مطلوب و محبوب سمجھ بیٹھے ہو تو تم پر افسوس اگر تم اعلانِ ظہور سُن کر بھی متوجہ نہ ہوئے تو تم پر افسوس۔ اگر تم نے ان باتوں کو بناوٹی سمجھا تو تم پر افسوس۔ خدائے ربّ العزت کی قسم یہ باتیں سچ ہیں۔ اور زیادہ وقت نہیں گذرے گا کہ تم ان کی سچائی سمجھ جاؤ گے۔ ہر پیغمبر کی باتوں کو لوگ فضول اور بے بنیاد ہی سمجھتے رہے لیکن وقت نے بتا دیا کہ لوگ غلطی پر تھے اور پیغمبر جو کچھ کہتے تھے سچ کہتے تھے۔

محبت و صداقت کی قسم، تمھارا محبوب موعود تشریف لے آیا ہے۔ شک و اضطراب کی بھنور میں نہ پڑو۔ عین الیقین سے دیکھو تو بجز اقرار و اعتراف کے اور کوئی راہ نہیں اور اگر اس ظہورِ حق کو قبول نہ کرو گے تو تمام پیغمبروں کی طرف سے تمھارے دلوں میں بے اعتمادی پیدا ہو جائے گی۔

دلیل و حجت کی قسم! اگر حضرت بہاءاللہ کا ظہور حق نہیں ہے تو پھر عالم میں کوئی ظہورِ حق نہیں ہے۔ جو کوئی اس ظہور کی صداقت کو نہ مانے گا وہ دنیائے ہستی میں کسی ظہور کی صداقت ثابت نہیں کر سکیگا۔

اے صاحبانِ ایقان! اگر دنیا بھر میں ایک بھی پرستارِ حق نہ ہو تو بھی ذاتِ حق کو نقصان نہیں۔ آفتاب حقیقت اپنی ذاتی نورانیت میں کامل و مکمل ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ سب اسی کے محتاج ہیں۔ دنیا والے اگر اس طرف متوجہ نہ ہونگے تو اپنا ہی نقصان کرینگے۔ وما علینا الا البلاغ المبین

شہودِ یومِ موعود

انوارِ قیامت

نہایت خوشی کی بات ہے کہ فاضل مدیر اہلحدیث نے مسئلہ قیامت کے متعلق بحث کو اُصولی طور پر اٹھایا ہے۔ چنانچہ اہل حدیث ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۱ء میں اس بحث کو منقح اور محقق کر دینے کے لئے موضوعِ بحث نئے سرے سے پیش فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :-

ہمارا عقیدہ از روئے قرآن مجید یہ ہے جسے ہم پہلے کئی دفعہ شائع کر چکے ہیں کہ روزِ قیامت ایک خاص زمانے کا نام ہے جس کے دو حصے ہیں۔ اوّل حصے میں سب اشیاء اپنی موجودہ ہیئات اور اشکال میں فنا ہو جائیں گی۔ دوسرے حصے میں لوگ قبروں سے نکل کر اپنے نیک و بد اعمال کی جزا پائیں گے۔"

اہل بہاء کا اعتقاد ہے کہ روزِ قیامت سب اشیاء کی موجودہ ہیئات و اشکال کا فنا ہو جانا اور پھر لوگوں کا زمین کی قبروں سے نکلنا" کلامِ الٰہی سے ہرگز ثابت نہیں ہے۔ قیامت فنائے عالم کا نام نہیں ہے۔ اس کی تفصیل کو کتب ہند۔ بہائی سیکزین اور پرسیا میں بار بار ہو چکی ہے۔ اصل بحث یہی ہے کہ کیا قیامت کو فنائے عالم سے کچھ تعلق ہے اور کیا واقعی روزِ قیامت تمام اشیاء فنا ہو جائیں گی۔ فاضل مدیر اہلحدیث فرماتے ہیں کہ زمانۂ قیامت کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں فنا ہے دوسرے میں حشر نشر" (اہلحدیث ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۱ء)

ہمیں اس سے قطعی اختلاف ہے۔ ہماری تحقیق میں قیامت اسی دنیا میں پیغمبر برحق کی بعثت سے برپا ہوتی ہے۔ قیامت میں دُنیا کا فنا ہو جانا بالکل غلط ہے اور کلامِ الٰہی سے ثابت نہیں ہے۔ بس اصلی بحث یہی ہے کہ کیا قیامت میں دنیا فنا ہو جائے گی؟ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ دنیا فنا ہو جائے گی تو قیامت کا وہی مفہوم درست ہوگا جو عام مسلمان اور مدیر اہلحدیث مانتے ہیں اور اگر قیامت کے دن دنیا کا فنا ہو جانا ثابت نہ ہو تو پھر عام مسلمانوں اور مدیر اہلحدیث کا اعتقاد قطعاً غلط ہوگا۔ اس لئے ہم اسی نقطۂ بحث کی تنقیح کرتے ہیں۔

فاضل مدیر اہلحدیث قیامت کے دو حصے کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"پہلے حصہ میں دنیا کی سب چیزیں فنا ہو جائیں گی۔ دوسرے حصے میں انسانی اجساد کا حشر نشر ہوگا۔ قرآن مجید میں پہلے حصہ کو نفخۂ اولیٰ اور دوسرے کو نفخۂ ثانیہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔"

(اہلحدیث ۳۰ اگست ۱۹۴۱ء)

دو نفخوں کا ذکر سورۂ زمر میں ہے۔ نفخۂ اولیٰ کے بارے میں فرمایا ہے ونفخ فی الصور فصعق من فی السموٰت ومن فی الارض الا من شاء اللہ۔ صور پھونکا جائے گا تو بلندیوں اور پستی کے لوگ بے ہوش ہو جائیں گے۔ ہاں جسے خدا چاہے وہ بیہوش بھی نہ ہوگا۔ ہم

اس آیت پر تفصیل سے پہلے مضامین میں روشنی ڈال چکے ہیں۔ اب پھر خلاصہ عرض کرتے ہیں کہ اس آیت میں چند صریح الفاظ ایسے ہیں جو قیامت میں فنائے عالم کے بالکل خلاف، اشیاءِ عالم کی موجودگی کا اعلان کر رہے ہیں (۱) صَعِق جس کے معنی بے ہوش ہونا ہیں۔ فنا اور معدوم ہونا یا ذرات میں تبدیل ہو جانا نہیں ہیں۔ بیہوشی کا لفظ کھلا ثبوت ہے کہ لوگ موجود رہیں گے۔ فنا نہ ہونگے۔ جیسا کہ دوسری جگہ قرآن مجید میں تجلی طور کے ذکر میں فرمایا ہے وخرّ موسیٰ صَعِقا کہ حضرت موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے تو کیا بیہوش ہونے سے یہ مراد ہے کہ حضرت موسیٰ کا وجود فنا ہو کر ذرات میں متبدل ہو گیا اور وہ معدوم ہو گئے تھے۔ ہرگز نہیں۔ حضرت موسیٰ ویسے ہی موجود تھے جیسے پہلے تھے۔ پس لفظ صَعِق عقیدۂ فنا کے خلاف چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ قیامت کے نفخۂ اولیٰ میں فنا ہرگز ہرگز نہیں ہوگی۔ (۲) اس آیت مبارکہ میں دوسرا منصوص اور صریح لفظ مَنْ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ صعقۂ قیامت کا تعلق صرف ذوی العقول سے ہی کیونکہ لفظ مَنْ لسانِ عرب میں ذوی العقول کے لئے آتا ہے۔ تو یہ من بھر کا پتھر ہے جو نفخۂ اولیٰ میں اشیاءِ عالم کی فنا کے خیالی سوراخ کو بند کر رہا ہے پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہاں اشیائے عالم کی فنا کا ذکر تک نہیں۔

(۳) اس آیت مبارکہ میں لفظ اِلَّا استثنائیہ تیغ برہنہ کی طرح فنائے عام کے عقیدۂ موہومہ کا سر کاٹ رہا ہے اور باآواز بلند کہہ رہا ہے کہ نفخۂ اولیٰ میں اشیائے عالم تو درکنار سب انسانوں کے بیہوش ہونے کا خیال بھی سراسر غلط ہے بلکہ بہت لوگ ہونگے جو مشیتِ الٰہی کے ماتحت باہوش و مطمئن ہونگے۔ چنانچہ اس امر کی تنصیص و تصریح قرآن مجید نے یوں فرمائی ہے

ویوم ینفخ فی الصور ففزع من فی السمٰوٰت ومن فی الارض الا من شاء اللہ (سورۂ نمل ع ۱۳)	اور جس دن صور پھونکا جائیگا تو بلندیوں اور پستی والے گھبرا جائینگے اور ایسے لوگ بھی ہونگے جو خود اکی مشیت کے ماتحت گھبرائیں گے بھی نہیں۔

اس آیت مبارکہ میں صعق کی تفسیر ففزع فرما دی۔ یعنی گھبراہٹ ہوگی۔ گھبراہٹ تو تبھی ہو سکتی ہے جب لوگ زندہ موجود ہوں۔ بلکہ گھبراہٹ سے محفوظ رہنے والوں کی نسبت اسی آیت کے آگے فرماتا ہے وھم من فزع یومئذ اٰمنون ہ کہ وہ اس وقت گھبراہٹ سے مامون و مصئون ہونگے (اور ظاہر ہے کہ جب پرانے دین کے زمین آسمان ٹوٹتے ہیں اور نئی شریعت کا نظامِ جدید برپا ہوتا ہے تو تمام چھوٹے بڑے گھبرا اٹھتے ہیں) اس وقت مدعا یہ ہے کہ صعق کی تفسیر ففزع خود خداوند عالم نے فرما دی ہے۔ اب نتیجہ خوب یاد رکھئے کہ وہ آیت مبارکہ جس میں دو نفخوں کا ذکر ہے نفخۂ اولیٰ کے متعلق یہ تصریحات کرتی ہے

(۱) اشیائے عالم کی فنا کا ذکر کچھ نہیں صرف ذوی العقول کا ذکر ہے۔

(۲) ذوی العقول کی فنا کا ذکر نہیں صرف بیہوشی یا گھبراہٹ کا ذکر ہے۔

(۳) سب لوگوں کی گھبراہٹ کا ذکر بھی نہیں بلکہ بعض لوگوں کی گھبراہٹ کا ذکر ہے۔ مختصر لفظوں میں یوں سمجھو کہ نفخۂ اولیٰ میں کچھ لوگ گھبرائینگے اور کچھ لوگ اطمینان سے رہیں گے۔ اس سے فنائے عالم یا اشیاءِ موجودہ کی اشکال و ہیئات کا فنا ہو جانا کہاں؟ اور کیسے ثابت ہوا۔ لا واللہ۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ جب اس آیت مبارکہ میں جس میں نفخۂ اولیٰ و نفخۂ ثانیہ کا ذکر ہے ایسے صریح الفاظ موجود ہیں جو نفخۂ اولیٰ میں فنا کے خلاف اور لوگوں کے موجود اور مطمئن رہنے کا اعلان ہیں تو ایسی نصِ قطعی کے مقابلے میں یہ کہنا کہ نفخۂ اولیٰ میں دنیا کی سب چیزیں فنا ہو جائیں محض نہایت بے بنیاد اور سراسر غلط ہے۔

اب جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ نفخۂ اولیٰ میں بھی لوگ زندہ۔ موجود و مطمئن رہینگے تو یہ تفریق ہرگز تسلیم کے قابل نہیں کہ نفخۂ اولیٰ میں فنا ہوگی اور نفخۂ ثانیہ میں حشر نشر۔ چونکہ یہ بنیاد ہی منہدم ہو گئی اس لئے قرآن مجید میں جس قدر آیات نفخِ صور کے متعلق ہیں ان میں درحقیقت کرنا کہ بعض تو فنا کا بیان کرتی ہیں اور بعض حشر نشر کا۔ یہ خیال کسی طرح درست نہیں۔ فنا کا کہیں

ذکر ہی نہیں۔ للہ قرآن مجید پر آزاد غور کیجئے۔ کلام الٰہی کے صریح الفاظ ہوتے ہوئے ایسی غلط فہمیاں واللہ قیامت کی بے ہوشی ہے۔ پھر ہم نفخ صور کی دیگر آیات قرآنیہ کو مدنظر رکھ کر دیکھتے ہیں تو صاف واضح اور ثابت ہوتا ہے کہ نفخ صور اس دنیا کے موجود ہوتے ہوئے واقع ہوگا۔ اور اس کا فنا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مثلاً سورۂ کہف میں فرمایا کہ یاجوج ماجوج ذوالقرنین کی لگائی ہوئی روک میں قیامت تک رہینگے۔ اور یوم موعود میں وہ ایک دوسرے پر ریل پیل کریں گے۔ اور صور پھونکا جائے گا تو ہم سب کو اکٹھا کر دینگے۔" اس آیت میں صاف ہے کہ ان قوموں کے دنیا میں رہتے ہوئے یہ نفخ صور ہوگا جو مسلمہ طور پر نفخۂ اولیٰ ہے۔ مگر ہاں نفخۂ اولیٰ میں فنا کا ذکر مطلق نہیں۔ سب کو جمع کرنے کا ذکر ہے۔

نیز سورۂ یٰسین ع۴ میں فرمایا ہے کہ یہ لوگ ایک آواز کا انتظار کر رہے ہیں جو انھیں ایسی حالت میں آلیگی جب آپس میں جھگڑتے ہونگے تو نہ کچھ وصیت کرسکیں گے نہ گھر لوٹ سکیں گے اور صور پھونک دیا جائے گا سو یہ لوگ گرداگھوں سے نکل کر اپنے پروردگار کی طرف چلیں گے۔ یہاں بھی دنیا کی زندگی میں رہتے ہوئے جو آواز صور سنیں گے اس کا ذکر ہے جو نفخۂ اولیٰ ہے نہ کہ نفخۂ ثانیہ۔ مگر اس نفخۂ اولیٰ کے ساتھ ہی ان لوگوں کے گرداگھوں سے نکلنے کا ذکر ہے فنا کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

انصعاق کی حقیقت

صور پھونکنے سے ندائے الٰہی کا بلند ہونا مراد ہے جو منادیِ حق یعنی پیغمبر وقت کے ذریعے ہوتا ہے چنانچہ سورۂ ق میں صور کی جگہ ندائے منادی اور آوازِ حق کہکر صور کی تفسیر فرمادی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے

واستمع یوم ینادِ المنادِ من مکانٍ قریبٍ یوم یسمعون الصیحۃ بالحق ذٰلک یوم الخروج	خوب توجہ سے سنو جس دن منادیِ الٰہی ندا بلند کرے گا۔ قریب جگہ سے جس دن لوگ آوازِ حق سنینگے۔ یہی ظہور کا دن ہے۔

اسی حقیقت کو دعوتِ داعی کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ جیسا کہ سورۂ قمر میں ارشاد ہے۔

یوم یدع الداع الیٰ شیءٍ نکر	جس دن داعی ایک ان چاہی چیز کی طرف دعوت دیگا۔

منادی سے مراد پیغمبر وقت ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں موسیٰؑ کی زبانی کہا گیا ہے "ربنا انّنا سمعنا منادیًا ینادی للایمان" اے ہمارے مولیٰ! ہم نے اس منادی کی آواز کو سن لیا جو ایمان کیلئے پکار رہا ہے۔ یہی ندائے الٰہی کو سن کر قبول کرنے والے مومن فزعِ اکبر سے مستثنیٰ اور بیہوشی و بے خبری سے محفوظ ہیں۔ اور باقی لوگ بڑی گھبراہٹ میں گرفتار اور بے خبری و بے حسی کا شکار ہیں۔ خداوند عالم فرماتا ہے ذرھم فی سکرتھم یعمھون۔ اے رسول! انھیں ان کی بیہوشی میں چکراتا ہوا چھوڑ دے۔ اسی بات کو قیامت کبریٰ کی نسبت سورۂ حج میں یوں ذکر فرماتا ہے

وتری الناس سکاریٰ ولکن عذاب اللہ شدید	اور تو لوگوں کو بے ہوش دیکھیگا اور وہ بے ہوش نہ ہونگے۔ مگر خدا کا عذاب نہایت سخت ہوگا۔

یعنی خدا سے دوری و مہجوری اور غفلت ایک عالمگیر عذاب کی صورت میں نمایاں ہوگی۔

کلا انھم عن ربھم یومئذٍ لمحجوبون ۰	ہرگز نہیں۔ وہ لوگ اپنے پروردگار سے محجوب و محروم ہونگے۔

خداوند عالم سے بُعد اور محرومی سے بڑھکر کوئی عذاب نہیں سب عذابوں کا اصل عذاب یہی ہے۔ لیکن منصعق اور سکاریٰ جو غفلت کے نشے میں چور ہیں حیرت کے چکر میں پڑے ہوئے اس حقیقت کا احساس نہیں کرسکتے۔ یہی انصعاق کی حقیقت ہے۔ عجیب بات ہے کہ اس حقیقت کو ہر بعد والی اُمت اپنے سے قبل کی امت کے متعلق خوب سمجھتی اور اعلان کرتی ہے مگر اپنے حق میں اس احساس سے محروم ہے مسیحی یہود یوں کو۔ مسلمان مسیحیوں کو بے ہوش دیکھ اور مان رہے ہیں کہ انھوں نے حضرت مسیح اور حضرت رسول کے

ظہور برحق کو نہ پہچانا۔ اسی لئے انھیں قرآن مجید میں صمٌّ بکمٌ عمیٌ اور بے ہوش کہا گیا ہے

نفخۂ اولیٰ پر ایک اور نظر

فاضل مدیر اہلحدیث نے آیت مبارکہ حُمِلَتِ الارض والجبال فدکتا دکۃ واحدۃ کو زمین کے فنا ہونے اور پہاڑوں کے ریزہ ریزہ ہو جانے پر مصرح بلکہ اصرح بتایا ہے۔ اور اس کے متعلق لکھا ہے کہ "قیامت کے پہلے حصے کا ذکر اصرح طور پر مندرجہ ذیل آیات میں ملتا ہے فاذا نفخ فی الصور نفخۃ واحدۃ وحملت الارض والجبال فدکتا دکۃ واحدۃ فیومئذ وقعت الواقعۃ (پ ۲۹ ع) اس بیان سے اصرح طور پر معلوم ہوا کہ دکت الارض کا واقعہ نفخۂ اولیٰ میں ہوگا۔

اب ذرا یہ آیت مبارکہ بھی ملاحظہ فرمایئے کلا اذا دکت الارض دکا دکا وجاء ربک والملک صفا صفا وجیء یومئذ بجھنم (سورۂ فجر) خبردار جب زمین ریزہ ریزہ کر دی جائیگی اور تیرا رب اور فرشتے صف بصف آئیں گے اور اس دن جہنم لائی جائے گی

اس آیت میں دکت الارض کے ساتھ ہی رب اور فرشتوں کا آنا۔ اور جہنم کا لایا جانا مذکور ہے جو فاضل مدیر اہلحدیث کے نزدیک نفخۂ ثانیہ کیا ہوگا۔ مگر نفخۂ اولیٰ میں جو چیز اصرح ہے یعنی دکت الارض وہ یہاں نفخۂ ثانیہ کے حالات میں ذکر ہو رہی ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ نفخۂ اولیٰ اور نفخۂ ثانیہ میں یہ تفریق کہ نفخۂ اولیٰ فنا کا نفخہ ہے اور نفخۂ ثانیہ میں جنت و جہنم ہوگا درست نہیں ہے اور جب فنائے عالم قطعاً ثابت نہیں تو دکت الارض والجبال سے فنا ہرگز مراد نہیں ہو سکتی

اب لغتِ عرب کی میزان لیجئے

فاضل مدیر اہلحدیث فرماتے ہیں "ہم چاہتے ہیں کہ جس بات کا بہائی لوگ ہم سے تقاضا کرتے ہیں ہم بھی ان سے اسی کا تقاضا کریں" وہ یہ کہ قرآن کی تفسیر و تعیین مدعا کرنے میں لغتِ عرب کی پابندی کی جائے" قادیانی صاحب نے صاف لفظوں میں اعتراف کیا ہے کہ فرقۂ بہائی لغتِ عرب کا پابند ہے" (اہلحدیث ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۱ء)

اب ہم قرآن مجید کے لفظ دکت پر لغتِ عرب سے روشنی ڈالتے ہیں اور اس کی حقیقت بتاتے ہیں۔ عربی کی مشہور اور زبردست کتاب لغت "لسان العرب" کے حوالے ذیل میں ملاحظہ فرمایئے۔

"واصل الدک الکسر" دک اصل میں توڑنے کو کہتے ہیں۔ "الدکۃ والدکان الذی یقعد علیہ" دکہ اور دکان چبوترے کو کہتے ہیں۔ "ارض مدکوکۃ اذا کثر بھا الناس" اس زمین کو مدکوک کہتے ہیں جس پر آدمی بہت ہوں "تداک علیہ القوم ازدحموا" تداک جو دک سے ہی بنا ہے اس کے معنی ہیں کہ لوگوں کا اژدہام ہو گیا۔

عربی لغت کی معروف کتاب قاموس المحیط کے حوالے ملاحظہ فرمایئے۔ "الدک الدق والھدم" دک یعنی کوٹنا اور گرانا "والمستوی من المکان" ہموار جگہ۔ "وبسطۃ صعود الارض وھبوطھا" زمین کی اونچی نیچی جگہ کو برابر اور ہموار کر دینا۔ "والدکۃ والدکان بناء یسطح اعلاہ للمقعد" دکہ اور دکان وہ جگہ جس کا اونچا حصہ بیٹھنے کے لئے سطح مستوی یعنی ہموار بنا لیا جاتا ہے۔

نیز ملاحظہ ہو کتاب مختار الصحاح:۔

"الدک الدق وقد دکہ ضربہ وکسرہ حتی سواہ بالارض" دک یعنی کوٹنا۔ دکہ کے معنی یہ ہیں کہ اس پر چوٹ لگائی اور اسے توڑا یہاں تک کہ اسے زمین سے ملا دیا۔

قرآن مجید کی لغات پر امام راغب کی خاص کتاب "المفردات فی غریب القرآن" میں لفظ دک کے معنی ملاحظہ فرمایئے۔

الدک الارض اللینۃ السھلۃ } دک نرم و خوش آئند زمین

وقد دکّہ دکّا۔ قال تعالیٰ وحملت الارض والجبال فدکتا دکّۃً واحدۃً وقال ودکّت الجبال دکّا ای بمنزلۃ الارض اللینۃ وقال اللہ تعالیٰ فلما تجلّی ربّہٗ للجبل جعلہٗ دکّا۔ ومنہ الدکان والدکدک رمل لینۃٌ وارضٌ دکّاءُ مستویۃٌ والجمع الدکّ ودنا قۃٌ ودکّاء لاسنام لہا تشبیہا بالارض الدکّاء"

"دکّہ دکّا" یعنی اسے نرم کر دیا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اور ارض وجبال اٹھائی جائینگے تو وہ یکساں نرم کر دیئے جائینگے۔ اور فرمایا ہے دکّت الجبال دکّا یعنی پہاڑ نرم زمین جیسے کر دیئے جائینگے۔ اور فرمایا ہے جب خدا نے پہاڑ پر تجلی فرمائی اسے نرم کر دیا۔ اور اسی لفظ دکّ سے دکّان ہے اور "دکدک" نرم ریت کو کہتے ہیں اور "ارض دکّا" یعنی ہموار زمین اس کی جمع "دکّ" ہے اور اس اونٹنی کو بھی دکّاء کہتے ہیں جس کے کوہان نہ ہو "ارض دکّاء" ہموار زمین سے تشبیہ کی بنا پر ایسی اونٹنی کو دکّاء کہا جاتا ہے۔

خلاصہ لغات

"دکّ" کے معنی توڑنا۔ کوٹنا۔ گرانا۔ ہموار کرنا۔ نرم وخوش آیند۔ "ارض مدکوکہ" ہموار زمین اور وہ زمین جس پر بہت آدمی جمع ہو جائیں۔

اب اس بنا پر قرآن مجید میں جہاں جہاں ارض وجبال کے متعلق دکّ آیا ہے وہاں لغوی ظاہری مادی معنی یہ ہوئے کہ زمانۂ موعود میں زمین کی اونچائی نیچائی توڑ کر ہموار کر دی جائے گی۔ زمین ہموار ہو جائے گی اور اس پر آدمیوں کی کثرت ہو جائے گی۔ یہ ایسے الفاظ ہیں جو لغت عرب میں صفات وصریح ہیں۔ تمدن کے بڑھنے اور زمین اور پہاڑوں کے صاف وہموار اور آباد ہونے کی خبر ہے جو اس زمانۂ موعود میں تمام دنیا کی آنکھوں کے سامنے واقعہ بن کر رہ گئی ہے۔ مترجمین قرآن نے لفظ دکّت پر گہری نظر نہیں رکھی۔ دکّت میں توڑنے اور کوٹنے کے ساتھ یہ مفہوم بھی ہے کہ ہموار بنا دیا جائے۔ نرم وخوش آیند کر دیا جائے۔ اس پر آدمی زیادہ ہو جائیں

لیکن عام غلط عقیدے کی بنا پر نہ صرف آیاتِ قرآن کے مفہوم پر حجاب ڈال دیا گیا بلکہ حقیقتِ لغت کو بھی مدِ نظر نہ رکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قیامت کا مسئلہ ایک گورکھ دھندہ بنا دیا گیا۔ جسے قرآن سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ جو لغتِ عرب کی میزان پر بالکل وزن سے خارج ہے۔ پھر

لغتِ عرب کا ایک اور پہلو

ملاحظہ فرمائیے کتاب "اقرب الموارد":۔

ارض۔ کل ما سفل فھو ارض۔ ہر نیچی چیز کو "ارض" کہتے ہیں محاورۂ عرب ہے۔ یقال من اطاعنی کنتُ لہٗ ارضًا۔ جو میری زمین ہوگا میں اس کے لئے "زمین" ہو جاؤں گا۔ اردو فارسی میں اسے موقع کے لئے کہا جاتا ہے۔ "دیدہ دل فرش راہ" کل ما سفل کا ایک مفہوم "مکث" بھی ہے۔ ارض ہر نچلی چیز کو کہتے ہیں۔ تو یہ لفظ روحانی ودینی پستی پر بھی اطلاق پاتا ہے۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے ولو شئنا لرفعنٰہ بھا ولٰکنّہٗ اخلد الی الارض واتبع ھواہ ( ) ہماری مشیت کے مطابق ہوتا تو ہم اُسے آیات کے ذریعے بلند مقام دیتے۔ لیکن وہ شخص خود ہی پستی کی طرف جھک گیا۔ یعنی نفسانی خواہشوں کا تابع ہو گیا۔

جبال۔ جس طرح زمین کو "ارض" اس لئے کہتے ہیں کہ وہ قدموں کے نیچے رہتی ہے کیونکہ ارض کے اصل معنی کل ما سفل یعنی ہر نیچی چیز ہیں زمین بھی اس کا ایک مورد ومصداق ہے۔ اسی طرح لفظ جبل پر غور فرمائیے جبل کے اصل معنی میں مضبوط اور بڑے ہونے کا مفہوم ہے۔ اسی مفہوم در حقیقت کے لحاظ سے پہاڑ کو بھی جبل کہا جاتا ہے۔ یقال للرجل اذا کان غلیظا انہ لفی وجبلۃ (لسان العرب) ذو جبلۃ اس شخص کو کہتے ہیں جو موٹا ہو۔ "الجبل کل وتد عظم رطال" وسید القوم وعالمھم (قاموس المحیط) "جبل" زمین کے ہر ایک اس حصے کو کہتے ہیں جو بڑا اور اونچا ہو اور قوم کا سردار اور عالم کو بھی کہتے ہیں۔ سید القوم وعالمھم یقال فلان جبل قومہٖ (محیط المحیط) سردار قوم اور عالم قوم کو جبل کہتے ہیں۔ محاورہ ہے

کہ فلاں آدمی اپنی قوم کا جبل ہے"۔ یقالُ فلانٌ جبلٌ من الجبال اذا کان عزیزاً" (لسان العرب) عرب میں محاورہ ہے کہ معزز انسان کے متعلق کہتے ہیں کہ فلاں آدمی پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔ کیونکہ لفظِ جبل کی حقیقت بڑائی اور مضبوطی ہے جو مادی طور پر پہاڑوں میں پائی جاتی ہے اسی لئے پہاڑوں کو جبال کہتے ہیں۔ معنوی طور پر سردارانِ قوم میں پائی جاتی ہے انھیں زبانِ عرب میں جبال کہتے ہیں۔ چنانچہ معنوی مضبوطی اور اخلاقی بلندی کی بنا پر مومنوں کو خداوند عالم نے جبال کہا ہے۔ سورۂ ابراہیم میں ارشاد ہے :-

وان کان مکرھھم لتزول منہ الجبال ۔ | مخالفینِ دین کی ساری مکر و تدبیر اسی لئے ہے کہ اس کے ذریعے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں۔

یہاں مسلّمہ طور پر جبال سے مراد مومنین ہیں۔ کیونکہ زمینی پہاڑوں کو گرانے کیلئے کافروں نے کوئی مکر و فریب کبھی نہیں کیا تھا۔ اس آیت میں جبال سے احکامِ شریعتِ اسلام بھی مراد لئے گئے ہیں۔ چنانچہ تفسیر جلالین میں لکھا ہے :-

وقیل شرائع الاسلام المشبھۃ بھا فی القرار والثبات (سورۂ ابراہیم) | اس آیت میں جبال یعنی پہاڑوں سے مُراد احکامِ شریعتِ اسلام بھی لئے گئے ہیں جو قرار و ثبات میں پہاڑوں کی مانند ہیں۔

خلاصۂ لغات

ارض کے معنی "پستی"۔ نچلی چیز۔ ماتحت۔ جبال سے مراد سرداران قوم، علماء۔ مومن، احکامِ شریعت،

لغاتِ ذیل بھی یاد رکھئے :-

رج ۔ التحریک والتحرک والاھتزاز والحبس وبناء انباب (قاموس) رج کے معنی ہیں ہلانا۔ ہلنا۔ جھومنا۔ بند کرنا۔ دروازہ بنانا۔ تحریک الشیٔ وازعاجہٗ وزجرجبۃ الاضطراب (مفردات راغب) کسی چیز کو ہلا کر اکھیڑنا۔ زجر جبہ اضطراب کو کہتے ہیں۔

بس ۔ السوق اللین ۔ اتخاذ البسیسہ ۔ وارسال المال فی البلاد وتفریقھا (قاموس) بس کے معنی ہیں آہستہ ہانکنا۔ جیسے پانی میں ستو ملاتے ہیں کسی چیز کی سانی بنانا۔ شہروں میں مال بھیجنا اور جگہ جگہ کرنا۔

وفی الحدیث جار اھل الیمن یبتسون عیالھم ای کانوا یسوقونھم (مفرداتِ راغب)

حدیث میں ہے اہل یمن اپنے اہل و عیال کو ہانکتے ہوئے لائے۔ جس کے لئے یہاں لفظ "یبتسون" استعمال ہوا ہے۔

بست الجبال بسّا ای فُتّتت او سُیّرت وسیقت کما تُبس الابل (کنز العلوم واللغۃ) پہاڑ ٹکڑے کئے جائیں یا چلائے جائیں جیسے اونٹ ہانکے جاتے ہیں۔

نسف ۔ نسفت الریح اقتلعتہ وازالتہٗ (مفرداتِ راغب) نسف کے معنی اُکھیڑنا اور جگہ سے ہٹانا ہیں۔

قاع ۔ المستوی من الارض (مختار الصحاح)

صفصف ۔ المستوی من الارض کانہٗ علی صف واحد (مفرداتِ راغب)

قاع اور صفصف کے معنی ہیں سیدھی زمین اور ہموار جگہ۔

لُغتِ عرب کے مطابق آیات کے معانی

اب ہم اُن آیات کو لے کر جنھیں فاضل مدیر الحدیث نے فنائے عالم کے ثبوت میں پیش کیا ہے لُغتِ عرب کے مطابق ان کے معانی لکھتے ہیں۔ وہ آیات یہ ہیں :-

(۱) فاذا نفخ فی الصور نفخۃٌ واحدۃٌ وحملت الارض والجبال فدکتا دکۃً واحدۃً (حاقۃ) (الحدیث ۲۰ جون ۱۹۴۱ء)

(۲) اذا رجّتِ الارض رجّا وبُسّتِ الجبال بسّا فکانت ھباءً منبثّا (واقعہ) (الحدیث ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۱ء)

(۳) ویسئلونک عن الجبال فقل ینسفھا ربی نسفا فیذرھا قاعاً صفصفا لا ترٰی فیھا عوجا ولا امتا (طٰہٰ) (الحدیث ۲۶ ستمبر ۱۹۴۱ء)

(۴) انا لجاعلون ما علیها صعیدا جرزا (پ ۱۵ ع ۱۳) (الکہف و تیم نمبر ۱۶)

اب ہم ان آیاتِ مبارکہ کے معانی و مطالب لغتِ عرب کے ماتحت لکھتے ہیں لغات جو ہم سلسلۂ گذشتہ میں لکھ چکے ہیں انھیں خوب توجہ سے سامنے رکھئے اور کلام حق کو سمجھئے۔

پہلی آیت کے معنی

جب ایک بار صور پھونکا جائے گا اور مٹی اور پہاڑ اٹھائے جائیں گے۔ لادے جائیں گے تو دونوں کو ٹکرا کر یکساں ہموار کر دیئے جائینگے۔ نرم و خوش آیند بنا دیئے جائینگے اور ان پر آدمیوں کی آبادی زیادہ ہو جائے گی۔

دوسرے پہلو سے یہ معنی ہوئے۔ جب ماتحت لوگ اور سردارانِ قوم اپنی اپنی جگہ سے اٹھائے جائینگے۔ ان کی قوت توڑ دی جائے گی۔ سلاطین اور علماء اپنی جگہ سے گرا دیئے جائیں گے۔ احکام شریعتِ سابقہ زائل ہو جائینگے۔ چنانچہ یہ واقعات آجکل دنیا کی نظر کے سامنے ہیں۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے کتنے بادشاہ گر گئے شریعت اسلام کے احکام زائل اور ساقط العمل ہو گئے۔ روز بروز یہ واقعات شدت حاصل کرتے جا رہے ہیں۔

دوسری آیت کے معنی

جب زمین کو ہلا کر اکھیڑا جائے گا۔ اس کے دروازے بنائے جائینگے۔ اور پہاڑوں کو پھوڑ کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے اور باریک ذرے کر دیئے جائینگے کسی چیز میں لتھیڑ کر زمین سے ہموار کر دیئے جائینگے۔ جیسے پہاڑ سے پھوڑے ہوئے پتھروں کو ڈائرکٹ یا سیمنٹ میں لتھیڑ کر سڑکوں اور تعمیرات میں لگا رہے ہیں سیمنٹ خود پہاڑ کے پتھروں سے بنتی ہے۔ ان پہاڑوں کے ٹکڑے مال کی طرح مختلف شہروں میں بھیجے جائینگے۔ اور جگہ جگہ کر دیئے جائینگے؟ جیسا کہ آجکل بڑے زور سے یہ کام ہو رہا ہے ایسا کہ دنیا کی آنکھ نے آج تک اس شان سے یہ کام کبھی ہوتے ہمچے نہ دیکھا تھا۔ دوسرے پہلو سے یہ معنی ہوئے کہ ماتحت اور پست لوگ عوام مضطرب ہونگے اور بڑے بڑے لوگ ہانکے جائینگے۔ چنانچہ اس زمانہ میں کتنے بادشاہ بانگ دیئے گئے اور آئندہ بھی ہانکے جائینگے ابھی تو ابتدائے قیامت ہے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

تیسری آیت کے معنی

تجھ سے پہاڑوں کی نسبت دریافت کرتے ہیں۔ ان سے کہدو کہ میرا رب پہاڑوں کو اکھیڑ دیگا۔ اور ان کی جگہ سے ہٹا دے گا۔ سو ان اکھیڑے ہوئے اور اٹھائے ہوئے پہاڑوں کو ایسی ہموار جگہ بنا دے گا جہیں اونچ نیچ گڑھے اور بل پڑے ہوئے دکھائی نہ دینگے۔ چنانچہ موجودہ تمدن و تعمیرات میں ان باتوں کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔

دوسرے پہلو سے یہ معنی ہوئے کہ یہ بڑے بڑے لوگ جو دعوتِ حق کی راہ میں حائل ہیں یہ کیسے ہٹیں گے۔ جواب میں فرمایا میرا رب انھیں جڑ سے اکھیڑ دیگا اور زائل کر دیگا۔ پھر انھیں کو ہموار بنائے گا۔ ان کے سب بل نکال کر سیدھا کر دیگا۔ ان میں ٹیڑھا پن نہ رہے گا۔ وہ نہ ذلت سے کسی کے سامنے سر جھکائینگے نہ تکبر سے سر اٹھائینگے تمام اعمال میں طریق مستوی پر ہونگے۔ چنانچہ ان الفاظ کے ساتھ آیت میں فرماتا ہے۔

یومئذ یتبعون الداعی لا عوج لہ۔ اس دن وہ راست کار داعی کی پیروی کرینگے۔

چند اور آیات

اس سلسلہ میں اب ہم چند اور آیات کے حقائق پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ سورۂ قارعہ میں فرمایا کہ قارعہ یعنی دنیا کی بڑی مصیبت جب آئے گی (جو اب عالمگیر جنگ کی صورت میں آئی ہوئی ہے) تو لوگ پھیلے ہوئے پتنگوں کی طرح ہونگے جو اکٹھے ہو کر آگ میں جا پڑتے ہیں۔ آجکل یہی حال جنگ میں آنکھوں سے دکھائی دے رہا ہے۔

"قارعہ" کے معنی ہیں الشدیدۃ من شدائد الدھر" (مفردات راغب)

عالم کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت "(تصیبھم بما صنعوا قارعۃ)" (رعد ع ۴) ان کی دشکاریوں اور کرتوتوں کی وجہ سے انھیں مصیبت آئیگی۔ سورۂ قارعہ کی آیت میں یہ فرمانے کے ساتھ کہ لوگ پتنگوں کی طرح پھیلے ہونگے فرماتا ہے اور جبال یعنی بڑے بڑے لوگ دھنکی ہوئی اون کی طرح ہو جائینگے۔

کالصوف المنفوش فی حقۃ صیرھا حتی تستوی مع الارض (تفسیر جلالین)

جو اپنی حرکت میں ہلکی ہو کر زمین سے لگ جاتی ہے" اسی طرح بڑے بڑے لوگ عوام اور پست لوگوں کے برابر ہو جائیں گے

اس کے بعد فرماتا ہے جس کی میزانیں بھاری ہونگی وہ خوش زندگی میں رہیگا۔ اور جس کی میزانیں ہلکی ہونگی تو اس کی ماں ہاویہ ہوگی۔ اور جانتے ہو ہاویہ کیا ہے؟ سخت

بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔ "میزان" کے معنی ہیں جس سے چیزوں کی مقدار معلوم کی جاتی ہے ہر شخص کی میزانیں اس کی ادراکی قوتیں ہیں جن سے وہ سب چیزوں کی مقدار معلوم کرتا ہے اس مصیبت کے زمانے میں جس شخص کی ادراکی قوتیں وزن دار ہونگی وہ معاملات میں کامیاب ہوگا اور جس کی ادراکی قوتیں بے وزن ہونگی وہ مصیبت کی بھڑکتی ہوئی آگ میں پڑیگا اور وہ آگ اسکی ماں ہوگی یعنی اس کی گود میں پل کر اُسے ہوش آئیگا یا مر جائیگا۔

پ سورۂ نبأ میں خداوند عالم فرماتا ہے کہ فیصلہ کا دن ایک مقرر وقت ہے جس دن صور پھونکا جائیگا۔ سو تم لوگ فوجیں بن کر آؤ گے اور فضائے بلند کی بندش اور مشکل دور کر دی جائے گی۔ تب بلندی میں دروازے ہو جائینگے یعنی مختلف مقامات پر پہنچنے اور جانے کے فضائی راستے بن جائینگے اور پہاڑ اپنی جگہ سے چلا دیئے جائینگے تو وہ سراب ہو جائینگے۔"

تمدنی حالات کے لحاظ سے لغوی اور ظاہری معنی میں سماء کے کھلنے کا نظارہ بلندی پر ہوائی جہازوں کے پرواز کی صورت میں نمودار ہے۔ سماء کے لغوی معنی بلندی قرآنِ مجید میں بھی ہیں۔ "کانما یصعد فی السماء" گویا وہ شخص بڑی محنت سے بلندی میں اونچا چڑھ رہا ہے۔ ۔ باب کے معنی کسی جگہ جانے کا راستہ و ذریعہ ہیں۔ قرآن مجید میں ہے "فتحنا علیہم ابواب کل شئ" ہم نے اُن پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یعنی راستے اور ذریعے جن سے چیز حاصل ہو۔ روحانی پہلو سے یہ معنی ہوئے کہ آسمانِ فیضِ الٰہی کے دروازے کھول دیئے جائینگے اور جبال پہاڑ اپنی جگہ سے چلا دیئے جائینگے تو وہ سراب ہو جائینگے۔ جبال بڑے بڑے لوگ جن میں علمائے امتِ مرحومہ بھی داخل ہیں جن کی ہستیاں سراب کی مانند رہ گئی ہیں۔ سراب اُس ریگزار کو کہتے ہیں جسے پیاسا دور سے دیکھکر پانی سمجھتا ہے مگر پاس جاکر دیکھتا ہے تو نرا ریت ہی ریت ہے۔ یہی کیفیت آج علمائے زمانہ کی ہے کہ تحقیق اور علمِ حق کے پیاسے دور سے اُن میں علم و عرفان کا پانی دیکھتا ہوا خیال کرتے ہیں مگر جب ان کے پاس جاتے ہیں تو ریگزارِ اوہام کے سوا کچھ نہیں پاتے پیاسے محروم و مایوس اور تشنہ ہی رہ جاتے ہیں۔ آج تمام اقوام کے لیڈروں کا یہی حال ہے کہ نہایت چمکتا ہوا قومی پیاس کو بجھانے والا پانی لوگوں کو دور سے ان کے پاس دکھائی دیتا ہے مگر تجربہ اور مشاہدہ ہی ثابت ہوتا ہے کہ ریت کو پانی سمجھ رہے تھے۔ مختلف اقوام کی تحریکات اور اُن کے علماء اور لیڈروں کی تدابیر و تگاپو و عملیات بھی ایسی ہی کن سرابی خاکے ہیں۔ جو دھوکہ دے دے کر جلد معدوم ہو جاتے ہیں اور قومیں ان ہنگامی و بے حقیقت تحریکات کے ریگستان میں سرگرداں رہ جاتی ہیں۔

اسی حقیقت کو برنگِ دیگر خداوند عالم نے قرآن مجید میں یوں ذکر فرمایا ہے ملاحظہ ہو پ سورۂ نمل ع) کہ جس دن صور پھونکا جائیگا تو بلندیوں اور پستی کے لوگ گھبرا جائینگے بجز ان کے جنھیں خدا کی مشیت گھبراہٹ سے محفوظ رکھے گی اور سب کے سب خدا کے سامنے حاضر ہونگے اور تم پہاڑوں کو دیکھکر انھیں اپنی جگہ سے اٹل خیال کرو گے۔ حالانکہ وہ بدلیوں کی مانند حرکت میں ہونگے۔ یہ خدا کی قدرت کا کام ہوگا۔ بے شک وہ تمھارے اعمال سے باخبر ہے۔ جو شخص بھلائی اختیار کرے گا اسے اُس بھلائی سے خیر و خوبی ملیگی اور یہ لوگ اس دن کی گھبراہٹ سے محفوظ رہینگے۔ اور برائی اختیار کرنے والے اوندھے منہ آگ میں ڈال دیئے جائیں گے۔"

سورۂ نبأ میں اقوام کے لیڈروں کی مرآلی کیفیت کو بیان فرمایا تھا سورۂ نمل کی اس آیۂ مبارکہ میں بھی ان کے متعلق یہی فرمایا ہے وہ دیکھنے میں تو جمے ہوئے دکھائی دینگے لیکن درحقیقت وہ ہلکے بادل کی طرح ہوا میں اُڑتے ہونگے۔ فی الحقیقت آج علمائے زمانہ کی یہی حالت ہے۔ تیز جبال سے مراد احکامِ شریعتِ سالقہ بھی ہیں۔ ان کی بھی یہی کیفیت ہے کہ دیکھنے میں تو بڑے مضبوط اور قائم۔ کتابوں اور لوگوں کی زبان پر چڑھے ہوئے ہیں مگر حقیقت میں وہ ابر کے ٹکڑوں کی طرح پراگندہ ہوکر موجودہ زمانہ کی فضا سے اوجھل چلے جا رہے ہیں۔ اسی سورۂ نمل کو خداوند عالم نے ان الفاظ پر ختم کیا ہے "سیریکم آیاتہ فتعرفونھا" فرماتا ہے خدا اپنے نشانات تمھیں مستقبل قریب میں دکھلائے گا تب تم انھیں پہچان لوگے۔" الحمد للہ کہ ہم نے ان نشانات کو پہچان لیا۔ اور جن لوگوں کی چشمِ بصیرت کھل جائے گی وہ بھی عنقریب پہچان جائینگے۔ والسلام

آسمان کی حقیقت اور قیامت میں آسمان کے پھٹ جانے کے معنی پر انشاء اللہ آئندہ مفصل مضمون ہوگا۔ ✦

قسمت فارسی

انچه از پیش گفته شد در این روزگار پدیدار

حضرت بهاء الله می فرماید :-

" امروز آفتاب بینائی از آسمان دانائی هویدا نیکوست کسیکه دید و شناخت. انچه از پیش گفته شد در این روزگار پدیدار."

" آواز بی نیاز بگوش جان بشنوید و بانچه سزاوار روز خداوند است رفتار نمائید."

" خورشید بزرگی پرتو افگنده و ابر بخشش سایه گسترده بابهره کسی که خود را بی بهره نساخت و دوست را در این جامه بشناخت."

" پیک راست گو مژده داد که دوست می آید اکنون آمد چرا افسرده اید آن پاک پوشیده بی پرده آمد چرا پژمرده اید."

" اسم بزرگ خداوند که ببزرگی آمده بشناسید."

" روز دیدار امروز است چه که محبوب پدیدار گشته ببرهای محبت رحمن پرواز نمائید که شاید بقرب معنوی فائز گردید."

" طوبی للسامعین "

موعود موجود

(از قلم مدیر)

ما اهل بهاء امروز پسر انسان را می بینیم که بدست راست قوت نشسته بر ابرهای آسمان (قدرت) در عالم ظهور آمده است. (متی ۲۶/۶۴)

می بینیم که بر ابرهای آسمان با قوت و جلال عظیم آمده. (متی ۲۴/۳۰)

خود خداوند با صدا و بآواز رئیس فرشتگان و باصور خدا از آسمان نازل شده. (رساله اول پولس رسول به تسالونیکیان ۴/۱۶)

وچنانکه در ظهور اول فرموده بوده در این ظهور هم می فرماید که من از آسمان نزول کرده ام (یوحنا آیت ۶/۳۸)

البته او از آسمان پائین آمده و وقتیکه برروی زمین می خرامید همان ساعت نیز در آسمان بوده (انجیل یوحنا ۳/۱۳)

لاریب پسر انسان در جلال خود با جمیع ملائکه مقدس خویش

آمدہ و بر کرسیِ جلالِ خود نشست۔ (متی ۲۵/۳۱)

و فرشتگانِ خود را با صورِ بلند آواز فرستاد تا برگزیدگان او را از بادہای اربعہ از کرانِ تا کرانِ فلک فراہم آوردہ و می آورد۔ (انجیل متی ۲۴/۳۱)

در این زمان (موعودِ موجود) چنان مصیبتِ عظیمے ظاہر شود کہ از ابتدائے عالم تا کنون نشدہ بود و نخواہد شد۔

(انجیل متی ۲۴/۲۱-۲۲)

و در این روز جمیع طوائفِ زمین سینہ زنی می کنند (متی ۲۴/۳۰)

و چون برق کہ از یک جانب زیرِ آسمان لامع شدہ تا جانبِ دیگر زیرِ آسمان درخشان می شود پسرِ انسان در یومِ خود ہمچنین آمدہ است لیکن اول چنانکہ لازم بود او زحماتِ بسیار دید۔ (لوقا ۱۷/۲۴-۲۵)

چون او یعنی روحِ راستی آمد ما را بجمیعِ راستی ہدایت کرد زیرا کہ از خود متکلم نفرمود بلکہ بانچہ شنیدہ سخن گفت۔ (انجیل یوحنا ۱۶/۱۲-۱۳-۱۴)

و از مشرق و مغرب و شمال و جنوب آمدہ در ملکوتِ خدا نشستند و اینک آخرین ہستند کہ اولین شوند و اولین کہ آخرین شوند۔ (لوقا ۱۳/۲۹-۳۰)

برائے ما ولدے زائیدہ و پسرے بما بخشیدہ شد و سلطنت بر دوشِ او ست و اسمِ او عجیب و مشیر و خدائے قدیر و پدرِ سرمدی و سرورِ سلامتی خواندہ شدہ (اشعیاء ۹/۶)

تسلی دہندہ یعنی روح القدس کہ پدر (خدا) او را باسمِ من خواہد فرستاد او ہمہ چیز را بما تعلیم می دہد۔ و انچہ مسیح بما گفتہ بود بیادِ ما می آرد (یوحنا ۱۴/۲۶)

و در (این) روزِ خداوند در روح شدیم و از او پس سر خود آوازے بلند چون صدائے صور شنیدیم کہ می گوید من الف و یا و اول و آخر ہستم (مکاشفہ یوحنا رسول ۱/۱۱)

پس در این ایامِ مبارکہ ظہورِ موعود

"اگر چشمت ترا لغزش دہد آنرا قلع کردہ از خود دور انداز زیرا ترا بہتر است کہ لنگ یا شل داخلِ حیات شوی از انکہ با دو چشم در آتشِ جہنم افگندہ شوی۔ (متی ۱۸/۹)

ملکوتِ خدا مانند کسے است کہ تخم بر زمین بیفشاند و شب و روز بخوابد و برخیزد و تخم بروید و نمو کند چگونہ او نداند زیرا کہ زمین بذاتِ خود ثمر می آرد و اول علف بعد خوشہ پس از ان دانۂ کامل در خوشہ و چون ثمر رسید فوراً داس را بکار می برد زیرا کہ وقتِ حصاد رسیدہ است (مرقس ۴/۲۶-۲۹)

آنکہ بذرِ نیکو می کارد پسرِ انسان است و مزرعہ این جہان است و تخمِ نیکو ابنائے ملکوت و کرکا سہا پسرانِ شریر اند و دشمنے کہ آنہا را کاشت ابلیس است و موسم حصاد عاقبتِ ایعالم (کہ عصرِ حاضر است) و درو کنندگان فرشتگانند۔ پس ہمچنان کہ کرکا سہا را جمع کردہ در آتش می سوزانند ہمان طور در عاقبتِ این عالم ظاہر شدہ کہ پسرِ انسان ملائکہ خود را فرستادہ ہمہ لغزش دہندگان و بدکاران را جمع کردہ و ایشان را بتنورِ آتش انداختہ (متی ۱۳/۴۱-۴۲)

لب شما میگویم بسیارے طلب دخول خواہند کرد و نخواہند توانست بعد از انکہ صاحبِ خانہ برخیزد و در را ببندد و شما بیرون ایستادہ در را کوبیدن آغاز کنید و گوئید خداوندا خداوندا برائے ما باز کن وے در جواب خواہد گفت شما را نمی شناسم کہ از کجا ہستید

(لوقا ۱۳/۲۵-۲۴)

اشتباہِ بزرگ اہلِ سائنس و فلاسفہ

اہل سائنس و فلاسفہ متمدنینِ دورِ حاضرہ کہ مرکزش اروپا و امریکا است چون متقاعد بمادہ و قوۂ مادیہ ہستند و اکثر از معارفِ بلند روحانیت کہ عبارت از روح و عالمِ ملکوت و مقامِ غیب لایدرک و مظاہرِ مقدسۂ الٰہیہ و پیغمبرانِ کرام باشد منکر و بے خبر اند لہٰذا در قسمتِ اعظم روحانیت و غیب ہویت صرف نظر نمودہ غرق در عالمِ مادیہ گشتہ واز تحقیقاتِ لازمہ در ایتی قسمتِ بزرگ چنانچہ باید و شاید کنج کاوی نمودہ و پندار خود را کہ عبارت از قوۂ حساسہ است میزانِ صحیح تصور نمودہ دیانت و مذاہب و عالمِ ملکوت و جبروت و لاہوت و روح و غیب منیع را منبعث از تولید افکار ناقصۂ بشر شمردہ ازان احتراز کردند۔ چنانچہ مدلل مینمایند ہیئتِ بشریہ برحسب تاریخ در قدیم از نارسائی و نقص عقل و علم گرفتارِ موہوماتے بودند کہ نظیر و تمثیل آن فعلاً در مملکتِ افریکا و بعضے از مملکتِ آسیا از قبیلِ چین و تبت و بعضے نقاط امریکا و روسیا و ہندوستان وجود دارد و گویند از اول ابداع نوعِ بشر متقاعد بالبۂ کثیرہ و رب النوع متعددہ بودند و جمادات و نباتات و حیوانات و کرواتِ سیمہ از قبیلِ خورشید و ماہ و ستارگان را می پرستیدند و بتدریج ترقی نمودہ چون عقول و ادراکشان در جۂ تکامل طی مینمود عقائدِ آنان نیز اصلاح میشد تا آنکہ پرستش کل شئی را مخصوص بشئی محدودہ نمودہ و خدایانِ متعددہ را بخدای واحد تبدیل نمودہ اند و فعلاً کہ عقول و ادراک در نہایت درجۂ کمال است دانشمندانِ عالم و اہلِ سائنس و فلسفہ پے بردند کہ این عوالمِ موہوم کل معدوم صرف و انچہ را تا حال بشر تصور نمودہ و معتقد شدہ است صرف تصورِ باطلہ موہوم زائلہ بودہ و مبدأ حقیقی نداشتہ است و نخواہد داشت و کسانیکہ این عقائد را در مابین بشر انتشار دادہ اند بعضے خیر خواہ عالمِ بشر بودہ اند و خواستہ اند کہ عالمِ انسانی را در یک مرکز جمع کنند و متحد و متفق نمایند و ترقی کنند لہذا باسمِ وحی و الہام دین و مذہب عقائدے را ترویج نمودند و جمعے برحسبِ خواہش خود و اغراضِ شخصی و انتفاع ذاتی در آن عقائد دینیہ تصرفاتے نمودہ بجای آنکہ مردم را متمدن نمایند و ترقی دہند آنہا را متفرق نمودہ و تدنی دادہ بر تبۂ پست ہمجی سوق دادہ اند اینست کہ تاریخِ عالم گواہ است کہ کرۂ زمین ہمیشہ باسم دین و مذہب بخونِ بشر رنگین و سیراب شدہ است کہ مبدأ جمیع آن جنگ و جدال جہالت و نادانی و تعصب است و بس۔

این عبد اولاً عرض مینمایم کہ این متمدنینِ محترم اصلاً اساس و بنیادِ تحقیقاتشان بر پایۂ اکتشافی نہادہ شد کہ ہمہ مأخوذ از تصورات و تجرباتِ عالمِ بشریہ است و یقین را در آن مقام راہی نیست و وجودے ثابت نہ۔ جمیع دلائل و براہین شان قیاسی است و چون عقول و ادراکِ بشریہ معدنِ نقص است لہذا معذور اند و ما ہم این تصوراتِ آنانرا از روی

دلائل ثابت یقینیه واضحا رد می نمائیم - اولاً این مطلب واضح است که تاریخ هر ملتے از ملل عالم ابتدا رسیده بوجود یکی از پیغمبران که خود را برگزیدهٔ از جانب خدا معرفی نموده و کلام خود را کلام خدا بیان کرده و خدا را خالق و جمیع عوالم کونیه از آسمان و زمین و سیاره کرات جسیمه و صغیره و عناصر اربعه و مخلوقات مختلفه و اشیائے متنوعه را خلق خدای یکتا دانسته اند و شکے نیست که کل خدا را واحد و فرد و تنها و بے مثل معرفی نموده اند کل اورا ذات غیب منیع لایدرک فرمودند جمیعاً عرفان و ثنا سلائی اورا محال دانسته از دائرهٔ ادراک بشریه متعالی و مقدس شمرده اند و عقول و افکار بشر و جمیع علماء و فضلاء و فصحاء و فلاسفه و دانشمندان را از عاجز و قاصر ذکر کرده اند و همگذا کل خدای یکتا لایق پرستش و ستائش معرفی نموده و دون اورا ناقص شمرده اند و لائق ستائش نشمرده الا باندازهٔ که آن وصف و ستائش در حقیقت راجع شود بوصف و ستائش آن مبدأ کمال و فیض فیاض و نور انوار - و این مطلب در کتاب آسمانی هر پیغمبرے موجود است لازم بدلیل و برهان اثبات آن نیست - مثلاً قدیم ترین ملت دنیا ملت هنود می باشند که مبدأ تاریخ آنان تقریباً در ده هزار سال قبل مفتوح میشود بوجود شری رام که پیغمبر بزرگ است و این وجود مبارک در همه قسمت تعالیم خود مردم را به پرستش خدای یکتا و یکتائی و تنهائی او هدایت مینماید و باطاعت و بندگی یگانه خالق کون و مکان دلالت میفرماید و پس ازان سری کرشنا و بودا و برهما و کنفیوشوس و شت زرتشت و شت جهآباد و حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ و حضرت محمد طراً خود را برگزیده از جانب خدا و رهنمای خلق او معرفی نموده اند و بیکتائی او قائل و نوع بشر را بتوحید باریتعالیٰ و خالقیت او مذعن و معترف نمودند طراً بشر را منع از رسومات موهومه و تقالید مهوله و تعصبات بیهوده و مزخرفات مردوده و جنگ و جدال و حرب و قتال و کینه و کدورت و بغضا و عداوت و نزاع و نفاق و دوئیت و فسق و فجور و متابعت نفس امّاره و شهوات نفسانیه و طمع و حرص و آز و ظلم و ستم و جور و جفا و طعن و لعن و گفتار نالائقه و تهمت و افتراء و غیبت و زنا و عیب جوئی و مکر و ریا و خیانت و دغا و بغی و طغیان و گناه و نسیان و جهالت و بطالت و کسالت و غفلت و تکفیر و تذلیل و تحقیر همه گیر و امثالها نموودند و جمیعاً نوع انسان را دلالت نمودند بتعلیم علوم نافعه و تحصیل اخلاق حسنه و روش و کردار پاک و پاکیزه از قبیل دوستی و درستی و محبت و مودت و الفت و مهربانی و امانت و دیانت و صبر و بردباری و فروتنی و صلح و صفا و استقامت و وفا و تعریف و ستائش و ثنا و خیرخواهی و دستگیری و نوع پروری و کار و کسب نافع و اتحاد و اتفاق و تعاون و تعاضد و حکمت و دانائی و عدل و انصاف و شجاعت و سخاوت و غیرت و فرزانگی و مردانگی و جان فشانی و فداکاری با بنای خویش و حفاظت و صیانت بیچارگان و ملجا و پناه بے سروسامان و غمخواری و فریادرسی مظلومان و امثالها حتیٰ بیچکدام باذیت و آزار حیوانات نیز راضی نبودند تا چه رسد بنوع انسان کل فرمودند خدا خالق کل و رازق و مهربان بر کل است پس انسان نیز باید با همه گیر مهربان باشند حتیٰ فرمودند شما باید متابعت سیاست الهیه کنید مثلیکه او آفتاب عنایتش بر کل میتابد ابر بخشش بر کل میبارد و باران رحمتش کل را مستفیض مینماید نسیم عنایتش بر کل میوزد باب فضل و هدایتش بر روی کل مفتوح است خوان نعمت حیات بخشش برای جمیع گسترده است و جمیع را از فیوضات لامتناهی بهره و نصیب داده است ما بندگان نیز باید با کل مهربان باشیم بجمیع فیوض و نفع بخشیم با همه محبت نمائیم و همه را دوست داریم و غمخوار کل باشیم و این مطلب

نیز برحسب تاریخ واضح است کہ این پیغمبران کرام در ہیچ مدرسہ تحصیل علوم وفنون نمودہ وتعلیمات شان کسبی وتعلیمی نبودہ است بلکہ تعالیم آنان فطری وذاتی بودہ است و ہمچنین این مطلب نیز واضح است کہ شریعت وتعالیم وقوانین متین درعصرے تشریح وترویج نمودہ کہ بالغ وکامل وہزاران سال درہرعہد وزمانے سبب ترقی عالم انسانی و موجب اتحاد ویگانگی بشر وکامل حقوق امم وسبب خوش بختی وسعادت دوستگاری بنی آدم بودہ است چنانچہ ہرکیک از عمل موجودہ در تاریخ نشان میدہد کہ تا مادامیکہ ازان دستور العمل حیات وتعالیم نجات بخش انبیاء منحرف نشدہ بودند روز بروز درجمیع قوی ورتب چہ مادیہ چہ معنویہ چہ جسمانی وبدنی چہ روحانی وجدانی ترقی محیر العقول نمودہ کہ انسان را متحیر می سازد چنانچہ شاہد این مقال در اوان ظہور ہرکیک از انبیاء است کہ چہ اندازہ انسان ذلیل وپست بودند وباہمدیگر بنزاع ونفاق وجنگ وپرخاش مشغول بودند و زندگانی وحشیانہ وبہیمانہ مینمودند وبعد از ظہور ہرکیک ازان بزرگواران کہ چقدر مردم را ترقی دادند لابد باختصار عرض میکنم اولاً این ملت ہنود اگرچہ این عہد کاملاً از تاریخ آنان اطلاع ندارم وتا اندازہ کہ تاریخ مہد مطالعہ نمودہ ام واضح میشود کہ پیشتر از ظہور شری رام مردم ہند باہمدیگر مثل حیوانات درندہ بودند ومقاتلہ دائمی داشتند واز علم وتمدن وانسانیت بہرہ نداشتند وچہ مقدار ظلم وستم کہ برآن وجود مبارک وارد آوردند تا آنکہ اورا مجبور بہجرت نمودند ومدت چہاردہ سال تقریباً در بیابان بسر می برد وبعسرت زندگانی نمود ولے از قدرت الٰہی واثر تعالیم الٰہیہ موفق گردید کہ این نفوس وحشی را در اندک زمانے از عالم پست بربریت وحیوانیت نجات دادہ بہ مرتبہ بلند تمدن وانسانیت وروحانیت وارد نماید وبنیاد زندگانی آبرومندانہ اجتماعی استوار کند و۔ مابین نوع انسان اتحاد والتفاق وعلم وفن تحکم نماید وجنس بشر را از حیوان ممتاز نماید وبرتری دہد وبرحسب تاریخ واضح است کہ از اثر تعالیم آن ذات مقدس اہالی ہند ترقی فوق العادہ نمودند ودر ہرشعبہ امورات دنیویہ وروحانیہ ترقی نمودند وباز چون ازان سرخط زندگانی وتعالیم ربانی غفلت نمودند ومطیع نفس امارہ شدند باز مانند ہیچ علماء گرفتار موہومات ومزخرفات گشتہ رسوم وعقائد مشرکانہ را دستاویز خود ترویج نمودہ وبرتبہ موہوم را پرستش نمودہ از حضرت معلوم گم گشتند وخوار وذلیل گشتند۔ باز یزدان پاک رہبرے فرستاد وآنرا ہدایت نمود تا نوبت بہ بدھ رسید واین وجود مقدس چقدر اذیت وجفا دید مپرسید۔ حتی خویشان وپدر ومادر معاند او شدند ودر کشتن او ہمداستان شدند زیرا کل تابع موہومات بودند واسیر نفس وہوی۔ واز علم وعمل ومقامات روحانیہ ورتبہ انسانیہ بہرہ نداشتند ہرگونہ اذیت وجفائے براو وارد آوردند ومانع از نشر تعالیم او شدند ولے عاقبت تائید الٰہی شامل شد وامر الٰہی غالب گشت وکل را احاطہ نمود وجمیع تابع فرمان گشتند در اینوقت تاریخ نشان میدہد کہ از اثر تعالیم آن معدن علم وحکمت الٰہی اہل ہند ترقی کردند کہ بوصف نیاید در علم وحکمت وصنعت وتجارت وزراعت وسلطنت مشہور آفاق اشیاء صنعتی ہند از قبیل پارچہ جات وآلات آہنی وفولاد و ظروفات واجناس بر ہمہ عالم تفوق داشت وہمہ روی کرہ تا آن جائیکہ در آن زمان ممکن بود مال وامتاع ہند رواج داشت ومتاز ومشہور بود وخطہ ہند غبطہ جہانیان گردید ولے باز ازان تعالیم حقیقی غفلت ورزیدند واندک اندک در آن دخالت و تصرف۔ بجای توحید پرستی شرک پرستی نمودند ودر مقام اتحاد و اتفاق منحرف شدہ متفرق ومختلف گشتند واسیر موہومات لاتحصی شد۔

(حداداد رشید علیاتی بمبئی)

شیخ محفوظ الحق علی نے جدید برقی پریس بلیماران میں دہلی میں چھپوا کر دفتر پیام مشرق روڈ قرول باغ دہلی سے شائع کیا

ماہنامہ

پیمبر دہلی

جلد سوم — فروری سنہ ۱۹۴۲ء — نمبر ۲

هُوَ الامر الحکیم

وہی حاکم اور حکمت والا ہے

قُل الٰهی الٰهی اشهد بوحدانیتك وفردانیتك واعترف بما انزلته فی کتابك

یوں عرض کر۔ اے میرے خدا! اے میرے خدا! میں تیری وحدانیت اور یکتائی کی گواہی دیتا ہوں اور جو کچھ تو نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے اس کا اقرار کرتا ہوں

اسئلك باسمك الظاهر المكنون بان توئیدنی علی العمل بما امرتنی فیه ای ربّ ترانی مقبلاً

میں تیرے ظاہر اور پوشیدہ نام کے وسیلے تجھ سے یہ چاہتا ہوں کہ تو نے اپنی کتاب میں جو احکام دیئے ہیں اُن پر عمل کی توفیق عطا فرما۔ اے میرے پروردگار۔ تو

الیك ومقرّاً بعظمتك وسلطانك اسئلك بلئالی بحر رحمتك وتجلیات شمس فضلك بان توئیدنی

دیکھ رہا ہے کہ میں تیری طرف متوجہ اور تیری عظمت و سلطنت کا اقراری ہوں۔ تیرے دریائے رحمت کے موتیوں کا اور تیرے آفتاب فضل کی جلوہ ریزیوں کا واسطہ۔ میری ایسی مدد

علیٰ ذکرك وثنائك بین عبادك بالحکمة التی انزلتها فی زبرك والواحك ثمّ اسئلك

فرما کہ میں تیرے بندوں کے درمیان اُس حکمت کے ساتھ جو تو نے اپنی کتب الواح میں اُتاری ہے تیرا ذکر اور تیری تعریف کرتا رہوں۔ میں پھر تجھے تیرے اس کلام

بنفوذ کلمتك وتصرف ارادتك واحاطة مشیّتك ان تغفرلی بجودك وکرمك وتکتب لی

غلبۂ ارادہ اور احاطۂ مشیت کا واسطہ دیکر سوال کرتا ہوں کہ مجھے اپنی بخشش و عنایت سے بخش دے اور میرے لئے وہ چیز مقدر فرما دے جو مجھے

مایجعلنی مستقیماً علیٰ امرك وراسخاً فی حبّك انت الّذی لاتحزنك شئونات العالم ولاتضعفك

تیرے امر پر ثابت اور تیری محبت میں راسخ رکھے۔ تو ہی وہ ذاتِ پاک ہے کہ تمام عالم کی نیرنگیاں تجھے کمزور نہیں کر سکتیں۔ سارے گروہوں کی طاقت تجھے

قوّة الامم تفعل ماتشاء بسلطانك لااله الّا انت الفرد الواحد العلیم الحکیم ٥

ضعیف نہیں بنا سکتی۔ تو اپنی قوت و قدرت سے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو اکیلا۔ یکتا۔ علم و حکمت والا ہے۔

خدا کا مقصد

حضرت شوقی ربانی کے قلم سے

(ترجمہ)

ارکانِ دین کی کمزوری نہ فقط بے دینی اور اس کے انسانیت سوز نتائج یعنی وہ تہری لعنت جو اس وقت انسانیت کی جان کی لاگو ہو رہی ہے اُن مصیبتوں کی ذمہ دار ہے جو اسے ایسے المناک طریقہ سے گھیرے ہوئے ہے بلکہ وہ بدیاں اور برائیاں بھی جو زیادہ تر "سستی ارکانِ دین" کا نتیجہ ہیں اُس چند در چند جرم کے معین سمجھنے چاہئیں جس کی سزا افراد و اقوام کو مل رہی ہے۔ دین کے زوال اور ان غاصب بتوں کے عروج سے اخلاقی انحطاط کے آثار اس قدر بے شمار اور ایسے نمایاں ہیں کہ سطحی نظر سے دیکھنے والا بھی انھیں دیکھ سکتا ہے اور انکو دیکھکر آجکل کی سوسائیٹی کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ سرکشی۔ شراب خوری۔ قمار بازی۔ جرائم کی کثرت۔ لہو و لعب۔ دولتمندی۔ اور دیگر دُنیوی عارضی خوشیوں کی حدِ اعتدال سے تجاوز محبت۔ اخلاقی کمزوری، جس کا برا اثر ازدواجی تعلقات میں غیر ذمہ دارانہ رویہ سے۔ ماں۔ باپ اور بزرگوں کے ساتھ گستاخانہ برتاؤ سے۔ طلاق کے بڑھتے ہوئے طوفان سے۔ اخباروں اور کتابوں کے معیار کے انحطاط سے اور ایسے خیالات کی حمایت سے جو پاکیزگی۔ اخلاق اور عفت کے صریحاً نقیض ہیں ظاہر ہوتا ہے۔ اخلاقی انحطاط کے یہ آثار جو مشرق و مغرب پر چھائے ہوئے ہیں اور جو سوسائیٹی کے ہر طبقہ میں سرایت کئے ہوئے اس کے ذکور و اُناث۔ پیر و برنا ہر ایک میں اپنا زہریلا اثر پھیلا رہے ہیں اُس اعمالنامے کو اور بھی سیاہ بناتے ہیں جسپر ایک سرکش اور ناپشیمان نوعِ انسان کے گوناگون گناہ لکھے ہوئے ہیں۔ پس کوئی تعجب کی بات نہیں کہ طبیبِ الٰہی حضرت بہاء اللہ نے فرمایا:۔

"آج کے دن انسانوں کے مذاق بدل گئے ہیں اور اُن کی قوتِ بصیرت تبدیل ہو گئی ہے۔ دُنیا کی مخالف ہواؤں اور اس کے رنگوں نے زکام پیدا کر دیا ہے۔ جس کے سبب انسان وحیِ الٰہی کے نفحات کو استشمام کرنے سے محروم ہو گئے ہیں۔"

اُس نسلِ انسانی کا پیالہ فی الحقیقت لبریز اور تلخ ہے جو خدا کے بُلاوے کی تعمیل سے قاصر رہی جب اس نے اسے اپنے ظہورِ اعظم کے ذریعے بُلایا۔ وہ نسلِ انسان جو اپنی مشعلِ ایمان کو گُل کر بیٹھی ہے۔ جو اپنے پیدا کرنے والے خدا کو چھوڑ کر اپنے ہاتھ اور خیال سے بنائے خداؤں کی پوجا کر رہی ہے۔ اور اب جو اُن گناہوں اور بدیوں میں پھنسی ہوئی ہے جن کا ایسے خداؤں کی پیروی سے پیدا ہونا بدیہی ہے۔

پیارے دوستو! ہم جو حضرت بہاء اللہ کے پیرو ہیں ہمیں خدا کے اس غضب کو جو عصرِ بہائی کی پہلی صدی کے آخری سالوں میں تمام دنیا میں نازل ہو رہا ہے اور جس نے انسانوں کے تمام اُمور کو ایسا خلط ملط اور منتشر کر دیا ہے اس رنگ میں دیکھنا چاہیئے۔ یہ اس دوہرے جرم کے سبب ہے یعنی وہ کام جو اس نے کئے ہیں اور وہ کام جو اس نے نہیں کئے۔ سادہ لفظوں میں اس کی بداعمالیاں۔ خدا اور اس کے ظہور اور اس کے دین کے متعلق صریح و واضح فرض کو پورا نہ کرنے کے سبب اس دردانگیز اور سخت آزمائش کے جنگ میں

علم اس سے کہ اس کے فوری سیاسی و معاشی اسباب کچھ ہی ہوں، پھٹنی ہوئی ہے۔

مگر جیسا کہ پہلے مضامین میں ذکر ہوا خدا اپنے بچوں کی بدکاریوں کے لئے انھیں فقط سزا ہی نہیں دیتا۔ چونکہ وہ عادل ہے اس لئے انھیں سزا دیتا ہے۔ اور چونکہ وہ انھیں پیار کرتا ہے اس لئے وہ انھیں عذاب میں ڈال کر سیدھا کرتا اور سدھارتا ہے انھیں سدھار کر اپنے وسیع رحم کے سبب وہ انھیں ان کی قسمت پر نہیں چھوڑتا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کا انھیں عذاب میں ڈالنا ہی انھیں اس کام کے لئے تیار کرنا ہے جس کے لئے وہ پیدا کئے گئے ہیں۔ حضرت بہاء اللہ کی زبان سے فرماتا ہے۔

"میری بلاء میرا فضل ہے۔ ظاہرا یہ آگ اور انتقام ہے مگر اصل میں یہ نور اور رحمت ہے"

اس کے خدائی عدل نے جو آگ بھڑکائی ہے وہ ایک بدکار اور سرکش نسل انسان کو پاک و پاکیزہ کر رہی ہے۔ اس کے مختلف اور جنگجو عناصر کو اس طرح ملا رہی ہے کہ پہلے کسی نے انھیں اس طرح صاف نہیں کیا اور اس طرح نہیں ملایا ہے۔ یہ فقط انتقامی اور بربادکن آگ ہی نہیں ہے بلکہ ایک تادیبی اور تخلیقی عمل بھی ہے جس کا مدعا اتحاد کے ذریعے کُل کرۂ ارض کو نجات دینا ہے پراسرار طریقے سے سہج سہج اور ناقابلِ مزاحمت ارادہ کے ساتھ خدا اپنے مقصد کو پورا کر رہا ہے۔ اگرچہ جو نظارہ آجکل ہماری آنکھیں دیکھ رہی ہیں وہ ایک ایسی دنیا کا نظارہ ہے جو مایوسانہ طریقہ سے خود اپنے بچھائے ہوئے جال میں الجھی ہوئی ہے اور اس ندا سے بالکل بے پروا ہے جو ایک صدی سے اسے خدا کی طرف بلا رہی ہے اور بدبختانہ طریقہ سے ان دلفریب آوازوں میں منہمک ہے جو پھسلا کر اسے تحت الثریٰ میں گرانے کی کوشش کر رہی ہیں۔

خدا کا مقصد خدا کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ ان طریقوں سے جنھیں وہ خود ہی بہتر جانتا ہے۔ اس مصیبت زدہ اور مدت العمر سے متفرق نوعِ انسان کا عظیم اور سنہرا زمانہ لائے۔ اس کی موجودہ حالت اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس کا فوری مستقبل تاریک اور پریشان کر دینے والا ہے۔ مگر اس کا دور کا مستقبل روشن اور شاندار ہے۔ ایسا روشن کہ کوئی آنکھ اس کا مشاہدہ اس وقت نہیں کر سکتی۔ نوعِ انسان کے فوری مستقبل کا اندازہ لگاتے ہوئے حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں:۔

"افسوس کہ مایوسی کی ہوائیں چاروں طرف سے چل رہی ہیں اور جھگڑا جو نسلِ انسان کو متفرق کرنا اور مصیبت میں ڈالتا ہے روز بروز بڑھ رہا ہے۔ آنے والے انقلاب اور اضطراب کے آثار فی الحال ہی دیکھے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ جو انتظام اس وقت دنیا میں جاری ہے اس کا نقص نہایت افسوسناک طریقہ پر ظاہر ہو رہا ہے۔

ایک دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں:۔

"اس کی ایسی گت ہوگی کہ اس وقت اس کو افشا کرنا مناسب نہیں ہے"

اس کے برعکس نوعِ انسان کے مستقبل کا خیال کرتے ہوئے آپ مشہور و معروف مستشرق ایڈورڈ جی۔ براؤن کے ساتھ قابلِ یادگار ملاقات کے دوران میں پُرزور پیشینگوئی فرماتے ہیں:۔

"یہ بے سود جنگیں۔ یہ تباہ کن لڑائیاں اٹھ جائیں گی اور صلحِ اکبر جلوہ گر ہوگی۔

یہ جنگیں۔ یہ خونریزیاں اور یہ اختلافات بند ہو جائینگے اور سب انسان ایک خاندان بن کر رہینگے"

آپ پیشینگوئی فرماتے ہیں :-

"جلد ہی دنیا کا یہ موجودہ نظام لپیٹ لیا جائے گا اور اس کی جگہ دوسرا انتظام جاری ہوگا"

پھر آپ نے لکھا ہے :-

"کچھ عرصہ بعد دنیا کی تمام حکومتیں بدل جائیں گی۔ ظلم دنیا کو گھیر لے گا اور ایک عالمگیر انقلاب کے بعد عدل کا آفتاب عالم غیب کے افق سے نمودار ہوگا۔"

پھر آپ نے فرمایا ہے :-

"تمام دنیا اس وقت حمل کی حالت میں ہے۔ وہ دن آرہا ہے جب یہ اپنے بہترین ثمر پیدا کرے گی۔ جب اس سے بلند ترین شجر نکلینگے۔ من موہنے شگوفے پیدا ہونگے اور اعلیٰ ترین آسمانی برکات ظاہر ہوں گی۔"

اسی طرح حضرت عبدالبہاء نے بھی فرمایا ہے :-

دنیا کی تمام قومیں اور نسلیں ایک قوم بن جائیں گی۔ دینی اور فرقہ وارانہ لگاوٹیں۔ قومی اور نسلی عداوتیں اور ملی اختلافات اٹھ جائیں گے۔ تمام انسان ایک دین کے ماننے والے اور ایک ایمان کے مومن ہونگے۔ سب مل کر ایک نسل اور ایک قوم بن جائیں گے۔ تمام اکٹھے ہو کر ایک ہی وطن میں جو یہ کرۂ ارض ہے رہینگے۔"

جو کچھ ہم آجکل "تمدن کی تاریخ کے نہایت ہی نازک وقت میں" ان زمانوں کو یاد کرتے ہوئے "جب ادیان مٹتے اور پیدا ہوتے ہیں" مشاہدہ کر رہے ہیں وہ نوع انسان کے آہستہ اور روز انگیز ارتقار کا عنفوانِ شباب ہے جو جوانی یا اس پختہ عمر کے حاصل کرنے کی تمہید ہے جس کا وعدہ حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات میں حتمی طور پر موجود اور آپ کی پیشینگوئیوں میں محفوظ ہے۔ اس عہدِ انقلاب کا شور و غوغا۔ عہدِ شباب کے جوش۔ اس کی مہمل تحریکات۔ اس کی بے وقوفیوں۔ اس کی فضول خرچیوں۔ اس کے غرور۔ اس کے تکبر۔ اس کی سرکشی اور اس کی ضابطہ سے نفرت کو ظاہر کر رہا ہے۔

آنے والا عصرِ عظیم بچپن اور لڑکپن کے زمانے گذر چکے ہیں۔ یہ اب پھر نہ آئینگے۔ عصرِ عظیم جو تمام زمانوں کی تکمیل اور تمام نوعِ انسان کے بلوغ کا امتیازی نشان ہے آنے والا ہے۔ اس زمانۂ تغیر کے انقلابات تاریخ نوعِ انسان کے اس پر آشوب زمانہ کے اضطرابات اس تمام زمانوں کے زمانہ کی حتمی آمد کے ہرکارے اور لازمی شروط ہیں۔ وہ زمانہ جو "آخر کا زمانہ" ہے۔ جبھی جنگ کی حماقت اور شور و شر جس نے ابتدائی تاریخ عالم سے نوعِ انسان کے وقائع کو تاریک کر رکھا ہے قطعی طور پر ہمیشہ رہنے والی عالمگیر صلح کے امن اور حکمت میں بدل جائے گی جبھی بنی نوعِ انسان کی جدائی اور نفاق اٹھ جائیں گے۔ اور عالمگیر مصالحت

اور ملاپ جلوہ گر ہونگے۔ اور نسل انسانی کے مختلف عناصر کا کامل اتحاد برپا ہو جائے گا۔

فی الحقیقۃ اس عمل تکمیل کا یہ مناسب عروج ہے جو خاندان سے جو انسانی نظام کا سب سے چھوٹا درجہ ہے شروع ہو کر سلسلہ وار قبیلے۔ شہریت۔ حکومت اور قوم کے درجات سے گذر کر بڑھتا جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ اس کی تکمیل تمام دنیا کو متحد کر کے ہوگی جو اس کرۂ ارض پر انسانی ارتقار کا آخری مقصد اور سب سے بڑا اجلال ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں نوعِ انسان طوعاً و کرہاً پہنچ رہی ہے۔ اسی درجہ اور اسی مقام کے لئے نوعِ انسان موجودہ سخت آزمائش میں سے گذر رہی ہے اور یہی آزمائش عجیب و غریب طریقہ سے اس مقام تک پہنچنے کے لئے راستہ تیار کر رہی ہے۔ اس درجہ و مقام کے ساتھ حضرت بہاء اللہ کے امر مبارک کا مقصد و مقسوم ناقابلِ تحلیل طریقہ سے منسلک ہے۔ یہ آپ کے ظہور کی تخلیقی قوتیں ہیں جنھوں نے ۱۸۶۳ء میں ظاہر ہو کر اور پھر ۱۹۰۸ء اور ۱۹۱۸ء میں پے در پے آسمانی قوت سے جو تمام نوعِ انسان کے لئے عطا ہوئی تھی قوت پا کر نسل انسان میں ایسی استعداد پیدا کر دی ہے کہ وہ اپنے متحد دنیاوی ارتقار کے اس آخری درجہ تک پہنچ رہی ہے۔ آپ کے ظہور کے سنہرے زمانہ کے ساتھ اس عمل کی تکمیل ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مربوط رہیگی۔ یہ آپ کا نازل کیا ہوا دنیا کا انتظامِ جدید جو فی الوقت آپ کے دین کے انتظامی اداروں کے رحم میں جنھیں آپ نے خود تخلیق فرمایا ہے زندگی کے آثار ظاہر کر رہا ہے۔ کل دنیا کی متحدہ حکومت کا جو مل و اقوام ارض کی مقدرہ لقدیر ہے نمونہ اور مرکز کا کام دے گا۔

ٹھیک جس طرح نوعِ انسان کا یہ خلقی ارتقار آہستہ آہستہ اور بتدریج ہوا ہے اور جسمیں پے در پے پہلے خاندانوں کو قبیلوں میں متحد کرنے کا اور پھر قبیلوں کو شہری سلطنت اور شہری سلطنت سے قومی سلطنت میں نمو پانے کا عمل ہوا ہے اسی طرح وہ نور جو امر اللہ نے ارتقائے دین کے مختلف مدارج میں عطا کیا اور گذشتہ انبیار کے زمانوں میں سلسلہ وار ظاہر کیا آہستہ اور تدریجی ہوا ہے۔ فی الحقیقت خدائی وحی کا پیمانہ ہر زمانہ میں اس زمانہ کی معاشرتی ترقی کے درجہ کے مطابق جو ایک ہمیشہ بدلنے والی نوعِ انسان کرتی رہتی ہے ہوا ہے۔ حضرت بہاء اللہ بیان فرماتے ہیں :-

"یہ ہمارا فیصلہ ہے کہ کلام اللہ اور اس کی تمام استعداد ذاتی بالکل ان حالات کے مطابق ظاہر کی جائے گی جو خدائے حکیم و خبیر نے پہلے سے مقرر کئے ہونگے ..... اگر کلمۃ اللہ ان تمام قوتوں کو جو اس کے اندر مخفی ہیں ایک دفعہ اور بکلیت ہی واگذار و آشکار کر دے تو دنیا کا کوئی انسان اتنی طاقتور وحی کے بوجھ کو برداشت نہ کر سکیگا۔"

حضرت عبدالبہاء نے اس حقیقت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے :-

"تمام مخلوقات کے لئے ایک بلوغ کا زمانہ ہے۔ ایک درخت کا بلوغ اس وقت ہوتا ہے جب وہ ثمر لاتا ہے ..... حیوان بھی پوری جوانی اور تکمیل تک پہنچتا ہے اور عالم انسانی میں انسان اس وقت سنِ بلوغ کو پہنچتا ہے جب اس کی عقل کا نور پوری پوری قوت اور نشو و نما حاصل کر لیتا ہے ..... اسی طرح کل نوعِ انسان کی زندگی کے بھی مدارج اور عمریں ہیں۔ ایک زمانہ تھا جب یہ بچپن کی عمر میں سے گذر رہی تھی۔ پھر عنفوانِ شباب آیا۔ مگر اب یہ عرصہ سے اپنے موعود زمانۂ بلوغت میں داخل ہو گئی ہے۔ جس کے آثار ہر چیز سے اور ہر جگہ ظاہر و باہر ہیں ..... جو چیزیں نسل انسان کی تاریخ کے

اوّل زمانہ میں اس کی ضروریات کے لئے کافی ہوسکتی تھیں اِس زمانہ تجدید و تکمیل کی ضروریات کو پورا نہیں کرسکتیں۔ انسان اپنی پہلی محدود حالت اور ابتدائی تربیت سے نکل آیا ہے۔ انسان اَب نئی خوبیاں۔ نئی طاقتیں۔ نئے اخلاقی معیار اور نئی استعداد پائے گا۔ نئے فیوض۔ کامل عنایات اس پر نازل ہورہی ہیں۔ زمانۂ شباب کی برکات اور عنایات اگرچہ انسان کے عنفوانِ شباب کے وقت بجا اور کافی تھیں مگر اب اُس کے بلوغ کے زمانہ کی ضروریات کے لئے ناکافی ہیں۔"

پھر آپ نے لکھا ہے :-

"ہر ظہورِ الٰہی کے زمانہ میں خدائی ہدایت کا نور ایک مرکزی موضوع پر مرکوز ہوا ہے ..... اِس عجیب ظہورِ الٰہی۔ اس نورانی زمانہ میں امراللہ کی بنیاد اور اس کی شریعت کی امتیازی خصوصیت' انسانوں میں "وحدتِ عالم انسانی" کے شعور کا پیدا ہونا ہے۔" (مترجمہ عباس علی بٹ بی۔اے)

"ڈان بریکرز" یا "مطالعُ الانوار"

(گذشتہ سے پیوستہ)

حضرت باب نے شروع سے ہی اس بات کا احساس کرلیا ہوگا کہ آپ کے اہل وطن آپ کی تعلیمات کی کیسی قدر کرینگے اور ملاؤں کے ہاتھوں آپ کا کیا حال ہوگا۔ مگر یہ شخصی خیالات آپ کو اپنے دعویٰ کو کھلم کھلا پیش کرنے اور اپنے امر کا اعلان کرنے سے نہ روک سکے۔ جو نئی تعلیمات آپ نے پیش کیں وہ اگرچہ قطعاً دین سے تعلق رکھتی تھیں مگر انقلاب انگیز تھیں اور آپ کے دعویٰ نے سارے ایران کے ارکان دین و ملت کو ہلا دیا۔

آپ نے اعلان کیا کہ آپ قائم ہیں۔ یعنی وہ بڑا پیغامبر یا عہدِ موعود ہیں جس کا عالمِ اسلام نہایت شوق سے منتظر تھا۔ آپ نے اس کے ساتھ یہ مزید اضافہ کیا کہ آپ "باب" یعنی ایک بہت بڑے ظہور کے دنیا میں ظاہر ہونے کے مبشر ہیں۔

جب آپ نے اسلامی احادیث کے مطابق اپنے آپ کو پیشینگوئیوں کا پورا کرنے والا ہونے کا دعویٰ کیا تو وہ لوگ جنھوں نے ان پیشینگوئیوں کے کچھ اور معنے گھڑ رکھے تھے آپ کے ساتھ مخالفت کرنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اسلام کے دونوں بڑے فرقے شیعہ و سُنّی۔ اپنے دین کی ان پیشینگوئیوں کو بہت اہمیت دیتے تھے اور ان کی بہت دیندارانہ حفاظت کرتے تھے۔ مگر دونوں اُن کے معنوں میں متحد نہ تھے۔ شیعہ جن کے عقائد کے درمیان بابی تحریک شروع ہوئی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسول اکرم حضرت محمد کے وفات پاجانے کے بعد بارہ امام یکے بعد دیگرے آپ کے جانشین ہوئے۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ ان بارہ اماموں میں سے ہر ایک کو خدا تعالیٰ نے آسمانی قوتیں اور روحانی طاقتیں عطا کی تھیں اور سب مسلمانوں کا یہ فرض اوّلین تھا کہ وہ ان میں سے ہر ایک کی بے چون وچرا اطاعت کریں۔ یہ امام عام انتخاب سے مقرر نہیں کئے جاتے تھے بلکہ ہر ایک امام اپنے سے بعد کے امام کو نامزد کرتا تھا۔ اُن میں سے آخری یا بارھویں امام کا نام محمد تھا جسے شیعہ "امام مہدی"، "حجت اللہ"، "بقیۃ اللہ"

(عذاکی نشانی) قائم آل محمد (وہ جو حضرت محمد کی اولاد سے خدا کے امر پر قیام کرے گا) کہتے تھے۔ امام محمد ۲۶۰ھ میں امام مقرر ہوئے۔ مگر وہ فوراً ہی نظروں سے غائب ہوگئے۔ اور اپنے برگزیدہ وسائل کے ذریعے اپنے پیروؤں سے مخابرہ کیا کرتے تھے جو ابواب کہلاتے تھے۔ یہ ابواب یکے بعد دیگرے چار ہوتے ہیں اور ہر ایک کو اس سے پہلے کے باب نے حضرت امام کے حکم کے مطابق اپنے سے بعد ہونے والا باب نامزد کیا۔ جب چوتھے باب ابوالحسن علی سے اس کے فوت ہونے سے پہلے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے بعد آپ کا جانشین کون ہوگا تو انھوں نے کسی کو نامزد نہ کیا۔ اس نے کہا کہ خدا کی مرضی کچھ اور ہے۔ اس لئے اس کے مرنے کے بعد حضرت امام اور آپ کے پیروؤں میں مخابرہ بالکل مسدود ہوگیا۔ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ امام محمد اپنے کچھ پیروؤں کے ساتھ ابھی تک زندہ ہیں اور کسی پوشیدہ مقام میں رہتے ہیں اور وہ اس وقت اپنے پیروؤں پر ظاہر ہونگے جب وہ بہت قوت کے ساتھ آکر ساری دنیا میں امن کا راج قائم کرینگے۔

اس کے برعکس سنّی حضرت محمد کے جانشینوں کو اتنا بڑا رتبہ نہیں دیتے۔ اُن کے عقیدہ کے مطابق خلافت اتنا روحانیت سے تعلق نہیں رکھتی جتنا دنیوی معاملات سے تعلق رکھتی ہے۔ ان کی نظروں میں خلیفہ صرف دین کا حامی ہوتا ہے اور اس کا تقرر لوگوں کے انتخاب پر منحصر ہے۔

یہ اختلافِ عقائد بہت اہم ہے۔ مگر دونوں فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ چودھویں صدی میں دو بڑے ظہور ہونگے۔ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ وقت پورا ہونے پر قائم ظاہر ہوگا اور حضرت امام حسین دوبارہ آئیں گے۔ سنّی امام مہدی اور حضرت مسیح کی آمد ثانی کے منتظر ہیں۔ امر کے شروع میں جب حضرت باب نے اپنے آپ کو قائم بھی کہا اور باب بھی ہونے کا دعویٰ کیا تو بعض مسلمانوں نے آپ کے اس آخری لقب کے غلط معنی سمجھے۔ انھوں نے سمجھا کہ آپ ابوالحسن علی کے جانشین پانچویں باب ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ مگر آپ کے اصلی معنے جیسا کہ آپ نے خود اعلان فرمائے ہیں اس سے بالکل مختلف ہیں۔ آپ قائم تھے مگر یہ قائم اگرچہ ایک اولوالعزم ظہورِ خدا تھے مگر آپ کے بعد آنے والے بڑے ظہورِ الٰہی کے لئے آپ ایسے ہی تھے جیسا یوحنا بپتسمہ دینے والا مسیح سے پہلے تھا۔ وہ ایک ایسی ہستی کے مبشر تھے جو آپ سے زیادہ طاقتور تھی۔ اس عظیم الشان ہستی کے امر کے لئے بڑھتا تھا اور آپ کے امر کا اس کے امر میں مل جانا تھا۔ جس طرح یوحنا بپتسمہ دینے والا حضرت مسیح کا پیشرو یا دروازہ تھے۔ اس طرح حضرت باب حضرت بہاءاللہ کے مبشر اور دروازہ تھے۔

ایسی بکثرت احادیث موجود ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قائم جب ظاہر ہوگا تو وہ نئی شریعت لائے گا۔ اور اسلامی شریعت کو منسوخ کردے گا۔ مگر عام علماء اور ملاؤں کا یہ خیال نہ تھا۔ وہ تو اس بات کے متوقع تھے کہ موعود کوئی نیا اور بہتر کلامِ الٰہی نہ لائے گا۔ بلکہ انھیں رسومات وقوانین کو جن کے وہ کارگذار تھے مضبوط کرے گا۔ اور اُن کی حمایت کریگا۔ اُن کی شخصی حیثیات کو چار چاند لگائے گا۔ اُن کے اختیارات کو دور و نزدیک کی قوموں میں پھیلائے گا اور کل نوعِ انسان کو زبردستی اُن کے آگے خوار و زار بناکر اُن کا مائحت بنائے گا۔

جب حضرت باب پر کتاب بیان نازل ہوئی جس کے ذریعے آپ نے ایک نئی شریعت پیش کی اور اپنے اسوۂ حسنہ اور نصیحت آمیز بیانات سے ایک دقیق اخلاقی و روحانی اصلاح کی بنیاد ڈالی تو ملاؤں کو ایک فنا کر دینے والے خطرے کی بو آنے لگی۔ انھوں نے اپنے اعتقاد کو برہم ہوتے۔ اپنی آرزوؤں کو مٹتے۔ اپنی جانوں کو ہلاکت میں آتے اور اپنے جاہ و چلن کو بدنام ہوتے دیکھا۔ پس وہ غیظ و غضب سے بھر گئے۔ انھوں نے شاہ اور تمام لوگوں کو بھڑکایا کہ یہ نیا دعویٰ دار علم سلیم کا دشمن۔ اسلام کو برباد کرنے والا۔ محمد کا دشمن اور نہ صرف پاک شریعت کے لئے ہی خطرے کا موجب ہے بلکہ یہ تو حکومت اور ملت کا بھی برباد کنندہ ہے۔

حضرت باب کے رد کرنے اور ستائے جانے کا سبب حقیقت میں وہی تھا جو حضرت مسیح کے رد کرنے اور ستائے جانے کا تھا۔ اگر حضرت عیسیٰ ایک نئی کتاب نہ لائے ہوتے۔ اگر آپ حضرت موسیٰ کے لائے ہوئے روحانی اصول کے ساتھ ساتھ ان کے آئین و قوانین کی بھی حمایت کرتے تو آپ ایک معمولی مصلحِ اخلاق سمجھے جاتے اور فقیہوں اور فریسیوں کے ظلم و ستم سے بچ جاتے۔ مگر اس بات کا دعویٰ کرنا کہ حضرت موسیٰ کی شریعت کا کوئی حصہ بھی حتیٰ کہ طلاق و سبت کے احکام جیسے ماذی قوانین بدل سکتے ہیں اور بدلنے والا ناصرت کا ایک معمولی واعظ ہو۔ یہ فقیہوں اور فریسیوں کے مفاد کے لئے بہت خطرناک تھا۔ اور چونکہ وہ حضرت موسیٰ اور خدا کے نمایندے تھے اسلئے یہ گویا بزرگ و برتر خدا کے خلاف کفر تھا۔ جوں ہی حضرت عیسیٰ کے دعوے کا پتہ لگا آپ پر ظلم و ستم شروع ہوگیا۔ اور چونکہ آپ اپنے دعوے سے باز نہ آئے اس لئے آپ کو شہید کر دیا۔

بعینہٖ انہی حالات کے ماتحت حضرت باب کی علمائے وقت نے جو اپنے مفاد کو خطرے میں سمجھتے تھے شروع ہی سے دشمنی کی اور آپ کو دین کا خراب کرنے والا کہا۔ مگر اس تاریکی اور مذہبی دیوانگی سے اندھے ملک میں بھی (اٹھارہ صدیاں پیشتر کے فلسطین کے فریسیوں کی مانند) اس کے برباد کرنے کا جسے وہ اپنا دشمن سمجھتے تھے کوئی چلتا ہوا بہانہ پیش نہ کر سکے۔

کسی یورپین کی حضرت باب سے ملاقات کا صرف ایک واقعہ محفوظ ہے اور اس وقت کے متعلق ہے جب آپ پر بشدت تمام ظلم و ستم ہو رہا تھا۔ شیخ طبرزیہ میں مقیم ایک انگریز ڈاکٹر تھا جس کا نام ڈاکٹر میک کا ربک تھا اور جسے ایرانی حکام نے حضرت باب کی دماغی حالت کا جائزہ لینے کیلئے بلایا تھا۔ اس ڈاکٹر کا خط جو اس نے اپنے ایک ایرانی امریکن مشن کے دوست ڈاکٹر کو لکھا تھا پروفیسر ای جی براؤن کی کتاب "بابی دین کے مطالعہ کے لئے مواد" میں درج ہے۔ ڈاکٹر میک کا ربک لکھتے ہیں "آپ مجھ سے بابی فرقہ کے بانی سے ملاقات کے کچھ حالات طلب کرتے ہیں۔ اس ملاقات میں کوئی اہم بات نہیں ہوئی۔ کیونکہ باب کو اس بات کا علم تھا کہ مجھے دو ایرانی ڈاکٹروں کے ساتھ اس بات کے معلوم کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے کہ وہ صحیح الدماغ ہیں یا محض پاگل ہیں تاکہ اس بات کا فیصلہ کیا جائے کہ وہ قتل کئے جائیں یا نہیں۔ اس علم کے ہوتے ہوئے آپ نے میرے سوالات کے جواب نہ دیئے۔ آپ ہمارے سوالات کے جواب میں ہمیں ایک ترحم آمیز نظر سے دیکھتے رہے۔ اور نہایت نرم اور دھیمی آواز میں مناجات پڑھتے رہے۔ آپ کے دو پیارے دوست بھی جو سید تھے وہاں موجود تھے اور کچھ سرکاری افسر بھی ہمارے ساتھ تھے یہ دونوں سید بھی آپ کے ساتھ شہید کر دیئے۔ میرے اس کہنے پر کہ میں مسلمان نہیں ہوں اور آپ کے دین کے بارے میں کچھ جاننا چاہتا ہوں تاکہ شاید میں اسے قبول کر لوں۔ آپ نے میری طرف توجہ کی اور نہایت غور سے میری طرف دیکھکر فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ سب اہل یورپ میرے دین کو قبول کرینگے۔ ہم نے شاہ کو اس قسم کی رپورٹ دی کہ آپ کی جان بچ جائے۔ کچھ عرصہ بعد آپ امیر نظام میرزا تقی خاں کے حکم سے شہید کر دیئے گئے۔ ہماری رپورٹ پر آپ کو صرف بیت مارے گئے۔ بیت مارے جانے کے دوران میں قزاش نے ارادتاً یا بلا ارادہ ایک بیت جو آپ کے پاؤں پر مارنا تھا منہ پر مارا۔ جس سے آپ کے چہرے پر سخت زخم آیا اور چہرہ ستوتم ہوگیا۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ ایرانی ڈاکٹر سے علاج کرائینگے یا کسی اور سے۔ تو آپ نے مجھے بلا بھیجنے کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے کچھ عرصہ تک آپ کا علاج کیا۔ مگر ان ملاقاتوں میں مجھے خلوت نصیب نہ ہوئی اور میں آپ سے کوئی بات چیت نہ کر سکا۔ کیونکہ میرے ساتھ ہر وقت کچھ سرکاری آدمی رہتے تھے۔ آپ نرم دل اور نازک بدن تھے۔ قد درمیانہ تھا اور رنگ ایرانیوں سے گورا تھا۔ آپ کی آواز رقت انگیز اور سریلی تھی جو ہمیشہ مجھ پر اثر کرتی تھی۔ چونکہ آپ سید تھے اس لئے آپ اور آپ کے دونوں دوست سیدوں کے لباس میں ملبوس تھے۔ (باقی آئندہ)

تجلیاتِ حشر ونشور

مسئلۂ قیامت پر مفصل مضامین کا سلسلہ پیامبر میں جاری ہے۔ پہلے مضامین میں ہم ثابت کرچکے ہیں کہ قیامت فنائے عالم کا نام نہیں ہے۔ قیامت کے حقائق پر کافی روشنی ڈالی جاچکی ہے۔ ذیل میں حشر کے چند حقائق اور پیش کئے جاتے ہیں۔ محققین غور سے پڑھیں اور اپنے خیالات سے ادارۂ پیامبر کو مطلع فرمائیں۔ (مدیر)

لفظِ حشر کی لغوی تحقیق حَشَرَ النَّاسَ جمعھم اس نے لوگوں کا حشر کیا۔ یعنی انھیں جمع کیا۔ المحشر موضع الحشر ای موضع الجمع (کنز العلوم واللغۃ) محشر کے معنی ہیں لوگوں کے جمع ہونے کا مقام۔

قاموس المحیط میں لکھا ہے الحشر۔ التدقیق والتلطیف والجمع۔ یحشُر ویحشَر والمحشر بفتح موضعہ والجلاء۔ حشر کے معنی ہیں کسی چیز کو باریک اور پاک صاف کرنا اور جمع کرنا۔ محشر جائے حشر۔ اور حشر جلاوطن کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ مختار الصحاح میں لفظِ حشر کے ماتحت لکھا ہے حشر النّاس جمعھم۔ اور لکھا ہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرا نام الحاشر بھی ہے اَحْشُرُ النّاس علیٰ قدمی۔ میں اپنے قدموں پر لوگوں کا حشر کر رہا ہوں۔ مفرداتِ راغب میں لفظ حشر کے متعلق ذیل کی باتیں لکھی ہیں۔ "حشر کسی جماعت کو اس کے مقام سے نکالنا اور انھیں لڑائی وغیرہ میں بھیجنا۔" ایک روایت میں آتا ہے کہ عورتوں کا حشر نہ کیا جائے یعنی لڑائی میں نہ بھیجی جائیں۔ لفظ حشر انسان کے متعلق اور دوسری چیزوں کے متعلق بھی آتا ہے۔ کہتے ہیں کہ فلاں لوگوں کے مال کا قحط سالی نے (برا) حشر کردیا یعنی برباد کردیا۔ لفظ حشر جماعت ہی کے متعلق استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے وابعث فی المدائنِ حاشرین "شہروں میں حاشر یعنی جمع کرنے والوں کو بھیجدے" اور یہ بھی آتا ہے کہ حُشِرَ لسلیمان جنودہٗ۔ سلیمان کا لشکر جمع کیا گیا۔

قرآن مجید سورۂ نازعات میں ہے "فحشر فنادیٰ" فرعون نے لوگوں کو جمع کیا اور پکارا۔ سورۂ طٰہٰ میں ہے "وان یحشر النّاس ضحیً" سورج چڑھے لوگوں کو جمع کیا جائے۔

خلاصہ

لفظ حشر کے معنی ہیں کسی چیز کو باریک کرنا۔ آدمیوں کو جمع کرنا۔ جلاوطن کرنا۔ اپنی جگہ سے نکال دینا۔ برا حال کردینا۔

یوم الحشر یوم القیامہ

روزِ حشر اور روزِ قیامت ایک ہی چیز ہے۔ حشر وقیامت کا وقت وہ زمانہ ہوتا ہے جب خداوندِ عالم کی طرف سے کوئی پیغمبر برپا ہوتا ہے اور اس کے ذریعے نئی زندگی کا صور پھونکا جاتا ہے۔ لوگ ہلاکت کی قبروں سے اٹھ کر زندہ ہونے لگتے ہیں۔ قوموں کا محاسبہ کیا جاتا ہے۔ جو لوگ آوازِ حق پر لبیک کہتے ہیں جنتِ رحمت میں داخل ہوتے ہیں اور جو لوگ مرسلِ برحق سے

منہ پھیر لیتے ہیں جہنم ہلاکت میں گرتے ہیں۔

جب حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں مبعوث ہوئے تو ایک حشر برپا ہوا۔ چنانچہ خداوند عالم قرآن مجید میں مسلمانوں کو تعلیم دیتا ہے کہ

واتقوا اللہ واعلموا انکم الیہ تحشرون (سورۃ بقر ع ۲۵) — تقویٰ اختیار کرو اور اس حقیقت کو جان لو کہ تم خدا کی طرف محشور و مجتمع کئے جا رہے ہو۔

سورۃ انفال میں ارشاد فرماتا ہے :۔

یاایھا الذین اٰمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم واعلموا ان اللہ یحول بین المرأ وقلبہ وانہ الیہ تحشرون ۔ (ع) — اے مسلمانو! خدا رسول کی بات مانو کہ وہ تمھیں زندگی بخش پیرہن کی طرف بلا رہا ہے اور اس حقیقت کو جان لو کہ خدا انسانی ارادوں میں آڑے آسکتا ہے اور یہ بھی جان لو کہ خدا کی طرف ہی تمھارا حشر و اجتماع کیا جا رہا ہے

والذین کفروا الیٰ جھنم یحشرون لیمیز اللہ الخبیث من الطیب (ع) — اور جو لوگ دینِ حق سے منکر ہیں اُن کا حشر و اجتماع جہنم کی طرف کیا جا رہا ہے تاکہ خدا برے کو اچھے سے الگ کردے۔

مومنوں کو خطاب فرماتا ہے :۔

واتقوا اللہ الذی الیہ تحشرون ۔ (مجادلہ ع) — تم اُس خدا سے ڈرو جس کی طرف تمھارا حشر و اجتماع ہو رہا ہے۔

منکروں کو نوٹس دیا جا رہا ہے

قل للذین کفروا ستغلبون وتحشرون الیٰ جھنم (آل عمران ع) — اے رسول! انکار کرنے والوں سے کہدیجئے کہ تم لوگ عنقریب مغلوب ہوجاؤ گے اور جہنم کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے

چنانچہ یہ وعدہ جنگِ بدر وغیرہ میں نہایت خوبی سے پورا ہوا۔

سورۃ الحشر

سورۃ حشر میں نہایت تصریح سے لفظِ حشر کے ساتھ مکذبین حق کے حشر کا یوں ذکر فرمایا ہے :۔

ھوالذی اخرج الذین کفروا من اھل الکتاب من دیارھم لاول الحشر — خدا وہ ہے جس نے اہل کتاب کافروں کو ان کی بستیوں سے اوّلِ حشر میں ہی نکال باہر کیا۔

ان تصریحات سے روشن ہوگیا کہ ظہور حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت حشر ہو رہا تھا۔ یہاں صریح لفظ ہیں۔ کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔

الیوم الموعود یا حشرِ اقوام

یومِ موعود جسے قیامتِ کبریٰ یا حشرِ اقوام کا زمانہ کہا جاتا ہے، اس کا ذکر کتبِ الٰہیہ بالخصوص قرآن مجید میں نہایت تفصیل سے آیا ہے اور اس پر ایمان لانا اصول دین میں داخل ہے۔

ہم مضامینِ قیامت میں یہ امر ثابت کرچکے ہیں کہ فنائے عالم کا نام قیامت نہیں ہے اور یہ کہ قیامت رسولِ حق کی بعثت سے برپا ہوتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بعثت بھی قیامت اور حشر کا وقت تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قیامتِ کبریٰ اور حشرِ اعظم کی خبریں بڑی وضاحت سے دی تھیں۔ قرآن و حدیث میں یہ خبریں بھری پڑی ہیں۔ عصرِ حاضر وہی یومِ موعود یا زمانہ حشرِ اعظم ہے جس کا ذکر مقدس پیغمبروں نے اور خصوصیت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ بلکہ آنحضور تو اس کی خبر دینے والے نبیوں میں آخری وجودِ مبارک تھے۔ آپ نے اس مضمون کو حدِ تکمیل پر پہنچا دیا الحمدللہ کہ وہ یومِ موعود آگیا۔ حضرت سید علی محمد باب نے ۱۲۶۰ھ کے ماہ جمادی الاولیٰ کی پانچویں تاریخ غروبِ آفتاب کے دو گھنٹے اور پندرہ منٹ بعد صور پھونک کر یومِ موعود کی آمد کا اعلان فرمایا۔ اور پھر حضرت بہاءاللہ نے قیامتِ کبریٰ اور حشرِ اعظم کا دوسرا صور پھونکا۔ واقعات اسی طرح رونما ہوئے جس طرح الٰہی نوشتوں میں خبریں دی گئی تھیں۔ ذیل میں ہم قرآن مجید سے

یوم موعود یا حشرِ اعظم کی خبریں نقل کرتے ہیں۔ اہل بصیرت ملاحظہ فرمائیں کہ وہ خبریں کس طرح واقعہ بن کر رونما ہیں۔

سورۂ انبیاء میں فرماتا ہے کہ "لوگوں کے محاسبے کا وقت قریب آگیا ہے اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے حق سے بیرخی کر رہے ہیں۔ جب کبھی خداوند عالم کی طرف سے کوئی نیا ذکر آتا ہے اور آئے گا تو لوگ اپنے لہو ولعب میں جی لگائے رہتے ہیں اور رہینگے۔" (اس کے آگے فرماتا ہے)

جن بستیوں کو ہم تباہ کر چکے ہیں انھوں نے بھی حق وصداقت کا انکار کر دیا تھا تو کیا اب یہ لوگ ایسے ہیں کہ حق وصداقت کو تسلیم کر لینگے؟

اس بات کو پھر اسی صورت کے رکوع ۷ میں فرماتا ہے کہ "جن قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں (اور ان کی روحانیت بالکل تباہ ہو چکی ہے) وہ حق وصداقت کی طرف رجوع نہیں کرینگے۔ یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج مفسد قومیں آزاد ہو کر دنیا میں ہر طرف پھیل جائیں گی اور وعدۂ حق (یوم موعود) نزدیک آلگیگا تو جو لوگ حق وصداقت سے حجاب میں تھے ان کی نظریں اوپر اٹھیں گی اور وہ کہیں گے کہ افسوس ہم اس امر سے غافل رہے بلکہ ہم تو بے جا کارروائیوں میں مصروف تھے۔" مقصد یہ ہے کہ گذشتہ قومیں جو بیدینی میں پڑی ہوئی ہیں وہ یوم موعود میں خوابِ غفلت سے بیدار ہونگی۔ اسی لئے یہ زمانہ حشرِ اقوام کا وقت ہے۔

اسی امر کے متعلق سورۂ کہف میں یوں ذکر آتا ہے کہ "ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کو روکنے کے لئے ایک مضبوط دیوار بنادی۔ جس پر یاجوج ماجوج نہ چڑھ سکے اور نہیں کوئی نقب نہ لگا سکے۔ تب ذوالقرنین نے کہا کہ اس دیوار کا بن جانا خدا کی خاص رحمت ہے۔ پھر جب میرے رب کا وعدہ (یوم موعود) آئے گا تو خدا اس روک کو ہٹا دے گا۔ اور میرے رب کا وعدہ یقیناً سچا ہے۔" (خداوند عالم فرماتا ہے) "ہم سب لوگوں کو ایک دوسرے میں موجیں مارتے ہوئے چھوڑ دینگے اور صور پھونکا جائے گا سو ہم سب کو اکٹھا کر دیں گے۔" ؏

اس آیتِ مبارکہ میں وعدہ فرماتا ہے کہ جب آخری زمانہ میں قومیں جوشِ تعصب میں گرفتار ہو کر اختلافات ونزاعات میں سرگرم ہونگی۔ خداوند عالم کی طرف سے صور پھونکا جائے گا۔ یعنی ندائے حق بلند ہوگی۔ تب لوگوں کو وحدت واتحاد کی طرف بلایا جائے گا۔ چنانچہ حسب وعدہ آج ظہور حضرت بہاء اللہ کے ذریعے اقوامِ عالم کو وحدت کے مقام پر جمع کیا جا رہا ہے۔ وہ قومیں جو ہزارہا سال سے جدا جدا تھیں اب مرکزِ وحدت پر جمع ہو رہی ہیں۔ اب خداوند عالم کا حکم ہے کہ انسانوں کے درمیان سے تفرقے مٹا دیئے جائیں۔ مذہبی، قومی، نسلی وطنی پردے درمیان سے اٹھا دیئے جائیں۔ سب انسانوں کو ایک برادری بن کر رہنا چاہیے۔ "اے قوم! سب اہل زمانہ سب کے ساتھ مل جل کر ہنسی خوشی سے زندگی بسر کرو۔ اے تمام عالم کے لوگو! تم سب ایک ہی درخت کے پھل اور ایک ہی شاخ کے پتے ہو۔"

روئے زمین ایک ہی وطن ہے۔ تمام نوع انسان ایک ہی برادری ہے کھانا پینا۔ شادی۔ بیاہ۔ لین دین سب کاموں میں ایک ہو کر رہو۔ آج وحدت کا خیمہ تان دیا گیا ہے ایک دوسرے کو غیریت کی آنکھ سے نہ دیکھو۔"

آیتِ مبارکہ میں تمام اقوام کے جمع کرنے کا ذکر ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہے کہ جو لوگ میرے ذکر (کلام اور پیغمبر) سے آنکھیں بند کر کے بے راہ روی اختیار کرینگے ان کے آگے جہنم لایا جاوے گا۔ وہ ہلاکتوں اور بربادیوں میں پڑینگے اور آوازِ حق سننے سے محروم رہینگے۔ جیسا کہ خدائی قانون مقرر ہے کہ جب پیغمبر آئینگے تو جو لوگ ایمان وعمل صالح اختیار کرینگے انھیں خوف وحزن نہ ہوگا اور جو لوگ آیاتِ الٰہی کی تکذیب کرینگے وہ اہل نار ہیں۔ ہمیشہ نار ہی میں رہیں گے یعنی موجودہ زندگی میں اور بعد الموت بھی

؏ یاد رہے کہ اس آیت میں صاف فرمایا ہے کہ یاجوج ماجوج قومیں دنیا میں آزاد ہو چکیں اور صور پھونکا جا چکیگا تو سب لوگوں کو اکٹھا کیا جائیگا۔ نہایت واضح ہے کہ اقوام عالم کی موجودگی میں صور پھونکا جائے گا۔ اور صور پھونکنے کے بعد بھی وہ جمع کی جائیں گی۔ یہ نہیں فرمایا کہ صور پھونکنے پر سب فنا ہو جائیں گی۔ اس آیت کی شہادت سوچنے والوں کے لئے کافی ہے کہ صورِ قیامت سے فنا نہیں ہوگی بلکہ اقوام کا اجتماع ہوگا۔ اس کے خلاف بے بنیاد خیالات کی پیروی کرنا کلام حق سے نہایت غفلت ہے۔

سوزش ناکامی دیکھیں گے۔ اسی قانون کے ماتحت اب جبکہ ظہورِ حق ہوا ہے دونوں قسم کے لوگ پیدا ہوئے ہیں۔ جن کے نام کتاب اللہ میں اس طرح لکھے ہیں۔

مصدقین	مکذبین
اصحاب الجنۃ	اصحاب النار
ابرار	فجار
اصحاب الیمین	اصحاب الشمال
اصحاب المیمنۃ	اصحاب المشئمۃ
اہل علیین	اہل سجین
معترفین	محجوبین

وغیرہ وغیرہ

قانونِ عذاب سورج کی کرنوں سے وہ چیزیں نشو ونما پاتی ہیں جو مناسب استعداد نمو رکھتی ہیں۔ اور جو چیزیں مناسب قوتِ استعداد نہیں رکھتیں وہ سورج کی روشنی اور حرارت سے کچھ فائدہ حاصل نہیں کرتیں بلکہ بسا اوقات نقصان اٹھاتی ہیں۔ سوکھ جاتی اور جل جاتی ہیں۔

اسی قانونِ قدرت کے مطابق آفتابِ حقیقت یعنی پیغمبرِ حق سے وہ لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو اپنے اندر قبولِ نور کی استعداد رکھتے ہیں۔ وہی اہلِ نور کہلاتے ہیں۔ اور جو لوگ اپنی یہ فطری استعداد ضائع کر چکے ہیں یا اسے نہایت کثیف بنا چکے ہیں وہ اس آفتابِ حقیقت کی شعاعوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ ضداً وتعصباً کے جل جاتے ہیں۔ یہی اہلِ نار کہلاتے ہیں۔ یہی اُن کا عمل ان کے لئے عذاب بن کر انھیں دنیا اور دین میں ترقع اور ترقی سے محروم کر دیتا ہے۔ تسفل اور تنزل میں مبتلا کر دیتا ہے۔ یہی اُن کا جہنم ہے۔ دنیا میں رہتے ہوئے بھی عذاب پاتے ہیں اور مرنے کے بعد بھی عذاب میں جاتے ہیں۔ خداوندِ عالم اس قانون کو یوں بیان فرماتا ہے۔

فاما الذین کفروا فاعذبھم عذابا شدیدا فی الدنیا والاخرۃ (آل عمران ع۱۴) — جو لوگ حق وحقیقت کے انکاری بنتے ہیں۔ میں انھیں دنیا میں اور مرنے کے بعد بھی سخت عذاب دونگا۔

اور فرماتا ہے

ما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا اھلھا بالبأساء والضراء لعلھم یضرعون (اعراف ع۱۴) — ہم نے جہاں جہاں کوئی نبی بھیجا وہاں کے لوگوں کو سختی اور تکلیف میں گرفتار کر دیا تاکہ وہ لوگ عاجزی و بندگی اختیار کریں۔

اسی کے ساتھ فرماتا ہے کہ اگر یہ لوگ ایمان وعملِ صالح اختیار کر لیتے تو ہم انھیں آسمان زمین کی نعمتوں سے مالا مال کر دیتے۔ مگر انھوں نے تکذیب پر کمر باندھی تو ہم نے بھی انھیں ان کے کرتوت کے باعث گرفتار کر لیا۔

یوم حشر میں ہر اُمت کو اُس کی کتاب کی طرف بلایا جا رہا ہے

خداوندِ عالم فرماتا ہے

یا ایھا الذین اٰمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم (انفال ع۳) — مسلمانو! خدا اور رسول کی بات مانو کہ وہ تمھیں زندگی بخش چیز کی طرف بلاتا ہے۔

اور فرماتا ہے

افمن کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس کمن مثلہ فی الظلمٰت لیس بخارج منھا (انعام ع۱۵) — کیا وہ جو مردہ تھا ہم نے اسے زندگی بخشی اور اسے روشنی دی جسے لئے ہوئے وہ لوگوں میں چل رہا ہے اس شخص کی مانند ہے جو اندھیروں میں پڑا ہے ان میں سے نکل ہی نہیں سکتا۔ (ہرگز برابر نہیں)

ان آیات میں پیامِ حق کو نئی زندگی اور موت سے نکل کر زندہ ہونے والا قرار دیا ہے۔

سورۂ بقر میں فرماتا ہے کہ خدا کا انکار کیونکر کر سکتے ہو۔ تم مردہ تھے اس نے

تمھیں جِلایا۔ نفخۂ محمدیہ کے ذریعے زندگی بخشی۔ پھر تمھیں قومی موت دیگا۔ پھر تمھیں حیاتِ بخشیگا۔ پھر تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔"

اس آیہ مبارکہ کے مطابق مسلمانوں کو موتِ روحانی قلبی کے بعد حضرت باب کے ذریعے نئی زندگی ملی۔ اور حضرت بہاءاللہ کے ذریعے پھر رجوع الی اللہ ہوا۔

اسی مقصد کو سورۂ جاثیہ میں یوں بیان فرماتا ہے قل اللہ یحییکم ثم یمیتکم ثم یجمعکم الی یوم القیٰمۃ لاریب فیہ۔ اے رسول! کہدیجئے کہ اللہ تمھیں زندہ کر رہا ہے پھر تمھیں موت دیگا پھر تمھیں وقتِ قیامت کی طرف اکٹھا کریگا جسمیں شک نہیں۔ ولٰکن اکثر الناس لایعلمون۔ مگر بہت سے لوگ اس حقیقت سے بے علم ہیں وللہ ملک السمٰوٰت والارض اور تمام بلندیوں اور پستی پر خدا کی ہی حکومت ہے۔ ویوم تقوم الساعۃ یومئذٍ یخسر المبطلون اور جس دن قیامت قائم ہوگی (ظہورِ حق ہوگا) اُس دن باطل پرست نقصان اٹھائینگے ۔ وترٰی کل امۃ جاثیہ اور ہر اُمت کو تو گھٹنوں کے بل گرا ہوا دیکھے گا۔ سب گری ہوئی حالت میں مبتلا ہونگے۔ جیسا کہ آجکل ہر اُمت کا حال مشاہدہ میں آرہا ہے۔ کل امۃٍ تدعیٰ الیٰ کتابھا ہر امت اپنی کتاب کی طرف بلائی جائے گی۔ چنانچہ آج ظہورِ حق کے ماننے والے یہی ندا بلند کر رہے ہیں کہ اے تمام اُمتو! اپنی اپنی الہامی کتاب کو غور سے پڑھو تمھیں ظہورِ حق اور یومِ موعود کے اسرار نمایاں نظر آئیں گے۔ اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ سب الہامی کتابیں ایک ہی حقیقت کا پیغام دے رہی ہیں۔ اسی الٰہی تحریک کا اثر ہے کہ ہر امت اپنی اپنی الہامی کتابوں کی طرف خاص توجہ کر رہی ہے۔ الیوم تجزون ما کنتم تعملون ۔ اے قومو! آج تمھیں تمھارے اعمال کی جزا سزا ملے گی۔ ھٰذا کتابنا ینطق علیکم بالحق۔ یہ ہماری کتاب تمھیں حق حق باتیں بتاتی ہے۔ انا کنا نستنسخ[1] ما کنتم تعملون۔ ہم تمھارے اعمال کو بدلنا چاہتے ہیں۔

کتاب دائیں بائیں سے دی جارہی ہے

سورۂ بنی اسرائیل میں خداوند عالم فرماتا ہے یوم ندعوا کل اناسٍ بامامھم۔ جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ذریعے بُلائینگے یعنی امام الزمان مہدیِ موعود کے ذریعے لوگوں کو دعوتِ حق دینگے۔ فمن اوتی کتابہ بیمینہ فاولئک یقرأون کتابھم ولا یظلمون فتیلا۔ تب جسے اس کی کتاب دینی اس کے سیدھے ہاتھ میں دی جائیگی تو یہی لوگ اپنی کتاب پڑھینگے اور ذرہ بھر اُن کا حق ضائع نہ ہوگا۔

سورۂ الحاقہ میں طوفانِ ضلالت کے وقت کشتیِ نجات بھیجنے کا ذکر اور پہلی مرتبہ صُور پھُکنے۔ تمدن و ترقی کی راہیں کھُلنے اور آسمانِ اسلام کے شق ہونے اور نئے ظہور کے قائم ہونے کا ذکر فرما کر کتاب دئے جانے کی یوں خبر دیتا ہے۔ فمن اوتی[2] کتابہ بیمینہ فیقول ھاؤم اقرأوا کتابیہ جسے اس کی کتاب سیدھے ہاتھ میں دی جائے گی وہ کہیگا آؤ آؤ لوگو! میری کتاب پڑھو۔ انی ظننت انی ملاقٍ حسابیہ میں نے یقین کر لیا کہ میں اپنے حساب سے آملا ہوں۔ اس کے بالمقابل مجرم کا ذکر فرماتا ہے واما من اوتی کتابہ بشمالہٖ فیقول یٰلیتنی لم اوت کتابیہ ولم ادر ما حسابیہ۔ یا لیتھا کانت القاضیہ۔ لیکن جسے اس کی کتاب اُلٹے ہاتھ میں دی جائے گی وہ کہیگا کاش مجھے یہ کتاب نہ ملتی اور مجھے

---

[1] کیونکہ قانونِ الٰہی یہ ہے کہ فاذا جاء امر اللہ قضی بینھم بالحق وخسر ھنالک المبطلون (مومن ع۸) جب خدا کا امر آتا ہے لوگوں میں سچا فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور اس موقع پر باطل پرست نقصان اٹھاتے ہیں۔ فاذا جاء رسولھم قضی بینھم بالقسط (یونس ع۶) جب لوگوں میں رسول حق آتا ہے انصاف سے فیصلہ کر دیا جاتا ہے

[2] النسخ ازالۃ الشئ بشئ یتعقبہٗ کنسخ الشمس الظل والظل الشمس والشیب والشباب (مفرداتِ راغب) نسخ ایک بعد والی چیز کے ذریعے پہلی چیز کو ہٹانا۔ جیسے دھوپ کا سایہ کو اور سایہ کا دھوپ کو ہٹانا۔ بڑھاپے کا جوانی کو ہٹانا۔ والاستنساخ التقدم بنسخ الشئ (مفرداتِ راغب) استنساخ کے معنی ہیں چیز کو شائع کے لئے بڑھنا۔

[3] اوتی کتابہ بالعمل اس تلفظ کے ہم معنی ہے جو دہلی مذہب کے متعلق آتا ہے اوتوا الکتاب، انھیں کتاب دیگئی (لاخلوہ کآل عمران ع۱۰) بینۃ ع۱ (حدید ع۴) (نساء ع۱۹) (مائدہ ع۱۴) (توبہ ع۱۱)

حساب کی خبر بھی نہ ہوتی۔ کاش یہ قصہ ہی چک جاتا۔ ما اغنیٰ عنی مالیہ ھلک عنی سلطانیہ۔ میری دولت میرے کام نہ آئی۔ میری بادشاہی وقوت و دلیل تباہ ہوگئی۔"

یہ اُن دلی خیالات کا نقشہ ہے جو ہلاک شدہ قوم کے افراد کے اندر پیدا ہوتے ہیں۔ وہ کبھی اپنی حکومت و دولت کی بربادی پر ماتم کرتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ یہ سب جھگڑے ہماری مذہبی کتاب سے ہی پیدا ہوئے ہیں۔ جو جیا چاہتا ہے اسمیں سے اپنا مطلب نکال لیتا ہے۔ کاش یہ سارا قصہ ہی ختم ہو جاتا تو اچھا تھا۔ جو لوگ بیباک ہو جاتے ہیں وہ صاف صاف ایسے خیالات کا اظہار کرنے لگ جاتے ہیں۔ ہم نے خود ایسے بہت سے لوگوں کی باتیں سُنی ہیں۔ یہ خیالات اس امر کا نتیجہ ہیں کہ انھیں کتاب اُلٹے ہاتھ میں دی گئی ہے۔ یعنی انھیں کتاب کا معقول پہلو نہیں دکھایا گیا۔ بلکہ اوہام میں ڈال دیا گیا اس لئے وہ گھبرا گھبرا کر ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔ ہاں جس شخص کو کتاب سیدھے ہاتھ میں دی جائے گی۔ یعنی جو اس کا صحیح مطلب سمجھیگا وہ بہت خوش ہوگا

سورۃ الشقاق میں فرماتا ہے فاما من اوتی کتابہ بیمینہ فسوف یحاسب حسابا یسیرا و ینقلب الی اھلہ مسرورا۔ جسے اس کی دینی کتاب اس کے سیدھے ہاتھ میں دی جائے گی اُس کا محاسبہ آسان ہوگا اور وہ مسرور و شادمان ہو کر اپنے لوگوں کے پاس لوٹ کر جائیگا اور انھیں خبر پر مسرت سنائے گا۔

ظہورِ حضرت مسیحؑ پر اللہ پر ایمان لانے والوں کا یہی حال ہے۔ یہاں اپنے اہل کے پاس لوٹ کر جانا کس قدر صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہ واقعہ دنیا میں ہی ہوگا۔ جبکہ آدمی عرفانِ حق سے سرشار ہو کر اپنے لوگوں کو خوشخبری پہنچانے کے لئے پھر ان کی طرف لوٹ جائیگا۔ یہی لفظ اھلہ اس شخص کے حق میں وارد ہے جسے کتاب پیٹھ کے پیچھے سے ملے گی۔ اسی سورت میں آگے فرماتا ہے انہ کان فی اھلہ مسرورا۔ کہ وہ اپنے لوگوں میں مگن رہا۔ پیٹھ پیچھے سے کتاب کا ملنا بالکل وہی بات ہے جو آیت نبذ الکتاب اللہ وراء ظھورھم میں بیان ہوئی۔ کہ انھوں نے کتاب الٰہی کو پس پُشت ڈال دیا اسی بات کو اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا۔ رسول کہیگا کہ اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو مہجور و متروک کر دیا۔

دائیں طرف سے کتاب ملنے کے بالمقابل دوسری قسم کے لوگوں کا ذکر یوں فرماتا ہے واما من اوتی کتابہ وراء ظھرہ فسوف یدعو ثبورا ویصلیٰ سعیرا۔ اور جسے اس کی کتاب پیٹھ پیچھے سے دی جائے گی وہ جلدی ہلاکت کو پکاریگا۔ اور سوزش میں داخل ہوگا۔ انہ کان فی اھلہ مسرورا۔ انہ ظن ان لن یحور۔ یہ شخص اپنے لوگوں میں مگن تھا۔ یہ خیال کرتا تھا کہ اسے کوئی انقلاب پیش نہ آئے گا۔ ظہورِ حق پر ایمان لانے والا لوٹ کر اپنے لوگوں کو بشارت سنائے گا اور مسرور ہوگا۔ ظہورِ حق سے محجوب منکر اپنے ہم خیال لوگوں میں ہی مست و غافل پڑا رہے گا۔ اور خیال کریگا کہ ہم زوال میں نہیں آسکتے۔ جیسا کہ ہر ایک بے روح قوم اسی خیال میں مگن ہے کہ ہم تباہ نہیں ہونگے۔ ہماری قوم فنا نہ ہوگی۔ درآں حالیکہ اسوقت بھی قومی ہلاکت میں پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن بے حسی کا یہ عالم ہے کہ اپنی موت و ہلاکت کا احساس نہیں۔ بلکہ اپنی ہلاکت سے انکار ہے

یوم موعود میں نئی کتاب الٰہی کی آمد

سورۂ زمر میں دوبارہ صور پھُکنے کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا ہے:۔

واشرقت الارض بنور ربھا و وضع الکتاب } سرزمین پروردگار کے نور سے روشن ہو جائیگی اور کتاب لاکر رکھی جائے گی۔

زمین کا پروردگار کے نور سے روشن ہونا وہی حقیقت ہے جو ظہورِ محمدی میں فرمایا قد جاءکم من اللہ نور۔ تمہارے پاس خدا کی جانب سے نور آیا ہے۔ کتاب سے مراد کتاب الٰہی ایک صاف بات ہے نامۂ اعمال کا خیال کسی تحریر و کتاب کی شکل میں بالکل ثابت نہیں۔ اس پر ایک مضمون میں ہم

مفصل بحث کر چکے ہیں۔

محاسبۂ اقوام

خداوند عالم اس دنیا میں ہمیشہ اقوام کا حساب لیتا رہا ہے اور انھیں سزا دیتا رہا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

وکاین من قریۃ عتت عن امر ربھا و رسلہ فحاسبناھا حسابا شدیدًا وعذبناھا عذابا نکرا فذاقت وبال امرھا وکان عاقبۃ امرھا خسرا (سورۂ طلاق)

کتنی ہی بستیوں نے اپنے رب کے حکم اور اس کے رسولوں سے سرتابی کی۔ سو ہم نے ان کا حساب لیا سخت حساب۔ اور انھیں بھیانک عذاب دیا۔ تو انھوں نے اپنے کرتوت کے وبال کا مزہ چکھ لیا۔ اور انجام کار انھیں سراسر گھاٹا رہا۔

جس قانون اور جس طرز سے خداوند عالم پہلی اقوام کا محاسبہ کر چکا ہے وہی قانون اور وہی طرز و طریق یوم موعود و حشر اعظم میں بھی عمل واثر کر رہا ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ (احزاب ع) قانون و طریق خداوندی کو تم بدلتے ہوئے ہرگز نہ پاؤ گے۔

خداوند عالم ہر ذرہ ذرہ کی حالت جانتا ہے۔ اس علیم و خبیر کو کسی جاسوس یا رپورٹر یا گواہ کی ضرورت نہیں۔ وہ فرماتا ہے

وکفی بذنوب عبادہ خبیرًا بصیرًا (فرقان ع)

اپنے بندوں کے گناہوں کو وہ خود ہی جاننے والا دیکھنے والا کافی ہے۔

اور فرماتا ہے

وکفی بنا حاسبین (سورۃ الانبیاء ع)

بس ہم خود ہی حساب لینے والے کافی ہیں۔

اور فرماتا ہے

فیومئذ لا یسئل عن ذنبہ انس ولا جان (رحمٰن)

محاسبہ کے وقت یوم موعود میں کسی انسان اور جان سے اس کے گناہ کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا۔

خداوند نے اپنے علم محیط سے سب کچھ جانتا ہے اور اپنی قدرت کاملہ سے سراسر درست محاسبہ کرتا ہے۔ ایک ذرہ کمی بیشی نہیں ہوتی۔ سورۃ الشقاق کی آیت ابھی گذر چکی ہے جسمیں فرمایا ہے کہ جسے اس کی دینی کتاب اس کے سیدھے ہاتھ میں دی جائے گی اس کا محاسبہ آسان ہوگا۔ اور وہ آدمی مسرور و شادمان ہو کر اپنے لوگوں کے پاس لوٹ کر جائے گا۔ ظاہر ہے گذشتہ زمانوں میں خداوند عالم قوموں کا حساب لے چکا ہے اور انھیں عذاب دے چکا ہے۔ وہاں نہ کوئی مادی تخت تھا جس پر خدا بیٹھا ہو نہ کوئی نامۂ اعمال کے دفتر لکھے ہوئے پیش ہوئے تھے۔ نہ کوئی گواہ بلایا گیا تھا۔ بلکہ ہوا یہ تھا کہ خدا نے اپنا نائب رسول بھیجا۔ جس نے آکر دنیا کو پیغام الٰہی سنایا۔ کتاب الٰہی انھیں دی۔ جن لوگوں نے قبول کیا وہ ایمان و جنت کے وارث ہوئے اور جنھوں نے سرتابی کی انھیں ہلاکت نصیب ہوئی۔ یہی طریق فیصلہ خدا کا مقرر کردہ ہے۔

چنانچہ ارشاد فرماتا ہے

ولکل امۃ رسول فاذا جاء رسولھم قضی بینھم بالحق وھم لا یظلمون

ہر امت کے لئے رسول ہوتا ہے۔ جب ان کا رسول آتا ہے ان لوگوں میں سچا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ اور ان پر کوئی ظلم نہیں ہوتا

وہ تخت عدالت جہاں سے خدائی فیصلے صادر ہوتے ہیں پیغمبر خدا کی مسند نیابت الٰہیہ ہوتی ہے جیسا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ حقیقت بیان ہوئی کہ

خدائی فیصلہ رسول کے ذریعے ہوتا ہے

فاحکم بینھم بما انزل اللہ (مائدہ ع)

اے رسول! خدا کے نازل کردہ حکم کے مطابق آپ ان لوگوں میں فیصلہ کیجئے۔

رسول اکرم سے کہلایا جاتا ہے:۔

وامرت لاعدل بینکم (شوریٰ ع)
مجھے حکم ہے کہ تمھارے درمیان عدالت کروں۔

اسی حقیقت کو یوں بھی فرمایا :-

فاذا جاء امر اللہ قضی بینھم بالقسط وخسر ھنالک المبطلون (مومن ع)
جب خدا کا حکم آتا ہے لوگوں میں ٹھیک فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور اس موقع پر اہل باطل گھاٹے میں رہ جاتے ہیں۔

حشر کے دن مذاہبِ عالم میں فیصلہ

معلوم ہو چکا ہے کہ خدائی فیصلہ پیغمبر کے ذریعے ظاہر ہوا کرتا ہے۔ اسی قانون کے مطابق حشرِ اعظم کے دن مظہرِ ظہورِ الٰہی کے ذریعے اقوام و مذاہب کے اختلافات کا فیصلہ کیا جائے گا۔

انسانی دنیا کی فطرت ہے کہ عقول و جذبات اور خواہشات مختلف ہونے کی وجہ سے لوگوں میں اختلاف برپا ہو جاتا ہے۔ لوگوں کے اختلافات مٹانے کے لئے خدا تعالیٰ وقتاً فوقتاً انبیاء کو مبعوث فرماتا رہا ہے۔

وانزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ من بعد ما جاءتھم البینات بغیاً بینھم فھدی اللہ الذین اٰمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ (سورۂ بقر ع)
اور ان کے ساتھ کتاب حق نازل فرمائی تاکہ خود خدا لوگوں میں ان کے اختلافات کا فیصلہ کر دے۔ اور بینات آجانے کے بعد کتاب اللہ میں انھیں لوگوں نے اختلاف ڈالا جنھیں کتاب اللہ دی گئی تھی آپس میں سرکشی کی بنا پر انھوں نے ایسا کیا۔ خدا نے ایمان لانے والوں کو ان اختلافات میں حق و صداقت کی پسندیدہ راہ دکھا دی۔

قرآن بھی اختلاف دور کرنے کے لئے آیا

ان ھذا القراٰن یقص علی بنی اسرائیل اکثر الذی ھم فیہ یختلفون وانہ لھدی ورحمۃ للمؤمنین۔ ان ربک یقضی بینھم بحکمہ (نحل ع)
یقیناً یہ قرآن بنی اسرائیل پر وہ بہت سے حقائق ظاہر کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ اور یقیناً یہ قرآن اہل ایمان کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔ بیشک تیرا پروردگار ان لوگوں میں اپنے حکم سے فیصلہ فرما رہا ہے۔

یہ قرآن اہل کتاب کے اختلافات میں فیصلے کا ذکر تھا۔ مشرکین کے بارے میں فرماتا ہے :-

والذین اتخذوا من دونہ اولیاء ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ۔ ان اللہ یحکم بینھم فیما ھم فیہ یختلفون (زمر ع)
وہ جنھوں نے خدا کے سوا اوروں سے اولیاء (اپنے مالک) بنا لئے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان کی بندگی محض اسی لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں خدا کے پاس پہنچا دیتے ہیں۔ بارگاہِ الٰہی میں رسائی کا وسیلہ ہیں، خدا ان لوگوں میں فیصلہ فرما رہا ہے۔

فیصلۂ اختلافات کے سلسلے میں صاف بتاتا ہے کہ ظہورِ محمدی کا زمانہ قیامت کا دن ہے۔ کیونکہ رسول کے ظہور کا دن ہی قیامت کا دن ہوتا ہے اور اس قیامتِ محمدی میں خدا حکم و فیصلہ کر رہا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے :-

انما جعل السبت علی الذین اختلفوا فیہ وان ربک لیحکم بینھم یوم القیٰمۃ فیما کانوا فیہ یختلفون۔ ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ (نحل ع)
سبت (سنیچر) انھیں لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا تھا جنھوں نے اسمیں اختلاف ڈال دیا اور بیشک تیرا پروردگار ان میں حکم و فیصلہ کر رہا ہے جن باتوں میں وہ (اہل کتاب) اختلاف کرتے تھے اے رسول! حکمت و موعظۂ حسنہ کے ساتھ اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دے۔

لیحکم میں لام حال ہے۔ جس کے معنی ہیں فیصلہ کر رہا ہے۔ تفصیل سے ہم کسی گذشتہ اشاعت میں بحث کر چکے ہیں۔ اہل مذاہب کے

بیشتر اختلافات کا فیصلہ دو یہ قرآن میں کر دیا گیا تھا۔ لیکن کلی فیصلہ جس کے نتیجے میں خدائی کی خلیج پاٹ دی جائے اور سب گلے مل جائیں اور ایک ہو کر زندگی بسر کریں بمشیت ایزدی نے یہ کام یوم موعود کے لئے مقرر فرمایا تھا اور صاف صاف خوش خبری سنا دی تھی کہ قیامت کبریٰ میں خداوند عالم تمام اہل مذاہب میں کلی فیصلہ فرما دے گا اور سب کو باہم ملا دے گا۔ چنانچہ اس وعدے اور بشارت کا ذکر یوں فرماتا ہے :-

شرع لکم من الدین ما وصّی بہ نوحًا والذی اوحینا الیک وما وصّینا بہ ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ کبر علی المشرکین ما تدعوھم الیہ۔ اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویھدی الیہ من ینیب وما تفرقوا الا من بعد ما جاءھم العلم بغیًا بینھم ولولا کلمۃ سبقت من ربک الی اجل مسمی لقضی بینھم وان الذین اورثوا الکتاب من بعدھم لفی شک منہ مریب فلذلک فادع واستقم کما امرت ولا تتبع

خدا نے تمہارے لئے دین کی وہ راہ ڈالی ہے جس کا حکم نوح کو دیا اور جو ہم نے تیری طرف وحی کی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا کہ دین کو تم قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ کرو۔ آپ کی دعوت توحید مشرکوں کو گراں معلوم ہوتی ہے۔ خدا جسے چاہتا ہے اپنے قرب کیلئے انتخاب کر لیتا ہے اور متوجہ ہونے والے کو اپنی طرف راہ دیتا ہے اور جبکہ انھیں علم (دین) آ چکا تھا محض باہمی ضد اور حسد سے انھوں نے جھگڑے پیدا کر لئے اور اگر مقررہ وقت کی بات تمہارے رب کی طرف سے نہ ہو چکی ہوتی تو ابتک انمیں قطعی فیصلہ کر دیا گیا ہوتا اور واقعی بات یہ ہے کہ ان کے بعد جو لوگ کتاب کے وارث ہوئے ہیں وہ اس سے ایک خلجان پیدا کرنے والے شک میں مبتلا ہیں۔ تو اسی لئے تم دعوت حق دو اور ثابت قدم رہو جیسا تمھیں حکم ہوا ہے اور لوگوں کی خواہشوں پر نہ چلو

اھواءھم وقل اٰمنت بما انزل اللہ من کتاب وامرت لاعدل بینکم اللہ ربنا وربکم لنا اعمالنا ولکم اعمالکم لاحجۃ بیننا وبینکم اللہ یجمع بیننا والیہ المصیر (شوریٰ ع ۱)

اور کہو جو کوئی کتاب خدا نے اتاری میں اس پر ایمان لایا ہوں اور مجھے حکم ہے کہ میں تم میں عدالت کروں۔ اللہ ہمارا اور تمہارا سب کا رب ہے۔ ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال۔ ہم میں تم میں کوئی جھگڑا نہیں۔ اللہ ہمیں تمھیں سب کو جمع کرے گا۔ باہم ملا دے گا اور اسی طرف آخر کار جا پہنچنا ہے۔

سورۂ جاثیہ میں فرمایا ہے کل امۃ تدعیٰ الیٰ کتابھا۔ ہر امت کو اس کی کتاب کی طرف بلایا جائے گا۔ یعنی وحدت حقیقت دکھا کر سب کو متحد کیا جائیگا اسی لئے یوم موعود کا نام یوم الجمع بھی ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے :-

یوم یجمعکم لیوم الجمع ذالک یوم التغابن

جس وقت خدا تمھیں دور وحدت میں لا کھڑا دے گا یہ وقت ہار جیت کا ہے۔

اور فرماتا ہے

ان یوم الفصل میقاتھم اجمعین یوم لا یغنی مولیً عن مولیً شیئًا ولا ھم ینصرون الا من رحم اللہ انہ ھو العزیز الرحیم ہ

یقیناً فیصلہ کا دن سب قوموں کا مقرر وقت ہے جس وقت کوئی دوست کسی دوست کے لئے کافی ثابت نہ ہوگا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی بجز اُن لوگوں کے جن پر خدا کی رحمت ہوگی یقیناً خدا عزت والا مہربان ہے۔ (الدخان ع ۱)

الاخلاء بعضھم لبعض عدو الا المتقین (زخرف ع ۷)

گہرے دوست بھی اس زمانے میں ایک دوسرے کے دشمن ہونگے۔ صرف اہل تقویٰ سچے دوست ہونگے۔

اختلاف و رفع اختلاف کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے :-

ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذالک خلقھم ہ

لوگ باہم اختلاف میں مبتلا رہینگے بجز ان لوگوں کے جن پر خدا کی رحمت ہوگی اور خدا نے لوگوں کو رحمت کیلئے ہی پیدا کیا ہے (جس کا نتیجہ وحدت و اتحاد ہے)

وکتب علیٰ نفسہ الرحمۃ لیجمعنکم الیٰ یوم القیٰمۃ لاریب فیہ (انعام ع)

خدا نے اپنے ذمے رحمت مقرر کرلی ہے۔ یقیناً وہ تمھیں برپا ہونے کے وقت کی طرف جمع کرے گا۔

صاف صاف فرما دیا ہے کہ جن لوگوں پر خدا کی رحمت ہوگی وہ اختلافات کو ترک کر کے متحد ہو جائیں گے اور جو لوگ رحمتِ الٰہی سے محروم ہونگے۔ وہ لڑائی جھگڑے۔ جنگ و اختلاف میں مبتلا رہینگے۔ الحمد للہ۔ خداوند عالم نے تمام جدائی کی دیواروں کو درمیان سے اٹھا دیا اور تمام اہل مذاہب اور نوعِ انسان کو ایک خاندان بننے کا حکم دیا ہے۔ حضرت بہاء اللہ نے دورِ حشرِ اعظم میں خدائی اعلان فرما دیا ہے کہ جو کچھ اختلاف کا سبب تھا وہ اٹھا دیا گیا اور جو جو باتیں اتحاد کا موجب ہیں اُن کا حکم دیا گیا ہے سب لوگ مل جل کر زندگی بسر کریں۔ تمام فرقہ وارانہ حدود و خیالات کو مٹا دیا گیا۔ عالمگیر وحدت و اتحاد کا دور شروع کر دیا گیا ہے جس کا پہلے سے وعدہ تھا۔

اِس دورِ قیامت میں مختلف مذاہب کا فیصلہ کر دیا گیا

مذاہب عالم میں اتحاد کا زمانہ آگیا۔ اور خداوند عالم نے اپنے وعدے کے مطابق سب کے اختلافات کا قطعی فیصلہ کر دیا۔ اور سب کو مل جانے اور ایک ہو جانے کا حکم دے دیا۔ اس عظیم الشان امر کی خبر و بشارت مندرجہ ذیل الفاظ میں دی گئی تھی۔

ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والصابئین والنصاریٰ والمجوس والذین اشرکوا ان اللہ یفصل بینھم یوم القیٰمۃ۔ ان اللہ علیٰ کل شئ شھید (حج ع)

یقیناً مسلمانوں۔ یہودیوں۔ صابیوں عیسائیوں۔ زرتشتیوں اور بت پرست ہندوؤں اور بودھوں کے درمیان خدا قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا سب کے اختلافات مٹا دے گا۔ سب کچھ خدا کے سامنے ہے۔

موجودہ حشر کے دن بھولی ہوئی حقیقت سمجھ میں آرہی ہے

سورۂ اعراف میں فرماتا ہے کہ ہر اُمت کی ایک میعاد مقرر ہوتی ہے اور فرماتا ہے کہ اے انسانو! میرے رسول تمھارے پاس آئینگے اور میری آیات پڑھینگے۔ اور فرماتا ہے جیسے تمھیں پہلی بار بعثتِ محمدیہ میں امت بنایا ہے اسی طرح دوبارہ تمھیں اُمت بنائے گا۔ ایک فریق ہدایت یافتہ ہوگا۔ ایک فریق گمراہ۔ یعنی ظہورِ حق کے ماننے والے ہدایت پر ہونگے اور انکار کرنے والے گمراہ ہونگے۔ اور فرماتا ہے کہ انھیں مُردہ قوموں میں داخل کر دیا جائے گا۔ پھر فرماتا ہے کہ مومن اہل جنت ہونگے۔ منکر اصحابِ نار۔ اور اُن کے درمیان اہل اعراف ہونگے جو سب کو قیافے سے پہچان لیں گے کہ کون اہلِ حق و اہلِ جنت ہے اور کون اہلِ باطل و اہلِ نار ہے۔ اور وہ بذاتِ خود اہلِ جنت میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔

ان باتوں کے بیانات کر کے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے کتاب قرآن کو اپنے علم سے مفصل کر دیا ہے۔ مومنوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے اس کے ساتھ فرماتا ہے۔

ھل ینظرون الا تاویلہ یوم یأتی تاویلہ یقول الذین نسوہ من قبل قد جاءت رسل ربنا بالحق (اعراف ع)

یہ لوگ اس بیان کی حقیقت کے وقوع کا ہی انتظار کرتے ہیں؟ جس دن اس بات کی حقیقت واقع بن کر ظاہر ہوگی تو جو لوگ ظہور سے پیشتر اسے فراموش کر چکے تھے وہ بول اٹھینگے کہ یقیناً ہمارے رب کے رسول سراسر حق باتیں لائے ہیں۔

اس آیتِ مبارکہ میں صاف فرمایا ہے کہ یومِ موعود کے متعلق حقائق کو لوگ بھول جائینگے (چنانچہ تمام لوگ حقیقتِ حشر و قیامت کو بھول گئے اور اسے فنائے عالم بنا بیٹھے) اب جبکہ یومِ موعود آگیا اور حقیقت نے

چہرے سے نقاب اٹھا دیا تو بھولے ہوئے لوگ حقیقت کو سمجھتے جاتے ہیں اور یہ اقرار کرنے پر مجبور ہیں کہ واقعی خدا کے رسولوں نے جو کچھ اس زمانہ کے بارے میں خبریں دی تھیں سراسر حقیقت ومعقولیت پر مبنی تھیں۔ جو شخص بھی بہائی لٹریچر کا مطالعہ کرے گا وہ حشر وقیامت کے اسرار وحقائق سے واقف ہوجائے گا۔ اور واقعاتِ عالم پر بصیرت کی نظر ڈالے گا تو تجلیاتِ حشر ونشور کا مشاہدہ کریگا اور پکار اٹھے گا کہ بیشک خدا کے رسولوں نے اس زمانے کے متعلق بالکل ٹھیک ٹھیک خبریں دی تھیں

اس دورِ حشر میں بہت لوگ حقیقت سمجھنے سے دور ہیں

ایک طرف تو خداوند عالم نے یہ خبر دی کہ حشر موعود میں بہت لوگ بھولی ہوئی حقیقت کو سمجھنے لگیں گے دوسری طرف یہ بھی اطلاع دی ہے کہ بہت لوگ اس حشر کے دن حقیقت سمجھنے سے کوسوں دور رہیں گے۔ خداوند عالم سورۂ محمد میں رسول کریم سے فرماتا ہے کہ بہت سے لوگ کان لگاکر تمھاری باتیں سنتے ہیں اور جب آپ کے پاس سے باہر آتے ہیں تو علم حق پانے والے مومنوں سے کہتے ہیں کہ محمد ابھی کیا کہہ رہے تھے (ہم تو کچھ نہ سمجھے) خدا فرماتا ہے یہ منکر وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر خدا نے مہر لگادی ہے۔ اور یہ صرف اپنی نفسانی خواہشوں کے پیرو ہیں"

جس طرح دربار رسالت کی گفتگو سمجھنے سے یہ لوگ بے بہرہ ہیں۔ ایسے لوگ قیامت کے دن بھی تذکر و فہم حقیقت سے بے بہرہ رہیں گے۔

فھل ینظرون الا الساعۃ ان تاتیھم بغتۃ فقد جاء اشراطھا — اب یہ لوگ صرف اس بات کے منتظر ہیں کہ انھیں قیامت اچانک طور پر آجائے سوالبتہ قیامت کی علامتیں تو آہی چکی ہیں

خود دورِ نبوت کا ختم ہوجانا دورِ قیامت کی آمد آمد کا کھلا نشان تھا پھر دورِ قیامت میں فہمِ حقیقت سے بے خبر رہنے کی اطلاع دیتا ہے

فانّٰی لھم اذا جاءتھم ذکرٰھم — سو جب قیامت آجائے گی تو کہاں وہ اور کہاں اُن کا سمجھنا۔

پھر فرماتا ہے

واللہ یعلم متقلبکم و مثوٰکم — تمھارے ایک حال سے دوسرے حال میں بدلنے کا مقام اور تمھاری قرارگاہ خدا کو معلوم ہے۔

امتِ محمدیہ اپنی حالت کو بدلتی ہوئی نئے مقام پر آپہنچی اور نئے قرارگاہ میں آٹھہری ہے جو خدا نے پہلے سے مقرر کی ہوئی تھی۔ جیسا کہ فرمایا تھا کہ تم اپنی ارتقائی رفتار میں

لترکبن طبقاً عن طبق — ایک درجہ سے دوسرے درجہ پر چڑھ جاؤ گے

واللہ یعلم متقلبکم و مثوٰکم" میں تقلب تنزل کے لحاظ سے یعنی ہوئے کہ تم کہاں کہاں گردش کھاؤ گے اور کس جگہ تمھارا ٹھکانا لگیگا۔ یہ سب خدا کے علم میں ہے۔

بہرحال یہاں مقصد یہ تھا کہ قیامت آجانے پر بہت سے لوگ فہمِ حقیقت سے کوسوں دور رہیں گے جیسا کہ آیت میں بیان ہوا اور واقعات شہادت دے رہے ہیں۔

یوم موعود میں بہت سے لوگ تجلیاتِ ربانیہ دیکھ رہے ہیں

وجوہٌ یومئذٍ ناظرۃٌ — اُس دن بہت سے چہرے تروتازہ ہونگے

الیٰ ربھا ناظرۃ — اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہونگے۔

رب کے معنے مالک۔ آقا۔ مربی ومصلح کے ہیں۔ حقیقی مقام پر یہ لفظ خدا کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ آیت مذکورہ اعلان کرتی ہے کہ بہت لوگ اپنے پیدا کرنے اور ترقی دینے والے خدا کی طرف ہی متوجہ ہونگے اور اس کی ربوبیت وقدرت کی تجلیاتِ جدیدہ مشاہدہ کرینگے۔ خدا کو دیکھنا اس عالم امکان میں

اس ذریعے سے ہوتا ہے کہ انسان خدا کے مظہر ظہور کو دیکھے۔ چنانچہ ہزارہا نفوسِ مقدسہ نے جلوۂ جمالِ الٰہی حضرت بہاءاللہ کے چہرۂ نورانی کے ذریعے مشاہدہ کیا۔ کیونکہ خداوند عالم "ظهر بظهر نفسه" اپنے مظہر مقدس کے ذریعے ظاہر ہوا۔ اور اب بھی اس کی مالکانہ شانیں۔ قادرانہ کارروائیاں۔ مربیانہ قدرتیں ہر دم اور ہر طرف تمام جہان کے اہلِ بصیرت مشاہدہ کر رہے ہیں۔

یومِ موعود میں بہت لوگ اپنے پروردگار سے محجوب ہو رہے ہیں

كلا انهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون ۝ — ہاں ہاں وہ لوگ اُس دن اپنے رب سے محجوب و محروم ہونگے

تجلیاتِ قدرت اور واقعاتِ قیامت دیکھنے سے ان کی آنکھوں پر حجاب پڑ گیا ہے۔ یہانتک کہ وہ قیامت آجانے کے بعد بھی اس کو نہ دیکھ سکے۔ منکرینِ رسالت حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے "بيننا وبينك حجاب" ہمارے اور تمھارے درمیان پردہ ہے۔ ویسا ہی "حجاب مستور" روحانی پردہ آج یوم الحشر میں بھی لوگوں کی نظروں پر پڑ گیا ہے جس کے باعث وہ تجلیات حق دیکھنے سے محجوب و محروم ہو رہے ہیں ؎

میانِ عاشق و معشوق، ہیچ حائل نیست
تو خود حجابِ خودی حافظ از میاں برخیز

یوم الحشر میں دو قسم کے لوگ

كما بدأكم تعودون فريقا هدى و فريقا حق عليهم الضلالة (اعراف) — جسطرح اب دورِ محمدی میں تمھیں شروع کیا ہے تم اسی حالت کی طرف عود کرو گے۔ ایک فریق ہدایت پر ہوگا اور ایک فریق ضلالت میں

يوم تبيض وجوه و تسود وجوه (آل عمران) — بعض روسپید ہوں گے اور بعض روسیاہ۔

وجوه يومئذ ناضرة — اس دن بعض چہرے تروتازہ ہونگے

ووجوه يومئذ باسرة (قیامۃ ع) — بعض چہرے اُداس ہونگے

وجوه يومئذ مسفرة ضاحكة مستبشرة و وجوه يومئذ عليها غبرة ترهقها قترة (سورۂ عبس) — کتنے ہی چہرے اس دن روشن ہونگے ہنستے خوشیاں مناتے ہونگے۔ کتنے ہی چہرے اُس دن غبار آلود ہونگے اور ان پر سیاہی چڑھتی جائیگی۔

وجوه يومئذ خاشعة عاملة ناصبة وجوه يومئذ ناعمة لسعيها راضية (غاشیہ) — کتنے ہی منہ اس دن ذلیل۔ محنت کرنے والے تھکے ہوئے ہونگے کتنے ہی چہرے اس دن تروتازہ اپنی کمائی سے خوش ہونگے۔

واصحاب اليمنة ما اصحاب اليمنة و اصحاب المشئمة ما اصحاب المشئمة — اور برکت والے کیا ہی خوب ہیں برکت والے اور نحوست والے کیا ہی بُرے ہیں نحوست والے

واصحاب اليمين ما اصحاب اليمين و اصحاب الشمال ما اصحاب الشمال (آیہ طرف والے کیا اچھے ہیں دائیں طرف والے اور بائیں طرف والے کیا ہی بُرے ہیں بائیں طرف والے (واقعہ)

ثم كان من الذين امنوا وتواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمة اولئك اصحاب اليمنة والذين كفروا بايتنا هم اصحاب المشئمة — جو ایمان لائے اور صبر و تحمل و مہربانی کی نصیحت کرتے ہیں وہ برکت والے یا دائیں طرف والے ہیں۔ اور جو ہماری آیات، احکام اور دلائل و بینات کو جھٹلاتے ہیں نحوست والے یا بائیں طرف والے ہیں۔

دونوں قسم کے لوگوں کی حقیقت اس آیت میں کیسی وضاحت سے بیان فرمادی ہے کہ جو ایمان و تحمل و بردباری کا جوہر رکھتے ہیں وہ اصحاب المیمنہ کہلاتے ہیں اور جو آیاتِ الٰہی کو قبول نہیں کرتے بلکہ انھیں جھوٹ بتاتے ہیں وہ اصحاب المشئمہ کہلاتے ہیں۔ دونوں قسم کے لوگوں کی نسبت جتنی آیات مذکور ہوئیں اس آیت نے ان کی پوری پوری روشن تفسیر کر دی ہے۔ اس قدر تنصیص و تصریح فرما دینے کے بعد بھی لوگ اور اور خیالات بنا کر اُلجھن میں پڑ گئے ہیں۔ اسی لئے قیامت کی حقیقت بھول گئے اور کچھ کا کچھ بنا لیا ہے۔ مگر اب کشف و شہود کا زمانہ ہے

دورِ قیامت نے چہرے سے نقاب اُلٹ دیا ہے۔ حقائق و اسرار بے حجاب ہو تے جا رہے ہیں اور حقائقِ اصلیہ اپنا چہرہ کھولتے جا رہے ہیں۔ یہی وہ زمانہ ہے جس کے متعلق فرمایا یوم تبلی السرآئر پوشیدہ باتیں اور حقیقتیں آشکار و نمودار ہو جائینگی۔

حشر کے دن دلیل و بُرہان کے مطالبہ پر حیرانی

آج جب لوگوں سے پوچھا جاتا ہے تم نے رسولوں کو کس دلیل سے قبول کیا؟ تو چند بے معنی باتیں کہدیتے ہیں یا تقلیدِ آبا و اجداد کا حوالہ دیتے ہیں۔ حجت و بُرہان سے بالکل غافل ہو گئے ہیں۔ اس کیفیت کا ذکر سورۂ قصص میں یوں فرماتا ہے۔

ویوم ینادیھم فیقول ماذا اجبتم المرسلین فعمیت علیھم الانباء یومئذٍ فھم لا یتساءلون

اور جس دن خدا انھیں ندا فرما کر کہیگا کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تب اُن پر حقیقتیں تاریک ہو جائیں گی تو وہ آپس میں بھی پوچھ گچھ نہ کرینگے۔

آجکل یہی حال ہے کہ جب اُن سے اُن کے پیغمبروں کی حقانیت کے متعلق سوال کیا جاتا ہے تو چند اُلجھی ہوئی باتیں کہہ دیتے ہیں اور یہ بھی شوق کسی کو نہیں کہ دلائلِ حقانیت پر باہم غور و فکر کریں۔ بلکہ ایسے کام تو اب فضول سمجھے جاتے ہیں۔ یہ روحانی اور عقلی و ذہنی موت ہے جسمیں لوگ گرفتار ہیں۔

پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے

فاما من تاب و اٰمن و عمل صالحا فعسیٰ ان یکون من المفلحین ۝

جو توبہ کرے گا اور ایمان لائے گا اور اچھے عمل کرے گا تو امید ہے کہ وہ کامیاب لوگوں میں داخل ہوگا۔

مطالبۂ بُرہان پر بناوٹی باتیں گم ہو گئیں

پھر اسی سلسلہ میں خداوندِ عالم اعلانِ توحید فرماتا ہوا ارشاد فرماتا ہے

ویوم ینادیھم فیقول این شرکائی الذین کنتم تزعمون۔ و نزعنا من کل امۃ شھیدا فقلنا ھاتوا برھانکم فعلموا ان الحق للہ وضل عنھم ما کانوا یفترون

اور جس دن ہم انھیں پکار کر کہیں گے کہاں ہیں میرے وہ شرکاء جن کی نسبت تم باتیں بناتے تھے اور ہم ہر قوم میں سے گواہ نکال کھڑا کرینگے تو (ان گواہوں کی معرفت) سب لوگوں سے ہم کہینگے کہ اپنی اپنی دلیل پیش کرو۔ تب لوگ جان لینگے کہ حق و صداقت خدا ہی کی ہے اور ان کی بناوٹی باتیں گم ہو جائیں گی۔

اب واقعات ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں کہ ہر سمت میں سے ظہورِ حق کے گواہ برپا ہو رہے ہیں اور وہ تمام اہلِ مذاہب سے ان کی خود ساختہ باتوں پر اور ظہورِ حق سے انکار پر دلیل و بُرہان کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اور قوموں کی خود ساختہ باتیں گم ہوتی جا رہی ہیں اور ہر ایک غور و انصاف کرنے والے کو ظہورِ حق کی صداقت تسلیم کرنی پڑتی ہے۔

یہ کیفیت روز بروز زیادہ نمایاں اور وسیع ہوتی جائے گی۔ اس حشرِ اعظم میں دنیا کے تمام اہلِ بہار اوّلین گواہِ حق ہیں جو مختلف قوموں میں سے نکل کر آئے ہیں۔ جو تمام اقوامِ عالم کو مخاطب کر کے حق کی گواہی ادا کر رہے ہیں۔[1]

یوم النشور و یوم الخروج

خداوندِ عالم نے کائنات میں جو قوانین جاری کر رکھے ہیں جن کے زیرِ اثر اقوامِ عالم کی زندگی و موت۔ ترقی و تنزل بھی ہیں وہ ہمہ گیر قانون ہیں۔ ظاہری اور باطنی دونوں پہلوؤں پر حاوی ہیں اور جس قدر ظاہری چیزیں ہیں وہ بھی باطنی پہلو کے لئے ہیں۔ مثلاً انسان روح اور جسم دونوں رکھتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ جسم روح کے لئے ایک سواری یا

(نوٹ) آیاتِ شہادت کے متعلق ایک اور مقالہ شہادت الحق کے عنوان سے عیسائی میگزین کیتھولک میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

جب اپنے موسم یعنی یوم موعود میں رحمت کی بارش ہوتی ہے تو وہ اس سے نئی زندگی پاتے ہیں۔ خداوند عالم فرماتا ہے:۔

وانزلنا من السماء ماء مبارکا فانبتنا بہ جنّٰت وحب الحصید والنخل باسقت لھا طلع نضید رزقا للعباد واحیینا بہ بلدۃ میتا کذالک الخروج ۝ (ق ع)

ہم نے بادل سے پانی برسایا جو بھلائی سے بھرا ہوا ہے اور اس کے ذریعے باغ اگائے اور وہ دانے جو کاٹے جاتے ہیں اور کھجور جس کے گابھے تہ بہ تہ اور پکے ہوتے ہیں۔ بندوں کی روزی کے لئے اور اس بارش کے ذریعے ہم نے مردہ آبادی کو زندہ کر دیا۔ یوں ہی ہوتا ہے خروج یعنی قوم کا ایک نئی زندگی میں نکل آنا۔

چنانچہ آنے والے موعود منادی حق کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے

واستمع یوم ینادالمناد من مکان قریب یوم یسمعون الصیحۃ بالحق ذالک یوم الخروج۔ (ق رکوع آخری)

اور اس دن خوب کان لگا کر توجہ سے سننا جب منادیِ الٰہی قریب مقام (عراق عرب وشام) سے ندا بلند کریگا۔ (حضرت بہاء اللہ نے انھیں مقامات سے ندائے حق بلند کی) جس زمانے میں لوگ آوازِ حق سنیں گے۔ وہی ہے خروج وظہور کا دن۔

اس آیتِ مبارکہ میں کس قدر واضح فرماتا ہے کہ قریب جگہ سے منادی ندا دے گا۔ چنانچہ یہی واقع ہوا کہ عرب جہاں یہ پیشینگوئی سنائی جارہی ہے اس سے قریب عراق عرب وشام ہے جہاں سے حضرت بہاء اللہ ندائے حق بلند فرماتے رہے۔ اگر اس دن سے جس کے متعلق فرماتا ہے کہ خوب توجہ سے سننا مراد وہ دن ہو جس کا لوگ خیال کرتے ہیں کہ اس دن فنا کا صور پھونک دیا جائے گا تو یہ غلط ہے کیونکہ صاف فرماتا ہے ذالک یوم الخروج۔ وہ خروج وظہور کا دن ہی نہ کہ فنا ہونے کا۔ اور اگر اس سے مراد وہ دن ہو جسے لوگ نفخ ثانی کا دن سمجھتے ہیں تو کس قدر واضح ہے کہ فرماتا ہے اس دن خوب کان لگا کر توجہ سے سننا۔ اور فرماتا ہے اس دن لوگ آوازِ حق سنیں گے۔ جب لوگ اس روز موجود ہی نہ ہونگے (کیونکہ مانا جاتا ہے کہ نفخۂ اولیٰ سے سب کائنات اور تمام لوگ بجلی فنا ہو چکے ہونگے) تو نفخۂ ثانیہ میں کون موجود ہوگا جو کان لگا کر توجہ سے سنیگا۔ اس لفظ سے قطعی طور پر ثابت ہوا کہ قیامت فنائے عالم نہیں ہے بلکہ حشر وقیامت کا وقوع اسی کرۂ ارض پر۔ امتِ اسلام اور دیگر اقوام کی موجودگی میں ہی ہوگا۔ جبھی تو کان لگا کر توجہ سے سننے کا حکم دیا جارہا ہے اور صاف فرمایا ہے کہ لوگ اس دن آوازِ حق سنیں گے۔ ظاہر ہے کہ وہ موجود ہونگے۔ بقائمی ہوش وحواس آوازِ حق سنیں گے۔ نیز فرمایا کہ مکانِ قریب سے آوازِ حق سنینگے۔ مکانِ قریب سے مراد مفسرین کے نزدیک بھی شام وبیت المقدس ہے۔ یوم خروج اگر فنائے عالم کے بعد ہو تو مکانِ قریب شام وبیت المقدس کا پتہ بتانے سے کیا فائدہ۔ جب سب عدم ہو چکے ہونگے۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ نفخۂ ثانیہ اور حشر کا واقعہ زمین کے ان مقامات کی موجودگی میں ہوگا۔ اور ان مقامات کا ذکر فرما کر ظہورِ موعود کے مقامات کا پتہ بتایا گیا ہے۔ اب جو چاہے خدا کے بتائے ہوئے پتے سے فائدہ اٹھائے۔ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا۔

"منہا نخرجکم تارۃ اخری"

رشید۔ قیامت کے دن تمام کائنات پہلے فنا ہو جائے گی۔

سعید۔ ہماری تحقیق میں یہ بات صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی کسی آیت سے یہ ثابت نہیں کہ قیامت میں پہلے کل کائنات فنا ہو جائے گی۔

رشید۔ تعجب کی بات ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ قرآن مجید میں

صاف لکھا ہے کہ خدا کے سوا سب کچھ فنا ہو جائے گا۔

سعید۔ جن آیتوں سے قیامت کے دن کائنات کا فنا ہو جانا سمجھ لیا گیا ہے اُن کے متعلق پیامبر میں مفصل مضمون نکلے ہیں۔ جن میں ثابت کیا گیا ہے قیامت کے دن دنیا فنا نہ ہوگی۔ آپ وہ مضامین ضرور ملاحظہ فرمائیے۔

رشید۔ تو کیا آپ یہ بھی نہیں مانتے کہ لوگ قیامت کے دن زمین کی قبروں سے نکلینگے۔؟

سعید۔ کلام الٰہی سے چونکہ یہ بات ثابت نہیں اس لئے ہم نہیں مانتے۔ ہم وہی عقائد تسلیم کرتے ہیں جو کلام الٰہی سے ثابت ہوں

رشید۔ یہ تو کلام الٰہی سے ثابت ہے کہ لوگ قیامت کے دن قبروں سے اٹھیں گے۔

سعید۔ کلام الٰہی کی آیت پیش فرمائیے۔

رشید۔ آیت یہ ہے منھا خلقنٰکم وفیھا نعید کم ومنھا نخرجکم تارۃً اُخریٰ۔ ہم نے تمھیں زمین سے پیدا کیا ہے اور اسی میں لوٹا دینگے اور اسی سے دوبارہ نکالیں گے"۔ کتنی صاف بات ہے کہ "اسی سے دوبارہ نکالیں گے"

سعید۔ آپ تو ابھی فرما رہے تھے کہ قیامت کے دن پہلے تمام کائنات فنا ہو جائے گی۔ یہی بات مشہور بھی ہے۔ مگر اب آپ نے فنا کائنات کے خلاف ایک زبردست دلیل خود ہی بیان فرما دی۔ یہی آیت جو آپ نے ابھی تلاوت فرمائی کہ "ہم نے اسی زمین سے تمھیں پیدا کیا اور اسی میں لوٹا دینگے اور اسی سے دوبارہ نکالیں گے" اس آیت میں صاف صاف بیان ہے کہ اسی زمین سے لوگ نکلینگے۔ تو یہی زمین موجود ہوگی۔ فنا نہ ہوگی۔ اگر قیامت کے دن پہلے یہ زمین فنا اور معدوم ہو جائے گی تو پھر یہ کہنا کہ "اسی زمین سے نکالینگے" کیونکر ٹھیک ہو سکتا ہے جب یہ زمین ہی نہ رہے گی تو اسی میں سے نکالنا کیا معنی رکھتا ہے؟ یہ بات نہایت غور کے قابل ہے۔

رشید۔ حشر کے دن جب مُردوں کو قبروں سے نکالنا ہوگا تو خدائے تعالیٰ پھر یہی زمین بنا دے گا۔ اور اسی میں سے مردوں کو نکالینگے

سعید۔ یہ آپ نے غضب کی بات بیان فرمائی۔ اگر یہ سچ ہے تو کلام اللہ میں یوں بیان ہونا چاہیے تھا کہ ہم نے تمھیں اس زمین سے پیدا کیا اور اسی میں لوٹا دینگے اور پھر قیامت کے دن اس زمین کو نیست و نابود کر دینگے اور اس کے بعد پھر اس زمین کو بنائینگے اور پھر تمھیں دوبارہ عدم سے وجود میں لائینگے اور تمھارے جسموں کو پھر زمین میں دفن کرائینگے پھر اسی زمین سے تمھیں نکالیں گے"۔ اگر ایسا بیان کلام الٰہی میں ہوتا تو آپ کی بات ٹھیک ہوتی۔ مگر ایسا نہیں۔ اس لئے جو بات کلام الٰہی میں نہیں وہ فضول ہے۔ ہم اُسے نہیں مانتے۔ آپ بھی نہ مانئے۔ ورنہ خود ساختہ اوہام بنائے جائیں تو دین میں اور وہم پرستی میں کیا امتیاز ہوگا۔؟

رشید۔ خدا نے زمین کا معدوم ہونا اور دوبارہ بنایا جانا ذکر نہیں فرمایا۔ مختصراً فرما دیا کہ اسی زمین سے دوبارہ نکالیگا۔ تو صاف معلوم ہوگیا کہ لوگ قبروں سے نکلیں گے۔

سعید۔ مطلب تو الفاظ و عبارت ہی سے سمجھا جاتا ہے۔ جب خدا نے یہ ذکر نہیں فرمایا کہ زمین فنا ہوگی اور پھر بنے گی تو آپ نے کہاں سے سمجھ لیا اور ہم کیوں مان لیں۔

رشید۔ اور آیتوں میں زمین کے فنا ہونے اور نئے سرے سے بننے کا ذکر آیا ہے۔

سعید۔ مہربانی فرما کر کوئی ایک آیت ہی پیش فرمائیے۔ ہمیں آجتک ایک آیت بھی اس زمین کے روز قیامت فنا ہونے اور اسی کے دوبارہ بننے کے متعلق نہیں ملی۔

رشید۔ کیسی صاف آیت قرآن مجید میں ہے "یوم تبدل الارض غیر الارض" جب یہ زمین دوسری زمین سے بدل جائے گی۔

سعید - سبحان اللہ - اسی آیت میں صاف لکھا ہے کہ یہ زمین دوسری زمین سے بدل جائے گی - تو یہ زمین نہ رہے گی - اور زمین ہوگی - لیجئے فیصلہ ہی ہوگیا - اب فرمایئے - جب زمین ہی اور ہوگی - یہ نہ ہوگی تو یہ کہنا کہ اسی سے بنایا - اسی میں لوٹا دینگے اور اسی میں سے دوبارہ نکالیں گے" اور بھی مشکل ہوگیا - مبدل الارض غیر الارض کے لحاظ سے تو یوں کہنا چاہیئے کہ ہم نے تمھیں اس موجودہ زمین سے بنایا اور اسی میں لوٹا دینگے اور پھر اس کے سوا دوسری زمین سے نکالینگے کیونکہ صاف لفظ غیر الارض موجود ہے - یعنی اس زمین کے سوا دوسری زمین - پس اس صورت میں موجودہ زمین سے ہی دوبارہ نکالنا کیسے صادق آسکتا ہے؟

رشید - یہ معاملہ تو بڑا مشکل ہوگیا - اب اس کا حل مہربانی کرکے آپ ہی بتایئے -

سعید - ایک اور بات قابلِ غور ہے - کہتے ہیں کہ آدمی مرنے کے بعد نہ جنت میں جاتا ہے نہ دوزخ میں - ان دونوں سے الگ ایک اور جگہ برزخ ہے وہاں رہتا ہے - تو اس صورت میں یہ فرمانا کہ اسی زمین سے جسمیں دفن کیا ہم دوبارہ نکالینگے کیونکر صحیح ہوگا - جبکہ مرنے کے بعد آدمی برزخ میں رہتا ہے تو کہنا چاہیئے کہ ہم نے اس زمین سے تمھیں پیدا کیا پھر عالم برزخ میں لے جائیں گے - اور قیامت کے دن برزخ سے نکالیں گے نہ کہ اسی زمین سے جو عالم برزخ نہیں -

رشید - عالم برزخ اور قبر ایک ہی چیز ہے - قبر سے مراد یہ مٹی اور زمین کی قبر نہیں ہے - اسمیں تو آدمی کی روح نہیں پڑی رہتی - عالم قبر عالم برزخ کا نام ہے - جو ایک مستقل عالم ہے اور اب بھی موجود ہے مرکر انسان وہاں چلا جاتا ہے - ہاں البتہ جسم خاکی خاک میں مل جاتا ہے

سعید - عالم برزخ ایک مستقل جگہ ہے تو پھر وہیں سے دوبارہ نکالا جائے گا - پھر یہ فرمانا کہ اس زمین سے ہم نے تمھیں بنایا - اسی میں لوٹا دینگے اور اسی سے دوبارہ نکالیں گے کس طرح صادق ہوگا - جبکہ عالم برزخ سے نکالا جائے گا جو اس زمین سے الگ جگہ ہے -

رشید - روح، عالم برزخ میں رہتی ہے - جسم تو زمین میں مل جاتا ہے تو حشر کے دن جسم اسی زمین سے نکالا جائے گا -

سعید - معلوم ہوچکا ہے کہ حشر کے دن دوسری زمین ہوگی - یہ زمین نہ ہوگی - تو پھر "اسی زمین سے جسم نکالا جائے گا" کیسے ٹھیک ہوا - بلکہ فنا شدہ زمین کے ساتھ ہی یہ دفن شدہ جسم بھی فنا اور معدوم ہوجائے گا پھر اسی جسم کا ملنا اور اسی زمین سے نکالا جانا کیونکر ہوگا -

رشید - خدا کی قدرت سے ہوگا -

سعید - نہیں - مقصد یہ ہے کہ ایسا ہونا ان آیات کی بنا پر تو صاف سمجھ میں نہیں آتا بلکہ اسی زمین سے دوبارہ نکالے جانے کے خلاف کئی باتیں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے اس آیت کا یہ مطلب لینا دشوار ہوجاتا ہے اور جب تک ایک بات الفاظ و عبارت سے ثابت نہ ہو اسے کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے - باقی رہی قدرتِ خداوندی - تو کیا خدا کی قدرت اس بات سے عاجز ہے کہ اسی سرزمین پر لوگوں کے زندہ اور موجود ہوتے ہوئے حشر کرکے حساب کتاب لے - اور جزا سزا دے - بحث قدرت کی نہیں ہے - بحث تو یہ ہے کہ آیاتِ کلام اللہ سے کیا عقیدہ ثابت ہوتا ہے -

رشید - اس سے زیادہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ جسم پھر اسی زمین سے نکالا جائے گا - روح عالم برزخ سے لاکر جسم میں ڈالی جائے گی - اسمیں کیا اشکال ہے؟

سعید - اسمیں بھی اشکال ہیں - وہ یہ کہ سورۂ واقعہ میں خدا فرماتا ہے کہ جب روح بدن سے الگ ہوجاتی ہے تو مرنے والا اگر نیک آدمی ہوتا ہے تو روح و ریحان اور جنتِ نعیم میں جاتا ہے اور مرنے والا بد ہوتا ہے تو جحیم دوزخ میں جلتا ہے - سورۂ نوح میں فرماتا ہے کہ وہ لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے غرق کردیئے گئے اور نارِ جہنم میں داخل کردیئے گئے ہیں سورۂ یٰسین میں ہے کہ مومن سے کہا گیا جنت میں داخل ہوجا - اسی طرح

شہیدوں کے متعلق قرآن مجید میں آتا ہے کہ انھیں مُردہ مت کہو۔ وہ خدا کے پاس زندہ ہیں۔ سورۂ قمر میں ہے متقی جنت و نہر میں خدا کے پاس ہیں۔ اور یہ بھی ایک آیت میں فرماتا ہے کہ جنتی لوگ جنت سے نہیں نکالے جائینگے وما هم منها بمخرجين۔ دوزخیوں کے بارے میں بھی فرماتا ہے وما هم بخارجين من النار۔ دوزخ سے نہیں نکلینگے۔ تو اب سوال یہ ہے کہ جب اسی جسم کے ذرات اسی زمین سے نکالے جائینگے اور روح جنت یا دوزخ سے لاکر اس جسم میں ڈالی جائے گی تو اس وقت جنتی روح جنت سے اور دوزخی روح دوزخ سے نکالنی پڑیگی حالانکہ صاف فرماتا ہے کہ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہونے کے بعد نکالے نہیں جائیں گے۔ پھر یہ خلافِ وعدہ اور خلافِ قانون تصور کیسا؟ اس سوال کا جواب آپ کے پاس کیا ہے؟

(باقی پھر)

تبادلۂ خیالات کے متعلق مراسلات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرم مولوی صاحب۔ السلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

آپ کو یاد ہوگا کہ اواخر مارچ ۱۹۴۱ء میں جب میں دہلی گیا تھا۔ احباب کے مجمع میں آپ نے منسوخیتِ شریعتِ اسلامیہ کے موضوع پر تحریری مناظرہ کو منظور کیا تھا۔ ہاں شرائط وغیرہ کے تصفیہ کے لئے آپ نے فرمایا تھا کہ آخر اپریل میں مجھے خط لکھیں۔ میں چند دن کی تاخیر سے یہ خط آپ کو بھیج رہا ہوں۔ موضوعِ بالا پر تحقیقی تبادلۂ خیالات کے لئے آپ جو شرائط مناسب خیال فرمائیں ان سے مطلع فرمائیں ہمارا دعویٰ ہے کہ شریعتِ اسلامیہ فرقانیہ منسوخ نہیں ہوئی نہ آئندہ رہتی دنیا تک منسوخ ہوگی۔ ہم اس کا ثبوت دینگے اور آپ اس دعوے کی تردید کرینگے۔

امید کہ آپ جلد تر اپنے جواب سے مطلع فرمائینگے۔

خاکسار ابوالعطاء جالندھری قادیان۔ ۹/۱۰/۱۹۴۱

ہوالله

جناب مکرم مولوی ابوالعطاء صاحب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

آپ نے خط بھیجنے میں دیر کی۔ خیر۔ تبادلۂ خیالات کیلئے یہ طریق ہوگا کہ آپ اپنا جو پرچہ قادیان کے کسی اخبار یا رسالے میں چھپوا کر میرے پاس بھجوا دیجئے۔ میں اپنے رسالۂ پیامبر میں جواب چھاپ کر آپ کی خدمت میں ارسال کر دونگا۔ اس بحث میں طرفین کے چار چار پرچے ہونگے۔ والسلام

خادم امر اللہ محفوظ الحق علی عفی عنہ باغ دہلی

۲۶ مئی ۱۹۴۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جناب مولوی محفوظ الحق صاحب - وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا مکتوب ۲۷ رمئی موصول ہوا۔ آپ کی تجویز مجھے منظور ہے۔ ہمیں صرف یہ دو ترمیمیں ضروری ہیں۔ (۱) کل پرچے اکٹھے ہی شائع کئے جائیں خواہ مشترکہ خرچ پر علیحدہ کتاب کی صورت میں خواہ اپنے اپنے رسالہ جات میں۔ (۲) چار چار پرچوں کی بجائے حقیقی مدعی کے پانچ اور سائل کے چار ہونے چاہئیں۔ امید کہ آپ انصاف کی خاطر ان دونوں باتوں کو منظور فرمائینگے اور مجھے جلد مطلع فرمادینگے تا پرچہ جات شروع ہوسکیں۔ واللہ الموفق۔ خاکسار ابوالعطاء جالندھری۔ قادیان ۵/۶/۴۱

ہوالله

جناب مکرم ابوالعطاء صاحب علیکم السلام ورحمۃ اللہ

آپ کا مکتوب مورخہ ۵ رجون موصول ہوا۔ مسرت ہوئی۔ آپ نے جو دو ترمیمیں

پیش کی ہیں اُن میں سے پہلی ترمیم سے مجھے اتفاق نہیں ہے۔ پرچوں کی اشاعت کے متعلق میری رائے یہی ہے کہ آپ اپنا پرچہ قادیان کے کسی اخبار یا رسالے میں چھپوا کر میرے پاس بھجوا دیا کیجئے۔ میں اپنا جواب اپنے رسالہ پیامبر میں چھاپ کر ارسالِ خدمت کیا کروں گا۔ آپ کی دوسری ترمیم منظور کرتا ہوں کہ آپکے پانچ پرچے ہونگے۔ خادم امراللہ محفوظ الحق علی مدیر پیامبر قرولباغ ثانی

۷ رجون ۱۹۳۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرم مولوی صاحب! بعد سلام مسنون واضح ہو کہ آپ کا مکتوب مورخہ ۱۰ رجون مجھے قادیان سے ہو کر ایبٹ آباد میں موصول ہوا۔

آپ نے پرچوں کی تعداد کے متعلق جو تصریح کی ہے مجھے اس سے اتفاق ہے۔ پرچوں کی اشاعت کی مجوزہ صورت بھی منظور ہے۔ میں اپنا پرچہ دارالامان کے کسی اخبار یا رسالہ میں طبع کروا کر آپ کو بھیجا کروں گا۔ انشاء اللہ۔ اور آپ اپنا مطبوعہ جواب مجھے بھجوایا کرینگے۔ آپ کی اس تجویز سے میں متفق ہوں۔ مگر میری تجویز یہ بھی ہے کہ دونوں فریق کے پرچے ختم ہونے پر یکجا بھی مشترک خروج سے طبع ہوں۔ تا پڑھنے والے کو بالمقابل دلائل کا موازنہ کرنے کا موقع مل سکے۔ اگر آپ اس تجویز سے اتفاق کریں تو بہت بہتر ہوگا۔

نوٹ۔ میں عنقریب قادیان پہنچ کر اپنا پہلا پرچہ لکھونگا اور طبع کروا کر آپ کو بھجوا دونگا۔ انشاء اللہ۔ آپ میری مذکورہ بالا تجویز کے متعلق آخر جون ۱۹۳۱ء تک مسز فت بابو غلام رسول صاحب احمدی دفتر مشن کورٹ ایبٹ آباد مطلع فرما دیں۔ خاکسار ابوالعطاء جالندھری از ایبٹ آباد ۱۸/۶/۳۱

ہوالمحیی

جناب مکرم مولوی ابوالعطاء صاحب۔ علیکم التحیۃ والسلام

جناب کا مرسلہ مکتوب مورخہ ۱۲ رجون موصول ہوا۔ ممنون

آپ اپنا پرچہ قادیان کے کسی اخبار یا رسالے میں چھپوا کر بھجوا دیجئے میں پیامبر میں جواب چھاپ کر ارسالِ خدمت کرونگا۔ پرچوں کے یکجا مشترک خروج سے طبع کرانے کی تجویز کو

بطور شرط میں ضروری نہیں سمجھتا۔ ذاکرہ ختم ہو جانے پر دیکھا جائیگا۔ طرفین کے اخبارات میں پرچے شائع ہوتے رہیں گے۔ ہاں کچھ پتے آپ اپنے احباب کے بھیں بھجوا دیجئے جنہیں ہم پیامبر بھیجتے رہینگے۔ اور کچھ پتے ہم اپنے احباب کے آپ کو بھیج دیں گے جنہیں آپ اپنا مطبوعہ پرچہ بھجواتے رہیں۔ یہ آسان طریق ہے۔ یہ تبادلہ مفت ہوگا۔ والسلام

خادم امراللہ محفوظ الحق علی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرم مولوی صاحب! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ آپکا مکتوب مورخہ ۱۹ رجون موصول ہوا۔ میں سفروں کے باعث جلد جواب نہیں دے سکا۔ آپ اپنے احباب کے پتے ارسال فرمادیں تا انکے نام میرا مطبوعہ پرچہ پہنچ جائے۔ آپکا جواب آنے پر میں بھی پتے ارسال کردونگا۔ انشاء اللہ۔ تھوڑے دنوں کی فرصت ملنے پر میں اپنا پرچہ مرتب اور طبع کرا کے آپکی خدمت میں ارسال کرونگا۔ انشاء اللہ۔ ۱۵ جولائی سے پیامبر میرے نام جاری فرمادیں

خاکسار ابوالعطاء جالندھری۔ قادیان 13-7-41

ہوالمحیی۔ جناب مکرم مولوی ابوالعطاء صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

جناب کا مکتوب ۱۲ رجولائی ۱۹۳۱ء موصول ہوا۔ سفر کے باعث آپ جواب جلد نہ دیسکے۔ کچھ حرج نہیں۔ اطمینان سے پرچہ لکھئے کوئی جلدی نہیں ہے۔ چالیس پتے ارسال خدمت کر رہا ہوں جنہیں آپ اپنا مطبوعہ پرچہ بھیجتے رہینگے۔ آپ بھی چالیس پتے ارسال فرما دیجئے جنہیں میں وہ پیامبر بھیجتا رہوں جسمیں آپکے پرچے کا جواب ہوگا۔ جولائی سے پیامبر آپکے نام جاری کر دیا گیا ہے۔ خادم امراللہ محفوظ الحق علی۔ ۲۳ رجولائی ۱۹۳۱ء

ہوالمحیی۔ جناب مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ عرصہ ہوا چالیس پتے ارسال خدمت کرچکے ہیں جنہیں آپ اپنا مطبوعہ پرچہ ارسال فرماتے۔ مگر ابھی تک آپنے کوئی اطلاع نہ دی اور نہ چالیس پتے ارسال فرمائے جنہیں میں آپ کے ممنون کا مطبوعہ جواب بھیجا کرتا۔ جواب کا انتظار کر رہا ہوں

محفوظ الحق علی ۴ راکتوبر ۱۹۳۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرم جناب مولوی محفوظ الحق صاحب۔ وعلیکم السلام۔ آپکی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میں بعض مصروفیتوں کے باعث مجوزہ مضمون مکمل کر کے اخبار میں نہیں دے سکا۔ انشاء اللہ اوائل جنوری ۱۹۳۲ء میں وہ مضمون یعنی پہلا پرچہ اخبار میں دیدونگا۔ اور طبع کرا کر آپ کی خدمت میں ارسال کردونگا۔ اور اسکے ساتھ ہی چالیس احباب کے پتے بھی بھیجدونگا۔ (خاکسار ابوالعطاء جالندھری۔ قادیان ۱۵/۱۲/۳۱

(نوٹ) آج مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۳۲ء تک جناب مولوی ابوالعطاء صاحب کی جانب سے مضمون کا پہلا پرچہ موصول نہیں ہوا۔ آئندہ جو کارروائی ہوگی اس سے احباب کو مطلع کیا جائے گا۔

قسمت فارسی

ما حقائق را بگیتی جلوہ گر خواہیم کرد

از طبع بزرگ ترین شاعر معاصر ایران حضرت متصاعد الی اللہ ادیب بیضائی

ما اساس کفر را زیر و زبر خواہیم کرد
ہر کسی را از حقیقت باخبر خواہیم کرد

کفر ذاتی چیست؟ پوشیدن بباطل روی حق
ما حقائق را بگیتی جلوہ گر خواہیم کرد

طاعت خالق بغیر از خدمت مخلوق نیست
لاجرم ما خدمت نوع بشر خواہیم کرد

بار غم از دوش ہر غمدیدہ برخواہیم داشت
موجبات رنج و غم را بی اثر خواہیم کرد

کرد احمد گر بتالیف عرب شق القمر
ما بتالیف بشر شق القمر خواہیم کرد

ذلت از نسوان۔ نجاست از نصاریٰ و یہود
دور بود از ابتدا ما دور تر خواہیم کرد

خیمہ یک رنگی اقوام عالم را تمام
در جہان از خاوران تا باختر خواہیم کرد

شیعہ را خواہیم داد آگاہی از زہد علی
عامہ را مستحضر از عدل عمر خواہیم کرد

بہر تعمیم معارف جانفشان خواہیم بود
ہستی خود برخی علم و ہنر خواہیم کرد

پیش از این گر در بدر میرفت فہم و معرفت
ما جہالت را ز امکان در بدر خواہیم کرد

ہمچو سقراط از پی تعدیل اخلاق عموم
حق پرستی را بدلہا مستقر خواہیم کرد

این تعصبہای گوناگون دینی را تمام
غرق در بحر حقیقت چون شمر خواہیم کرد

مردہا کشتند از ما جمع معدودے و ما
زندہ شان بہر تلافی سر بسر خواہیم کرد

ما و بیضائی ببذل گنج تعلیم بہا
ہر کجا باشد گدائی معتبر خواہیم کرد

بشرِ امروز

امروز کہ انوارِ علوم مختلفہ آفاقِ شرق و غرب عالم را منور نمود امروز کہ حقیقت و ماہیتِ ہر چیزے بواسطہ زحماتِ حقیقت جویاں روشن و آشکار گردیدہ امروز کہ عروسِ تمدن حجاب از روی دلارا برگرفتہ امروز کہ زن و مرد بی بحقوقِ مساوی خویش بردند امروز کہ ہر ملت و طائفہ طالب صعود باعلیٰ مراتب ترقی گشتہ امروز کہ ہر دولت و قبیلہ از اسمِ توحش متوحش شدہ امروز کہ حسِ نوع پرستی از فکرِ بشر تولد یافت و بالآخرہ امروز کہ ہر صاحب نظرے قدر و منزلتِ خود را شناختہ و برای تحصیلِ سعادت ہر موئے را شگافتہ و بجہتِ کشودنِ بابِ راحت و آسائش بہر برزن و کوئی شتافتہ۔ جای دریغ و افسوس است کہ اہل دانش و نوع پرستانِ جہان از یک نکتہ بسیار مہمی غفلت ورزیدہ اند۔ آری امروز برای تعیین ارتفاعِ قللِ جبال مشقاتی تحمل میشود بجہتِ کشفِ جزائرِ غیر مسکون در دریا و اُقیانوسہا نفوسی غرق میشوند برای تمیزِ خواصِ نباتات بدنہا مسموم میگردد بجہتِ دانستنِ اوضاعِ زندگیِ نقاطِ مختلفہ سطحِ زمین۔ سیاحہا دوچارِ حیواناتِ درندہ و حشرات گزندہ میگردند برای کشفِ شہرہای قدیمی۔ پولہا خرج و نقبہا حفر میشود بجہتِ تنقیدِ تالیفاتِ نویسندگان مقالات نشر و کتب طبع میگردد برای تشریحِ سیموئی و تحقیقِ عمر غوکی سالہای دراز وقت صرف میشود آما متاسفانہ برای حلِ مسائلِ دینی کہ اگر این مشکل کشودہ شود برابری با ہمہ سعادتہا میکند و جسیم بشر را روح و صحتِ عاجل می بخشد چنانچہ شائستہ است عطفِ توجہی نمیشود بلکہ این ایام بقسمے مسائلِ دیانتی غیر قابلِ ذکر و اہمیت نظرہا میآید کہ حتیٰ صحبت دراین موضوع را خواص و عوام اتلافِ وقت می پندارند و غالباً دین و اہلش را آلتِ تمسخر و استہزار قرار می دہند۔

اگرچہ ہرگاہ آفتابِ دینِ بہائیت از افقِ عالم طالع نشدہ بود و مشکلاتِ ادیانِ سابق را بطوریکہ عقلِ سلیم تصدیق نماید و قلب مطمئن شود حلِ نفرمودہ بود ما ہم مردم را بنفرت از دین حق سزا دیم و ملامت نمی کردیم بلکہ اول کسانی بودیم کہ از زیرِ بارِ دیانت فرار و مردم را ہم از تشبث بذیلِ اطہرِ آن بیزار مینمودیم و مانندِ دیگران مذاہب و ادیان را لاعن شعور مسخرہ میکردیم زیرا وقتیکہ مثلاً در اوائلِ سفر تکوینِ تفصیلِ آفریدہ شدنِ اشیاء را میخواندیم و در اناجیلِ اربعہ قصد نشان دادنِ ابلیس از بالای کوہِ بیت المقدس جمیع نقاطِ زمین را بعینی ملاحظہ مینمودیم

و در قرآن مجید حکایت اصحاب کہف را تلاوت میکردیم و از طرف دیگر انتظار یہود لیسوعیرا از شہر بن موشہ نصاریٰ مسیحیرا از آسمان و شیعہ قائمے را از شہر جابلقا یا چاہ سرمن رای مشاہدہ مینمودیم و از جانبے نقل انشقاق رودنیل بعصاے موسوی و احیای اموات بانفاس عیسوی و شق قمر بادو انگشت محمدیرا استماع نمودہ و از علماے ہر ملت کہ معانی آنہارا جویا میشدیم حمل بر ظاہر عبارات مینمودند و از جہتے انشعاب ادیان را بمذاہب و اختلاف مذاہب را بایکدیگر میدیدیم چارہ جز انکار و اعراض نداشتیم چہ براہل علم حتیٰ اطفال مدارس ابتدائیہ نیز معلوم است کہ آسمان ظاہری وجود خارجی ندارد کہ در روز اول خلق شود و علاوہ با وجود نبودن آفتاب روزی تصور نمیشود و همچنین شیطانیکہ بحسب ظاہر مبدان اوصاف وصف شدہ مانند غول و جن و پری اموری است موہوم کہ جز در عالم خیال وجود ندارد و از بالای کوہ تمام نقاط زمین کروی الشکل را ارائہ کردن امری است بدیہی البطلان و زندہ ماندن انسان در غارے مسدود یا چاہی سیاہ بدون اطعمہ و البتہ مدت چند صد سال کاری است محال. و بہمیں قیاس است سائر مطالب و عبارات مرموزہ کتب مقدسہ۔

اما حال کہ حضرت بہاء اللہ با قلم معجز شیم غامض ترین مسائل کتب سماوی را با اسہل عبارات و توافق عقل و علم حل فرمودہ و برای حل سائر مسائل جزئیہ ہم بواسطہ نزول کتاب شریف الیقان مفتاحی بدست دادہ و کتابے مانند اقدس کہ حاوی احکام اخلاقی کہ راجع بروحانیات و محتوی قوانین اقتصادی کہ راجع بجسمانیات است از ملکوت مقدس نازل فرمودہ و نیز با دلائل واضحہ و براہین قاطعہ حقانیت ہر دینے از ادیان سالفہ را در زمان خود اثبات نمودہ ما اہل بہاء قید دیانت را آزادی میدانیم و ہر خزینرا در این سبیل شادی میشماریم و بہمین سبب اگر لسان و قلم معرضین سیف و سنان شود و بر صفحات قلوب و سینہ ہاے ما خطوط خونین بنگارد این سعادت را از دست نمیدہیم و این خوشبختی ابدی را از کف نمی گذاریم۔

و نیز دانایان و صاحبان وجدان را کہ از بدبختی و فلاکت اکثریت اہل عالم متأثر گشتہ و امراض بیچارگی و بحران اقتصادی نوع خویش را مشاہدہ کردہ اند و برای علاج این درد جانگداز بہر در دویدہ و بہر وسیلہ متوسل شدہ و چارہ این آفات را نیافتہ اند متذکر میسازیم و بشارت میدہیم کہ بہائیت سفرہ گسترده و خوانی چیدہ کہ منعم و درویش۔ غنی و فقیہ۔ عالم و جاہل مادی و متألہ میتواند از آن متنعم شود و از برکت این مائدہ آسمانی بوصال ہر گونہ آمال نائل گردد۔ چنانچہ مشاہدہ میشود ہزارہا ایرانی و تورانی شرقی و غربی۔ آسیائی و امریکائی کہ ہر کدام دارای دین و مذہب ذوق و مشرب علم و صنعت ہنر و حرفت رسوم و آداب و پیشوا و کتاب مخصوصی بودہ اند بعد از تحقیقات کاملہ مقصود خود را در این تعالیم مبارکہ یافتہ اند و الا روز اول حضرت بہاء اللہ و بعد از آن پیروان او نہ ثروتے داشتہ اند کہ مردم را تطمیع کنند و شریک خود سازند و نہ توپ و تیغے کہ نفوس را تخویف نمایند و بر آنہا مسلط شوند۔ بل یگانہ علت یکہ سبب انتشار این تعالیم مبارکہ شدہ ہمانا لسان شفقت

و محبت و توافق احکام آن با مقتضیات وقت است۔

بلی شریعتیکه بواسطه برداشتن تعصبات دینی۔ مذہبی وطنی۔ سیاسی۔ نژادی و لسانی اختلافات را زائل نماید و بامر الہی و ترویج لغت وحدتی عموی اہل عالم را بخیمه وحدت دعوت کند اگر اجابت نشود از انصاف دور است کتابیکه رموز و کنایات و استعارات و بشارات مزامیر و انجیل و قرآن و تورات را بتعابیر ساده آشکار سازد اگر رد شود دلیل بی وجدانی است دینی که علم و عقل را باخود برابر و برادر شمارد و موہومات و خرافات را دشمن دارد اگر پذیرفته نشود علامت جہل است تعالیمیکه بدون جنگ و جدال با اسہل طرق بین غنی و فقیر مساوات را با رضایت طرفین که اصعب امور است اجرا فرماید اگر توہین شود و ظلم صرف است و شریعتیکه مرد و زن و دختر و پسر را در حقوق مت بادله و امور اجتماعیه یکسان شمارد و فرقی بین آنہا نگذارد اگر پیروی نشود از بی تمیزی است

ہرچند اہل بہاء یقین دارند که اگر امروز بہائیت اظہار اہل عالم را بخود جلب نکند و قلوب طوائف و امم را بواسطه برخی محظورات بخویشتن جذب ننماید عنقریب نوع انسان خود را مجبور بقبول آن می بیند و فرضاً اگر ہم جمیع بہائیان عالم فانی و معدوم شوند و فقط یک کتاب از این تعلیمات مبارکه در عالم موجود باشد بنوع بشر عاقبت آنرا پیداء احکامش را بموقع اجرا خواہد گذاشت اما سبب اینکه ہریک از انہا اقلاً نصف اوقات خویش را صرف ترویج این امر می کنند و در این راه تا حال جانہا نثار کرده ناموسہا بباد داده و اطفال قربانی کرده اند ہمانا اقتدا بمحبوب و مولای خویش است که در آخرین لوح منیع (عہد) می فرماید (مقصود این مظلوم از حمل شدائد و بلایا و انزال آیات و اظہار بینات اخماد نار ضغینه و بغضا بوده که شاید آفاق افئده اہل عالم بنور اتفاق منور شود و بآسایش حقیقی فائز گردد) (عزیز سلیمانی)

تقویم بدیع

از یک تا ہفت و یک تا نوزده در نوزده ۳۶۱ و چہار ایام ہا و بعد از سه سال ۵ روز و نام سال و ماه و ہفته باسماء و صفات الہیه مزین است

این تقویم نود و ہشت سال است۔ در عالم امر و خلق جاری است و سال بسال بہتر و خوشتر جلوه مینماید که حتی امسال که کاغذ و مقوای خوب کمیاب و بسیار گران است لجنه طبع و اشاعت امری با تائیدات الہیه موفق گردیده است که عکس مشرق الاذکار امریکا را بر کارتہای بزرگ و سفید بتراز باندازه ۱۲ در ۱۵ با مرکب سه رنگ چاپ نماید و تقویم بہائی و میلادی را با مرکب دو رنگ و حروف انگلیسی در ذیل ایام ہفته تو تماً گنجانیده بر بیست ورق کاغذ علیحده طبع و بکارت منقوش نصب و ترتیب گردیده است که پس از اتمام ہر شہر بیانی باید یک ورق از کارت جدا نمود و پس از اتمام سال عکس مشرق الاذکار امریکا زینت بخش دار الابرار خواہد بود۔

ہدیه آن اگر چہ بیش از اینہا است ولی لجنه بلاحظه اینکه ہمه احباء بتوانند چند نسخه خریداری نموده بدوستان و نزدیکان خود نیز بدہند قیمت فقط نسخه چہار آنه معین نموده است ولی مخارج پست آن بعہده مشترکین محترم خواہد بود طالبین باید آدرس ذیل رجوع نمایند:-

منشی لجنه طبع و اشاعت بہائیان ہند و برما۔ بہائی ہال کراچی

ماہنامہ

پیامبر دہلی

جلد سوم | مارچ سنہ ۱۹۴۲ ع | نمبر سوم

ای ربّ

اے پروردگار!

اقبلت بنفسی الیٰ مطلع اٰیات احدیتك و اعرضت عن الّذین

میں تیری احدیت کے مطلع آیات کی طرف متوجہ ہوا ہوں۔ اور جن لوگوں نے تیرے مشرقِ امر پر اعتراض کئے ہیں

اعترضوا علیٰ مشرق امرك فاحفظنی یا الٰهی فی ظل رحمتك

ان سے روگردان ہوں۔ تو مجھے اے میرے خدا اپنی رحمتِ کبریٰ کے سایے میں

الکبریٰ ثم اجعلنی من الّذین استقاموا علیٰ امرك

محفوظ رکھ پھر مجھے ان لوگوں میں سے بنا دے جو تیرے امر پر مستقیم ہیں۔ اور

و وفوا بمیثاقك و نبذوا وراءهم من فی الملك اجمعین

جنہوں نے کیا ہوا عہد پورا کر رہے ہیں۔ اور تمام دنیا کے لوگوں کو اپنے پیچھے پھینک چکے ہیں۔

وقدرلی یا الٰهی نصرة امرك وذكرك بین عبادك ولا تخیّبنی

اور اے میرے خدا! میرے لئے مقدر فرما دے کہ میں تیرے امر کی نصرت و تبلیغ میں مصروف رہوں اور تیرے

عما قدرته لخیرة خلقك انك انت المقتدر العلیم الحكیم ٥

بندوں میں تیرا ذکر کیا کروں اور مجھے اس نعمت سے محروم نہ رکھ جو تو نے اپنی بہترین مخلوق کے لئے مقدر فرمائی ہے۔

بے شک تو ہی قدرت والا علیم و حکیم ہے

پادشاہانِ زمین

سلسلہ کے لئے دیکھو پیامبر دسمبر ۱۹۴۱ء

حضرت شوقی ربانی کے قلم سے

ترجمہ

شہنشاہِ فرانس کے نام

نپولین سوم شہنشاہ فرانس کو حضرت بہاء اللہ نے ان الفاظ میں خطاب فرمایا:-

"اے بادشاہ پیرس! پادریوں کو کہدے کہ اب گھنٹیاں بجانی چھوڑ دیں۔ ناقوسِ اعظم، اسمِ اعظم کی صورت میں ظاہر ہو گیا ہے اور تیرے پروردگار برتر و بزرگ کی مشیت کی انگلیاں آسمانِ بقا میں اس کے پر جلال نام پر اُسے بجا رہی ہیں۔ اس طرح تیرے پروردگار کی زبردست آیتیں پھر ایک دفعہ تیری طرف بھیجی گئیں تاکہ شاید تو آسمان اور زمین کے پیدا کرنے والے خدا کو یاد کرنے کے لئے اُٹھے ان ایام میں جن میں دُنیا کی تمام قومیں روپیٹ رہی ہیں۔ شہروں کی بنیادیں ہل گئی ہیں اور بے دینی کی گرد نے تمام انسانوں کو گھیرا ہوا ہے بجز ان کے جن کو تیرے پروردگار علیم و حکیم نے بچانا چاہا۔ ..... اے بادشاہ! اُس آواز کو سُن جو تجھے اُس آگ میں سے پکار رہی ہے جو اس سینا پر اس سدا بہار درخت میں روشن ہو رہی ہے جسے تیرے پروردگار نے شہرِ قدم سے پرے مقدس اور برف سی سفید جگہ بلند فرمایا ہے کہ "مجھ رحیم و رحمٰن خدا کے سوا کوئی خدا نہیں"۔ ہم نے تجھے پاس اُسے حق کے ساتھ بھیجا جس کی ہم نے روح القدس سے تائید کی تاکہ وہ تجھے اس نیّرِ اعظم کی خبر دے جو تیرے پروردگار بزرگ و برتر کی مشیت کے افق سے چمکا ہے اور جس کی روشنی مغرب پر پڑ رہی ہے تاکہ اس دن میں جس کو خدا نے تمام دنوں کی روشنی بنایا ہے تم اپنے چہروں کو اُس (حضرت بہاء اللہ) کی طرف متوجہ کرو۔ اور اسی دن میں تیرے پروردگار رحمٰن نے اپنے انوار کی تجلی آسمان اور زمین کے تمام رہنے والوں پر آشکار فرمائی ہے۔ خدا کی خدمت اور اس کے امر کی نصرت کے لئے کھڑا ہو۔ وہ پروردگار بے شک تجھے ظاہر اور غیب کی افواج سے مدد دے گا۔ اور تجھے سورج تلے کی تمام چیزوں پر غالب بنا دے گا ..... میرے اسم کے زیور سے اپنے جسم کو آراستہ کر اور اپنی زبان کو میرے ذکر میں لگا اور اپنے دل کو میری پیاری اور برتر محبت سے مزین کر۔ ہم نے تیرے لئے سوائے اس کے اور کچھ نہیں چاہا جو تیرے لئے ان سب چیزوں سے جو تیرے پاس ہیں اور تمام زمین کے خزانوں سے بہتر ہے۔ بے شک تیرا پروردگار خبیر اور تمام باتوں کا جاننے والا ہے.....

اے بادشاہ! ہم نے تیرے وہ لفظ سُنے جو تو نے جنگ (جنگ کریمیا) کے فیصلہ کے متعلق زارِ روس سے کہے۔ بے شک تیرا پروردگار جاننے والا اور سب باتوں سے آگاہ ہے۔ تو نے کہا "میں اپنے بستر پر سویا ہوا تھا۔ اُن کی آہ و بکا نے جو بحرِ قلزم میں غرق ہوئے مجھے جگا دیا"۔ یہ ہم نے تجھے کہتے سُنا۔ اور بے شک تیرا پروردگار جو کچھ میں کہتا ہوں اُس کا گواہ ہے۔ ہم شہادت دیتے ہیں کہ جس آواز نے تجھے جگایا وہ ان کے رونے کی آواز نہ تھی بلکہ تیری اپنی خواہشاتِ نفسانی کی آواز تھی۔ کیونکہ ہم نے تجھے آزمایا مگر اس بات سے بیگانہ پایا۔ میرے طرزِ کلام کو سمجھ اور

اور سمجھدار لوگوں میں سے ہو ..... اگر تو سچائی سے وہ الفاظ کہتا تو خدا کی لوح کو اپنی پیٹھ کے پیچھے نہ پھینکتا جب یہ تجھے اس کی طرف سے جو مقتدر و حکیم ہے بھیجی گئی تھی۔ ہم نے اس کے ذریعے تیری آزمائش کی اور تجھے اُس کے خلاف پایا جو تو زبان سے کہتا ہے۔ اٹھ اور اُن باتوں کی تلافی کر جن میں تو قاصر رہا ہے۔ بہت جلد تو اور جو کچھ تو رکھتا ہے تباہ ہو جائے گا اور بادشاہت صرف خدا کی جو تیرا اور تیرے باپ دادا کا خدا ہے رہے گی۔ تیرے لئے واجب ہے کہ تو اپنے معاملات کو اپنی خواہشاتِ نفسانی کے مطابق نہ چلائے۔ مظلوم کی آہ سے ڈر اور اسے ظالموں کے تیروں سے بچا۔ جو کچھ تو نے کیا ہے اس کے سبب تیری بادشاہت کے کاموں میں گڑبڑ ہو جائے گی اور سلطنت تیرے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ اس بات کی سزا میں جو تو نے کی ہے۔ پھر تجھے معلوم ہوگا کہ تو نے کیسی عریض خطائی ہے انقلاب اُس ملک میں سب لوگوں کو گھیر لے گا۔ بجز ایک صورت کے کہ تو اس امر کی نصرت کے لئے اُٹھے اور اس سیدھے راستے میں روح اللہ کی پیروی کرے۔ کیا تو اپنی شان و شوکت پر مغرور ہے۔ میری جان کی قسم۔ یہ رہنے والی نہیں۔ بلکہ بہت جلد یہ گذر جائے گی۔ بجز اس کے کہ تو اس مضبوط دامن کو اچھی طرح پکڑ لے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ذلت تیرے پیچھے چلی آرہی ہے اور تو بے پروا ہے ..... اپنے محلوں کو باقی قدر کے حوالے کر اور اپنی سلطنت کو اس کے سپرد کر جو اس کا خواہشمند ہو اور پھر تو ملکوت کی طرف رجوع کر۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ وہ چیز ہے جو خدا نے تیرے لئے پسند فرمائی ہے۔ کاش کہ تو رجوع کرنے والوں میں سے ہوتا! ..... اگر تو اپنی سلطنت کا بوجھ اٹھانا چاہتا ہے تو اُسے امر اللہ کی نصرت کرنے کے لئے اُٹھا۔ پاک اور مقدس ہے یہ مقام۔ جو کوئی اس تک پہنچ جاتا ہے وہ تمام وہ نیکیاں پالیتا ہے جو خدائے علیم و حکیم کی طرف سے آتی ہیں ..... یہ جانتے ہوئے کہ وہ تباہ ہونے والی ہے۔ پھر بھی تو اپنی دولت کا غرور کرتا ہے؟ تو اس بات میں خوش ہے کہ تو ایک بالشت بھر زمین پر حاکم ہے۔ جبکہ اہل بہاء کی نظروں میں تمام دنیا مُردہ چیونٹی کی آنکھ کے سیاہ داغ سے زیادہ نہیں۔ تو اُسے انھیں کے لئے چھوڑ دے جو اس کے دلدادہ ہو رہے ہیں اور تو اس کی طرف رجوع کر جو تمام دنیا کا مقصود ہے وہ متکبر لوگ اور ان کے محل کیا ہوئے؟ ان کی قبروں پر نگاہ کر تاکہ تو سبق حاصل کر سکے کیونکہ ہم نے اسے ہر دیکھنے والے کے لئے ایک سبق مقرر کیا ہے۔ اگر نسائم ظہور تجھے گھیر لیں تو تو دنیا کو ترک کر کے ملکوت کی طرف متوجہ ہوگا۔ اور جو کچھ تیرے پاس ہے تو اُسے نثار کر دیگا تاکہ تو اس عالیشان منظر کے نزدیک ہو سکے۔

پوپ اعظم کے نام پوپ پائیس نہم کے لئے حضرت بہاء اللہ نے نازل فرمایا:۔ "اے پاپا! پردے پھاڑ دے۔ رب الارباب بادل کے سایوں میں ہو کر آپہنچا ہے۔ اور قدرت و اقتدار والے خدا کی طرف سے ہونے والی بات پوری ہو گئی ..... بے شک وہ ایک دفعہ پھر آسمان سے آیا ہے جیسے وہ پہلے آیا تھا۔ خبردار اس پر ایسے اعتراض نہ کرنا جیسے فریسیوں نے بلا دلیل و برہان کئے تھے۔ اس کے داہنے ہاتھ سے فضل کا آبِ حیات بہہ رہا ہے۔ اس کے بائیں ہاتھ سے عدل کی عمدہ شراب جاری ہے اور اس کے آگے آگے فردوس کے فرشتے آیات کے جھنڈے لئے ہوئے چل رہے ہیں۔ خبردار کسی نام کی وجہ سے تو اپنے پروردگار سے محروم نہ ہونا جو زمین و آسمان کا خالق ہے۔ دنیا کو ترک کر اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کر جس کے ذریعے تمام دنیا منور کی گئی ہے ..... کیا تیرے لئے یہ سب سے کہ تو محلوں میں رہے اور شہنشاہِ ظہور بدترین مقام میں زندگی بسر کرے؟ ان محلوں کو تو ان کے لئے چھوڑ دے جو انکے خواہشمند ہیں

اور تو خوشی اور مسرت سے دمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ ملکوت کی طرف رجوع کر ..... دنیا کے لوگوں میں اپنے خداوند رحمٰن کے نام سے اٹھ کھڑا ہو اور اطمینان کے ہاتھوں میں جامِ زندگی لے اور پہلے آپ اسمیں سے پی اور پھر انھیں پلا جو تمام ادیان کے لوگوں میں سے اس کی طرف رجوع کریں۔

یاد کر جب روح (حضرت عیسیٰ) آئے تھے تو ان کے زمانہ میں ملک کے سب سے بڑے عالم نے اُن کے خلاف فتویٰ دیا اور وہ جو ایک ماہی گیر تھا اُن پر ایمان لایا۔ پس اے صاحبانِ خرد! عبرت حاصل کرو۔ تو آسمانِ اسمار کے آفتابوں میں سے ایک آفتاب ہے تو اپنے نفس کی حفاظت کر۔ ایسا نہ ہو کہ تاریکی اپنے پردے اس پر ڈال دے اور تجھے نور سے محروم کر دے ..... اُن پر غور کر جنھوں نے بیٹے (حضرت مسیح) کی جب وہ قوت و قدرت کے ساتھ آیا مخالفت کی۔ کتنے فریسی اس کے دیدار کے انتظار میں لگے ہوئے تھے۔ وہ اس کی جدائی میں روتے اور دعائیں مانگتے تھے۔ لیکن جب اس کے ظہور کی نسائم ان پر سے گذریں اور اس کا جمال بے نقاب ہوا تو وہ اس کے خلاف اٹھے اور اس سے جھگڑا کیا..... سوائے چند ایک کے جو قوم کے درمیان کوئی حیثیت نہ رکھتے تھے اس کی طرف رجوع ہوئے لیکن آج ہر ایک سلطنت و قوت کا مالک اس کے نام پر فخر کرتا ہے۔ اسی طرح یہ خیال کر ان دنوں کتنے عیسائی درویش ہیں جو میرے نام کی خاطر دنیا کو تیاگ کر اپنے گرجوں میں معتکف ہیں۔ مگر انھوں نے جب مقررہ وقت آیا اور ہم نے اپنے جمال کو بے نقاب کیا تو ہمیں نہ پہچانا۔ حالانکہ صبح و شام وہ میرا نام لے کر دعائیں مانگتے ہیں .....

وہ کلمہ جسے بیٹے (حضرت مسیح) نے چھپایا آج ظاہر کر دیا گیا ہے۔ آج یہ کلمہ انسان کی شکل میں بھیجا گیا ہے مبارک ہے وہ پروردگار جو باپ ہے۔ جو بلاشک و شبہ اپنے جلال کے ساتھ قوموں کے درمیان آگیا ہے۔ اے نیک لوگوں کی جماعت اس کی طرف رجوع کرو..... یہ وہ دن ہے جس دن چٹان (پطرس) چلا چلا کر پروردگار مقتدر و متعالی کی تعریف کر رہا ہے یہ کہکر "دیکھو باپ آگیا اور جو وعدہ ملکوت میں تم سے کیا گیا تھا پورا ہوا۔ ....." میرا جسم صلیب کی تمنا کر رہا ہے اور میرا سر خدائے رحمٰن کی راہ میں نیزے کی انی کا انتظار کر رہا ہے تاکہ دنیا اپنی زیادتیوں اور اپنے گناہوں سے پاک ہو جائے۔.....

اے اسقفِ اعظم! کان لگا کر وہ آواز سن جو مُردہ ہڈیوں میں جان ڈالنے والا اپنے اسم اعظم کے (بلند) مقام سے تجھے سنا رہا ہے۔ وہ تمام زیورات جن سے تو اپنے آپ کو آراستہ کرتا ہے بیچ دے اور خدا کی راہ میں خرچ کر دے۔ اس خدا کی راہ میں جو دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن لاتا ہے۔ اپنی سلطنت کو بادشاہوں کے حوالے کر اور گھر سے نکل کر ملکوت کی طرف متوجہ ہو اور دنیا سے منقطع ہو کر زمین اور آسمان کے درمیان اپنے پروردگار کی تعریف کر۔ اس طرح تجھے مالکِ اسمار تیرے پروردگار عزیز و علام کی طرف سے حکم دیتا ہے۔ بادشاہوں کو نصیحت کر اور کہہ "لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آؤ۔ خبردار۔ مبادا تم اُن حدود سے تجاوز کرو جو کتاب میں مقرر کی گئی ہیں"۔ ایسا کرنا بیشک تیری شان کے شایاں ہے۔ مبادا تو دنیا کی چیزوں کو اور اس کی دولت کو اپنے لئے صرف کرے۔ ان کو اُن کے لئے چھوڑ دے جو انکے خواہشمند ہیں اور تو وہ چیز لے جو تجھے تمام کائنات کے پروردگار نے حکم دیا ہے۔ اگر کوئی تجھے ساری دنیا کے خزانے بھی دے تو تو اُن کی طرف نگاہ بھی نہ کرنا۔ تو ویسا ہی بن جیسا تیرا مولیٰ تھا۔ اس طرح

وحی کی زبان نے وہ بیان کیا جسے خدا نے کتاب آفرینش کی زیبائش بنایا ہے ..... اگر میری آیات کی شراب سے تو مخمور ہو جائے اور تو زمین اور آسمان کے پیدا کرنے والے اپنے پروردگار کے عرش کے سامنے حاضر ہونے کا ارادہ کرے تو میری محبت کو اپنی پوشاک بنا۔ میری یاد کا زرہ بکتر پہن۔ اور مالکِ قدرت پر توکل کو اپنا زادِ راہ سمجھ۔ ..... میں سچ سچ کہتا ہوں کہ فصل کاٹنے کا دن آگیا۔ اور تمام چیزیں چھانٹ چھانٹ کر الگ الگ کر دی گئی ہیں جنھیں اس نے پسند کیا۔ عدل کے ظروف میں رکھا اور انھیں جو آگ کے لائق تھے آگ کے سپرد کیا۔ آج موعودہ دن میں تیرے قادرِ مطلق اور مہربان خدا کی طرف سے کتاب میں یہی فیصلہ ہوا ہے۔ بے شک جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ سوائے مقتدر و مہیمن خدا کے اور کوئی خدا نہیں ہے۔

زارِ رُوس کو خطاب | انگلینڈر دوئم زارِ روس کی لوح میں ہم پڑھتے ہیں۔ "اے زارِ روس۔ پاک و مقدس بادشاہ خداوند خدا کی آواز پر کان لگا اور فردوس کی طرف رجوع کر۔ وہ منظر جس میں وہ رہتا ہے جو اعلیٰ کے درمیان بہت سے اعلیٰ ترین ناموں سے معروف ہے اور جو ملکوتِ خلق میں خداوندِ بہجتِ ابہیٰ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ خبردار! ایسا نہ ہو کہ تیرا نفس تیرے پروردگار رحیم و رحمٰن کے چہرے کی طرف تیرے رجوع کرنے میں حائل ہو۔ ہم نے تیری وہ دعا سنی جو تو نے خلوت میں مناجات کرتے ہوئے اپنے مولیٰ سے مانگی۔ اسی لئے میری محبت آمیز مہربانی کی نسیم چلی اور میری رحمت کا سمندر موجیں مارنے لگا۔ ہم نے حق کے ساتھ تیری دعا کا جواب دیا۔ بے شک تیرا پروردگار علیم و حکیم ہے۔ جب میں جیل خانے میں زنجیروں اور ہڑیوں سے جکڑا ہوا تھا۔ تیرے سفیروں میں سے ایک نے میری مدد کی۔ اس لئے خدا نے تیرے لئے ایک ایسا مقام مقدر کیا ہے جسے بجز خدا کے کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ خبردار ایسا نہ ہو کہ تو اس اعلیٰ مقام کو بدل دے ..... خبردار ایسا نہ ہو کہ ملک تجھے مالکِ حقیقی سے دور رکھے۔ بے شک وہ اپنی ملکوت کے ساتھ آگیا ہے اور تمام ذرات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں۔ دیکھو۔ خدا اپنے عظیم جلال کے ساتھ آگیا ہے۔ باپ آگیا ہے اور بیٹا (حضرت مسیح) مقدس وادی سے پکار رہا ہے۔ "اے میرے خداوند خدا میں حاضر ہوں — میں حاضر ہوں۔" سینا اس گھر کے گرد طواف کر رہا ہے اور جلتی ہوئی جھاڑی پکار پکار کر کہہ رہی ہے: خدائے رحمٰن ابر پر سوار ہو کر آگیا ہے۔ مبارک ہے وہ جو اُس کا قرب حاصل کرتا ہے اور افسوس ہے ان پر جو اُس سے دور ہوتے ہیں۔

لوگوں کے درمیان تو اس قطعی امر کو لے کر کھڑا ہو اور پھر قوموں کو خدائے بزرگ و برتر کی طرف بلا۔ تو ان میں سے مت ہو جو خدا کو اس کے ناموں میں سے ایک نام لے کر پکارتے رہے مگر جب وہ جو تمام اسماء کا مقصود ہے ظاہر ہوا تو انھوں نے اس کا انکار کیا اور اس سے رُخ پھیر لیا۔ اور آخر کار صریح ظلم کے ساتھ اس کے خلاف فتویٰ صادر کیا۔ ذرا غور کرو اور ان ایام کو یاد کرو جب روح اللہ (حضرت مسیح) ظاہر ہوئے اور ہیرودیس نے ان کے خلاف فتویٰ دیا۔ مگر خدا نے اپنی پوشیدہ افواج سے اس کی مدد کی اور صحیح طور پر اس کی حفاظت کی اور اپنے وعدہ کے مطابق اسے ایک دوسرے ملک کو بھیج دیا۔ بے شک وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ تیرا پروردگار جسے چاہتا ہے اسے بچاتا ہے خواہ وہ سمندروں کی موجوں میں ہو یا اژدھے کے منہ میں ہو یا ظالموں کی تلواروں کے نیچے ہو۔ .....

میں پھر کہتا ہوں۔ میری آواز کو جو میں تجھے اپنے جیل خانہ سے سنا رہا ہوں سُن۔ تاکہ تو اُن چیزوں سے آگاہ ہو جو میرے

جمال پر ان لوگوں کے ہاتھوں وارد ہوئیں جو میرے جلال کے مظاہر ہیں اور تو سمجھ لے کہ باوجود میری قدرت و قوت کے میرا صبر کتنا بڑا ہے۔ اور میری طاقت کے باوجود میری بردباری کس قدر بزرگ ہے۔ میری جان کی قسم۔ اگر تو ان چیزوں کو جانتا جو میری قلم سے نازل ہوئیں اور میرے امر کے خزانوں سے واقف ہوتا اور میرے اسرار کے موتیوں کو جانتا جو میرے اسمار کے سمندروں اور میرے کلمات کی سیپیوں میں مخفی ہیں تو میرے نام کی محبت کی خاطر اور میری ملکوتِ جلال و جمال کی تمنا میں میری راہ میں اپنی جان کو نثار کر دیتا۔ خوب جان لے کہ اگرچہ میرا جسم میرے دشمنوں کی تلواروں کے نیچے ہے اور میرے بدن کو بے شمار دکھ دیئے جاتے ہیں پھر بھی میری روح ایک ایسی مسرت سے معمور ہے جس کے مقابلے میں تمام دنیا کی خوشیاں ہیچ ہیں۔

اپنے دل کو اس کی طرف لگا جو تمام دنیا کا قبلۂ مقصود ہے اور کہہ "اے اہل زمین۔ کیا تم اس کا انکار کرتے ہو جس کی راہ میں اس نے جو حق کے ساتھ آیا اور پروردگار بزرگ و برتر کی خبر تمھارے پاس لایا شہادت برداشت کی۔ کہہ یہ وہ خبر ہے جس سے نبیوں اور رسولوں کے دل خوش ہوئے۔ یہی وہ ہے جسے دنیا کا دل یاد کرتا ہے اور جس کا وعدہ خدائے مقتدر و حکیم کی کتابوں میں دیا گیا ہے۔ خدا کے رسولوں کے ملاء میری ملاقات کی تمنا میں خدائے بزرگ و برتر کی طرف اٹھے رہتے تھے ..... بعض میری جدائی میں زار و قطار روتے تھے۔ بعض نے میری راہ میں مصیبتیں برداشت کیں اور بعض نے میرے جمال کی خاطر اپنی جانیں نثار کیں اگر تم ان میں سے ہو جو کہ جانتے ہیں۔ کہہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں نے اپنی ذات کی تعریف نہیں چاہی بلکہ خود خدا نے چاہی ہے اگر تم انصاف سے فیصلہ کرو۔ میری ذات میں سوائے خدا اور اس کے امر کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا اگر تم دیکھ سکو۔ میں وہی ہوں جس کی تعریف اشعیاء کی زبان سے کی گئی۔ میں وہی ہوں جس کے نام سے تورات اور انجیل مزین ہوئیں ..... مبارک ہے وہ بادشاہ جس کی سلطنت اُسے بادشاہِ حقیقی سے نہ روک سکی اور جو صمیم قلب کے ساتھ خدا کی طرف راجع ہوا ہے۔ بے شک وہ ان میں سے محسوب ہے جو خدائے مقتدر و دانا کی مشیت سے فائز ہوئے ہیں۔ بہت جلد ایسا بادشاہ اپنے آپ کو ملکوت کے بادشاہوں میں شمار ہوتا پائے گا۔ اس میں شک نہیں کہ تیرا پروردگار سب چیزوں پر حاوی ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے اور جو کچھ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور جسے جس چیز سے چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے۔ بے شک وہ مقتدر و قدیر ہے۔

ملکہ وکٹوریہ کو خطاب

ملکہ وکٹوریہ کو حضرت بہاء اللہ نے لکھا ہے :۔ "اے ملکۂ لندن! اپنے پروردگار کی جو تمام دنیا کا پروردگار ہے آواز سن جو وہ تجھے خدائی صنوبر کے درخت سے پکار رہا ہے کہ بیشک مجھ مقتدر و حکیم کے سوا کوئی خدا نہیں۔ جو کچھ زمین کا ہے اسے دور پھینک دے اور اپنی سلطنت کے سر کو اپنے پروردگار بزرگ کی یاد کے تاج سے مزین کر۔ بیشک وہ اپنے عظیم جلال کے ساتھ دنیا میں آگیا ہے اور جو کچھ انجیل میں کہا گیا وہ سب پورا ہو گیا ہے۔ ملک شام اپنے پروردگار کے قدوم سے مشرف ہوا ہے اور شمال و جنوب دونوں اس کے وصال کی شراب سے سرشار ہو رہے ہیں۔ مبارک ہے وہ شخص جس نے پروردگار رحمٰن کی خوشبو پائی اور اس نورانی صبح میں اس کے جمال کے مشرق کی طرف متوجہ ہوا۔ مسجد اقصیٰ اپنے رب ابہیٰ کے نسائم سے اور البطحاء (مکہ) اپنے بزرگ و برتر خدا کی آواز سن کر جھوم رہا ہے۔ ان کی ہر ایک کنکری اس اسم اعظم کے ذریعے پروردگار کی تعریف کر رہی ہے۔ (باقی باقی)

(مترجمہ عباس علی بٹ)

مطالع الانوار: ڈان بریکرز

حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کی وضع اور آپ کے سلوک نے مجھے آپ کا گرویدہ بنالیا تھا۔ آپ کے دین کے اصول میں نے کبھی آپ کے منہ سے نہیں سنے۔ اگرچہ یہ خیال مجھے تھا کہ آپ کے اصول عیسائیت سے ملتے جلتے ہیں۔ کچھ ارمنی بڑھیوں نے جو آپ کے قید خانے میں کچھ مرمت کرنے کے لئے گئے تھے آپ کو بائبل پڑھتے بھی دیکھا تھا۔ آپ نے ان سے یہ بات چھپانے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ خود انھیں بتایا۔ اس بات کا تو کامل یقین ہے کہ آپ کے دین میں وہ مذہبی دیوانگی نہیں ہے جو مسلمانوں میں عیسائیت کے لئے ہے نہ اس میں عورتوں کے لئے ایسی بندشیں ہیں جو اس وقت مسلمانوں میں پائی جاتی ہیں۔"

یہ تاثرات ہیں جو حضرت باب کو دیکھکر ایک مہذب یورپین کے دل میں پیدا ہوتے۔ اگرچہ آپکے اخلاق اور آپ کی تعلیمات کا اثر و نفوذ مغرب میں دور دور پھیلا ہوا ہے مگر کوئی یادداشت ایسی ثبت نہیں جس سے یہ پایا جاتا ہو کہ کسی اور یورپین نے بھی آپ کو دیکھا ہو۔

آپ کے اخلاق و صفات کی خوبی و شرافت۔ آپ کی شخصیت کی ملاحت اور قوتِ نفوذ آپ کے فطرتی حسن کے ساتھ ساتھ آپ کا ادراک اور قوتِ فیصلہ ایسا عظیم تھا کہ آپ کے اعلان فرمانے ہی آپ سارے ایران میں ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک محبوب ہوگئے۔ آپ کی کشش کا یہ حال تھا کہ جو سامنے آیا وہ دل و جان سے آپ کا گرویدہ ہوگیا۔ حتیٰ کہ بہت سے اُن قید خانوں کے داروغے جن میں آپ مقید رہے آپ پر ایمان لائے۔ بہت سے دشمن آپ سے ایکدفعہ مل کر آپ کے نیچے دوست بن گئے۔ ایسی ہر دلعزیز ہستی کو بغیر رائے عامہ کی ناراضگی حاصل کئے خاموش کرنا گذشتہ صدی کے وسط کے ایران میں بھی مشکل تھا مگر حضرت باب کے پیروؤں کے لئے یہ بات نہ تھی۔

ملاؤں کو ان کے معاملہ میں دیر کرنے یا ریشہ دوانیاں کرنے کی ضرورت نہ ہوئی۔ شاہ سے لے کر معمولی مسلمانوں تک میں کسی دینی تحریک کے خلاف تعصب کی آگ کو بھڑکانا نہایت آسان تھا۔ بابیوں پر یہ الزام آسانی سے لگ سکتا تھا کہ وہ شاہ سے باغی ہیں اور ان کی حرکات و سکنات کو باغیانہ سیاسی چالیں کہدینا کچھ مشکل نہ تھا۔ علاوہ ازیں حضرت باب کے پیرو بے شمار ہوگئے تھے۔ ان میں سے بہت سے مرفہ الحال تھے۔ کچھ تو امیر تھے اور بہت ہی کم ایسے تھے جن کے پاس جائداد نہ تھی۔ ان جائدادوں کو حاصل کرنے کی حرص پڑوسیوں کو دلانا بہت ہی آسان تھا۔ حکام وقت کے خوف و ہراس اور لوگوں کے آزمودہ اور مذہبی دیوانگی کو بھڑکا کر ملاؤں نے قتل و غارت اور ہتک احترام ناموس کی ایک مہم جاری کی جو انھوں نے نہایت بے رحمانہ غضب و تندی سے اُسوقت تک جاری رکھی جب تک انھوں نے اپنے خیال کے مطابق اپنے مقصد کو پوری طرح حاصل نہ کرلیا۔

ظلم و ستم کی اس روئداد کے بہت سے واقعات نبیل نے اپنی تاریخ میں لکھے ہیں۔ ان میں سے مازندران۔ نیریز اور زنجان کے واقعات اس لئے ممتاز ہیں کہ بابیوں نے مجبور ہوکر دفاع کے لئے کس بہادری سے اپنی جانیں اپنے محبوب کے لئے قربان کیں۔ ان تین موقعوں پر بابی جب چاروں طرف سے گھر گئے تو اپنے گھروں سے نکل کر خاص خاص جگہوں میں جمع ہوئے اور دفاعی حصار بندی کرکے مسلح ہوکر اپنے تعاقب کرنیوالوں کے مقابلہ کے لئے تیار ہوگئے ایک منصف و غیر جانبدار مشاہد فوراً اس بات کی شہادت دیگا کہ ملاؤں نے ان مظلوموں پر جو سیاسی ریشہ دوانیوں کا بہتان لگایا تھا وہ سراسر غلط اور جھوٹا تھا۔ جب کبھی بابیوں کو یہ یقین دلایا گیا کہ دینی عقائد کی خاطر وہ ستائے نہ جائینگے تو انھوں نے فوراً امن کے ساتھ اپنے کام کاج کرنے اور ان دفاعی کارروائیوں کو

ک کرنے کے لئے مستعدی ظاہر کی۔ نبیل نے اس بات پر زور دیا ہے کہ بابیوں نے کبھی جارحانہ لڑائی نہیں کی۔ وہ اپنی جانیں بچانے کے لئے نہایت جرأت و بہادری سے لڑے مگر کبھی جارحانہ حملہ نہیں کیا۔ حتیٰ کہ سخت لڑائی کے دوران میں اگر کوئی ہتھیار سوائے اُن کے ہاتھ لگا تو انھوں نے اس موقع سے فائدہ نہ اٹھایا۔ اور کوئی ناجائز یا غیر ضروری نقصان نہ پہنچایا۔

ان لڑائیوں کے اخلاقی پہلو کا ذکر فرماتے ہوئے مقالۂ سیاح کے صفحہ ۳۴۵ میں حضرت عبدالبہاء رقمطراز ہیں:۔

"وزیر (میرزا تقی خان) نے نہایت جسارت سے بلا ہدایات پائے یا حاصل کئے بابیوں کو سزا دینے اور قتل و غارت کرنے کے حکم ملک کے چاروں طرف بھیجدیئے۔ گورنروں اور مجسٹریٹوں کو دولت جمع کرنے کا یہ ایک بہانہ ہاتھ لگا۔ اور حکام نے نفع بٹورنے کا اسے ایک وسیلہ بنایا۔ مشہور مجتہدوں نے منبروں پر چڑھ کر عوام کو جمع کر کے ایک عام حملہ کر دینے کے فتوے دیئے۔ مذہبی قوتوں اور ملکی قانون نے مل کر ان لوگوں کو برباد و تہ تیغ کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ ان لوگوں کو یہ پتہ نہ تھا کہ حضرت باب کی تعلیمات کے بنیادی اصول اور عقاید کیا ہیں۔ یہ بیچارے اپنے فرائض سے بھی ناآشنا تھے۔ ان کے خیالات و اعتقادات پہلے طریقہ کی مانند تھے اور ان کا رویہ قدیم دستور کے مطابق تھا۔ علاوہ ازیں حضرت باب تک پہنچنے کا راستہ ان پر بند تھا۔ اور مصائب کی آگ ہر طرف شعلہ زن تھی۔ مشہور مجتہدین کے فتووں پر حکومت اور عوام نے نہایت شدت و تندہی کے ساتھ ہر طرف تاخت و تاراج کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ اور دن رات ظلم و ستم کرنے۔ اذیت دینے۔ قتل کرنے اور لوٹنے میں مشغول تھے تاکہ وہ اس آگ کو فرو خاموش کر دیں اور ان بیچاروں کو نیست و نابود کر ڈالیں۔ قصبوں میں جہاں ان کی تعداد محدود تھی سب کے سب پکڑے گئے اور لقمۂ شمشیر کر دیئے گئے۔ بڑے بڑے شہروں میں جہاں ان کی تعداد زیادہ تھی وہ اپنے قدیم اعتقاد کی بناء پر دفاع کیلئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ کیونکہ ایسی حالت میں اُن کے لئے اپنے فرض کو جاننا ناممکن تھا اور سب دروازے ان پر بند تھے۔

کچھ سال بعد جب حضرت بہاءاللہ نے اعلان فرمایا تو آپ نے اسے حالات میں اپنے دور کے قانون و آئین کو ان الفاظ میں مشتہر کیا اور شک و شبہ کے لئے کوئی گنجائش نہ چھوڑی کہ "تھامے لئے مارے کی بجائے مرنا بہتر ہے"

بابیوں کی دفاعی کوششیں ہر جگہ ناکام رہیں۔ دشمن کثیر تعداد میں اُن پر ہر جگہ غالب ہوئے۔ حضرت باب کو بھی قید خانہ سے لاکر جامِ شہادت پلایا۔ آپ کے خاص خاص شاگردوں میں سوائے حضرت بہاءاللہ کے کسی کو زندہ نہ چھوڑا۔ آپ کو بھی معدودے چند وفادار پیروؤں کے ساتھ ایک غیر ملک کو سب کچھ چھین چھان اور لوٹ گھسوٹ کر بطور ایک قیدی کے جلاوطن کر دیا۔

یہ آگ اگرچہ دب گئی تھی مگر بجھی نہ تھی۔ یہ اُن جلاوطنوں کے دلوں میں روشن تھی جو اسے سفر کرتے ہوئے ملک بملک ساتھ لیگئے اپنے وطن ایران میں بھی یہ اتنی دور تک پہنچ چکی تھی کہ مادی ظلم و تشدد سے اس کا بجھنا محال تھا اور لوگوں کے دلوں میں سلگ رہی تھی اور ایک عالمگیر شعلہ بننے کے لئے اسے صرف ایک روحانی پھونک کی ضرورت تھی۔

حضرت باب کی پیشینگوئی کے مطابق عین اسی وقت جو آپ نے پہلے سے بتلا دیا تھا خدا کے دوسرے پیغمبر ظہور نے اعلانِ امر فرمایا۔

بابی دور کے آغاز سے نو سال بعد یعنی ۱۸۵۳ء میں حضرت بہاءاللہ نے اپنی الواح میں اپنے امر اور اپنی شخصیت کی طرف اشارہ فرمایا اور دس سال بعد جب آپ بغداد میں ساکن تھے آپ نے اپنے ہمراہیوں کے سامنے اپنے موعود ہستی ہونے کا اعلان فرمایا۔

(باقی)

مبحثِ قیامت

نہایت خوشی کی بات ہے کہ فاضل مدیر اہلحدیث نے مسئلۂ قیامت کے متعلق بحث کو اصولی طور پر اٹھایا ہے۔ چنانچہ اہلحدیث ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۱ء میں اس بحث کو منقح اور محقق کر دینے کیلئے موضوعِ بحث نئے سرے سے پیش فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"ہمارا عقیدہ از روئے قرآن مجید یہ ہے جسے ہم پہلے بھی کئی دفعہ شائع کر چکے ہیں کہ روزِ قیامت ایک خاص زمانے کا نام ہے جس کے دو حصے ہیں۔ اوّل حصے میں سب اشیاء اپنی موجودہ ہیئات و اشکال میں فنا ہو جائینگی۔ دوسرے حصے میں لوگ قبروں سے کل کر اپنے نیک و بد اعمال کی سزا پائیں گے۔"

اہل بہار کا اعتقاد ہے کہ روزِ قیامت سب اشیاء کی موجودہ ہیئات و اشکال کا فنا ہو جانا اور پھر لوگوں کا زمین سے نکلنا کلامِ الٰہی سے ہرگز ثابت نہیں ہے۔ قیامت فنائے عالم کا نام نہیں ہے۔ اس کی تفصیل کوکب ہند۔ بہائی میگزین اور پیامبر میں بار بار ہو چکی ہے۔ اصل بحث یہی ہے کہ قیامت کو فنائے عالم سے کچھ تعلق ہے اور کیا واقعی روزِ قیامت تمام اشیاء فنا ہو جائیں گی؟ فاضل مدیر اہلحدیث فرماتے ہیں کہ "زمانۂ قیامت کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں فنا ہے اور دوسرے میں حشر و نشر" (اہلحدیث ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۱ء)

ہمیں اس سے قطعی اختلاف ہے۔ ہماری تحقیق میں قیامت اسی دنیا میں پیغمبرِ برحق کی بعثت سے برپا ہوتی ہے۔ قیامت میں دنیا کا فنا ہو جانا بالکل غلط ہے اور کلامِ الٰہی سے ثابت نہیں ہے۔ پس اصل بحث یہی ہے کہ کیا قیامت میں دنیا فنا ہو جائے گی؟ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ دنیا فنا ہو جائے گی تو قیامت کا وہی مفہوم درست ہوگا جو عام مسلمان اور مدیر اہلحدیث مانتے ہیں۔ اور اگر قیامت کے دن دنیا کا فنا ہو جانا ثابت نہ ہو تو پھر عام مسلمانوں اور مدیر اہلحدیث کا اعتقاد قطعاً غلط ہوگا۔ اس لئے ہم اسی نقطۂ بحث کی تنقیح کرتے ہیں۔ فاضل مدیر اہلحدیث قیامت کے دو حصے کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"پہلے حصہ میں دنیا کی سب چیزیں فنا ہو جائیں گی۔ دوسرے حصہ میں انسانی اجساد کا حشر نشر ہوگا۔ قرآن مجید میں پہلے حصے کو نفخۂ اولیٰ اور دوسرے حصے کو نفخۂ ثانیہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔"

(اہلحدیث ۳۰ اگست ۱۹۴۱ء)

منقولہ بالا عبارت پیامبر کے مقالہ "انوارِ قیامت" کی ابتدائی سطور میں یہ مقالہ دسمبر ۱۹۴۱ء کے پیامبر میں آٹھ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس مقالہ میں دو نفخوں پر محققانہ بحث کی گئی ہے اور سورۂ زمر کی وہ آیت جسمیں دو نفخوں کا ذکر ہے زیرِ بحث لائی گئی ہے۔ لغت اور قرآن مجید سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ نفخۂ اولیٰ میں فنائے عالم ہرگز ہرگز ثابت نہیں اور جناب مدیر اہلحدیث کی تحریر فرمودہ مسلمات سے بھی واضح کر دیا گیا ہے۔ یہ تفریق صحیح نہیں کہ نفخۂ اولیٰ فنا کا نفخہ ہے اور نفخۂ ثانیہ حشر نشر کا۔ پھر اسی مقالۂ پیامبر میں الفاظ دکّت۔ دُحّ۔ بُسّ۔ نُسِفت۔ قاع صفصف۔ ارض۔ جبال کے معانی لغتِ عرب سے واضح و عیاں طور پر دکھائے گئے تھے اور معتبر کتبِ لغات کے حوالے بھی درج کئے گئے تھے۔ جن سے

جناب مدیر الہدیٰ نے انکار نہیں کیا۔ اور کوئی عالم انکار نہیں کرسکتا۔

اس مقالے کے متعلق الہدیٰ ۱۹ دسمبر ۱۹۴۲ء میں جناب مدیر فرماتے ہیں:۔

"ناظرین آگاہ ہونگے بہت عرصے سے بہائیوں اور اہلحدیثوں میں اس بارے میں مضمون نویسی ہو رہی ہے کہ مسلمانوں کا عقیدہ جو قیامت کے متعلق ہے وہ قرآن مجید سے ثابت ہے یا نہیں بہائیوں کا دعوے ہے کہ جس قیامت کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اس سے مراد بہاء اللہ کی بعثت ہے۔ اس کے متعلق ہم نے مفصل مضمون بحوالہ آیات قرآنیہ الہدیٰ ۱۷ اکتوبر میں درج کر کے لکھا تھا کہ ان آیات کا جو صریح مفہوم ہے وہی ہمارا عقیدہ ہے اور یہ بھی لکھا تھا کہ یہ آیات صریحہ بہاء اللہ کی بعثت پر منطبق کر کے دکھائیں۔ جس کا جواب بہائی رسالہ پیامبر دہلی بابت دسمبر میں آیا ہے۔ اس کا ذکر آئندہ کسی پرچے میں ہوگا۔"

اس کے بعد پیامبر جنوری ۱۹۴۳ء میں بمقالہ "علم السموات والارض" شائع کیا گیا ہے جسمیں لغت عرب اور آیات قرآن مجید سے "سماء، سموات ارض" کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ یہ مقالہ ۲۱ صفحات پر ہے۔ جس کے آخر میں مدیر پیامبر نے فاضل مدیر اہلحدیث اور علمائے کرام کی خدمت میں گذارش کرتے ہوئے لکھا تھا:۔

"مسئلہ قیامت، دین کا اہم ترین مسئلہ ہے۔ کوکب ہند۔ بہائی میگزین اور پیامبر میں جو تحقیقات پیش کی گئی ہیں وہ سب علمائے کرام کیلئے نہایت قابل توجہ ہیں۔ آزادی وجدان سے ہم جس قدر کلام الٰہی پر غور کرتے ہیں قیامت کا فنائے عالم سے کوئی تعلق نہیں پاتے۔ صرف یہ کہنا کہ چونکہ تمام مسلمان قیامت کو فنائے عالم سمجھتے ہیں اس لئے مان لینا چاہئے علم وحق پرستی کی میزان میں کوئی وزن نہیں رکھتا۔ ہم نے پیامبر کی گذشتہ اور موجودہ اشاعت میں کسی قدر مفصل آیات قیامت پر اظہار خیال کیا ہے اور لغت عرب سے بھی مفصل حوالے دیئے ہیں۔ اب ہم منتظر ہیں کہ فاضل مدیر اہلحدیث کیا فرماتے ہیں؟ یہ مذاکرہ نہایت مخلصانہ علمی تحقیق ہے" (پیامبر جنوری ۱۹۴۳ء)

اس کے بعد یہ ہوا کہ ۳۰ جنوری ۱۹۴۳ء کے اہلحدیث میں محترم فاضل مولانا ثناء اللہ صاحب نے ایک مضمون تحریر فرمایا جسمیں وہی ۱۷ اکتوبر کا مضمون دوبارہ لکھدیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"۱۷ اکتوبر کے اہلحدیث میں ہم نے سورۃ واقعہ کی ابتدائی آیات پیش کی تھیں جو مکرر درج ذیل ہیں۔ اذا وقعت الواقعة لیس لوقعتها کاذبة خافضة رافعة اذا رجت الارض رجا وبست الجبال بسا فکانت هباء منبثا وکنتم ازواجا ثلثة الخ تا لابارد ولا کریم۔"

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ "اس سورۃ مبارکہ کے پہلے حصہ میں فنائے عالم کا ذکر ہے اور دوسرے حصے میں انسانوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔"

مبحث قیامت کا نقطۂ مرکزی

فاضل مدیر اہلحدیث فرماتے ہیں کہ قیامت کے پہلے حصے میں دنیا کی سب چیزیں فنا ہو جائینگی۔ قرآن مجید میں پہلے حصے کو نفخۂ اولیٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ سورۃ واقعہ کی ابتدائی آیتوں میں فنائے عالم کا ذکر ہے۔"

مبحث قیامت کا نقطۂ مرکزی یہی ہے کہ قیامت میں فنائے عالم کا ثبوت کلام الٰہی سے دیا جائے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ قیامت کے دن دنیا کی سب چیزیں فنا ہو جائیں گی تو حشر ونشر کا وہ مفہوم جو جناب مدیر اہلحدیث کے ذہن میں ہے درست ثابت ہوگا۔ اور اگر قیامت کے دن عالم کا فنا ہو جانا ثابت نہ ہو سکے تو قطعی طور پر تمام آیات قیامت کے وہی معانی درست رہیں گے جو مدیر پیامبر نے لکھے ہیں اور وہ خیالات بکلی غلط ہونگے جو عام طور پر قیامت کے متعلق پھیلے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اسی مرکزی نقطے پر بحث ضروری ہے کہ کیا قیامت

کے دن یہ کارخانۂ عالم فنا ہو جائے گا۔

اس سے قبل بھی ہم بہت سی آیاتِ کلام اللہ سے ثابت کر چکے ہیں کہ قیامت کے دن کارخانۂ عالم فنا نہ ہوگا اور جو جو آیات فنائے عالم کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہیں ان کے صحیح معانی لغتِ عرب اور دیگر آیاتِ قرآنی سے واضح کر چکے ہیں۔ اور مدلل طور پر دکھا چکے ہیں کہ ان آیات سے قیامت کے دن عالم کا فنا ہو جانا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کرۂ ارض اور اس نوعِ انسان کی موجودگی میں ہی پیغمبرِ حق کے ظہور سے قیامت برپا ہوتی ہے۔ فنائے عالم سے قیامت کا کوئی تعلق نہیں۔

اب پھر ایک بار جناب مدیر اہلحدیث کی پیش کردہ آیات سورۂ واقعہ پر غور و تفکر کی نظر ڈالتے ہیں۔ کیا ان سے قیامت کے نفخۂ اولیٰ میں فنائے عالم ثابت ہو سکتی ہے؟

پہلی نظر

فاضل مدیر اہلحدیث یکم نومبر ۱۹۴۰ء صفحہ ۳ پر اظہار فرماتے ہیں کہ "فنا کے وقت پہاڑوں کا اڑ جانا قرآنی منصوصات میں سے ہے۔ اور قیامت کے پہلے حصے میں دنیا کی سب چیزیں فنا ہو جائیں گی۔ قرآن مجید میں پہلے حصے کو نفخۂ اولیٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔" (اہلحدیث ۱۳ اگست ۱۹۴۰ء)

"قیامت کے پہلے حصے کا ذکر اصرح طور پر مندرجہ ذیل آیات میں ملتا ہے فاذا نفخ فی الصور نفخۃ واحدۃ وحملت الارض والجبال فدکتا دکۃ واحدۃ فیومئذ وقعت الواقعۃ" (پ ۲۹ ع ۱)

(اہلحدیث ۳ اکتوبر ۱۹۴۰ء صفحہ ۲ کالم ۲)

خلاصہ یہ ہوا کہ نفخۂ اولیٰ سے تمام جہان فنا ہو جائے گا۔ دو نفخوں کا ذکر قرآن مجید میں کہاں ہے؟ سورۂ زمر میں جہاں فرمایا ہے ونفخ فی الصور فصعق من فی السموٰت والارض الا من شاء اللہ ثم نفخ فیہ اخریٰ فاذا ھم قیام ینظرون۔ ان دو نفخوں کا حوالہ اہلحدیث ۷ اکتوبر ۱۹۴۰ء صفحہ ۴ پر موجود ہے اور اسلامی عقائد متعلقہ فنائے عالم کی کتاب منہج الکرامہ صفحہ ۴۷۰ و ۴۷۱ کا مطالعہ کافی ہے۔ (کالم ۲)

" منہج الکرامہ کے مصنف علام نے ان صفحات پر سورۂ زمر کے دو نفخوں کی گویا تفصیل بتائی ہے جو بالکل صحیح ہے" (اہلحدیث حاشیہ کالم ۱)

اس عبارت سے فاضل مدیر اہلحدیث کا مقصد یہ ہوا کہ تمام جہان کی فنا کا ذکر سورۂ زمر کے بیان کردہ نفخۂ اولیٰ میں ہے۔

اس کی تردید فاضل مدیر اہلحدیث کے اس بیان کے رد میں کہ نفخۂ اولیٰ میں عالم فنا ہوگا ہم اپنی طرف سے کچھ کہنے کی بجائے خود ان کا بیان پیش کرتے ہیں جس میں انھوں نے صاف طور پر سورۂ زمر کے بیان کردہ نفخۂ اولیٰ میں فنائے عالم کا رد فرمایا ہے اور لکھا ہے کہ سورۂ زمر کی آیت ونفخ فی الصور فصعق من فی السموٰت ومن فی الارض سے لوگوں کا مرجانا مراد نہیں ہے چنانچہ آپ اپنی تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن میں اس آیت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں

ونفخ فی الصور ای تقوم القیامۃ فصعق من فی السموٰت ومن فی الارض ای صاروا مغشیا علیھم ولم یموتو۔ لقولہ تعالیٰ وخر موسیٰ صعقا

صور پھونکا جائیگا یعنی قیامت برپا ہوگی۔ صعق من فی السموٰت ومن فی الارض کے معنی یہ ہیں کہ لوگ بے ہوش ہو جائینگے۔ مر جائینگے نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے خر موسیٰ صعقا۔ موسیٰ بیہوش ہو کر گر گئے۔ صعقا کے معنی بے ہوشی ہیں (نہ کہ موت)

اس تحریر میں مولانا ثناء اللہ نے صاف کہدیا ہے کہ نفخۂ اولیٰ میں لوگ مرجائے بھی نہیں۔ تو پھر فنائے عالم کا کیا ذکر ہے؟ اور دلیل بھی بیان فرما دی کہ صعق کے معنی بے ہوشی ہیں نہ کہ موت۔

جناب مولانا کا یہ بیان کہ آیت ونفخ فی الصور فصعق میں لوگوں کا مرنا مراد نہیں بالکل بجا اور مدلل ہے کیونکہ فی الحقیقت صعق کے معنی موت اور فنا نہیں ہیں۔

پیامبر نے خود کئی مرتبہ یہی بات لکھی تھی۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۴۱ء کے مضمون "انوارِ قیامت" میں اسی آیت پر مفصل بحث کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اس آیت میں

چند صریح الفاظ ایسے ہیں جو قیامت میں فنائے عالم کے بالکل خلاف اشیاء عالم کی موجودگی کا اعلان کر رہے ہیں (۱) صعق جس کے معنی بیہوش ہونا ہیں فنا یا معدوم ہونا یا ذرات میں تبدیل ہوجانا نہیں۔ بے ہوشی کا لفظ کھلا ثبوت ہے کہ لوگ موجود رہینگے۔ فنا نہ ہونگے۔ جیسا کہ دوسری جگہ قرآن مجید میں تجلی طور کے ذکر میں فرمایا ہے وخرّ موسیٰ صعقا کہ حضرت موسیٰ بے ہوش ہوکر گر پڑے تو کیا بے ہوش ہونے سے یہ مراد ہے کہ حضرت موسیٰ کا وجود فنا ہوکر ذرات میں تبدیل ہوگیا تھا اور وہ معدوم ہوگئے تھے؟ ہرگز نہیں۔ پس لفظ صعق عقیدۂ فنا کے خلاف چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ قیامت کے نفخۂ اولیٰ میں فنا ہرگز ہرگز نہیں ہوگی"

(۲) سورۂ نمل ع۸ میں صعق کی بجائے فزع فرمایا ہے۔ یعنی گھبرا جائینگے" پھر ساتھ ہی فرمایا وھم من فزع یومئذ امنون۔ کہ نیک لوگ اس وقت گھبراہٹ سے بھی محفوظ رہینگے۔

(۳) نفخۂ اولیٰ میں اشیاء عالم کی فنا کا ذکر نہیں۔ ذوی العقول کی بھی فنا کا ذکر نہیں۔ صرف بے ہوشی یا گھبراہٹ کا ذکر ہے اور وہ بھی بعض کی بے ہوشی یا گھبراہٹ کا۔ مختصر لفظوں میں یہ ہوا کہ نفخۂ اولیٰ میں صرف ایسا ہوگا کہ کچھ لوگ گھبرا جائینگے اور کچھ اطمینان سے رہینگے۔ پس یہ کہنا کہ نفخۂ اولیٰ میں دنیا کی سب چیزیں فنا ہوجائیں گی نہایت بے بنیاد اور سراسر غلط ہے۔

اب جبکہ یہ ثابت ہوگیا کہ نفخۂ اولیٰ میں بھی لوگ زندہ۔ موجود و مطمئن رہینگے تو یہ تفریق ہرگز تسلیم کے قابل نہیں کہ نفخۂ اولیٰ میں فنا ہوگی اور نفخۂ ثانیہ میں حشر نشر۔ چونکہ یہ خیالی بنیاد ہی منہدم ہوگئی اس لئے قرآن مجید میں جس قدر آیات نفخ صور کے متعلق ہیں ان میں دو حصے کرنا کہ بعض تو فنا کا بیان کرتی ہیں اور بعض حشر نشر کا۔ یہ خیال کسی طرح درست نہیں۔

دوسری نظر

فاضل مدیر اہلحدیث مانتے ہیں کہ نفخۂ اولیٰ اور نفخۂ ثانیہ کے درمیان "مدت مدید اور عرصۂ بعید" کا فاصلہ ہوگا[1] یہ بھی کہتے ہیں کہ جب دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو لوگ قبروں سے نکلینگے[2] یہی وقت یوم الفصل یعنی فیصلے کا دن ہے[3]" "پہلے حصے میں دنیا بالکل فنا ہوجائے گی۔ دوسرے میں حساب کتاب ہوگا[4]" یہ بھی فرماتے ہیں کہ قیامت کے پہلے حصہ میں پہاڑوں کو برابر کرکے صاف میدان کر دیا جائے گا[5]" اور بار بار لکھتے ہیں کہ قیامت کے پہلے حصہ فنا کا ذکر اصرح طور پر سورۂ حاقہ اور سورۂ واقعہ کی ابتدائی آیات میں ہے کہ پہلی بار صور پھونکنے پر زمین اور پہاڑ چکنا چور کر دیئے جائینگے۔ یہ قیامت کے پہلے حصے میں ہوگا[6]"

اب قابل غور امر یہ ہے کہ یوم الفصل نفخۂ ثانیہ کے بعد ہوگا اور نفخۂ اولیٰ میں پہاڑ ٹوٹ چکے ہونگے۔ [illegible] مرسلات میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ ستاروں کا ماند پڑنا۔ آسمان کا کھلنا۔ پہاڑوں کا اکھیڑا جانا۔ یہ سب امور یوم الفصل میں واقع ہونگے۔ اسی کے لئے ملتوی رکھے گئے ہیں (الی یوم اجلت۔ لیوم الفصل۔ نیز سورۂ عم یتساءلون میں ارشاد فرماتا ہے ان یوم الفصل کان میقاتا۔ فیصلے کا دن مقررہ وقت ہے یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا وفتحت السماء فکانت ابوابا وسیرت الجبال فکانت سرابا۔

مولنا ثناء اللہ تفسیر ثنائی میں اس آیت پر لکھتے ہیں "صور میں مُردوں کی زندگی کی آواز پھونکی جائے گی۔ پس اس کی تاثیر سے تم سب انسان گروہ گروہ ہوکر

---

[1] تفسیر ثنائی سورۂ زمر [2] اہلحدیث ۲۳ مئی ۱۹۳۱ء صفحہ ۴ کالم ۲ اور ۳ [3] اکتوبر ۱۹۴۱ء صفحہ ۴ کالم ۲ [3] تفسیر ثنائی سورۂ نبأ [4] اہلحدیث ۳ اکتوبر ۱۹۴۱ء صفحہ ۳ کالم اوّل [5] تفسیر ثنائی سورۂ تکویر [6] اہلحدیث ۳ اکتوبر ۱۹۴۱ء صفحہ ۴ کالم دوم۔ اور ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۱ء صفحہ ۵ کالم ۳۔

میدانِ محشر میں آؤ گے اور اس روز موجودہ آسمان پھٹ کر دروازے دروازے بجائے گا اور اتنے بڑے جسیم پہاڑ اپنی جگہوں سے بذریعہ حرکت چلائے جائینگے تو وہ غبار ہو جائینگے۔ پھر ان کو سمندر میں ڈال دیا جائے گا۔"

(تفسیر ثنائی سورۂ نبا)

اس جگہ بالکل صاف لکھا ہے کہ آسمان کا دروازے ہونا اور پہاڑوں کا لایا جانا نفخۂ ثانیہ کے بعد یوم الفصل میں ہوگا۔ پس نفخۂ اولیٰ کو فنا کا وقت اور نفخۂ ثانیہ کو حشر کا وقت قرار دے کر الگ الگ کرنا یہ تفریق غلط اور بے بنیاد ہے۔

چونکہ سورۂ نبا کی مذکورہ بالا آیات میں تصریح ہے کہ یوم الفصل میں آسمان کھل کر دروازے دروازے ہو جائے گا اور پہاڑ چلائے جائینگے اور سراب ہو کر رہ جائینگے۔ اور مسلم ہے کہ یوم الفصل فنائے عالم کا دن نہیں ہے بلکہ لوگوں کے اجتماع کا دن ہے اور مذکورہ بالا آیات میں صراحت سے فرمایا کہ یوم الفصل میں یہ انقلابات ہونگے تو بآسانی یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ آسمان پھٹنے۔ زمین اور پہاڑوں کے ریزہ ریزہ ہونے کا وہ مطلب بالکل نہیں جو ظاہری رنگ میں سمجھا جاتا ہے۔ ان آیاتِ بینات سے صاف ثابت ہوا کہ آسمان کے کھلنے۔ زمین اور پہاڑوں کے ریزہ ریزہ ہونے کا وہی مطلب صحیح ہے جو پیامبر دسمبر ۱۹۴۱ء و جنوری ۱۹۴۲ء میں واضح کیا گیا ہے لہٰذا خدا وند عالم فرماتا ہے کہ فیصلے کا دن ایک مقرر وقت ہے۔ جس دن صور پھونکا جائے گا سو تم لوگ فوجیں بن کر آؤ گے اور فضائے بلند کی بندش اور مشکل دور کر دی جائے گی۔ تب بلندی میں دروازے ہو جائینگے۔ یعنی مختلف مقامات پر پہنچنے اور جانے کے راستے بن جائینگے۔ تمدنی لحاظ سے لغوی اور ظاہری معنی میں سماء کے کھلنے کا نظارہ بلندی پر ہوائی جہازوں کے پرواز کی صورت میں نمودار ہے۔ سماء کے لغوی معنی بلندی قرآن مجید میں بھی ہیں۔ کانما یصعد فی السماء" گویا کہ وہ شخص بڑی محنت سے بلندی میں اونچا چڑھ رہا ہے۔ باب کے معنی کسی جگہ جانے کا راستہ و ذریعہ ہیں قرآن مجید میں ہے فتحنا علیھم ابواب کل شئ۔ ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ یعنی راستے اور ذریعے جن سے چیز حاصل ہو۔ پس فضائے بلند میں انسانی آمد و رفت و سفر کے لئے کھل جانے کی خوشخبری آیت فتحت السماء فکانت ابوابا میں تھی۔

روحانی پہلو سے اس آیۂ مبارکہ کے یہ معنی ہیں کہ آسمانِ فیضِ الٰہی کے دروازے کھول دیئے جائینگے۔ اور جبال پہاڑ اپنی جگہ سے چلائے جائینگے تو وہ سراب ہو جائینگے۔ جبال بڑے بڑے لوگ جن میں علمائے امتِ مرحومہ بھی داخل ہیں جن کی ہستیاں سراب کی مانند رہ گئی ہیں۔ سراب اس ریگ زار کو کہتے ہیں جسے پیاسا دور سے دیکھکر پانی سمجھتا ہے مگر پاس جا کر دیکھتا ہے تو نرا ریت ہی ریت ہے۔ یہی کیفیت آج علمائے زمانہ کی ہے کہ تحقیق اور علم حق کے پیاسے ان میں علم و عرفان کا پانی دیکھتا ہوا خیال کرتے ہیں مگر جب ان کے پاس جاتے ہیں تو ریگ زار اوہام کے سوا کچھ نہیں پاتے۔ پیاسے محروم و مایوس و تشنہ ہی رہ جاتے ہیں۔ آج تمام اقوام کے لیڈروں کا یہی حال ہے۔

نیز جبال سے مراد احکامِ شریعتِ سالفہ بھی ہیں۔ ان کی بھی یہی کیفیت ہے کہ دیکھنے میں تو بڑے مضبوط اور قائم۔ کتابوں اور لوگوں کی زبان پر جمے ہوئے ہیں مگر حقیقت میں وہ ابر کے ٹکڑوں کی طرح پراگندہ ہو کر موجودہ زمانہ کی فضا سے اُڑے چلے جا رہے ہیں۔"

سورۂ واقعہ کی ابتدائی آیات جنھیں فاضل مدیر اہلحدیث نے فنائے عالم کے ثبوت میں پیش کیا ہے ہم یہاں لاتے ہیں

اذا وقعت الواقعة
لیس
لوقعتها کاذبة
خافضة
رافعة

جب قیامت واقع ہو جائے گی جس کے واقع ہونے میں کسی طرح شک شبہ نہیں۔ وہ قیامت کتنے ہی بلند مراتب انسانوں کو جو دنیا میں بڑے رتبے والے ہونگے پست کر دیگی اور کتنے ہی پست رتبہ لوگوں کو ایمان و اعمال صالحہ کی وجہ سے بلند کریگی (تفسیر ثنائی)

اذا رجت الارض رجّا وبست الجبال بسّا فکانت ھباءً منبثّا وکنتم ازواجًا ثلٰثۃ

الحت اور پست لوگ (عوام) مضطرب ہونگے اور بڑے بڑے لوگ ہانکے جائینگے تو وہ بے حقیقت ہو جائینگے چنانچہ اس زمانہ میں کتنے بادشاہ ہانک دیئے گئے؟ بس کے معنے آہستہ ہانکنا (قاموس۔ مفردات راغب) اور تم تین قسموں میں ہو جاؤ گے۔ السابقون۔ اصحٰب الیمین اصحٰب الشمال۔ جیسا کہ کتاب اللہ کے وارثین کے حق میں فرمایا ہے فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات۔ کہ ان میں سبقت لے جانے والے۔ میانہ رو اور ظالم تین قسم کے اشخاص ہوتے ہیں۔ اور سورۃ البلد میں فرمایا ہے کہ مومنوں کا نام اصحٰب المیمنہ اور منکروں کا نام اصحٰب المشئمہ ہے۔

اعتراضات کے جواب

فاضل مدیر اہلحدیث نے پیامبر دسمبر ۱۹۳۱ء کے مقالہ "انوار قیامت" پر چند اعتراضات کئے ہیں۔ ذیل میں ان کا جواب دیا جاتا ہے تاکہ محققین فائدہ اٹھائیں۔

اعتراض "یہ ترجمہ تو مجاز ہی نہیں بلکہ بالکل من گھڑت ہے۔ کیونکہ مجاز مراد لینے کے قواعد علم اصول میں مقرر ہیں۔ یہاں ان میں سے کوئی نہیں پایا جاتا۔" (اہلحدیث ۳۰ جنوری ۱۹۳۲ء صفحہ ۴ کالم ۳)

جواب آسمان کا پھٹنا یا کھلنا، پہاڑوں کا چلایا جانا سورۃ نبا کی آیت مذکورہ میں یوم الفصل میں مذکور ہے۔ اور یوم الفصل مسلمہ طور پر فنا کا وقت نہیں۔ تو اسمیں فنائے عالم کا ذکر ہرگز نہیں آسکتا۔ یہ وجہ اور قرینہ ہے کہ یہاں آسمان کے پھٹنے اور پہاڑوں کے چلائے جانے سے فنائے عالم کے معنی مراد نہیں ہوسکتے۔ بلکہ وہی معنی درست ہیں جو ہم نے کئے ہیں۔

اعتراض مذکورہ بالا اعتراض کو آگے بڑھاتے ہوئے جناب مدیر اہلحدیث لکھتے ہیں کہ "پہاڑوں سے سلاطین۔ علماء۔ اور احکام شریعت مراد لینا کسی طرح لغت عرب کے موافق نہیں (اہلحدیث حوالہ مذکور)

جواب جبل کے اصل معنی میں مضبوط اور بڑے ہونے کا مفہوم ہے کل غلیظ جافا (محیط المحیط) اسی مفہوم و حقیقت کے لحاظ سے پہاڑ کو بھی جبل کہتے ہیں۔ مضبوطی اور بڑائی مادی طور پر پہاڑ میں اور معنوی طور پر مضبوط دل اور بڑے آدمیوں میں پائی جاتی ہے جن میں سلاطین و علماء بھی داخل ہیں۔ چنانچہ دلی مضبوطی کے لحاظ سے مومنوں کو خدا نے جبال کہا ہے۔ مولانا ثناء اللہ خود لکھتے ہیں:-

وان کان مکرھم لتزول منہ الجبال (سورۃ ابراہیم)

ان کو چالیں ایسی نہ تھیں کہ ان سے پہاڑ جیسے مضبوط دل والے ایماندار اپنی جگہ سے ہل جاتے۔ (تفسیر ثنائی جلد چہارم صفحہ ۱۸۰)

لغت میں صاف صاف لکھا ہے الجبل کل وتد عظم وطال و سید القوم وعالمھم (قاموس) جبل زمین کے ہر ایک اس حصے کو کہتے ہیں جو بڑا اور اونچا ہو اور قومی سردار اور عالم کو بھی کہتے ہیں۔ یقال فلان جبل قومہ (محیط المحیط) محاورہ ہے کہ وہ آدمی اپنی قوم کا پہاڑ ہے یقال فلان جبل من الجبال (لسان العرب) فلاں آدمی پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔

جبال سے احکام شریعت مراد لینا بھی اسی حقیقت قرار و ثبات کے لحاظ سے ہے۔ چنانچہ اسی آیت لتزول منہ الجبال کے متعلق ہم نے تفسیر جلالین کا حوالہ لکھ دیا تھا کہ پہاڑوں سے اس آیت میں احکام شریعت بھی مراد لئے گئے ہیں۔ مولانا محمود الحسن دیوبندی کی مترجمہ حمائل صفحہ ۳۳۸ پر اس آیت میں جبال سے انبیاء علیہم السلام اور شرائع حقہ مراد لئے ہیں۔ اور تفاسیر میں بھی یہی لکھا ہے۔ تو کیا یہ کسی طرح لغت عرب کے موافق نہیں کیا اہل بہاء سے گفتگو کرتے ہوئے تمام مسلمات سابقہ کا انکار جائز ہے؟ فاتقوا اللہ یا اولی الالباب۔

مادی پہلو کے معنی

دسمبر ۱۹۴۲ء کے پیامبر میں پہلے لغات مع حوالجات مفصل لکھی گئی تھیں پھر ان کے مطابق آیات کا ترجمہ کیا گیا تھا۔ مگر محترم مدیر اہلحدیث نے یہ حصہ بالکل نظر انداز کر دیا۔ جو مضمون کی بنیاد تھا[1] لیکن جناب موصوف نے ہمارے اس ترجمہ کو لغتِ عرب کے مطابق اور صحیح بتایا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

"پس بہائی مدیر کے دو ترجموں میں سے جو ترجمہ حقیقی ہے وہی مراد خداوندی ہوگا۔ دگر ہیچ۔ اور اسی کے مطابق ہمارا اعتقاد ہے۔

(اہلحدیث ۳۰ رجنوری ۱۹۴۳ء صفحہ ۵ کالم ۳)

لیکن جناب موصوف نے ہمارے اس ترجمہ پر بعض اعتراضات بھی کئے ہیں جن کا جواب ذیل میں دیا جاتا ہے:۔

اعتراض اذا رجّت الارض رجّا۔ جب زمین کو ہلا کر اکھیڑا جائے گا۔ اس کے دروازے بنائے جائینگے (جیسا کہ موجودہ تعمیرات میں مٹی کو کھودنے کے آلات سے حرکت دیکر اکھیڑا جاتا ہے اور گارے سیمنٹ وغیرہ کے دروازے بنائے جاتے ہیں)

فاضل مدیر اہلحدیث نے اس لفظ پر کہ اس کے دروازے بنائے جائینگے اعتراض کیا ہے کہ "یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے"؟ (اہلحدیث ۳ رجنوری ۱۹۴۳ء صفحہ ۵)

جواب اسی دسمبر کے پیامبر میں لغات کے سلسلے میں لکھا گیا تھا کہ رجّ کے معنی قاموس میں بنانا الباب (دروازہ بنانا) بھی لکھے ہیں۔ پس یہ لفظ رجّت کا ترجمہ ہے۔

اعتراض (وبستت الجبال بسّا) اور پہاڑوں کو پھوڑ کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے اور باریک ذرّے کئے جائینگے۔ کسی چیز میں لتھیڑ کر زمین سے ہموار کر دیئے جائینگے۔ جیسے پہاڑ سے پھوڑے ہوئے پتھروں کو ڈامر یا سیمنٹ میں لتھیڑ کر سڑکوں اور تعمیرات میں لگا رہے ہیں۔ سیمنٹ خود پہاڑ کے پتھروں سے بنتی ہے"۔

"تجھ سے پہاڑوں کی نسبت دریافت کرتے ہیں۔ ان سے کہدو کہ میرا رب پہاڑوں کو اکھیڑ دیگا اور ان کی جگہ سے ہٹا دے گا۔ سو ان اکھڑے ہوئے اور اٹھائے ہوئے پہاڑوں کو ایسی ہموار جگہ بنا دے گا جسمیں اونچ نیچ گڑھے اور بل پڑے ہوئے دکھائی نہ دینگے۔ چنانچہ موجودہ تمدن اور تعمیرات میں ان باتوں کا مشاہدہ ہو رہا ہے"۔ (پیامبر دسمبر ۱۹۴۲ء)

اس فقرہ پر کہ پھوڑے ہوئے پتھروں کو ڈامر یا سیمنٹ میں لتھیڑ کر سڑکوں اور تعمیرات میں لگا رہے ہیں سولنا اعتراض کرتے ہیں کہ یہ آیت کا ترجمہ نہیں بلکہ ایجادِ بندہ ہے (اہلحدیث)

جواب صرف (ایجادِ بندہ) کہدینا کوئی معقول بات نہیں ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ لغتِ عرب اور کلامِ الٰہی سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ پیامبر میں ساتھ ہی لغات مع حوالجات لکھدی گئی تھیں مگر ان سے نظر ہٹا لینے کی وجہ سے ایسا اعتراض کر دیا گیا۔ ذیل میں ترجمہ مع لغت ملاحظہ ہو۔

بُستت الجبال بسّا پہاڑوں کو پھوڑ کر ان کے ٹکڑے اور باریک ذرّے کر دیئے جائینگے۔ بُستت کے معنی ہیں فُتّتت ٹکڑے کئے جائینگے (کنز العلوم واللغۃ) چنانچہ آجکل دنیا بھر میں تعمیرات کیلئے پہاڑوں کو توڑ کر ٹکڑے کئے جا رہے ہیں۔ بُستت کے معنی اتخاذ البسیسۃ بھی ہیں۔ یعنی کسی پتلی چیز میں لتھیڑ کر سانی بنانا۔ جیسے ستوؤں کو پانی میں سانتے ہیں (قاموس) اس لئے ہم نے لغت کے عین مطابق کہا ہے۔ یہ ایجادِ بندہ نہیں۔ ایجاد قدرت ہے کہ ہزار سال پیشتر نئے تمدن کی خبر دی اور اسکے باریک سے باریک پہلو کو ادا کر دیا۔ اور عجیب تر یہ کہ مادی اور روحانی دونو پہلوؤں کو ایک ہی جامع لفظ میں بیان کر دیا۔ الحمد للہ۔ غور و تفکر کرنے والے کلامِ الٰہی کے اسرار اور کشفِ حقائق سے ضرور سرشار ہونگے۔ کلّا سیعلمون ثم کلّا سیعلمون

---

[1] حالانکہ خود اس طرزِ عمل کی شکایت فرماتے ہیں۔ احمدیوں کی نسبت لکھتے ہیں "زمانۂ اخبارات اہلحدیث کا جو اب دیئے کی کوشش کرتے ہیں مگر اسی قدر جس کے لئے حلقہ مجدد شی قادیان میں رہیں۔ جس سواخذہ میں اپنی مرزا دیکھتے ہیں اسے چھوتے بھی نہیں" تاکہ اپنے ناظرین تک اس حوالے کو پہنچاتے ہیں نہ اس کا جواب دیتے ہیں۔

(اہلحدیث ۳۰ رجنوری ۱۹۴۳ء صفحہ ۶ کالم ۳)

مُنادیِ الٰہی

یا اسرافیل لعمر اللہ قد نفخنا فی الصور فصعق من فی السمٰوات والارض الا من شاء اللہ ربک ورب اباءک الاولین به اخذ الزلازل قبائل الارض واضطرب کل عالم ونزل کل قدم وناح کل حکیم واقشعر جلد کل امیر وتحیر کل عارف وسبق کل قاصد بصیر کم من عالم منع عن الامر وکم من جاهل سرع وقال آمنت بک یا مقصود العارفین کم من امة سمعت واقبلت وفازت وکم بطل انکر واعرض عن اللہ العزیز الجمیل۔

ترجمہ ــــ اے اسرافیل: حیاتِ خداوندی کی قسم۔ ہم نے صور پھونک دیا ہے اور آسمان زمین والے بیہوش ہوگئے ہیں۔ صرف وہ لوگ ہوش میں ہیں جنھیں تیرے اور تیرے اولین بزرگوں کے رب نے بچانا چاہا۔ ہمارے صور پھونکنے سے روئے زمین کے خاندانوں کو زلزلوں نے گھیر لیا ہے۔ ہر عالم گھبرا گیا۔ ہر ایک پاؤں پھسل گیا۔ ہر دانشمند رو پڑا۔ ہر امیر کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ ہر عارف حیرت زدہ ہوگیا اور ہر ایک بینا طالب حق آگے بڑھ گیا۔ کتنے ہی عالم امرِ حق سے محروم رہ گئے اور کتنے ہی بے علم فوراً آگئے اور پکار اٹھے کہ اے تمام عارفوں کے مقصود! ہم نے تجھے مان لیا۔ کتنی ہی باندیاں سن کر متوجہ ہوئیں اور ایمان سے فائز ہوگئیں اور کتنے ہی پہلوان منکر ہوکر خدائے عزیز جمیل سے روگردان ہوگئے۔

هٰذا یوم فیه اضطرب کل ذی اطمینان وفزع کل عالم وصاح کل صامت وشهد لسان العظمة الملک للہ العلی العظیم

یہ وہ دن ہے کہ ہر مطمئن مضطرب ہوگیا اور ہر عالم گھبرا گیا اور ہر خاموش چلا اٹھا۔ زبانِ عظمت نے گواہی دی کہ ملک کا مالک صرف خدائے برتر و بزرگ ہی ہے۔

قل یاعباد الرحمٰن ھل بینکم من ذی سمع یسمع نداء اللہ وھل بینکم من ذی بصر لینظر ما ظھر فی الیوم الموعود

کہدے کہ اے خدائے رحمٰن کے بندو! کیا تم میں کوئی سننے والا ہے جو خدا کی ندا سن لے اور کیا تم میں کوئی آنکھوں والا ہے جو یومِ موعود میں ظاہر ہونے والے واقعات کو دیکھ لے۔

انا نوصیک والذین اٰمنوا بالعمل الخالص فی ھٰذا الیوم الذی کان مذکورًا فی کتب اللہ العلیم الخبیر

آج اس دن میں جس کا ذکر خدائے علیم وخبیر کی کتابوں میں تھا ہم تجھے اور سب مومنوں کو عملِ خالص کی نصیحت وصیت کرتے ہیں ۔۔۔۔

ھٰذا یوم الاعمال ولٰکن الناس اکثرھم من الغافلین

یہ اعمال کا دن ہے لیکن اکثر لوگ غافل ہیں

قل یا ملأ الارض ضعوا الاقوال وتمسکوا بالاعمال کذٰلک یامرکم الغنی المتعال لو انتم تشعرون ھٰذا یوم الذکر والثناء وھٰذا یوم المکاشفۃ واللقاء ولٰکن الناس عنہ معرضون۔

کہدے اے روئے زمین والو! باتیں بنانا چھوڑ دو اور اعمال کو مضبوط تھام لو۔ خدائے بے نیاز وبرتر تمھیں یہی حکم دیتا ہے۔ کاش تم عقل وشعور سے کام لو۔ یہ ذکر اور حمد وثنا کا دن ہے اور یہ مکاشفہ ولقاء کا دن ہے مگر لوگ اس سے منہ پھیر رہے ہیں۔

قد ظھرت العلامات وبرزت البینات واتی الموعود باسمہ المھیمن القیوم انہ لھو الکنز المخزون والسر المکنون قد ظھر من افق العالم ویدعو الامم الی اللہ مالک القدم ولٰکن الناس ھم لا یسمعون۔

بے شک علامات ظاہر ہوگئیں۔ کھلے دلائل روشن ہوگئے۔ موعود اپنے مہین وقیوم نام کے ساتھ آگیا۔ یقیناً یہی ہے چھپا ہوا خزانہ۔ اور پوشیدہ راز جو افقِ عالم سے جلوہ گر ہوگیا ہے اور تمام قوموں کو خدائے مالکِ قِدم کی جانب بلا رہا ہے۔ لیکن لوگ سنتے ہی نہیں۔

اذا قمنا نادینا الکل الی اللہ اذا انشقت السماء و زلزلت الارض ومرت الجبال ونادیٰ لسان العظمۃ الملک للہ الواحد الفرد العزیز المحبوب۔ و اسمعنا العالم ما امرنا بہ علیٰ شانٍ ما منعتنا سیوف الآفاق ولا نفاق اھل النفاق تعالی اللہ مالک الملک والملکوت۔ قد اخذ الاضطراب سکان الارض الا من شاء اللہ کذالک قضی الامر ولکن القوم لا یفقھون۔

جب ہم اٹھ کھڑے ہوئے ہم سب کو خدا کی طرف بلایا۔ تب آسمان پھٹ گیا اور زمین لرز گئی اور پہاڑ چلنے لگے اور زبانِ عظمت پکار اٹھی کہ ملک کا مالک صرف واحد و یکتا غالب و محبوب خدا ہی ہے۔ اور جو حکم ہمیں دیا گیا وہ ہم نے تمام جہان کو ایسی شان سے سنا دیا کہ ہر طرف کی تلواریں اور اہل نفاق کی چیخ چنگھاڑ ہمیں نہ روک سکیں۔ ملک و ملکوت کا مالک خدا نہایت بلند و برتر ہے۔ تمام روئے زمین کے باشندوں کو اضطراب نے گھیر لیا ہے بجز ان کے جنھیں خدا نے بچانا چاہا۔ اسی طرح امر کا فیصلہ کیا گیا ہے لیکن لوگ نہیں سمجھتے۔

قد حضرت النعمۃ وھم لا یاکلون قد ظھرت الحجۃ وھم لا یعرفون قد نزلت الآیات وھم لا یفقھون۔

نعمت حاضر ہے اور وہ کھاتے ہی نہیں۔ حجت ظاہر ہو چکی ہے اور وہ پہچانتے ہی نہیں۔ آیتیں نازل کی گئی ہیں اور وہ سمجھتے ہی نہیں۔

قد ظھرت الکلمۃ ونادت الساعۃ وتقول القیٰمۃ بشریٰ لکم یا ملأ الارض بھذا الیوم المبارک البدیع۔ انتبھوا من رقد الھویٰ قد اتیٰ مولی الوریٰ بسلطانٍ عظیم۔

کلمۃ اللہ ظاہر ہو گیا۔ ساعت بول اٹھی اور قیامت کہہ رہی ہے کہ اے روئے زمین والو! تمھیں اس مبارک یوم جدید کی بشارت ہو خواہشِ نفسانی کی نیند سے بیدار ہو جاؤ۔ مالکِ جہان عظیم الشان سلطنت کے ساتھ آپہنچا ہے۔

شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو والذی ظھر انہ لمحبوب العالم ویدع الامم الی اللہ الفرد الخبیر والذی اقبل الیہ قد فاز بیوم اللہ ولقائہ والذی اعرض انہ من المحرومین۔

خدا گواہی دے رہا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ جو ظاہر ہوا ہے (یعنی حضرت بہاء اللہ) وہ تمام جہان کا پیارا ہے اور

سب قوموں کو خدائے واحد و یکتا کی طرف بلا رہا ہے۔ جو شخص اس کی طرف متوجہ ہوا وہ خدا کے دن اور خدا کی ملاقات سے فائز ہوگیا۔ اور جس نے منہ پھیر لیا وہ محروم لوگوں میں سے ہے۔

قد اتی یوم القیام وقام فیہ قیوم الاسماء بسلطانٍ احاط من فی السموات والارضین لمّا نفخ فی الصّور وقامت القبور اضطرب النّاس منھم من تحیّر ومنھم من انصعق ومنھم من طار شوقاً لظھور اللہ ربّ العٰلمین۔

اٹھ کھڑے ہونے کا دن آگیا اور اس میں قیوم اسماء ایسی قوت کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا جو تمام آسمانوں اور زمینوں کے لوگوں پر غالب ہے۔ جب صور پھونک دیا گیا اور اہل قبور برپا ہوگئے تو لوگ سراسیمہ ہوگئے۔ کوئی حیرت میں پڑگیا۔ کوئی بے ہوش گیا۔ اور کوئی ان میں سے وہ بھی ہے جو خدائے رب العٰلمین کے ظہور کے شوق میں پرواز کرنے لگا۔

قُل خافوا اللہ ولا تدحضوا الحق باھوائکم انّہ اتی من سماء العظمۃ بقدرۃ وسلطان۔ انّک طربا جنّۃ السّرور بما اسمعناک حفیف سدرۃ المنتھٰی من ھٰذا المقام الّذی جعلہ اللہ مطلع الوحی ومشرق الانوار۔

کہدے خدا سے ڈرو اور اپنی خواہشوں کے ذریعے حق کو نہ گراؤ۔ حق تو آسمانِ عظمت سے قدرت وقوت کے ساتھ آیا ہے۔ ہاں تو خوشی کے پروں سے پرواز کر کہ ہم نے تجھے سدرۃ المنتہٰی کی آواز اس مقام سے سنا دی ہے جسے خدا نے آفتاب وحی کا مطلع اور خورشید انوار کا مشرق بنایا ہے۔

یا اسمی اشھد بما شھد اللہ انّہ لا الٰہ الّا ھو الفرد الواحد العلیم الخبیر اذھب بکتاب اللہ واٰثارہ الٰی دیارہ وذکّر فیھا احبّائی بھٰذا الیوم الّذی کان مذکوراً فی افئدۃ الانبیاء ومسطوراً فی کتب النبیّین والمرسلین

اے میرے نام! وہی شہادت دے جو خدا نے دی ہے کہ اس یکتا علیم وخبیر کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ خدا کی کتاب اور اس کے آثار اس کی بستیوں میں لے جا اور میرے احباء کو اُن مقامات پر اس دن کی یاد دہانی کر جو نبیوں کے دلوں میں مذکور اور انبیاء و مرسلین کی کتابوں میں مسطور تھا۔

یہ طوفانِ بلا کیوں؟

نیل کنٹھ للّا۔ متعلم بی۔ اے سری پرتاپ کالج۔ سرینگر کے قلم سے

زمانۂ حاضرہ کا نام نہاد تمدن دنیا کو امن و اتحاد دینے میں قاصر رہا ہے۔ اس تمدن نے وحشت و بربریت کو اور بھی سخت و سنگین بنا کر دنیا میں پھیلایا ہے۔ مادیت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ انسانی نیکیاں اور خوبیاں تاریکی کے پردہ میں چھپ گئی ہیں۔ جس کے باعث معاشرتی بے چینی اور سیاسی شور و شغب پھیل رہا ہے۔ بڑھتی ہوئی مادیت نے انسان میں ایسی برائیاں پیدا کر دی ہیں کہ اگر اُن کا تدارک جلد نہ ہوا تو نوعِ انسان کی تباہی یقینی ہو جائے گی۔ ہم اِن برائیوں میں سے چند ایک کا ذکر کرتے ہیں تاکہ ہمیں انتباہ حاصل ہو۔ اور ہم ان سے بچ کر اپنی زندگی کو سدھار سکیں۔

(۱) بے دینی یا بے وفائی۔ یہ بیماری عام ہو رہی ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم موجودہ جنگ یا بھلا پر لے کے چنگل میں گرفتار ہیں۔ بے دینی نے ہم میں لالچ کو بڑھا دیا ہے۔ لالچ ہمیں طلبِ منفعت پر مجبور کرتا ہے اور ہم دوسروں کے حقوق کو پامال کرتے ہیں جس کا بدیہی نتیجہ جنگ ہوتا ہے اور جنگ قوم کے نونہالوں کو ملیا میٹ کر ڈالتی ہے۔

(۲) سائنس اور دین متفق نہیں ہیں۔ ہم نے انھیں دو مختلف چیزیں بنا رکھا ہے۔ اگر سائنس، دین کو ملحوظ رکھتی تو قتل و غارت گری کے اسلحہ و اوزار نہ بنائے جاتے اور سائنس کی ایجادات بجائے انسانوں کی تخریب میں لگائے جانے کے تعمیری کوششوں میں ان کی مُمد ہوتیں۔ تعمیرِ تمدن کی صحیح حفاظت کے لئے سائنس کو حکمت و دانائی کا ساتھ نہ چھوڑنا چاہیئے۔

حضرت عبدالبہاءؑ فرماتے ہیں:۔

"دین اور سائنس دو بازو ہیں جن کے ذریعے عقلِ انسانی اُن بلندیوں پر پرواز کر سکتی ہے جہاں روح، ترقی کے لئے آسانیاں پاتی ہے۔ ایک بازو سے پرواز ناممکن ہی نہیں بلکہ محال ہے۔ اگر کوئی شخص فقط دین کے بازو سے ہی پرواز کرنا چاہے گا تو وہ فوراً توہمات کی دلدل میں جا پڑے گا۔ اس کے برعکس اگر فقط سائنس کے بازو سے ہی اڑے گا تو وہ جلد ہی مادیت کے گڑھے میں جا گرے گا"

(ترجمہ از انگریزی کتاب ورڈم آف عبدالبہاء)

(۳) طمع جو ہمارے دلوں میں راز جوئی اور ہوسناکی پیدا کرتی ہے۔ رحم کو ملیا میٹ کر ڈالتی ہے اور دیا کو مٹا دیتی ہے۔ اس سے ہمیں فانی اور ناپائدار مادی چیزوں کے حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور ان خواہشات کو پورا کرنے کے لئے ہم دوسروں پر ہر طرح کا ظلم کرتے ہیں حقیقت کا آفتاب طمع کے بادلوں سے گہنا جاتا ہے۔ حضرت عبدالبہاءؑ فرماتے ہیں:۔

"خبردار جسمانی خواہشات، روح کے آسمانی انوار کو تاریک نہ کرنے پائیں۔ تاکہ تم خدا کے بچوں کے ساتھ اس کی دائمی ملکوت میں داخل ہو سکو۔"

(انگریزی کتاب ورڈم آف عبدالبہاء)

(۴) **تعصب جنسی** ۔ موجودہ جنگِ یورپ درحقیقت اسی تعصب کا نتیجہ ہے۔ دنیا کے جنگجو سرداروں نے اپنی اپنی قوم میں اس خیال کو پھیلایا ہوا ہے کہ ان کی قوم دنیا کی تمام دوسری اقوام سے اعلیٰ ہے اور ان کی جنس تمام دیگر اجناسِ انسان سے ممتاز ہے۔

حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں :-

"جملہ تعصبات دینی ہوں یا جنسی۔ سیاسی ہوں یا قومی بالکل ترک کر دینے چاہئیں۔ کیونکہ ان تعصبات نے دنیا کو بیمار بنا رکھا ہے۔ یہ بہت سخت بیماری ہے۔ اگر اس کا علاج نہ کیا گیا تو یہ کل نوعِ انسان کو برباد کر کے چھوڑے گی .....

جنسی تعصب سراسر دھوکا اور بالکل وہم و سراب ہے کیونکہ خدا نے ہم سب کو ایک جنس پیدا کیا ہے۔"

(ورڈم آف عبدالبہاء)

(۵) **جوع الارض** ۔ یہ بیماری یعنی دنیا کے ممالک کو فتح کر کے اپنے تصرف میں لانا اور ان سے اپنی قوم کے لئے فائدہ حاصل کرنا اس وقت تمام سلطنتوں اور حکومتوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ ہر ایک حاکم یا فوجی سردار یہ چاہتا ہے کہ وہ کمزوروں کی آزادی کو پامال کر کے انھیں اپنی قوم کا محکوم بنائے اور انکی محنت اور ان کے ملک کی قدرتی زرخیزی سے اپنے ملک اور اپنے لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔

حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں :-

"اُف یہ کیسا بھیانک خیال ہے! انسان جو ایک اعلیٰ عالم سے تعلق رکھتا ہے اپنے آپ کو اتنا ذلیل کرتا ہے کہ وہ اپنے ہی ہمجنسوں کو قتل کرتا ہے اور انھیں مصیبت و بلا کے غار میں دھکیلتا ہے۔ یہ سب کچھ وہ زمین کے ایک ٹکڑے کے لئے کرتا ہے۔ اشرف المخلوقات، ارذل المخلوقات یعنی مٹی کے لئے لڑتا ہے۔"

(ورڈم آف عبدالبہاء)

مذکورہ بالا اسباب ہیں جن سے جنگ کا دیوتا نیند سے جاگ اٹھا ہے اور دنیا بربادی اور مصیبت کے غار میں گر رہی ہے۔ تمام دنیا کے سیاستداں دنیا کی موجودہ بیماریوں کا علاج کرنے سے عاجز رہ گئے ہیں۔

ان بیماریوں کا فقط ایک ہی علاج ہے۔ خدا نے اس علاج کو بھی پیدا کیا ہے۔ یہ علاج حضرت بہاء اللہ کی تعالیم مبارکہ ہیں۔ بہائی تعلیمات ہی جنگ و بربادی کے بھوت کو اُتار کر دنیا کو امن و امان دے سکتی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ "عالمگیر امن" دنیا میں جاری ہوگا۔ جنگ بند ہو جائیگی اور لوگ راحت و آرام اور خوشی و خرمی کی زندگی بسر کرینگے۔

ٹینی سن نے کہا :-

"گھنٹے بجاؤ۔ اور جنگ کو جو قدیم سے دنیا پر چھا رہی ہے بھگا دو۔ گھنٹے بجاؤ اور امن کی قرنہائے دراز کو دنیا میں آنے دو۔"

مگر حق تو یہ ہے کہ جنگ کو محبت دور کر سکتی ہے۔ محبت کی کمی ہے۔ دنیا کو شریعتِ محبت کی ضرورت ہے۔ دینِ محبت چاہیے۔ روحِ محبت درکار ہے۔ یہ شریعت اور یہ دین اور یہ روح، بہائی آئین میں نمودار ہے۔

اگرچہ جنگ کی بیماری انتہا کو پہنچ چکی ہے اور بیمار دنیا جاں بلب اور زندگی سے بیزار۔ مگر ساتھ ہی طبیب الٰہی کے ہاتھوں درد کا درمان بھی تیار ہے۔ مبارک ہے وہ بیمار جو اس وارد شفا سے بہرہ یاب و شفایاب ہوا۔ ؎

مگر ایسے بیمار کا کیا ٹھکانہ؟	کہ جو درد ہی کو دوا جانتا ہے
بُرا مانتا ہے جو سمجھائے کوئی	بُرائی کو اپنی بھلا جانتا ہے
وہ انجام کو رونے گا سر پکڑ کر	نہیں اپنی دھن کا خدا جانتا ہے

صیام و عید

الحمد للہ۔ رضائے الٰہی کی راہیں کشادہ ہیں۔ اہلِ ایمان کیلئے روزمرہ کا فرض منصبی ادا کرنا بھی عین عبادت اور ترقی روحانی کا موجب ہے روزانہ نماز معراجِ روح ہے۔ روزے خاص روحانی کیف کا سرچشمہ ہے صبح و شام کلام الٰہی کی تلاوت نہایت اعلیٰ غذائے روح ہے۔ دعا و مناجات آبحیاتِ ابدی ہے۔

خدائے رحمٰن کے فضل و کرم سے ہر سال کی طرح امسال بھی ایام ھا آئے۔ ۲۶۔۲۷۔۲۸ فروری اور یکم مارچ کو ایام ھا منائے گئے جن میں خداوند رحمٰن کی تسبیح و تہلیل اور حمد و ثنا کے نغموں سے ارواح نے خاص روحانی سرور حاصل کیا۔ ضیافتوں کے سلسلے نے پُلطف لمحوں سے محظوظ کیا پھر نہایت خوشی کے ساتھ ۲ مارچ سے اہل بہار صیام میں داخل ہوئے۔ اور آجکل دلی خوشی سے روزے رکھ رہے ہیں۔ بہائی تقویم کے لحاظ سے یہ شہر العلاء ہے۔ ۲۰ مارچ کو روزے ختم ہو جائینگے۔ ۲۱ مارچ کو عید نوروز ہوگی۔ پھر ۲۱ اپریل کو عید رضوان کا پہلا دن ہوگا۔ ان عیدوں میں ظہورِ حرمتِ خداوندی پر خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ دورِ وحدت کی آمد پر مسرت کی جاتی ہے۔ خدا کا شکر ادا کیا جاتا ہے کہ وہ تمام عالم انسانی کے لئے وحدت و اخوت کا زمانہ لایا۔ اور اس محبوب موعود کو ظاہر فرمایا ہے جس کے سب منتظر و مشتاق تھے۔ اب قدرت کی نئی تجلیات کے مشاہدے ہو رہے ہیں۔ ہماری روحیں شکر کے سجدے کر رہی ہیں

بہائی جنتری میں سال کے اُنیس مہینے ہیں اور ہر مہینہ انیس دن کا ہوتا ہے۔ شہر البہاء پہلا مہینہ ہے۔ جس کا پہلا دن یوم البہاء ہے۔ یہی ۲۱ مارچ عید نوروز کا دن ہے۔

نہایت مبارک ہے وہ انسان جو اس عید مبارک کی روحانیت سے فائز ہوتا ہے اور خدا کے فضل پر سرور و شادمانی کرتا ہے۔

قدیم زمانے سے بھی یہ دن نہایت مبارک سمجھا گیا ہے۔ اسی دن سورج نقطۂ اعتدال پر ہوتا ہے۔ دن رات برابر ہوتے ہیں۔

نقطۂ اعتدال ظہورِ الٰہی کا نشان ہے۔ یعنی آفتاب صداقت افقِ رحمت سے طلوع کرتا ہے اور اپنی کرنیں سب جگہ پھیلاتا ہے۔ گویا دنیا میں نیا دن نکلتا ہے جو روحانی روشنی کے لحاظ سے نیا موسم دکھاتا ہے جیسا کہ یہ ظاہری آفتاب کا نوروز موسمِ بہار کو لاتا ہے۔ سب زندہ اشیاء میں نئی حرکت پیدا کرتا ہے۔ پودے سر اُٹھاتے ہیں۔ جنگل لہلہاتے ہیں دلوں میں نئی تازگی آتی ہے۔ یہ ظاہری بہار ہمیں سمجھاتی ہے کہ جس طرح مادی سورج کا نیا دَور نئی زندگی کی لہر پیدا کرتا ہے، روحانی سورج مظہر ظہور باطنی زندگی عطا کرتا ہے۔

اے روحو! تم جو فساد و تعصبات کی تاریکیوں میں قید ہو۔ آؤ آؤ نورِ حقیقت کا نیا دن نکل آیا ہے۔ تم جو جنگ و خونریزی کی ظلمت میں گرفتار ہو صبح وحدت کی روشنی میں آؤ۔ مایوس ہونے والو! خوشی سے اُچھل پڑو کہ امید بر آئی۔ ہمیشہ سے جس گوہرِ مقصود کی تلاش تھی وہ اب مل گیا ہے ہمیشہ سے جس جلوۂ موعود کا مژدہ تھا وہ ظہور فرما ہوا۔ خوشی سے قدم آگے بڑھاؤ اور فائز ہو جاؤ۔

آسمان کے دروازے کھل گئے۔ خدائی وعدے روشن ہو گئے اب تم اپنا عہد پورا کرو۔ اور اپنا چہرہ روشن۔

موجودہ حالات میں کیا کرنا چاہیئے؟

وقت نہایت نازک ہے۔ لڑائی کی آگ بھڑک رہی ہے۔ اختلاف اور فساد کے شعلے اٹھ رہے ہیں۔ گرانی اور پریشانی بڑھ رہی ہے سب کو چاہیئے کہ بڑی توجہ سے ان حالات کو دیکھیں اور غور کریں کہ یہ آفتیں کیوں نازل ہو رہی ہیں اور اُن کا علاج کیا ہے۔ ان مصیبتوں سے لوگ کس طرح بچ سکتے ہیں سب مل کر تدابیر سوچیں۔ لازم ہے کہ سب لوگ اتحاد و اتفاق کر لیں۔ پھوٹ اور نفرت کو دور کر دیں۔ تعصب کو بالائے طاق رکھیں۔ سب لوگ خداوند عالم کی طرف متوجہ ہوں۔ اس کی بارگاہ میں عاجزی کریں۔ گناہوں سے باز آئیں۔ صدق دل سے توبہ کریں۔ نیکی اور ہمدردی پر کمربستہ ہوں۔ ایک قوم دوسری قوم کو غیر نہ سمجھے۔ سب ایک ہی درخت کے پتے ہیں۔ قدرت کی طرف سے یہ مصائب ایک تازیانہ ہیں جو ہمیں ہوشیار کر رہے ہیں کہ ہم سب اپنی آنکھیں کھولیں اور سنبھل جائیں۔ اب بھی اگر ہم نے غفلت کی تو ہلاکت و بربادی سامنے ہے۔ اس وقت فطرت کا پیغام اور خدا کا حکم یہی ہے کہ سب انسان متفق و متحد ہو جائیں۔ ایک دل اور ایک زبان ہو جائیں۔ تفرقے کی باتیں بھول جائیں۔ اختلافات کو فراموش کر دیں۔ میل ملاپ کے سوا ہر بات کو فضول سمجھیں۔ اتحاد و اتفاق انسان کی زندگی کے لئے روح ہے۔ یہ خیال کریں کہ اتحاد و اتفاق دیگر اغراض کیلئے ہونا چاہیئے۔ نہیں بلکہ دیگر اغراض سب اتحاد و اتفاق پر قربان کر دی جائیں۔ کیونکہ اتحاد و اتفاق خود مقصود بالذات ہے۔ جب یہ حاصل ہو جائے تو دیگر اغراض بآسانی حاصل ہو جاتی ہیں۔ اگر اتحاد و اتفاق حاصل نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اتحاد و اتفاق کے راستے میں نہ مذہب رکاوٹ ہو نہ سیاست مانع ہو۔ جو چیز اتحاد و اتفاق کی راہ میں روک ہے اُسے اُٹھا دینا لازم ہے۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ موجودہ زمانے کا دین اتحاد و اتفاق پیدا کرنا ہی ہے۔ اب ہمیں عالمگیر صلح کی سخت ضرورت ہے۔ تمام قوموں میں اتحاد و یگانگت لازمی ہے اسی چیز پر امن عام اور ترقی و فلاح موقوف ہے۔

اہل مذاہب کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ سب حضرات اپنے اپنے مذاہب کی مقدس کتابوں کو غور سے پڑھیے اور دیکھیے کہ ان میں محبت و ہمدردی۔ نیکی اور سچائی کے احکام ہی آپ کو ملتے ہیں اور صرف اس نظر سے مقدس کتابوں کا مطالعہ نہ فرمائیے کہ یہ کتابیں مخصوص آپ کی ہیں بلکہ اس نقطۂ نظر سے دیکھیے کہ یہ خدا کی کتابیں ہیں اور ساری دنیا کی بھلائی ان کا منتہیٰ ہونا چاہیئے۔

نیز ایک یا دو کتابوں پر ہی نظر کو محدود نہ رکھیئے۔ تمام وہ مقدس کتابیں جنھوں نے نوع انسان کو بہتری و ترقی کی راہ دکھائی ہے ان سب کو محبت کی وسیع نظر سے ملاحظہ کیجئے۔ آپ جتنا غور کریں گے اتنا ہی صاف صاف امر واضح ہو جائے گا کہ سب مقدس کتابیں انسان کو ایک ہی منزل وحدت پر لے جانا چاہتی ہیں۔ سب کتابیں اصل میں ایک ہی کتاب ہیں۔ عام لوگوں میں محبت اور رواداری کی روح پھیلانا لازم ہے۔ جب تک دلوں کے اندر مذہبی تعصب کی آگ بھڑک رہی ہے امن چین نصیب نہ ہوگا۔

تمام اہل علم سے گذارش ہے کہ وہ اپنے علم کی قوت کو دنیا کی بھلائی میں خرچ کریں۔ ہر تفرقے کے رفع کو بند کرنے میں کوشاں ہوں۔ کلام الٰہی کے حقائق کو سمجھنے اور سمجھانے میں پوری جد و جہد کریں۔ دلوں کو علم حق کی روشنی سے منور کرنے میں مصروف رہیں۔ تقلید سے آزاد ہو کر

تحقیق کے میدان میں قدم رکھیں۔ یہ خوف وخطر دل سے نکال دیں کہ تحقیق کرنے سے گمراہ ہو جائیں گے۔

موجودہ زمانہ خدائی پروگرام کے مطابق ایک عجیب اور شاندار زمانہ ہے۔ یہ وہی وقت ہے جس کی خبر تمام الہامی صحیفوں میں تھی۔ جو حالات اس وقت رونما ہیں ان سب باتوں کی اطلاع مقدس ہستیوں نے پہلے سے دیدی تھی۔ عالم میں واقعات پر نظر ڈالیے۔ اور صحائف مقدسہ کو دیکھیے تو قدرت کا کرشمہ نظر آئے گا۔ پیامبر میں اس قسم کی باتوں کا ذکر کسی قدر ہوتا رہتا ہے۔

ادارۂ پیامبر نہایت خوشی سے اعلان کرتا ہے کہ اس سلسلے میں جو حضرات نئے نئے انکشافات کر رہے ہوں وہ ہمیں مطلع فرمائیں اور جو کچھ ادارۂ پیامبر سے دریافت کرنا چاہیں بخوشی دریافت کریں۔

پیامبر جو مضامین قیامت کے انکشاف پر شائع کر رہا ہے وہ سب کے سب نہایت قابل توجہ ہیں۔ جس کسی کو ان مضامین میں کوئی شک وشبہ پیدا ہو وہ دل کھول کر سوال کرے کا مجاز ہے۔ کیا یہ افسوس کی بات نہیں کہ اہل علم اتنے عظیم الشان مسئلہ دین کے حقائق پر غور نہیں کرتے اور دین کی جو تعلیم انھیں بہترین مقام پر لے جا سکتی ہے اسے بالکل فراموش کئے ہوئے ہیں۔

اگر کچھ حضرات اہل علم ایسے مستعد ہو جائیں جو پوری توجہ سے تمام الہامی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں اور سب مل کر قیامت کی حقیقت پر غور کریں اور اپنی تازہ تحقیقات سے اہل مذاہب کو فیضیاب فرمائیں تو کس قدر اچھا ہو۔ مدیر پیامبر اس خدمت میں جان ودل سے شریک ہوگا۔ اگر یہ راز سب علماء پر منکشف ہو جائے کہ فی الحقیقت عصر حاضر وہی یوم قیامت کبریٰ ہے جس کی خبریں الٰہی کتابوں میں دی گئی تھیں تو پھر انسانی ذہن ایک عظیم انقلاب و اصلاح کی طرف متوجہ ہوگا اور تمام موجودہ مشکلات کو سمجھنے اور ان میں مناسب اقدام کرنے کیلئے بڑی روشنی مل جائے گی۔ خدا کی قدرت نظر آئے گی۔ علم ویقین کے چشمے اہل پڑینگے اور ہر صاحب نظر اپنے آپ کو ایک نئے عالم میں دیکھیگا۔ جب انسانوں کی اکثریت اس نور سے منور ہو جائے گی تو روئے زمین نورانی جنت بن جائے گی۔ وحدت کا خیمہ وسیع بلند ہوگا اور ارواح انسانی یگانگت کی دنیا میں شاد وخرم ہونگی۔ یقینی بات ہے کہ آخرکار ایسا ضرور ہو کر رہے گا لیکن مبارک ہیں وہ انسان جو اس بابرکت دور کے لانے میں اپنی قوتیں صرف کریں۔

بہائی کلنڈر

۹۸ سال ہو رہے ہیں کہ بہائی تقویم دنیا میں جاری ہے۔ ہر مہینہ انیس ۱۹ دن کا اور ہر سال انیس مہینے کا ہوتا ہے۔ جنتری کی دنیا میں یہ ایک نئی ترتیب ہے جو لوگوں کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگی۔

ہندوستان میں بھی لجنۂ طبع واشاعت بہائی کئی سال سے بہائی تقویم شائع کر رہا ہے۔ ہر سال پہلے سال سے بہتر وخوبصورت بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ امسال بھی بہائی کلنڈر طبع کرایا گیا ہے جو نہایت عمدہ ہے۔ باوجود یکہ کاغذ گراں ہے پھر بھی عمدہ کاغذ پر کلنڈر تیار کیا گیا ہے ۱۵-۱۲ انچ سائز ہے۔ تین رنگ میں چھپا ہے۔ تاریخ بہائی کے ساتھ انگریزی تاریخ بھی دیگئی ہے۔ دیوار پر لگانے کے لئے نہایت موزوں ہے۔

ہر بہائی مہینے کے پورا ہونے پر ایک کاغذ علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح سال تمام ہونے پر مشرق الاذکار امریکہ کا نقشہ نمودار ہو جاتا ہے قیمت فی نسخہ چار آنے۔ محصول ڈاک خریدار کے ذمہ ہوگا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ احباب نہایت شوق سے اسے طلب فرمائینگے۔

منگانے کا پتہ:-

بہائی پبلشنگ کمیٹی۔ بہائی ہال کراچی

قسمت فارسی

بنامِ خداوند یکتا

ای کریم انشاء اللہ بعنایت کریم در ظلِ سدرۂ رب العلمین مستریح باشی و بفیوضاتِ منزلہ از سماءِ فضل فائز ذکرت لدی العرش بودہ و خواہد بود و این از اعظم عنایاتِ الٰہیہ محسوب ای کریم کمر خدمت را محکم کن کہ شاید نفوسِ ضعیفہ از ذکرِ مالکِ بریہ بکمال حب و قدرتِ قلبیہ ظاہر شوند بشانیکہ دنیا و ما فیہا آن نفوس را از حق منع ننماید کل باخلاقِ الٰہیہ در این ایامِ نورانیہ ظاہر شوند ای کریم بادۂ روحانیہ معنویہ آماده و ساقیِ احدیہ موجود ولکن اکثر بریہ ممنوع و محروم مشاہدہ میشوند حق بکمال ظہور ظاہر و خلق در نہایت اشتیاق مشتاق مع ذالک عشاق از معشوق محروم و دیت فراق در احتراق لذا ہادی و ناصح و معلم لازم دارند تا بدانند کہ سببِ منع چیست و علتِ بُعد چہ بعضی از عباد بتعلیم محتاج نیستند ایشان بمنزلۂ عیون مشاہدہ میشوند و عین را دیدن نباید آموخت و ہمچنین گوش را شنیدن حینیکہ باعانتِ روح مفتوح شد خود مشاہدہ مینماید ولکن در کل احیان باید بطلعتِ رحمٰن پناہ برد کہ مبادا رمد و یا علتِ اخری حادث شود و حائل گردد ایشانند عبادی کہ بعد ارتفاعِ نداء بافقِ اعلیٰ توجہ نمودہ اند و بشانی مستقیمند کہ احدی قادر بر انحرافِ آن نفوس مطمئنہ از شطرِ احدیہ نیست از سبیلِ بیانِ رحمٰن در کل احیان نوشیدہ و مینوشند و بکلماتِ الٰہیہ مانوس و مشتعلند و ما دونِ این نفوس بموا عظِ حسنہ و نصائحِ مشفقانہ محتاج لذا باید احبای الٰہی بحکمت و بیان بر این امر خطیر اقدام کنند بعضی را باقوال و بعضی را باعمال و بعضی را باخلاق تبلیغ نمایند و بشطرِ احدیہ کشانند اعمالِ حسنہ و اخلاقِ روحانیہ بنفسہا مبلغ امرند بعضی از این محزون نباشند کہ عالم نیستند و کسبِ علوم ظاہرہ ننمودہ اند ملاحظہ در زمانِ رسول نما کہ بعد از ظہور آن نیرِ اعظم جمیع علماء و ادباء و حکماء ازان شریعۂ عرفانِ رحمٰن محروم ماندند و ابوذر کہ راعی غنم بود بمجرد اقبال بغنی متعال بحورِ حکمت و بیان از قلب و لسانش جاری و حال جمیع علماء را نزد ذکرش خاضع مشاہدہ مینمائی و حال آنکہ در اوّلِ امر احدی باو اعتنا نداشتہ تعالی القدیم ذوالفضل العظیم انّہ ہوالحاکم علی ما اراد و انّہ لہوالمقتدر القدیر لذا ہر یک از احبای الٰہی کہ بافقِ باقی فی الحقیقہ اقبال نمود باو اضافہ میشود انچہ سبب ہدایتِ بریہ باشد بگوای احبای من شما اطبای معنوی بودہ و ہستید باید بحول و قوۃ الٰہیہ بدر یاقِ اسمِ اعظم امراضِ باطنیۂ امم و رمدِ

عیون اہل عالم را مداوا نمائید و شفا بخشید تا کل بشاطی بحر اعظم در ایام مالک قدم توجہ نمایند و باید کل بقمیص امانت و ردائ دیانت و شعار صدق و راستی ظاہر و باطن خود را مزین نمائید تا سبب علو امر و تربیت خلق گردد این ظہور از برای اجرای حدودات ظاہرہ نیامدہ چنانچہ در بیان از قلم رحمن جاری بلکہ لاجل ظہورات کمالیہ در انفس انسانیہ و ارتقاء ارواحہم الی المقامات الباقیہ و ما یصدقہ عقولہم ظاہر و مشرق شدہ تا آنکہ کل فوق ملک و ملکوت مشی نمایند لعمری لو احرق الحجاب فی ہذا المقام لتطیر الارواح الی ساحۃ ربک فالق الاصباح ولکن چون بحکمت امر نمودیم لذا بعضی از مقامات را مستور داشتیم تا جذب مختار زمام اختیار را اخذ ننماید و کل باداب ظاہرہ مابین بریہ مشی نمایند و سبب ہدایت ناس شوند بعضی عقول شاید کہ بعضی حدودات مذکورہ در کتب الہیہ را لاجل عدم اطلاع بر مصالح مکنونہ در آن تصدیق ننمایند ولکن انچہ از قلم قدم در این ظہور اعظم در اجتماع و اتحاد و اخلاق و آداب و اشتغال بما ینتفع بہ الناس جاری شدہ احدے انکار ننمودہ و نمینماید مگر آنکہ بالمرہ از عقل محروم باشد اگر احبای الہی بطراز امانت و صدق و راستی مزین نباشند ضرش بخود آن و جمیع ناس راجع اولا آن نفوس ابدا محل امانت کلمۃ الہیہ و اسرار مکنونۂ ربانیہ نخواہند شد و ثانی سبب ضلالت و اعراض ناس بوده و خواہند بود و عن ورائہا قہر اللہ و غضبہ و عذاب اللہ و سخطہ ای کریم ندای رحمانی را از قلم روحانی بلسان پارسی بشنو لعمری انہ یجذبک الی مقام لا ترای فی الملک الا تجلیات ہذا الامر الذی اشراق من افق الطاف ربک العلیم الحکیم - اگر جمیع بریہ حجبات مانعہ را خرق نمایند و صریر قلم اعلی را کہ در بقعہ نورا باذن مالک اسماء مرتفع است اصغا کنند کل بجان بشطر رحمن توجہ نمایند قد منعتہم اہواءہم و ہم الیوم منصعقون - ای کریم شمس کلمۃ الہیہ کہ از مشرق ارادہ مشرق و طالع شد ہر صاحب بصرے ادراک مینماید و آن کلمہ بمثابہ شمس ظاہرہ روشن و مضی است مابین کلمات العالمین - الیوم یومی نیست کہ قلم اعلی باین اذکار مشغول شود ینبغی لکل نفس فی ہذا الیوم اذا سمع النداء من الافق الاعلی یدع الوری عن ورائہ یقوم بحول اللہ مقبلا الی مولاہ و یقول لبیک یا محبوب من فی السموات و الارضین لسان رحمن در روضۂ بیان باین کلمۂ مبارکہ ناطق میفرماید لازال ذکر آن منیر اعظم لا الہ الا انا ان یا خلقی ایای فاعبدون بودہ و خواہد بود و انچہ در این مقام از قلم مبدع اسماء و صفات جاری شدہ نظر برحمت سابقہ بودہ کہ جمیع ممکنات را احاطہ فرمودہ کہ شاید اہل امکان از کوثر حیوان کہ از یمین رحمت رحمن جاریست محروم نمانند انہ ہو الغفور الرحیم

بعد اذ کان غنیاً عن العالمین. بعضی از اهل فرقان و بیان که در عقبه وقوف و یا عقبهٔ ارتیاب و امثال آن توقف نموده اند این نظر بتوهماتیست که از قبل مابین قوم بوده بگو ای عباد امروز روزیست که باید خرق جمیع احجاب نمایید و جمیع اوهام را محو کنید و بکمال اقتبال بافق جمال قلباً توجه نمایید چه که سبیل رجل بما اکتسبت ایدی الظالمین ممنوع شده و بامری جز بما ظهر من الظهور ناظر نباشید چه که مابین ناس کلمات موهومهٔ لاتغنی بسیار و همان موهومات بعضی از اهل بیان را از نیر رحمن که از افق امکان طالع شده ممنوع نموده و محروم ساخته و آن نفوس بغایت بی درایت و عقل مشاهده میشوند بگو ای گمگشتگان وادی ضلالت کدام یک از موهومات محققه نزد شما صدق بوده و راحت صدق از او استشمام نموده اید لاوالنفسی الحق کلها رجعت الی حقائقکم الموهومة وبقی الامر لله المهیمن القیوم هزار سنه او اند نفس موهومیرا در شهر موهوم با جمعی از انسار و اولاد مقتر داده بودید و بآن اوهام معتکف تفکر نما که در آن الف سنه بچه متمسک بودند فوالذی انطقنی بالحق قلم شرم مینماید از ذکر آن نفوس موهومهٔ محتجبه انچه در ذکر آن نیر اعظم یعنی قائم مابین آن قوم بوده حرفی از آن تحقق نداشته وعند الله مذکور نبوده چنانچه بعد از ظهور بر کل معلوم و مبرهن شد این یکی از موهومات آن نفوس بوده بعد از انکه بید قدرت الهیه خرق حجاب نمود بعضی مطلع شدند و همچنین موهومات دیگر که مابین آن قوم است و تا حال خرق نشده باید بهمان قسم مشاهده نمایند عسی الله ان یخرقها لمن یشاء صدر مجرد و قلب منیر باید مقدساً عن کل الاشارات والکلمات بشطر امر توجه نماید بگو الیوم یوم ریب وارتیاب نیست احرقوه بنار کلمة ربکم العزیز الوهاب ای احبای من آنچه ببصر انصاف مشاهده نمایید این مظلوم در جمیع شئون و در جمیع احیان بلایائی بر او وارد که احدی غیر الله مطلع نه و نفسش را انفاق نموده که شاید از افق انقطاع طالع شوید تا ممالک ابداع و اختراع از شما روشن و منیر گردد قدر خود را بدانید و از اموراتی که سبب تضییع امر شود مابین ناس احتراز نمایید قل یا لیت عرفتم تموجات هذا البحر وما سترفیه من لدن علی حکیم ربکم العزیز الحمید ای کریم اگرچه تعنیات قلم اعلی را انتهانه ولکن بلحن دیگر توجه نمودیم سبحانك اللهم یا الهی اسئلك باسمك الذی به نزلت امطار رحمتك وظهرت ایات قدرتك وطلعت شمس مشیتك واحاطت رحمتك من فی ارضك وسمائك ان تلیس الذین هم امنوا ثواب الامانة والانقطاع ثم احذبهم الی المطلع الذی منه اشرقت شمس الامتناع لیظهر بهم تقدیس امرك بین عبادك وتنزیه احکامك فی مملکتك ای رب

انت الغنی وهم الفقرآء لاتأخذهم بما غفلوا فارحمهم ثم اغفرلهم لانهم حملوا الشدائد فی سبیلك ان غفلوا عن بعض اوامرك ولکن سرعوا بقلوبهم وارجلهم الیك لاتنظر الی خطیئاتهم فانظر الی الانوار التی اشرقت من آفاق قلوبهم والبلایا التی وردت علیهم فی سبیلك ثم ایدهم بعد ذلك علی ما یرتفع به اعلام امرك فی بلادك ورایات عظمتك فی دیارك انك انت المقتدر علی ماتشآء فی قبضتك ملکوت الانشآء لااله الا انت المتعالی المهیمن العلی العظیم ای کریم وصایای الٰهیه را از برای هر نفسی ذکر نمائید وتلاوت کنید کرست شاید بما اراد الله عامل شوند ذکر من قبلی من معك من کل اناث وذکور قل لك الحمد یاربی العزیز الغفور ٥

در اثباتِ ظهورِ اعظم

بیانِ مبارکِ حضرت عبدالبهآء

هوالله

ای جویای حقیقت! نامه رسید و مقصد معلوم گردید - سوال نموده بودید که اگر این جلوه ربانی همان ملکوتِ آسمانیست که حضرت مسیح میفرمود که نزدیکست بچه برهان ثابت شود وبچه دلیل مبرهن گردد - وبچه بشارت داده شود - ؟ فرصتِ جوابِ مفصل نیست - مختصر ذکری میشود - بدان! بدلائلی این ملکوتِ جدید ثابت شود که ملکوتِ مسیح بآن ثابت شد - دلیلِ ملکوتِ لاحق مانندِ دلیلِ ملکوتِ سابق است بلکه برهانِ اعظم است - وبرهان بردو قسم است برهانِ عوام - وبرهانِ خواص - وخواص ببرهانِ عوام قانع نگردند - وعوام نیز ببرهان خواص یقین حاصل ننمایند عوام خوارقِ عادات جویند اما خواص این را برهان نشمرند وقناعت نکنند وسیراب نگردند بلکه دلائلِ قطعی عقلی جویند - لهذا برای شما که نظرِ دقیق وعقلی سلیم دارید اقامهٔ براهینِ قاطعهٔ عقلیه نمائیم که هیچ فردی مجالِ انکار نه. گوئیم که مقصد از ظهورِ ملکوت تربیتِ نفوس وترقی عالمِ انسانی وظهورِ محبت الله - والفت ویگانگی جمیعِ بشر وظهورِ کمالاتِ الٰهی. وتحقیقِ علویتِ عالمِ انسانی است - مقصد از ظهورِ ملکوت ونتیجه این - پس نظر در قوتِ تربیتِ حضرت بهآءالله کن که

شرق تاریک را روشن نموده و وحوش ضاریه را فرشتهٔ آسمانی فرموده - نادانان را دانا کرده و درندگان را آهوان برّ وحدت فرموده - نفوسیکه بعقیده و عادت دشمن عالمیان بودند - حال - بنهایت یگانگی دوست و مهربانند - از شدت جهل کتاب مقدّس را میسوختند - حال بیان حقائق و اسرار تورات و انجیل مینمایند - و در مدّت قلیله چنان تربیت فرموده که در زیر قید و زنجیر و تحت تهدید تیغ و شمشیر فریاد یا بهآء الابهی میزدند و قاتلان را نیات پر علاوت بدهان میدادند که با دهن شیرین ضربت زن - و البته حکایت پطرس حواری و بانگ خروس را در خاطر داری -

و بر هان دیگر آنکه نزد جمیع اعاظم و علمای ایران در طهران مسلم است که حضرت بهآء الله در مکتبی نبودند و در مدرسهٔ تعلیم نگرفتند - از بدو طفولیت روش و سلوکی دیگر داشتند باوجود این علما و فضلای ملل شرق به علم و فضل و دانائی و کمالات خارق العادهٔ او شهادت دادند - و حضرت بهآء الله را با وجود انکار و اشدّ عداوت اعتراف کنند - که فرید عصر و وحید دهر بود - ولی معترف بمقامات عالیه نیستند مگر مخلصین و مختارین -

و بر هان دیگر نفس تعالیم بهآء الله که بکلّی مبنیّ و اختلاف را از عالم انسانی براندازد - و وحدت و ائتلاف ابدی تاسیس نماید - مراجعت بالواح تجلیات و اشراقات و کلمات و بشارات و طرازات نمائید واضح و مشهود گردد که ملکوت جدید را چه تعالیمی که جسم علیل عالم را علاج سریع و شفاء ابدی است - و قابل الاحرار است - و چنین تعالیمی تابحال سبقت نیافت -

و بر هان دیگر اینکه حضرت بهآء الله چنین امر عظیمی که صیتش آفاق را گرفت و در شرق نهایت تمکّن یافته و بارقهٔ صبح منیرش مانند شعاع آفتاب در انتشار است باوجود آنکه دول و ملل شرق مانع و معارض و بکمال قوت معترض بودند در این سجن شدید ظاهر و بلند و منتشر نمود - ملاحظه نما که ظهور چنین قدرت و قوتی تابحال سبقت یافته ! چه برهانی اعظم از این که در سجن اینخطابات شدید را بجمیع ملوک فرمود و اخبارات صریح از استقبال داد - و امپراطور اعظم در وقتیکه نهایت اقتدار داشت تهدید بانقلاب سریع و سقوط تاج و انعدام و اضمحلال فرمود - و بعینه واقع گردید - و همچنین بسائر ملوک ارض - این الواح و خطاب در سجن صادر و واقع - ملاحظه فرما که باین قدرت و عظمت در حبس قاتلان و سارقان جلوه نمود - چه برهان اعظم از این است - باری بر این بسیار فرصت تحریر ندارم -

و اما برهان در نزد عوام نادان خوارق عادتست - مختصر اینست که از این قبیل خارق عادات از حضرت بهآء الله در السن و افواه بسیار و اگر بخواهند رسائل متعدده تالیف نمایند ولی خصم منکر را این برهان ساطع قاطع نیست - لهذا ما خوارق عادات از حضرت بهآء الله روایت ننمائیم - زیرا خصم نیز از این قبیل روایات از آلهٔ موهومهٔ خود بیان کند و مستند بکتب و رسائل خویش گرداند لهذا ما برهان عقلی بیان کنیم تا از برای نفسی مجال انکار نماند و علیک البهآء الابهی -

(ع ع)

نطقِ مبارک

حضرت عبدالبہاء

هوالله - ای جمیع محترم! آتش را لزوم ذاتی سوختن است و قوهٔ برقیه را لزوم ذاتی افروختن. آفتاب را لزوم ذاتی درخشیدنست و خاک را لزوم ذاتی قوهٔ روئیدن - در لزوم ذاتی انفکاک جائز نه - چون تغیر و تبدل و تحول و انتقال از جائی بجائی از لوازم ذاتیه امکان است یعنی متتابع فصل ربیع و صیف و خریف و شتا و تبدل روز و شب از لوازم ذاتیه عالم ارضی است - پس هر بهاری را خزانی در پی و هر صیفی را شتائی در عقب و هر روزی را شبی و هر صبحی را شامی - وقتیکه اساس ادیان الٰهی بکلی منهدم و اخلاق عالم انسانی متغیر - اثری از نورانیت آسمانی نه - و محبت بین البشر مفقود - ظلمت عناد و جدال و قتال و سرمای خمود و انجماد حکمران بود و تاریکی احاطه نموده بود - حضرت بهاء الله مانند کوکب آفاق از مشرق ایران طالع شد انوار هدایت کبریٰ درخشید و نورانیت آسمانی بخشید و تعالیم بدیعی تاسیس فرمود - و فضائل عالم انسانی تاسیس کرد - و فیوضات آسمانی ظاهر فرمود - و قوهٔ روحانیه باهر ساخت - و این اساس را در عالم وجود ترویج فرمود :-

(اوّلاً) تحری حقیقت — زیرا جمیع ملل بتقالید عامیانه تشبث نموده اند و از اینجهت با یکدیگر در نهایت اختلاف و غایت نزاع و جدالند - اما ظهور حقیقت کاشف این ظلمات است و سبب وحدت اعتقاد - زیرا حقیقت تعدد قبول نکند -

(ثانیاً) وحدت عالم انسانی - یعنی جمیع بشر کل مشمول الطاف جلیل اکبرند - بندگان یک خداوندند - و پرورش حضرت ربوبیت - رحمت شامل کل است و تاج انسانی زینت هر سر - لهذا باید جمیع طوائف و ملل خود را برادر یکدیگر دانند و شاخ و برگ و شکوفه و ثمر شجرهٔ واحده مشمرند زیرا جمیع سلالهٔ حضرت آدمند - و لئالی یک صدف - نهایت اینست که محتاج تربیت اند - نادانند جاهلانند - باید هدایت نمود - مریضانند باید معالجه کرد - طفلانند باید در آغوش مهربانی پرورش داد تا ببلوغ و رشد رسند - و حبلا لازم تا درخشنده و روشن گردند -

(ثالثاً) آنکه دین اساس الفت و محبت است - و بنیان ارتباط و وحدت - دین اگر سبب عداوت گردد - الفت نبخشد بلکه مورث کلفت گردد - عدم دین به از وجود آنست و تجرد از دین مرجع بر آن -

(رابعاً) دین و علم توام است - از یک دیگر انفکاک ننماید و از برای انسان دو بال است که بآن پرواز نماید -

جناح واحد کفایت نکند. هر دینی که از علم عاریست عبارت از تقالید است. و مجاز است نه حقیقت. لذا تعلیم از فرائض دین است.

(خامساً) آنکه تعصب دینی و تعصب جنسی و تعصب سیاسی و تعصب وطنی هادم بنیان انسانیست حقیقت ادیان الهی واحد است. زیرا حقیقت یکیست تعدد قبول نکند. و جمیع انبیاء در نهایت اتحاد ند. نبوت حکم آفتاب دارد. در هر موسمی از نقطه ای طلوع نماید. لذا هر سلفی اخبار از خلف فرموده و هر خلفی تصدیق سلف کرده. لا نفرق بین احد من رسله.

(سادساً) مساوات بین بشر است و اخوت تام. عدل و دین اقتضاء نماید که حقوق نوع انسانی جمیعاً محفوظ و مصون ماند و حقوق عمومی یکسان باشد. و این از لوازم ذاتیه هیئت اجتماعیه است.

(سابعاً) تعدیل معیشت نوع بشر است. تا جمیع از احتیاج نجات یافته هر کس بقدر امکان و اقتضاء در رتبه و مکان راحت یابد. همچنانکه امیر عزیز است و در نعمت مستغرق. فقیر نیز رزق یومی داشته باشد. و در ذلت کبری نماند و از شدت جوع از عالم حیات محروم نگردد.

(ثامناً) صلح اکبر است. باید از جمیع دول و ملل بانتخاب عمومی محکمه کبری تاسیس شود و اختلاف و آراء دول و ملل در آن محکمه کبری فیصل یابد تا منتهی بجنگ نگردد.

(تاسعاً) آنکه دین از سیاست جدا است. دین دار امور سیاسی مدخلی نه. بلکه تعلق بقلوب دارد نه عالم اجسام. رؤسای دین باید بتربیت و تعلیم نفوس پردازند و ترویج حسن اخلاق نمایند و در امور سیاسی مداخله ننمایند.

(عاشراً) تربیت و تعلیم و ترقی و رعایت و حرمت زنان است. زیرا زنان در زندگانی شریک و سهیم مردانند. و از حیثیت انسانی یکسانند.

(حادی عشر) استفاضه از فیوضات روح القدس است. تا مدنیت روحانیه تاسیس شود. زیرا مدنیت مادیه تنها کفایت نکند و سبب سعادت انسان نشود. زیرا مدنیت مادیه مانند جسم است و مدنیت روحانیه مانند روح. جسم بی روح زنده نگردد. (لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم)

این نبذه ای از تعالیم حضرت بهاء الله است و در تاسس و ترویج آن نهایت مشقت و بلایا تحمل نمود. بمدت سجون و معذب بود و در نهایت تعب. ولی در زندان این ایوان رفیع را بنیان نهادند و تاریکی سجن باین نور پرتو بر آفاق انداختند. بهائیان را نهایت آرزو اجرای این تعالیم است. و بجان و دل میکوشند که جان خویش را فدای این مقصد کنند تا نور آسمانی آفاق انسانی را روشن نماید. من بینهایت مسرورم که در این محفل محترم با شما گفتگو مینمایم و نهایت رجا دارم که این احساسات وجدانی من در نزد شما مقبول گردد. و در حق شما دعا مینمایم که بتعالیم مراتب عالم انسانی موفق و مؤید گردید.

پندِ یکی از دانش آموزان کلاسِ اخلاقی

بیائید یاران زکین کین کشیم — که از دستِ این کینہ در آتشیم
دمارے برآورد این کین ز ما، — که دودش برون شد ز هفتم سما
چرا دشمنِ جانِ یک دیگریم؟ — مگر ما ز درندگان بدتریم!
چرا کینہ گیریم برجای دین — که ما را پریشان نماید چنین
زمانی ببامِ مهین کشوری — مکانی باسمِ وطن پروری
قرونی بوهمِ نسب مهتری — دهوری بخوابِ کهن رهبری
فریقی باوهامِ فضل و کمال — گروهی بحرصِ زر و سیم و مال
قلیلی بدهیم و تخت و کلاه — غفیری ببامِ وزیر و سپاه
صفوف و الوفی بیاراستیم — ز ابنائے خود کینہ ها خواستیم
گرفتیم جاهای ابدانِ خویش — فگندیم با مهها بایوانِ خویش
فزون شد ز حد کین این کین ما — برون شد زید دین و آئین ما
زیانی جهانی زکین است و بس — نجاتِ بشر ردِّ این است و بس
بیائید تا کینہ را بفگنیم — که در رنجِ این کهنہ اهریمنیم
بیائید تا زین گمان وا رهیم — که نوعِ بشر غیر یک دیگریم
بیائید بر اصلِ خود پی بریم — که از یک نژادیم و یک گوهریم
جهان دار ما را بمهر آفرید — هم از مهر و مہ جمله را پرورید
بروحِ خداوندیش زنده ایم — بمهرِ جمالش فروزنده ایم
بفرمودۂ مظهرِ ذاتِ حق — بمیزانِ الواح و آیاتِ حق

درختِ بشر سدرۂ واحد است
اگر برگ و اثمارِ وی لاحد است

ماہنامہ

پیامبر بریلی

جلد سوم | اپریل سنہ ۱۹۴۲ ع | نمبر چہارم

قُل

یوں عرض کر

یَا اِلٰھی وسیّدی ومحبوب فؤادی ورجاء قلبی والمذکور فی ظاھری وباطنی اسئلک

اے میرے خدا! اے میرے آقا! اے میرے دل کے محبوب۔ اے میرے دل کی آرزو! اور اے وہ کہ میرے ظاہر و باطن میں تیری یاد بسی ہوئی ہے

باسمک الّذی انفق نفسک فی سبیلک وحمل البلایا فی حبک واظہار امرک ان ترسل علیٰ

میں تیرے اُس نام کے وسیلے جس نے اپنے آپ کو تیری راہ میں قربان کر دیا ہے اور تیری محبت میں اور تیرے امر کے اظہار میں مصیبتیں برداشت کی ہیں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ

ھٰذہ الدیار نفحات قمیص رحمتک والطافک ای ربّ ھٰؤلاء عبادک وھٰذہ دیارک

ان بستیوں پر اپنی قمیص رحمت والطاف کی خوشبوئیں پھیلا دے۔ اے پروردگار! یہ لوگ تیرے بندے ہیں اور یہ بستیاں تیری ہیں۔ اگرچہ

ولو انھم احتجبوا باھوآئھم ومنعوا عن التوجّہ الیٰ شطر فضلک والاقبال الیٰ کعبۃ عرفانک

یہ لوگ اپنی نفسانی خواہشوں کے باعث حجابات میں گرفتار ہوں اور تیرے فضل کی جانب اور تیرے کعبۂ عرفان کی طرف توجہ کرنے سے روکے ہوئے ہوں لیکن تو وہ ہے کہ تیری رحمت تمام کائنات پر

ولکن انت الّذی سبقت رحمتک الکائنات واحاط فضلک الممکنات اسئلک باسمک الباطن

چھائی ہوئی ہے اور تیرا فضل ممکنات پر محیط ہے۔ میں تیرے اسم باطن کے وسیلے جو تیری سلطنت ملک کر ظاہر ہوا ہے اور تو نے

الّذی ظھر بسلطانک وجعلتہ مھیمنا علیٰ من فی ارضک وسمائک ان لا تدع ھٰؤلاء باھوائھم انزل

اُسے اپنی زمین و آسمان کے باشندوں پر غالب بنایا ہے تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ ان لوگوں کو ان کی نفسانی خواہشوں میں چھوڑ

علیھم ما یجعلھم مقبلین الیٰ شطر عنایتک وناظرین الیٰ وجھک فانظر الیھم یا الٰھی بلحظات رحمانیتک

ان پر وہ چیز نازل فرما جو انھیں تیری عنایت کی سمت بڑھنے والے اور تیرے چہرۂ جمال کی جانب متوجہ بنا دے۔ اے خدا ان کی طرف اپنی رحمانیت کی نظر فرما۔ اور

وخذ ایادیھم بقدرتک وسلطانک اخرج یا الٰھی من جیب عنایتک ید قدرتک وبھا اخرق الحجبات

اپنی قدرت و قوت سے اُن کی دستگیری کر۔ اے میرے خدا! اپنی جیب عنایت سے اپنی قدرت کا ہاتھ نکال اور اپنے دستِ قدرت سے ان پردوں کو

الّتی حالت بینھم وبینک لیسرعن کل الیٰ شریعۃ قربک ولیطوفن حول ارادتک ومشیتک

چاک کر دے جو ان کے اور تیرے درمیان حائل ہو گئے ہیں تاکہ سب کے سب تیری بارگاہِ قرب کی طرف دوڑ پڑیں اور تیرے ارادہ و مشیت کا طواف کریں۔

ولو تطردھم من یخلصھم من النار یا نور السّمٰوات والارضین

اگر تو انھیں دھتکار دیگا تو اے آسمانوں اور زمینوں کے نور! انھیں آگ سے کون چھڑائے گا۔

پادشاہانِ زمین

(سلسلہ کے لئے دیکھیں پیام مبر مارچ ۱۹۴۳ء)

حضرت شوقی ربّانی کے قلم سے

اے ملکۂ لندن! اپنی خواہش کو چھوڑ دے اور دل سے اپنے مولائے قدیم کی طرف متوجہ ہو۔ ہم تجھے محض خدا کے لئے نصیحت کرتے ہیں اور ہم التماس کرتے ہیں کہ آسمان و زمین بنانے والے پروردگار کی یاد میں تیرا نام بلند ہو۔ بیشک وہ میری باتوں کا گواہ ہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تو نے غلام اور لونڈیوں کی خرید و فروخت ممنوع قرار دی ہے۔ خدا نے اس نئے ظہور میں یہی حکم دیا ہے۔ خدا نے اس کام کی جزا تیرے لئے لکھدی ہے۔ بیشک وہ اچھے کام کرنے والوں کو پورا بدلہ دینے والا ہے اگر تو اس پیغام کی پیروی کرے جو خدائے علیم و خبیر کی جانب سے تجھے بھیجا گیا ہے۔ یقیناً وہ شخص جس نے آیات نازل کرنے والے خدا کی طرف سے اپنے پاس بینات آنے کے بعد روگردانی کی اور تکبّر سے کام لیا خدا اُس کے عمل کو اکارت کر دے گا۔ بیشک وہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

ہم نے سُنا ہے کہ تو نے زمامِ مشاورت جمہور (پارلیمنٹ) کے ہاتھوں میں دیدی ہے۔ یہ تو نے خوب کیا۔ کیونکہ جمہوریت کے ذریعے ہی تمام کاموں کی بنیادیں مضبوط ہونگی اور تیرے زیرسایہ رہنے والے سب ادنیٰ اور اعلیٰ لوگوں کے دل اطمینان پائینگے۔ لیکن اس جمہوری پارلیمنٹ کے ممبروں کو خدا کے بندوں میں امانت دار ہونا چاہئے اور انھیں اپنے آپ کو تمام روئے زمین کا وکیل سمجھنا چاہئے یہ وہ بات ہے جو خدائے قدیر و حکیم کی طرف سے لوح میں اُن سے کہی گئی ..... مبارک ہے وہ جو پارلیمنٹ میں محض خدا کے لئے جاتا ہے اور خالص انصاف کے ساتھ لوگوں میں حکم کرتا ہے۔ بیشک وہ کامیاب انسانوں میں سے ہے .....

اے ملکہ! تو خدا کی طرف متوجہ ہو اور کہہ۔ اے میرے مالک! میں مملوک ہوں اور تو تمام بادشاہوں کا مالک ہے۔ میں اُمید کے ہاتھ تیرے آسمانِ فضل و بخشش کی طرف اٹھاتی ہوں مجھ پر اپنے ابرِ کرم سے وہ چیز نازل کر جو مجھے تیرے سوا ہر ایک سے الگ کر دے۔ اور مجھے تیرے قریب کر دے۔ اے پروردگار! میں تجھ سے تیرے اس نام کا واسطہ دے کر سوال کرتی ہوں جس کو تو نے تمام ناموں کا بادشاہ اور زمین و آسمان کے لئے اپنی ذات کا مظہر بنایا ہے کہ تو ان پردوں کو چاک کر دے جو میرے لئے تیرے مطلع آیات اور مشرقِ وحی کی شناخت میں حائل ہیں۔ بیشک تو قدرت والا غالب اور کرم کرنے والا ہے۔ اے پروردگار! تو مجھے اپنے دنوں میں اپنی قمیصِ رحمانیت کی خوشبوؤں سے محروم نہ رکھ۔ تو میرے لئے وہی لکھدے جو تو نے اپنی ان کنیزوں کے لئے لکھا ہے جو تجھ پر اور تیری آیات پر ایمان لائی ہیں

اور تیرے عرفان سے فائز ہوئی ہیں۔ اور اپنے دل سے تیرے اُفقِ امر کی طرف متوجہ ہو رہی ہیں۔ بیشک تو تمام جہانوں کا مالک اور سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔ اے میرے پروردگار تو مجھے اپنی کنیزوں میں اپنے ذکر کی توفیق دے۔ پھر میری طرف سے ان باتوں کو قبول کر اور اپنے بندوں میں اپنے امر کی نصرت کی توفیق دے۔ پھر میری طرف سے ان باتوں کو قبول فرما جو تیرے چہرۂ جمال کی روشنیوں کے طلوع کے وقت میرے ہاتھ سے جاتی رہیں۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ نور اور عظمت تیرے ہی لئے ہے اے وہ کہ تیرے ہاتھوں میں تمام آسمانوں اور زمینوں کی سلطنت کی جان ہے۔"

کتاب اقدس جو اس ظہورِ اعظم کی مقدس ترین کتاب ہے اسمیں حضرت بہاءاللہ جرمنی کے شہنشاہ ولیم اوّل کو خطاب کرکے فرماتے ہیں "کہہ اے بادشاہ برلن۔ اس ندا کو سن جو اس سکلِ مبین سے بلند ہے۔ بیشک کوئی خدا نہیں بجز میرے جو ہمیشہ رہنے والا۔ بے ہمتا اور قدیم ہو۔ دیکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ غرور اور تکبر تجھے مشرقِ ظہور کے پہچاننے سے روکے۔ دنیوی خواہشیں پردہ بن کر تجھے عرش و کرسی کے مالک سے دور نہ رکھیں۔ قلمِ اعلیٰ تجھے اس طرح نصیحت کرتا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ تیرا پروردگار نہایت مہربان اور کرم کرنے والا ہے۔ کیا تجھے وہ شخص (نپولین سوم) یاد ہے جو طاقت میں تجھ سے کہیں زیادہ تھا اور جس کا درجہ تیرے درجہ سے بڑا تھا۔ اب وہ کہاں ہے؟ وہ چیزیں کیا ہوئیں جن کا وہ مالک تھا؟ عبرت پکڑ اور ان میں سے مت ہو جو غفلت کی نیند سو رہے ہیں۔ اس نے (نپولین سوم نے) خدا کی لوح کو جسمیں ہم نے اُسے اُس ظلم سے آگاہ کیا تھا جو اہلِ ظلم نے ہم پر کئے تھے پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا تھا۔ پس ذلت نے اُسے چاروں طرف سے گھیر لیا اور وہ نہایت نقصان کے ساتھ سپردِ خاک ہوا۔ اے بادشاہ! اُس کی حالت پر غور کر اور اُن کی حالت پر بھی غور کر جنھوں نے تیری طرح ملک فتح کئے تھے اور انسانوں پر حکمرانی کرتے تھے۔ خدائے رحمٰن محلوں سے اُنھیں قبروں میں لے گیا۔ متنبہ ہو اور سوچنے والا بن۔" اسی کتاب میں آگے چل کر یہ عجیب و غریب پیشینگوئی ہے۔ "اے دریائے رھائن کے کنارو۔ میں تمھیں خون سے بھرے ہوئے دیکھتا ہوں۔ کیونکہ جزا کی تلواریں تمھارے خلاف کھینچی گئی ہیں۔ اور تیری ایک دفعہ پھر باری ہے۔ ہم برلن کے آہ و نالے سن رہے ہیں۔ اگرچہ آج وہ ظاہر جاہ و جلال میں ہے۔"

پھر کتاب اقدس میں شہنشاہ فرانسس جوزف سے خطاب کرکے فرمایا ہے:-

"اے آسٹریا کے شہنشاہ! جس وقت تو مسجدِ اقصیٰ (یروشلیم) دیکھنے کے لئے آیا۔ وہ جو خدا کے انوار کا مطلع ہے عکا کے قید خانہ میں قید تھا۔ تو اس کے پاس سے ہو کر گذرا مگر تو نے اس کے متعلق دریافت نہ کیا۔ جس کے ذریعے ہر گھر کی عزت بلند ہوئی اور ہر ایک بلند دروازہ کھول دیا گیا۔ بیشک ہم نے اسے (یروشلیم کو) ایک ایسا مقام بنایا تھا جس کی طرف تمام دنیا لوٹتی تھی اور میری یاد کرتی تھی۔ تو اُسے جو اس یاد کا مقصد و مدعا ہے رد کیا جب وہ تیرے اور تمام جہانوں کے پروردگار اور خدا کی ملکوت کے ساتھ ظاہر ہوا۔ ہم ہر وقت تیرے ساتھ تھے اور ہم نے تجھے اصل سے غافل مگر فرع سے متمسک پایا۔ جو کچھ میں کہتا ہوں تیرا پروردگار اس کا گواہ ہے۔ ہم تجھے اپنے نام کا طواف کرتے اور خود ہم سے غافل دیکھکر رنجیدہ ہوئے اگرچہ ہم تیرے چہرے کے سامنے تھے۔ اپنی آنکھیں کھول تاکہ تو اس اُفقِ اعلیٰ کو دیکھے اور اس کو پہچانے جس کا نام لے لے کر تو دن اور رات دعائیں مانگتا ہے اور اس نور کا نظارہ کرے جو اس روشن اُفق کے اوپر چمک رہا ہے۔"

سورۂ ملوک میں سلطان عبدالعزیز کو ان الفاظ میں خطاب فرمایا ہے:- "سن اے بادشاہ! اس کی بات سن جو ہمیشہ سچ بولتا ہے

وہ تجھ سے وہ چیزیں نہیں مانگتا جو خدا نے تجھے عطا کی ہیں۔ جو ہا پس دستیں صراطِ مستقیم پر چلتا ہے۔ وہ تجھے تیرے پروردگار خدا کی طرف بلاتا ہے۔ تجھے سیدھا راستہ دکھاتا ہے وہ راستہ جو سچی فلاح پر منجر ہوتا ہے تاکہ شاید تو ان میں سے ہو جائے جن کے ساتھ بھلائی کی جائے گی ..... وہ جو اپنے آپ کو بالکل اپنے خدا کی راہ میں دے دیتا ہے۔ بیشک خدا اُس کا ساتھ دیتا ہے اور وہ جو اپنا پورا پورا بھروسہ خدا پر رکھتا ہے بیشک خدا اُسے ہر آفت سے بچائے گا اور ہر بُرے سازش کرنے والے کی شرارت سے محفوظ رکھیگا۔

اگر تو میری بات سنے اور میرے مشورہ پر چلے خدا تجھے ایسا بلند و بالا درجہ عطا کرے گا کہ تمام زمین کے رہنے والوں میں سے کسی کی یہ طاقت نہ ہوگی کہ تجھے چھو سکے یا ضرر پہنچا سکے۔ اے بادشاہ! اپنے سارے دل اور سارے وجود کے ساتھ خدا کے احکام پر عمل کر اور اُن کی راہ میں مت چل جو ظالم ہیں۔ اپنی رعایا کے اُمور کی باگ ڈور کو خود اپنے ہاتھوں میں مضبوطی کے ساتھ پکڑ اور بذاتِ خود اُن کے معاملات کی دیکھ بھال کر۔ کوئی امر بھی تیری توجہ کے بغیر نہ رہے کیونکہ اسی میں تیری سب سے بڑی بہتری مخفی ہے۔

"خدا کا شکر کر کہ اُس نے تجھے تمام دنیا میں سے چُن لیا اور اُن پر بادشاہ بنایا جو اُسی دین کے پیرو ہیں جس کا تو خود پیرو ہے۔ تیرے لئے واجب ہے کہ تو خدا کی اُن عنایات کا شکریہ ادا کرے جو خدا نے تجھ پر کی ہیں اور ہمیشہ اس کے نام کو بلند کرے۔ تو اس کی سب سے بڑی شکر گذاری اِس طرح کر سکتا ہے اگر تو اُن کو پیار کرے جو اُس کے پیارے ہیں اور اس کے بندوں کو دغا بازوں کی شرارت اور مکر و حیلے سے بچائے تاکہ اس کے بعد پھر کوئی انھیں نہ ستائے۔ پھر تو کمرِ ہمت باندھ کر اُٹھ اور اُن کے درمیان خدا کی شریعت کو جاری کر تاکہ تو اُن میں سے ہو جائے جو نہایت استقامت کے ساتھ شریعت اللہ پر قائم ہیں۔

"اگر تو عدل و انصاف کے دریاؤں کے پانی کو اپنی رعایا کے درمیان پھیلا دے تو اسمیں شک نہیں کہ خدا ظاہر و غائب افواج سے تیری مدد کرے گا۔ اور تیرے اُمور میں تجھے تقویت دیگا۔ کُل کائنات اور سلطنت اس کی ہیں۔ مومنوں کے اعمال اُسی کی طرف لوٹتے ہیں۔

"اپنے خزانوں اور اپنی دولت پر بھروسہ نہ رکھ۔ اپنا سارا بھروسہ اپنے پروردگار خدا کے فضل پر رکھ۔ جو کچھ تو کرے تیرا بھروسہ اور توکل اُس پر ہو اور تو اُن میں سے ہو جا جو اُس کی رضا کے آگے سرِ تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔ ایسا کر کہ خداوند خدا خود تیرا مددگار بنے اور تجھے اپنے خزانوں سے مالا مال کرے۔ اُسی کے پاس آسمانوں اور زمینوں کے خزانے ہیں۔ جسے وہ چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اخذ کر لیتا ہے۔ کوئی خدا نہیں بجز اُسکے جو سب کا مالک اور سب کا معبود ہے۔ اُس کی دہلیزِ رحمت کے سب فقیر ہیں اور اُس کی قدرت کے ظہور کے سامنے سب عاجز اور اس کی عنایات کے متمنی۔ ـــــ اعتدال کی حد سے آگے قدم نہ رکھ اور جو تیری خدمت کرتے ہیں اُن سے انصاف کا برتاؤ کر۔ اُن کی ضروریات کے مطابق انھیں عطا کر۔ اتنا نہ دے کہ وہ دولت کو جمع کرنے لگیں۔ جس سے وہ اپنے جسموں کو زینت دیں۔ اپنے گھروں کو سجائیں اور وہ چیزیں حاصل کریں جو اُن کے لئے فائدہ مند نہیں ہیں اور وہ فضول خرچی کرنے والوں میں شمار ہوں۔ خالص عدل کے ساتھ اُن سے سلوک کر تاکہ نہ ان میں سے کوئی عسرت کی زندگی بسر کرے اور نہ کوئی عیش و عشرت میں اپنی زندگی ضائع کرے۔ یہ ہے صریح عدل۔ رذیل کو شریف اور قابلِ عزت لوگوں پر حاکم مت بنا۔ اہل دل اور عقلمند لوگوں کو ذلیل اور بے کار شخصوں کے رحم پر مت چھوڑ۔ یہ ہم نے دیکھا جب ہم شہر (قسطنطنیہ) میں آئے اور ہم اسکے گواہ ہیں۔"

خدا کے ترازوی عدل کو اپنے سامنے رکھ اور پھر تو ہر روز اُس آدمی کی طرح جو خدا کے حضور میں کھڑا ہو اپنی زندگی کے ہر لمحہ اور ہر دن کے

اعمال کو اُس ترازو میں تول۔ اس سے پیشتر کہ تو حساب دینے کے لئے بُلایا جائے خود اپنا حساب آپ کر۔ کیونکہ اُس دن کسی شخص میں خدا کے خوف کے کھڑے رہنے کی قوت نہ ہوگی اور وہ دن ایسا دن ہوگا جس دن غافلوں کے دل کانپ رہے ہونگے۔

"زمین پر تو خدا کا سایہ ہے۔ پس اُن کاموں کے کرنے کی کوشش کر۔ جو اتنی بڑی شان کے شایاں ہوں۔ اگر تو اُن چیزوں کی پیروی کرنے سے قاصر رہا جو ہم نے تیرے لئے نازل کی ہیں اور تجھ تک پہنچائی ہیں تو تو بلاشک اُس بڑی اور بیش قیمت عزت سے ذلت کی طرف گریگا۔ توبہ کر اور خدا سے پورا پورا تمسک کر اور اپنے دل کو دنیا اور اس کے دھوکوں سے پاک کر اور اُسمیں کسی غیر کی محبت کو جگہ نہ دے جب تک تو اپنے دل کو ایسی محبت کے ہر شائبہ سے پاک نہ کریگا اُسوقت تک خدا کے نور کا پرتو تجھپر نہ پڑے گا۔ کیونکہ خدا نے کسی کو بھی ایک دل سے زیادہ دل نہیں دیا۔ بیشک یہ فیصلہ ہو چکا ہے اور اُس کی قدیم کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ چونکہ خدا نے انسان کو ایک ہی دل دیا ہے اس لئے تجھے واجب ہے کہ تو خبردار رہے کہ اس کی محبت بھی ایک ہی رہتی ہے۔ پس اپنے دل کی ساری محبت سے اس کی محبت کر اور اس کی محبت کے سوا ہر ایک کی محبت اس میں سے نکال دے۔ تاکہ وہ تجھے اپنی توحید کے سمندر میں غوطہ ور کرے اور تجھے اپنی وحدت کا سچا مددگار بنائے۔ ....."

ظالم کو چاہیے کہ ظلم سے باز آئے

"اے بادشاہ! جو کچھ ہم نے تجھے مخاطب کر کے کہا ہے اُسے خوب غور سے سُن۔ ظالم کو چاہئے کہ اپنے ظلم سے باز آئے اور اپنے ہم مذہبوں میں سے اُن کو الگ کر دے جو بے انصافی کرتے ہیں۔ خدائی رستی کی قسم! جو دُکھ اور مصائب ہم نے سہے ہیں وہ اس قسم کے ہیں کہ جو قلم ان کو لکھنے لگیگا وہ درد و کرب سے بیتاب ہو جائے گا۔ ان میں سے کوئی بھی جو سچے دل سے توحید خدا پر ایمان رکھتا ہے اور اس کا حامی ہے ان کے بیان کے بوجھ کو برداشت نہ کر سکیگا۔ ہمارے مصائب اس قدر زیادہ اور سخت ہیں کہ ہمارے دشمن بھی ہم پر آٹھ آٹھ آنسو رو رہے ہیں اور ان کے علاوہ ہر عقلمند کی آنکھیں زار و قطار رو رہی ہیں۔ یہ سب ظلم ہم پر ڈھائے گئے حالانکہ ہم نے تجھے آگاہ کیا اور لوگوں کو تیرے سایہ تلے آنے کا حکم دیا تاکہ تو اُن کے لئے جو توحید الٰہی پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے حامی ہیں ایک طاقتور پناہ گاہ بن جائے۔

اے بادشاہ! کیا میں نے کبھی تیرے حکم نہیں مانے؟ کیا میں نے کبھی تیرے قوانین کی خلاف ورزی کی؟ عراق میں تیرے نمایندوں میں سے کوئی ثبوت پیش کر سکتا ہے کہ میں نے کبھی مُلک کے قوانین کی اطاعت نہیں کی؟ نہیں۔ اس خدا کی قسم جو سب جہانوں کا خدا ہے! ہم نے ایک لمحہ بھر کیلئے بھی قوانین مُلک سے سرتابی نہیں کی۔ اور نہ ہی تیرے عمّال کے خلاف کچھ کیا۔ انشاء اللہ ہم کبھی تیرے خلاف نہ ہونگے اگرچہ ہم پر ان سے بھی سخت مصیبتیں آئیں جو اس وقت تک ہم پر آچکی ہیں۔ روز و شب۔ صبح و شام ہم خدا سے تیرے لئے دُعا مانگتے ہیں کہ وہ مہربانی کے ساتھ تیری مدد کرے کہ تو اس کا مطیع ہو اور اس کے احکام کی فرمانبرداری کرے کہ وہ تجھے بُرے آدمیوں کے گروہوں سے بچائے۔ پس جو تو مناسب سمجھے وہ کر اور ہمارے ساتھ وہ سلوک کر جو تیری شان اور سلطنت کے شایاں ہے۔ جو کام تو اس وقت کرے یا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اس کے کرنے میں شریعت اللہ کو کبھی مت بھول۔ کہہ تعریف ہو اُس خدا کی جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔

(باقی باقی)

مطالعُ الانوار یا "ڈان بریکرز"

(گذشتہ سے پیوستہ)

اب وہ بڑا اور بزرگ دین جس کے لئے حضرت باب نے راستہ تیار کیا تھا اپنی قوت وسعت کو ظاہر کرنے لگا۔ اگرچہ حضرت بہاءاللہ ساری عمر جلاوطنی اور قید میں رہے یہاں تک کہ اسی حالت میں آپ نے صعود فرمایا اور بہت ہی کم اہل یورپ نے آپ کو دیکھا مگر آپ کی الواح نئی آمد کی خوشخبری کے ساتھ نئی اور پرانی دنیا کے بڑے بڑے حکمرانوں کے پاس پہنچائی گئیں۔ شاہِ ایران۔ پوپ اعظم اور ایالاتِ متحدہ امریکہ کے پریزیڈنٹ کو بھی الواح بھیجی گئیں۔ آپ کے صعود کے بعد آپ کے فرزند حضرت عبدالبہاء نفسِ نفیس اس بشارت کو مصر اور مغرب میں دور دور تک پہنچانے کے لئے انگلستان۔ فرانس۔ سوئیزرلینڈ۔ جرمنی اور امریکا میں گئے۔ اور ہر جگہ اس بات کا اعلان کیا کہ آسمانوں کے دروازے پھر کھولے گئے ہیں۔ اور ایک نئی وحی اور ایک نیا دَور بنی نوع انسان کو برکت دینے کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ آپ نے نومبر ۱۹۲۱ء میں صعود فرمایا اور آج وہ آگ جو ایک وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بالکل ٹھنڈی کر دی گئی ہے ایک دفعہ پھر چمک اٹھی اور ایران کے ہر حصے میں روشن ہے۔ برِاعظم امریکا میں جل رہی ہے اور دنیا کے ہر ملک میں شعلہ زن ہے۔ حضرت بہاءاللہ کے الہامی کلام اور حضرت عبدالبہاء کے مستند بیانات پر بہت سی کتابیں ان کی شرح یا شہادت کے طور پر لکھی گئی ہیں۔ اخلاقی اور روحانی اصول جن کا حضرت بہاءاللہ نے برسوں پہلے تاریک ترین مشرق میں اعلان فرمایا تھا اور جنھیں آپ نے ایک مربوط سکیم کے سانچہ میں ڈھالا تھا اب ایک ایک کرکے دنیا میں تمدن و ترقی کے لئے ضروری سمجھے جانے لگے ہیں۔ اگرچہ لوگ اُن کے بنانے والے سے آگاہ نہیں ہیں۔ اس بات کے احساس نے کہ دنیا قدیم حالات کو پیچھے چھوڑ آئی ہے اور پرانی ہدایت اسے موجودہ اضطرار سے پار نہیں گذار سکتی عقلمند لوگوں کو یاس اور شک سے بھر دیا ہے۔

سوائے ان لوگوں کے کہ جو حضرت بہاءاللہ کی تاریخ میں اس ہمارے زمانہ کی نئی نئی اور فوق العادہ باتوں اور نشانات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

امر کو شروع ہوئے قریباً تین نسلیں ہو چکی ہیں۔ اس کے اوّلین ماننے والے جو تلوار اور سولی سے بچ گئے تھے عمرِ طبعی پاکر گذر چکے ہیں اس کے دو بڑے بانیوں اور اُن کے شیخ شاگردوں کے بارے میں ان کے زمانہ کے حالات معلوم کرنے کے دروازے بند ہو چکے ہیں اس لئے نبیل کی تاریخ جو آپ نے صداقت کے مفاد کو مدِنظر رکھکر نہایت دیانت داری سے لکھی ہے اور جو حضرت بہاءاللہ کی زندگی کے دَوران میں ہی پوری ہوگئی تھی اب بے مثل و بے نظیر حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت باب کے اعلان کے وقت ہمارا مصنف صرف ۱۳ سال کا تھا۔ آپ ۱۸ صفر ۱۲۳۷ھ کے دن ایران کے گاؤں زرند میں پیدا ہوئے تھے۔ اپنی ساری عمر آپ اس امر کے بانیوں کے ساتھ رہے اگرچہ آپ بچہ ہی تھے مگر آپ ملا حسین کے ہمراہیوں میں شامل ہونے کے لئے شیخ طبرسی جانے کی تیاریاں کر رہے تھے، مگر وہاں بابیوں کے قتلِ عام ہونے کی خبر نے آپ کے ارادہ کو پورا نہ ہونے دیا۔ آپ اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ آپ طہران میں حضرت باب کے ماموں حاجی میرزا سید علی سے ملے جو اُس وقت حضرت باب سے قلعہ چہریق میں ملاقات

کر کے واپس آئے تھے۔ آپ کئی سال تک حضرت باب کے کاتب میرزا احمد کے ہمراہ رہے۔

عراق کو جلاوطنی سے پہلے آپ کرمانشاہ اور طہران میں حضرت بہاءاللہ کے حضور میں مشرف ہوتے۔ اور پھر بغداد۔ ادریانوپل۔ اور سجن عکا میں بھی آپ کے ساتھ ہی رہے۔ آپ کئی دفعہ تبلیغ امر کے لئے اور مظلوم و منتشر احباب کی ہمت افزائی کے لئے ایران بھیجے گئے۔ ۱۸۹۲ء میں جب حضرت بہاءاللہ کا صعود ہوا تو آپ عکا میں تھے۔ آپ کی وفات نہایت رقت انگیز اور دلخراش طور پر ہوئی۔ محبوب عالمیان کی وفات نے آپ پر ایسا سخت اثر کیا کہ رنج سے مغلوب ہو کر آپ نے اپنے آپ کو سمندر میں پھینک دیا جہاں آپ ڈوب گئے اور آپ کی نعش سمندر سے بہکر عکا کے کنارے آ لگی۔

آپ کی تاریخ ۱۸۵۸ء سے شروع ہوتی ہے جب حضرت بہاءاللہ کے چھوٹے بھائی میرزا موسیٰ آپ کے ساتھ تھے۔ یہ قریباً ڈیڑھ سال میں ختم ہوئی اور مسودہ کے کچھ حصہ پر تو حضرت بہاءاللہ نے نظر ثانی فرمائی اور کچھ پر حضرت عبدالبہاء نے۔

آپ کی کل کتاب امر کی تاریخ کو ۱۸۹۲ء یعنی حضرت بہاءاللہ کے صعود کے وقت تک بیان کرتی ہے۔ اس تاریخ کا پہلا حصہ جسمیں حضرت بہاءاللہ کے ایران سے جلاوطن ہونے تک کا حال ہے اس جلد میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس کی اہمیت ظاہر ہے۔ یہ کتاب عمل کی ان ہیجان انگیز عبارات اور شجاعت و ایمان کے بولتے ہوئے بیانات کے لئے اتنا نہ پڑھی جائے گی جتنا یہ اس اہمیت کی خاطر پڑھی جائے گی جو ان واقعات کو حاصل ہوئی۔ اور جو اس میں ایسی عمدگی سے ثبت ہے۔

(باقی آئندہ)

برقِ تجلّی

(۱) وجودِ غیر سے جب کوئی دلِ بت خانہ ہوتا ہے
شہودِ جلوۂ معبود سے بیگانہ ہوتا ہے

(۲) تصورِ غیر کا جسمیں قدم رکھنے نہیں پاتا ،،
وہی دل جلوۂ دلبر کا خلوت خانہ ہوتا ہے

(۳) وہ آکر بزمِ الفت میں دکھا جاتے ہیں اک جلوہ
کوئی مدہوش ہوتا ہے کوئی دیوانہ ہوتا ہے

(۴) کسی کی آنکھ میں برقِ تجلی جگمگاتی ہے ،،
کسی کا جذبۂ گفتار مجذوبانہ ہوتا ہے

(۵) نہ گرتا ہے نہ جلتا ہے نہ مرتا ہے نہ مٹتا ہے
جمالِ شمعِ لافانی کا جو پروانہ ہوتا ہے

(۶) تجلی دیکھنے پائیں تو کیسے ؟ ہم نہیں ہوتے
ہمارے سامنے جب جلوۂ جانانہ ہوتا ہے

(۷) دلوں سے جب محبت کی کشش معدوم ہوتی ہے
تو انسانوں کا ہر مجمع بس اک ویرانہ ہوتا ہے

(۸) جہاں ارواح میں ہوتا ہے باہم جذبِ روحانی
زمیں پر جنت الفردوس وہ کاشانہ ہوتا ہے (علی)

بشارت و مناجات

اے تن اے من اے جاں اے دل
کب تک جھوٹے جگ پر مائل

جگ چلتا پھرتا سایا ہے اِک خواب وخیال کی مایا ہے
جو آج ہے اور کل کچھ بھی نہیں کیوں اُس پر دھوکا کھایا ہے
کیوں خاک کو سمجھا گھر اپنا۔ ہے عرشِ بریں تیری منزل
اے تن اے من اے جاں اے دل
کب تک جھوٹے جگ پر مائل

خواب اور خیال اور وہموں میں خود کو سمجھا خوش فہموں میں
خوش فہمی کے معنیٰ یہ نہیں کہ چکر کھائے وہموں میں
بے خود فہمی کے خوش فہمی۔ وہمِ فاسد۔ زعمِ باطل
اے تن اے من اے جاں اے دل
کب تک جھوٹے جگ پر مائل

اِک ذرۂ لاشی کے بھی سمجھنے سے کُل دُنیا قاصر ہے
اُس ذات کو کوئی کیا سمجھے اوّل ہے نہ جس کا آخر ہے
بھید اُس کی قدرت کا کوئی سمجھا۔ نہ سمجھنے کے قابل
اے تن اے من اے جاں اے دل
کب تک جھوٹے جگ پر مائل

ہر باطن سے باطن ہے وہ ہر ظاہر سے ظاہر ہے وہ
خود اُس کی سمجھ سے کام تو لے سمجھانے پر قادر ہے وہ
مایوس نہ ہو کوئی مشکل۔ اُس کے نزدیک نہیں مشکل
اے تن اے من اے جاں اے دل
کب تک جھوٹے جگ پر مائل

اے خالقِ ہستیِ کُل عالم اے مالکِ حُسن و جمالِ قدم
اے شمسِ غنا دریائے کرم مقصودِ رُسل۔ موعودِ اُمم!
یَا ظَاھِرُ یَا الاسمِ الاعظم اب لُطف و عنایت ہو شامل
اے تن اے من اے جاں اے دل
کب تک جھوٹے جگ پر مائل

سب اہلِ جہاں بدحال ہوئے غفلت کے سبب پامال ہوئے
خونریزی کا یہ عالم ہے دریا کے دریا لال ہوئے
دیوانگی بڑھتی جاتی ہے انجام و مآل سے ہیں غافل
اے تن اے من اے جاں اے دل
کب تک جھوٹے جگ پر مائل

اِک قطرہ تیری رحمت کا دوزخ کو بجھا دینے والا
اِک شعلہ تیری محبت کا کونین کی دولت سے بالا
کشتیِ جہاں گرداب میں ہے ساحل سے اِسے کر دے واصل
اے تن اے من اے جاں اے دل
کب تک جھوٹے جگ پر مائل

ترے عدل سے کُل شاہانِ جہاں مبہوت ہوئے اور لرزہ بجاں
ترے امر سے کُل اقوام و اُمم انگشت بدنداں اور حیراں
ترے بھید سے ہر عارف ناداں تیرے علم سے ہر عالم جاہل
اے تن اے من اے جاں اے دل
کب تک جھوٹے جگ پر مائل

احمد اس دورِ قیامت میں قیوم کی حمد و ثنا کیجے
دنیا کو بشارتِ حق دیجے اور اُن کے حق میں دُعا کیجے
اور اہلِ بہا کو کہئے مبارکباد یہ نورانی محفل
اترا ہے مرا یارِ جانی دل کب تک جھوٹے جگ پر مائل

کیا دین ناقابلِ تغیّر یا آخری ہو سکتا ہے؟

محترمہ شیریں فوجدار کے قلم سے

دینی تعصب کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ لوگ دینوں کو عظیم الشان محرّک عمل واقعات ہونے کی بجائے فقط تاریخی واقعات خیال کرتے ہیں۔ مختلف دینوں کے ماننے والوں کے درمیان سخت دشمنی پھیل رہی ہے۔ اس دشمنی کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ ہر ایک دین کا ماننے والا اپنے دین کو دوسرے سب دینوں سے نرالا اور اعلیٰ سمجھتا ہے۔ اگر دین کو علمی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے کہ دین نوعِ انسان کی ترقی میں کس قدر محرّک عمل ہے اور اس علم کے ساتھ ہی لوگوں میں ایک دوسرے کے دین کے ساتھ رواداری اور بردباری کرنا پیدا ہو جائے۔

جب کبھی بھی ایک سچی روحانی قوت انسانوں کی زندگیوں پر مؤثر ہوتی ہے تو یہ قوت ایک سچا دین ہوتی ہے جس کی ہم سب کو عزت کرنی چاہیے۔ اور جب کوئی دین فقط رسوم و رواج کا ایک بنڈل بن کر رہ جاتا ہے تو وہ دین اپنا اصلی عمل کرنے سے قاصر رہ جاتا ہے۔

دین کا اصلی مقصد یہ ہے کہ لوگوں میں خدا کی ہستی کا یقین پیدا کیا جائے۔ ان میں مشیتِ الٰہی کے سامنے تسلیم ہونے کی خصلت پیدا کی جائے اور خدائی اخلاق و صفات کے ذریعے دلوں کو زندہ کیا جائے۔

دین دنیا میں محض اتفاقاً پیدا نہیں ہوتے۔ یہ روحانی طور پر ارتقائے انسانی کے غیر منقطع سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ جب کبھی ایک دین اپنا کام پورا کر چکتا ہے تو فوراً دوسرا دین ظاہر ہو جاتا ہے اور اپنے ساتھ اُمید اور اطمینان کا پورا پیمانہ لاتا ہے۔ روحانی قوت سے بھرپور ہوتا ہے جس سے یہ اپنے ماننے والوں کی زندگیوں کو نئے سانچوں میں ڈھالتا ہے اور انھیں دوبارہ حیوانی عادتوں کی طرف رجوع کرنے سے روکتا ہے۔

بنیادی طور پر تمام دین ایک ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ حق مختلف اور متصادم نہیں ہو سکتا۔ تمام انبیاء اور اوتاروں کا مقصد ایک تھا۔ کسی ایک نبی یا اوتار کی دوسرے نبی یا اوتار سے دشمنی نہ تھی۔ خدا کی عنایات اور بندوں کی محبت سب میں ایک سی تھی۔ اور کامل انقطاع کے سبب اُن کی زندگیاں انسان میں صفاتِ الٰہی کے جلوہ دکھانے کی پاک و صاف آئینوں کی مانند تھیں۔

جیسے جیسے نوعِ انسانی ترقی کرتی جاتی ہے یہ نئے اور اعلیٰ وحی کے سمجھنے کی استعداد حاصل کرتی جاتی ہے۔ جوں جوں اس کی استعداد لگاتار بڑھتی جاتی ہے توں توں وقتاً فوقتاً اس کی روحانی زندگی کے اصول پر عمل کرنے کی لیاقت کم ہوتی جاتی ہے۔ گویا عمل اور ردِّ عمل کا ایک سلسلہ ہے جو ہمیشہ سے ہے اور رہے گا۔ پس جب کبھی ردِّ عمل اپنی انتہائی حد تک پہنچ جاتا ہے تو خدا کا پیغمبر ظاہر ہوتا ہے تاکہ وہ انسانوں کے بجھے ہوئے دلوں کو دوبارہ جلا کرے۔ جس سے ان میں صفاتِ الٰہیہ کے انعکاس قبول کرنے کی قوت پیدا ہو۔ ہر ایک بڑے دین کے بانی نے اپنے ماننے والوں کو آگاہ کیا۔ اس نے انھیں رجعت یا دوبارہ آنے کی خوشخبری دی۔ اور انھیں نصیحت کی کہ

جب کبھی حق دوبارہ ظاہر ہو اُسے قبول کرنا۔ اور یہ بھی کہا کہ حق کا دوبارہ ظاہر ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ دین کا رسوم و رواج بن جانا اور بگڑ کر انسانی خواہشاتِ نفسانی کا مجموعہ ہو کر رہ جانا لازمی ہے۔

گذشتہ ادیان کی تاریخ ہمارے اس بیان کی گواہ ہے۔ سری کرشن بھگوان کے آنے سے پہلے ہندوستان دھرم سے خالی نہ تھا۔ مگر چونکہ پرانے رشیوں اور اوتاروں کی روشنی اب انسانوں کے دلوں کو روشن نہ کر سکتی تھی اس لئے سری کرشن بھگوان نے جنم لیا۔ اور آسمانی وحی کی بانسری سے انسانی دلوں کو اپنا متوالا بنایا۔ اور انھیں نیکی اور محبت کا راستہ دکھایا۔ دھرم میں اصلاح کی اور اُنہی پرانے دھرم کو پھر سے زندہ کیا۔ مگر امتدادِ زمانہ کے سبب اور لوگوں کی سرکشی و گمراہی کے باعث صرف آپ کی پاک تعلیمات کو ہی مسخ نہیں کیا بلکہ خود اس جوہرِ پاک کو ایسا بنا کر ظاہر کیا ہے کہ وہ ایک ایسا شخص تھا جو دنیوی لذائذ اور شہوانی خواہشات کا دلدادہ تھا۔

ہندوستان پر ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ انھیں فرضی کہانیوں پر اعتقاد رسم درواج پر دلدادگی اور حیوانی اور انسانی قربانی اعلیٰ درجہ کا دھرم سمجھی جاتی تھی۔ ایسے خونی زمانہ میں بھگوان بدھ ظاہر ہوا۔ اور اس نے دھرم کے بجھتے ہوئے انگاروں میں ایک نیا شعلہ پیدا کیا۔ آپ کے محبت اور اہنسا کے پیغام نے انسان کو مجبور کیا کہ وہ بداخلاقی۔ تشدد اور اجحافانہ رسم و رواج سے باز آئیں۔ بدھ دھرم کی جوت میں راجہ اشوک ہندوستان کو عزت اور شہرت کے بام پر لے گیا۔ بدقسمتی سے بدھ دھرم کے وہ پُرجلال دن بھی ختم ہو گئے۔ بدھ دھرم کی سچی تعلیمات اب فقط اس کی پاک کتابوں کی سجاوٹ ہیں۔ اصلی بدھ دھرم کہیں بھی نہیں ہے۔

اسی طرح حضرت زرتشت بھی ایران میں کوئی پہلے پیغمبر نہ تھے۔ آپ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر آ چکے تھے۔ مگر لوگ ان کی تعلیمات بھول چکے تھے۔ حضرت زرتشت نے قدیم ایرانیوں کو توہمات۔ جہالت اور طبیعت پرستی میں ڈوبے ہوئے پایا۔ اپنے آسمانی پیغام کے ذریعے حضرت زرتشت نے ایرانیوں کو جگایا۔ انھیں ان کے اعتقادات کا بودا پن دکھایا اور ان میں شریف خیالات پیدا کئے۔ یہ لوگ متحد اور ترقی کے دلدادہ دنیا بھر میں بہادری۔ اخلاق۔ کلچر اور تمدن کے لئے مشہور ہو گئے۔ جبتک زرتشتی اپنے دین پر عامل رہے وہ دنیا میں ہر جگہ فتحمند رہے مگر جوں ہی اُن کی روحانی ترقی بند ہوئی شکست اور ذلت نے انھیں گھیر لیا۔ ان کی سلطنت جاتی رہی اور وہ دوسروں کے غلام بن گئے۔ اپنے وطن سے بے وطن ہو کر وہ دنیا کی آبادی کے سمندر میں گمشدہ قطرے کی طرح زندگی بسر کر رہے ہیں۔ زرتشتیوں کے پاس حضرت زرتشت کا سچا دین نہیں رہا۔ ان کی کتابیں اُن کے ہاتھ میں نہیں رہیں۔ جسے وہ آجکل دین کہتے ہیں اور جس پر عمل کرتے ہیں وہ فقط ہندو اور قدیم مجوسی اعتقادات کا مرکب ساہے۔

بنی اسرائیل مصریوں کے اسیر تھے۔ وہ لوگ انھیں حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ یہانتک کہ ایک ذلیل ترین ایک شریف ترین اسرائیلی کے ساتھ جو ظلم چاہتا تھا کر سکتا تھا۔ غلامی اور جہالت میں پلے ہوئے یہ لوگ فرعون کے لوگوں سے کوئی پناہ کی جگہ نہ رکھتے تھے۔ حضرت موسیٰ نے انھیں آزاد کیا۔ متحد بنایا اور ان غلاموں کو ایسا مہذب بنایا کہ وہ دنیا کے تمام لوگوں سے انسانی صفات۔ علوم و فنون۔ استقامت و عزم۔ بہادری۔ جرأت۔ عزت اور فیاضی میں بڑھ گئے۔ مگر جب امتدادِ زمانہ سے وہ دین کی بنیادی تعلیمات کو بھول گئے اور حضرت موسیٰ کی تعلیمات کو سطحی رسومات اور ملحدانہ رواج سے بدل دیا تو ان کا اقبال زوال میں اور ان کی عزت بدترین ذلت میں بدل گئی۔

حضرت عیسیٰ نے ان لوگوں کو منتشر اور بے وطن پایا۔ اس نے ان کو شجرۂ مسیحیہ کے سایہ تلے متحد کیا۔ اس نے ان میں ایک نئی روح پھونکدی اور بہت جلد یہ وحشی قانون "جس کی لاٹھی اُس کی بھینس" منسوخ کر دیا گیا۔ حضرت مسیح کی تعلیم محبتِ خدا اور محبتِ انسانی کا پیلا نقشہ یہ ہوا کہ ان قوموں میں رفاہِ عام کے ادارے قائم ہونے لگے۔ خدا اور مسیح کے نام پر

زندہ کلیسیا کے تمام مبر ایسی اخوت کی لڑی میں پروئے گئے جو عمل میں بھی ایسی ہی پُر اثر تھی جیسی خیال میں خوبصورت و باعظمت تھی مگر اتحاد و اتفاق سے پادری لالچی اور دنیا دار ہوتے گئے۔ وہ مادی درجات اور شہرت کے پیچھے لگ گئے۔ بادشاہوں کے درباروں میں ان کے ٹھٹ کے ٹھٹ دنیوی جاہ و جلال کی امید میں جمع رہنے لگے۔ امیر آدمیوں کے قیمتی اوقات اور حکومتوں کی طرف سے زکوٰۃ نے ان پادریوں کو لوگوں سے بے پرواہ بنا دیا اور وہ مغرور اور کاہل بن گئے۔ وہ حکومتوں کے بڑے بڑے اعیان و ارکان کا ہاتھ بٹانے لگے جو ظلم و تشدد کے بانی اور بغاوت و حکم عدولی کے سرگروہ ہوتے تھے۔ انھوں نے ہمیشہ رہنے والے جلال سے رخ پھیر لیا۔ اور دنیوی مفاد اور نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کی کشمکش میں وہ ایک دوسرے کی مدد کرنے لگے۔ حکومت کے وزیروں اور کلیسا کے خادموں دونوں نے مل کر عوام کو دبانا۔ پامال کرنا اور ان پر ہر ایک ظلم روا رکھنا شروع کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دین، تہذیب اور فارغ البالی کا بنیادی اصول اقوام یورپ میں سے جاتا رہا۔

لیکن حضرت محمدؐ کے ظہور سے اُمید کی ایک نئی صبح ظاہر ہوئی اور دنیا میں ایک نئی روشنی چمک اٹھی۔ اہل عرب جو ظہورِ اسلام سے پہلے جہالت اور بربریت میں مشہور تھے ساری دنیا کی قوموں میں علوم و فنون درس و تدریس۔ فلسفہ۔ سیاسیات۔ اخلاقیات۔ صنائع اور ایجادات میں صفِ اوّل میں ہو گئے۔ اتحاد نے انھیں ایسا طاقتور بنا دیا کہ وہ ساری دنیا پر حاکم ہو گئے۔ لیکن آج جو نظارہ اسلام پیش کر رہا ہے وہ بالکل ایک علیحدہ بات ہے۔ وہ پہلے کی عزت اور اتحاد اب ذلت اور نفاق سے بدل گیا ہے۔ مسلمانوں نے اپنی گمراہی سے اپنے دین کے جلال کو گھٹا دیا ہے فرقوں اور جماعتوں میں بٹ کر مسلمان بت پرست ہو گئے ہیں اور ان کے بت گوشت اور پوست کے چلتے پھرتے انسان ہیں جو مٹی اور پتھر کے بتوں سے بہت زیادہ مضرت رساں ہیں۔ پیروں اور قبروں کی پرستش نے بانی اسلام کی عزت اور محبت کو ان کے دلوں سے مٹا دیا ہے اگر انسانی گمراہی اور برائی آج بھی ویسی ہی ہے جیسی دو ہزار برس پہلے تھی تو آجکل کے مسلمان ان عیسائیوں سے کسی طرح کم نہیں جو ابتدا اسلام کے زمانہ میں تھے۔ پر اگر انسانی برائیوں اور گمراہی میں کچھ اضافہ ہوا ہے تو آجکل کے مسلمان ان عیسائیوں سے اتنے ہی بدتر ہیں۔

ایک رحم کرنے والے خدا سے یہ کس طرح توقع کی جا سکتی ہے کہ انسان تو برائیوں اور گناہوں کی تاریکی میں ٹھوکریں کھاتا پھرے اور وہ اس کی ہدایت اور نجات کے لئے پیغمبر نہ بھیجے؟

موجودہ بے دینی۔ مادہ پرستی اور بے پروائی عالمگیر ہے اور اتنی عظیم الشان ہے کہ پہلے کبھی دنیا میں دیکھی یا سنی نہیں گئی۔ تمام دینوں کی پاک کتابوں میں اس زمانہ کا ذکر ہے اور اس طوفانِ عظیم کا بھی ذکر ہے جو ان حالات کے بعد خدائی آواز نہ سننے کے سبب دنیا کو تباہ و برباد کر دیگا۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ ہر دین نے تسلی دی ہے کہ اس طوفانِ بلا کے بعد نوعِ انسان پاک و پاکیزہ ہو جائے گی۔ ایک نئی عالمگیر تہذیب قائم کی جائے گی اور تمام نوعِ انسان ایک گلے میں متحد اور ایک ہی آسمانی گڈریے کے زیرِ سایہ ہو جائے گی۔

اب ہم جب بات کرتے ہیں تو ساری دنیا کی بات کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں ساری دنیا کی جنگ۔ ساری دنیا کا امن۔ ساری دنیا کے لئے ایک زبان۔ ساری دنیا کی ایک حکومت۔ ساری دنیا کا ایک قانونِ معاشرت وغیرہ وغیرہ۔ اور ہم ایک ایسی دنیا میں رہ رہے ہیں جس کی طنابیں کھنچکر اتنی چھوٹی بن گئی ہے کہ اب ہر ایک ملک ایک دوسرے کا پڑوسی بن گیا ہے۔ آمد و رفت کے وسائل۔ معاشیات اور میل و رسائل کی آسانیوں نے تمام ملکوں کو ایک ملک بنا دیا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ جب دنیا اس قدر بدل گئی ہے تو کیا وجہ ہے کہ ہم یہ نہ مانیں کہ دین بھی بدلنا چاہئے۔ اور ایک نئے پیغمبر کو موجودہ دنیا کے حالات کو سنوارنے کے لئے ایک عالمگیر

دین کے ساتھ آنا چاہئے ؟

تقریباً سب کے سب اس سوال کا یہی جواب دیتے ہیں کہ ایسا ہونا ممکن ہے مگر ساتھ ہی یہ کہتے ہیں کہ یہ ان کا ہی دین ہوگا جو آخر کار دنیا کی اصلاح کریگا اور تمام دنیا کا دین بنے گا۔ عیسائی بھی یہی کہتے ہیں۔ یہودی بھی یہی دعویٰ کر رہے ہیں۔ مسلمان بھی یہی کہتے ہیں اور دوسرے ادیان کے لوگ بھی یہی کہتے ہیں۔ مگر وہ یہ بات بغیر سوچے سمجھے کہہ دیتے ہیں۔ جب یہودیوں نے اپنے دین کی تعلیمات پر عمل کرنا چھوڑ دیا تو حضرت عیسیٰ آئے تاکہ انھیں سیدھی راہ دکھائیں۔ آپ نے یہ کام کیسے کیا۔ یہودیوں کے دین کے ذریعے نہیں۔ بلکہ ایک نئے دین کے ذریعے جو بعد کو عیسائیت کہلایا۔ آپ نے تورات کے قوانین بدل دیئے۔ "آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت" کی جگہ آپ نے فرمایا۔ "اگر کوئی تمھارے بائیں رخسارے پر طمانچہ مارے تو تم داہنا بھی اس کی طرف کر دو"

جب عیسائی اپنے دین سے ہٹ کر ذلت اور بے دینی میں پڑ گئے تو حضرت محمد ظاہر ہوئے۔ حضرت عیسیٰ کے قانون بدل دیئے گئے اور نئے قانون دیئے گئے جو بہت کچھ حضرت موسیٰ کے قوانین کے مطابق تھے۔ مگر آپ کا دین اسلام کہلایا۔ یہودیت نہیں کہلایا۔ اب جبکہ مسلمان بھی اپنے جادۂ دین سے گر گئے ہیں اور کل دنیا اخلاقی اور روحانی تنکیسوں سے دوچار ہو رہی ہے ایک نیا دین قوت اور قدرت کے ساتھ ظاہر ہوا ہے اور اس دین کا نام امر بہائی ہے۔ یہ دین چہار اطراف عالم میں نہایت تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے اور یہ صرف مسلمانوں کو ہی ایک نئی زندگی نہیں دے رہا۔ بلکہ عیسائی۔ یہودی۔ زرتشتی ہندو وغیرہ بھی اس سے ایک نئی روح حاصل کر رہے ہیں۔ اس امر کے بانی کی زندگی کے حالات اور اس کی تعلیمات پڑھنے سے روشن ہو جاتا ہے کہ اس دین میں کل دنیا کا دین بننے کے لئے کس قدر استعداد اور قوت موجود ہے۔

چونکہ تمام موجودہ دین اور دھرم اپنے اپنے ماننے والوں کی زندگیوں پر اثر انداز نہیں رہے اس لئے ناممکن ہے کہ وہ دوسرے ادیان کے ماننے والوں کو ایک مرکز پر جمع کر سکیں۔

مندر۔ گرجے۔ یہودیوں کی عبادت گاہیں اور آتشکدے اب تزکیۂ نفس کے مرکز ہونے کی بجائے کاروبار کی منڈیاں بن رہی ہیں ہمیں آجکل سچے دین کی اتنی ضرورت ہے کہ پہلے کبھی نہ تھی۔ یہ کہنا کہ کوئی دین آخری دین ہے اور اب اس کے بعد کوئی دین نہ آئے گا۔ اور کوئی پیغمبر اب گمراہ انسانوں کی ہدایت کے لئے ظاہر نہ ہوگا۔ صفاتِ الٰہی سے کم علمی ظاہر کرتا ہے۔ ایسی دلیلیں اپنے نبی سے جھوٹی محبت۔ جہالت اور خدا پر سوءِ ظن سے پیدا ہوتی ہیں۔

بہائی کلنڈر

۹۸ سال ہوئے کہ بہائی تقویم دنیا میں جاری ہے۔ ہر مہینہ انیس ۱۹ دن کا اور ہر سال انیس ۱۹ مہینے کا ہوتا ہے۔ جنتری کی دنیا میں یہ ایک نئی ترتیب ہے جو لوگوں کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگی۔

ہندوستان میں بھی بلجملہ اشاعت بہائی کئی سال سے بہائی تقویم شائع کر رہا ہے ہر سال پہلے سال سے بہتر و خوبتر بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ امسال بھی بہائی کلنڈر طبع کرایا گیا ہے جو نہایت عمدہ ہے۔ باوجودیکہ کاغذ گراں ہے پھر بھی عمدہ کاغذ پر کلنڈر تیار کیا گیا ہے۔ ۱۵-۱۲ انچ سائز ہے۔ دو رنگ میں چھپا ہے۔ تاریخ بہائی کے ساتھ انگریزی تاریخ بھی دیگئی ہے۔ دیوار پر لگانے کے لئے نہایت موزوں ہے۔ ہر بہائی مہینے کے پورا ہونے پر ایک کاغذ علیحدہ کر دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی مشرق الاذکار کا فوٹو سکان کی زینت ہوتا ہے۔ قیمت فی نسخہ چار آنہ۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار

منگانے کا پتہ:-

بہائی پبلشنگ کمیٹی۔ بہائی ہال کراچی

"عذاب النار"

"طلوعِ اسلام دہلی" ایک بہترین رسالہ ہے۔ جناب غلام احمد پرویز ایک مفکرِ اسلام کی حیثیت سے قابلِ قدر کام کر رہے ہیں۔ جمود و تقلید کی زنجیریں توڑنے میں طلوعِ اسلام کی جد و جہد نہایت بیش قیمت ہے تمام مسلمانوں کو طلوعِ اسلام کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ قیمت سالانہ مع محصول ڈاک پانچ روپے۔ نمونہ کے لئے ۴۰ر کے ٹکٹ بھیجئے۔ جناب آخوندزادہ حسین امام منیجر طلوعِ اسلام دہلی قرول باغ سے طلب فرمایئے

طلوعِ اسلام مارچ ۱۹۴۳ء میں ایک مقالہ بعنوان "عذاب النار" شائع ہوا ہے جسمیں سے ایک اقتباس قارئین پیامبر بھی ملاحظہ فرمائیں:-

"دنیا کی مختلف قوموں پر نگاہ ڈالئے۔ کچھ قومیں غلبہ اور قوت میں بہت آگے ہوتی ہیں اور کچھ قومیں کمزور اور ضعیف۔ زبردست قومیں ان زیردست قوموں کو اپنا محکوم رکھتی ہیں اور دنیائے معاملات اور بساطِ سیاست پر محکوموں کے فیصلے بالادست قوم کے فیصلوں کے تابع ہوتے ہیں۔ محکوم اقوام کے پاس اپنی حفاظت کے لئے کچھ سامان نہیں ہوتا۔ وہ اپنی حفاظت و مدافعت کے لئے بالادست اقوام کی قوت و سامان کی محتاج ہوتی ہیں۔ دنیا میں حرب و ضرب کے فیصلے تو بالادست اقوام ہی کرتی ہیں لیکن زبردست اقوام ان فیصلوں کے تابع ہونے کی وجہ سے ان شعلہ فشانیوں سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتیں۔ جب آگ کا عذاب چاروں طرف سے گھیر لیتا ہے تو زیردست اقوام بالادست اقوام کو پکارتی ہیں کہ اس مصیبت کو ان سے رفع کریں لیکن اُس وقت کمزور اور قوی دونوں بے بس ہوتے ہیں۔ اللہ کا عذاب نہ کسی کے روکے رُک سکتا ہے نہ کسی کے ٹالے ٹل سکتا ہے۔

واذ یتحاجون فی النار فیقول الضعفاء للذین استکبروا انا کنا لکم تبعا فھل انتم مغنون عنا نصیبا من النار

قال الذین استکبروا انا کل فیھا ان اللہ قد حکم بین العباد ۴۰/۴۷-۴۸

جب آگ کے عذاب میں وہ ایک دوسرے سے جھگڑ رہے ہونگے تو اُس وقت کمزور لوگ اُن سے کہینگے جو (طاقت کے بل پر) تکبر کرتے تھے کہ ہم تو یقیناً تمھارے تابع تھے تو کیا تم اس عذاب نار کا کچھ حصہ ہم سے ہٹاؤ گے نہیں؟ جو لوگ تکبر کرتے تھے وہ کہینگے کہ ہم تو سب ہی اس عذاب کے اندر ہیں یقیناً اللہ نے بندوں میں فیصلہ کر دیا ہے۔

دوسرے مقامات پر بھی ان جماعتوں کے باہمی جھگڑوں کا ذکر ہے۔ یعنی وہ جماعتیں جو اس ہلاکت کے آشین عذاب کو چھیڑتی ہیں اور (ان کے بعد) وہ جماعتیں جنھیں ان کی اتباع میں بلا اختیار و ارادہ اس ہلاکت کے گڑھے میں کودنا پڑتا ہے۔ سورۂ صٓ میں عذابِ نار کے ذکر میں ہے۔

ھٰذا فوج مقتحم معکم لا مرحبا بھم انھم صالوا النار قالوا بل انتم لا مرحبا بکم انتم قدمتموہ لنا فبئس القرار

قالوا ربنا من قدم لنا ھذا فزدہ عذابا ضعفا فی النار ہ
"یہ ایک جماعت اور آئی جو تمھارے ساتھ (عذاب میں شریک ہونے کے لئے) آنکھیں بند کر کے کود رہے ہیں۔ اُن پر خدا کی مار ہو۔ یہ بھی دوزخ میں چلے آرہے ہیں وہ (اگلوں سے) کہینگے کہ خدا کی مار تمھارے اوپر ہو۔ کیونکہ تم نے ہی تو اِس مصیبت کو ہمارے لئے تیار کیا ہے جو بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔ وہ (پچھے آنیوالے) کہینگے۔ اے ہمارے پروردگار! جس نے اس عذاب کو ہمارے لئے تیار کیا ہے اُسے آگ کا دُگنا عذاب دینا۔"

جب آگ کا عذاب چاروں طرف سے مسلط ہو جائے گا تو ہر شخص اعتراف کرے گا کہ فی الواقع یہ ان کے جرائم کا فطری نتیجہ ہے۔ اس وقت انھیں احساس ہوگا کہ وہ نظام جو غیر خدائی قوانین کی بناء پر مرتب کیا گیا تھا کس قدر ہلاکت آفریں تھا۔ اس وقت چاروں طرف سے ایک جدید نظام کی آوازیں بلند ہونگی۔ ہر ایک کی آواز ہوگی کہ اس عذاب سے نجات کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔ ہر طرف سے پکار ہوگی کہ

فاعترفنا بذنوبنا فھل الی خروج من سبیل ۴۰/۱۱
"ہم اپنے جرائم کا اعتراف کرتے ہیں۔ سو اس (عذاب) سے نکلنے کی کوئی راہ بھی ہے؟"

پھر یہ بھی دیکھئے کہ اس عذاب نار کی طرف روانگی اور اس میں داخلہ کس انداز سے ہوگا۔ دھوئیں کے بادلوں کے سائے میں (ظل من یحموم ۵۶/۴۳) طوق و زنجیر میں جکڑے ہوئے (ثم فی سلسلۃ ذرعھا سبعون ذراعا فاسلکوہ ۶۹/۳۲) آگ کے شعلوں کی لپٹ سے منہ جھلسے ہوئے چہرے بگڑے ہوئے (تلفح وجوھھم النار وھم فیھا کالحون ۲۳/۱۰۴) آگ کے عذاب کی طرف دھکیلے جائینگے (یوم یدعون الی نار جھنم دعا ۵۲/۱۳) اور سامنے سے بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلے بڑے بڑے محلات جتنے پھیلاؤ میں اور اس انداز سے کہ گویا زرد رنگ کے اونٹ قطار در قطار کھڑے ہیں۔ (انھا ترمی بشرر کالقصر ہ کانہ جملت صفر ۷۷/۳۲-۳۳) یہ ہوگا وہ آتشیں عذاب جس کی طرف مجرمین کشاں کشاں پابجولاں گھسٹتے چلے جائینگے۔ چیختے۔ چلاتے۔ مدد کو پکارتے۔ لیکن اُس دن نہ اُن کا کوئی یار و مددگار ہوگا نہ رفیق اور دوست، جو انھیں اس ہلاکت انگیز عذاب سے نجات دلا سکے کہ یہ عذاب تو اُن کے اپنے ہاتھوں کا لایا ہوا ہے۔

حیاتِ اُخروی کے جہنم کے متعلق انسانوں کو سمجھانے کے لئے انسانوں ہی کی زبان میں بیان کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اُس عذاب کی حقیقت اور ماہیت کیا ہے؟ آج کوئی دماغ اس کا تصور اور کوئی قلب اس کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا۔ یہ تو وہیں جا کر معلوم ہوگا۔ لیکن خود اس دنیا میں انسان اپنے غیر فطری نظامِ زندگی کے طفیل آگ کے جس عذاب میں آج مبتلا ہے دیکھئے کہ اُخروی عذاب النار کا تمثیلی بیان اُس پر بھی کس طرح منطبق ہو رہا ہے۔ زمین سے آگ۔ آسمان سے آگ۔ دائیں اور بائیں آگ۔ ہوا میں آگ۔ پانی میں آگ۔ غرضیکہ ہر مکان میں آگ (ہر مکین کے دل میں آگ) اوپر اور نیچے آگ کے پردے۔ چیخ اور پکار۔ نالہ و شیون۔ آہ و بکا۔ زنجیروں میں جکڑے ہوئے انسان۔ کشاں کشاں آگ کے شعلوں کی طرف دھکیلے چلے جا رہے ہیں۔ ہر شخص تڑپ رہا ہے کہ اس عذاب سے نکل بھاگنے کی کوئی صورت ہو۔ لیکن بے بسی کا یہ عالم کہ ہر شخص اپنی تمناؤں کے باوجود پھر آگ کے گڑھوں کی طرف جانے پر مجبور ہے۔ قوموں کی قومیں۔ کوئی بلا ارادہ کوئی بلا ارادہ اس آگ میں جھلسے جانے کے لئے دہکتے ہوئے انگاروں میں کودتی چلی جا رہی ہیں۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اور اس سے بچا کیسے جا سکتا ہے!! دھوئیں کے سیاہ بادل چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ ۳۰ سو میل کی مسافت سے تیل کے بھڑکتے ہوئے شعلے دکھائی دے رہے ہیں۔ ہلاکت اور بربادی کے عفریت ہر طرف فضا میں منڈلا رہے ہیں۔ تباہی اور خونریزی کے شیاطین کی زنجیریں کٹ چکی ہیں اور وہ پورے کے پورے صفحۂ ارض پر انسانوں کی لاشیں روندتے پھاندتے آگ اور خون کی ہولی کھیلنے میں مصروف ہیں۔ کسی گوشے میں امن نہیں۔ کوئی

کو نہ محفوظ نہیں۔ اور یہ سب اس لئے کہ انسانوں نے خدا کو بھلا دیا اور انسانیت کو قوانینِ خداوندی کی بجائے خود ساختہ آئین و دستور کے قالب میں ڈھالنے پر مجبور کر دیا۔ جس کا لازمی نتیجہ آگ کا عذاب تھا اور یہ عذاب تو اُس آنیوالے عذاب کے مقابلے میں کچھ حقیقت ہی نہیں رکھتا۔ یہ عذاب مسلط اس لئے کیا جاتا ہے کہ شاید انسان اس سے عبرت حاصل کرے اور اپنے آپ کو نظامِ خداوندی کے تحت لاکر اس بڑے عذاب کی ہلاکت سے بچ جائے۔

ولنذیقنھم من العذاب الادنیٰ دون العذاب الاکبر لعلھم یرجعون (۳۲/۲۱) ہم یقیناً انھیں عذاب اکبر (بڑے عذاب) کے دروے ادنیٰ (قریبی) عذاب چکھائینگے۔ تاکہ شاید یہ لوگ (حقیقت کی طرف) رجوع کر لیں ـــــ شاید انسان اس عالمگیر عذاب سے عبرت حاصل کرکے اپنی روشِ زندگی کو فطرت کے صحیح قوانین (کتاب اللہ) کے تابع کرلے۔ اگر اس نے ایسا کرلیا تو سمجھئے کہ اس نقصان کے مقابلہ میں فائدہ زیادہ ہے لیکن اتباعِ فطرت کی اِس سرزنش اور گوشمالی کے باوجود اگر اس نے حقیقت کی طرف آنے سے اعراض برتا تو سمجھ لے کہ قوانینِ الٰہیہ کے انتقام کی گرفت بڑی سخت ہوتی ہے۔ "ومن اظلم ممن ذُکِّر بآیاتِ ربہٖ ثم اعرض عنھا انا من المجرمین منتقمون (۳۲/۲۲) اور اُس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جسے خدا کی نشانیوں کی یاددہانی کرائی جائے لیکن اس کے بعد وہ ان سے پہلوتہی کرلے یقیناً ہم قانونِ سکافاتِ عمل کے تحت مجرمین سے انتقام لیکر رہینگے۔

مُسدّسِ حالیؒ

"ونُفخ فی الصّور" (اذا رُجّت الارض رجّا)

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی — عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی

فاذا ھم من الاجداث الی ربھم ینسلون۔ قالوا یٰویلنا من بعثنا من مرقدنا

نئی اِک لگن سب کے دل میں لگادی — اِک آواز میں سوتی بستی جگادی

ھٰذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون

پڑا ہر طرف غُل یہ پیغامِ حق سے — کہ گونج اُٹھے دشت و جبل نامِ حق سے

یتلوا علیھم اٰیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ

سبق پھر شریعت کا اُن کو پڑھایا — حقیقت کا گر ایک اِک اُن کو بتایا

وان کانوا من قبل لفی ضلٰلٍ مبین

زمانے کے بگڑے ہوؤں کو بنایا — بہت دن کے سوتے ہوؤں کو جگایا

فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید

کھلے تھے جو راہ ابتک جہاں پر — وہ دکھلا دیئے ایک پردہ اٹھاکر

ھٰذا کتابنا ینطق علیکم بالحق انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون

نبوت نہ گر ختم ہوتی عرب پر — کوئی ہم پہ مبعوث ہوتا پیمبر

تو ہے جیسے مذکور قرآں کے اندر — ضلالت یہود اور نصاریٰ کی اکثر

یونہی جو کتاب اُس پیمبر پہ آتی
وہ گمراہیاں سب ہماری جتاتی

( )

اذا الشمس کوّرت (جب آفتاب دین بے نور ہو جائے گا)

یہ گدلا ہوا جب کہ چشمہ صفا کا گیا چھوٹ سررشتہ دین ہدیٰ کا

واذا النجوم انکدرت (اور جب ستارے (علمائے دین) ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے)

رہا سر پہ باقی نہ سایہ ہما کا تو پورا ہوا عہد تھا جو خدا کا

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم

(خدا تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ آپ اپنی حالت نہیں بدلتی)

کہ ہم نے بگاڑا نہیں کوئی ٹہنی وہ بگڑا نہیں آپ دنیا میں جب تک

وانشقت السماء فھی یومئذٍ واھیہ

(اور آسمان دین پھٹ جائے گا اور وہ اس روز بالکل بودا ہو گا)

مگر دین برحق کا بوسیدہ ایواں تزلزل میں مدت سے ہیں جس کے ارکاں

زمانہ میں ہے جو کوئی دن کا مہماں نہ پائینگے ڈھونڈا جسے پھر مسلماں

والملک علیٰ ارجائھا

(اور فرشتے (علمائے دین) اس کے کناروں پر آجائینگے (یعنی دین کی طرف سے توجہ ہٹا لینگے))

عزیزوں نے اس سے توجہ ہٹالی عمارت کا ہے اس کی اللہ والی

لکل امۃ اجل فاذا جاء اجلھم فلا یستأخرون ساعۃ ولا یستقدمون

(ہر قوم کے لئے ایک وقت معین ہے۔ جب اُن کا وہ معین وقت آپہنچتا ہے تو ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں)

اور نہ آگے سرک سکتے ہیں

یہاں ہر ترقی کی غایت یہی ہے سرانجام ہر قوم و ملت یہی ہے

سدا سے زمانہ کی حالت یہی ہے طلسم جہاں کی حقیقت یہی ہے

بہت یاں ہوئے خشک چشمے اُبل کر

بہت باغ چھانٹے گئے پھول پھل کر

یومئذٍ تحدث اخبارھا (اس دن زمین اپنی خبریں دے گی)

واذا الصحف نشرت (جب کتابیں پھیلائی جائیں گی)

واشرقت الارض بنور ربھا (اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی)

پہنچتی ہیں ملکوں سے دم دم کی خبریں چلی آتی ہیں شادی و غم کی خبریں

عیاں ہیں ہر اک برِ اعظم کی خبریں کھلی ہیں زمانے پہ عالم کی خبریں

نہیں واقعہ کوئی پنہاں کہیں کا

ہے آئینہ احوال روئے زمیں کا

ثم یوم القیٰمۃ یکفر بعضکم ببعض ویلعن بعضکم بعضاً

(اور پھر قیامت میں تمہارا یہ حال ہوگا کہ) تم میں ہر کوئی ایک دوسرے کا مخالف ہو جائے گا اور ایک دوسرے پر لعنت کرے گا"

نہ سُنی میں اور جعفری میں ہو اُلفت نہ نعمانی و شافعی میں ہو ملت

وہابی سے صوفی کی کم ہو نہ نفرت مقلد کرے نا مقلد پہ لعنت

رہے اہل قبلہ میں جنگ ایسی باہم

کہ دینِ خدا پر ہنسے سارا عالم

کُلُّ مَنْ علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام

"جو کوئی اور چیز بھی کہ ہے فنا ہونے والا ہے اور باقی رہیگی ذات پروردگار تیرے صاحب بزرگی اور صاحب انعام کی"

وہی ایک ہے جس کو دائم بقا ہے جہاں کی وراثت اُسی کو سزا ہے

سوا اس کے انجام سب کا فنا ہے نہ کوئی رہیگا نہ کوئی رہا ہے

مسافر یہاں ہیں فقیر اور غنی سب

غلام اور آزاد ہیں رفتنی سب

(طبع پرواز)

سبع سموات

پیامبر دہلی جنوری ۱۹۴۳ء میں بعنوان "علم السموات والارض" ایک مقالہ شائع ہوا تھا جس میں لغتِ عرب اور آیاتِ قرآن مجید سے یہ ثابت کیا گیا تھا کہ سماء کے معنی بلند چیز اور بلندی ہیں۔ ارض کے معنی پست چیز اور پستی ہیں۔ شریعت یا دین حق اپنی حقیقی بلندی میں سب سے ممتاز ہے اور اسی لئے دین کو قرآن مجید میں سماء قرار دیا ہے اور سمواتِ سبع وہ ادیانِ حق ہیں جو ہمارے موجودہ زمانۂ تاریخ میں اصولی اعتبار سے سات دین ہیں۔ دین اسلام دینِ عیسیٰ۔ دینِ موسیٰ۔ دینِ صابی۔ دینِ زرتشتی۔ ویدک دھرم۔ بودھ دھرم دینِ خداوندی اپنی حقیقت میں ازل سے ابد تک ایک ہی دین ہے۔ لیکن اختلافِ تشکیلات کی بنا پر یہ سات دین ہیں۔ جن کے ماننے والی اقوام عالم بڑی بڑی ترقیات کر چکی ہیں۔ اور قرآن مجید میں سبع سموات سے مراد یہی سات ادیانِ عالم ہیں۔ اور ان سموات و ارض کا چھ دن میں بنایا جانا یہ مفہوم رکھتا ہے کہ یہ سات ادیان اور ان کے زیر سایہ امتوں کا ظہور چھ ہزار سال کے عرصے میں ہوا ہے۔ اسی کو قرآن مجید میں ستۃ ایام فرمایا ہے اور صاف کہدیا ہے کہ ایک یوم سے مراد خداوندی ایک ہزار سال ہے۔ (سورۂ حج و سورۂ سجدہ)

اس کے ساتھ مقالہ "علم السموات والارض" میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ لفظ سماء مادی لحاظ سے بلند چیزوں پر بھی اطلاق پاتا ہے اور سموات سے مراد بلند کرات بھی ہیں جو سات نہیں ہیں بے شمار ہیں۔ اور قدیم و جدید علمائے ہیئت کے کچھ بیانات بھی پیش کر دیئے گئے تھے۔

مقالہ "علم السموات والارض" پر جناب خواجہ عباد اللہ صاحب اختر بی۔ اے نے صحیفۂ "البیان" امرتسر بابت ماہ مارچ ۱۹۴۳ء میں چند تنقیدات فرمائی ہیں جن کے جوابات یہاں عرض کئے جاتے ہیں۔ ایسے علمی مذاکرات یقیناً مفید ہوتے ہیں:۔

(۱)

خواجہ صاحب موصوف فرماتے ہیں "بات تو صرف اتنی ہے کہ سموات و ارض کن معنوں میں قرآن میں استعمال ہوئے ہیں؟ علم السنہ کے عالم جانتے ہیں کہ ہر ایک زبان کے ہر ایک لفظ کا ابتدائی مفہوم محض محسوسات کو تعبیر کرتا ہے۔ سموات و ارض وہی مادی اشیاء ہیں جو ہم برہنہ آنکھ سے محسوس کرتے ہیں"۔

جواب۔ جناب نے یہ تو فرمایا نہ فرمائی کہ وہ "سماء" جسے برہنہ آنکھ سے ہم سب مشاہدہ کرتے ہیں کیا چیز ہے؟ جسے آسمان کہا جاتا ہے کیا وہ کوئی ٹھوس چیز ہے جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آسمان اتنا موٹا و دلدار ہے کہ پانچسو سال میں یہ موٹائی طے کی جا سکتی ہے اور آسمیں ستارے گڑے ہوتے ہیں۔ یا یہ کہ آسمان نام ہے فضائے بلند کا جسمیں بے شمار ستارے اور سیارے موجود و متحرک ہیں۔ سماء یا آسمان کے متعلق جناب کا خیال کیا ہے؟ اگر آپ اسے ایک ٹھوس چیز خیال فرماتے ہیں تو کیا قرآن مجید سے یہ بات ثابت ہوتی ہے؟ اور اگر جناب آسمان کو ایک فضائے وسیع یقین کرتے ہیں تو ہم اور آپ متحد ہیں۔ مقالہ علم السموات والارض میں یہ بات وضاحت سے لکھی جا چکی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ "پس آسمان صرف فضائے وسیع کا نام ہے کسی ٹھوس دلدار چیز کا نام نہیں۔ بے شمار دنیائیں اس فضائے لامتناہی میں اس طرح گشت لگا رہی ہیں جیسے پرندے فضائے بلند میں گھومتے ہیں

یا جیسے ابر کے ٹکڑے تیزی سے حرکت کرتے ہیں"۔

تورات کتاب پیدائش میں بھی فضاء کو آسمان لکھا ہے۔

"تب خدا نے فضاء کو بنایا" اور خدا نے فضاء کو آسمان کہا" (پ۱)

ہاں یہ یقینی بات ہے کہ قرآن مجید میں سماء فضائے وسیع کو بھی کہا ہے اور سبع سموات سے مراد سمٰوات ادیان ہیں۔ اپنی اپنی جگہ دونوں مفہوم درست ہیں اور خود قرآن میں اس کے دلائل موجود ہیں جن میں سے چند دلائل مقالہ علم السمٰوات والارض میں دیئے جا چکے ہیں۔

(۲)

جناب خواجہ صاحب موصوف فرماتے ہیں:۔ "حضرت علمی کا یہ ارشاد ہے کہ سماء اور ارض کے معنی بلندی اور پستی ہے۔ علم الالسنہ کے رو سے صحیح نہیں۔ کیونکہ ابتدائی مفہوم لازماً وہی کچھ ہے جو برہنہ آنکھ سے مادی دنیا میں محسوس ہو رہا ہے۔ بلندی پستی کا خیال بعد میں اخذ کیا گیا ہے۔ جبکہ خصوصیت سے عمومیت کی طرف ذہن منتقل ہوا۔

جواب۔ علم الالسنہ کے حقائق میں سے یہ بات بھی ہے کہ کوئی زبان یکدم مرتب نہیں ہوئی۔ ہر زبان نے تدریجی طور پر ترقی کی ہے جس وقت جو الفاظ محسوسات کے لئے رائج ہوئے وہ محسوسات کے لئے اور جس وقت جو الفاظ معنوی و روحانی چیزوں کے لئے جاری ہوئے وہ اپنی جگہ استعمال کئے گئے۔ اور بعض الفاظ ایسے ہیں جو اپنی حقیقت کی وسعت کے لحاظ سے مادی اور معنوی دونوں پہلوؤں کے لئے مستعمل ہوئے اور ہوتے ہیں بعض الفاظ فراموش اور متروک بھی ہوتے رہے اور نئے الفاظ پیدا ہوتے رہے ہیں اور آئندہ بھی زبانوں میں یہ سلسلہ کارفرما رہے گا۔ اصل چیز دیکھنے کی یہ ہے کہ جس کتاب کے الفاظ پر بحث ہے وہ کتاب ان الفاظ کو کن کن معنوں میں استعمال کر رہی ہے۔

مقالہ علم السمٰوات والارض میں لغت اور قرآن مجید کے حوالوں سے واضح کیا جا چکا ہے کہ لفظ سماء اور ارض کی لغوی حقیقت کیا ہے اور

.....

..... قرآن مجید نے کن کن موارد میں استعمال کیا ہے۔ نیز ظاہر ہے کہ قرآن مجید کا زمانہ زبانِ عرب کا ابتدائی زمانہ نہ تھا۔ جناب خواجہ صاحب موصوف کے خیال کے مطابق جب بلندی و پستی کا خیال اخذ کیا گیا اس سے بھی طویل عرصہ بعد کا زمانہ تھا جب قرآن مجید نازل ہوا۔ چنانچہ اگر بالفرض سماء یا آسمان کے ابتدائی معنی صرف فضا تسلیم کئے جائیں تو بھی تاریخی طور پر قرآن مجید سے پہلے سماء یا آسمان روحانی معنوں میں استعمال ہو چکا تھا۔ بہتر ہے کہ الہامی کتاب کے حوالے پر اکتفا کی جائے۔

حضرت مسیح کا قول انجیل مقدس میں درج ہے کہ میں آسمان سے آیا ہوں "قد نزلتُ من السماءِ" (انجیل یوحنا ۳۸) اور فرماتے ہیں آسمان پر کوئی نہیں چڑھا سوا اس کے جو آسمان سے اترا۔ یعنی ابن آدم جو اب بھی آسمان میں ہے۔" (انجیل مقدس یوحنا ۱۳)

ظاہر ہے کہ یہاں فضائے کائنات مراد نہیں بلکہ آسمانِ قدرت یا روحانی بلندی مراد ہے۔ اور یہ فقرہ کہ ابن آدم اب بھی آسمان میں ہے" کس قدر واضح ہے کہ یہاں آسمانِ قدرت یا روحانی بلندی کے سوا کوئی اور مراد نہیں ہو سکتی۔ پس لفظ سماء محسوسات کے علاوہ معقولات کے لئے قرآن مجید سے بہت پہلے استعمال ہو چکا تھا۔ لہٰذا لفظ سماء یا آسمان کو صرف فضاء کے معنی میں محدود ٹھہرانا درست نہیں بلکہ روحانی معنی میں بھی اس کا استعمال ثابت ہے۔

(۳)

جناب خواجہ صاحب موصوف فرماتے ہیں "آپ کا یہ ارشاد کہ سماء کا اطلاق بادل پر بھی قرآن مجید میں ہوا ہے قطعاً غلط ہے۔ قرآن مجید میں بادل کے لئے لفظ سحاب استعمال ہوا ہے"۔

جواب۔ لغتِ عرب میں سماء کے معنی سحاب بھی ہیں۔ لفظ سماء کے متعلق منجد میں ہے:۔

کل ما علاك وظهر المفرس } سماء ہر بلند چیز۔ گھوڑی کی پیٹھ۔ ہر چیز
سقف کل شئی۔ المطر۔ السحاب } کا بالائی حصہ۔ بارش۔ بادل۔

کلیات ابی البقاء لغت کی نفیس کتاب کہتی ہے "السحاب المطر۔ کہ لفظ سماء کے معنی بادل بھی ہیں۔ بارش بھی ہیں۔ قدیم مفسرین نے بھی کتنی ہی آیاتِ مبارکہ میں السّماء کا ترجمہ السحاب کیا ہے۔ ایک متداول درسی کتاب تفسیر جلالین کا حوالہ بطور نمونہ پیش کرنا کافی ہوگا۔ سورۂ بقر کی آیت اوکصیّبٍ من السماء میں السماء کے معنی لکھتے ہیں السحاب یعنی بادل۔

(۴)

جناب خواجہ صاحب موصوف فرماتے ہیں "جن آیات کا حوالہ علمی صاحب نے دیا ہے اُن میں سماء کا ترجمہ آسمان ہے بادل نہیں۔ اور نہ ہونا چاہئے کیونکہ بادل تو خود پانی کی ایک صورت ہے۔

جواب - سماء کے معنی بادل لغتِ عرب میں مسلّم ہیں۔ عربی داں مفسرین نے آیات میں السماء کے معنی السحاب کئے ہیں۔ رہی یہ بات کہ ان آیات میں سماء کا ترجمہ بادل نہ ہونا چاہئے، آسمان ہونا چاہئے ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں بشرطیکہ سماء کا مفہوم فضائے بلند ہو کیونکہ سماء کے یہ معنی زبانِ عرب میں مروّج ہیں۔ لیکن اگر سماء کا مفہوم کوئی ٹھوس چیز ہے جیسا کہ عوام کا خیال ہے تو اس صورت میں سماء کا یہ مفہوم دلائل سے ثابت کرنا چاہئے اور اب جبکہ یہ مشہور امر ہے کہ بادل ابخرات سے بنتے ہیں اور حرارتِ آفتاب سے کھنچ کر برستے ہیں تو پھر ٹھوس آسمان سے بارش کے معنی ہی کیا ہوئے؟

جناب خواجہ صاحب موصوف نے سماء سے مراد بادل نہ ہونے پر یہ استدلال فرمایا ہے کہ "بادل تو خود پانی کی ایک صورت ہے" اس کے جواب میں سورۂ واقعہ کی ایک آیتِ مبارکہ کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔

افرأیتم الماء الذی تشربون } کیا تم نے اس پانی پر غور کیا جسے تم پیتے ہو
ءانتم انزلتموہ من المزن } کیا تم نے اس پانی کو بادل سے برسایا ہے؟

مُزن اور سحاب مترادف ہیں۔ اس آیت میں بادل سے پانی برسانا کہا گیا ہے۔ بالکل اسی طرح انزل من السماء ماءً میں بادل سے پانی برسانا فرمایا گیا ہے۔ کیا آیت انزلتموہ من المزن پر اعتراض کے رنگ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ بادل تو خود پانی کی ایک صورت ہے۔ اسی طرح انزل من السماء ماءً میں سماء سے بادل مراد لینے پر یہ جرح کوئی چیز نہیں کہ بادل تو خود پانی کی ایک صورت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ بادل سے پانی برسانا نہایت خوبصورت بات ہے۔ کیونکہ بادل بلور ایک ذخیرے کے ہوتے ہیں اور چونکہ بادل خود پانی ہوتے ہیں اس لئے ارسلنا السماء اور یرسل السّماء میں سماء سے مراد بارش ہے۔ جس کی تائید لغتِ عرب کرتی ہے۔ آیت انزلتموہ من المزن کا ترجمہ تمام اردو ترجمین بھی یہی کرتے ہیں کہ "کیا تم نے اتارا ہے اس کو بادل سے"۔ پس انزل من السماء ماءً کا یہ ترجمہ بالکل ٹھیک ہے کہ بادل سے پانی برسایا۔

(۵)

مادّی سمٰوات وارض اور اُن کی تخلیق سے ہمیں کب انکار ہے جس کے لئے کتاب پیدائش کا حوالہ دیا گیا ہے۔ لیکن اس نکتہ کو حل فرمایئے کہ کتاب پیدائش میں یہ لکھا ہے کہ "خدا نے فضا کو بنایا" اور "خدا نے فضا کو آسمان کہا" لیکن یہ اس کتاب میں کہاں لکھا ہے کہ سات آسمان بنائے اور جبکہ آسمان ایک فضائے بسیط کا نام ہے تو پھر سات عدد آسمان کیا معنی؟ پھر یہ بھی حل فرمایئے کہ تورات میں آسمان اور زمین کو ایک ایک دن میں بنانے کی تصریح ہے اور قرآن مجید میں ارشادِ الٰہی ہے کہ "دو دن میں یہ کام ہوا"۔ پھر قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ "دو دن میں زمین کو بنایا۔ چار دن میں زمین پر دیگر اشیاء بنائیں۔ پھر اس کے بعد دو دن میں سات آسمان بنائے"۔ اور تورات میں لکھا ہے کہ آسمان دوسرے دن ہی بنایا۔ نیز قرآن مجید میں جو سبع سمٰوات وارد ہے اس کی تشریح بھی فرما دیجئے۔

جناب نے آیت تو لکھدی اور مدیر پیامبر کے بیان کردہ معنی پر اعتراض بھی فرمادیا لیکن یہ نہ فرمایا کہ جناب کے نزدیک سبع سموات سے کیا مراد ہے؟ آپ کی تشریح کے بعد ضرورت ہوئی تو میں بھی کچھ گذارش کرونگا اسی طرح سات شریعتیں اور سات اُمتیں جو مدیر پیامبر نے آیت قرآنی سے اخذ کی ہیں عنایت فرما کر کسی آیت سے آپ اس سے زیادہ ثابت فرمادیجئے۔ صرف دعویٰ تو دلیل نہیں ہے۔

نیز مدیر پیامبر نے سات ادیان کے ثبوت میں قرآن مجید کی نص صریح "سبع طرائق" پیش کی تھی۔ جناب محترم نے اس پر بھی کچھ روشنی نہ ڈالی کہ سبع طرائق سے کیا مراد ہے۔ سبع طرائق کا کھلا ترجمہ سات شریعتیں لغت و قرآن کے بالکل مطابق ہے۔ جناب کو اس سے اختلاف ہے تو سبع طرائق کی مراد واضح فرمائیے جو قرآن مجید اور لغت عرب کے موافق ہو۔

اپنا یہ دعویٰ بھی کہ حضرت موسیٰ کو دس احکام دیئے گئے تھے وہ انجیل اور قرآن میں سات رہ گئے ذرا واضح اور مدلل فرمادیجئے۔

(مدیر پیامبر)

بقیہ مضمون صفحہ ۲۴

الحدیث کا ایک سوال اسی ۲۰ فروری ۱۹۴۳ء کے الحدیث میں فاضل مدیر ایک سوال کرتے ہیں کہ "قرآن مجید میں کہا ہے قیامت کے دن ہم مجرموں کو اکٹھا کرینگے جن کی آنکھیں نیلی ہونگی (زُرقًا) اور کہا ہے کہ خدائی احکام سے روگردانی کرنے والے کا حشر ہم اس حال میں کرینگے کہ وہ اندھا ہوگا" (اعمیٰ) — تو حضرت بیمار اللہ کے وقت جو حشر ہوا اسمیں منکروں کی یہ حالت ہوئی تھی۔ کیا سب سے پہلے ایرانی منکر اندھے یا نیلی آنکھ والے بن گئے تھے؟"

پیامبر "زرقا" کے معنی اعمی ہیں۔ "زرق الرجل عمی" (منجد)

"عمی" کا حقیقی مفہوم قرآنی۔ روحانی بے بصیرتی یعنی ضلالت ہے۔ سورۂ رحم میں خداوند فرماتا ہے "فاستحبوا العمیٰ علی الھدیٰ" انھوں نے اندھے پن یعنی ضلالت کو ہدایت کے مقابلے میں محبوب رکھا۔

آپ کی پیش کردہ آیت نحشرہٗ یوم القیٰمۃ اعمیٰ کے معنی مجمع بحار الانوار میں لکھے "ای اعمی القلب او البصر" کہ مراد دل کا اندھا ہے یا آنکھوں کا اندھا ہے تفسیر جلالین میں بھی لکھا ہے کہ مراد آنکھوں کا اندھا یا دل کا اندھا ہے"۔ جب دل کا اندھا مراد ہے تو آپ کا سوال حل ہوگیا۔

مجمع بحار الانوار میں یہ بھی لکھا ہے العمایۃ الضلالۃ۔ عایت کے معنی ضلالت ہیں۔ اور آیت لنحشرنہ اعمیٰ کے بارے میں لکھا ہے "ای عن حجتی وقد کنت عالمًا یعنی اپنی دلیل وحجت میں کیوں بے بصر ہوگیا حالانکہ عالم تھا؟"

"عمی" روحانی بے بصری کے معنی میں قرآن اور کلام روحانی میں مسلّم اصطلاح اور حقیقت ہے۔ آیات ذیل پر نظر ڈالئے "عموا وصموا" (مائدہ) وہ لوگ کور وکر ہوگئے "وما انت بھادی العمی عن ضلالتھم" (نمل)، (روم) "تو ان بے بصروں کو گمراہی سے نکال کر راہ نہیں دکھا سکتا۔" "کانوا قومًا عمین" "وہ بے بصر لوگ تھے۔" فعمیت علیھم الانباء (قصص) قیامت کے دن عظیم الشان فائدے کی باتیں ان پر تاریک ہوجائیں گی۔ وہ سفید علم حق سے محروم رہ جائیں گے۔" سو جیسا خدا نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ اور آیت نحشرہٗ یوم القیٰمۃ اعمیٰ کے ساتھ ہی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم ہر مسرف و منکر آیات کو اسی طرح جزا دیتے ہیں (یعنی دنیا میں) کیونکہ آگے فرماتا ہے کہ آخرت کا عذاب اس سے بھی زیادہ شدید اور دیرپا ہوگا۔

قیامت کے متعلق اہلِ بہاء کا اعتقاد حقیقت پر مبنی ہے

مسئلہ قیامت پر پیامبر میں مفصل و مدلل مضامین شائع ہو رہے ہیں فاضل مدیر الہدیث امرت سر سے اِس مضمون پر عرصے سے تبادلہ خیالات ہو رہا ہے۔ گذشتہ اشاعت مارچ میں بھی ہم نے اصل بحثِ قیامت پر توجہ کو مرکوز کرنے کی اپیل کی تھی کہ سب سے پہلے یہ فیصلہ ہونا چاہئے کیا فنائے عالم کا نام قیامت ہو سکتا ہے؟ کیا قیامت کے دن کل عالم فنا ہو جائے گا؟ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ قیامت کے آنے پر تمام کائناتِ ہستی معدوم ہو جائیگی اور پھر دوبارہ تمام لوگ زندہ کئے جائینگے تو قیامت کے متعلق جو عام عقیدہ ہے جس کے نمایندے فاضل مدیر الہدیث بھی ہیں درست ہوگا۔ لیکن اگر یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ قیامت کے دن کائنات فنا ہو جائے گی بلکہ اس کے برخلاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن عالم فنا نہ ہوگا تو قیامت کا عام عقیدہ غلط ٹھہرے گا اور اہل بہاء جو کہتے ہیں کہ قیامت کرۂ ارض کے رہتے ہوئے نئے ظہورِ حق کے ذریعے انقلابِ عظیم برپا ہونے کا نام ہے۔ یہ امر درست اور بجا ثابت ہوگا۔

اب تک علماء کی طرف سے کوئی ایسی دلیل نہیں پیش کی گئی جو قیامت کے دن فنائے عالم کو ثابت کرتی۔ جو آیات فنائے عالم کے بارے میں پیش کی جاتی ہیں پیامبر نے اُن پر کافی روشنی ڈال دی ہے اور عیاں کر دیا ہے کہ ان میں سے کسی آیت سے قیامت کے دن فنائے عالم کا ثبوت نہیں ملتا۔ بلکہ بہت سی ایسی آیات پیامبر نے پیش کر دی ہیں جن سے صاف ثابت ہے کہ قیامت اس کرۂ ارض پر انسانوں کے موجود رہتے ہوئے ظہورِ حق سے برپا ہوگی اور وہ برپا ہو چکی ہے۔

علماء اس مرکزی بحث کی طرف نہیں آتے۔ فاضل مدیر الہدیث بھی جم کر اس مرکزی نقطے پر بحث نہیں کرتے۔ درمیان سے اُٹھا کر چند باتیں تحریر فرما دیتے ہیں۔ جن کا جواب بھی پیامبر میں مدلل طور پر دے دیا جاتا ہے۔

فاضل مدیر الہدیث فرماتے ہیں کہ قیامت کے متعلق ہمارا عقیدہ حقیقتِ لفظیہ پر مبنی ہے اور فریقِ بہائیہ کا خیالِ مجاز پر (الہدیث ۲۰ فروری ۴۲ء)

پیامبر دسمبر ۱۹۴۱ء کی اشاعت میں ہم نے آیت وحملت الارض والجبال فدکتا دکۃ واحدۃ (حاقہ) آیت اذا رجت الارض رجا وبست الجبال بسا (واقعہ) آیت فیذرھا قاعا صفصفا (طٰہٰ) کا ترجمہ لغتِ عرب کے مطابق حقیقی ترجمہ لکھا تھا۔ اور لغتِ عرب کے کثیر حوالوں سے ارض - جبال - دک - رج - بس - قاع - صفصف وغیرہ کے معانی بھی لکھ کر پہاڑوں کا توڑا جانا - مٹی کا اکھیڑا جانا - اُن کا سڑکوں اور عمارتوں میں لگایا جانا - زمین کا تعمیرات اور سڑکوں کی شکل میں آباد و ہموار ہو جانا لغوی حقیقی معنی کے لحاظ سے بتایا تھا۔ نیز روحانی پہلو کر بھی ترجمہ کیا تھا۔ تو جناب فاضل مدیر الہدیث نے لغوی مادی پہلو کے ترجمہ کی نسبت فرمایا تھا کہ

"خدارا انصاف کیجئے اِن دو ترجموں میں سے کون سا ترجمہ لغتِ عرب کے مطابق ہے"۔ بہائی مدیر کے دونوں ترجموں سے جو ترجمہ حقیقی ہے وہی مراد خداوندی ہوگا۔ مگر پیچ اور اسی کے مطابق ہمارا اعتقاد ہے" (الہدیث ۳۰ جنوری ۴۲ء)

جب ہمارے ایک ترجمہ کو لغتِ عرب کے مطابق "حقیقی" اور "مرادِ خداوندی" تسلیم فرما لیا تھا تو اب عام طور پر یہ کہنا کہ "فریقِ بہائیہ کا خیال مجاز پر مبنی ہے درست نہیں ہو سکتا۔

اب رہی یہ بات کہ روحانی پہلو سے جو معنی ہم نے کئے تھے فاضل مدیر اہلحدیث انھیں مجاز قرار دیتے ہیں اسمیں بھی دقتِ نظر سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ بہائی میگزین لاہور ۱۹۳۳ء نمبر اول اور نمبر نہم میں ہم حقیقت و مجاز پر بحث کر چکے ہیں لیکن چونکہ فاضل مدیر اہلحدیث نے حقیقت و مجاز کی بحث چھیڑی ہے اس لئے ہم بھی پھر ایک بار اس بحث کی ضروری باتوں پر روشنی ڈالتے ہیں اور حقیقت و مجاز کے متعلق قواعدِ مسلمہ درج کرتے ہیں

قواعدِ مسلمہ

عرفِ عام و عرفِ خاص لغت یعنی زبان و اصطلاح دو قسم کی ہوتی ہے (۱) لغتِ عامہ (۲) لغتِ خاصہ

لغتِ عامہ وہ ہے جو روزمرہ عام طور پر سب لوگ بولتے ہیں لغتِ خاصہ وہ ہے جسے کسی خاص جماعت نے اپنے مخصوص نقطۂ نظر کے مقرر کیا ہو اور اپنے دائرے میں استعمال کرتی ہو۔ جیسے صرف و نحو، منطق و فلسفہ، طب و ڈاکٹری وغیرہ وغیرہ علوم و فنون کی معینہ اصطلاحات۔

لغتِ عامہ کو "عرفِ عام" اور لغتِ خاصہ کو "عرفِ خاص" بھی کہتے ہیں۔ مختلف علوم و فنون سے تعلق رکھنے والے عرفِ خاص بہت ہیں[1]

عرفِ شرع ازانجملہ ایک نہایت اہم عرف ہمارے سامنے عرفِ شرع ہے یعنی دینی اصطلاح یا مذہبی کتابوں کے وہ الفاظ جو پیغمبروں نے اپنے نقطۂ نظر سے کسی مفہوم کے لئے استعمال کئے ہیں۔ وہ لغتِ عامہ کو لیتے ہوئے دینی نقطۂ خیال سے مخصوص مفہوم اپنے اندر رکھتے ہیں[2]

مثلاً الفاظ صلوٰۃ۔ صوم۔ زکوٰۃ۔ حج کے لغوی حقیقی معانی دعا۔ بندش۔ پاکیزگی۔ قصد ہیں۔ مگر قرآن مجید نے چونکہ ان افعال کی تشریح خود کر دی ہے اس لئے مطلق لغتی معنی مراد لینا صحیح نہ ہوگا[3] بلکہ شرعی نقطۂ نظر سے حقیقی معانی نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ مال۔ حج بیت اللہ مقصود ہیں۔

حقیقت و مجاز جس اصطلاح کے دائرے میں گفتگو ہو رہی ہو اسی کے مطابق موضوعِ اصلی میں کسی کلمہ کا استعمال کرنا "حقیقت" ہے۔ جیسے لفظِ صلوٰۃ شریعت کی مقرر کردہ نماز کے معنی میں استعمال ہو تو یہ "حقیقتِ شرعیہ" کہلاتی ہے۔ یہی لفظِ صلوٰۃ اگر دائرۂ لغتِ عام میں صرف دعا کے معنی میں استعمال ہو تو اسے "حقیقتِ لغویہ" کہتے ہیں۔ لیکن شریعت میں گفتگو کرنے والا لفظِ صلوٰۃ کو دعا کے معنی میں استعمال کریگا تو یہ استعمال "مجاز" ہوگا۔ کیونکہ اس نے اصل موضوع سے ہٹا کر استعمال کیا ہے۔ اگرچہ لغت کے نقطۂ نظر سے صلوٰۃ کا استعمال دعا کے معنی میں حقیقت ہے[4]۔ چنانچہ لفظِ صلوٰۃ خود قرآن مجید میں جہاں بکثرت نماز کے معنی میں استعمال ہوا ہے وہاں محض دعا کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے[5]

متکلم کے نقطۂ خیال کی بناء پر حقیقت و مجاز بدل جاتے ہیں جو بات ایک شخص کے قول میں حقیقت ہے وہی بات اختلافِ نقطۂ خیال کی وجہ سے دوسرے شخص کے قول میں مجاز ہے۔ مثلاً دہریہ کہتا ہے "انبت الربیع البقل" "موسم بہار نے سبزہ اگا دیا"۔ دہریہ کے نقطۂ خیال میں بہار کا سبزہ اگانا ایک "حقیقت" ہے نہ کہ مجاز۔ کیونکہ دہریہ کے اعتقاد میں مؤثرِ حقیقی زمانہ ہی ہے لیکن یہی بات اگر ایک خدا پرست کے منہ سے نکلے تو کلام مجاز پر محمول ہوگا۔ کیونکہ خدا پرست کے نزدیک سبزے کا اگانا حقیقی طور پر خدا کا کام ہے۔ موسم بہار کی طرف نسبت مجازی ہے[6]

---

[1] بقیہ احکام یا اخبار شرعیہ ہیں وہ دراصل لغت ہی پر مبنی ہیں۔ مگر لغت کی خاص قسم یا صنف مراد ہوتی ہے جو صاحبِ شریعت خود بتا دیتا ہے۔
(فاضل مدیر اہلحدیث ۲۷ فروری ۱۹۴۳ء)

[2] اہلحدیث ۲۷ فروری ۱۹۴۳ء [3] علم معانی و بیان کی کتاب مختصر المعانی۔ بحث حقیقت و مجاز ملاحظہ ہو [4] وصل علیھم ان صلوٰتک سکن لھم (ابراہیم) صلوا علیہ (احزاب)
[5] ملاحظہ ہو کتاب المطول۔ بحث اسناد خبری)
[6]

حقیقت مقدم ہے ہر دائرۂ لغت جس میں گفتگو ہو رہی ہو اُس کے نقطۂ خیال سے جو حقیقت ہوگی اس سلسلۂ کلام میں وہی حقیقت مقدم رکھنی چاہیے۔ پہلے لفظ کے حقیقی معنی مُراد لینے کی کوشش کرنی چاہیے۔ جب حقیقی معنی ممکن نہ ہوں تب مجازی معنی لئے جائیں۔[1]

حقیقت و مجاز کے اصولِ مسلّمہ کا خلاصہ

(۱) لفظ کا اپنے موضوعِ اصلی میں استعمال کرنا حقیقت ہے اور اس سے تجاوز کر کے استعمال کرنا مجاز ہے۔

(۲) ہر عُرفِ عام اور ہر عُرفِ خاص میں حقیقت و مجاز خاص خاص نقطۂ نظر سے اپنے اپنے دائرے میں الگ الگ ہوتے ہیں۔

(۳) ایک لفظ ایک عرف میں حقیقت اور دوسرے میں مجاز ہو سکتا ہے اور اس کے برعکس بھی۔

(۴) ایک متکلم کے نقطۂ خیال سے ایک حقیقت ہے دوسرے متکلم کے اعتقاد پر نظر کر کے وہی مجاز ہے۔

(۵) پیغمبروں کے کلام میں انھیں کے نقطۂ نظر سے حقیقت و مجاز ہوتے ہیں۔

(۶) ہر عُرف میں گفتگو کرتے ہوئے اُس کے نقطۂ نظر سے جو حقیقت ہے وہ مقدم ہوگی۔ جب وہ مُراد نہ ہو سکے تو مجاز اختیار کیا جائے گا۔

(۷) دینی کتاب نے کسی لفظ کے لغوی معنی پر اضافہ کر کے جو رُوحانی مفہوم پیدا کیا ہے وہ حقیقت ہے جو اس نے مقرر کی ہے۔ وہی اوّل مدِنظر رہنی چاہیے۔ جب وہ ممکن نہ ہو سکے تو پھر حقیقت و مجازِ لُغوی جو وہاں درست ہو اختیار کیا جائے۔

---

[1] ہمارا اُن کا (یعنی فاضل مُدیر اہلحدیث اور اہلِ بہار کا) ایک علمی اُصول پر اتفاق ہو گیا۔ وہ علمی اصول علی الفاظ میں یہ ہے صحة المجاز مبنیٌ علیٰ استحالة الحقیقة یعنی اس وقت مجازی معنی مراد لیے جائز ہیں جب حقیقی معنی محال ہوں۔
(اہلحدیث ۲۷ فروری ۱۹۴۲ء)

حقیقت و مجاز اور قرآنِ کریم

آیاتِ قرآن مجید میں حقیقت بھی ہے۔ مجاز بھی ہے۔ کہیں پر صرف حقیقتِ لغوی ہے۔ اور کہیں پر صرف حقیقتِ شرعی ہے۔ جن آیات میں حقیقتِ لُغوی اور حقیقتِ شرعی دونوں جمع ہیں وہاں دونوں کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ دونوں کے ملحوظ رکھنے سے تفسیر جامع ہوتی ہے اور ظاہر و باطن دونوں پہلوؤں سے حقائق منکشف و نمودار ہوتے ہیں۔

اَب ہم چند اُن حقیقتوں کا ذکر کرتے ہیں جو پیغمبرانہ نقطۂ خیال کی بناء پر قرآن مجید میں مقرر ہیں۔ تاکہ ہر ایک جویائے حق کے لئے یہ مضمون مشعلِ نور ہو۔

"خلق" کا مفہومِ حقیقی لُغتِ عام مادّی پیدائش کو خلق کہتی ہے کلامِ الٰہی اس سے بڑھ کر اپنے نصب العین کے مطابق روحانی پیدائش کو "خلق" کہتا ہے۔ سورۂ صافات میں فرماتا ہے کہ "کیا یہ اہلِ کفر پیدائش میں زیادہ مضبوط ہیں یا وہ جنھیں ہم نے خلق کیا ہے (یعنی اہلِ ایمان)[1]۔ یہاں صرف اہلِ ایمان کو خلقِ الٰہی ٹھہرایا ہے۔ یہ روحانی نقطۂ نظر سے خلق کی حقیقتِ شرعی ہے۔ کیونکہ خلق کی اصل حقیقت روحانی مومن میں ہی ہے۔

حیات کا حقیقی مفہوم عُرفِ عام میں مرنا جینا صرف ظاہری مرنا جینا ہے۔ مگر کلامِ الٰہی اس سے بڑھ کر کمالاتِ انسانیت کی روح یعنی ایمان و عملِ صالح سے انسان کی حیاتِ اصلی بتاتا ہے اور جو آدمی ایمان و عملِ صالح سے خالی ہے اُسے مُردہ ٹھہراتا ہے۔ ارشاد ہے کہ "مسلمانو! اللہ رسول کی مانو جبکہ وہ تمھیں زندگی بخش چیز کی طرف بُلاتا ہے"۔[2] "اور وہ جو مردہ تھا ہم نے اُسے زندہ کر دیا اور

---

[1] اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا۔

[2] یا ایھا الذین اٰمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم۔

اُسے ایک روشنی دی جسے وہ لوگوں میں لئے پھرتا ہے"[1] اور فرمایا "جسے مرنا ہے دلیل سے مرے اور جسے جینا ہے دلیل سے جئے"[2] لسانِ قرآن کی یہ ایک حقیقت ہے جو اس کے نصب العین کی بنا پر مقصودِ اصلی ہے۔ چنانچہ واقعات میں اس نے ایک صحیح اور اصلی معنی میں "زندہ قوم" پیدا کر دی تھی۔

صحت و مرضِ روحانی طب و ڈاکٹری جسمانی بیماریوں کا علاج کرتی ہیں۔ کلام الٰہی انسان کو صحتِ جسمانی قائم رکھنے کا حکم دیتے ہوئے روحانی صحت کو مقصدِ اعظم ٹھہراتا ہے اور کہتا ہے کہ عقائد و اعمال اور قلب و روح کی صحت ہی انسان کی حقیقی صحت ہے اور کلام الٰہی انسان کی باطنی بیماریوں کے لئے شفاء ہے[3]۔ روحانی امراض جو بداخلاقی اور بداعمالی کی شکل میں افراد اور جماعتوں کو ہلاک کر رہے ہیں واقعی حقیقت رکھتے ہیں اور اُن کا علاج الٰہی تعلیم ہی ہے۔ یہ بات شاعری نہیں حقیقتِ اصلیہ ہے۔ ایسے الفاظ دینی و روحانی پہلو سے حقیقت پر محمول ہیں نہ کہ مجاز پر۔

دل کا حقیقی مفہوم گوشت کا ٹکڑا دل تو ہر انسان و حیوان میں ہے قرآن اپنے روحانی نقطۂ نظر سے دل صرف اُسے کہتا ہے جو کلامِ حق کو قبول کرتا ہے[4]۔ یہ کلام الٰہی کی ایک معینہ حقیقت ہے جسے وہ خود بتا چکا ہے

سمع و بصر کے حقیقی معنی کان اور آنکھ عُرفِ عام میں صرف ظاہری کان اور آنکھ ہیں۔ کلام الٰہی اپنے دائرۂ حقیقت میں فرمانِ حق سُننے اور ظہوراتِ حق دیکھنے والی قوت کو سمع و بصر کہتا ہے۔ قرآن کی اصطلاح میں جو نورِ حق کو نہیں دیکھتا "اعمیٰ" ہے۔ جو کلامِ حق نہیں سنتا "اصم" ہے۔ جو حق بات نہیں بولتا "ابکم" ہے۔ منکرِ حق بہرے، گونگے، اندھے ہیں[5]۔

اپنی اصطلاحِ حقیقی کو واضح کرتے ہوئے فرماتا ہے "بات یہ ہے آنکھیں اندھی نہیں۔ پر سینوں میں دل اندھے ہیں"[6]۔ زبانِ قرآن کی اپنی بیان کردہ حقیقتوں میں سے یہ بھی ایک حقیقت ہے نہ کہ مجاز۔

حجابِ مستور خداوندِ عالم فرماتا ہے "ہم نے ان کے آگے پیچھے دیوار کھڑی کر دی ہے۔ ہم نے انھیں گھیر لیا ہے۔ اب انھیں کچھ نہیں سوجھتا"[7] "جب تو قرآن پڑھتا ہے تو ہم تیرے اور منکرینِ آخرت کے درمیان ایک حجابِ مستور کر دیتے ہیں"[8]۔ "حجابِ مستور" کہہ کر اپنی اصطلاح کو ظاہر فرمایا کہ یہ حجاب باطنی ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے نہ کہ مجاز۔

سماءِ حقیقت سماء لغتِ عامہ میں ہر بلند چیز کو کہتے ہیں۔ زبانِ قرآن میں روحانی بلندی اور انسان کا مدارِ رفعت یعنی دینِ سماء کا حقیقی مفہوم ہے۔

ارضِ حقیقی عوام کرۂ خاک کو ارض کہتے ہیں۔ لفظ ارض کے لغوی معنی ہیں "ہر نیچی چیز"۔ اور بساط۔ کلام الٰہی میں ارض کا حقیقی مفہوم ہے بساطِ قلوب جو آسمانِ دین کے زیرِ سایہ ہے[9]۔ یا کسی مقام پر روحانی پستی جو روحانی بلندی ضائع ہونے پر ملتی ہے جو منکرینِ حق کا حصہ ہے[10]۔

جبال کا مفہوم دینی عوام "جبال" زمین کے پہاڑوں کو کہتے ہیں۔ قرآن اپنے دائرۂ نظام کی نظر سے راسخ القلب اور حق پر مستقیم انسانوں کو جبال کہتا ہے[11]۔ نیز احکامِ شریعت بھی جبال کے مصداق ہیں۔ یہ بھی زبانِ قرآن میں ایک حقیقت ہے نہ کہ مجاز۔ ان حقائق کی تفصیل ہم پیامبر کے گذشتہ پرچوں میں کر چکے ہیں۔

شمس۔ قمر۔ نجوم سورج، چاند، ستارے عرفِ عام میں ظاہری کواکب ہیں روحانی نقطۂ نظر سے شمس حق پیغمبر۔ قمر ہدایت نائب پیغمبر۔ نجوم روحانی اولیاء و علماء قواعدِ سنتِ حقیقت و مجاز کے لحاظ سے یہ اطلاقات، دائرۂ لغتِ عامہ میں مجاز کہلاتے ہیں مگر دینی و روحانی دائرۂ کلام میں حقیقتیں ہیں نہ کہ مجاز۔

آخری نتیجہ مذکورہ بالا اصول و حقائق کی روشنی میں عیاں ہو گیا کہ اہلِ سماء و سلسلۂ قیامت کے سلسلہ میں کلام الٰہی کے جو معانی کرتے ہیں وہ لغتِ عام کے لفظی نظر سے ایک طرح حقیقت اور ایک طرح مجاز ہیں اور جو لغتِ عام سے آگے روحانی پہلو کے معانی ہیں وہ دینی

---

[1] اومن کان میتاً فاحییناہ وجعلنا لہ نوراً یمشی بہ فی الناس
[2] لیھلک من ھلک عن بیّنۃٍ ویحیٰی من حیّ عن بیّنۃ
[3] ونترّل من القراٰن ما ھو شفاءٌ۔ شفاءٌ لما فی الصدور
[4] ان فی ذٰلک لذکریٰ لمن کان لہ قلب
[5] صمٌّ بکمٌ عمیٌ فھم لا یرجعون۔

حاشیہ کالم ۲
[6] فانھا لا تعمی الابصار ولٰکن تعمی القلوب التی فی الصدور [7] وجعلنا من بین ایدیھم سدّاً ومن خلفھم سدّاً فاغشیٰنھم فھم لا یبصرون۔
[8] واذا قرأت القراٰن جعلنا بینک وبین الذین لا یؤمنون بالاٰخرۃ حجاباً مستوراً [9] اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتھا [10] ولوشئنا لرفعنا

(باقی صفحہ پر)

قسمت فارسی

لوح مبارک

هُوَ المالک بالاستحقاق

قلم اعلیٰ میفرماید ای نفسیکه خود را اعلی الناس دیده وغلام الٰہی را که چشم ملأ اعلیٰ باو روشن و منیر است ادنی العباد شمرده غلام توقعی از تو و امثال تو نداشته ونخواهد داشت چه که لازال هریک از مظاهر رحمانیه ومطالع عزّ سبحانیه که از عالم باقی بعرصهٔ فانی برای احیای اموات قدم گذارده اند وتجلی فرموده اند امثال تو آن نفوس مقدسه را که اصلاح اهل عالم منوط ومربوط بآن هیاکل احدیه بوده از اهل فساد دانسته اند ومقصر شمرده اند قد قضی نحبهم فسوف یقضی نحبك وتجد نفسك فی خسران عظیم بزعم تو این مجری عالم ومصلح آن مفسد ومقصر بوده جمعی از نسوان واطفال صغیر ومرضعات چه تقصیر نموده اند که محل سیاط قهر وغضب شده اند در بیع مذهب وملتی اطفال مقصر نبوده اند قلم حکم الٰہی از ایشان مرتفع شده ولکن شرارهٔ ظلم واعتساف تو جمیعرا احاطه نموده اگر از اهل مذهب وملتی در جمیع کتب الٰہیه وزبر قیمه وصحف متقنه بر اطفال تکلیفی نبوده ونیست واز یمقام گذشته نفوسی هم که بحق قائل نیستند از ارتکاب چنین امور نموده اند چه که در هر شیٔ اثری مشهود و احدی انکار آثار اشیاء ننموده مگر جاهلیکه بالمره از عقل و درایت محروم باشد لذا البته نالهٔ این اطفال وحنین این مظلومانرا اثری خواهد بود جمعی که ابداً در ممالک شما مخالفتی ننموده اند و با دولت عاصی نبوده اند در ایام ولیالی در گوشهٔ ساکن و بذکر الله مشغول چنین نفوس را تاراج نمودید وانچه داشتند نظلم از دست رفت بعد که امر بخروج این غلام شد بجزع آمدند ونفوسیکه مباشر نفی این غلام بودند مذکور داشتند که باین نفوس حرفی نیست وحرجی نه ودولت ایشانرا نفی ننموده اگر بخواهند باشما بیایند کسی را با ایشان سخنی نه انشاء الله بقرار خود مصارف نمودند واز جمیع اموال گذشته بلقای غلام قناعت نمودند ومتوکلین علی الله مرة اخری باحق هجرت کردند تا آنکه مقر حبس بهاء حصن عکا شد وبعد از ورود ضباط عسکریه کل را احاطه نموده اناثاً وذکوراً صغیراً وکبیراً جمیع را در قشلهٔ نظام منزل دادند شب اول

جمیع از اکل و شرب ممنوع شدند چه که باب فشله را ضباط عسکریه اخذ نموده و کل را منع نمودند از خروج و کسی بغیر از نیفته را نمیخواهد حتی آب طلبیدند احدی اجابت ننمود چندانست که میگذرد و کل در فشله محبوس و حال آنکه پنج سنه در ادرنه ساکن بودیم جمیع اهل بلد از عالم و جاهل و غنی و فقیر شهادت دادند بر تقدیس و تنزیه این عباد و حین خروج غلام از ادرنه یکی از احبای الهی بدست خود خود را فدا نمود نتوانست این مظلوم را در دست ظالمان مشاهده نماید و سه مرتبه در عرض راه سفینه را تجدید نمودند معلوم است بر جمیع اطفال از حمل ایشان از سفینه بسفینه چه مقدار مشقت وارد شد و بعد از خروج از سفینه چهار نفر از احبا را تفریق نمودند و منع نمودند از همراهی و بعد از خروج غلام یکی از آن چهار که موسوم بعبد الغفار بود خود را در بحر انداخت و معلوم نیست که حال او چه شد این رشحی از بحر ظلم وارده است که ذکر شد و معذلک اکتفا ننموده اید هر یوم مأمورین حکمی احجار میدارند و هنوز منتهی نشده در کل لیالی و ایام در مکر جدید مشغولند و از خزانهٔ دولت در هر شبانه روز سه رغیف نان بأسرا میدهند و احدی قادر بر اکل آن نه از اول دنیا تا حال چنین ظلمی دیده نشد و شنیده نگشت فوالذی انطق البهاء بین الارض والسماء لم یکن لکم شان ولا ذکر عند الذین انفقوا ارواحهم و اجسادهم و اموالهم حبّا لله المقتدر العزیز القدیر کفی از طین عند الله اعظم است از مملکت و سلطنت و عزت و دولت شما ولو یشاء لیجعلکم هباءً منبثًا و سوف یأخذکم بقهر من عنده و یظهر الفساد بینکم و یختلف مما لکم اذا تنوحون و تتضرعون ولن تجدوا لانفسکم من معین و لا نصیر این ذکر نه برای آنست که متنبه شوید چه که غضب الهی آن نفوس را احاطه نموده ابدًا متنبه نشده و نخواهید شد و نه بجهت آنست که ظلمهای وارده بر نفس طیبه ذکر شود چه که این نفوس از حزب رحمن بحبیبجان آمده اند و سکر سلسبیل عنایت الهی چنان اخذشان نموده که اگر ظلم عالم بر ایشان وارد شود در سبیل حق راضی بل شاکرند ابدًا شکوه نداشته و ندارند بلکه دمائشان در ابدالآباد در کل حین از رب العلمین آمل و سائل است که در سبیلش بر خاک ریخته شود و همچنین روسشان آمل که بر کل سنان در سبیل محبوب جان و روان مرتفع گردد چند مرتبه بلا بر شما نازل و ابدًا التفات ننمودید یکی احتراق که اکثر مدینه بنار عدل سوخت چنانچه شعرا در قصائد انشاء نمودند و نوشته اند که چنین حرقی تا بحال نشده مع ذلک بر غفلت شان افزود و همچنین وبا مسلط شد و متنبه نشدید و لکن منتظر باشید که غضب الهی آماده شده زود است که انچه از قلم امر نازل شده مشاهده نمائید آیا عزت خود را باقی دانسته اید و یا ملک را دائم شمرده اید لا و نفس الرحمن نه عزت شما باقی نه ذلت ما - این ذلت مخزن عزت نهاست ولکن نزد انسان - و فتیکه این غلام طفل بود و بحد بلوغ نرسیده والد از برای یکی از اخوان

کہ کبیر بود در طہران ارادۂ تزویج نمود و چنانچہ عادت آن بلد است در ہفت شبانہ روز بجشن مشغول بودہ اند روز آخر مذکور نمودند کہ امروز بازی شاہ سلطان سلیم است و از امراء و اعیان و ارکان بلد جمعیت بسیار شد و بغلام در یکی از غرف عمارت نشستہ ملاحظہ مینمود تا آنکہ در صحن عمارت خیمہ برپا نمودند مشاہدہ شد صوری بہیکل انسانی کہ قامتشان بقدر شبری بنظر میآمد از خیمہ بیرون آمدند ندا مینمودند کہ سلطان میآید کرسیہا را بگذارید بعد صوری دیگر بیرون آمدند مشاہدہ شد کہ بجاروب مشغول شدند و عدۂ آخری با آب پاشی۔ بعد شخص دیگر ندا نمود مذکور نمودند جارچی باشی است ناس را اخبار نمود کہ برای سلام در حضور سلطان حاضر شوند بعد جمعی با شال و کلاہ چنانچہ رسم عجم است و جمعی دیگر با تبرزین و سمجنین جمعی قراشان و میر غضبان با چوب و فلک آمدہ در مقامہای خود ایستادند بعد شخصی با شوکت سلطانی و اکلیل خاقانی بکمال تبختر و جلال تیقدم مرۃً و تیوقف اخریٰ آمدہ در کمال وقار و سکون و تمکین بر تخت متمکن شد و حین جلوس صدای شیلیک و شیپور بلند گردید و دخان خیمہ و سلطان را احاطہ نمود بعد کہ مرتفع گشت مشاہدہ شد کہ سلطان نشستہ وزراء و امراء و ارکان بر مقامہای خود مستقر در حضور ایستادہ اند در این اثناء دزدے گرفتہ آوردند از نفس سلطان امر شد کہ گردن او را بزنند فی الفور میر غضب باشی گردن آن را زدہ و آب قرمزی کہ شبیہ بخون بود از و جاری گشت بعد سلطان بمضمار بعضے مکالمات نمودہ در این اثناء خبر دیگر رسید کہ فلان سرحد یاغی شدہ اند سان عسکر دیدہ چند فوج از عساکر باطوبخانہ مامور نمود بعد از چند دقیقہ از ورای خیمہ استماع صداہای طوپ شد مذکور نمودند کہ حال در جنگ مشغولند این غلام بسیار متفکر و متحیر کہ این چہ اسبابیست سلام منتہی شد و پردۂ خیمہ را حائل نمودند بعد از مقدار بیست دقیقہ شخصے از ورای خیمہ بیرون آمد و جعبہ در زیر بغل۔ از او سوال نمودم این جعبہ چیست و این اسباب چہ بودہ مذکور نمود کہ جمیع این اسباب منبسطہ و اشیای مشہودہ و سلطان و امراء و وزراء و جلال و استجلال و قدرت و اقتدار کہ مشاہدہ فرمودید الآن در این جعبہ است فوربی الذی خلق کل شئ بکلمۃٍ من عندہ کہ از آن یوم جمیع اسباب دنیا بنظر این غلام مثل آن دستگاہ آمدہ و میآید و ابداً القدر خردلی و قرنداشتہ و نخواہد داشت بسیار تعجب مینمودم کہ ناس بچنین امورات افتخار مینمایند مع آنکہ متبصرین قبل از مشاہدۂ جلال ہر ذی جلالی زوال آنرا بعین الیقین ملاحظہ مینمایند ما رأیت شیئاً الا وقد رأیت الزوال قبلہ وکفی باللہ شہیداً بر ہر نفسی لازم است کہ این ایام قلیلہ را بصدق و انصاف طی نماید اگر بعرفان حق موفق نشد اقلاً بقدم عقل و عدل رفتار نماید عنقریب جمیع این اشیاء ظاہرہ و خزائن مشہودہ و زخارف دنیویہ و عساکر مصفوفہ و البسۂ مزینہ و نفوس متکبرہ

درجنبہ قبر تشریف خواہند برد بشابۂ ہمان جنبہ و جمیع این جدال و نزاع و افتخارہا در نظر اہل بصیرت مثل لعب صبیان بودہ و خواہد بود اعتبروا یا اولی الابصار یعنی از انچہ بر امم ماضیہ گذشتہ عبرت گیرید و از انچہ بر دوستان حق گذشتہ حیران شوید چہ کہ جمیع اسیر و مبتلا بودند و ابداً ہم از امثال تو توقعی نداشتہ و ندارند مقصود آنکہ سر از فراش غفلت برداری و بشعور آئی بیجہت متعرض عباد اللہ نشوی تا قدرت و قوت باقیست در صدد آن باشید کہ ضری از مظلومی رفع نمائید اگر فی المجلس بانصاف آیند و بعین الیقین مشاہدہ در امورات و اختلافات دنیای فانیہ نمائید خود اقرار مینمائید کہ جمیع بمثابۂ آن بازیست کہ مذکور شد بشنو سخن حق را و بدنیا مغرور مشو این امثالکم الذین ادعوا الربوبیۃ فی الارض بغیر الحق و ارادوا ان یطفئوا نور اللہ فی بلادہ و یخربوا ارکان البیت فی دیارہ ہل تری لہم فانصف ثم ارجع الی اللہ لعلہ یکفر عنک ما ارتکبتہ فی الحیوٰۃ الباطلہ ولو انا نعلم بانک لن توفق بذلک ابدًا لاتت بظلمک سعر السعیر و ناح الروح و اضطربت ارکان العرش و تزلزلت افئدۃ المقربین ای اہل ارض ندای مظلوم را بآذان جان استماع نمائید و در این مثلی کہ ذکر شدہ درست تفکر کنید شاید بنار اہل وہوی نسوزید و باشیاء مزخرفۂ دنیای دنیہ از حق ممنوع نگردید عزت و ذلت فقر و غنا رحمت و راحت کل در مرور است و عنقریب جمیع من علی الارض بقبور راجع لذا ہر ذی بصری بمنظر باقی ناظر کہ شاید بعنایات سلطان لایزال بملکوت باقی در آید و در ظل سدرۂ امر ساکن گردد اگرچہ دنیا محل فریب و خدعہ است ولکن جمیع ناس را در کل حین بفنا انبار مینماید ہمین رفتن اب ندا است از برای ابن و او را اخبار میدہد کہ تو ہم خواہی رفت و کاش اہل دنیا کہ زخارف اندوختہ اند و از حق محروم گشتہ اند میدانستند کہ آن کنز یکہ خواہد رسید لا و نفس البہاء احدے مطلع نہ جز حق تعالی شانہ۔ حکیم سنائی علیہ الرحمۃ گفتہ

پند گیرید ای سیاہیتان گرفتہ جای پند
پند گیرید ای سپیدیتان دمیدہ بر عذار

ولکن افسوس کہ در نومند مثل آن نفوس مثل آن بغنی است کہ از سکر خمر نفسانیہ بالکلی اظہار محبت مینمود و او را در آغوش گرفتہ با او ملاعبہ میکرد چون فجر شعور دمید و افق سماء از نیر نورانی منیر شد مشاہدہ نمود کہ معشوقہ و یا معشوق کلب بودہ خائب و خاسر و نادم بمقر خود باز گشت ہمچہ مدان کہ غلام را ذلیل نمودی و یا بر او غالبی مغلوب یکی از عبادی ولکن شاعر نیستی پست ترین و ذلیل ترین مخلوق بر تو حکم مینماید و آن نفس و ہوی است کہ لازال مردود بودہ اگر ملاحظہ حکمت بالغہ نبود ضعف خود و من علی الارض را مشاہدہ مینمودی۔ این ذلت عزت امر است لو کنتم تعرفون لازال انچہ کہ مغایر ادب باشد دوست نداشتہ و ندارد الادب قمیصی بہ زینتا ہیا کل عبادنا المقربین والا بعضے از اعمال کہ ہمچہ دانستہ اید مستور است

در این لوح ذکری شد ای صاحب شوکت این اطفال صغار و این فقراء بالله میر آلای عسکر لازم نداشتند بعد از ورود کلی بولی عمر نامی بین باشی بین یدی حاضر الله یعلم ما تکلم به بعد از گفتگوها که برائت خود و خطیئه شمارا ذکر نمود این غلام مذکور داشت که اولاً لازم بود اینکه مجلسی معین نمایند و بغلام باعلمای عصر مجتمع شوند و معلوم شود جرم این عباد چیه بوده و حال امر از این مقام گذشته و تو بقول خود مامور کی که مارا با خرب بلاد حبس نمائی یک مطلب خواهش دارم که اگر بتوانی بحضرت سلطان معروض داری که ده دقیقه این غلام با ایشان ملاقات نماید آنچه را که حجت میدانند و دلیل بر صدق قول حق میشمرند بخواهند. اگر من عند الله اتیان شد این مظلوما نرا رها نمایند و بحال خود بگذارند عهد نمود که این کلمه را ابلاغ نماید و جواب بفرستد خبری از و نشد و حال آنکه شان حق نیست که بنزد احدے حاضر شود حیه که جمیع از برای اطاعت او خلق شده اند ولکن نظر باین اطفال صغیر و جمعے از نساء که همه از یار و دیار دور مانده اند این امر را قبول نمودیم. و مع ذلک اثری بظهور نرسید عمر حاضر و موجود سوال نمائید لیظهر لکم الصدق و حال اکثرے مریض در حبس افتاده اند لا یعلم ما ورد علینا الا الله العزیز العلیم - و نفرا زاین عباد در اول ایام ورود بر رفیق اعلیٰ شتافتند یکروز حکم نمودند که آن اجساد طیبه را بر ندارند تا وجه کفن و دفن را بدهند و حال آنکه احدے از ان نفوس چیزے نخواسته بود و از اتفاق در آن حین از خارف دنیویه موجود نبود هر قدر خواستیم که بما واگذارند و نفوسیکه موجود ند حمل نعش نمایند آنهم قبول نشد تا آنکه بالاخره سجادهٔ بردند در بازار هراج نموده وجه آن را تسلیم نمودند بعد که معلوم شد قدری از ارض حفر نموده آن دو جسد طیب را در یک مقام گذارده اند با آنکه مضاعف خرج دفن و کفن را اخذ نموده بودند قلم عاجز و لسان قاصر که آنچه وارد شده ذکر نماید ولکن جمیع این سموم بلایا در کام این غلام اعذب از شهد بوده ایکاش در کل حین ضر عالمین در سبیل الهی و محبت رحمانی بر این فانی بحر معانی وارد میشد از او صبر و حلم میطلبیم چه که ضعیفیم امیدوار چه اگر ملتفت میشدی و بنفحات متضوعهٔ ادشطر قدم فائز میگشتی جمیع آنچه در دست داری و بآن مسروری میگذاشتی و در یکی از غرف مخروبهٔ این سجن اعظم ساکن میشدی از خدا بخواه بجذبهٔ بلوغ برسی تا بجنس و قبح اعمال و افعال ملتفت شوی

والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ

از اشعار مرحوم عندلیب

هُوَ الابهیٰ

یومِ میثاق است بنگر مالکِ میثاق را

البشارت شاہدِ فردوسِ اعلیٰ آمدہ ، وہ چہ زیبا آمدہ ، بارخی بیضا و باگیسوی سودا آمدہ وہ چہ زیبا آمدہ

از طلوعِ نورِ پیمان شد بپا حشرِ جدید برکشا چشمی حدید بین کہ اعلیٰ اسفل آمد اسفل اعلیٰ آمدہ "

مالکِ ملکِ ربوبیت نہان اندر شہود با جنودِ فضل و جود ناصرِ پیمان و پنہان ز اہلِ انشا آمدہ "

مطلعِ اسماءِ حسنیٰ معنیِ اُمّ الکتاب بود پنہان در حجاب بی حجاب امروز با اوصافِ اسما آمدہ "

شد بدیعِ اوّل اندر یومِ پیمان جلوہ گر بارخی ہمچون قمر ای ملائک سجدہ کآدم بدنیا آمدہ "

از جلیل آمد منادی وارثِ نوح و خلیل آن خلیلِ بس جمیل باعصای موسیٰ و با روحِ عیسیٰ آمدہ "

ماہِ کنعانِ وجود از کیدِ اخوانِ حسود شد بچاہِ غم فرود اینک اندر مصرِ جاں با شور و غوغا آمدہ "

شاخۂ ثانیِ روح از وادیِ لوزای نور با ہزاران جذب و شور با دو ثعبانِ مبین با نارِ موسیٰ آمدہ "

میزند ناقوس بر بامِ کلیسا این نوا روحِ عیسیٰ از سما بلکہ گوید روحِ بخشِ بس مسیحا آمدہ "

گشت مشرق آفتابِ یثرب از فارانِ روح با دو صد فر و فتوح با جنود لم تروہا شاہِ بطحا آمدہ "

نقطۂ اولیٰ ظہورش اوّل از شیراز بود اندر آنجا رخ کشود کرۂ آخریٰ پدید از ارضِ عکا آمدہ "

اعظم اعظم طلعتِ ابہیٰ جمالِ ہمیشاں جلوہ گر بارِ دگر از وجہِ اسما آمدہ "

کرد ظلِّ این اعظم اعظم اخذِ عہد با ہزاران جد و جہد آن شجر با ہر ثمر اکنون ہویدا آمدہ "

تلخ آمد جامِ عہدش گر بکامِ ماقتین در مذاقِ عاشقین شربتِ شیرین تر از شہدِ مصفیٰ آمدہ "

عصمتِ کبریٰ و نصِ حقیقی را حسود دست آویزی نمود غافل از این کین و دو صفِ دلبرما آمدہ "

شاہِ ما از ابتدا از ارضِ طا آمد پدید از بہا آمد پدید ماہِ ما با طلعتِ نورا ز زورا آمدہ "

بود چندی ہم انیسِ شاہ در شہرِ کبیر آن جمالِ بے نظیر تا در ارضِ سرِ جمالش عالم آرا آمدہ "

شمسِ ابہیٰ کرد چون در مغربِ ابہیٰ صعود مظہرِ عین الغیوب مشرقِ آن نور شد مشرق چو بیضا آمدہ "

ناگہاں دیدم کہ از مغرب برآمد آفتاب — تا کشید از رُخ نقاب — حشرِ دیگر در جہاں زین قصہ پیدا آمدہ — وہ چہ زیبا آمدہ

چون ز مغرب بر دمد خورشید مغرب مشرق است — ہم مصفّیٰ و مشرقست — شمس خود واحد است آفاق شتّی آمدہ — 〃

مغرب و مشرق یکی شد مرجع و مطلع یکے — تا بکے اندر شکے — مغربِ شمسِ بہا این چہرہ زیبا آمدہ — 〃

جلوۂ شمس بہا در جلوۂ میثاق بین — شورشِ عشاق بین — زانکہ معشوقِ بہا با جامِ صہبا آمدہ — 〃

یوم میثاقست بنگر مالکِ میثاق را — نیّرِ آفاق را — کز سماءِ سرمدی با صد تجلّی آمدہ — 〃

نقضِ میثاق آیتِ توحید را اثبات کرد — تا شود معبود فرد — زانکہ آن ذاتِ قدم لازال یکتا آمدہ — 〃

در دثاقِ عاشقان آن شاہد جام است — ساغرِ پُر می بدست — میگسار و غمزدا و روح بخشا آمدہ — 〃

آن ثمر آمد کہ مکنون بود از اصلِ قدیم — حال زین فرعِ کریم — بین کہ اثمارِ لطافت افزون ز احصا آمدہ — 〃

کنزِ مخزونِ بہا از مخزنِ سرِّ وجود — پردہ از رُخ برگشود — لؤلؤِ مکنونِ حق بیرون ز دریا آمدہ — 〃

میبرد گاہِ بمثل آن جمالِ کبریا — دین و دل از دستِ ما — طلعتِ قدسِ بہا بہرِ تماشا آمدہ — 〃

ای پسر چون دمبدم اندر کارِ حق کردن خطاست — کارِ ابلیسِ دغاست — چند گوئی این ظہور امروز بی جا آمدہ — 〃

در کتابِ عہد و اقدس در خصوصِ من اراد — گر ترا باشد سواد — نیک بنگر کو مرادِ شاہ ابہا آمدہ — 〃

من اراد شش خواند حق او شد مراد و حق مُرید — اوست یحکم ما یُرید — لیک با خلقِ جہان با صد مدارا آمدہ — 〃

ای گروہِ عاشقان صد مژدہ کز غیب بقا — شد عیان سرِّ خدا — دلبرِ جانانہ با رُخسارِ نورا آمدہ — 〃

منصعق شد بس کلیم از تابشِ آن نورِ پاک — بلکہ یکسان شد بخاک — مندک و صد پارہ چندین صخرِ صمّا آمدہ — 〃

ای صبا با ساکنینِ وادیِ صیئون بگو — کای گروہِ نیک خو — باز ابن اللہ پدید از صورِ صہبا آمدہ — 〃

گوی بارہبانِ اعظم کای خلیفہ ذو فنون — حرق کن پردہ ظنون — بین کہ عیسیٰ ز آسمان با کوس و کرنا آمدہ — 〃

ای صبا کن عاکفینِ دیر کرمل را خبر — کای گروہِ بی بصر — بارہا عیسیٰ بہ سیرِ این کلیسا آمدہ — 〃

سرِّ اعظم روحِ اکرم زندگی بخش قلوب — طلعتِ ربّ الرّبوب — تا شفا بخشد بر این صمّا و عمیا آمدہ — 〃

بینوایان را نوا بخشد اسیر انرا نجات — مُردہ جانان را حیات — ناتوانان را توان حیّ و توانا آمدہ — 〃

نفخۂ صورِ ظہورش تا بمرکبار رسید — مُردہ ہا را جان دمید — جلوۂ اشراقِ نورش تا بخارا آمدہ — 〃

ای صبا از چین زلفش نفحۂ بر سوی چین — کاین نگارِ نازنین — از برای اتحادِ خلقِ دنیا آمدہ — 〃

تا شگفت آن نو گلِ توحید در باغِ وجود — باغ را رونق نمود — در ثنایش عندلیب اینگونہ گویا آمدہ — 〃

آنکہ در ردِّ خدا بنوشت برہان اللبیب — نے جواب ای عندلیب — منت ایزد را کہ نزدِ خلق رسوا آمدہ — 〃

باید نفسِ خود را متذکّر داشت

ای چشمِ پُر انوار! خطا کارِ تو نیست — بنگر رخِ آن یار که این یارِ تو نیست
ای سر! تو فرازندۂ عزّ و شرفی — بر خاک میاسای که این کارِ تو نیست
ای نخبہ زبان! بجز ثنایش مسرای — کاوصافِ جہان لائقِ گفتارِ تو نیست
ای گوش! بجز رازِ خدائی مشنو — کآوازِ جہان قابل و درکارِ تو نیست
ای دل! مپسند جز پسندیدۂ یار — کاشیائے جہان درخورِ بازارِ تو نیست
ای پنجہ! سوی مالِ جہان باز مشو — کاین خاکِ سیہ قابلِ برد ارِ تو نیست
ای پای! مپیمای رہِ آز و حسد — کاین راہِ عدم شیوۂ رفتارِ تو نیست
ای تن! تو بدنیای دنی تکیہ مکن — کاین کہنہ خرابات نگہدارِ تو نیست

ای جان! بفضای لامکان جای گزین
کاین تن کہ فنا شود سزاوارِ تو نیست

تقویمِ بدیع

از یک تا ہفت و یک تا نوزدہ در نوزدہ ۳۶۱ و چہار ایام ہا بعد از سی سال ۵ روز و نام سال و ماہ و ہفتہ باسمار و صفاتِ الٰہیہ مزیّن است۔

این تقویم نود و ہشت سال است در عالمِ امر و خلق جاریست و سال بسال بہتر و خوشتر جلوہ مینماید کہ حتّی امسال کہ کاغذ مقوای خوب کمیاب و بسیار گرانست لجنۂ طبع و اشاعتِ امری با تائیداتِ الٰہیہ موفق گردیدہ است کہ عکس مشرق الاذکار امریکا را بر کارتہای بزرگ سفید براق باندازۂ ۱۵ در ۱۲ با مرکبِ سہ رنگ چاپ نماید و تقویم بہائی و میلادی را با مرکب دو رنگ و حروفِ انگلیسی در ذیلِ ایامِ ہفتہ توأماً گنجانیدہ بر بیست ورق کاغذ علیحدہ طبع و بر کارت منقوش نصب و ترتیب گردیدہ است کہ پس از اتمامِ ہر شہر بیانی باید یک ورق از کارت جدا نمود و پس از اتمامِ سال عکسِ مشرق الاذکار امریکا زینت بخشِ دار الابرار خواہد بود۔ ہدیۂ آن اگرچہ پیشِ از اینہاست ولے لجنہ بملاحظۂ اینکہ ہمہ احباء بتوانند چند نسخہ خریداری نمودہ بدوستان و نزدیکانِ خود نیز بدہند۔ قیمت فقط نسخۂ چہار آنہ معین نمودہ است ولے مخارجِ پستِ آن بعہدۂ مشتریان محترم خواہد بود۔ طالبین باید آدرس ذیل رجوع نمایند:۔ **منشی لجنہ طبع و اشاعت بہائیانِ ہند و برما** بہائی ہال کراچی

ماہنامہ

پیامبر دہلی

جلد سوم — مئی سنہ ۱۹۴۲ء — نمبر ۵

سبحانك اللهم يا الٰهي

تو پاک ہے اے خدا۔ اے میرے معبود!

وكم من رؤس نصبت على القناة في سبيلك وكم من صدور استقبلت السهام في رضائك
بڑی راہ میں بے شمار سر نیزوں پر چڑھا دیئے گئے اور تیری رضا میں بہت سے سینے تیروں کا نشانہ بنا دیئے گئے۔

وكم من قلوب تشبثت لارتفاع كلمتك وانتشار امرك وكم من عيون ذرفت
اور تیرا کلمہ بلند کرنے اور تیرا امر پھیلانے میں بہت سے دل چھلنی کر دیئے گئے۔ اور تیری محبت میں بے شمار آنکھوں نے

في حبك - اسئلك يا مالك الملوك وراحم المملوك باسمك الاعظم الذي جعلته
آنسو بہائے ہیں۔ اے تمام بادشاہوں کے مالک! اور غلاموں پر رحم کرنے والے۔ میں تیرے اس اسم اعظم کا واسطہ دیکر درخواست

مطلع اسمائك الحسنى ومظهر صفاتك العليا ان ترفع السبحات التي حالت بينك
کرتا ہوں جسے تو نے اپنے اسماء حسنیٰ کا مطلع اور اپنی صفات عالیہ کا مظہر بنایا ہے۔ کہ ان پردوں کو ہٹا دے جو تیرے اور تیری مخلوق کے

وبين خلقك ومنعتهم عن التوجه الى افق وحيك ثم اجتذبهم يا الهي بكلمتك
درمیان حائل ہو گئے ہیں اور انھیں تیری وحی کے اُفق کی طرف متوجہ ہونے سے روک رکھا ہے پھر اے میرے معبود تو اپنے بلند کلمہ

العليا عن شمال الوهم والنسيان الى يمين اليقين والعرفان ليعرفوا ما اردت
کے ذریعے انھیں وہم و نسیان کی بائیں جانب سے یقین و عرفان کی دائیں جانب کھینچ لے تاکہ جو کچھ تو نے اپنے فضل و کرم سے ان کے لئے

لهم بجودك وفضلك ويتوجهوا الى مظهر امرك ومطلع آياتك - يا الهي انت الكريم
پسند فرمایا ہے اس سے واقف ہو جائیں اور تیرے مظہر امر اور مطلع آیات کی طرف متوجہ ہوں۔ اے میرے معبود۔ تو ہی بڑا فضل کرنیوالا

ذو الفضل العظيم لا تمنع عبادك عن البحر الاعظم الذي جعلته حاملا لكل ما عملت
کریم ہے۔ اپنے بندوں کو اس بحر اعظم (رکے فیض) سے محروم نہ رکھ۔ جسے تو نے اپنے علم و حکمت کے جواہرات کا مخزن قرار دیا ہے

وحكمتك ولا تطردهم عن بابك الذي فتحته على من في سماواتك وارضك اي رب لا تمنعهم
اور انھیں اپنے اس در سے دور نہ کر جو تو نے زمین و آسمان کے رہنے والوں کے لئے کھول رکھا ہے۔ اے پروردگار۔ ان لوگوں کو اپنی کسی

بانفسهم انهم لا يعرفون ويحرمون عما هو خير لهم مما خلق في ارضك فانظر اليهم يا الهي بلحظات
حالت پر نہ چھوڑ کیونکہ وہ نادان و بے خبر ہیں۔ اور وہ اس چیز سے بھاگتے ہیں جو ان کے لئے زمین کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ اے تیرے

اعين الطافك ومواهبك وخلصهم عن النفس والهوى ليتقلبوا الى افقك الاعلى ويجدوا
معبود! لطف و کرم سے ان پر اپنی مہربانی کی نظر فرما اور انھیں نفس و ہوا کی قید سے آزاد کر تاکہ وہ تیرے افق اعلیٰ کی طرف پہنچنے کی کوشش کریں

حلاوة ذكرك ولذة المائدة التي نزلت من سماء مشيتك وهواء فضلك لم تزل احاط كرمك
اور تیرے ذکر کی لذت پائیں اور اس خوان نعمت کا مزہ چکھیں جو تیری مشیت کے آسمان اور تیرے جود و کرم کے تقاضے سے نازل ہوا ہے۔ تیرا کرم ہمیشہ

الممكنات وسبقت رحمتك الكائنات - لا اله الا انت الغفور الرحيم ٥٥٥
تمام جہان پر محیط رہا ہے اور تیری رحمت تمام کائنات کو گھیرے ہوئے ہے۔ لے غفور۔ رحیم۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

شریعت اتحاد

اعلموا ان الشرائع قد انتهت الی الشریعة المشتعبة من البحر الاعظم اقبلوا الیها

خوب سمجھ لو کہ تمام شریعتیں بحر اعظم سے نکلنے والی شریعت پر منتہی ہوئی ہیں ہمارے حکم سے اس شریعت کی

امرًا من لدنا انا کنا حاکمین ۔ انظروا العالم کھیکل انسان اعترته

طرف متوجہ ہو جاؤ ۔ بلاشک ہمیں حاکم ہیں ۔ تمام عالم کو ایک ہیکل انسانی کی مانند دیکھو ۔ اسے کئی بیماریاں

الامراض وبرئه منوط باتحاد من فیه اجتمعوا علی ما شرعناه لکم ولاتتبعوا

لاحق ہوگئی ہیں ۔ اور اس کی صحت و شفا اہل عالم کے اتحاد سے وابستہ ہے ۔ ہم نے جو شریعت تمہارے لئے مقرر

سبل المختلفین ۝ (کتاب مبین ص۸۴)

کی ہے اس پر جمع ہو جاؤ اور اختلافات پھیلانے والوں کی راہوں پر نہ چلو ۔

ان ربکم الرحمٰن یحب ان تری من فی الاکوان کنفس واحد وھیکل واحد

تمہارا پروردگار مہربان تمام اہل جہان کو ایک ہی جان اور ایک ہی جسم کی مانند متحد دیکھنا پسند کرتا ہے ۔

اعتنموا فضل الله ورحمته فی هذه الایام التی ما رأت عین الابداع شبهها

خدا کے فضل و رحمت کو ان دنوں میں غنیمت سمجھو جن کی مثال چشم عالم نے اب تک نہ دیکھی تھی ۔ مبارک ہے

طوبیٰ لمن نبذ ما عنده ابتغاء ما عند الله تشهد انه من الفائزین (ص۴۳)

وہ انسان جس نے خدا کی پسندیدہ چیز کے لئے اپنی پسندیدہ چیز کو چھوڑ دیا ۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ کامیاب لوگوں میں سے ہے ۔

قد جاء الغلام لیحیی العالم ویتحد من علی الارض کلها سوف یغلب ما اراد الله وتری

یہ بندہ عالم کو زندہ کرنے آیا ہے اور تاکہ تمام روئے زمین کے لوگ متحد ہو جائیں ۔ جو کچھ خدا نے چاہا ہے وہ غالب ہو کر رہیگا

الارض جنة الابهی کذلک رقم من قلم الامر علی لوح قویم ۝ (ص۱۳۲)

اور تو سرزمین کو جنت ابہیٰ دیکھیگا ۔ قلم امر سے لوح قویم پر اسی طرح ثبت ہوا ہے ۔

اتحدوا یا ملأ الارض باتحادکم تنفطر سماء الظلم وتنصعق الاصنام (ص۱۸۵)

اے سرزمین کے گروہو! متحد ہو جاؤ ۔ تمہارے اتحاد سے ہی ظلم کا آسمان پارہ پارہ ہو جائے گا اور بت بے حواس ہو جائیں گے ۔

قد مرت نسائم الفضل وحملت الاشیاء وکان اللہ علی ما اقول شہیداً۔ سوف

فضل کی خوشگوار ہوائیں چل پڑی ہیں اور ان کے ذریعے اشیاء بار دار ہوگئی ہیں۔ خدا میری بات کا گواہ ہے۔ عنقریب

یظہر من کل شئ ما تفرح بہ افئدۃ الموحدین اذا تشاہد المشرکین یفرون

ہر چیز سے وہ کچھ ظاہر ہوگا جس سے موحدین کے دل خوش ہوجائیں گے۔ تب تم دیکھو گے کہ مشرکین دائیں بائیں بھاگتے پھر رہے

عن الیمین والشمال ولن یجدوا مفرّاً امینا (ص۱۹۹)

ہیں اور کوئی امن کی جگہ نہ پائیں گے۔

اتحدوا فی حب اللہ ہذا خیر لکم مما خلق فی الاکوان (ص۳۵۵) کتاب مبین

تم خدا کی محبت میں متحد ہو جاؤ۔ یہ بات تمہارے لئے عالم ہستی کی ہر چیز سے بہتر ہے۔

از کتاب اقدس الواح — ان اللہ اراد ان یؤلف بین القلوب ولو باسباب السموات والارضین۔ ایاکم

خدا تمہارے دلوں کو ملانا چاہتا ہے اگرچہ آسمانوں اور زمینوں کے اسباب کے ذرائع سے ہو۔ خبردار!

ان تفرقکم شئونات النفس والہوی کونوا کالاصابع فی الید والارکان للبدن

نفس وہوی کی حالتیں تمہیں پراگندہ نہ کریں۔ ہاتھ کی انگلیوں اور جسم کے اعضاء کی طرح متحد ہو جاؤ۔

کذلک یعظکم قلم الوحی ان انتم من الموقنین۔ (ص۱۷)

قلم وحی تمہیں اسی طرح نصیحت کرتا ہے۔ اگر تم اہل ایقان میں سے ہو تو یقین کرو۔

عاشروا مع الادیان بالروح والریحان لیجدوا منکم عرف الرحمٰن (ص۳۹)

تمام اہل ادیان کے ساتھ فراخدلی اور خوشی سے زندگی بسر کرو تاکہ وہ تم میں رحمٰن کی خوشبو پائیں۔

قد منعتم فی الکتاب عن الجدال والنزاع والضرب وامثالہا عما تحزن بہ الافئدۃ

تمہیں کتاب اللہ میں لڑائی جھگڑے اور مار پیٹ اور ایسی سب باتوں سے منع کر دیا گیا ہے جن سے ضمیر اور دل

والقلوب (ص۳۹)

غمزدہ ہو جائیں۔

لاترضوا لاحد ما لاترضونہ لانفسکم اتقوا اللہ ولا تکونن من المتکبرین (ص۳۹)

تم کسی کے لئے بھی کوئی ایسی بات پسند نہ کرو جسے اپنے لئے پسند نہیں کرتے ہو۔ خدا سے ڈرو اور متکبروں میں سے ہرگز نہ بنو۔

یا اہل الارض لاتجعلوا دین اللہ سبباً لاختلافکم انہ نزّل بالحق لاتحاد من فی العالم

اے روئے زمین کے لوگو! تم خدا کے دین کو اپنے اختلاف کا ذریعہ نہ بناؤ۔ خدا کا دین تو فی الحقیقت اتحاد اہل عالم کے لئے نازل

اتقوا اللہ ولا تکونوا من الجاہلین (ص۶۵)

ہوا ہے۔ خدا سے ڈرو اور جاہلوں میں سے نہ بنو

طوبیٰ لمن یحب العالم خالصاً لوجہ ربہ الکریم (۶۲)

اس شخص کو مبارکباد جو محض اپنے پروردگار بزرگ کی رضا کے لئے تمام عالم سے محبت رکھتا ہے۔

قد جئنا لاتحاد من علی الارض واتفاقھم یشھد بذلک ما ظھر من بحر بیانی بین

ہم تمام اہل جہان کے اتحاد و اتفاق کے لئے آئے ہیں۔ جو کچھ میرے بیان کے سمندر سے میرے بندوں میں ظاہر ہوا ہے

عبادی ولکن القوم اکثرھم فی بُعد مبین (۶۳)

وہ اس بات کا گواہ ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہایت ہی دوری میں پڑے ہوئے ہیں۔

تمسکوا بما ینتفع بہ انفسکم و اھل العالم کذلک یأمرکم مالک القدم

تم ان کاموں کو اختیار کرو جن سے تمہارے نفوس اور تمام اہل عالم فائدہ اٹھائیں۔ مالکِ قدم جو اسم اعظم کے ذریعے

الظاھر بالاسم الاعظم انہ لھو الآمر الحکیم (۶۴)

ظہور فرما ہوا ہے تمہیں اسی طرح حکم دیتا ہے۔ یقیناً وہی آمر حکیم ہے۔

قل یا ملأ الارض تاللہ قد ظھر اللوح المحفوظ و انہ یمشی بین عبادہ و یقول ھذا یوم

کہدے اے روئے زمین کے لوگو! خدا کی قسم لوح محفوظ جلوہ گر ہے اور وہ اپنے بندوں میں محو خرام ہے اور یوں

وعدتم بہ فی کتب اللہ من قبل اتقوا اللہ ولا تتبعوا کل مشرک مرتاب (۶۶)

گویا ہے کہ یہ وہی دن ہے جس کا وعدہ پہلے سے تمہیں کتاب میں دیا گیا تھا۔ خدا سے ڈرو اور کسی مشرک مرتاب کی پیروی نہ کرو

قل یا ملأ الارض اتقوا اللہ ولا تتبعوا اھواءکم اسرعوا الی البحر الاعظم الذی ماج بین العالم

کہدے اے روئے زمین کے لوگو! خدا سے ڈرو اور اپنی خواہشوں کی پیروی نہ کرو۔ اس بحرِ اعظم کی جانب جلد چلو جو تمام دنیا میں

بسلطان غلب العٰلمین (۷۰)

ایسی قوت سے موجزن ہے کہ تمام جہانوں پر غالب آگئی ہے۔

قل یا ملأ الارض تاللہ قد حرت سفینۃ اللہ علیٰ بحر البیان و انھا تمر علی البر

کہدے اے روئے زمین کے لوگو! خدا کی قسم کشتی الٰہی بیان کے سمندر میں چل رہی ہے اور وہ میدان اور سمندر

والبحر لو انتم من العارفین۔ (۷۰)

میں کیساں چلتی چلی جا رہی ہے۔ کاش تم بھی عارفوں میں داخل ہو جاؤ۔

آسمانی بادشاہت کی ضیافت

عہد قدیم میں وعدہ مقدس پیغمبروں اور پاک صحیفوں نے آج سے کئی ہزار سال پہلے خبریں دی تھیں کہ خداوند عالم تمام قوموں کے لئے روحانی دسترخوان بچھائے گا۔ ولیصنع رب الجنود لجمیع الشعوب فی ھذا الجبل ولیمۃ سمائن۔ اور رب الافواج اس پہاڑ پر ساری قوموں کے لئے فربہ چیزوں سے ایک ضیافت تیار کریگا۔" (یسعیاہ ۲۵ باب ۶ آیت)

عہد جدید میں وعدہ اور پورب پچھم۔ اتر۔ دکھن سے لوگ خدا کی بادشاہت کی ضیافت میں شریک ہونگے یہ (لوقا ۱۳ باب)

"اور میں تم سے کہتا ہوں کہ بہتیرے پورب اور پچھم سے آکر ابرہام اور اسحٰق اور یعقوب کے ساتھ آسمانی بادشاہت کی ضیافت میں شریک ہونگے۔ (متی ۸ باب)

روحانی خوراک فانی خوراک کے لئے محنت نہ کرو۔ بلکہ اس خوراک کیلئے جو ہمیشگی زندگی ٹھہراتی ہے جسے ابن آدم تمھیں دیگا کیونکہ باپ یعنی خدا نے اسی پر مہر کی ہے۔ (یوحنا ۶ باب)

حقیقی روٹی۔ خدا کی روٹی زندگی کی روٹی۔ آسمانی روٹی میرا باپ تمھیں آسمان سے حقیقی روٹی دیتا ہے کیونکہ خدا کی روٹی وہ ہے جو آسمان سے اُتر کر دنیا کو زندگی بخشتی ہے (یوحنا ۶ باب) یہ وہ روٹی ہے جو آسمان سے اُترتی ہے تاکہ آدمی اس میں سے کھائے اور نہ مرے۔ میں ہوں وہ زندہ روٹی جو آسمان سے اُتری۔ اگر کوئی اس روٹی میں سے کھائے تو ابتک زندہ رہیگا۔" (یوحنا ۶ باب) "جو مجھ پر ایمان لاتا ہے گو وہ مرجائے تو بھی زندہ رہیگا" (یوحنا ۱۱ باب) میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جو ایمان لاتا ہے ہمیشگی زندگی اس کی ہے (یوحنا ۶ باب) انھوں نے اس سے کہا کہ اے خداوند یہ روٹی ہم کو ہمیشہ دیا کر (یوحنا ۶ باب) اور میرے بھیجنے والے کی مرضی یہ ہے کہ جو کچھ اس نے مجھے دیا ہے اسمیں سے کچھ کھو نہ دوں بلکہ اسے آخری دن پھر زندہ کروں۔ (یوحنا ۶ باب)

قرآن مجید اور مائدۂ آسمانی کتاب مقدس کے عہد قدیم اور عہد جدید دونوں سے واضح و آشکار ہے کہ خداوند عالم نے تمام قوموں کیلئے ایک مائدۂ آسمانی نازل کرنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ قرآن مجید میں ایک سورت المائدہ کے نام سے موجود ہے جسمیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خداوند عالم سے مائدۂ آسمانی نازل فرمانے کی درخواست کی تھی۔ جیسا کہ انجیل یوحنا میں آتا ہے کہ مسیح کے ماننے والوں نے کہا کہ اے خداوند! یہ روٹی ہم کو ہمیشہ دیا کر۔ قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر فرمایا ہے کہ حواریوں نے مائدۂ آسمانی کے لئے درخواست کی تو حضرت مسیح نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا

قال عیسی ابن مریم اللّٰھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السّماء تکون لنا عیدًا لاوّلنا واٰخرنا واٰیۃً منک قال اللّٰہ انی منزّلھا علیکم فمن یکفر بعد منکم فانی اعذّبہ عذابًا لا اعذّبہ احدًا من العٰلمین ۝
(پ ۷ المائدہ ع ۱۳)

عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے ہمارے ترتی دینے والے خدا۔ ہمارے لئے وہ آسمانی مائدہ نازل فرما جو ہمارے اگلے اور پچھلے سب لوگوں کو خوشی کے ساتھ بار بار ملے اور تیرا نشان ہو۔ خدا نے فرمایا۔ میں تم پر مائدۂ آسمانی ضرور نازل کرونگا۔ اس کے نازل ہونے پر جو لوگ انکار و ناشکری کرینگے میں انھیں ایسا عذاب دوں گا جیسا تمام عالم میں سے کسی کو نہ دوں گا۔

وعدۂ الٰہی کے مطابق مائدۂ آسمانی خود ظہورِ مسیح کی صورت میں مسیحی قوم کے

اگلوں کو بھی عطا ہوا۔ جیسا کہ آیاتِ انجیل سے ثابت ہے اور پچھلوں کو ظہورِ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اور اب پھر حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کے ذریعے وہی مائدۂ آسمانی دیا گیا۔ جیسا کہ مسیح نے خود فرمایا تھا کہ جو کچھ خدا نے مجھے دیا ہے میں اس سے کچھ کھو نہ دونگا۔ بلکہ آخری دن اسے پھر زندہ کرونگا۔ اور خدا سے درخواست کی تھی کہ یہ مائدۂ آسمانی ہمارے پچھلے لوگوں کے لئے بھی خوشی کا باعث ہو۔ اور لوٹ کر پھر انھیں ملے۔

اور معلوم ہو چکا ہے کہ اس مائدہ آسمانی سے مراد وہ روحانی خوراک ہے جو حقیقی زندگی بخشتی ہے۔ جس کے متعلق حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ "یہ مائدۂ آسمانی ابنِ آدم تمھیں دے گا" سو اب وعدے کے مطابق ابنِ آدم کا ظہور ہو گیا ہے اور اس نے دنیا کو وہ مائدۂ آسمانی دیا ہے جس کا وعدہ اور انتظار تھا۔ خداوند عالم فرماتا ہے :-

قل قد اتی المختار فی ظلل الانوار لیحیی الاکوان من نفحات اسمہ الرحمٰن ویتحد العالم ویجتمعوا علیٰ ھذہ المائدۃ التی نزلت من السماء ۔ (کتاب مبین ص۶۱)

کہدو۔ روشنیوں کے سایوں میں ہو کر وہ مالک مختار آ پہنچا ہے تاکہ عالم ہستی کو اپنے اسم رحمٰن کے نفحات سے زندہ کرے اور تمام عالم انسانی متحد ہو جائے اور سب لوگ اس مائدۂ روحانی پر جمع ہو جائیں جو آسمان سے اترا ہے۔

ونزلت مائدۃ العرفان من سماء الفضل ان کنتم تفقھون (مبین ص)

اور مائدۂ عرفان آسمانِ فضل سے نازل ہوا ہے۔ تم حقیقت فہم ہو تو سمجھ لو۔

ایاکم ان تکفروا بنعمۃ اللہ بعد انزالھا ھذا خیر لکم مما عندکم

خبردار! جب خدا کی نعمت نازل ہو چکی تم اس کی ناشکری نہ کرنا۔ یہ تمھارے لئے تمھاری سب چیزوں سے بہتر ہے کیونکہ تمھاری یہ چیزیں تو فنا ہو جائینگی اور خدا کے پاس کی نعمت لازوال ہے۔ یقیناً خدا اپنے ہر ارادہ پر حاکم ہے۔

(انہ سیفنی ومما عند اللہ یبقی انہ ھو الحاکم علیٰ ما یرید (کتاب مبین ص۶۱)

قانونِ قدرت یہی ہے کہ جب کوئی قوم مائدۂ آسمانی کی بے قدری کرتی ہے تو دنیاوی نعمتیں بھی اس کے ہاتھ سے نکل جاتی ہیں۔ اسی لئے قرآن مجید میں بھی فرمایا کہ اس مائدۂ آسمانی کے نازل ہونے پر جو لوگ انکار اور ناشکری کرینگے انھیں سخت عذاب دیا جائے گا جو تاریخ دنیا میں اپنی نظیر نہ رکھتا ہوگا۔

آج خداوند عالم فرماتا ہے :-

طوبیٰ للذین عرفوا النور وسرعوا الیہ اذا ھم فی الملکوت یاکلون و یشربون مع الاصفیاء وتر ٰکم یا ابناء الملکوت فی الظلمۃ ۔ (لوح پاپا) (کتاب مبین ص۶۱ و پیام بر جنوری ۱۹۴۱ء)

مبارک ہیں وہ جنھوں نے نور کو پہچانا اور جلد جلد اس کی طرف بڑھے تو دیکھو وہ میرے برگزیدوں کے ساتھ آسمانی بادشاہت میں کھا پی رہے ہیں۔ اور اے آسمانی بادشاہت کے فرزندو! ہم تمھیں تاریکی میں پڑا ہوا دیکھتے ہیں۔

.. .. ..

خداوند عالم گواہ ہے کہ حضرت مسیح نے جو کچھ کہا تھا وہ پورا ہوا اور ہو رہا ہے ابن آدم بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان سے آگیا ہے جیسے پہلے بھی آسمان ہی سے آیا تھا۔ وہ اپنے جلال کے تخت پر بیٹھ گیا ہے۔ فرشتے اس کے ساتھ آئے ہیں۔ نرسنگے کی بڑی آواز کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیج چکا ہے جو اس کے برگزیدوں کو آسمان کے اس سرے سے اس سرے تک جمع کر رہے ہیں۔ مگر افسوس کہ وہ جو آسمانی بادشاہت کے فرزند بننے تھے اور حضرت مسیح اور دیگر نبیوں کی معرفت ایک عظیم الشان آسمانی بادشاہت کے منتظر و مشتاق بنائے گئے تھے مسیح کے الفاظ میں "ان کے دل خمار اور نشہ بازی اور اس دنیا کی فکروں سے سست" ہو گئے اور انھوں نے مائدۂ آسمانی اور

دینِ خداوندی سے اپنے آپ کو غافل و محروم کر لیا۔ وعدے کے مطابق آنے والا وقت اُن پر پھندے کی طرح ناگہاں۔ اُن پر بلکہ سب روئے زمین کے باشندوں پر آن پڑا ہے۔ کاش اب ان لوگوں کو ہونے والی تباہیوں سے بچنے اور ابن آدم کے حضور کھڑے ہونے کا مقدور حاصل ہو۔ اس وقت ایسی بڑی مصیبت ہے کہ دنیا کے شروع سے اب تک نہ ہوئی تھی۔ اب زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹ رہی ہیں۔ اور جیسے بجلی آسمان کی ایک طرف سے کوند کر دوسری طرف چمکتی ہے۔ ویسے ہی ابن آدم سرزمینِ مشرقِ ایران سے نکل کر سرزمین قدس فلسطین میں ظاہر و جلوہ گر ہوا۔ لیکن جیسا کہ لکھا تھا اس نے بہت دُکھ اٹھائے اور اس زمانے کے لوگوں نے اسے رد کیا۔ مسیح کو جو کچھ اور باتیں کہنی تھیں جن کی برداشت اس وقت لوگ نہیں کر سکتے تھے اب سچائی کا روح دنیا میں آکر تمام سچائی کی راہ دکھا رہا ہے۔ اور ہاں جیسا کہ مسیح نے فرمایا تھا خدا کی بادشاہت ظاہری و دنیاوی طور پر نہیں آئی بلکہ روحوں پر حکومت خدائی بادشاہت ہے جو حسرت بہاء اللہ کے ذریعے نمودار ہو رہی ہے۔

اس روحانی اور الٰہی سلطنت سے روگردانی کا اثر یہ ہوا ہے کہ انسان کے دِل کا باطنی فساد جنگ اور قتال کی شکل میں رونما ہے۔ دنیا آگ میں جھلس رہی ہے۔

مسیحی قوموں کے گمراہ ضلالت ہو جانے کی خبر خود حضرت مسیح نے یوں دی تھی " میں تم سے کہتا ہوں کہ بہتیرے پورب پچھم سے آکر ابراہیم۔ اسحٰق اور یعقوب کے ساتھ آسمانی بادشاہت کی ضیافت میں شریک ہونگے مگر بادشاہت کے بیٹے اندھیرے میں ڈالے جائینگے۔ (متی ب۸) جب تم ابراہیم۔ اسحٰق اور یعقوب اور سب نبیوں کو خدا کی بادشاہت میں شامل اور اپنے آپ کو باہر نکالا ہوا دیکھو گے۔ (لوقا ب۱۳)

میں تم سے کہتا ہوں بہتیرے داخل ہونے کی کوشش کرینگے اور نہ ہو سکیں گے۔ (لوقا ب۱۳)

سو واقعات سے ظاہر ہے کہ خداوند عالم نے جو کچھ فرمایا تھا وہ آج آشکار ہو گیا۔ عیسائی اقوام کو مسیح کے ذریعے آسمانی مائدہ دیا گیا۔ جس میں نرم دلی۔ عفو۔ رحم۔ محبت سب سے بڑی چیز تھی مگر ان اقوام نے اس مائدۂ آسمانی کو بُری طرح ٹھکرا دیا ہے۔ پھر دوبارہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مائدۂ روحانی عطا ہوا۔ مگر مسیحی اقوام نے اُسے قبول نہ کیا۔

اب حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کے ظہور میں پھر وہی نعمت نازل ہوئی ہے اور مائدۂ آسمانی نہایت خوبی کے ساتھ دیا گیا ہے جس میں اتحادِ عالم اور عالمگیر صلح و امن اور محبتِ نوعِ بشر خاص نعمتیں ہیں لیکن ان اقوام نے اس مائدۂ آسمانی کی قدر نہ کی۔ اور بے پروائی سے منہ پھیر لیا۔ تب خداوند عالم نے وہی کیا جو فرمایا تھا کہ مائدۂ آسمانی نازل کرنے کے بعد جو لوگ انکار و ناشکری کرینگے میں انھیں ایسا سخت عذاب دوں گا کہ جیسا دنیا میں کسی کو نہ دیا ہو۔ آج تمام جہان کی آنکھیں کیا دیکھ رہی ہیں؟

موجودہ جنگ عالمگیر عذاب ہے اور یہ مسیحی اقوام کے اندر سے ہی اُٹھا ہے اور وہ آپس میں الجھ کر عذاب و ہلاکت میں مبتلا ہو رہی ہیں۔ تمام دنیا متفقہ طور پر مان رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ تاریخ عالم میں ایسے عذابِ عظیم کی نظیر نہیں ملتی۔ روحانی نعمت کے انکار کرنے پر دنیا کی ظاہری نعمتیں فنا ہوتی جا رہی ہیں اور دنیا حیران ہے۔

قدرتِ الٰہی عجیب شان دکھا رہی ہے۔ فرمایا تھا:۔

"جیسے کڑوے دانے جمع کئے جاتے اور آگ میں جلائے جاتے ہیں۔ ایسا ہی دنیا کے آخر میں ہوگا"

(متی ب۱۳)

پس اب اہل دنیا کو چاہئے کہ وہ خداوند عالم کی رضا تلاش کریں۔ گناہوں سے باز آئیں۔ دین کی حقیقت کو سمجھیں۔ تمام مظاہر الٰہی کی صداقت کو قبول کریں۔ اس مائدۂ آسمانی کو حاصل کریں جو آج آسمانِ فضل سے نازل ہوا ہے۔ اتحاد عالم کا پروگرام جو قلم قدرت نے لکھا ہے سب کو چاہئے کہ اسے جاری کریں۔ مذہب اور قوم اور وطن اور زبان کے نام سے جس قدر تعصبات اور فرقہ وارانہ خیالات ہیں سب کو مٹا دیں۔ نجست کی روح سے سرشار ہو کر آسمانی بادشاہت کی ضیافت میں آئیں۔ اس مکرم زمانے کی قدر و منزلت کو پہچانیں۔ اور اس ظہور کی برتری و عظمت کو شناخت کریں۔ اور آج کے مائدۂ آسمانی سے بہرہ یاب ہوں۔ والسلام۔

عصرِ حاضر کا روشن پہلو

یہ سرزمین عرصۂ محشر ہے ان دنوں
اجلاس میں عدالتِ داور ہے ان دنوں

روزِ ازل سے دھوم تھی جس کے ظہور کی
اُس دلربا کی دید میسر ہے ان دنوں

ارض و سما جِسن بدل کر نئے ہوئے
دُنیائے عشق عالمِ دیگر ہے ان دنوں

فرقت کا دور ختم ہوا۔ عاشقو! چلو
بزمِ وصالِ یار منوّر ہے ان دنوں

اے تشنگانِ آبِ بقا! اذنِ عام ہے
خود منتظر وہ ساقیِ کوثر ہے ان دنوں

پھیلی ہوئی ہے گلشنِ دلدار کی مہک
عُشاق کا دماغ معطّر ہے ان دنوں

انسانیت کے گھر میں اخوت کا دور ہے
آپس میں ایک ایک برادر ہے ان دنوں

(علی)

دُنیا بھر میں آگ بھڑک رہی ہے

انسان کی قوتِ خیال جب روحانیت سے لبریز ہوتی ہے تو انسان نورانی ہوتا ہے اور جب انسان میں غیض و غضب اور تعصب کی آگ بھڑکتی ہے تو وہ ناری ہوتا ہے۔

جو انسان قہر و غضب اور حرص و آز، بغض و حسد میں سراپا آتش ہو جاتے ہیں۔ انکارِ حق میں جوش دکھاتے ہیں۔ بدعملی میں سرگرم ہوتے ہیں وہ شیطان کہلاتے ہیں۔

جو انسان حق پرست ہوتے ہیں اور اطاعتِ الٰہی میں خوشی سے مستعد ہوتے ہیں اور نیکیوں میں سب سے بڑھ جاتے ہیں وہ فرشتے بن جاتے ہیں۔

بادِ صرصر سے جو بجلی کی لہر چلتی ہے وہ مختلف مشینوں میں مختلف کام کرتی ہے۔ وہی لہر جب بلب میں آتی ہے تو روشنی پھیلاتی ہے۔ اور وہی لہر جب کسی برقی چولھے کے تاروں میں پہنچتی ہے تو آگ بن جاتی ہے جس سے ہر طرح کے کھانے پکائے جاتے ہیں۔ کہیں بجلی کی لہروں سے مریضوں کے جسم میں نئی زندگی کی حرارت پیدا کی جاتی ہے۔ کہیں بجلی کے ذریعے تختۂ موت پر مجرموں کو فنا کے گھاٹ اتارا جاتا ہے۔ ہر برقی لہر سے ہی جگہ جگہ حماموں میں پانی گرم کیا جاتا ہے اور اسی سے جگہ جگہ برف آب بنایا جاتا ہے۔

اسی طرح ارواحِ انسانی اپنے اپنے خواص و اعمال کے لحاظ سے الگ الگ اثر دکھاتی ہیں۔ انہیں اعمال کی بناء پر ان کی فطرت نور یا کیفیتِ نار ان میں نمودار ہو جاتی ہے۔ نورانی انسان دنیا کو منور کر دیتے ہیں۔ اہلِ نار خرمنِ ہستی میں آگ لگا دیتے ہیں۔ نوری خود روشن ہو کر دوسروں کو روشن کر دیتے ہیں۔ ناری آپ جلتے اور دوسروں کو جلاتے ہیں۔ انھیں آگ والوں کا ذکر خداوندِ عالم نے یوں فرمایا ہے کہ خود ان کے دلوں پر آگ مشتعل ہوتی ہے اور ان میں آگ بھری ہے (سورۂ ہمزہ) یہی ان کی آتشِ باطن جب زور سے بھڑکتی ہے تو بے شمار دلوں کو جلا ڈالتی ہے۔ بستیوں کو پھونک دیتی ہے اور قسم قسم کے آتشگیر مادّوں میں نمودار ہو کر انسانوں کو تباہ و برباد کر ڈالتی ہے یہی آگ نار الحرب یا آتشِ جنگ کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور بحر و بر میں فساد برپا کرتی ہے۔ خداوندِ عالم ہمیشہ آتشِ فساد کو بجھانے کا سامان کرتا ہے۔ پیغمبر کو بھیجتا ہے اور آگ میں پڑے ہوئے لوگوں کو باہر نکال لیتا ہے۔ لیکن بہت سے انسان نور سے بھاگتے ہیں اور نار ہی میں رہنا چاہتے ہیں۔ وہ کسی خیر خواہ کی آواز نہیں سنتے۔

عصرِ حاضر میں خداوندِ عالم نے حضرت بہاءاللہ کے ذریعے تمام شاہانِ عالم اور اقوامِ عالم کو عدل و انصاف اور اتحاد و اتفاق کی تاکید فرمائیں۔ بار بار مفصل الواح میں یگانگت و وحدت کی تعلیمات دیں۔ بادشاہوں کو عام طور پر اور بڑے بڑے بادشاہوں کو خاص خاص طور خطاب فرمایا۔ تمام قوموں کے علماء اور لیڈروں کو مخاطب فرما کر اصلاح و تعمیرِ عالم کے احکام دیئے۔

حضرت عبدالبہاء نے تقریر اور تحریر کے ذریعے اور بنفسِ نفیس یورپ۔ جرمنی۔ فرانس۔ امریکہ میں تشریف لے جا کر یونیورسٹیوں میں

قوموں کے اداروں۔ عبادت گاہوں میں سب کو عام خطاب کر کے وحدت و یگانگت اور عالمگیر صلح و اتحاد کے احکام الٰہی پہنچائے۔ ہزار ہا لوگوں نے حضرت عبدالبہاء کی آواز پر لبیک کہا۔ لیکن اکثر لوگ غفلت میں ہی چور رہے۔

حضرت عبدالبہاءؑ نے پہلی جنگ عظیم سے قبل دنیا کو خطرۂ جنگ سے آگاہ فرمایا تھا۔ اور پھر جنگ عظیم ختم ہو جانے کے بعد بھی فرماتے رہے کہ اور بھی خطرات درپیش ہیں۔ ہولناک وقت آنے والا ہے۔

لیکن لوگوں نے بہت کم توجہ کی۔ آخر کار یہ عظیم و مہیب فساد دنیا میں برپا ہو گیا جس کے اثر سے دنیا کا کوئی ملک نہیں بچا۔ کوئی انسان بلکہ کوئی چیز بھی نہیں بچی۔ اس عالمگیر آتش فساد نے دنیا کو جھلس کر رکھ دیا۔ اور خدا بہتر جانتا ہے کہ آگے کیا کچھ ہوگا۔

حضرت مسیح نے جو خبریں دی تھیں وہ اب واقعات بن کر رونما ہو رہی ہیں۔ بے شک ہم لڑائیاں دیکھ رہے ہیں اور ایسی لڑائیاں جن کی مثال چشم عالم نے آج تک نہ دیکھی تھی۔ بیشک ہم طرح طرح کی افواہیں سن رہے ہیں کیونکہ ایسے وقت میں افواہوں کا کثرت سے پھیلنا بتایا گیا تھا۔ افواہوں سے بڑا اضطراب پھیل رہا ہے اور جیسا کہ فرمایا تھا آج قوم پر قوم اور بادشاہت پر بادشاہت چڑھائی کر رہی ہے کال پڑ رہے ہیں۔ بہو نچال آ رہے ہیں۔ دنیا دار لوگ دینداروں کو تکلیف دے رہے ہیں۔ بہتیرے مومن جو ظہور ثانی مسیح پر ایمان لائے قتل کر دیئے گئے۔ عام دنیا میں مختلف قومیں اور جماعتیں اور لوگ ایکدوسرے سے عداوت کر رہے ہیں۔ اور بہت سے جھوٹے نبی بھی اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں جیسا کہ ہر قوم اور ہر مذہب کے زیر سایہ بناوٹی نبی۔ ولی۔ مرشد۔ درویش زاہد وغیرہ بن کر اہل عالم کو ظہور حق اور دین حق سے محروم بنا رہے ہیں۔ بیدینی کے بڑھ جانے کے سبب بہتیروں کی محبت ٹھنڈی پڑ گئی ہے مگر ساتھ ہی آسمانی بادشاہت کی خوشخبری کی منادی تمام دنیا میں ہو رہی ہے جو سب قوموں کے لئے گواہی اور خدائی نشان ہے۔

عہد قدیم کے نبیوں کی معرفت بھی خداوند عالم نے فرمایا تھا کہ آخری دنوں میں جہاں رحمت بڑے زور سے نیا ظہور دکھائے گی وہاں اہل حجاب پر نقمت و قہر کا نزول بھی بڑے زور سے ہوگا۔ ایسا کہ سارے انسان تھرتھرا جائینگے۔ اور خداوند عالم نے ایسے لوگوں کے لئے فرمایا تھا کہ خونریزی کے ذریعے انھیں سزا دوں گا اور یہ کہ ان پر آگ اور گندھک برساؤں گا۔ نیز فرمایا تھا کہ "میں ماجوج پر اور ان پر جو جزیروں میں بے پروائی سے سکونت کرتے ہیں ایک آگ بھیجوں گا"

(حزقیل باب ۳۹)

قرآن مجید میں بھی اس آگ کی خبر دی گئی تھی،

یہ بات اچھی طرح ثابت ہو چکی ہے کہ قیامت میں فنائے عالم نہ ہوگی۔ اور جب قیامت میں فنائے عالم نہیں ہے تو آیات قیامت اسی دنیا سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ مدعا مفصل دلائل سے کوکب ہند۔ بہائی میگزین اور پیام مہر میں ثابت کر چکے ہیں۔ اسی لئے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ پیش نظر مضمون کی مناسبت سے ہم سورۂ تکویر و انفطار و انشقاق کی آیات لکھتے ہیں جن میں یہ بھی ذکر ہے کہ دریاؤں میں بھی آگ لگائی جائے گی۔ دنیا میں سخت آگ بھڑکائی جائے گی۔ شہروں میں آگ لگا کر پھونک دیا جائے گا۔ اب ہم تمام آیات ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

اذا الشمس کورت۔ جب آفتاب اسلام لپیٹ لیا جائے گا۔ اذا النجوم انکدرت جب ستارے یعنی علمار بے نور ہو جائینگے۔ اذا الجبال سیرت جب قوی دل مومنین اور احکام دین اپنی جگہ سے ہٹا دیئے جائینگے واذا العشار عطلت اور جب دس مہینے کی حاملہ اونٹنی ناقابل اہمیت قرار دی جائے گی۔ جو کسی زمانے میں اہل عرب کے نزدیک

نفیس مال سمجھی جاتی تھیں۔ واذا الوحوش حشرت اور جب وحشی جانور سدھانے کے لئے جمع کئے جائینگے۔ اور وحشی لوگ اکٹھے کر دیئے جائینگے۔ جیسا کہ لڑائیوں میں دنیا بھر کے گنوار بھرتی کئے جاتے ہیں واذا البحار سجرت اور جب دریاؤں میں آگ لگا دی جائے گی سو اب موجودہ جنگ میں بڑے بڑے سمندروں میں پٹرول کی آگ لگا دی گئی۔ میلوں دریا میں آگ لگی رہی اور کئی کئی دن تک بلند شعلے اُٹھتے رہے۔ بحار عربی میں شہروں کو بھی کہتے ہیں تو معنی یہ ہوئے کہ شہروں میں آگ لگا دی جائے گی۔ موجودہ جنگ کے واقعات دنیا کی آنکھوں کے سامنے ہیں کہ بڑے بڑے مشہور شہروں میں آگ لگا دی گئی جس کی روشنی چالیس چالیس میل تک جاتی تھی۔ ایسی آتشزدگی ہوئی جسکی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ لغت کے لحاظ سے بحرت کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ شہر لوگوں سے بھر جائیں گے۔ موجودہ تمدن میں بات نہایت عیاں ہے کہ شہروں میں اس قدر لوگ بھر گئے ہیں کہ پہلے کبھی اس قدر نہ بھرے تھے۔ اور آگ بھی ایسی لگی کہ کبھی نہ لگی تھی۔

واذا النفوس زوجت اور لوگ باہم ملا دیئے جائینگے۔ کاروباری تعلقات میں لوگ اس شان اور اس کثرت سے مل رہے ہیں کہ پہلے زمانوں میں ایسے کبھی نہ ملے تھے۔ یہاں رشتہ داری کے تعلقات میں بھی عنداللہ عالم نے مذہب اور قوم کی حدود کو درمیان سے اُٹھا دیا ہے اور سب انسان شادی بیاہ میں باہم ملے جا رہے ہیں ایک قوم دوسری قوم سے ایک مُلک دوسرے مُلک سے مل رہا ہے۔

واذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت

اور زندہ درگور عورت سے سوال کیا جائیگا کہ وہ کس گناہ میں ہلاک کر دی گئی۔ یعنی عقد نسوان کے متعلق مطالبات ہونگے جیسا کہ ہو رہے ہیں اور عورتوں کی جائز آزادی اور مساوات کی تحریکات بڑے زور سے کام کریں گی۔ اور اس زمانے میں ایسی بڑی بڑی تحریکات کام کر رہی ہیں۔

واذا الصحف نشرت۔ اور جب کتابیں۔ الہامی صحیفے۔ اور عام کتابیں۔ رسالے۔ اخبارات۔ اشتہارات کے اوراق کی نشر و اشاعت کی جائیگی۔ تمام وہ کتابیں جو دنیا میں نایاب تھیں وہ بھی چھپ کر شائع ہو رہی ہیں اور ایک دن میں اس قدر نشر و اشاعت کا کام ہو جاتا ہے جتنا پہلے ایک صدی میں بلکہ ایک ہزار سال میں بھی نہ ہو سکتا تھا۔

صحیفے۔ صفحہ کو بھی کہتے ہیں۔ تو کتابوں اخباروں۔ اشتہاروں کے علاوہ تمام سائن بورڈ بھی صفحات ہیں جن پر عبارات لکھی ہوتی ہیں۔ ہر گلی کوچے اور سڑک اور بازار میں اذا الصحف نشرت کا نظارہ دکھائی دے رہا ہے۔ بلکہ نقد روپے کی جگہ بھی اب صحف لے لی ہے۔ نوٹ بھی صفحات ہیں جن پر عبارت لکھی ہوتی ہے۔ اور وہ کل عالم میں منتشر ہیں۔ دنیا بھر کا کاروبار اُن سے ہو رہا ہے۔

واذا السماء کشطت جب آسمان دین و علم کا پردہ دور کر دیا جائے گا۔ دینی حقائق آشکارا ہو جائینگے۔ علمی انکشافات بے نقاب ہو جائینگے۔ جیسے کسی پھل کے اوپر سے چھلکا اُتار دیا جاتا ہے تو اصل مغز کھانے کو مل جاتا ہے اسی طرح دین و علم کا قشر یعنی بیرونی چھلکا اتار دیا گیا ہے اور اصل قشر موجود و نمودار ہے جس سے سچے طلبگار فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

واذا الجحیم سعرت جب آگ بھڑکائی جائیگی۔ اس کلمۂ الٰہیہ کا بھی عجیب ظہور اس زمانے میں ہو رہا ہے۔ اب اس طرح سے آگ بھڑکائی گئی ہے جس کی مثال عالم ہستی میں پہلے کبھی سننے میں بھی نہیں آئی۔

کسی وقت بزرگوں سے ہم نے یہ بات سنی تھی کہ قیامت کے دن لوگ اپنی جیبوں میں آگ لئے پھرینگے اور جلیں گے نہیں۔ ماچس کی ایجاد نے اس بات کو سچا کر دکھایا۔ اب دنیا بھر میں

ہماری عالمگیر سواری ریل موجود ہے جو آگ سے چلتی ہے۔ برق رفتار موٹریں پٹرول کی آگ سے دوڑ رہی ہیں۔ آسمان پر ہوائی جہاز آگ ہی کے ذریعے اڑتے اور تمام دنیا کا سفر کرتے ہیں۔ مٹی کا تیل۔ موبل آئل۔ اسپرٹ۔ پٹرول یہ سب زمین کے اندر بہنے والے دریاؤں کے پانی ہی تو ہیں جو آگ بن بن کر بھڑکتے ہیں اور نئے زمانے کے نئے کاموں میں وہ عجیب عمل کر رہے ہیں جو گذشتہ زمانوں میں انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتے تھے۔ خالق فطرت نے ان سب چیزوں اور حالتوں کو اذا البحار سجرت اور اذا الجحیم سعرت میں بیان فرما دیا۔ جحیم بھڑکتی آگ کو کہتے ہیں۔ فالقوہ فی الجحیم (صٰفّٰت) منکروں نے کہا کہ ابراہیم کو بھڑکتی آگ میں ڈالدو۔ موجودہ جنگ میں بے نظیر طریق پر آگ بھڑکائی گئی ہے ایسی گیس بنائی گئی ہے جو عمارتوں پر چھوڑ دی جائے تو سب میں یکلخت آگ لگا دے۔ ایسے بم بنائے گئے ہیں جو آگ لگا کر بستیوں کو پھونک ڈالتے ہیں۔ آدمیوں کو بھون ڈالتے ہیں اور جس چیز پر پڑیں اُسے جلا کر خاک کر دیتے ہیں۔

واذا الجنۃ ازلفت۔ ظہورِ حق کے ذریعے جنت آراستہ کر دی گئی ہے جسے اہل بصیرت دیکھتے ہیں۔

علمت نفس ما احضرت۔ لوگوں پر اپنی اپنی مساعی کی حقیقت منکشف ہو جائے گی۔

فاذا جاءت الطامۃ الکبریٰ۔ جب وہ بڑی چیز آئیگی جو مٹانے والی ہوگی۔ دنیا کے تمدن اور تعمیرات کو مٹائیگی۔ پرانے مذاہب و رسوم کو مٹائے گی۔ یوم یتذکر الانسان ما سعیٰ تب نوعِ انسان کو معلوم ہو جائیگا کہ اس نے کیا کیا کوششیں کی ہیں وبرزت الجحیم لمن یریٰ اور دیکھنے والے کے سامنے آگ نکال کر رکھ دی جائیگی۔ لمن یریٰ۔ جو دیکھتا ہے۔ دیکھنا کئی رنگ میں ہے اور دیکھنے والے کئی قسم کے ہیں۔ از جملہ رویت باطنی یعنی حقیقتِ روحانی کا مشاہدہ کرنا ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ اس زمانۂ موعود میں اہل بصیرت دیکھ لینگے یہ آگ آتشِ جہنم ہے جو دنیا میں بھڑک رہی ہے۔

فاما من طغیٰ و اٰثر الحیوٰۃ الدنیا فان الجحیم ھی المأوٰی۔ پھر تفصیل فرماتا ہے کہ جو لوگ دور قیامت میں حق سے سرکشی کر کے دنیا دارانہ زندگی کو مقدم کرینگے۔ ان کا مطمح نظر صرف سفلی زندگی ہوگی وہ مادیت میں غرق ہونگے تو ان کا مقام یہی آگ ہوگی۔ چنانچہ آجکل دنیا کے بندے یہی سمجھ رہے ہیں کہ یہ آگ جو لڑائی میں بھڑکائی جارہی ہے یہی ہماری حفاظت اور پناہ گاہ ہے۔ اگر ہم نے جنگ نہ کی تو ہم تباہ ہو جائیں گے اور ہمارا کوئی ٹھکانا نہ ہوگا۔ اور لطیفہ یہ ہے کہ یہی آتشِ جنگ انھیں گھیر کر جلا ڈالے گی۔

واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھویٰ فان الجنۃ ھی المأوٰی۔ جو لوگ دور قیامت میں اپنے پروردگار کے قیام و ظہور کے حضور میں ترساں ہونگے اور نفس کو بے جا خواہشوں سے باز رکھینگے (بے جا خواہشوں میں دنیا پرستی۔ حرص و آز۔ قتل و غارت۔ جنگ و فساد بڑی اور بہت بری خواہشات ہیں) نفسانی خواہشوں سے باز رہنے والوں کی پناہ گاہ جنت ہوگی۔

القارعۃ ما القارعۃ۔ دنیا کو دہلا دینے والی سخت مصیبت۔ کیا ہی سخت مصیبت ہے۔ وما ادرٰک ما القارعۃ۔ اور تم سمجھے دنیا کو دہلا دینے والی سخت مصیبت کیا ہے؟

یوم یکون الناس کالفراش المبثوث۔ جیسے لوگ پھیلے ہوئے پتنگوں کی مانند ہونگے۔ کچھ تو جاہل حق کی شمع کے پروانے ہو کر جان فدا کریں گے اور کچھ گمراہی و جنگ و فساد کی آگ میں گر رہے ہونگے

وتکون الجبال کالعھن المنفوش ۔ اور بڑے بڑے لوگ دھنکی ہوئی روئی کی مانند پراگندہ ہونگے ۔ جیسا کہ علمائے مذاہب قدیمہ اور پرانے طرز پر حکومت کرنے والے بادشاہوں کا حال آجکل سب کو نظر آرہا ہے ۔

فاما من ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ راضیۃ ۔ تو اب جس کی علمی وعملی میزانیں بھاری ہونگی وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا ۔ واما من خفت موازینہ فامہ ھاویہ اور جس کی علمی وعملی میزانیں ہلکی ہونگی تو ھاویہ اس کی ماں ہوگی ۔ وہ ھاویہ یعنی گرانے والی ہلاکت سے ہی پیدا ہوگا ۔ اور اسی کی گود میں پرورش پائے گا اور وہی اس کا ٹھکانا ہوگی ۔ وما ادرٰک ما ھیہ اور تم سمجھے بھی کہ ھاویہ کیا چیز ہے ؟ نار حامیہ ۔ بھڑکتی ہوئی آگ ہے ۔

یہی آگ اب آسمان سے برس رہی ہے ۔ شہروں میں لگ رہی ہے ۔ دریاؤں میں بھڑک رہی ہے ۔ کلوں کوچوں میں پھیل رہی ہے عمارتوں کو گرا رہی ہے ۔ جان ومال کو تباہ کر رہی ہے ۔ اس کے خوف سے لوگ گھبرا رہے ہیں ۔ خداوند عالم رحم فرمائے کہ اس کے رحم کے سوا کوئی پناہ نہیں ہے ۔

خداوند عالم سورۂ حج میں فرماتا ہے یا ایھا الناس اتقوا ربکم ۔ اے لوگو ! خدا سے ڈرو ۔ ان زلزلۃ الساعۃ شیٔ عظیم ۔ وقت موعود کی ہلچل بہت بڑی چیز ہے ۔ یوم ترونھا تذھل کل مرضعۃ عما ارضعت ۔ جس دن تم وہ ہلچل دیکھو گے تو ایسا اضطراب ہوگا کہ ماتا رکھنے والی مائیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی جنھیں انھوں نے اپنا دودھ پلا کر پالا تھا ۔ چنانچہ لاکھوں لاکھوں لاڈلے بیٹوں کو مائیں جنگ میں بھیجکر انھیں بھولی ہوئی چیز بنا رہی ہیں ۔ اور جب بم یا آگ برستی ہے تو بھی نفسی نفسی کی پکار میں بہت سی مائیں بچوں کو بھول کر اپنی جان بچانے کی فکر میں ہوتی ہیں ۔

وتضع کل ذات حمل حملھا ۔ اور حمل والی اپنا حمل وضع کر دیگی ۔ بھلا قیامت موہوم میں حمل کہاں ؟ یہ تو دنیا کا ہی ذکر ہے جہاں آجکل دہشت اور سخت دھماکے وغیرہ سے حمل گر رہے ہیں

وترى الناس سكارىٰ وما ھم بسكارىٰ ۔ اور اے دیکھنے والے ! تو لوگوں کو مدہوش ۔ حواس باختہ دیکھے گا اور حالانکہ وہ کوئی نشے سے مدہوش نہ ہونگے ولکن عذاب اللہ شدید ۔ مگر خدا کا عذاب سخت ہوگا ۔ عذاب میں حواس باختہ ہونگے ۔

اور فرماتا ہے ۔ ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ولا ھدیً ولا کتاب منیر ثانی عطفہ لیضل عن سبیل اللہ ۔ اور بعض لوگ ایسے ہیں اور ہونگے کہ وہ علم وہدایت اور کسی روشن کتاب کے بغیر ہی خدا کی نسبت بحث مباحثہ اور جھگڑا کرینگے ۔ یعنی دہریت والا مذہبی کی باتیں کرینگے اور حق سے منکر ہونگے ۔ اپنی توجہ حق سے ہٹا کر لوگوں کو بھی راہ حق سے بہکا کر گمراہی میں ڈالینگے ۔ لہٗ فی الدنیا خزی ونذیقہ یوم القیٰمۃ عذاب الحریق ۔ ایسے لوگوں کو دنیا میں خواری نصیب ہوگی اور قیامت کے زمانے میں ہم انھیں آگ لگا کر جلا دینے کا عذاب چکھائینگے ۔

ذٰلک بما قدمت یداک وان اللہ لیس بظلام للعبید ۔ اے عذاب پانے والے ! یہ سب کچھ تیرے ہی کرتوت کا نتیجہ ہے اور خدا تو اپنے بندوں سے ذرا بھی ناواجب سلوک نہیں کرتا ۔

اُجالا اور اندھیرا

نیو لائٹ روشنی کسے پیاری چیز ہے۔ انسان کو روشنی سے قدرتی تعلق ہے۔ زندگی اور روشنی دونوں لازم ملزوم ہیں۔

آجکل نیا زمانہ ہے۔ نئی نئی قسم کی روشنیاں نکل آئی ہیں۔ شادیوں میں گیس کے ہنڈے جلتے ہیں۔ بجلی کے قمقموں سے سکانات بقعۂ نور بن جاتے ہیں۔ سڑکیں اور گلی کوچے الکٹرک لائٹ سے جگمگا رہے ہیں۔ گھر گھر میں بجلی کی روشنی سے چاندنی پھیلی ہوئی ہے۔

یہ تو نئے زمانے کی روشنی کا منظر ہے۔ اب ذرا پرانے زمانے پر بھی ایک نظر ڈالئے۔ جبکہ گھروں میں مٹی کے دیئے ٹمٹماتے تھے۔ کرلے تیل کے چراغ ہوتے تھے اور بڑی خوش نصیب ہوتی تو گھی کے چراغ جلالئے۔ کوئی آدمی خوش نصیب ہوتا تو اُسے چراغ کے ساتھ ڈیوٹ بھی میسر آجاتا تھا۔ ورنہ اکثر تو طاقوں ہی میں چراغ دھرے رہا کرتے تھے۔ تیل اور سیل کھجلی کی دھاریں طاق سے لے کر زمین تک پہنچی تھیں رات کو جنگلوں میں ہمارے بزرگوں کے پاس اگر کوئی روشنی ہوتی تھی تو وہ یہی کہ کسی بانس یا لکڑی میں آگ لگالی یا ایک ڈنڈے پر تھوڑا سا کپڑا باندھ کر اس پر ذرا سا تیل ڈال لیا اور مشعل بنالی اور روانہ ہوگئے کبھی کبھی مشعل سے کپڑے جل جاتے اور مشعل بجھ جاتے تھے۔

اب مشعل کی جگہ ٹارچ نکل آئے ہیں جنھیں نہایت اطمینان کے جیب میں بھی رکھ سکتے ہیں اور جب چاہیں روشن کرسکتے ہیں۔

سوال ہے کہ کیا پرانے زمانے کی روشنی اور نئے زمانے کی روشنی میں آسمان زمین کا فرق نہیں ہے؟ کیا پرانے زمانے کی ٹمٹماتی ہوئی روشنی ایک جگنو کے مانند نہ تھی؟ اور نئے زمانے کی روشنی چودھویں رات کے چاند کی بھی نہیں ہے؟

کیا یہ قدرت کا ایک انعام اور فطرت کا ایک اہتمام نہیں ہے؟ تو اب کیا اس لئے کہ ہمارے بزرگ باپ دادا مٹی کے دیئے جلاتے تھے ہم نئی روشنی کے انتظام کو پسند نہ کریں گے؟

اور ہاں کیا یہ ترقی کی نئی جگمگاہٹ صرف ظاہری روشنی تک محدود ہے جیسے مٹی کے دیئے کے مقابلے میں بجلی کے بلب اور مشعل کی جگہ ٹارچ آگئے ہیں کیا روحانی روشنی کی دنیا میں جسے علم اور دین کہتے ہیں نئی روشنی پیدا نہیں ہوئی؟ کیا قدرت نے صرف ظاہری روشنی میں فیاضی دکھائی ہے اور باطنی روشنی میں بخل سے کام لیا ہے؟

نہیں نہیں۔ بلکہ یہ ظاہری روشنی کی ترقی ایک نشان ہے جو حقیقی روشنی کی نئی تجلی کا اعلان کر رہی ہے کہ جیسے ظاہری روشنی سے سرزمین روشن ہوگئی ہے ویسے ہی حقیقی روشنی بھی دنیا میں آگئی ہے اور دلوں اور روحوں کو روشن و منور کر رہی ہے۔ اس کا نام ہے "دینِ بہائی" یعنی روحانی روشنی کا نیا نظام لوزانی۔ جو سارے عالم کو نورٌ علیٰ نور بنا دیگا۔ وہ ہزاروں لاکھوں قلوب و ارواح کے اندر نئی بہائی روشنی پہنچا چکا ہے۔ وہ ہر آن اپنی جگمگاہٹ زیادہ سے زیادہ پھیلاتا جارہا ہے۔ بہائی روشنی کو بادشاہوں نے، عالموں نے، عوام کے ہجوم نے انکار کی پھونکوں اور ظلم و ستم کی آندھیوں سے بجھانا چاہا لیکن یہ روشنی اور بھی تیز ہوگئی۔ اور ایران سے نکل کر دنیا کے پورب پچھم، اتر، دکھن میں پھیل گئی۔

مگر پرانے زمانے والے مٹی کے دیئے کو ہی لئے بیٹھے ہیں اور اس برقی روشنی سے گھبراتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ ہر نئی روشنی سے پہلے پہل یونہی اچنبھا اور ڈر معلوم ہوا کرتا ہے اور جب اس کی خوبی نظر آجاتی ہے تو پھر ہر ایک اسی کو اپنے گھر میں جگہ دیتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔

سچائی روشنی وہی روشنی ہے جس کی بابت نبی کہتا ہے کہ "دیکھ تاریکی زمین پر چھا جائیگی اور تیرگی قوموں پر لیکن خداوند تجھ پر طلوع ہوگا اور اُس کا جلال تجھ پر نمود ہوگا۔ زمین تیری روشنی میں اور شاہان تیرے طلوع کی تجلی میں چلینگے"

یہی بشارت قرآن مجید نے یوں دی تھی واشرقت الارض بنور ربھا۔ کہ زمین اپنے ترقی دینے والے رب کی روشنی سے پرنور ہوجائے گی۔

بلیک آوٹ | سب کو حکم دیا گیا ہے کہ بتیاں بند کردیں۔ گھروں کے باہر جھروکوں اور روشندانوں سے بھی روشنی باہر نہ جانے پائے سڑکوں اور گاڑیوں پر بھی جو روشنی ہو وہ بھی گہرے پردے میں چھپی ہوئی ہو۔ سڑکوں کی بجلیاں بالکل گل رہیں۔

اُف! تاریکی چھا رہی ہے۔ شہروں میں اندھیرا پھیلا ہوا ہے گلی کوچے ظلمتکدے بنے ہوئے ہیں۔ دَم گھٹا جارہا ہے۔ چلنا پھرنا دشوار ہے۔ ذرا غور کیجئے ایک آدمی کے دل میں ظلمت پیدا ہوتی اور اور اس نے چاہا کہ دوسرے لوگوں پر حملہ کردے۔ شہروں کو تباہ کرے اور لوگوں کو مغلوب کرلے۔ یہ دل کا اندھیرا ظاہر میں آیا اور خوف و خطر لایا اور دل کے اندھیرے نے ہی بلیک آوٹ پیدا کردیا۔ اور شہروں اور بستیوں پر اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا۔ اب دیکھئے کہ دل کا اندھیرا کس طرح دنیا میں اندھیر نگری پھیلا دیتا ہے۔ جبھی تو سب پیغمبر کہتے چلے آئے ہیں کہ دل کی روشنی اصل روشنی اور دل کا اندھیرا سب اندھیروں کی جڑ ہے۔ اور دل کی روشنی ہی حقیقی روشنی ہے جس سے دنیا روشن ہوتی ہے۔

بلیک آوٹ اپنی خاموش زبان سے ہمیں سنا رہا ہے کہ لڑائی ایک اندھیرا ہے جسمیں پھنس کر انسان برباد ہوتا ہے۔ بغض و حسد اور تعصب وہ اندھیرا ہے جسمیں قومیں ٹھوکریں کھاتی اور اوندھے منہ گر جاتی ہیں۔

بلیک آوٹ ختم ہوگیا۔ آج سڑکوں پر روشنی ہے۔ گھروں میں روشنی ہے۔ سب چیزیں روشن نظر آتی ہیں۔

اندھیرے کے بعد روشنی کا ملنا کس قدر خوشگوار معلوم ہوتا ہے۔ یہی ہماری فطرت کا حال ہے۔ دُنیا نے توں سے بلیک آوٹ میں مبتلا تھی۔ تباہی روشنی آگئی جو دستِ قدرت کی پیدا کی ہوئی نئی روشنی ہے۔ وہ لوگ خوفناک بلیک آوٹ میں پڑے ہوتے ہیں۔ جو روحانی روشنی سے دور ہیں۔ نیکی صداقت۔ امانت۔ دیانت اور محبت کے نورانی بلب ان کے دلوں میں روشن نہیں ہیں اور ان کا تعلق اس بجلی گھر سے نہیں ہے جو اس زمانے میں کارخانۂ عالم کے مالک نے قائم کیا ہے۔ جسے دینِ سچائی یعنی روحانی روشنی کا مرکز کہتے ہیں۔ وہ لوگ روحانی بلیک آوٹ میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں جو تعصبات اور فرقہ وارانہ خیالات اور جنگ و فساد کے اندھیرے میں ہیں۔

افسوس افسوس۔ دنیا میں اندھیرا چھا گیا اور اندھیرے والے گھُپ گھُپا ہو رہے ہیں۔ افسوس افسوس۔ جس بُرے وقت سے ڈرایا گیا تھا وہ لوگوں پر پھندے کی طرح آپڑا۔ افسوس افسوس۔ غافل دنیا نے اندھیرے کو پسند کیا۔ اور وہ روشنی سے دور بھاگ رہی ہے۔

سبارک مبارک خدائی روشنی آئی۔ دلوں کا بلیک آوٹ ختم ہونا چاہئے آنکھیں کھولو۔ اُجالا ہوگیا۔ شاہراہ روشن ہوگئی۔ نور و ہدایت کا وقت آگیا۔

یہ دیکھ دنیا ماجرا ہوگیا — کہ آہ غافل دورِ بہتا ہوگیا
اندھیرا گیا۔ روشنی آگئی — نمودار نورِ خدا ہوگیا
قدامت کو جدت نے رخصت کیا — یہ سارا جہاں اب نیا ہوگیا
زمانہ کہاں سے کہاں آگیا — ذرا دیکھئے کیا سے کیا ہوگیا

حضرت بہاء اللہ کا دعویٰ

جناب مولوی عمر الدین صاحب شملوی تحریر فرماتے ہیں :-

"میں جناب باب و بہاء اللہ صاحبان کے دعاوی کو سچا نہیں مانتا لیکن باین ہمہ چونکہ بہاء اللہ صاحب کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اس لئے ان کو شیعہ مذہب کے صوفیوں میں سے ایک حد سے بڑھا ہوا صوفی مان لیا جائے تو کچھ حرج نہیں ہے" (پیغام صلح ۱۰ مارچ ۱۹۴۲ء صفحہ ۹ کالم اول)

اس پر ہم اپنے محترم دوست سے چند باتیں دریافت کرنا چاہتے ہیں۔

(۱) قرآن کریم میں بہ نقص صریح رب کے آنے کی پیشگوئی ہے۔ جیسا کہ فرمایا جاء ربک والملک صفاً صفاً۔ (الفجر ۸۹ پ۳۰) اور تیرا رب آئیگا اور فرشتے قطاروں کی قطاریں۔

(۲) تحیتھم یوم یلقونہ سلٰم۔ واعد لھم اجراً کریماً۔ (الاحزاب ۳۳۔ ع۔ پ۲۲) اُن کی دعاے ملاقات جس دن وہ اس سے ملینگے سلامتی ہوگی اور ان کے لئے عزت والا اجر تیار کیا گیا ہے"

یہ خطاب مسلمانوں سے ہے۔ جیسا کہ سورۂ مذکور کے چھٹے رکوع کے شروع میں یہ الفاظ ہیں :-

یٰاَیھا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکراً کثیراً وسبحوہ بکرۃ واصیلاً ھو الذی یصلی علیکم وملٰئکتہ	اے مسلمانو! اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح شام اس کی تسبیح کرو۔ وہی ہے جو تمھیں اندھیرے سے نور کی جانب نکالیگا۔ وہ اور اس کے فرشتے تمھیں برکت دینگے تاکہ تمھیں اندھیرے سے روشنی کی طرف نکالے۔ اور وہ مومنوں پر رحم فرمانے والا ہے۔ (آیت ۴۱ تا ۴۳)

اس کے بعد فرمایا تحیتھم یوم یلقونہ سلٰم واعد لھم اجراً کریما۔ ان کی دعائے ملاقات جس دن وہ اس سے ملیں گے سلامتی ہوگی۔ اور ان کے لئے عزت والا اجر تیار کیا گیا ہے۔

حدیث شریف قرآن شریف کے اس وعدۂ لقائے ربانی کا حدیث شریف میں یوں ذکر ہے۔

"(۱۳۱۵) زبیر بن عدی کہتے ہیں کہ ہم انس بن مالک کے پاس گئے اور ان سے حجاج کے مظالم کی شکایت کی۔ انھوں نے کہا صبر کرو۔ اس لئے کہ آئندہ جو زمانہ آئے گا وہ زمانہ گذشتہ سے بدتر ہوگا اور اسی طرح اس کے بعد کا زمانہ اس سے بدتر ہوگا۔ یہاں تک کہ تم خدا سے جا ملو۔ یہ بات میں نے تمھارے نبی صلعم سے سنی ہے" (بخاری)

(مشکوٰۃ المصابیح اردو مطبوعہ دہلی صفحہ ۴۸۰)

ملاحظہ کیجئے قرآن کریم میں بالتصریح فرمایا کہ اے مسلمانو! اللہ کا ذکر کثیر کرو۔ وہی ہے جو تمھیں اندھیرے سے نور کی جانب نکالیگا۔ وہ اور اس کے فرشتے تمھیں برکت دینگے۔ حدیث شریف میں کھلے الفاظ میں کہا گیا کہ مسلمانوں کی حالت بد سے بدترین ہوتی جائے گی یہاں تک کہ وہ اپنے خدا سے جا ملینگے گویا مسلمانوں کے لئے بعد انحضرت صلعم کوئی اچھی گھڑی نہیں ہے بجز اس وقت کے جب وہ خدا سے جا ملیں۔

اس حدیث کو نواب صدیق حسن خاں مرحوم اپنی کتاب حجج الکرامہ فی آثار القیامہ کے صفحہ ۲۶۹ پر بدیں الفاظ لکھتے ہیں:-

"ترمذی از انس روایت کردہ کہ نمیست ہیچ سال مگر سالیکہ بعد او دست بدتر است از وے تا آنکہ ملاقات کنید شما بارب خود ہم از انس آمدہ کہ نمی آید بر شما ہیچ سالے و روزے مگر انچہ بعد از وے است بدتر است از وے تا آنکہ ملاقی شوید با پروردگار خود (اخرجہ البخاری والنسائی)

(ترجمہ) ترمذی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ تمھارے لئے (یعنی مسلمانوں کے لئے) کوئی ایسا سال نہیں ہے کہ وہ ایک کے بعد دوسرا سال ہے مگر تمھارے لئے بدترین نہ ہو پہلے سال سے (تمھاری یہ حالت اسی طرح بد سے بدتر ہوتی چلی جائیگی) یہانتک کہ تم اپنے پروردگار سے ملاقات کروگے۔ حضرت انس سے یہ بھی روایت ہے کہ تم پر کوئی سال اور کوئی دن نہیں آئیگا مگر وہ آنے والا دن اور آنے والا سال گذشتہ دن اور گذشتہ سال سے بدترین ہوگا۔ یہانتک کہ تم اپنے پروردگار سے ملاقات کروگے۔ یہ حدیث بخاری اور نسائی نے روایت کی ہے۔"

مختصر یہ کہ قرآن کریم اور احادیث میں خدا کے آنے اور اس سے ملاقات کرنے کی پیشینگوئیاں بکثرت ہیں۔ تورات اور انجیل میں بھی خدا کے آنے اور اس سے ملاقات کی بیشمار پیشینگوئیاں ہیں۔ بطور مشتے نمونہ از خروارے چند ایک لکھی جاتی ہیں:-

(۱) احبار ۔ باب ۲۶ ۔ آیت ۱۱ میں ہے:-

"میں اپنا مسکن تم میں رکھونگا۔ اور میری روح تم سے نفرت نہ کریگی اور میں تمھارے درمیان سیر کرونگا۔ اور تمھارا خدا ہونگا اور تم میری قوم ہوگے"

(۲) یسعیاہ باب ۲۵ ۔ آیت ۹ میں ہے:-

"اس روز کہا جائیگا کہ لو یہ ہمارا خدا ہے ہم اسی کی راہ تکتے تھے"

(۳) اس دن خداوند اکیلا سربلند ہوگا" (یسعیاہ ۲/۱۱)

(۴) مکاشفات یوحنا ۱/۲ آیت ۳ میں ہے

میں نے تخت میں سے کسی کو بلند آواز سے یہ کہتے سنا کہ دیکھ خدا کا خیمہ آدمیوں کے درمیان ہے۔ وہ ان کے ساتھ خیمہ کریگا اور وہ اس کا خدا ہوگا"

کیا ساڑھے تیرہ سو برس میں کسی شیعہ یا سنی نے بالہام الٰہی اپنے آپکو ان پیشینگوئیوں کا مصداق ٹھہرایا؟ اگر ایسا ہے تو بدو اسلام سے لے کر آجتک کسی مسلم صوفی کا یہ الہامی دعویٰ دکھایئے کہ خداوند عالم نے فلاں صوفی کو اپنے الہام کے ذریعے اسے یہ اطلاع دی ہو کہ کتب مقدسہ میں لقاء ربانی کی پیشینگوئیوں کا تو مصداق ہے۔ اور اگر ایسا نہیں دکھایا جا سکتا جیسا کہ یقیناً نہیں دکھایا جا سکتا تو پھر حضرت سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون پر نازل شدہ کلام کو کسی مسلم صوفی کے حالت سکر کے الہام کے مشابہ قرار دیکر اس کی تاویل کرنا کہاں تک جائز ہے؟

اصل بات یہ ہے کہ کتب مقدسہ میں آخری زمانہ میں ظہور خداوندی اور لقاء ربانی کی پیشینگوئیاں بکثرت ہیں جن کا تعلق آخری زمانہ سے ہے اس لئے یہ پیشینگوئیاں نہ تو آج سے پہلے کسی پیغمبر پر چسپاں کی جا سکتی ہیں اور نہ کسی حال کے راہب اور صوفی پر۔ پیغمبروں پر تو اس لئے چسپاں نہیں ہو سکتیں کہ پیغمبروں نے خود اپنے آپ کو ان پیشینگوئیوں کا مصداق نہیں ٹھہرایا بلکہ انھیں آخری زمانہ سے متعلق کر دیا۔ پس جو مقام کسی گذشتہ پیغمبر کا بھی نہیں ہے کیونکر ممکن ہے کہ کوئی راہب یا صوفی یا عالم اس مقام کا ادعا بھی کر سکے؟

پس یا تو کسی مسلم صوفی کا الہامی دعویٰ پیش کیجئے کہ تیرہ سو برس کے اندر

کبھی کسی جگہ پر کسی صوفی نے ایسا ادعاء منجانب اللہ کیا ہو کہ آخری زمانہ میں ظہور الٰہی کی پیشگوئیوں کا مصداق میں ہوں۔ یا جو عین وقت پر ظاہر ہوا اُسے تسلیم کیجئے۔ حضرت بہاؤاللہ کا دعویٰ بھی ہے کہ جمیع کتب مقدسہ میں خدا کی طرف سے جس لقائے الٰہی کا وعدہ تھا وہ میں ہوں۔ چنانچہ کتاب ایقان صفحہ ۸۷ پر فرماتے ہیں:۔

"در جمیع کتب الٰہیہ وعدۂ لقاء صریح بودہ و ہست و مقصود از این لقاء لقاء مشرق آیات و مطلع بینات و مظہر اسماء حسنیٰ و صفات علیاء حق جل جلالہٗ است۔ حق بذاتہٖ و بنفسہٖ غیب منیع لایدرک بودہ پس مقصود از لقاء اللہ لقاء نفسی بودہ کہ قائم مقام ارست بین عباد"

تمام خدائی کتابوں میں وعدۂ لقاء صریح ہے اور اس لقائے الٰہی سے مقصود خدا کے مشرق آیات اور مطلع بینات اور مظہر اسماء حسنیٰ کی ملاقات ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ تو وہ پوشیدہ غیب لانہایہ ہے جس کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ پس لقاء الٰہی سے اسی مظہر کی لقاء مراد ہے جو بندوں میں خدا کا قائم مقام و نائب ہے"

کتاب ایقان میں فرماتے ہیں:۔

"لکن رسول اللہ وخاتم النبیین (سورۃ الاحزاب) کے بعد کل لوگوں سے اپنے دیدار کا وعدہ فرماتا ہے۔ چنانچہ وہ آیات جو اس شہنشاہ بقا کی لقاء پر دلالت کرتی ہیں کتاب میں مذکور ہیں اور ان میں سے کچھ پہلے لکھی جا چکی ہیں۔ خدائے واحد اس بات کا گواہ ہے کہ قرآن میں کوئی ذکر ایسا عظیم اور ایسا صریح نہیں جیسا کہ اس کی لقاء و دیدار کا ہے۔ فھنیئاً لمن فاز بہ فی یوم اعرض عنہ اکثر الناس کما انتم تشھدون۔ (مبارک ہیں وہ لوگ جو اس سے فائز ہوتے ہیں جس دن بہت لوگ اس سے انکار کر چکے جیسا کہ تم دیکھ بھی رہے ہو) تو بھی وہ حکم اوّل (خاتم النبوت) کی رو سے امر ثانی (دیدار خدا) سے منکر ہو رہے ہیں حالانکہ قیامت کے دن خدا کا دیدار ہونا نص کتاب ہے۔ اور قیامت سے مراد جیسا کہ واضح دلیلوں سے محقق و ثابت کیا گیا اس کے مظہر کا اس کے امر پر قیام کرنا ہے اور اسی طرح دیدار کا مطلب اس کی ہیکل ظہور میں اس کے جمال کا دیدار ہے۔ کیونکہ لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار (نظریں اسے دیکھ نہیں سکتیں مگر وہ نظروں کو دیکھتا ہے) ان تمام واضح و صاف صاف بیانات کے ہوتے ہوئے بھی وہ بے سمجھے بوجھے لفظ ختمہ کے پیچھے لگ کر موجد ختم و آغاز سے اس کے دیدار کے دن پس پردہ ہو رہے ہیں۔

یہ وہ وعدہ کتب مقدسہ کا ہے جو جملہ اُمم کو مع مسلمانوں کے دیا گیا۔ چنانچہ اپنے وعدہ کے مطابق مالک اسماء آیا اور اس نے جملہ اُمم کو بدیں الفاظ دعوت دی۔

(۱) ھٰذا یوم وعدتم بہ من قبل فی التوراۃ والانجیل والفرقان (اقدس ص۳۳)

یہ وہ دن ہے جس کا تمھیں پہلے سے وعدہ دیا گیا تھا۔ نیز تورات و انجیل و قرآن میں موعود تھا۔

(۲) پھر فرمایا:۔

قل یا ملأ الفرقان قد اتی الموعود الذی وعدتم بہ فی الکتاب (مجموعہ اقدس ص۲۳۵)

کہہ دے اے گروہ فرقان وہ موعود آ گیا جس کا تمھیں کتاب میں وعدہ دیا گیا تھا۔

(۳) پھر فرمایا:۔

انہٗ لھو الذی سمّی فی التوراۃ بیھوہ وفی الانجیل بروح الحق وفی الفرقان بالنبأ العظیم۔ تمتکوا یا قوم بما وعدتم بہ من قبل بلسان النبیین والمرسلین (مجموعہ اقدس ص۲۳۵)

یہی وہ ہے جس کا نام تورات میں یہوہ اور انجیل میں روح الحق اور قرآن میں نبأ عظیم آیا ہے۔ اے قوم انبیاء و مرسلین کی زبانی جس امر کا تمھیں وعدہ دیا گیا تھا اس کو نہایت مضبوطی کے ساتھ تھام لو۔

(۴) پھر فرمایا:۔

ھٰذا یوم فیہ ظھر النبأ العظیم الذی بشر بہ اللہ والنبیون

یہ وہ دن ہے جس میں اس نبأ عظیم کا ظہور ہوا جس کی بشارت خدا نے اور

والمرسلون (محمد اقدس ص۳۵) } تمام انبیاء و مرسلین نے دی تھی۔

(۵) پھر فرمایا:-

قل یا ملأ الانجیل قد فتح باب السماء والتی مر صعد الیھا۔ (اقدس صفحہ ۴۷) } کہدے اے گروہ انجیل! آسمان کا دروازہ کھل گیا اور جو اس پر چڑھ گیا تھا وہ آ گیا۔

(۶) پھر فرمایا:-

قل ھذا یوم کم بشر بہ محمد رسول اللہ ومن قبلہ الانجیل والزبور۔ (اقدس ص۵۵) } کہدے یہ وہ دن ہے جس کی بشارت محمد رسول اللہ نے پہلے سے دی تھی اور ان کی پہلے انجیل و زبور نے خوشخبری دی تھی۔

(۷) پھر فرمایا:-

یا معشر الملوک قد اتی الملک والملک للہ المھیمن القیوم } اے بادشاہو! مالک آ گیا۔ اور ملک خدائے مہین وقیوم کا ہے (اقدس ص۶۳)

(۸) پھر فرمایا:-

ص والنبأ العظیم قد اتی الرحمٰن بسلطان مبین ووضع المیزان وحشر من علی الارض اجمعین قد نفخ فی الصور اذا سکرت الابصار واضطرب من فی السموات والارضین (مبین ص۲۵۲) } ص۔ نبأ عظیم کی قسم۔ رحمٰن کھلی ہوئی سلطنت کے ساتھ آ گیا۔ میزان رکھی گئی تمام اہل زمین میں حشر برپا ہو گیا۔ صور پھونکا گیا۔ یکدم آنکھیں چندھیا گئیں۔ اور بلندیوں اور پستیوں کے رہنے والے گھبرا گئے۔

.. ..

(۹) پھر فرمایا:-

قد اتی یوم القیام وقام فیہ قیوم الاسماء بسلطان احاط من فی السموات و الارضین لما نفخ فی الصور وقامت القبور اضطرب الناس منھم من تحیر و منھم من انصعق ومنھم من طار شوقاً لظھور اللہ رب العلمین (اقدس ص۲۵۲) } قیامت کا دن آ گیا اور تمام آسمانی و زمینی باشندوں کو گھیرنے والی سلطنت کے ساتھ قیوم الاسماء کھڑا ہو گیا۔ جب صور پھونکا گیا اور اہل قبور کھڑے ہوئے تو لوگ گھبرا اٹھے۔ بعض حیران ہو گئے بعض بیہوش۔ اور بعض خدائے رب العلمین کے جلوے کے شوق میں پرواز کرنے لگے۔

(۱۰) پھر فرمایا:-

اذکر ما انزلہ الرحمٰن فی الفرقان یوم یقوم الناس لرب العلمین } یاد کرو جو رحمٰن نے قرآن میں نازل فرمایا کہ جس دن لوگ رب العلمین کی حضوری کے لئے کھڑے ہونگے (اقدس ص۹۲)

ثلاث عشرۃ کاملۃ

انتہا یہ ہے کہ حضرت بہاء اللہ عز اسمہ الاعلیٰ کا وہ دعویٰ نہیں ہے جسے بعض مسلم صوفیوں کی جانب منسوب کیا جاتا ہے کہ انھوں نے حالت سکر میں انی انا اللہ یا انا الحق وغیرہ الفاظ کہے۔ اگر ان کلمات کو واقعی منجانب اللہ بھی سمجھا جائے تو یہ الفاظ اس مقام اور ظہور کو ثابت نہیں کرتے جس مقام اور ظہور کے متعلق جملہ کتب مقدسہ اور قرآن مجید نے بشارات دی ہیں اور اس ظہور کا زمانہ تک معین کر دیا ہے۔ اور نہ ہی کسی مسلم صوفی نے اپنے آپ کو لقاء الٰہی کی بشارت کا مصداق ٹھہرایا ہے۔ تیرہ سو برس میں بجز حضرت بہاء اللہ جل اسمہ الاعلیٰ کے اس مقام کا کسی مسلم کی جانب سے دعویٰ نہیں کیا گیا۔ اس دعوے کو سن کر بہت سے عارف باللہ ہونے کے مدعی یہ سمجھے کہ یہ شخص مدعی الوہیت ہے۔ چنانچہ فرمایا:-

ومنھم قال انہ کفر باللہ بعد اذ شھدت جوارحی بانہ لا الہ الا ھو (لوح سلطان ص۱۱۶) } اور بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ اس نے خدا کا انکار کیا۔ حالانکہ میرے تمام اعضاء اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔

نیز فرمایا:-

العجب کل العجب من الذی قال انه من ظهر قد ادعی الالوهیة فی نفسه وبذلك یکفر بالله المهیمن القیوم۔ قل یا ایها الابکم اما سمعت نداء الله من الشجرة المرتفعه علی البقعة النوراء انه لا الٰه الا هو

سراسر تعجب ہے اس شخص پر جو کہتا ہے کہ ظاہر ہونے والا (بہاء اللہ) مدعی الوہیت ہے۔ اور خدائے مہیمن قیوم کا منکر ہے۔ کہدے اے بہرے کیا تو نے ندائی جیسے پر درخت سے اٹھتی ہوئی یہ ندا نہیں سنی کہ بجز اس کے کوئی معبود نہیں (رشحات الوحی)

اور ہمارے محترم دوست جیسے مزاج والوں نے اگر بہت احترام کیا تو فرمادیا کہ ایک حد سے بڑھا ہوا صوفی ہے، مگر جیسا کہ کہا گیا تھا کہ اس روز کہا جائیگا لو یہ ہمارا خدا ہے۔ ہم بھی کی راہ تکتے تھے" (یسعیاہ) مومنین اس ندا کو سنتے ہی پکار اٹھے کہ "الوہیت حی لایزال و بے مثال جمال قدم مذعن و مطمئن گشتیم" ہیں جمال قدم حی لایزال و بیمثال کے مقام الوہیت کے ظہور نے مطمئن کردیا (بہجۃ الصدور صفحہ ۳۶۶)

یہ ہے وہ ظہور و عقیدہ جس پر ایمان لانے اور اعتقاد رکھنے کا حکم دیا گیا۔ مگر ہمارے محترم دوست کو یہ عقیدہ عیسائیوں کا عقیدہ معلوم ہوتا ہے اور بقول ان کے قرآن کریم نے اس عقیدہ کی تردید فرمائی ہے۔ سو یہ تو صحیح ہے کہ قرآن کریم نے اس عقیدہ کی تردید فرمائی ہے جبکہ عیسائیوں کے عقیدے میں سیدنا مسیح صلوٰۃ اللہ و سلامہ کے ظہور کو ظہور قیامت کبریٰ اور باپ کا بے نقاب ظہور قرار دیا گیا ہو۔ کیونکہ اس مقام کا دعویٰ خود حضرت مسیح نے بھی نہیں کیا بلکہ صاف فرمایا کہ "باپ آئے گا" مگر اہل بہاء کس حق پر ہیں جبکہ قرآن کریم میں اور احادیث میں بے نقاب ظہور رب۔ اللہ رحمٰن کی پیشگوئی موجود ہے اور مدعی کا دعویٰ بھی انہیں الفاظ میں موجود ہے ؛

(ایس۔ اے۔ صمدانی)

مسدّس حالی

فجعلناهم احادیث ومزقناهم کل ممزق

ہُوئے اُن پہ وقت آکے ٹھنڈے لگے اب وہ دُنیا میں اِس کر اُجڑنے لگے اب
پھرے اُن کے پیلے بچھڑنے لگے اب بنے تھے وہ جیسے بگڑنے لگے اب
ہری کھیتیاں جل گئیں لہلہا کر
گھٹا کھل گئی سارے عالم میں چھا کر

نہ ثروت رہی اُن کی قائم نہ عزت گئے جھوڑ ساتھ اُن کا اقبال و دولت
مٹے علم و فن اُن سے ایک ایک حکمت مٹیں خوبیاں ساری نوبت بہ نوبت
رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اِک اسلام کا رہ گیا نام باقی

"اے میرے اللہ اے میرے خدا۔ ہر قسم کی تعریف تیرے ہی لئے سزاوار ہے کیونکہ تو نے مجھے اپنی طرف آنے کی راہ دکھائی اور اپنے اُفقِ ظہور کی طرف ہدایت کی۔ اپنا راستہ مجھ پر ظاہر کردیا اور اپنی دلیل مجھے بتادی۔ تو نے مجھے اس وقت اپنی طرف متوجہ کیا جبکہ علماء اور فقہا اور اُن کے مریدوں میں سے اکثر بندوں نے تجھ سے منہ موڑ لیا۔ حالانکہ تیری طرف سے اُن کے پاس نہ کوئی دلیل تھی اور نہ کوئی ثبوت" (مناجات از طرازات حضرت جمال مبارک)

بہت لوگ بن کر ہوا خواہِ اُمت سفیہوں سے منوا کے اپنی فضیلت
سدا گاؤں در گاؤں نوبت بہ نوبت پٹے پھرتے ہیں کرتے تحصیلِ دولت
یہ ٹھہرے ہیں اسلام کے رہنما اب
لقب ان کا ہے وارثِ انبیا اب

بہت لوگ پیروں کی اولاد بن کر نہیں ذاتِ والا میں کچھ جن کے جوہر
بڑا فخر ہے جن کو لے دے کے اِس پر کہ تھے اُن کے اسلاف مقبولِ داور

کرشمے ہیں جا جا کے جھولے دکھاتے
مریدوں کو ہیں لوٹتے اور کھاتے

"اسمیں شک نہیں کہ یہ بندہ (حضرت بہاءاللہ) آج کے دن دنیا کو نئی زندگی دینے اور اس کے تمام بسنے والوں کو متحد کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ جو خدا چاہتا ہے پورا ہوتا ہے اور تو عنقریب دنیا کو سچ مچ جنت بہی دیکھے گا۔

فخر اس کے لئے زیبا نہیں جو اپنے ملک سے محبت کرتا ہے بلکہ فخر کا مستحق وہ شخص ہے جو بنی نوع انسان سے محبت کرتا ہے۔

اے دنیا والو! تم سب ایک ہی درخت کے پھل اور ایک ہی شاخ کے پتے ہو"

وحدت کا خیمہ بلند ہوگیا۔ کسی کو بیگانگی کی نگاہ سے مت دیکھو۔ اور نہایت الفت و فراخدلی سے ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ رکھو۔

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدٰے کا کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا
وہی دوست ہے خالق دوسرا کا خلائق سے ہے جس کو رشتہ ولا کا
یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

قالوا ءاذا متنا وکنا ترابا وعظاما ءانا لمبعوثون (قرآن مجید)
(کہتے ہیں جب ہم مرگئے اور ہوگئے مٹی اور ہڈیاں۔ کیا ہم اٹھائے جائینگے)

کبھی کہتے ہیں سعی و کوشش سے حاصل کہ مقسوم میں کوششیں سب ہیں باطل
نہیں ہوتی کوشش سے تقدیر زائل برابر ہیں یاں محنتی اور کاہل
بلائے سے روزی کی گر ڈور ہلتی
تو روزی نکموں کو ہرگز نہ ملتی
نکموں کے ہیں سب دلکش ترانے سلانے کو مستی کے رنگیں فسانے

اسی طرح کے کر کے حیلے بہانے نہیں چاہتے دست و بازو ہلانے
وان لیس للانسان الا ما سعیٰ
(اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا)

وہ بھولے ہوئے ہیں یہ عادت خدا کی
کہ برکت میں ہوتی ہے برکت خدا کی
واما ان کان من المکذبین الضالین
(اور اگر ہے جھٹلانے والے گمراہوں میں سے)

سنی تم نے یہ جس جماعت کی حالت تنزل کی بنیاد ہے یہ جماعت
بگڑتی ہیں قومیں اسی کی بدولت ہوا اس کی ہے مفسد ملک و ملت
کیا صور و صیدا کو برباد اسی نے
بگاڑا دمشق اور بغداد اسی نے
فنزل من حمیم وتصلیة جحیم
(پس مہمانی ہے گرم پانی کی اور داخل کرنا ہے دوزخ کا)

جہاں ہے زمین پر نحوست ہے ان کی جدھر ہے زمانے میں نکبت ہے ان کی
مصیبت کا پیغام کثرت ہے ان کی تباہی کا لشکر جماعت ہے ان کی
وجود ان کا اصل البلیات ہے یاں
خدا کا غضب ان کی بہتات ہے یاں
ان هم الا کالانعام بل هم اضل سبیلا
(یہ تو محض انعام کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ بے راہ ہیں)

جہاں بڑھ گئی ان کی تعداد حد سے ہوئی قوم محسوب سب دام و دد سے
رہا اس کو بہرہ نہ حق کی مدد سے وہ اب بچ نہیں سکتی نکبت کی زد سے
ولا تکونوا کالذین نسوا الله فانسٰهم انفسهم واولئك هم الفسقون
(اور تم ان لوگوں کی طرح مست ہو جنہوں نے اللہ سے بے پروائی کی۔ سو اللہ تعالیٰ نے خود ان کی جان سے ان کو بے پرواہ بنا دیا۔ یہی لوگ نافرمان ہیں)

بچو ایسے شوموں کی پرچھائیوں سے ڈرو ایسے چپ چاپ لغائیوں سے

فاما ان کان من المقربین (پھر جو شخص مقربین میں سے ہوگا)
بہت مخلص اور پاک بندے خدا کے نشاں جن سے قائم ہیں صدق و صفا کے
نہ شہرت کے خواہاں نہ طالب ثنا کے نمائش سے بیزار دشمن ریا کے
ریاضت سب ان کی خدا کے لئے ہے
مشقت سب اس کی رضا کے لئے ہے

فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ وَّجَنَّةُ نَعِیْمٍ ۝

(اس کے لئے تو راحت ہے اور رزق ہے اور آرام کی جنت ہے)
نہیں مرحلہ کوئی دشوار ان کو ہر اک راہ ملتی ہے ہموار ان کو
گلستاں ہے صحرائے پر خار انکو برابر ہے میدان و کہسار انکو
نہیں حائل اُن کے کوئی رہگذر میں
سمندر رہے یا یاب ان کی نظر میں

وَاَمَّا اِنْ کَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ

(اور جو شخص داہنی طرف والوں میں سے ہوگا یعنی اہل ہمت لوگ)
اسی طرح یاں اہل ہمت ہیں جتنے کمر بستہ ہیں کام پر اپنے اپنے
جہاں کی ہے سب دھوم دھام ان کے دم سے فقیر اور غنی سب طفیلی ہیں ان کے
بغیر ان کے بے ساز و ساماں تھی مجلس
نہ ہوتے اگر یہ تو ویراں تھی مجلس

انھیں کا اُجالا ہے ہر رہگذر میں انھیں کی ہے یہ روشنی دشت و در میں
انھیں کا ظہورا ہے سب خشک و تر میں انھیں کے کرشمے ہیں سب بحر و بر میں

فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ

(پس سلامتی ہے تجھکو داہنی طرف والوں سے)
انھیں سے ہے رتبہ یہ آدم نے پایا
کہ سر اس سے روحانیوں نے جھکایا

بلند پرواز

قیامت برپا، میزان عمل قائم

(از بیان حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ)

آج ہم ایسے وقت پر جمع ہو رہے ہیں جو ہمارے ملک اور دنیا کے لئے عظیم ترین خطرہ اور طوفان کا وقت ہے۔ دنیا کی حالت اسوقت بہت ہی نازک اور تشویش انگیز ہے۔ تخت اور تاج ٹوٹنے والے تاروں کی طرح گر رہے ہیں۔ بنی نوع انسان سب سے بڑے خطرے کی حالت میں ہیں۔ وہ ممالک جو صدیوں سے اپنی آزادی پر فخر کرتے تھے آج بیرحمانہ حیوانی قوت کا شکار ہو رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسانیت پھر بے علمی اور بہیمیت کے اسی قعر مذلت میں پہنچ جائیگی جس سے صدیوں کی کوشش اور تعلیم و تربیت کے بعد نکلی تھی اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مغربی تہذیب جس کی چمک دمک نے عالم کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا تھا اب خاک میں مل رہی ہے۔ آج دنیا امن و سکون کو ہر گوشہ میں تلاش کر رہی ہے لیکن یہ نعمت دور دور نظر نہیں آتی۔ ہر جانب قیامت برپا ہے۔ انسانیت خود اپنے آپ سے دست و گریبان ہے۔ نظام کائنات میں ایک ہیجان برپا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میزان عمل قائم ہے۔ اور ہم اپنے اعمال کی سزا پا رہے ہیں۔ یہ سب کچھ کیوں؟ اسلئے کہ ازمنۂ وسطیٰ کے ذہنی خلفشار کے بعد سوچنے والوں نے صفائی کے ساتھ ریاستی اور مذہبی منافقت کے مضمر نتائج پر نہیں سوچا۔ اور ریاستوں نے جو مغربی طرز کے جمہوری اصول پر قائم ہوئیں اگر کھلم کھلا خدا کا انکار نہیں کیا تو اقرار بھی نہیں کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ریاست انتظامی اور قانونی ادارہ ہو کر رہ گئی اور اخلاقی احتساب اس کے دائرۂ عمل سے خارج ہو گیا۔ سرمایہ دار اور مزدور کی آویزش شروع ہو گئی۔ قومیت کا تعصب بڑھکر قومی اقتصادیات کی طرف لایا۔ اندرونی سرمایہ داری ابھری اور نوآبادیات کی طرف بڑھی۔ مغربی یورپ کے مختلف ممالک باہم رقیب ہو گئے جس کا

جملہ مذاہب کی لازمی وحدت

"مجمع البحرین کی اس بلند مرتبہ سرزمین میں وحدت مذاہب ایک ایسی محسوس اور شاندار حقیقت ہونی چاہیئے جس سے صرفِ نظر ممکن ہی نہیں ہے۔ جہاں ایک طرف سرہند اور پاک پٹن کے فقرائے عظام اور دوسری جانب بنارس اور پریاگ کے سنیاسیوں کی تعلیم آپس میں اس طرح سموئی ہوئی ہو وہاں وحدتِ مذاہب کی حقیقت پر صرف خاموشی کے ساتھ غور کرنا ہی مناسب ہے۔ بحث و مباحثہ کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔"

ان الفاظ میں آنریبل ڈاکٹر سر سید سلطان احمد۔ ممبر قانون حکومت ہند نے ۱۴ مارچ ۱۹۴۲ء کو دہلی میں جملہ مذاہب کی کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے اپنے خطبہ کا آغاز کیا ــــــ

آگے چل کر سر سلطان احمد نے کہا :-

(۱) جہاں کبیر۔ نانک۔ رجب اور راوی داس۔ پلٹو اور پران ناتھ بابا لال اور دادو دیال نے رحمٰن اور رام دونوں کے گن گائے ہوں وہاں ہمیں چاہیئے کہ ہم بھی اپنے قلوب اس خدائے واحد و بزرگ و برتر کی طرف رجوع کریں۔ جس کا فیضان اپنشد اور قرآن دونوں میں موجود ہے۔ جس کا ذکر اپنشد میں اس طرح ہے کہ "خدا ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں" اور جس کے لئے قرآن میں یہ آیا ہے کہ "لا الٰہ الا اللہ"۔

جس سرزمین پر امیر خسرو اور گوپال نانک نے موسیقی کی فضا میں ساتھ ساتھ تانیں اڑائی ہوں اور جہاں ابوالفضل اور راجہ ٹوڈرمل نے ایک سلطنت میں یک ربطی پیدا کرنے کی ایسی کوشش کی ہو وہاں تعاون کی گفتگو تخیل حاصل ہے۔ لیکن قسمت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ وہی پاک دھرتی جس کی فضائیں ایک زمانہ میں آریوں کی بھی پہلے لوگوں۔ بودھ مت والوں اور زرتشتی۔ صوفی اور بھگت ویدانت اور قرآن۔ سنسکرت اور فارسی۔ مشرق اور مغرب سب کے سریلے سنگیت سے گونج رہی تھیں وہی آج فرقہ پرستیوں کے جھگڑوں سے پارہ پارہ ہے۔ ہماری یہ سرزمین بدرجۂ اتم۔ انسانوں۔ مذہبوں اور تہذیبوں کا سنگم ہے۔ لیکن وہی آج نااتفاقی کی وجہ سے تلخ ترین محرومیوں سے دوچار ہے۔ اولادِ آدم میں شاید ہم سے زیادہ ناخلف اور کوئی نہ ہوگا!

مختلف گروہوں کے مذاہب اپنی نشو و نما کے مختلف مدارج میں اور اپنی اخلاقی ضرورتوں کے مختلف حالات کے تحت ایک دوسرے سے یکساں نہیں بلکہ باوصف اختلاف یکساں رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انفرادیت اور زمانوں اور ملکوں کے تغیرات کے باوجود انسانی سرشت دراصل ایک ہی ہے۔ اور یہی دراصل تمام مذاہب اور تمام تمدنوں کے لازمی اتصال کی بنیاد ہے۔ بنی نوع انسان کی یکسانیت، وحدتِ مذاہب کو مستلزم ہے۔ بنی آدم سب کے سب ایک ہیں۔

صاحب شعور انسان منظرِ عام پر نمودار ہونے کے دن سے لاتعداد نمونے بدلتا اور پیدا کرتا رہا ہے۔ مگر نوع وہی ایک ہی رہی ہے یعنی نوعِ انسانی۔ اور یہ بقول جولین ہکسلے کے واقعی بڑی تعجب کی بات ہے۔ اس لئے کہ کثرت میں وحدت کی ایسی عجیب و غریب مثال کسی اور حیوان میں دیکھنے میں نہیں آتی۔ آلڈس ہکسلے کو اس پر حیرت ہے کہ کثرتِ اختلاف کے باوجود انسانوں میں عدمِ مشابہت اتنی کم ہے"۔

نوعِ انسان کے مختلف دوروں کا ذکر کرنے کے بعد کہا۔

(۲) **مذہب کیا ہے؟** | مذہب نام ہے انسان کے اپنے خالق کے ساتھ بنیادی رشتہ کا۔ وہ اس مسرت کا مظہر ہے جو خدا سے مل جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ انسانی خیال کے جمالیاتی ذوق کی معراج اور محبت کا سب سے زیادہ خوشبودار پھول ہے۔

ایسے گہرے عذبے اور ایسے متین اور رفیع تصور میں صرف خوشگوار اختلافات ہی کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ جیسے موسیقی کے مختلف سروں کے اختلاف جو مختلف ہیں لیکن مغائر نہیں بلکہ جن کی ہم آہنگی سے نغمہ پیدا ہوتا ہے۔ خود "مذہبی اختلاف" کی اصطلاح ہی ایک شدید لفظی تضاد ہے۔ یہ اصطلاح مذہب کی نقیضِ حسین ترین احساسات کی ایک بھونڈی نقل ہے اور ایک شریف ترین جذبہ کی نفرت انگیز طریقہ پر غلط ترجمانی ہے۔ ہندو۔ بودھ۔ زرتشتی۔ عیسائی اور مسلمان سب کی مذہبی کتابیں محبت کے پیغامات سے بھری ہوئی ہیں۔ انجیل میں ہے "جیسے کہ مقدس باپ نے مجھ سے محبت کی ویسے ہی میں تم سے کرتا ہوں۔ جیسے میں تم سے محبت کرتا ہوں ویسے ہی تم کو آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنا چاہئے۔ میں نے تم سے یہ اس لئے کہا ہے کہ میری خوشی تمہاری ذات میں بھی سرایت کر جائے اور تمہاری خوشی مکمل ہو جائے"۔ اسی طرح قرآن میں خدا کو "ودود" اور "مومن" کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔

لیکن اس کے باوجود مختلف فرقوں میں طویل، بے پناہ اور پرآشوب لڑائی ہوتی رہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مخلوق عہدِ وحشرات کی طرف عود کر رہی ہے۔

سر سروے پلے نے کس درد بھرے دل سے کہا ہے "کتنی تعجب کی بات ہے کہ بعض لوگ یقین کرتے ہیں کہ گویا نوزائیدہ نسلِ انسانی کے پالنے کے پاس ایک خبیث دیو بیٹھا تھا"۔

"ہمیں نہ صرف مختلف مذاہب کو ایک دوسرے کا تکملہ سمجھنا چاہئے بلکہ مذہب اور سائنس کو بھی ایک دوسرے کا شریک تصور کرنا چاہئے۔ مذہب کو رسومات کے ساتھ ہرگز خلط ملط نہ کرنا چاہئے۔ اوّل الذکر سے ہمارا اعتقاد و وجدانی پیکر اختیار کرتا ہے۔ ثانی الذکر ایک زبان میں مذہب کا جمالیاتی اور معاشرتی جواب تھا۔ حسنِ اتفاق سے موجودہ سائنس کو مذہب سے کوئی بیر نہیں ہے۔

(۳) **مذاہب کے متعلق صحیح رویہ** | اگر ہم اپنے مذہبوں کی کنہ تک پہنچنا چاہیں اور اس ناقابلِ بیان نور کو دیکھیں جو پیغمبرانِ مذاہب کا پیدا کیا ہوا ہے تو ہم یہ مانے بغیر نہیں رہ سکتے کہ نہ صرف تمام مذاہب کی روح میں کیسانیت ہے بلکہ تمام نوعِ انسان بھی ایک ہے قرآن کہتا ہے "خلقنا کم من نفس واحدۃ" واقعہ یہ ہے کہ اخوتِ انسانی دنیا کے تمام بڑے مذاہب کا سنگِ بنیاد ہے۔ اس حقیقت کے حصول میں جو رکاوٹ بھی ہو اس کا مقابلہ کرنا چاہئے۔

ایک وفاقی دنیا کی ترقی پذیر تحریک کو آگے بڑھنے کا راستہ دینے کیلئے اس رکاوٹ کا دور کرنا ناگزیر ہے؛

آجکل انسان سیاسی اور معاشی مساوات کی دھن میں معاشری اور انسانی برابری کو بھول گیا ہے۔ دائرۃ الحاق کو وسیع کرنے کی کوششوں میں ہمارا دائرہ فکر اب تک صرف ایسے حلقوں تک محدود ہے:۔

"اینگلو سیکسن زبانیں بولنے والے لوگوں کا وفاق"، "یورپ کو ضرور متحد ہو جانا چاہیئے"، "ایشیا ایک ہے"۔ مگر ہماری منزل صرف یہیں تک کیوں ہو؟ ہمارا مہتم بالشان کام تو یہ ہونا چاہیئے کہ نوع انسان ایک منظم محبوعہ بنے اور زندہ رشتوں کے شیرازہ میں منسلک ہو جائے۔ جب تک فرقہ واری تاثرات غالب رہینگے اس وقت تک مضطرانہ مسابقت۔ ناعاقبت اندیشانہ منافرت اور تباہ کن جنگ کا دور دورہ رہے گا۔ نجات صرف ایک ملک تو کیا صرف ایک براعظم کو متحد کرنے میں بھی نہیں ہے۔

مذہب صرف کسی محدود نیکی کا نام نہیں ہے کہ آدمی صرف چند گھنٹے یا چند دن دعا پڑھ لیا کرے یا بھجن گا لیا کرے یا چند سکے ادا کر لے اور نہ مذہب ترکِ دنیا کی ترمایق ہے ہر مذہب میں جو مذہب کہلانے کا مستحق ہو اصولِ عمل بھی ایک بڑی چیز ہے جو انسان کامل بننے میں مدد دیتا ہے۔ تمام مذاہب کی وحدت کا اعتراف ہمارا ایک ایسا اعتقاد ہونا چاہیئے جو ہمارے ہر فعل، ہمارے ہر خیال اور ہماری شخصیت کے ہر مظہر میں جاری و ساری ہو۔ مذہب کے نام پر ہمارا یہاں آج مل بیٹھنا بالکل بیکار ہوگا اگر ہم صرف ایک کا غذی تحریک پاس کر کے چپ چاپ اپنے گھروں کو چلے جائیں اور ایک عظیم الشان اتحاد کی تعمیر کا کوئی ارادہ ہم میں پیدا نہ ہو۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے "ہم امتیازات پیدا نہیں کرتے" اس سے ہم میں انفرادیتوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے کا ولولہ پیدا ہونا چاہیئے۔ اگر ہم اس انسانی مذہب کو اپنے میں پیدا نہ کر سکیں جو انسان کے ضمیر کا جزو ہے اور جو ہمارے مترکہ تمام مذاہب کی قدر مشترک ہے تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ جن مذاہب میں ہم پیدا ہوئے اُن کی حقیقت سے بھی ہم بے خبر رہے۔

(۴) اتحاد انسانی کی تحریک | اب وقت آگیا ہے کہ تمام مذاہب کے حیات آفریں ضروری اجزاء سمو کر نوعِ انسان کی ایک سوسائٹی کی تشکیل کی جائے۔ جب سیاسی معاملہ بازی کی جگہ محبت کا راج ہو جائیگا تو اتحادِ انسانی کی منزل نزدیک تر آ جائے گی۔ صرف بین الاقوامی تدبیری وفاقی دنیا کے تخیل کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کافی نہیں ہے۔ کبیر کہتا ہے "اپنی چترائی تہ کر رکھو۔ محبت کچھ اور ہی چیز ہے اور جس نے سچے دل سے اسے ڈھونڈھا اس نے اسے ضرور پایا ہے"۔ آج محبت کے نرم ہاتھ کو فولادی پنجے نے جھٹک دیا ہے۔ ہندوستان۔ چین اور عرب کے تمام پیغمبروں کی تضحیک کیجاتی ہے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ دنیا کو پرانے زمانہ کے دانشمندوں کے اقوال یاد کرنے کی جس قدر ضرورت آج ہے اتنی دنیا کی تاریخ میں کبھی نہیں ہوئی تھی۔

انجیل — "امن و صلح کرانے والے مبارک ہیں۔ وہی ابنائے الٰہی کہلائیں گے۔"

قرآن — "اللہ امن اور صلح کی جگہ بلاتا ہے"

ویدہ — اے دھرتی شانتی۔ اے ہواشانتی۔ اے آکاش شانتی۔ شانتی شانتی۔ جو کچھ بھی بھیانک بے رحم اور بد ہے میں اسے دباتا ہوں۔ شانت۔ راس آنے والا یہاں سب سکون سے رہیں۔ (اتھروید)

آج نئے نظامِ عالم کا ذکر ہر ایک کی زبان پر ہے۔ اقوام اکثر عالمی اتحاد کا شیرازہ مرتب کرنے کے لئے مل کر بیٹھتی ہیں۔ لیکن تاریخ کی قوتوں کے سامنے ان کی آواز صدا بصحرا ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ رہنمایانِ اقوام جب ملتے ہیں تو اُن کے دماغوں میں سیاست کا سودا بھرا ہوتا ہے۔ ان میں "محبت" کے نور کی کمی ہوتی ہے جس کے بغیر وہ یہ سمجھ ہی نہیں سکتے کہ خالق نے سب میں اپنی روح سمو کر ساری دنیا کو ایک برادری بنا دیا ہے "تب اس نے اُسے مکمل بنایا اور اس میں اپنی روح پھونکی"۔ جب وہ دن آئیگا کہ انسان اس روح کی روشنی میں پہلے کی طرح اپنی مشترک

روح کا جائزہ لیں گے تو اس دن ہماری یہ دنیا بھی ایک نیا روپ بدلے گی۔ نئے آسمان اور نئی زمین کی تخلیق ہر آن جاری ہے۔ مثال کے طور پر یہی دیکھ لیجئے کہ پیغمبر اسلام نے اپنی زندگی ہی میں کس طرح ایک نیا عرب اور انسانیت کا ایک نیا نقطۂ نظر پیدا کر دیا۔ کوئی حقیقت جس قدر عظیم ہوگی اتنے ہی اس کے عملی پہلو زیادہ ہونگے۔ اور اس کے اطلاق کا دائرہ بھی اتنا ہی وسیع تر ہوگا۔ دنیا کے لئے جس نئے نظام کی ضرورت ہے اور جو عنقریب ظہور پذیر ہوگا آیئے اسکی تشکیل میں ہم اس پیشگوئی کو اپنی مشعل راہ بنائیں۔

(اقتباس از مرکزی اطلاعات)

نورِ اتحاد

یہ نظم جناب احمد یزدانی نے مذاہب کانفرنس دہلی منعقدہ ۴ اپریل ۱۹۴۲ء میں پڑھی:-

ہے تمام ارض و سما کا اصل جوہر اتحاد
رُوحِ ذرّہ ذرّہ۔ جانِ ماہ و اختر اتحاد

کیا حجر اور کیا شجر اور کیا ملک اور کیا بشر
سب کی ہستی کے لئے ہے زیب و زیور اتحاد

ہر فنا اور موت کی بُنیاد ہے جنگ و نفاق
ہے بقا و زندگی کا آبِ کوثر اتحاد

لیچلا قوموں کو دوزخ کی طرف قومی عناد
ہے مگر فردوسِ نورانی کا رہبر اتحاد

ہم نے مانا آج دنیا کا مرض پیچیدہ ہے
پر علاج اس کا ہے واحد اے برادر اتحاد

رخصتِ دورِ خزاں ہے آمدِ فصلِ بہار
جنگ ہوگی ختم ہوگی۔ صلح اکبر جلوہ گر

سب کی فطرت ایک ہے سب کی حقیقت ایک ہے
کرے "والا ہے بپا نورانی محشر اتحاد

جنگ نادانی یہ سب نابود ہوگی ایک دن۔
جب حقیقت ایک ہے۔ ہوگا نہ کیونکر اتحاد؟

باغِ عالم کے ثمر لانے کا موسم آ گیا
ہو چکا ہے حق کی جانب سے مقدر اتحاد

دین اور دنیا کی جیسے اوّلیں بُنیاد ہے
"ربطِ عالم" پھول ہے۔ اور پھل کا منظر "اتحاد"

حق نے یوم الدّین فرمایا جسے وہ دن ہے آج
دین اور دنیا کی ہے معراجِ اکبر اتحاد

سارے احکامِ شریعت ہیں ستاروں کی مثال
آج ہے دین اور مذہب پیشِ داور اتحاد

جس نے اس کی قدر و عظمت جان لی عارف ہے وہ
آسمانِ دین پر خورشیدِ انور اتحاد

صورِ اسرافیل نے آغازِ نغمہ یوں کیا
دینِ حق کا ہے بلند اسرار دفتر اتحاد

محو ہونگی ساری موجیں عالمِ اضداد کی
ہے جمالِ ذوالجلالِ نورِ انور اتحاد!

خالق الاضداد بیشک جامع الاضداد ہے
ہیں تمام اضداد قطرے اور سمندر اتحاد

آج دنیا اِک وطن ہے اور قومیں ایک قوم!
اُس نے ظاہر کر دیا اضداد پرور اتحاد

آ محمد اب ہوگا جہاں سب ایکدل اور اِک زباں
جیسا برتر یوم ہے ویسا ہی برتر اتحاد

تفرقے مٹ جائینگے اور ہوگا گھر گھر اتحاد

قبلہ و کعبہ

نہایت اہم سوالات:

(۱) کیا خدا کے سوا کوئی مسجود ہو سکتا ہے؟

خدا نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم کو سجدہ کریں۔ اس سجدے کی حقیقت کیا تھی؟ کیا آدم کو مسجود بنایا تھا؟ یا آدم بطور قبلہ کے تھے اور سجدہ اصل میں خدا کو تھا؟ اگر آدم صرف قبلہ تھے تو اس کا بیان کلام الٰہی میں کہاں ہے؟ اگر آدم قبلہ تھے تو وفاتِ آدم کے بعد اُمت کے لئے قبلہ کیا تھا؟ کیا غیر اللہ کو سجدہ کرنے سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے یا نہیں؟ کیا حضرت آدم اپنے وقت کے پیغمبر تھے یا نہیں؟

ان باتوں پر قرآن مجید سے روشنی ڈالئے۔

(۲) کیا شریعتِ موسوی میں کوئی ایسا قبلہ مقرر کیا گیا تھا جس کی طرف منہ کر کے موسوی اُمت کے لوگ نماز پڑھتے تھے۔ کیا ایسے قبلہ یہود کا ذکر حضرت موسیٰ کی کتاب میں کہیں ملتا ہے؟ کیا یہود میں ایسے قبلہ کا کوئی نشان ملتا ہے؟

(۳) کیا حضرت مسیح نے کوئی قبلہ مقرر کیا تھا جس کی طرف رُخ کر کے خود حضرت مسیح اور ان کے ماننے والے نماز پڑھتے تھے۔ کیا انجیل میں کہیں ایسے قبلہ نصاریٰ کا ذکر پایا جاتا ہے۔ کیا عیسائیوں میں ایسے قبلہ کا کوئی نشان ملتا ہے؟

(۴) مفسرینِ قرآن نے عام طور پر لکھا ہے کہ بیت المقدس اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا قبلہ تھا۔ وہ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔" اس کی اصلیت کیا ہے؟ یا مفسرین کی کوئی غلط فہمی ہے؟

(۵) حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مکی زندگی میں نماز پڑھتے ہوئے کعبہ کی طرف منہ کیا کرتے تھے یا بیت المقدس کی طرف۔ جب آپ سفر میں تشریف لے جاتے تھے تو کس طرف رُخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے؟ اگر آنحضورؐ بیت المقدس یا کعبہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے تو قرآن مجید میں وہ آیت کہاں ہے جس میں آپ کو کعبہ یا بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم تھا؟ تمام مکی زندگی میں جب آپ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے اور سجدہ کیا کرتے تھے تو کیا اُس وقت کعبہ میں کثیر التعداد بُت بھی موجود تھے۔ کیا بخاری میں نہیں لکھا کہ فتح مکہ کے دن بھی کعبہ میں تین سو ساٹھ بُت رکھے ہوئے تھے تو کیا ایسی صورت میں کہ بُت بھی کعبہ میں بھرے ہوئے تھے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سالہا سال اسی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے رہے؟

(۶) جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لائے تو سولہ سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ کیا یہ خود اپنی ذاتی رائے سے آپ نے قبلہ پسند کیا تھا یا حکم الٰہی سے۔ کیا پیغمبر اپنی ذاتی رائے سے بھی شریعت بنا سکتا ہے؟ اگر حکم الٰہی سے بیت المقدس کو قبلہ بنایا تھا تو یہ حکم قرآن مجید میں کہاں ہے؟ جب تحویلِ قبلہ کا حکم ہوا اور آنحضور نے فانہ کعبہ کی طرف رُخ پھیر کر نماز پڑھنا شروع کی تو اس وقت سے فتح مکہ تک تقریباً سات سال ایسی حالت میں کہ مکہ بتوں سے پٹا پڑا تھا خداوند عالم نے اسی کو قبلہ مقرر فرمایا۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور سب مسلمان اسی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے اور سجدے کرتے رہے۔ فتح مکہ کے دن یعنی ہجرت کے آٹھ سال بعد کعبہ بتوں سے پاک ہوا۔ کیا اس واقعہ سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ خدا چاہے تو ایک بت خانے کو اسی بُت ہوتے ہوئے بھی کعبہ و قبلہ بنا دے۔ کیا یہ صورت توحید کے منافی تو نہیں؟ ایسی صورت میں تحویلِ قبلہ کی حکمت کیا ہے؟

الیف ایم متری۔ دکان سیاحتی فیسن اعلیٰ بر دوز بلغاری

بنام خداوند یکتا

بگوای دوستان۔ کذب قبل محبوب بعد را آویخت و بر صاص ظلم شهید نمود تفکر در نفوس کاذبه خائنه که باسم صدق و امانت و زهد و ورع مابین ناس ظاهر بودند نمائید تا از فزع این یوم اکبر محفوظ مانید۔ یکی ذکر جابلقا نمود و دیگری بجابلصا اشاره کرد و کاذب دیگر آیکل موهومی ترتیب داد و بر عرش ظنون مقر معین نمود بی انصافی ناحیه مقدسه ذکر کرد و بی انصافی دیگر کلماتی با و نسبت داد و این امور منکره کاذبه سبب و علت شد که سلطان مدینه احدیه را بتمام ظلم شهید نمودند اگر بید قدرت الهی جمیع حجبات را خرق نماید امور تازه مشاهده نمائید و کلمات بدیعه اصغاء کنید حال یک کلمه میفرمایم که شاید آن کلمه سدی شود مابین صدق و کذب و آن کلمه امنیت طهروا اذا تکلم عنها یتکلم به الذین ینسبون انفسهم الی البیان و یکفرون بمنزله و سلطانه و مرسله چه که این نفوس محتجبه لعینه بر قدم آن نفوس حرکت مینمایند طوبی از برای چشمیکه می بیند و ادراک نماید او از اقوی الناس و اقدرهم لدی الحق مذکور است استمعوا ما نطق به مبشری من قبل قال و قوله الحق نطفه یکساله یوم ظهور او اقوی است از کل بیان محض عنایت و شفقت این اذکار از قلم مختار جاری احفظ وقل لک الحمد یا اله العلمین۔ حزب شیعه که خود را فرقه ناجیه مرحومه میشمردند و افضل اهل عالم میدانستند بتواتر روایاتی نقل نمودند که هر نفسی قائل شود بانیکه موعود متولد شود کافر است و از دین خارج۔ این روایات سبب شد که جمعی را من غیر تقصیره جزم شهید نمودند تا آنکه نقطه اولی روح ماسواه فداه از فارس از صلب شخص معلوم متولد شد و دعوی قائمی نمود اذا حسوا الذین اتبعوا الظنون و الاوهام و امر بمثابه نور آفتاب بر عالمیان ظاهر شد مع ذالک آن حزب غافله مردوده اعراض نمودند و بر قتل آنجوهر وجود قیام کردند ای اهل بهاء مالک اسماء میفرماید در این امور

لتفکر نمائید کہ شاید اصنام ظنون و اوہام را فی الحقیقہ بشکنید و باوہام تازہ کہ معرضین بیان بآن متمسک و متشبث اند مبتلی نشوید بقوت و قدرت الٰہی بر امر قیام نمائید و عباد را از ظلم نفوس مشرکہ و ظنون انفس کاذبہ غافلہ حفظ کنید در اسرار مستورہ تفکر نمائید تا حین ظہور اہل فرقان یعنی حزب شیعہ از یوم اللہ و کینونت ظہور مطلع نبودند گویا از بحر آگاہی بالمرہ نصیب نبودند و از اشراقات آفتاب معانی محروم و ممنوع۔ انچہ را ظنون و اوہام خود ادراک نمودند و بآن متمسک بودند امر الٰہی بر غیر آن جاری و ظاہر شد و آن نفوس موہومہ کہ خود را القای خلق و از ہدایت عالم میشمردند بظلمی قیام نمودند کہ ملأ اعلیٰ و اہل مدائن اسماء و ملکوت انشاء کل متحیر ماندند کذلک نطق القلم الاعلیٰ فضلاً من عندہ لتطلعوا علیٰ ما ستر عنکم و تشاہدوا ما کان خلف الحجاب بما اکتسبت ایدی الذین ہاموا فی ہیماء الظنون و الاوہام و افتوا علی الذی اتیٰ بالحق من لدی اللہ المہیمن القیوم ای شاربان رحیق مختوم اسم قیوم میفرماید در فرقہ کہ خود را ناجیہ و مرحومہ میشمردند ملاحظہ کنید کہ عند ظہور امتحان از فرقہ طاغیہ باغیہ منکرہ مردودہ محسوب شدند و در کتاب الٰہی از قلم اعلیٰ از مظاہر نفی مذکور و مسطور ند انشاء اللہ باید اہل بہاء کہ از اصحاب سفینہ حمراء در قیوم اسماء مذکورند باستقامتی ظاہر شوند کہ لائق این امر اعظم و یوم مبارک است امروز روز خدمت و استقامت است اگر طفلی بر این امر مستقیم ماند او اقویٰ از کل بیان است بشہادۃ اللہ و شہادۃ من ظہر من قبل و بشر الناس بہذا النبأ العظیم۔

در الواح عراق و ارض سر و سجن اعظم دستان الٰہی را آگاہ نمودیم و بظہور عجل و ناعقین و طیور لیل و کتاب سجین و الواح نار اخبار دادیم تا کل بشانی مستقیم شوند کہ اہل عالم و ما عندہم قادر بر تحریف آن نفوس ثابتہ مستقیمہ نباشند باید بمثابہ جبال مشاہدہ شوند نہ مانند اوراق کہ بہر ریحی متحرک اند و باندک نسیمی منقلب کذلک عرفکم العلیم و عرفکم عارف الخبیر و ہدیکم الی صراطہ المستقیم جہد نمائید و بکمال عجز و ابتہال از قوی قدیر مسئلت کنید تا شما را مؤید فرماید بر امریکہ بطراز رضا مزین است و ہمچنین موفق دارد بر عملی کہ ذکر آن

بدوام ملک و ملکوت در کتاب الٰہی باقی و پاینده ماند فرصت را از دست مدهید و وقت را ضائع مگذارید قسم بدریای علم لدنی که آنی از این ایام افضل است از قرون و اعصار یشهد بذلک ربکم المختار فی هذا المقام الکریم۔ انشاء اللہ بنار محبت رحمٰن حجبات مانعه را بسوزانید و بنور وحیش قلوب را منور دارید امروز روز این کلمهٔ محکمهٔ مبارکه است که از قبل لسان احدیه بآن تکلم نموده کل شیء هالک الا وجهه امروز یوم اللہ است و حق وحدهٔ در او ناطق لا یذکر فیه الا هو این الابصار الظاهرة الحدیدة و این القلوب المنیرة الفارغة امروز روز ابصار و آذان و قلوبست از حق بخواهید تا این سه را مالک شوید و از حجبات مقدس دارید چه که حجاب رقیق بل ارق بصر را از مشاهده و آذان را از اصغاء و قلب را از لقاء منع نماید باینکلمهٔ علیا که از قبل از قلم اعلیٰ نازل شده نظر نمائید۔

ای پسران دانش۔ چشم سر را پاک بآن نازکی از دیدن جهان و آنچه در اوست بی بهره نماید دیگر پرده از اگر بر چشم دل فرو آید چه خواهد نمود۔ ای دوستان امروز باب آسمان بمفتاح اسم الٰہی گشوده و بحر جود امام وجوه ظاهر و متواتر و آفتاب عنایت مشرق و لائح۔ خود را محروم ننمایید و عمر گرانمایه را بقول این و آن تمام مکنید کمر همت محکم نمائید و در تربیت اهل عالم توجه کنید دین الٰہی را سبب اختلاف و ضغینه و بغضاء ندانید لسان عظمت میفرماید آنچه از سماء مشیت در هیکل ظهور امنع اقدس نازل مقصود اتحاد عالم و محبت و وداد اهل آن بوده باید اهل بهاء که از رحیق معانی نوشیده اند بکمال روح و ریحان با اهل عالم معاشرت نمایند و البشاشة من اخلاق الذین آمنوا بالله که نفع آن بکل راجعست امنیت و صیت مظلوم اولیا و اصفیای خود را۔ عالم بمحبت خلق شده و کل بوداد و اتحاد مامورند باینکلمهٔ مبارکه که از افق قلم سلطان احدیه اشراق نموده ناظر باشید و ذکر نمائید کنت فی قدم ذاتی و ازلیتی کینونتی عرفت حبی فیک خلقتک و القیت علیک مثالی و اظهرت لک جمالی۔ ای اهل بهاء شما در اوطان و انیظلوم در سجن اعظم در حیکه در دریای احزان منغمس است هریک از شما را بکلمات و بیاناتی ذکر مینماید که اگر حرفی از آن کلمات بر مرایای وجود ممکنات

تجلی نماید و کل کلمہ انت المحبوب ظاہر شود بشانکہ جمیع بیایند و قرأت نمایند این فضل بے منتہی از دست مدہید: انچہ در سبیل الٰہی بر این مظلوم وشما وارد شدہ ازان غافل نشوید قدر خود را بدانید و مقامات خود را باسم حق حفظ نمائید چہ کہ مشرکین و منکرین و خائنین بلباس توحید و اقبال و امانت ظاہر شدہ اند و بکمال جد و جہد در اضلال نفوس مشغولند انہ ربکم الرحمٰن یقول الحق و یخبرکم بالفضل و یہدیکم صراطہ المستقیم سبیل ناس را بگذارید و راہہای غافلین را معدوم شمارید و بگویید اللہ لا یمشی فی طرقکم و لا یعمل ما عندکم قد ظہر و اظہر صراطہ المستقیم. و عرف الکل منہجہ القویم طوبیٰ لنفس سرعت الی بحر رحمتہ ربہا و لاذان سمعت صریر قلمہ الاعلیٰ و لعین رأت ایاتہ الکبریٰ و للسان نطق بثنائہ الجمیل. قل ان ارحموا علی انفسکم و لا تتبعوا الذین کفروا باللہ و ایاتہ و انکروا حجتہ و برہانہ و قاموا علی الاعراض بظلم مبین انہ فی التعجن الاعظم دعا الملوک و المملوک الی الاسم الاعظم الذی کان مکنونا فی علم اللہ و مذکورا فی صحف المرسلین. ای دوستان ذکر جمیع در کتب الٰہی بودہ و خواہد بود و اگر بعضی از اولیای حق بلوح علیحدہ فائز نشوند بعینہ مبین بدانند کہ اسمشان و توجہشان و اقبالشان علی مراتبہم از قلم اعلیٰ در کتاب مذکور و مسطور است از حق نمائید بخواہید تا بامری کہ سبب و علت ذکر پایندہ باشد فائز گردید انہ ہو السمیع و ہو العلیم الخبیر. دنیا را ثانی نبودہ و نیست عنقریب من علی الارض بقبور راجع شوند فوالذی انطق کل شیٔ بثنائہ انہ این دنیا و انچہ در او مشہود است نزد صاحب بصر بیک کلمہ از کلمات الٰہی معادلہ نمینماید چہ کہ او زائل و فانی بودہ و خواہد بود و این بدوام اسماء و صفات دائم و باقی خواہد ماند، ہیچ عاقلی بملاحظہ یوم او یومین نعمت باقیہ الٰہیہ از دست نمیدہد بر است میگویم جان لم یزل و لا یزال آہنگ گلشن مکاشفہ و لقاء داشتہ و دارد و لکن اوہام و آمال لا تعنی او را از ملکوت قرب منع نمودہ باید بنار الیقان و نور ایمان حجبات را بسوزانید و قلوب افسردہ را منور دارید. جہد نمائید تا از کوثر الیقان کہ از یمین عرش الٰہی جاری است بنوشید ہر نفسی بآن فائز شد او از اہل بقا در صحیفہ حمراء مذکور است الحمد للہ عنایت حق و الطافش مقبلین را بصراط مستقیم راہنمودہ

والعظمة کبریٰ وموہبت عظمیٰ فائز فرموده قدر مقام خود را بدانید و در کل احوال آگاه باشید چه که گمراهان در کمین هادیان بوده وخواهند بود ان ربکم الرحمٰن لهو العلیم الحکیم. ایا در ارض طالب صادقی مشاهده شد که از فیض فیاض محروم شود یا قاصدی دیده شد که بصدق تمام مقصد اقصیٰ را اراده نماید واز او ممنوع گردد لا ونفسه الحق واگر بعضی از موحدین ومقربین مخلصین برحسب ظاهر امر را طلب نمودند وبآن فائز نشدند این نظر بحکمتهای بالغهٔ الٰهی بوده باید محزون نباشند چه که از برای هر امری میقاتی مقرر ومقدر است اذا جاء الحین یظهر بالحق من لدی الله رب العٰلمین. افرحوا یا اولیآء الله واصفیائه بما یذکرکم قلمی الاعلیٰ فی هٰذا اللیل الذی فیه ینطق لسان العظمة انهٗ لا اله الا هو المؤتیه الناصح الفرد العزیز الحمید طوبیٰ لمن فاز بالاستقامة الکبریٰ انهٗ من اهل الفردوس الاعلیٰ فی کتاب الله مالک الاسمآء وفاطر السمآء الذی ظهر بالحق بسلطان مبین ایاکم ان تمنعکم حجبات الاسماء عن سلطانها ومنزلها ومبدعها. تمسکوا بحبل عنایة ربکم الرحمن وتشبثوا بذیله المنیر من عمل ما اُمر به یصلّین علیه الملأ الاعلیٰ واهل الجنة العلیا والذین سکنوا فی قباب العظمة امرًا من لدی الله العزیز الحمید کذلک ذکرکم المظلوم اذ کان فی سجن الغافلین وعلمکم ما یقربکم فی کل الاحوال الی الله المقتدر المهیمن العزیز الفرید انا نوصی الکل بالحکمة والبیان فی امر ربهم الرحمٰن کما وصیناهم من قبل انهٗ لهو الناصح الامین. تلک کلمة انزلناها فی الواح شتّیٰ ینبغی لکل من اٰمن بالله فی هٰذا الظهور ان یتمسک بها ویکون من الراسخین ونهینا الکل عن کل ما لا یحبه الله وامرنا هم بما تفرح به افئدة الامم انهٗ لهو المشفق الکریم عاشروا یا احبائی بالروح والریحان کل الادیان ایاکم ان تجعلوا کلمة الله علة لاختلافکم او سببًا لاظهار البغضاء بینکم قل اتقوا الله یا ملأ الارض ولا تکونوا من الغافلین انهٗ یأمرکم بما تجدون منه عرف الروح لو کنتم من العارفین البهآء علیکم وعلی من معکم ومحبتکم ویحفظکم ویسمع منکم ما ترقمه من القلم الاعلیٰ فی هٰذا الامر المبرم الظاهر المبین ۰۰

ماہنامہ

پیامبر دہلی

جلد سوم | جون سنہ ۱۹۴۲ع | نمبر ۶

دُعائے حضرتِ بہاءاللہ

اُس کے نام سے جس کے ذکر سے ملأ اعلیٰ کے دل زندہ ہوتے ہیں

تو پاک ہے اے خدا۔ اے میرے معبود! تو مشاہدہ و ملاحظہ فرما رہا ہے کہ میں تیرے بندوں میں کس طرح سے گرفتارِ بلا ہوا ہوں۔ باوجودیکہ میں تیرے اُس دروازۂ رحمت پر فروتنی کے سوا کچھ نہیں چاہتا جسے تو نے اپنے زمین و آسمان کے باشندوں کے لئے کھولا ہے اور میں نے انھیں وہی حکم دیا ہے جو تو نے مجھے دیا اور میں نے انھیں وہی دعوت دی جس کے لئے تو نے مجھے مبعوث فرمایا ہے۔ تیری عزت کی قسم! میں نے کبھی نہ چاہا کہ میں کسی پر کسی طرح سے بھی برتری حاصل کروں اور جو کچھ تو نے اپنی بخشش و عنایت سے مجھے عطا فرمایا ہے میں نے نہیں چاہا کہ اسکی وجہ سے لوگوں کے سامنے فخر کروں۔ کیونکہ اے میرے معبود! میں تیرے ظہور کے روبرو اپنا کوئی ظہور محسوس نہیں کرتا۔ اور تیری اجازت و ارادہ کے بغیر اپنے لئے کوئی امر موجود نہیں پاتا۔ بلکہ ہر آن میرے دل کے اندر سے یہی آواز اٹھتی ہے کاش میں وہ زمین ہوتا جس پر تیرے مخلص دوستوں اور مقرب برگزیدوں کے چہرے تیرے لئے سجدے میں گرتے ہیں۔ اگر کوئی کان رکھنے والا میرے

ارکانِ بدن کی طرف متوجہ ہوگا تو میرے ظاہر و باطن اور میرے دل و زبان اور میری رگوں اور میرے اعضاء و جوارح سے یہی ندا سنے گا کاش ایسا ہو کہ مجھ سے وہ بات ظاہر ہو جس سے ان لوگوں کے دل خوش ہو جائیں جنھوں نے میرے پروردگار بزرگ و برتر کی یاد کا مزہ چکھ لیا ہے اور کاش میری ندا کے ذریعے کوئی تیرے حیرت امر اور ملکوتِ عرفان کی طرف چڑھ جائے اے وہ کہ ملکوتِ بقا اور عالمِ ہستی تیرے قبضے میں ہے۔ اور اگر میں نے کہا کہ اے عالمِ ہستی کے رہنے والو! میری طرف آؤ۔ میری طرف آؤ! تو اس سے میری مراد تیرا وہ امر ہی تھا جسے دیکر تو نے مجھے ظاہر و مبعوث فرمایا ہے تاکہ سب لوگ تیرے مقامِ وحدانیت اور تیرے مرکزِ شانِ فردانیت کی طرف متوجہ ہوں۔ اور اے بہاء کے محبوب۔ اور اے بہاء کے مقصود! تو خوب جانتا ہے کہ بہاء تیری محبت و رضا کے سوا اور کچھ نہیں چاہتا۔ اور وہ تیرے بندوں کو نفس و ہوی کے اشارات سے پاک کر دینا چاہتا ہے اور انھیں شہرِ بقا میں پہنچا دینا چاہتا ہے کہ وہ تیرے امر میں متحد ہو جائیں اور تیری خوشنودی کی شریعت پر اکٹھے ہو جائیں۔ اے میرے محبوب! تیری عزت کی قسم! اگر تو ہر آن مجھے نئی بلا کے ذریعے عذاب دے تو یہ عذاب مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس بات کے کہ تیرے دوستوں میں کوئی ایسی بات پیدا ہو جس سے ان کے دلوں میں کدورت آجائے اور ان کا اتحاد و اجتماع پراگندہ ہو جائے۔ کیونکہ تو نے مجھے اسی لئے تو مبعوث فرمایا ہے کہ وہ تیرے اس امر پر متحد ہوں جس کے مقابلہ پر تیرے آسمان و زمین کی مخلوق ٹھہر نہیں سکتی۔ اور وہ تیرے ماسوا سے منہ پھیر لیں اور تیری شانِ کبریائی کے افق کی جانب رُخ کریں۔ اور تیری رضا کی طرف متوجہ ہوں۔ تو۔ اب اے میرے معبود! اپنی پوشیدہ عنایت کے بادل سے وہ (پانی) برسا جو انھیں تمام غموں سے اور بشری حدود سے پاک و طاہر کر دے تاکہ ملأ اعلیٰ اُن سے تقدیس و بے نیازی کی خوشبوئیں پائیں۔ پھر اے میرے معبود! انھیں اس توحید پر قائم ہونے کی توفیق دے جسے تو پسند کرتا ہے جو یہ ہے کہ جب کوئی کسی پر نظر ڈالے تو اسمیں وہ تجلی دیکھے جس کے ذریعے تو اُس پر جلوہ گر ہوا ہے۔ اس ظہور فرمائی کے لئے جس کا عہد تو نے دورِ بیان میں تمام عالمِ ہستی کے باشندوں سے لیا تھا۔ اور جو کوئی اس برتر و بلند تر مقام پر نظر رکھیگا اور اس بزرگ ترین و روشن ترین شان کو دیکھیگا وہ کسی کے سامنے اپنی بڑائی نہیں چاہے گا۔

اُن لوگوں کو مبارکباد جو اس سے فائز ہوئے اور وہ باہم نہایت راحت وخوشی دلی کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ وہ توحید ہے جو تجھے ہمیشہ سے محبوب ہے اور تو نے اسے اپنے مخلص بندوں اور مقرب لوگوں کے لئے مقدر فرمایا ہے اب اے بادشاہوں کے مالک! میں تیرے اُس نام کے ذریعے جس سے تو نے بندوں میں محبت ودوستی کی شریعت جاری کی ہے درخواست کرتا ہوں کہ میرے دوستوں میں وہ چیز پیدا کردے جو انھیں تمام حالات میں متحد بنا دے تاکہ تیری مخلوق میں اُن کے ذریعے تیری توحید کے نشانات ظاہر ونمودار ہوں۔ اور تفرید کے ظہورات تیری مملکت میں آشکار ہوں۔ یقیناً تو مقتدر ہے جو کچھ چاہے کرسکتا ہے۔ تیرے سوا کوئی خدا نہیں۔ تو ہی سب پر غالب ونگراں اور سب کو قائم رکھنے والا ہے۔

(اس مناجات کی اصل اسی پرچہ کے فارسی حصہ میں درج ہے)

ایک لوحِ مبارک صرف اردو

بسم اللہ الاقدس الاعلیٰ الابھیٰ

خدا کی قسم! بلاء ومصیبت کے سبب تمہارے کی محبت اور بڑھ گئی کہ وہ اسے مالکِ اسماء اور خالقِ سماء کے ذکر سے نہ روک سکی اور وہ ہر گھڑی اہل جہان کو اُن کے پروردگار رحمٰن کی جانب بُلا رہا ہے۔ سو یہ آگ بھی کیا ہی خوب ہے کہ اس پر جتنا پانی پڑتا ہے یہ اپنے پروردگار مقتدر۔ برتر۔ دانا کی محبت میں اتنا ہی زیادہ بھڑکتی ہے۔ اور اس نے روئے زمین والوں کی عزت کے لئے اپنی ذلت کو قبول کیا اور تمام جہان کی نجات کے لئے قید خانہ منظور کرلیا ہے۔

اے میرے سیاح! میرا امر عظیم ہے عظیم۔ جسے تمام آسمانوں اور زمینوں کے لشکر نہیں روک سکتے۔ اگر تو اپنے پروردگار کے ذکر کی شیرینی اس کی آیتوں میں سے ایک آیت میں بھی پائے تو فوراً مدہوش ہوکر گر پڑے اور جب کھڑا ہو تو پکار اٹھے کہ یا الٰہی میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرا ظہور مطالعِ وحی اور مشارقِ الہام سے سبقت لے گیا ہے اور ظہور کے دہن مبارک سے نکلنے والے ہر ایک حرف میں وہ چیز مضمر ہے جس سے تمام جہانوں کو زندگی ملتی ہے۔ اے پروردگار! ظہور خراب ترین شہر میں ساکن ہے حالانکہ تمام آسمانوں اور زمین کی معموری اسی کے نام سے ہے۔ تیرے ظالم بندوں نے ایسا ظلم کیا ہے۔

میری محبت کی حرارت سے مشتعل ہو رہو جیسا کہ اس ظہور میں ہونا چاہیئے جس سے کہ مقربوں کے چہرے چمک اٹھے ہیں۔ مجھے چاہنے والے کو میری طرف سے یاد کر۔ پھر میری عنایت کی انگلیوں سے میرا کوثرِ فضل اُسے پلا تاکہ وہ اُسے میرے اُفقِ رحمت اور میرے مطلعِ اسماء اور عرشِ عظیم کی جانب کھینچ لے۔ سب تعریف خدائے رب العٰلمین کے لئے ہے۔

انوارِ ظہور

حضرت بہاء اللہ سالہا سال سخت مصیبتیں برداشت کرتے رہے۔ مسلسل اذیتیں اور متواتر جور و جفا سہتے رہے اس قدر دکھ اٹھانے کا مقصد صرف یہ تھا کہ اہلِ یقین صبر و استقامت کا سبق حاصل کریں۔ اتحاد و اتفاق کے مرکز پہ قائم ہوں۔ محبت و الفت کی تکمیل کریں۔ اختلاف اور دوئی کا نام و نشان مٹا دیں۔ غیریت کو درمیان سے محو و نابود کر دیں۔ صرف اُن حدود میں جو کتب الٰہیہ نے معین کی ہیں امتیاز ضرور باقی رہے باقی تمام جدائی کے نشانات گم ہو جائیں۔ ایک عالمگیر اتحاد۔ منظم وحدت۔ اور پائدار یگانگت اور نہ ٹوٹنے والا اصیل ملاپ پیدا ہو جائے اور یہ عالم، امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے۔

ایک سچا مومن خدا کے حکم سے تمام مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔ وہ اپنی طرف سے صلح کا علم بلند کر چکا ہے اور سب کو امن و امان دینا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ وہ سب سے محبت و الفت رکھتا ہے کسی کی توہین نہیں کرتا۔ کسی کی عیب جوئی نہیں کرتا۔ کسی کی غیبت نہیں کرتا۔ کسی پر بہتان نہیں باندھتا۔ وہ اس بنا پر کہ سب میرے بھائی ہیں اور میرے خالق کی مخلوق ہیں سب کو پیار کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ سب سے بھلائی کرتا ہے۔ سب کی عزت و حرمت قائم رکھتا ہے۔ اگر چہ کوئی اس کو ستائے اور دکھ پہنچائے تو بھی صبر کرتا ہے اور لوٹ کر اپنے مقابل کو دکھ نہیں پہنچاتا۔ درحقیقت یہ تمام معاملہ وہ محض خدا کے لئے کرتا ہے۔ اب اگر اس کے مقابل دوسرا آدمی برا سلوک کرتا ہے تو برا سلوک کرنے والا اپنے کئے کی سزا پائے گا مگر محبت اور بھلائی کرنے والا تو اپنا بلند مقام حاصل کر اور بہترین جزا کا مستحق ہو چکا ہے۔

ہر اچھے اور اچھے سلوک کرنے والے کا عمل جنت میں خدا ہی طرف راجع ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ سب کچھ حکم خدا کی اطاعت میں کرتا ہے اگر کسی مومن کا ادب و احترام کرتا ہے تو اسی لئے کہ اس کے ایمان باللہ نظر رکھتا ہے۔ وہ کسی انسان کی خدمت کرتا ہے تو اسی لئے کہ خلقِ خدا کی خدمت کرنا رضائے الٰہی کا موجب ہے۔ اب اگر کوئی شخص کسی مومن کا دل دکھاتا ہے اور اس کے ساتھ تکبر سے پیش آتا ہے تو درحقیقت یہ تکبر خدا کے مقابلہ میں ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ اس نے ایک مومن باللہ کو نظرِ حقارت سے دیکھا اگر ایک انسان کو ستاتا ہے تو اس نے خلقِ خدا کے ساتھ برا سلوک کیا۔ یہ اس نے خالق کے ساتھ برا سلوک کیا۔

چند روزہ زندگی میں فانی چیزوں کا عاشق بن کر انسان اپنی فنا کا سامان کرتا ہے۔ کس قدر افسوس ہے کہ وہ اپنے انجام سے غافل ہے۔ لازم ہے کہ ایک دوسرے سے محبت کا سلوک کیا جائے۔ لازم ہے کہ نفسانی پردوں کو روحانی محبت کی آگ سے جلا دیا جائے۔ لازم ہے کہ سب ایکدوسرے سے ہر وقت ایسی خوشی و محبت سے مل کر زندگی بسر کریں کہ چہرے مسرت سے پھولوں کی طرح شگفتہ ہوں۔ اور سب کے دل محبت کی جنت ہوں۔ ایک دن بھی کدورت اور رنجش میں نہ گذرنے دیں۔ قدرتِ الٰہی سے اجل اہلِ دل کی دنیا کلمۂ الٰہی کے اثر سے محبت میں سرگرم ہے۔ اُن پر افسوس جن کے دل سرد ہیں۔

اور ان کی محبت ٹھنڈی ہو چکی ہے۔

باہمی اتحاد و اتفاق اور دنیا میں امن و سلامتی کا ایک بڑا ذریعہ حسنِ اخلاق ہے۔ اچھے اخلاق سے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور برے اخلاق سے انسانیت اور سوسائٹی کی سرسبز کھیتی سوکھ جاتی ہے۔ حسنِ اخلاق تنظیم اور اتحاد کے لئے وہ سنگِ بنیاد ہے جس پر امن و آسائش کی عمارت اور اصلاح و ترقی کی تعمیر قائم ہوتی ہے۔

خصوصیت کے ساتھ اہل بہاء کا فرض ہے کہ وہ موجودہ دورِ دنیا میں حیاتِ جدید کا صور پھونک دیں۔ ہر وقت اس فکر و کوشش میں رہیں کہ ڈوبنے والوں کو غرقابِ فنا سے بچائیں اور راہ بھولوں کو راہ دکھائیں۔ اور لوگوں میں اس طرح سے رفتار اختیار کریں کہ ان میں نورِ حق کے آثار سب کو نظر آئیں۔ کیونکہ صرف اہل بہاء اس وقت وہ جماعت ہیں جو نئی آفرینش میں اولین ہستی ہیں۔ وہی ہیں جنھوں نے اب سب سے اول عبودیت کے مقام پر قدم رکھا ہے۔ وہی سب سے اول جلوۂ حق کے سامنے سربسجود ہو گئے ہیں۔ وہی ہیں جو کعبۂ مقصود کا طواف کرنے میں سب سے پہلے مصروف ہوئے ہیں۔

سچے اہلِ بہاء خدا کے محبوب ہیں۔ ان کا ذکر ملأ اعلیٰ میں عزت کے ساتھ ہو رہا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جسے چشمِ بصیرت دیکھتی ہے۔ اور جب یہ مقام کسی کو نظر آجاتا ہے تو وہ اپنی جان فدا کرنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ ایسے پاک نفوس کی عظمت اور قدر خداوند عالم ہی خوب جانتا ہے۔

یہ پاک نفوس جذبۂ روحانی سے سرشار ہو کر کمال الفت و محبت سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس شان سے دوستی اور یگانگی اختیار کرتے ہیں کہ ان کے اتحاد سے توحید کا علم بلند ہو جاتا ہے اور شرک کا جھنڈا گر جاتا ہے۔ وہ نیک کاموں اور باہمی خوشنودی میں بڑھ بڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

اہل بہاء کو وہ کلامِ الٰہی ملا ہے جو قلوب میں نئی جان ڈالتا ہے۔ روحوں کو ترقی عطا کرتا ہے۔ انسان کی زندگی کو بلند کر دیتا ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے "خدا کی پہلی بات یہ ہے کہ خواہش اور آلودگی سے پاک سینہ اور دنیا کے مختلف رنگوں سے پاکیزہ دل لے کر جانے دیکھئے۔ قدرت رکھنے والے خدا کے حضور میں آؤ اور جو اس کے دن کی شان کے لائق ہے وہ ساتھ لاؤ۔ آج دیدار کا دن ہے۔ کیونکہ یزدانِ پاک بے پردہ ظاہر و جلوہ گر ہے۔ پاک جان سے دوڑ کر چلو شاید پہنچ جاؤ اور جو کچھ اسوقت ضروری ہے اسکو سمجھ سکو۔ پرہیزگاری کے پانی کے ذریعہ اپنے آپ کو ہوس اور برے کاموں سے پاک کرو تاکہ بے نیاز کے دن کا بھید سمجھ سکو۔ وہی پہلی قدیم روشنی آج آخری دن میں نمودار ہو رہی ہے۔ تین چیزوں کے ذریعہ دیدار مل سکتا ہے اور نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ دل اور آنکھ کی پاکی سے اور کان کو بری سنائی باتوں سے پاک کر لیجئے۔ کہدو اے دوستو! راہ نما آگیا۔ اس کی باتیں سب باتوں کی نمایاں ممتاز ہیں۔ اور اس کا راستہ سب راستوں میں صاف نظر آتا ہے۔ راہ تو حقیقت میں اسی کی راہ ہے اسی کو اختیار کرو۔ اور اسی کی بات اصل میں بات ہے اسی کو سنو۔ آج خدا کی رحمت کے بادل برس رہے ہیں اور دانائی کا سورج سب کو روشن کر رہا ہے اور اپنی راہ دکھا رہا ہے۔ جو افراد تو وہی ہے جو وہم و گمان کا راستہ چھوڑ کر خدا کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ اے دوستو! خدا کے طاقتور ہاتھ نے وہم و گمان کے پردے چاک کر دیئے ہیں تاکہ آنکھ (حقیقت کا جلوہ) دیکھے اور کان (رازِ حقیقت) سننے سے محروم نہ رہے۔ آج کان لگا کر سننے کا دن ہے۔ دوستِ یکتا کی گفتگو سنو اور جو طریق مناسب ہے اسی پر رفتار اختیار کرو۔"

انکشافِ حقیقت

دنیا کی تمام چیزیں انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کی گئی ہیں انسان کی فلاح و بہبودی قدرت کا عظیم مقصد ہے۔ جمادات۔ نباتات۔ حیوان سب انسان کے خادم ہیں۔ آگ۔ پانی۔ ہوا انسان کے لئے سرگرمِ عمل ہیں۔ سامان خوراک۔ لباس و مکان کے مہیا کرنے میں زمین۔ سورج۔ چاند۔ بارش۔ بجلی تمام قوئی مصروفِ کار ہیں۔ غرضکہ گردشِ لیل و نہار کا تمام ہنگامۂ محشر و نشور ہر آن انسانی نشو و ارتقاء کے لئے جد و جہد کی مسلسل حرکت ہے۔

انسان اپنے اندر جماد۔ نبات۔ حیوان کے تمام جوہری کمالات رکھتا ہے۔ اس کا اپنا امتیازی مقام حیوانیت سے نہایت بالاتر ہے۔ صرف کھانا۔ پینا۔ سونا۔ جاگنا اور جسمانی توالد و تناسل حیوانی درجہ کے اعمال ہیں۔ ہاں علم و عقل۔ کشفِ رموزِ قدرت۔ عرفانِ حق اخلاقِ فاضلہ۔ روحانیت و ربانیت۔ یعنی وہ اعمال جن سے امن و صلح محبت و عزت۔ مخلوق کی راحت و رفعت رونما ہو انسان کی شان کے شایاں ہیں۔ انھیں اعمال سے انسانیت اپنا مقام نمایاں کرتی ہے اور زندگی کا مقصد حاصل ہوتا ہے۔ دنیا کی تمام اچھی تحریکات اور مفید ادارے اسی مقصدِ وحید کے لئے دوڑ دھوپ کر رہے ہیں۔ تمام علماء و حکماء۔ فلاسفر جو آجتک دنیا میں پیدا ہوئے ارتقائے انسانی کے لئے زبردست مساعی اور قربانیاں کر چکے ہیں۔

سب سے بہتر اور برتر اصلاحی مجاہدے اور ارتقائی اقدام روحانی پیشواؤں نے کیا ہے جو دنیا کے دل کو بدلنے میں کامیاب ہوئے ہیں انبیائے کرام اور پیغمبران عظام انسانی ارتقائے حقیقی کی مملکت کے سلاطین ہوئے ہیں۔

بانیانِ ادیان جن کے پروگراموں پر کروڑوں انسان عامل ہو کر بہترین وجود بن گئے۔ تاریخ کے عالم میں آفتاب بن کر چمک رہے ہیں۔

ہر ایک پیغمبر برحق نے دنیا میں وہ حشر و نشور برپا کیا جس کے اثر سے آسمان زمین بدل گئے۔ اور نوعِ انسان منازلِ ارتقاء طے کرتی ہوئی بلند مقام پر پہنچ گئی۔

تمام انبیائے کرام نے نہایت حسین و جمیل پیرایے میں نوعِ انسان کو بشارت دی تھی کہ اس کرۂ ارض پر ایک عظیم الشان دورِ ارتقاء نمودار ہوگا۔ قیامتِ کبریٰ اور حشرِ اقوام کا زمانہ آئیگا۔ جس قدر یہ موعود وقت قریب آتا گیا انبیائے کرام اس یوم عظیم کی نبوت و بشارت پر زیادہ زور دیتے گئے اور تبشیر و انذار میں روز افزوں جوش اور ولولے کے ساتھ تفصیلات بیان فرماتے گئے۔ یہانتک کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بشارت کو مکمل اور ختم کر دیا۔ اور فرمادیا کہ میرے بعد اب الٰہی یوم موعود اور قیامتِ کبریٰ کا ظہور ہے۔

الحمد للہ۔ یوم موعود آگیا۔ ناموس قدرت اور وعدۂ الٰہی کے مطابق یوم موعود کا آنا یقینی تھا۔ بے شک ہر پیغمبر حق کا ظہور حشر انگیز اور قیامت خیز تھا۔ خدائے ظہورِ حق کے دن کو ہی قیامت مقرر کیا ہے عصرِ حاضر کے ظہورِ حق سے قیامتِ کبریٰ اور عالمگیر حشر نمودار ہوا ہے جس کے آثار روز بروز تیزی کے ساتھ عالم میں آشکار ہوتے جاتے ہیں

حضرت باب اور حضرت بہاءاللہ نے صور پھونک دیا۔ نوعِ انسان کے قالب میں ارتقاء کی نئی روح پیدا ہوگئی۔ یہ وہی حقیقت ہے جس کے

متعلق خداوند عالم فرماتا ہے لترکبن طبقاً عن طبق۔ تم درجہ بدرجہ بلند ہوتے چلے جاؤ گے۔ اب ارتقاء انسانی کے معراج کا زمانہ آگیا ہے۔ وہی زمانہ جس کے بارے میں خدا نے فرمایا تھا کہ انسان اپنے رب سے جا ملے گا۔ یا ایھا الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملاقیہ۔ اے انسان! تو نہایت سعی و کوشش کر رہا ہے کہ اپنے رب سے مل جائے۔ سو ضرور تو اس سے مل جائے گا۔

اب لقائے الٰہی کا وقت آگیا۔ کثیر التعداد انسان لقاء الٰہی سے فائز ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا تھا کہ قیامت کبریٰ میں دیدار الٰہی حاصل ہوگا من کان یرجو لقاء اللہ فان اجل اللہ لات۔ جو شخص لقائے الٰہی کا مشتاق ہے اسے مژدہ ہو کہ خدا کا معین وقت یقیناً آرہا ہے۔

اب وہ وقت آپہنچا اور سب لوگوں کو خدا کے حضور خضوع و سجود کی دعوت دی جارہی ہے مگر وہ اس دعوتِ حق کو قبول نہیں کرتے چنانچہ یہ پیش خبری سورۂ ن میں اس طرح لکھی ہے:۔

یوم یکشف عن ساقٍ ویُدعون الی السجود فلا یستطیعون خاشعۃً ابصارھم ترھقھم ذلۃ وقد کانوا یدعون الی السجود وھم سالمون ۰ فذرنی ومن یکذب بھذا الحدیث سنستدرجھم من حیث لا یعلمون ۰ (سورۂ ن)

جب نیا ظہور ہوگا اور لوگ سجود و اطاعت کی طرف بلائے جائینگے تو وہ سجود و اطاعت نہ کر سکینگے ان کی عقلیں حسیران ہونگی۔ ان پر ذلت سوار ہوگی۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ سجود و اطاعت کی طرف بلائے جاتے تھے تو سالم و مستطیع تھے تو اس خبر کو جھٹلانے والوں کو مجھ پر چھوڑ دو۔ میں انھیں ایک حال سے دوسرے میں اس طرح لیجاؤنگا کہ انھیں معلوم بھی نہ ہوگا۔

کشفِ ساق اور مفسرین

"یوم یکشف عن ساق" سورۂ ن میں یہ آیت مبارک آئی ہے۔ اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ جس دن پنڈلی کھولی جائے گی"۔ اس کے متعلق تفسیروں میں یہ باتیں لکھی ہیں:۔

(۱) کشفِ ساق کا واقعہ دنیا میں ہی ہوگا۔ کیونکہ اسمیں آگے فرمایا ہے کہ لوگ سجدہ کرنے کے لئے بلائے جائینگے اور عبادت کی طرف دعوت دنیا میں ہی ہوتی ہے۔

(۲) کشفِ ساق سے مراد شدۃ الامر یعنی سخت حالت ہے جو قیامت میں ہوگی۔

(۳) کشفِ ساق سے مراد یہ ہے کہ اصل حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔ یعنی قیامت کے دن حقائقِ اشیاء ظاہر ہو جائینگی۔ ساق کے معنی اصل ہیں جس سے کوئی چیز قائم ہو۔ جیسے ساق الشجر درخت کا تنہ۔

(۴) قیامت کے دن خدائے تعالیٰ کا ایک تمثل ہوگا۔ اور ساق یعنی پنڈلی ہوگی جو کھلے گی اور لوگوں کو سجدہ کے لئے بلایا جائے گا۔

(خلاصہ از تفسیر کبیر امام رازی۔ سورہ ن)

(۵) خدا اپنی پنڈلی کھولیگا یعنی اپنی قدرت دکھائے گا جس سے شدت و سختی روشنما ہوگی۔

(۶) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کشفِ ساق سے مراد ایک نورِ عظیم ہے جس کے سامنے لوگ سر بسجود ہو جائینگے۔ (ملخص از تفسیر خازن سورۂ ن)

(۷) حدیث۔ ہمارا رب اپنی پنڈلی کھولیگا۔ مومن مرد۔ عورت سجدہ میں گرینگے۔ بجز ریائی سجدہ کرنے والے لوگوں کے کہ ان کی کمر تختہ ہو جائے گی۔ (تفسیر روح المعانی)

(۸) مفسرین عموماً یہ بھی فرماتے ہیں کہ کشفِ ساق کی حقیقت ہم نہیں جانتے یہ چیز اُن اُمور میں سے ہے جس کی تاویل قیامت کے دن ہی ظاہر ہوگی ابھی تو ہمارا کام ایمان و تفویض ہے۔

مفسرین کرام کا یہ رویہ قابل تعریف تھا۔ اب جبکہ یوم قیامت کا ظہور ہوگیا۔ ان حقائق کا انکشاف بھی ہوگیا ہے۔ خود خداوند عالم نے ان حقائق کا بیان اپنے تازہ کلام مبارک میں مفصل طور پر فرما دیا ہے۔ لغت عرب اور قواعد علمیہ اور خود قرآن مجید کی آیات سے بھی یہ حقائق ثابت و مبرہن ہوگئے ہیں۔ بنیادی غلطی قیامت کے بارے میں یہ سمجھی گئی تھی کہ قیامت فنائے عالم اور اس کے بعد مُردوں کا قبروں سے نکل کر محشور ہونا سمجھ لیا گیا۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ کلام الٰہی کی ایک آیت سے بھی یہ بات ثابت نہیں۔ یہاں ہم نے مفسرین کے جو بیانات درج کئے ہیں حقیقت یہ ہے کہ وہ بھی سب ٹھیک ہوگئے ہیں۔ چنانچہ ہم نمبروار ہر ایک کو لیتے ہیں:۔

(۱) بالکل درست ہے کشتِ ساق کا واقعہ دنیا میں ہی ہوا نہ کہ فنائے عالم کے بعد۔

(۲) واقعی شدت و سختی بھی اس دور قیامت میں نمودار ہے۔

(۳) بے شک اب اصل امر و حقائق اُمور ظاہر ہو رہے ہیں۔ سب کتب الٰہیہ اور قرآن مجید کے مخفی سے مخفی حقائق و اسرار منکشف ہو رہے ہیں۔ اشیائے عالم کے حقائق بھی بڑے زور سے برسرِ ظہور آرہے ہیں۔

(۴) قیامت کے دن خدا کا تمثل بھی ظاہر ہوگیا۔ مظہر ظہور حضرت بہاء اللہ آئینۂ تجلی الٰہی تھے جن کے ظہور سے قیامت برپا ہوئی اور لوگوں کو سجودِ الٰہی کے لئے بلایا گیا۔ مومن خالص سربسجود ہوئے۔

(۵) بیشک خدا نے اپنی قدرت زبردست رنگ سے دکھائی ہے اور دکھا رہا ہے۔ اور ابھی تو بہت کچھ ہوگا۔

(۶) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ایک نور عظیم ہوگا جس کے سامنے مومن سربسجود ہونگے۔ یہ تجلی الٰہی ہے۔ جو ظہور فرما ہے۔

(۷) بے شک ریاکار سجدہ کرنے والے نئی قدرتِ الٰہی کے سامنے سجدہ کرنے سے محروم رہ گئے ہیں۔

(۸) خموشی کا وقت ختم ہوا۔ بیانِ حقیقت کا وقت آگیا ہے۔ کیونکہ خدا نے حقیقت ظاہر فرما دی۔

ہنگامہ خیز جلوۂ فطرت ہے آجکل

دنیا میں رستخیز کی حالت ہے آجکل
سب کہہ رہے ہیں دورِ قیامت ہے آجکل

دفتر کھلے ہوئے ہیں حساب و کتاب کے
اجلاس میں خدا کی عدالت ہے آجکل

اب مل رہی ہے سب کو کیے کی جزا سزا
اور آشکار دوزخ و جنت ہے آجکل

ہیں ایک سمت بغض و عداوت شرر فشاں
اک سمت نور بار ہدایت ہے آجکل

اک سمت لعن و طعن۔ جدال و قتال ہے
اک سمت زورِ جذبۂ الفت ہے آجکل

سب اہل نور شاد ہیں بزم وصال میں
نورانیوں میں جشن مسرت ہے آجکل

ظلمت زدہ پڑے ہیں عذاب فراق میں
سینے میں ان کے آتش حسرت ہے آجکل

عرش ظہور آج ہے دارالسلام میں
روئے زمین گلشن جنت ہے آجکل

قدرت کی آفرینش تازہ بپا ہوئی
خلق جدید مظہر جدت ہے آجکل

پھیلا ہے کائنات میں نور تجلیات
ہنگامہ خیز جلوۂ فطرت ہے آجکل

جو مر گیا اُس کی قیامت ہو گئی

فاذا قامت القیامۃ یقول الانسان یومئذ این المفر۔ ھذا کنایۃ عن ساعۃ الموت وقد بینت لک فیما تقدم ان ھذہ الکنایۃ ملیح بھا القرآن فاذا ذکر یوم القیمۃ فقد وزے بحال الموت والحق ان الانسان فی حال موتہ تقوم قیامتہ الخاصۃ بہ

جب قیامت برپا ہوگی انسان اس دن کہیگا کہاں بھاگ جاؤں اسمیں موت کی طرف اشارہ ہے اور میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ اس اشارے سے قرآن بھرا پڑا ہے جب کہیں یوم قیامت کا ذکر ہوتا ہے تو وہیں موت کی حالت کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ اور سچ بات ہے کہ ہر انسان کی شخصی قیامت موت کے وقت ہی قائم ہو جاتی ہے۔

(صفحہ ۱۰۳ تفسیر طنطاوی جلد ۲۴)

دنا اجلہٗ فمات فھذا قد قامت قیامتہٗ والدنیا فی حقہ قد ذھبت فلا سماء ولا ارض لدیہ مما عندنا

تفسیر طنطاوی ص ۳۹ جلد رابع

انسان کی آخری گھڑی آگئی ہے تو وہ مرجاتا ہے۔ سو یہی اس کی قیامت ہے جو قائم ہو چکی اور دنیا اس کے حق میں فنا ہے اس کے نزدیک نہ آسمان رہا نہ زمین رہی جو ہمارے نزدیک موجود ہے۔

من مات فقد قامت قیامتہ الساعۃ جزء من اجزاء الزمان

جو مر گیا اسکی قیامت ہو گئی۔ ساعۃ وقت کے ایک حصے کا نام ہے۔

ولیعتبر بھا من القیمۃ وقد ورد فی الکتاب و السنۃ علی ثلثۃ اقسام القیمۃ الکبریٰ للبعث والجزآء۔ والوسطیٰ ھی انقراض القرن۔ و الصغریٰ وھی موت الانسان

اور ساعۃ قیامت کو بھی کہتے ہیں اور قرآن و حدیث میں قیامت تین قسم پر کی ہے۔ (۱) قیامت کبریٰ بعثت اور جزا سزا کیلئے (۲) قیامت وسطیٰ۔ ایک نسل کا ختم ہو جانا (۳) قیامت صغریٰ۔ انسان کا مرجانا۔ (مجمع بحار الانوار لفظ قوم)

اخرجہ البخاری فی صحیحہ من حدیث ابی ھریرۃ المرفوع الی النبی (ص) اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظروا الساعۃ وتقدم فی تفسیر الآیۃ السابقۃ ان الاستاذ الامام قال ان المراد بالساعۃ فی ھذا الحدیث ساعۃ الامۃ التی تقوم فیھا قیامتھا ای تدول دولتھا علی حد من مات فقد

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ کی ایک حدیث مرفوع بیان کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کام نااہلوں کے سپرد کر دیا جائے تو ساعۃ کا انتظار کرو۔ اور گذشتہ آیت کی تفسیر میں ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت استاذ امام (مفتی عبدہٗ) نے فرمایا ہے کہ اس حدیث میں "ساعۃ" سے مراد امت کا وہ وقت ہے جبکہ امت کی قیامت برپا ہو گئی یعنی اس کا دور ختم ہو جائے گا۔ اس اصل کے مطابق کہ کہ جو مر گیا اُس کی قیامت آگئی۔

قامت قیامتہ ۔ وفی احیاء العلوم ان القیامۃ قیامتان ۔ القیمۃ الصغریٰ وھی قیامۃ افراد الناس بالموت والقیامۃ الکبریٰ وھی قیامتھم کلھم بانتھاء ھذا العالم والدخول فی عالم الاٰخرۃ ۔ وقد یقال ان قیامۃ الجماعات کقیامۃ الافراد ۔ والتجوز بالساعۃ فی ھذا المقام اقرب الی اللائقۃ من التجوز بلفظ القیامۃ فان القیامۃ من القیام وھی یوم یقوم الناس لرب العٰلمین ۔ واما الساعۃ فھی الوقت المعین مطلقاً لا یزال الناطقون بالعربیۃ یقولون جاءت ساعۃ فلان او جاء وقتہ والقرینۃ تعین المراد بذلک الوقت والساعۃ (تفسیر المنار ص ۲۱۴-۲۱۵)

اور کتاب احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ قیامت دو ہیں ۔ (۱) قیامتِ صغریٰ ۔ یعنی ہر فرد انسان جب مرجاتا ہے تو اس کی قیامت ہو جاتی ہے ۔ اور قیامت کبریٰ سب انسانوں کی قیامت ۔ جب یہ عالم ختم ہوگا اور لوگ عالم آخرت میں داخل ہونگے ۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جماعتوں کی قیامت افراد کی قیامت کے مانند ہی ہے ۔ اور اس مقام پر مجازاً "ساعۃ" کا استعمال کرنا لفظ قیامت استعمال کرنے سے لغت کے زیادہ قریب ہے ۔ کیونکہ قیامت تو قیام سے ہے اور وہ قیامت یہ ہے کہ جب لوگ رب العٰلمین کیلئے قیام کرینگے ۔ لیکن لفظ ساعت کے معنی مطلق وقتِ معین ۔ عربی بولنے والے ہمیشہ کہتے ہیں کہ فلاں آدمی کی ساعت آگئی یا اس کا وقت آگیا اور قرینہ بتا دیتا ہے کہ اس وقت اور ساعت سے مراد اس جگہ کون سا وقت اور کونسی ساعت ہے

قولہ من مات فقد قامت قیامتہ (روح البیان جلد ۱۰) قال المغیرہ ابن شعبہ

حضرت رسول کریم نے فرمایا ہے جو مر گیا اس کی قیامت آگئی ۔ مغیرہ ابن شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے

رحمہ اللہ یقولون القیمۃ القیمۃ وانما قیامۃ احدھم موتہ ۔ وشھد علقمۃ جنازۃ فلما دفن قال اما ھذا فقد قامت قیامتہ ۔ ولنظمہ بعضھم خرجت من الدنیا وقامت قیامتی غداۃ اقل الحاملون جنازتی (تفسیر روح البیان پ ۲۹)

کہ لوگ قیامت قیامت کہتے ہیں اور ہر ایک فرد انسان کی قیامت تو اس کی موت ہے ۔ علقمہ ایک جنازے میں شریک ہوئے ۔ جب میت دفن کر دی گئی تو علقمہ نے کہا کہ اس مرنیوالے کی قیامت تو ہو چکی ۔ اسی بات کو کسی شاعر نے نظم کیا ہے ؎

دنیا سے اُٹھا میں تو ہوئی میری قیامت
جس صبح کو لوگوں نے اٹھائی مری میت

قیل الساعات الٰتی ھی القیمۃ ثلاثۃ ۔ الساعۃ الکبریٰ وھی بعث الناس للمحاسبۃ وھی التی اشار الیھا بقولہ علیہ السلام لا تقوم الساعۃ حتیٰ تظھر الفحش وحتی یعبد الدرھم والدینار الیٰ غیر ذٰلک وذکر امور لم تحدث فی زمانہ ولا بعدہ والساعۃ الوسطیٰ وھی موت اھل القرن الواحد وذٰلک نحو ما روی انہ راٰہ عبد اللہ ابن انیس فقال ان یطل عمر ھذا الغلام

کہا گیا ہے کہ ساعات جو قیامت ہیں تین ہیں ۔ ساعتِ کبریٰ ۔ حساب کتاب کیلئے لوگوں کو اٹھانا ۔ جس کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ساعت اسوقت قائم ہوگی جب فحش کاری اور بے حیائی ظاہر ہوگی اور درہم و دینار (دولت) کی پوجا کی جائے گی وغیرہ وغیرہ اور یہ باتیں آنحضور کے زمانہ میں اور آپکے بعد ظاہر نہیں ہوئیں ۔
اور ساعتِ وسطیٰ ایک زمانے کے آدمیوں کا مرجانا ہے جیسا کہ روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن انیس کو دیکھا تو فرمایا کہ اگر اس نوجوان کی عمر بڑی ہوئی تو یہ نہ مریگا یہاں تک کہ قیامت

لم یمت حتی تقوم الساعة فقیل انه آخر من مات من الصحابه۔

والساعة الصغریٰ هی موت الانسان۔ فساعة کل انسان موته وهی المشار الیها بقوله قد خسر الذین کذبوا بلقآء الله حتی اذا جاءتهم الساعة بغتة ومعلوم ان هذه الحسرة تنال الانسان عند موته لقوله وانفقوا مما رزقناکم من قبل ان یأتی احدکم الموت فیقول الآیه۔ وعلی هذا قوله قل ارءیتکم ان اتکم عذاب الله او اتتکم الساعة۔ وروی انه کان اذا هبت ریح شدیدة تغیر لونه علیه السلام فقال خوفت الساعة وقال ما امد طرفی ولا اغضها الا واظن الساعة قد قامت یعنی موته۔

{ مفردات راغب لفظ ساعت }

قائم ہو جائے گی۔ کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن انیس صحابہ میں سے وہ ہیں جو سب سے آخر میں فوت ہوئے۔

اور ساعت صغریٰ انسان کی موت ہے تو ہر انسان کی ساعت و قیامت اسکی موت ہے جس کے متعلق قرآن مجید میں آیا ہے کہ جو لوگ لقائے الٰہی کو جھوٹ بناتے ہیں وہ خسارے میں پڑ گئے ہیں۔ یہانتک کہ جب انھیں اچانک ساعت آجائیگی۔

اور ظاہر ہے کہ یہ حسرت (جس کا ذکر اس آیت میں ہے) انسان کو موت کے وقت ہوتی ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ جو کچھ ہم نے تمھیں دیا ہے اسمیں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے اور وہ کہے (رہتے افسوس) نیز اس آیت میں بھی ساعت سے مراد موت ہے جو فرماتا ہے کہ بتاؤ اگر تمھیں عذاب خدا آجائے یا ساعت آجائے اور روایت ہے کہ جب سخت ہوا چلتی تھی تو حضور علیہ السلام کا رنگ فق ہو جاتا اور فرماتے تھے کہ میں ساعت سے خوفزدہ ہو گیا اور یہ بھی حضورؐ نے فرمایا ہے کہ میں اپنی آنکھ پھیلاتا یا بند کرتا ہوں تو یہی خیال کرتا ہوں کہ ساعت قائم ہو گئی۔ اس سے مراد موت تھی۔

انما قیامة احدکم موته (تفسیر سہل ابن عبداللہ التستری ص۲۸۳)

تم میں سے ہر ایک فرد کی قیامت اس کی موت ہے۔

اعلم ان القیامة ثلاث الکبریٰ وهو حشر الاجساد والسوق الی المحشر للجزآء والقیامة الصغریٰ وهی موت کل احد کما قال علیه السلام من مات فقد قامت قیامته ولذا جعل القبر اما روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفرات النیران۔

قیامة الوسطی وهی موت جمیع الخلائق۔

(ص۳۸۶ تفسیر فتح البیان جلد دہم)

جاننا چاہیے کہ قیامت تین ہیں۔ قیامت کبریٰ حشر اجساد اور جزا سزا کیلئے محشر کی طرف لے جانا۔

قیامت صغریٰ ہر انسان کی موت ہے چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی اور اسی لئے آنحضورؐ نے قبر کو جنت کی کیاریوں سے ایک کیاری یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا فرمایا ہے۔

قیامت وسطیٰ۔ سب لوگوں کا مرجانا ہے۔

.. ..

موت کو انفرادی قیامت کہنا جیسا کہ مذکورہ بالا حوالجات میں ہے ایک درست بات ہے اور جب یہ ثابت ہوا کہ ہر شخص کی موت کے وقت ہی اس کی قیامت ہو جاتی ہے تو پھر اسی وقت جزا سزا کا مل جانا بھی ظاہر ہے جیسا کہ قرآن مجید کی متعدد آیات سے واضح ہے کہ مرنے کے ساتھ انسان کو نیکی بدی کی جزا سزا ملنا شروع ہو جاتی ہے وہ جنت یا دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب ہر شخص کی قیامت ہو چکی جزا سزا ہو چکی تو اب کسی اور قیامت کی گنجائش اور ضرورت کیا ہی۔ پس یہ سمجھنا کہ ایک وقت تمام اولین آخرین میدان محشر میں جمع ہونگے اور ان کا حساب کتاب ہوگا جس کے بعد وہ جزا سزا پائینگے سب غلط ٹھہرا۔ ہاں قیامت کبریٰ کا

بہائی کیا مانتے ہیں؟

حضرت بہاء اللہ کی بنیادی تعلیمات میں سے چند تعلیمات یہ ہیں:-

(۱) ہر شخص کو خود حقیقت کی تلاش کرنی چاہیئے۔ اس ہی لئے ہر شخص کا ضمیر آزاد ہے۔

(۲) سچائی درحقیقت ایک ہی ہے۔ اسی لئے کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے۔

(۳) دنیا کے تمام مذاہب کی بنیادی تعلیم ایک ہی ہے۔ اختلاف صرف فروعات میں ہے۔ اس لئے سب مذہب سچے ہیں۔

(۴) مذہب اور سائنس حقیقت کو مختلف پہلو سے بیان کرتے ہیں۔ اس لئے ان میں کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے۔

(۵) مذہب اور سیاست کا دائرۂ عمل باہم نہیں ٹکرانا چاہیئے اور ان دونوں کو ایک دوسرے کے دائرے میں مداخلت نہیں کرنی چاہئے

(۶) دینی تعلیم کا اصلی مقصد میل ملاپ اتحاد اور اتفاق ہے۔ اگر دین اختلاف کا باعث ہو تو بے دینی بہتر ہے۔

(۷) مذہبی تعصب اور مذہبی جنگ کو مٹانے کی انتہائی کوشش کرنی چاہیئے اس تعصب اور جنگ کی بنیاد نادانی ہے۔

(۸) معاشرتی، قومی، نسلی، جنسی اور تمام دوسرے قسم کے تعصب دنیا کی بنیادوں کو ہلا رہے ہیں۔ ان کو مٹانے کے لئے انتہائی کوشش کرنی چاہیئے۔

(۹) تمام دنیا کے لوگ ایک خاندان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک انسان دوسرے انسان سے کسی طرح کم یا زیادہ نہیں ہے۔

(۱۰) سب کے حقوق یکساں ہونے چاہئیں۔ یعنی قانون کی نگاہ میں سب برابر اور معاشرتی لحاظ سے بھی سب برابر ہیں۔ ہر شخص کو بلند اقتصادی درجوں تک پہنچنے کا حق ہونا چاہیئے۔

(۱۱) مرد اور عورت کو برابر برابر ترقی کرنے کے لئے موقع ملنے چاہئیں۔ اس لئے عورتوں کو زیادہ آزادی دینی چاہیئے۔

(۱۲) دنیا میں مال و دولت کی تقسیم کے جو طریقے رائج ہیں اُن کو بدل کر زیادہ مناسب طریقے رائج کرنے چاہئیں۔

(۱۳) دنیا کے تمدن اور اس کی معاشرت کی اصلاح میل ملاپ کے ساتھ بغیر لڑائی جھگڑے کے ہونی چاہیئے۔ اور صلح اکبر قائم ہونی چاہیئے۔

(۱۴) تمام دنیا کا انتظام ایک بین الاقوامی مرکز سے ہو جس کے حکم منوانے کے لئے ایک بین الاقوامی پولس ہونی چاہیئے۔ اور تمام دنیا کی فوجیں برخواست ہو جانی چاہئیں۔ بین الاقوامی جھگڑوں اور مناقشوں کو جنگ کے ذریعہ طے کرنے کی بجائے پنچایت کے ذریعہ طے کرنا چاہیئے۔

(۱۵) لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم مفت اور جبریہ ہونی چاہیئے۔

(۱۶) تمام دنیا کے لئے ایک بین الاقوامی زبان اور ایک بین الاقوامی طرز تحریر قائم ہونا چاہیئے۔

(۱۷) خدا ہر جگہ ہے اور کہیں محدود نہیں۔ توحید حقیقی کو نہ سمجھنے کی وجہ سے دنیا میں سب خرابیاں ہیں۔

(۱۸) پیغمبروں کا آتے رہنا دنیا کی ترقی کے لئے ضروری ہے۔

(۱۹) خدا کی وحدانیت کو جو حقیقی معنوں میں سمجھ لے وہ تمام پیغمبروں کو ایک۔ تمام مذہبوں کو ایک۔ تمام آسمانی کتابوں کو ایک۔ ساری دنیا کے انسانوں کو ایک۔ دین علم۔ سائنس۔ فلسفے کو ایک۔ امیر غریب عالم جاہل عورت مرد کالے گورے لال پیلے کو ایک جانے اور مانے گا۔

بہائی تعلیمات کی روح بہت تھوڑی سی عبارت میں یوں بیان کی جاسکتی ہے :-

محبت - دین کی جان ہے
صلح جوئی - زندگی کی لازمی شرط ہے۔
عمل عقیدت اور ریاضت سے بلند ہے
خدمتگذاری - ہی بزرگی کا اونچا درجہ ہے۔
سچی خاکساری - ہی اس بلند مرتبہ کا راستہ ہے۔
اعمال - ہی سچائی کی جانچ ہیں۔

نوٹ۔ یہ مضمون ۱۹۱۵ء میں انگریزی میں لکھکر شائع کیا تھا۔ اب اردو میں پہلی بار ترجمہ کر کے شائع کیا جارہا ہے۔ (حشمت ع)

پیامبر کا پیام چاہنے والوں کے نام

پڑھنے والوں کے نام | پیامبر یہ چاہتا ہے کہ ہر مہینے ایسے مضمون آپ کے سامنے پیش کرے کہ آپ ان کو بڑے شوق سے پڑھیں۔ اور ہر مہینے پیامبر کی آمد کا انتظار کریں۔ لیکن جیسے تالی بجانے کے لئے دو ہاتھوں کی ضرورت ہوتی ہے ایسے ہی پیامبر کو دلچسپ بنانے کے لئے بھی دو دل اور دو دماغ کی ضرورت ہے۔ ایک دل اور دماغ پڑھنے والے کا۔ دوسرا دل اور دماغ لکھنے والے کا۔ لکھنے والوں کو اگر یہ معلوم ہو کہ جو کچھ ہم لکھ رہے ہیں وہ پڑھنے والوں کو اچھا لگا۔ بُرا لگا۔ زیادہ پسند آیا۔ کم پسند آیا بہت فائدہ مند تھا یا کچھ فائدہ مند نہ تھا۔ تو لکھنے والے پڑھنے والوں کی ضرورت کو زیادہ سے زیادہ خیال میں رکھکر مضمون لکھ سکتے ہیں اور پھر رسالہ زیادہ سے زیادہ پڑھنے والوں کے دل کو اچھا لگیگا اور زیادہ سے زیادہ دماغوں کو بھائیگا۔

اس لئے پڑھنے والوں کے نام پیامبر کا پیام یہ ہے کہ کم از کم تین مہینے تک ہر مہینے رسالہ وصول ہونے کے ایک ہفتے کے اندر اپنی رائے لکھکر بھیجئے اور ہمیں اپنا مفید مشورہ دیجئے۔

پڑھانے والوں کے نام | پڑھنے والوں میں شاید ہی کسی کو پیامبر اتنا کم پسند ہوگا کہ وہ خود پڑھکر اور کسی کو پڑھنے کی ترغیب نہ دلاتا ہو۔ یہ دنیا کا قاعدہ ہے جو چیز ہم خود پسند کرتے ہیں اپنے دوستوں۔ رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو بھی اس کی خبر دیتے ہیں اور ان سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ بھی اس اچھی چیز کو دیکھیں یا سنیں یا پڑھیں۔ عام طور پر علم دوست

لوگوں کا طریقہ ہے کہ ایک دوسرے سے ملاقات کے وقت کسی عمدہ مضمون یا کتاب کا ذکر کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے کتاب یا رسالہ مانگ کر پڑھتے ہیں۔ اگر ہر مہینے نہیں تو دوسرے تیسرے مہینے ضرور کوئی نہ کوئی مضمون ایسا اچھا پیامبر میں نکلتا ہوگا جو آپ کو خود بھی بہت زیادہ پسند آتا ہوگا اور دوسروں کو دکھانے اور پڑھانے کے قابل ہوگا۔ مثلاً قیامت کے متعلق جو مضمون پیامبر میں نکل رہے ہیں وہ لاجواب بتائے جا رہے ہیں۔ کیا آپ ان مضمونوں کو اپنے علماء اور دین سے محبت رکھنے والے سمجھدار دوستوں کو دکھاتے رہے ہیں۔ اگر نہیں دکھاتے رہے ہیں تو آپ اپنے دوستوں کو ایک نایاب حیثیت سے محروم کر رہے ہیں۔ شاید ہی کسی دوسری کتاب میں اتنی تفصیل کے ساتھ ایسے عام فہم طریقہ اور ایسے اچھوتے طرز میں ایسے سخت اور مشکل مسئلہ پر آسانی سے سمجھ آنیوالے مضمون مل سکیں۔ اور مسئلہ بھی کون سا۔ قیامت۔

اگر آپ دکھاتے رہے ہیں تو کتنے دوستوں کو۔ ہماری رائے میں ہر رسالہ کم از کم پانچ درنہ نو آدمیوں کو پڑھنا چاہئے۔ اس لئے پڑھانیوالوں کے نام پیامبر کا پیام ہے کہ آپ کم از کم اپنے رسالہ کو نو آدمیوں کو پڑھوایئے اور اگر نہ پڑھوا سکیں تو ہمیں لکھئے کہ کیا خود پیامبر میں کوئی ایسا نقص ہے جسکی وجہ سے آپ اس کو نو آدمیوں کو نہیں پڑھوا سکتے۔ اگر ہے تو ہم بڑی خوشی سے اسے رفع کرنے کی کوشش کرینگے۔

تبلیغ میں حصہ لینے والوں کے نام حضرت بہاء اللہ نے ہر شخص پر خود تبلیغ کرنا فرض کیا ہے۔ لیکن تبلیغ کے بہت سے طریقے ہیں۔ ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جب کبھی کوئی بہائی مبلغ آپ کے شہر میں وارد ہو تو آپ اس کو ایسے لوگوں سے ملائیں جو اس مسافر جیسے عالم فاضل عامل بہائی سے مل کر خوش ہونگے۔ اس کی باتیں سن کر اپنی دوستی اور محبت کو اور بڑھا سکیں گے۔ اپنے شکوک و شبہات اس سے گفتگو کر کے رفع کرا سکیں گے۔ غرضکہ جو لوگ اپنے پڑوسیوں کی زبانی زیادہ تفصیل کے ساتھ ان باتوں کو نہیں سننا چاہتے وہ اس مسافر کی زبانی ان باتوں کو سن لینگے۔ اس کے علاوہ اگر وہ مسافر خود ان سے جاکر ملے تو شاید اس سے خوشی کے ساتھ نہ ملیں بلکہ شاید اس کی طرف توجہ بھی نہ کریں۔ لیکن ایک دست کے ملانے کے بعد پوری توجہ اور خیال سے اس کی باتیں سنیں۔ پیامبر بالکل ایسا ہی ایک مسافر ہے جو ہر مہینے آپ کے پاس نئے نئے مضمون سمجھانے کے لئے آتا ہے۔ اگر آپ ان مضامین کے لکھنے والوں کو بلائیں تو کتنی دقت اور کتنا خرچ ہو۔ لیکن پیامبر ایک کم خرچ بالانشین مسافر عالم فاضل بہائی ہے جو آپ کے اور آپ کے دوستوں کی فرصت کے وقت بلا تکلف خدمت کے لئے موجود ہے۔ پس تبلیغ میں حصہ لینے والوں کے نام پیامبر کا پیام یہ ہے کہ پیامبر کا موجودہ فائل احتیاط سے رکھئے۔ گذشتہ فائل میں اگر کچھ پرچے کم ہو گئے ہیں تو ان کو دفتر پیامبر سے منگوا لیجئے۔ اپنے دوستوں اور پڑوسیوں میں پیامبر کے ذریعے امر بہائی کا چرچا پھیلایئے اور دفتر پیامبر کو لکھکر تاکید کیجئے کہ آپ کے دوست احباب کن مضامین کے متعلق اور زیادہ جاننا چاہتے ہیں۔

احباب کے نام امر بہائی آپ کو ایسا پسند ہے کہ تمام دنیا کی دولت عزت شوکت غرضکہ ہر چیز بھی آپ کو دیجائے اور اس کے بدلے میں آپ سے کہا جائے کہ آپ امر بہائی کو بیکار اور جھوٹا بتا دیجئے تو آپ ہر قسم کی ناداری بے عزتی اور ذلت کو پسند کرینگے لیکن امر بہائی کو سچا اور دنیا کے لئے سب سے زیادہ مفید بتائینگے۔ اگر حکم اور اقتدار کے مالک آپ سے کہیں کہ اگر امر بہائی کو بیکار اور جھوٹا نہ بتایا تو جان مال، عزت غرضکہ سب کچھ چھین لیا جائے گا تو آپ بڑی خوشی سے ایران کے بیس ہزار شہیدوں کی طرح ہر ذلت بیکیف اور بے عزتی کے ساتھ مرنا پسند کریں گے اور آخری دم تک امر بہائی کی حقانیت کی گواہی دینے پر

حالانکہ آپ نے سن بلوغ کو پہنچنے سے پہلے نہ حضرت باب کا نام سُنا تھا نہ حضرت بہاءاللہ کا۔ بلکہ کچھ دن تک بہائی مبلغوں کے ساتھ لڑ جھگڑ کر بحث مباحثے کے بعد آپ نے خود امر بہائی کو قبول کیا ہے۔ پس ضرور کوئی بات یا باتیں آپ نے ایسی دیکھی یا سُنی ہیں جنھوں نے آپ کے دل اور دماغ پر ایسا سکہ بٹھا دیا ہے کہ آپ ہر طرح کی ذلت و خواری کے لئے تیار ہیں۔ مگر امر بہائی کو جھوٹا بتانے کو تیار نہیں ہیں۔ ایسی ہی باتوں سے دنیا میں ہر دین کا سکہ چلا ہے۔ اس لئے پیامبر کا پیام احباب کے نام یہ ہے کہ آپ ہم کو کھلکھلا بتایئے ایسی کون سی بات آپ نے دیکھی یا سُنی ہے جس نے آپ کو امر بہائی کا گرویدہ اور شیدا بنا دیا۔

(حشمت ع)

مُصلحِ عالم

اللہ کا فرمان سُناتے ہیں بہائی
اور جنّت وحدت میں بُلاتے ہیں بہائی

طوفانِ ضلالت سے بچاتے ہیں بہائی
ڈوبی ہوئی کشتی کو تراتے ہیں بہائی

ہر مذہب و ملّت سے تعصب کو مٹا کر
دُنیا کو مصیبت سے چھڑاتے ہیں بہائی

منزل بھی نئی آج۔ مسافر بھی نئے ہیں
عالم کو نئی راہ دِکھاتے ہیں بہائی

سرمست بناتا ہے موحّد کو سراسر
وہ نغمۂ توحید جو گاتے ہیں بہائی

دیتے ہیں زمانے کو وہ پیغامِ اخوّت
بچھڑی ہوئی قوموں کو ملاتے ہیں بہائی

خالق نے بنایا ہے اُنھیں مصلحِ عالم
بگڑے ہوئے سب کام بناتے ہیں بہائی

دُنیا میں ہر اک سمت اُنھیں دیکھنے والے
کرتے ہیں اشارے کہ "وہ آتے ہیں بہائی"

بہتے ہیں ہر اک موج میں اسرار کے موتی
عرفان کے دریا جو بہاتے ہیں بہائی

کلام اللہ رب العلمین

بسم اللہ الباقی بلا زوال

خدا کے نام سے جسے ہمیشہ بقا ہے کبھی زوال نہیں

قل انا انزلنا من جهة العراش ماء البيان لينبت به من قلوبكم نبات

کہدے ہم نے عرش کی جانب سے بیان کا پانی اتارا ہے تاکہ اس کے ذریعے تمھارے دلوں سے حکمت و تبیان کا

الحكمة والتبيان افلا تشكرون۔ ان الذين استنكفوا عن عبادة ربهم

سبزہ اُگے۔ کیا تم شکر گذار نہ ہو گے۔ یقیناً جو لوگ اپنے رب کی بندگی سے منہ پھیرتے ہیں وہ

اولئك قومٌ مُدحضون واذا تتلى عليهم الايات يصرّون مستكبرين ويصرّون

گری ہوئی قوم ہیں۔ اور جب ان کے سامنے آیات پڑھی جاتی ہیں بڑے بنتے ہوئے ہٹ دھرمی کرتے ہیں

على الحنث ولا يشعرون والذين كفروا اولئك فى ظلٍ من يحموم قد

اور گناہ پر اصرار کرتے ہیں۔ اور اپنی اس بُری حالت کا احساس بھی نہیں کرتے۔ اور انکار کرنے والے کالے دھوئیں کے سایہ

اتت الساعة وهم يلعبون قد اُخذوا بناصيتهم ولا يعرفون قد وقعت

میں ہیں۔ ساعۃ آپہنچی ہے اور وہ کھیل کود میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کی چوٹیاں پکڑ لی گئی ہیں اور وہ پہچانتے ہی نہیں۔ موعود واقعہ

الواقعة وهم عنها يفرّون وجاءت الحاقة وهم عنها معرضون۔ هٰذا

رونما ہو چکا ہے اور وہ اس سے دور بھاگ رہے ہیں۔ حقیقتِ ثابتہ آگئی اور وہ اس سے روگردان ہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے

يوم يهرب فيه كل مرء من نفسه وكيف من ذوى القربىٰ لو كنتم تفقهون

جسمیں ہر آدمی خود اپنے سے گریز کر رہا ہے تو پھر رشتہ داروں سے گریز کرنا کیا؟ کاش تم اس راز کو سمجھ لیتے۔

قُل تالله قد نفخ فى الصور والناس هم منصعقون وصاح الصّآئح وناد

کہدے خدا کی قسم صور پھونک دیا گیا ہے اور لوگ بے ہوش ہو رہے ہیں۔ بولنے والے نے آواز بلند کر دی اور

المناد الملك لله المقتدر المهيمن القيوم هٰذا يومٌ فيه منعت الابصار و

پکارنے والے نے پکار دیا کہ ملک صرف خدا کا ہے جو صاحب اقتدار سب پر غالب اور سب کو قائم رکھنے والا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے

فزع من فی الارض الا من شاء ربك العلیم الحکیم قد اسودت الوجوہ الا
جبکہ بصیرتیں دیکھنے سے روک دیگئی ہیں اور روئے زمین والے گھبرا اٹھے ہیں بجز ان کے جنھیں تیرے پروردگار علیم وحکیم نے چاہا۔ سب روسیاہ ہوگئے
من اتی الرحمٰن بقلب منیر قد سکرت ابصار الذین کفروا عن النظر
بجز ان کے جو روشن دل لیکر خداوند رحمٰن کے حضور میں حاضر ہوئے۔ منکروں کی نظریں خدائے عزیز وحمید کی طرف دیکھنے سے
الی اللہ العزیز الحمید قل اما قرئتم القراٰن فاقرؤا لعلکم تجدون الحق
بند ہوگئی ہیں۔ کہدے کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا۔ پڑھو تاکہ تم حق کو پاؤ۔ قرآن یقیناً
انہ لصراط مستقیم ھذا صراط اللہ لمن فی السمٰوٰت والارضین ان نستیم القراٰن
راہِ راست ہے۔ تمام آسمانوں اور زمینوں کے باشندوں کے لئے یہ ظہور خدا کا راستہ ہے۔ اگر تم
لیس البیان عنکم ببعید انہ بین ایدیکم اقرؤہ لعلکم لا ترتکبون ما ینوح
قرآن کو بھلا چکے ہو تو بیان تو تم سے دور نہیں ہے۔ وہ تمھارے ہاتھوں میں ہے۔ تم اسے پڑھو تاکہ تم ایسے کام نہ کرو جن سے خدا کے
بہ المرسلون قوموا من الاجداث الی متی ترقدون ھٰذہٖ نفخۃ اخرٰی الی من
فرستادہ روتے ہیں۔ گڑھوں میں سے اٹھ کھڑے ہو جاؤ کب تک سوتے رہو گے ؟ یہ دوسری بار صور پھونکا گیا ہے اب تم
تنظرون، ھٰذا ربکم الرحمٰن وانتم تجحدون قد زلزلت الارض واخرجت
کس کی طرف دیکھتے ہو۔ یہ تمھارا پروردگار رحمٰن ہے اور تم انکار کئے جا رہے ہو۔ زمین تھرتھرا گئی ہے اور اپنے بوجھ نکال کر باہر
اثقالھا افانتم بتنکرون۔ قل اما ترون الجبال کالعھن والقوم من سطوۃ الامر
پھینک رہی ہے کیا تم انکار ہی کرتے رہو گے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ پہاڑ اون کی مانند ہو رہے ہیں۔ اور خدائی امر کے رعب
ھم مضطربون تلك بیوتھم خاویۃ علی عروشھا وھم جند مغرقون ھٰذا
داب سے مضطرب ہیں۔ یہ ان کے گھر گرے ہوئے ویران پڑے ہیں اور وہ ایک ڈوبی ہوئی قوم ہیں۔ یہ وہ دن ہے
یوم فیہ اتی الرحمٰن علی ظلل العرفان بسلطان مشھور انہ ھو الشاھد
جسمیں خدائے رحمٰن عرفان کی بدلیوں پر سوار ہو کر سات تقرآتی ہوئی سلطنت کے ساتھ آگیا ہے۔ وہ تمام اعمال کا شاہد و گواہ ہے
علی الاعمال وانہ ھو المشھود لو کنتم تعرفون قد انفطرت سماء الادیان
اور وہی مشہود ہے۔ کاش تم پہچان سکتے۔ دینوں کا آسمان شق ہوگیا ہے۔ اور
وانشقت ارض العرفان والملئکۃ منزلون۔ قل ھٰذا یوم التغابن الی من
عرفان کی زمین پھٹ گئی۔ اور فرشتے اتر رہے ہیں۔ کہدے یہ ہے ہار جیت کا دن۔ تم کس طرف

تھربون قد مزقت الجبال وطویت السمآء والارض فی قبضته لوکنتم
بھاگتے ہو؛ پہاڑ چیرے جا رہے ہیں۔ آسمان لپیٹ لیا گیا ہے۔ زمین خدا کی مٹھی میں ہے۔ کاش تم اس حقیقت کو جان
تعلمون هل لاحد من عاصم لا ونفسه الرحمٰن آلا الله المقتدر العزیز المنان
سکتے۔ کیا کسی کو کوئی بچانے والا ہے؟ خداوند رحمٰن کی قسم کوئی نہیں۔ ہاں صرف خدا ہی بچانے والا ہے جو
قد وضعت کل ذات حمل حملها وتری الناس سکاری فی هذا الیوم الذی فیه
صاحب اقتدار۔ غالب اور لطف و کرم فرمانے والا ہے۔ ہر ایک بوجھ والی نے اپنا بوجھ گرا دیا ہے اور ہم سب لوگوں کو
اجتمع الانس والجان قل افی الله شک ها انه قد اتی عن مطلع الفضل بقدرة
بیہوش دیکھ رہے ہیں۔ آج اس دن میں جس میں انس و جن باہم اکٹھے ہو گئے ہیں۔ کہدے کیا تمھیں خدا کے بارے میں شک ہے۔ یہ دیکھو۔ وہ مطلع فضل سے
وسلطان امر فی ایاته افتحوا الابصار انی هذا هو البرهان قد از لفت الجنة
قدرت و سلطنت کے ساتھ آ پہنچا ہے۔ یا کیا تمھیں خدا کی آیات میں شک ہے؟ آنکھیں کھولو کہ یہ تمھارے سامنے وہ خود ہی دلیل و برہان ہے۔ دائیں جانب
عن الیمین وسعرت الجحیم وتلك هی النیران ادخلوا الجنة رحمة من عندنا
بہشت آراستہ کر دی گئی ہے اور دوسری طرف جہنم بھڑکا دی گئی ہے اور یہی ہے بھڑکتی ہوئی آگ۔ ہماری رحمت سے جنت میں داخل ہو جاؤ اور
واشربوا فیها خمر الحیوان من ید الرحمٰن. هنیئا لکم یا اهل البهآء تالله انتم
آبِ حیوان خدائے رحمٰن کے ہاتھ سے شراب زندگی پیو۔ اے اہل بہاء! یہ تمھارے لئے کیا ہی خوشگوار ہے۔ بخدا تم
الفائزون هذا ما فاز به المقربون و انه لماء مسکوب الذی وعدتم به فی
کامیاب ہو۔ یہ وہ چیز ہے جس سے مقرب فائز ہوئے ہیں اور یہی وہ اوپر سے بہتا ہوا پانی ہے جس کا وعدہ قرآن میں
الفرقان ثم فی البیان جزاءً من ربکم الرحمٰن طوبیٰ للشاربین. یا عبد الناظر
تھیں دیا گیا تھا۔ پھر بیان میں بھی کہ یہ تمھارے پروردگار رحمٰن کی طرف سے جزا ہے۔ پینے والوں کو مبارکباد۔ اے متوجہ ہونیوالے بندے!
اشکر الله بما نزل لك فی السجن هذا اللوح لتذکر الناس بآیات ربك العزیز العلیم
خدا کا شکر ادا کر کہ قید خانے میں تیرے لئے یہ لوح نازل فرمائی تاکہ تو لوگوں کو اپنے پروردگار عزیز علیم کے دنوں کی خبر دیکر ہوشیار کرے
کذلك استسنا لك بنیان الایمان من ماء الحکمة والبیان وهذا ماء کان مستوی
اس طرح ہم نے تیرے لئے حکمت و بیان کے پانی سے حصار ایمان کی بنیاد رکھی ہے اور یہی حکمت و بیان کا پانی تیرے پروردگار رحمٰن کے
عرش ربك الرحمٰن وکان عرشه علی الماء فکر لتعرف وقل الحمد لله رب العالمین
عرش کی جائے قیام ہے۔ اور اس کا عرش اسی پانی پر ہے۔ خوب غور و فکر کر تاکہ تو شناخت کرلے اور کہدے کہ تمام تعریفیں خدائے رب العلمین کیلئے ہے

آج کے لئے خدائی دین و مذہب کیا ہے؟

حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں :-

"آج خدا کا دین اور خدا کا مذہب یہ ہے کہ مختلف مذاہب اور متفرق راستوں کو بغض و عداوت کا ذریعہ نہ بنائیں۔ یہ اصول و قوانین اور محکم و متین راستے ایک ہی سطح سے ظاہر اور ایک ہی مشرق سے نمودار ہوئے ہیں اور یہ اختلافات وقت اور زمانہ اور قرون و اعصار کی مصلحتوں کے لحاظ سے تھے۔ اہل بہاء! کمر ہمت مضبوط باندھو تاکہ مذہبی لڑائی جھگڑے دنیا کے لوگوں میں سے اٹھ جائیں اور نابود ہو جائیں۔ خدا اور اس کے بندوں کی محبت میں اس عظیم الشان کار کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ مذہبی بغض و کینہ ایک عالم کو جلانے والی آگ ہے اور اس کا بجھانا بہت دشوار۔ مگر قدرتِ الٰہی کا ہاتھ لوگوں کو اس سخت بلا سے نجات بخشے گا۔"

دونوں حکومتوں میں واقع ہونے والی لڑائی پر غور کیجئے کہ دونوں طرف سے کس قدر جان و مال ضائع ہوئے۔ کس قدر آبادیاں ویران ہوگئیں گویا وہ کبھی تھی ہی نہیں۔ بیان کے فانوس کے لئے یہ کلمہ چراغ کی مانند ہے کہ اے تمام عالم کے لوگو! تم سب ایک ہی درخت کے پھل اور ایک شاخ کے پتے ہو۔ نہایت محبت و اتحاد اور کمال مودت و اتفاق سے باہم سلوک کرو۔

آفتاب حقیقت کی قسم! نور اتفاق آفاق کو روشن و منور کر دیتا ہے خداوند آگاہ اس بات کا گواہ ہے۔ کوشش کرو تاکہ تم اس بلند مقام پر جو عالم انسانی کی حفاظت و حمایت کا مقام ہے فائز ہو جاؤ۔ یہ قصد تمام مقاصد کا بادشاہ اور یہ امید تمام امیدوں کی شہنشاہ ہے۔ لیکن جبتک آفتاب عدل افقِ ظلم کی سیاہ بدلیوں سے صاف نہ ہوگا اس مقام کا ظہور مشکل نظر آتا ہے اور سیاہ بدلیاں وہ لوگ ہیں جو ظنون و اوہام کے مظاہر ہیں یعنی علمائے ایران۔ ہم نے کبھی شریعت کی زبان میں اور کبھی حقیقت و طریقت کی زبان میں گفتگو کی اور ہمارا انتہائی مقصد اور آخری غرض اسی بلند و اعلیٰ مقام کا ظہور تھا۔ اور خدا اس کا کافی گواہ ہے۔ اے اہل بہاء تمام عالم کے ساتھ روح و ریحان سے زندگی بسر کرو۔ اگر تمہارے پاس کوئی کلمہ یا کوئی جوہر ہے جس سے لوگ محروم ہیں تو محبت و شفقت کی زبان سے تلقین کرو۔ اور دکھا دو۔ اگر قبول ہو اور اثر کرے تو مقصد حاصل ورنہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اس کے حق میں دعا کرو۔ نہ کہ جفا۔ شفقت کی زبان دلوں کو کھینچنے والی اور روح کے لئے خوانِ نعمت ہے۔ اور الفاظ کے لئے بمنزلہ معانی کے ہے اور آفتاب حکمت و دانائی کے چمکنے کے لئے افق کی مانند ہے۔ اس جگہ جو علماء کا ذکر کیا گیا تو اس سے مقصود وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو ظاہر میں لباسِ علم سے آراستہ کرتے ہیں اور باطن میں اس سے بے بہرہ ہیں۔ اس مقام کے ذکر میں لوحِ حضرت سلطان کے اندر چند فقرے کلماتِ مکنونہ کے جو صحیفۂ فاطمیہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے نام کے قلمِ الٰہی سے ظاہر ہوا ہے ذکر کئے جاتے ہیں :-

"اے بیوفا لوگو! تم کیوں ظاہر میں گلہ بانی کا دعویٰ کرتے ہو اور باطن میں میری بکریوں کے بھیڑیئے بن رہے ہو۔ تمہاری مثال اس ستارۂ صبح کی سی ہے جو ظاہر میں چمکتا ہوا اور روشن ہے اور باطن میں

میری لبتی اور شہروں کے قافلوں کی ہلاکت و گمراہی کا سبب ہے۔" اور اسی طرح فرماتا ہے "اے پسر دنیا! بہت سے صبح کے وقتوں میں میری عنایت کی تجلی مشرق لامکان سے تیرے مکان میں آئی اور تجھے بستر راحت پر فقیر کے ساتھ مشغول دیکھا اور روحانی تجلی کی طرح اپنے نورانی مقام عزت کی طرف لوٹ گئی۔ اور میں نے قرب کی خلوت گاہوں میں قدسی لشکروں کے سامنے اس بات کا اظہار نہ کیا اور تیری خجالت گوارا نہ کی۔ اور اسی طرح فرماتا ہے:۔ اے میری دوستی کے دعویدار! اوقات تحریر میری نسیم عنایت تجھ پر ہو کر گذری اور تجھے بستر غفلت پر سویا ہوا پایا اور تیرے حال پر روئی اور لوٹ گئی۔

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ راہ خدا میں جو کچھ پیش آئے وہ جان کے لئے محبوب اور روح کا مقصود ہے۔ اس کی راہ میں ہلاک کرنے والا زہر بھی بہترین شہد ہے اور عذاب، عذب لائق (یعنی عمدہ شیرینی) ہے۔" فقط

(اقتباس از الواح حضرت بہاء اللہ) ناصحین نوگانواں از شمل

قرآن مجید میں ایک انقلاب عظیم کی پیشگوئی

(از خطبۂ جمعہ جناب امیر جماعت احمدیہ۔ لاہور)

اذا وقعت الواقعہ ..... الخ
ایک عظیم الشان ہونے والی بات

فرمایا ہے کہ کوئی بڑی عظیم الشان ہونے والی بات ہے جو واقع ہو کر رہیگی۔ لیس لوقعتھا کاذبہ۔ اس کے ہونے کو کوئی جھوٹا نہیں کر سکتا۔ بظاہر وہ اتنی بڑی بات ہے کہ طبائع اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ لیکن وہ فرماتا ہے کہ وہ بات ہو کر رہیگی۔ اور جتنا بھی لوگ اس کے خلاف کوشش کریں وہ اس کے ہونے کو روک نہیں سکتے۔

ایک انقلاب آنے والا ہے

کیا چیز ہے وہ خافضۃ رافعۃ۔ کوئی ایسی بات ہے جو کچھ لوگوں کو پست اور ذلیل کر دیگی اور کچھ لوگوں کو بلند مقام پر پہنچا دیگی۔ وہ کونسی چیز ہے جو ایک گروہ کو بلند کر دے۔ اس کے صاف معنی ہیں کہ کوئی بڑا بھاری انقلاب آنیوالا ہے۔ اور وہ انقلاب آ کر رہے گا۔ اور اس کا اثر یہ ہوگا کہ جو لوگ آج طاقت میں ہیں وہ ذلیل ہو جائیں گے اور جن لوگوں کو ان کے اچھے اصولوں اور بلندی اخلاق کے باوجود پست اور ذلیل سمجھا جاتا ہے وہ بلند مراتب پر پہنچ جائینگے۔

زمین ہل جائیگی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائینگے

یکس طرح ہوگا۔ فرماتا ہے اذا رجت الارض رجا وبست الجبال بسّا۔ جب زمین ہل جائیگی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں فکانت ھباءً منبثّا۔ بڑے باریک ذرات جو ہوں ان کو ھبا کہتے ہیں۔ جیسے دھوپ کے اندر ذرات اڑتے ہوئے دیکھے ہونگے۔ تو فرمایا کہ وہ پہاڑ اس طرح کے ذرے ہو جائینگے کہ کسی چیز پر اثر نہ کر سکیں گے ہوا میں اڑ جائینگے۔ زمین کا کانپنا، ہل جانا یہ الفاظ بھی انقلاب پر ہی استعمال ہوتے ہیں۔ اور پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہو جانا ان بڑے بڑے لوگوں کے متعلق ہے جو پہاڑوں کی طرح روک بنے ہوئے ہیں۔

اس وقت تین گروہ ہو جائیں گے

پھر فرمایا ہے وکنتم ازواجا ثلثۃ۔ دیکھئے کس قدر صفائی کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اس وقت تم تین گروہ بن جاؤ گے فاصحٰب المیمنۃ ما اصحٰب المیمنۃ۔ ایک برکت اور یمن والے لوگ اور کیا ہی شان ہے اصحاب میمنہ کی۔ و اصحٰب المشئمۃ۔ اور کچھ شوم اور بدبختی والے لوگ ما اصحٰب المشئمۃ کیا ہی بدبخت ہیں اصحاب المشئمہ۔ والسٰبقون السٰبقون اولئک المقربون اور سب سے بڑھ جانے والے بہت آگے بڑھ جائینگے۔ یہی مقربین بارگاہ الٰہی ہیں۔ یہ تین گروہ ہیں۔ جن میں سے دو گروہ مومنوں کے ہیں اور ایک گروہ کفار کا ہے۔ یہ وہی تین گروہ ہیں جن کا ذکر خافضۃ رافعۃ میں ہے۔ کہ کچھ لوگ گر جائینگے۔ پست اور ذلیل ہو جائینگے اور کچھ لوگ بلند کئے جائینگے۔

قرآن مجید کی ابتدائی وحی میں ایک انقلاب کا ذکر

یہ امر کہ ایک عظیم الشان انقلاب آنیوالا ہے اس کا ذکر قرآن کریم کی ابتدائی وحی میں بار بار آیا ہے اور مختلف پیرایوں میں آیا ہے۔ کہیں فرمایا الحاقہ ما الحاقہ وہ حق ہو کر رہنے والی بات کیا ہی عظیم الشان ہو کر رہنے والی بات ہے۔ گویا یہ فرمایا کہ وہ حق جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے وہ قائم ہو کر رہیگا۔ کہیں فرمایا القارعۃ ما القارعۃ وہ عظیم الشان مصیبت کی مار جو پڑے گی۔ اور سمجھئے کس طرح پڑے گی کہ وہ عظیم الشان مصیبت کیا ہے۔ کہیں اسے النبأ العظیم کا نام دیا۔ یہ سب ایک ہی انقلاب عظیم کے مختلف نام ہیں اور ایک جگہ نہایت صفائی کے ساتھ فرمایا یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات وبرزوا للہ الواحد القہار۔ زمین بدل جائیگی۔ آسمان بدل جائیگا، اور ایک خدائے واحد کے آگے جھکنے کے لئے لوگ نکل آئیں گے۔

بظاہر یہ ہونے والی بات نہ تھی

اگر قرآن کریم کو بغور پڑھیں تو وہ ایسی پیشگوئیوں سے بھرا پڑا ہے۔ میں نے یہ چند آیتیں بطور نمونہ پڑھ دی ہیں کیوں قرآن کریم نے اس پر اتنا زور دیا ہے اور یہاں تو فرمایا اذا وقعت الواقعہ آنیوالی بات کو کہا کہ واقع ہو چکی۔ یہ اسلئے کہا کہ بظاہر یہ ہونے والی بات نظر نہ آتی تھی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک آواز اٹھاتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ ایک خدائے واحد کی فرمانبرداری کرو۔ اور بدیوں کو چھوڑ دو۔ اس آواز کے اندر کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی کہ اس آواز کی کوئی شنوائی ہوگی۔ ساری قوم مخالف ہے اور سخت ترین دشمنی سے کام لیتی ہے۔ طرح طرح سے مخالفتیں کی جاتی ہیں۔ دکھ اور عذاب دیئے جاتے ہیں۔ ماریں کھاتے ہیں۔

انتہائی مشکلات میں کامیابی کی بشارت

ادھر یہ مصیبتیں ہیں۔ دکھ ہیں۔ ادھر یہ تسلیاں ہیں جو قرآن دیتا ہے اور بتاتا ہے کہ یہ تمام مخالفتوں کے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اڑ جائینگے اور جن کو بڑے سمجھا جاتا ہے وہ ذلیل ہو جائینگے اور جن کو آج دکھ دیا جاتا اور ذلیل کیا جاتا ہے وہ بلند کر دیئے جائینگے۔ یہ تسلیاں اس وقت ان ہونی چیز نظر آتی تھیں، لیکن آج دنیا کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ دنیا کا سب سے عظیم الشان واقعہ وہ انقلاب ہے جو اسلام نے پیدا کیا۔ اور وہ بات جو انہونی نظر آتی تھی وہ واقعہ بن کر دنیا کے سامنے آگئی۔

اس وقت ان تسلیوں کی ضرورت تھی

یقیناً ان تسلیوں کی ضرورت اس وقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو تھی۔ کیونکہ ظاہر حالات بالکل مخالف تھے اور کوئی صورت ایسی نظر نہ آتی تھی کہ عرب کی سرزمین کسی وقت خدائے واحد کے آگے سر جھکانے کے لئے تیار ہوگی۔ اس وجہ سے اس کو اذا وقعت الواقعہ کے لفظوں میں بیان فرمایا۔ انسان اسے انہونی سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تو واقع ہو چکی ہے۔ چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ چند ہی

برس کے بعد اسی عرب میں ایک خدائے واحد کی حکومت نظر آتی تھی اور اب تک نظر آرہی ہے۔ بلکہ دنیا کے ایک بڑے حصہ پر بھی انقلاب واقع ہوا۔ جس طرح یہ بات صحیح ہے کہ اسلام کی وہ کامیابی۔ حق کا تمام مخالفتوں کے باوجود آخر کار کامیاب ہوجانا، تمام مخالفتوں کا پاش پاش ہوجانا ایک انہونی بات دکھائی دیتی تھی۔

آج بھی یہ بات انہونی ہے

اسی طرح اگر آج یہ کہا جائے کہ یورپ اور امریکہ اور چین اور جاپان اور ہندوستان کے لوگ خدائے واحد کے آگے سر جھکا دیں گے تو کوئی اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ آج یہ بات بھی اسی طرح انہونی نظر آئی ہے جس طرح عرب کا انقلاب ایک انہونی چیز دکھائی دیتا تھا لیکن آپ دیکھئے کہ کس قدر زبردست ایمان لوگوں کے اندر تھا جنھوں نے ایسے حالات میں آپ کا ساتھ دیا۔ محمد رسول اللہ صلعم کا ایمان تو اس آواز کی صداقت پر تھا ہی۔ لیکن صحابہ کے قلوب بھی اس نور ایمان کو اپنے اندر لئے ہوئے تھے۔

آج مسلمانوں کو بھی اس پیشگوئی پر ایمان نہیں

جس طرح سے خدائے واحد کے آگے سر جھکانا اس وقت ناممکن نظر آتا تھا، شرک، بت پرستی، طرح طرح کے توہمات اور بدرسومات۔ ناپاک اور قبیح خیالات اور بدترین عادات کا جس طرح اس وقت زور تھا اسی طرح آج بھی ہے۔ آج بھی حق سے نفرت اور بدرسوم اور عادات پر اصرار ہے۔ غیروں کو چھوڑیئے وہ قوم جو قرآن کو پڑھتی ہے۔ بلند سے بلند مقام پر اسے رکھتی ہے اس کا بھی ایمان نہیں کہ قرآن نے جو حق کے غلبہ کی خبر دی ہے اور اتنی صفائی سے دی ہے کہ فرمایا ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ یہ پوری ہو کر رہیگی۔ آج بہت لوگ ہیں جو تبلیغ کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتے۔

(از اخبار پیغام صبح لاہور - ۳ مئی ۱۹۴۲ء صـ)

ضرورتِ اصلاح و تربیت

ہماری آنکھوں میں اور دلوں میں سمارہے ہیں سمانے والے
کمالِ قدرت سے اپنے جلوے دکھا رہے ہیں دکھانے والے

صدا سے آتے رہے ہیں اب تک خدا کی باتیں سنانے والے
تو پھر یہ کہنا خلافِ حق ہے کہ اب نہیں ہیں وہ آنے والے

خدا کی سنّت نہیں بدلتی۔ ہماری فطرت نہیں بدلتی
ہمیں ضرورت ہے سیکھنے کی۔ تو کیوں نہ آئیں سکھانے والے

تھپک تھپک کر سلا رہی ہیں سبھی کو نفس و ہوی کی نیندیں
اور اس پہ یہ قہر ہو رہا ہے کہ سو گئے ہیں جگانے والے

بھنور میں کشتی پھنسی ہوئی ہے۔ بلا کا دریا اُمنڈ رہا ہے
فنا کی موجوں میں ہم بھی بہتے اگر نہ آتے ترانے والے

(علمی)

بہائی تعلیمات

علوم اور فنون سیکھو | حضرت بہاءاللہ فرماتے ہیں :-

"انسان اپنے نفس اور اپنی بلندی اور پستی۔ عزت اور دولت۔ محتاجی اور تونگری کے اسباب کو پہچانے۔ انسان کے لئے اُس کے وجود اور بلوغ کے بعد ثروت لازم ہے۔ یہ ثروت اگر صنعت یا کسی پیشہ سے حاصل ہو تو وہ عقلمندوں کے نزدیک قابلِ تعریف اور پسندیدہ ہے۔ خصوصاً اُن بندوں کے نزدیک جو جہان کی تربیت اور لوگوں کی تہذیب میں لگے ہوئے ہیں

ہر قسم کے علوم و فنون کی تحصیل جائز ہے۔ لیکن علوم سے مراد وہی علوم ہیں جو سود مند اور بندگانِ خدا کی ترقی کا ذریعہ ہیں۔ صاحبِ حکمت حاکم کی طرف سے ایسا ہی فیصلہ ہوا ہے۔ تم میں سے ہر ایک پر کسی نہ کسی صنعت اور ہنر کا حاصل کرنا فرض ہے۔ تمھارا اس میں مشغول ہونا ہم نے خدا کی عبادت کے برابر قرار دیا ہے۔" (الواح مبارکہ حضرت بہاءاللہ)

خوش اخلاقی اور ملنساری | اہلِ ادیان کے ساتھ ہنسی خوشی اور کشادہ پیشانی کے ساتھ پیش آؤ اور جو چیز طور پر کلام کرنے والا آیا ہے اس کو ظاہر کرو۔ ہر بات میں اضافت کرو۔ صفاتِ باطن اور وفادار دوستوں کو چاہیے کہ تمام جہان کے ساتھ خوش اخلاقی اور ملنساری کا برتاؤ کریں۔ کیونکہ سیلِ طاب کا ذریعہ پہلے بھی ملنساری ہی تھی اور اب بھی وہی ہے اور اتحاد و اتفاق دنیا کے انتظام اور لوگوں کی زندگی کا سبب ہے۔ یہ نصیب اُن لوگوں کے جو شفقت اور محبت کی رسی پکڑے ہوئے ہیں اور بغض و عداوت سے خالی اور آزاد ہیں۔" (طرازات - حضرت بہاءاللہ)

اخلاق و آداب | اے اہلِ عالم میں تمھیں ادب کی نصیحت کرتا ہوں فی الحقیقت ادب تمام خوبیوں کا سردار ہے۔ مبارک ہے وہ جو راستی کی چادر سے ملبوس اور ادب کے نور سے منور ہے۔ ادب اور تعلیم سے آراستہ شخص ایک بڑے مقام کا مالک ہے۔ (لوحِ عالم - بہاءاللہ)

دین اور مذہب کیا ہے؟ | آج خدا کا دین اور مذہب یہ ہے کہ لوگ بہت سے طریقوں اور مختلف راستوں کو عداوت کا موجب نہ بنائیں۔ یہ اصول و قوانین اور پختہ راستے ایک ہی مطلع سے ظاہر ہوئے اور ایک ہی مشرق سے چمکے ہیں۔ اور یہ اختلافات زمانے کی مقتضیات کی وجہ سے ہو رہے ہیں۔ اے اہلِ بہاء! کمر ہمت مضبوط باندھو۔ تاکہ مذہبی لڑائی جھگڑا اہلِ جہان میں سے اُٹھ جائے اور نابود ہو جائے۔ خدا اور اس کے بندوں کی محبت کے لئے اس عظیم الشان کام پر کھڑے ہو جاؤ۔ مذہبی بغض اور کینہ ایک عالم کو جلانے والی آگ ہے اور اس کا بجھانا بہت مشکل نظر آتا ہے مگر خدا کی قدرت کا ہاتھ مدد فرمائے گا اور لوگوں کو اس پیچیدہ بلا سے نجات بخشے گا۔ (بہاءاللہ)

حیاتِ ابدی کیا ہے؟ | حیاتِ ابدی خدا کا فضل ہے۔ یہ بحرِ حقیقت کی مانند ہے اور مقبلین اس بحر کی لہروں کی مثال۔ ایک بڑا سمندر اور ہزاروں لہریں ایک ہی ہیں۔ پھر حیاتِ ابدی آفتاب کی شعاعوں کی طرح ہے اور ماننے والے دریچوں کی طرح۔ آفتاب جو روشنی پیدا کرتا ہے ایک ہی ہے اور وہی روشنی ان روحانی دریچوں میں داخل ہوتی ہے اور اُن تمام چیزوں کو جو اُن کے اندر ہیں روشن اور منور کر دیتی ہے۔ حیاتِ ابدی کی مثال باغ کی سی ہے۔ اس کے پھول۔ رنگ و بو مختلف ہیں تاہم وہ نشو و نما پاتے ہیں اور اپنا حسن و جمال ایک ہی خدا سے حاصل کرتے ہیں یا صداقت روشنی کی طرح ہے جو ہمیشہ ایک ہی ہے اور مقبلین اور مومنین کے

نفوس آئینہ کی مثال ہیں جن میں روشنی منعکس ہوتی ہے۔ صداقت اُس موم بتی کی روشنی کی طرح ہے جو نہیں بدلتی۔ اگرچہ شعداں جو اُسے اٹھائے ہوئے ہے بدل جائے۔ ہر سال کا گلاب ایک ہی خوبصورت پھول ہے جو مختلف باغات میں ظاہر ہوتا ہے (خطاباتِ عبدالبہاء)

دنیا سے دل نہ لگاؤ | دنیا ایک بے حقیقت نمائش ہے اور ہستی کی صورت نیستی ہے۔ اس سے دل نہ لگاؤ اور اپنے پروردگار سے تعلق نہ توڑو۔ اور غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ دُنیا کی مثال اُس ریت کی سی ہے جو دور سے پانی کی شکل میں دکھائی دیتی ہے (ریپا سے اس کی طلب میں سخت کوشش کرتے ہیں مگر جب اس کے پاس پہنچتے ہیں تو کچھ بھی نہیں پاتے اور بے نصیب رہ جاتے ہیں۔ یا دنیا اُس معشوق کی مانند ہے جس میں جان نہ ہو۔ عاشق جب اُس کے نزدیک پہنچتا ہے تو ناخوشگوار اور بیکار پاتا ہے اور سوائے ندامت اور حسرت کے اور کچھ اُسے نہیں ملتا۔ (حضرت بہاءاللہ)

روح کی روشنی | فصل و وصل۔ مفارقت و ملاقات جسمانی اُمور ہیں روح تو ملنے اور جدا ہونے سے۔ پاس ہونے اور دور ہونے سے۔ اتصال وانفصال سے بالاتر ہے۔ یہ سب حالات اجسام کی کیفیات اور مادّی چیزوں کے لوازم ہیں۔ روح اپنے بلند و برتر مرکز میں ہمیشہ اسی طرح برقرار رہتی ہے۔ جیسے آفتاب اپنے محور میں رہتا ہے۔ روح کے آنے جانے سے مقصد جسم کی لطافت یا کثافت ہے۔ جیسے آسمان کے سامنے رکھا ہوا آئینہ شفاف ہو تو اس میں سورج کی کرنیں فوراً آجاتی ہیں اور روشنی نمودار ہو جاتی ہے اور آئینہ دُھندلا ہوتے ہی روشنی غائب ہو جاتی ہے اب ہم سمجھ گئے۔ کہ تربیت سے مراد صفائی اور لطافت ہے اور بُعد گدلاپن اور دھندلا ہونا ہے۔ (خطابات عبدالبہاء)

خدا کی نعمتوں کا شکر | خدا کی نعمتوں کا شکر سختی اور زحمت کے وقت بھی ضروری ہے۔ کیونکہ عین آسائش کے وقت تو ہر شخص شکر کرتا ہے

حکایت ہے کہ سلطان محمود نے ایک خربوزہ تراش کر ایاز کو دیا۔ ایاز اسے کھاتا جاتا تھا اور شکریہ اور مسرت کا اظہار کرتا جاتا تھا۔ جب سلطان نے اُس خربوزے میں سے تھوڑا سا خود چکھا تو دیکھا بہت ہی کڑوا ہے۔ ایاز سے پوچھا کہ ایسا کڑوا خربوزہ تو کس طرح کھا رہا ہے۔ تو رنجیدہ نہیں ہوتا؟ ایاز نے عرض کیا میں نے سلطان کے ہاتھ سے طرح طرح کی میٹھی لذیذ نعمتیں کھائی ہیں اس لئے مناسب نہ سمجھا کہ ایک مرتبہ کڑوی چیز پاکر ملال کا اظہار کروں۔ اس لئے انسان جو خدا کی نعمتوں میں ڈوبا ہوا ہے اگر کسی وقت تھوڑی سی زحمت دیکھے تو اس سے متاثر نہ ہونا چاہئے۔ اور خدا کی عنایتوں کو نہ بھولنا چاہئے۔ (خطاباتِ عبدالبہاء)

اصلی انقطاع کیا ہے؟ | حضرت مسیح نے فرمایا ہے کہ ایک امیر کا ملکوتِ الٰہی میں داخل ہونا ایسا ہی مشکل ہے جیسے ایک اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گذرنا۔ یہ اشارہ ایسے آدمی کی طرف ہے کہ جس کا دل دولت میں لگا ہو۔ یعنی جو مال و متاع میں پھنسا ہو۔ ایک بالکل نادار اور مفلس شخص بھی دنیا دار ہوتا ہے اور ایک بہت امیر شخص منقطع ملتا ہے۔ انقطاع کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا دل اس دنیا کی چیزوں میں لگا نہ ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان ان چیزوں کو چھوڑ دے یا یہ کہ وہ محنت اور مزدوری چھوڑ دے اور اپنا پیشہ نہ کرے نہ ہی اس کا یہ مطلب ہے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے وہ اُسے استعمال نہ کرے۔ وہ ریشمی لباس پہنے یا سوتی۔ اُسے چاہئے کہ وہ دونوں حالتوں میں یکساں رہے۔ (خطابات عبدالبہاء)

خطاپوشی | ہمیں دوسروں کی خطاؤں کے بارے میں خاموش رہنا چاہئے انکے لئے دعا کرنی چاہئے۔ انکی مدد کرنی چاہئے۔ اور مہربانی کے ذریعے انکی خطا کو درست کرنا چاہئے ہمیں چاہئے کہ ہم ہمیشہ نیکیوں کو دیکھیں اور بدیوں پر نگاہ نہ کریں۔ اگر کوئی شخص دس نیکیاں رکھتا ہے اور ایک بدی تو ہمیں لازم ہے کہ ہم ان دس کو دیکھیں اور ایک بھول جائیں اگر کوئی شخص دس بدیاں رکھتا ہے اور ایک نیکی تو ہمیں چاہئے کہ اس ایک نیکی کو دیکھیں اور دس بدیوں کو بھول جائیں ہمیں چاہئے کہ ہم کبھی کسی کے بارے میں ناملائم کلمہ نہ کہیں خواہ وہ

ناشر: محمد مظفر حسین صاحب بی اے، مطبوعہ ۳۵ کشمیری محلہ لاہور، مطبع: مرزا محمد یعقوب بیگ صاحب، مرزا پرنٹنگ ورکس لاہور، مقام اشاعت: دہلی

قسمت فارسی

مُناجات و لوحِ مُبارک

بسم الذی بذکرہ یحیی قلوب الملأ الاعلیٰ

سبحانک اللّٰھم یا الٰھی تشھد وتریٰ کیف ابتلیت بین عبادک بعد اذ ما اردتُ الّا الخضوع لدی باب رحمتک الّذی فتحتہٗ علیٰ من فی ارضک و سمائک وما امرتھم الّا بما امرتنی وما دعوتھم الّا بما بعثتنی بہٖ و عزتک ما اردت بان استعلی علی احد بشان من الشئون وما اردت ان افتخر علیھم بما اعطیتنی بجودک وافضالک انّی لا اجد یا الٰھی لنفسی ظھورًا تلقاء ظھورک ولا امرًا الّا بعد اذنک وارادتک۔ بل فی کل حین تطق نوادی یا لیت کنت ترابًا تقع علیہ وجوہ المخلصین من احبائک والمقربین من اصفیائک لو یتوجہ ذو اذن الیٰ ارکانی لیسمع من ظاھری وباطنی وقلبی ولسانی وعروقی وجوارحی یا لیت یظھر منّی ما تفرح بہ قلوب الّذین ذاقوا حلاوۃ ذکرربّی العلی الاعلیٰ ویصعد بندآئی احد الیٰ جبروت امرک وملکوت عرفانک یا من بیدک ملکوت البقآء وناسوت الانشاء وان قلتُ الیّ یا ملأ الانشآء ما اردتُ بذلک الّا امرک الّذی بہٖ اظھرتنی وبعثتنی لیتوجھن کل الیٰ مقرّ وحدانیتک ومقعد عزّ فردانیتک وانت تعلم یا محبوب البھاء ومقصود البھآء انّہٗ ما اراد الّا حبّک ورضاک ویرید ان یطھر قلوب عبادک من اشارات النفس

قسمت فارسی

مُناجات و لوحِ مُبارک

بسم الذی بذکرہ یحیی قلوب الملأ الاعلیٰ

سبحانک اللّٰھم یا الٰھی تشھد وتریٰ کیف ابتلیت بین عبادک بعد اذ ما اردتُ الّا الخضوع لدی باب رحمتک الّذی فتحتہٗ علیٰ من فی ارضک و سمائک وما امرتھم الّا بما امرتنی وما دعوتھم الّا بما بعثتنی بہٖ و عزتک ما اردت بان استعلی علی احد بشان من الشئون وما اردت ان افتخر علیھم بما اعطیتنی بجودک وافضالک انّی لا اجد یا الٰھی لنفسی ظھورًا تلقاء ظھورک ولا امرًا الّا بعد اذنک وارادتک۔ بل فی کل حین تطق نوادی یا لیت کنت ترابًا تقع علیہ وجوہ المخلصین من احبائک والمقربین من اصفیائک لو یتوجہ ذو اذن الیٰ ارکانی لیسمع من ظاھری وباطنی وقلبی ولسانی وعروقی وجوارحی یا لیت یظھر منّی ما تفرح بہ قلوب الّذین ذاقوا حلاوۃ ذکرربّی العلی الاعلیٰ ویصعد بندآئی احد الیٰ جبروت امرک وملکوت عرفانک یا من بیدک ملکوت البقآء وناسوت الانشاء وان قلتُ الیّ یا ملأ الانشآء ما اردتُ بذلک الّا امرک الّذی بہٖ اظھرتنی وبعثتنی لیتوجھن کل الیٰ مقرّ وحدانیتک ومقعد عزّ فردانیتک وانت تعلم یا محبوب البھاء ومقصود البھآء انّہٗ ما اراد الّا حبّک ورضاک ویرید ان یطھر قلوب عبادک من اشارات النفس

از امور نقصی بر او وارد نہ آنچہ واقع شود دلیل است بر عظمت شانِ او و پاکی فطرت او مثلاً اگر نفسی للہ خاضع شود از برای دوستانِ الٰہی این خضوع فی الحقیقہ بحق راجعست چہ کہ ناظر بایمان اوست باللہ در این صورت اگر نفسِ مقابل بمثلِ او حرکت نماید و یا استکبار از او ظاہر شود شخص بصیر بعلو عمل خود و جزای آن رسیدہ و میرسد و ضرر عمل نفس مقابل بخود او راجعست و همچنین اگر نفسی بر نفسی استکبار نماید آن استکبار بحق راجعست نعوذ باللہ من ذلک یا اولی الابصار۔ قسم باسم اعظم حیف است این ایام نفسی بشئونات غیر مضیہ ناظر باشد بایستید بر امر الٰہی و با یکدیگر بکمال محبت سلوک کنید خالصاً لوجہ المحبوب حجبات نفسانیہ را بنار احدیہ محترق نمایید و با وجوہ ناضرہ مستبشرہ با یکدیگر معاشرت کنید۔ کل سجایای حق را بچشم خود دیدہ اید کہ ابداً محبوب نبودہ کہ شبی بگذرد و یکی از احبای الٰہی از این غلام آزردہ باشد قلب عالم از کلمۃ الٰہیہ مشتعل است۔ حیف است باین نار مشتعل نشوید۔ انشاء اللہ امیدواریم کہ لیلۃ مبارکہ رالیلۃ الاتحادیہ قرار دہید و کل با یکدیگر متحد شوید و بطراز اخلاق حسنۂ ممدوحہ مزین گردید و همتان این باشد کہ نفسی را از غرقاب فنا بشریعۂ بقا ہدایت نمایید و در میانۂ عباد بقسمی رفتار کنید کہ آثار حق از شما ظاہر شود چہ کہ شمایید اوّلِ وجود و اوّلِ عابدین و اوّلِ ساجدین و اوّلِ طائفین۔ فوالّذی انطقنی بآیاتہ کہ اسماء شما در ملکوتِ اعلیٰ مشہورتر است از ذکر شما در نزدِ شما گمان مکنید این سخن وہم است یا لیت انتم ترون ما یری ربکم الرحمٰن من علوّ شانکم و عظمۃ قدرکم و سموّ مقامکم نسئل اللہ ان لا تمنعکم انفسکم و اھوآئکم عما قدّر لکم۔ امیدواریم کہ در کمال

الفت و محبت و دوستی با یکدیگر رفتار نمایید بشانیکہ از اتحادِ شما علم توحید
مرتفع شود و رایت شرک منہدم گردد و سبقت بگیرید از یکدیگر
در امور حسنہ و اظہار رضا لہ الخلق و الامر
یفعل ما یشآء و یحکم ما یرید و انّہ
لھو المقتدر العزیز القدیر

نطق مبارک حضرت عبدالبہاء

در مجلس صلح عمومی کلیسای گریث متودیث نیویورک

هُوَاللّٰه

چون نظر بتاریخ کنیم ملاحظه مینمائیم که از اوّل عالم الی زماننا هذا بین بشر جنگ و جدال بوده - یا جنگ بین ادیان بوده یا حرب بین اجناس بوده یا نزاع و جدال بین دول بوده یا بین دو اقلیم و جمیع اینها از جهل بین بشر ناشی و از سوء تفاهم و عدم تربیت منبعث و اعظم نزاع و قتال بین ادیان بوده و حالانکه انبیای الٰهی بجهت اتحاد و ائتلاف بین بشر آمدند زیرا آنان شبان الٰهی بودند نه گرگان شبان بجهت حفاظت و جمع گوسفندان امت نه برای تفریق آنها هر شبان الٰهی جمعی از اغنام متفرقه را جمع کرد از جمله حضرت موسیٰ بود که اغنام اسباط متفرقه بنی اسرائیل را جمع کرد و با یکدیگر ائتلاف داد و بارض مقدس برد بعد از تفریق آنها را جمع نمود و با یکدیگر التیام داد و سبب ترقی ایشان گردید لهذا ذلّتشان بعزت تبدیل شد و فقرشان بغنا و رذائل اخلاقشان بفضائل مبدّل گشت. بدرجه ئی که سلطنت سلیمانی تاسیس یافت و صیت عزّتشان بشرق و غرب رسید پس معلوم شد موسیٰ شبان حقیقی بود زیرا اغنام متفرقه اسرائیل را جمع نمود و باهم التیام داد و چون حضرت مسیح ظاهر شد او نیز سبب ائتلاف و اجتماع اغنام متفرقه گشت اغنام متفرقه اسرائیل را با غنام متشتته یونان و رومان و کلدانیان و سوریان و مصریان جمع فرمود این اقوام باهم در نهایت جدال و قتال بودند خون یکدیگر را میریختند و مانند حیوانات درنده یکدیگر را میدریدند لکن حضرت مسیح این ملل را جمع و متفق و متحد نمود و جمیع را ارتباط داد و نزاع و جدال را بکلی بنیان براند احت پس معلوم شد که ادیان الٰهی سبب ائتلاف و محبت بوده دین الله سبب نزاع و جدال نیست اگر دین سبب جدال گردد عدم آن بهتر است زیرا دین باید سبب حیات گردد اگر سبب ممات شود و بسته معدوم خوشتر و بیدینی بهتر است زیرا تعالیم دینی بمنزله علاجست اگر علاج سبب مرض شود البته عدم علاج خوشتر است. همچنین وقتیکه عشائر عرب در نهایت عداوت و جدال بودند خون یکدیگر میریختند و اموال را تاراج

می نمودند و اهل و اطفال را اسیر می کردند و در جزیرۃ العرب مقاتلۂ دائمی داشتند نفسی راحت نبود هیچ قبیلۂ آرام نداشت درچنان وقتی محمدؐ ظاهر شد و آنها را جمع کرد و قبائل متفرقه را الفت داد و با یکدیگر متحد و متفق نمود ابداً قتال و جدال نماند عرب بدرجۂ ترقی کرد که سلطنت اندلس و خلافت کبریٰ تأسیس نمود از این فهمیدیم که اساس دین الٰہی برای صلح است نه جنگ و اساس ادیان الٰہی یکیست و آن محبت است حقیقت است الفت و ارتباط است ولی این نزاعها منبعث از تقالید است که بعد پیدا شد اصل دین یکیست و آن حقیقت است و اساس ادیان الٰہی است اختلاف ندارد۔ و اختلاف در تقالید است چون تقالید مختلف است لهٰذا سبب اختلاف و جدال گردد۔ اگر چنانچه جمیع ادیان عالم ترک تقالید کنند و اصل اساس دین را اتباع نمایند جمیع متفق شوند نزاع و جدالی نماند زیرا دین حقیقت است و حقیقت یکیست تعدد قبول نمی نماید اما امتیازات جنسی و اختلافات قومی وہمی محض است زیرا نوع بشر یکیست کل یکجنسند و جمیع سلالۂ یک شخص ہمہ ساکن یک کرۂ ارضند اختلاف جنس در آفرینش و خلقت الٰہی نیست لهٰذا جمیع را بشر خلق کرده یکی را انگلیز و دیگری را فرنساوی و ایرانی و امریکائی اجناس مختلفه خلق نموده لهٰذا اختلافی در جنس بشر نه جمع برگهای یک درختند و امواج یک بحر۔ اثمار یک شجرند و گلهای یک گلستان در عالم حیوانات ملاحظه کنید در نوع آنها امتیازی نیست گوسفندان شرق و غرب با هم میچرند هیچ گوسفندان شرقی گوسفندان غربی را بیگانه نشمرند که اینها قوم دیگرانند بلکه با هم در نهایت الفت و الفت در چراگاه بچرند نزاع نوعی و ملی در میان آنها نیست و همچنین طیور شرق و غرب مانند کبوتران جمع در نهایت الفت و ارتباطند ابداً امتیازات ملیه در میانشان نیست این امور در بین حیوانات که عاری از دانشند سبب اوهام نمیشود آیا سزاوار است انسان اتباع اینگونه اوهام کند و حال آنکه عاقل است و مظهر ودیعۂ الٰہیه است قوۂ مدرکه دارد و قوۂ متفکره دارد باوجود این مواهب چگونه اتباع اینگونه اوهام کند یکی گوید من آلمانی هستم یکی گوید من فرنساوی هستم یکی گوید من انگلیز هستم یکی گوید من ایتالیائی هستم و باین اوهام با هم نزاع و جدال کنند و حرب و قتال نمایند۔ ایا این سزاوار است لا و الله۔ زیرا حیوان راضی باین اوهام نشود چگونه انسان راضی میشود با آنکه وہم است و محض تصور اما محاربات و اختلافات اوطان که این شرق است این غرب است این جنوب است و این شمال است ایا این جائز است لا و الله این نیز اوہام است و صرف تصور و خیال جمیع ارض قطعۂ واحده است و وطن واحد لهٰذا نباید بشر متمسک باین اوہام شود حال الحمدلله چون من از شرق با بینجا آمدم می بینم این مملکت بی نهایت معمور است ہوا در کمال لطافت است اهالی در نهایت درجه آداب و حکومت عادل و منصف آیا جائز است گوییم اینجا وطن من نیست۔ و سزاوار است و غایت نه این نهایت تعصب است انسان نباید متعصب باشد بلکه باید متحری حقیقت نماید یقین است که جمیع بشر

نوع واحد ند و کرۂ ارض وطن واحد پس ثابت شد که باعث ہرگونہ حرب وقتال صرف اوہام است ابدًا اساسی ندارد ملاحظہ درطرابلس نمائید
ببینید از ہجوم غیر مشروع ایتالیائی چہ میشود چہ قدر بیچارہ ہا در خون خویش می غلطند روزی ہزاران نفوس از دو طرف تلف میشود
چہ قدر اطفال بی پدر چہ قدر پدران بی پسر میشوند و چہ قدر مادران که از مرگ فرزندان نالہ وفغان مینمایند آخر چہ ثمری حاصل خواہد شد ہیچ نہ ثمرے
نہ نتیجہ ئی۔ انصاف نیست که انسان آنقدر غافل باشد ملاحظہ درحیوانات مبارکہ نمائید که ہیچ حرب ندارند جدال ندارند ہزاران گوسفندان
باہم میچرند ہزاران جوق کبوتران می پرند و ابدًا نزاع نمکنند لکن گرگان و سگان درندہ ہمیشہ باہم در نزاع و جدالند ولی برای طعمہ مجبور بشکار
لکن انسان محتاج نیست قوت دارد ولی محض طمع و شہرت و نام این خونہا ریختہ میشود بزرگان بشر در قصور عالیہ در نہایت راحت آرمیدہ اند
ولی بیچارگان را بمیدان حرب میرانند دہر روز آلت جدیدی که ہادم بنیان بشر است ایجاد میکنند ابدًا بحال بیچارگان رحم ننمایند و
ترحم بمادران نکنند که اطفال را در نہایت محبت پرورش داده اند چہ شبہا که محض آسایش فرزندان آرام نداشتہ اند چہ روزہا که در بستان
منتہای مشقت دیدہ اند تا آنہا را ببلوغ رسانیدہ اند آیا سزاوار است این مادران و پدران در یکروز ہزاران جوانان اولاد خویش را
در میدان حرب پارہ پارہ ببینند این چہ وحشت است و این چہ غفلت و جہالت و این چہ بغض و عداوت حیوانات درندہ محض قوت ضروری
میدرند ولی گرگ روزی یک گوسفند میدرد آما انسان بی انصاف در یکروز صد ہزار نفر آغشتہ خاک و خون نماید و فخر کند که من بہادری
کردم و چنان شجاعتی ابراز نمودم که روزی صد ہزار نفس را ہلاک کردم و مملکتی را ببادفنا دادم ملاحظہ کنید که جہالت و غفلت انسان
بدرجہ ئیست که اگر شخصے یک نفر را بکشد او را قاتل گویند و قصاص نمایند او اگر بکشند یا حبس ابدی نمایند آما اگر انسانی صد ہزار نفر را در روز
ہلاک کند او را جنرال اول گویند و دول شجاع و ہنرمند اگر شخصے از مال دیگرے یک ریال بدزدد او را خائن و ظالم گویند آما اگر
شخصی مملکتی را غارت کند او را جہانگیر نام نہند این چہ قدر جہالت است چہ قدر غفلت است باری در ایران در میان مذاہب ادیان
مختلفہ نہایت عداوت و بغضا بود ہمچنین در سائر ممالک آسیا۔ ادیان دشمن یکدیگر بودند مذاہب خون یکدیگر میریختند اجناس
و قبائل در جنگ و جدال و ہمیشہ در نزاع و قتال بودند ہمچو میدانستند که نہایت فخر در آنست که نوع خود را بکشند اگر دینی بر دینی
غلبہ مینمود قتل و غارت می کرد ولی نہایت فخر مینمود در ہمچو وقتے حضرت بہاء اللہ در ایران ظاہر شد و تأسیس وحدت عالم انسانی
کرد و اساس صلح اکبر نہاد جمیع را بندگان خدا فرمود که خالق کل خدا است و رازق کل خدا۔ او بجمیع مہربان است ما چرا نامہربان
باشیم او بہ بندگان خود رؤف و رحیم است ما چرا باید بغض و عداوت داشتہ باشیم مادام خداوند کل را رزق میدہد تربیت میفرماید۔
بجمیع مہربان است ما نیز باید کل را دوست مہربان باشیم این است سیاست الہیہ ما باید اتباع سیاست الہیہ نمائیم آیا ممکن است بشر

سیاستی بہتر از سیاستِ الٰہیہ تاسیس کند این ممکن نیست پس باید متابعتِ سیاستِ او کنیم همین طور که خدا با جمیع محبت و مهربانی معامله می فرماید ما نیز محبت و مهربانی عموم باشیم خلاصه حضرت بهاء الله اساس صلح عمومی نهاد و ندای وحدتِ عالمِ انسانی بلند فرمود تعالیم صلح و صلاح در شرق منتشر ساخت و در اینخصوص بجمیع ملوک نوشت و کل را تشویق کرد و بکل اعلان فرمود که عزتِ عالمِ انسانی در صلح و صلاحست و این قضیه پنجاه شصت سال پیش واقع و بسبب اینکه امر بتعالیم صلح فرمود ملوکِ شرق مخالفتِ او نمودند. زیرا این تعالیم را سنانی خیال و منفعتِ خویش تصور کردند. هر نوع اذیتی بر او وارد نمودند ضرب و حبس شدید وارد ساختند و سرگون بلاد بعیده کردند آخر در قلعه ئے او را حبس نمودند و بر ضدِ دوستانِ او برخاستند برای این مسئله یعنی ترکِ تقالید و همیه و وحدتِ عالمِ انسانی خونِ بیست هزار نفر را ریختند چه خاندانها را که پریشان نمودند چه نفوس را که قتل و غارت کردند لکن دوستانِ بهاء الله ابداً فتور نیاوردند و الی الآن بذل و جان در نهایت سعی میکوشند که ترویج صلح و اتفاق نمایند و بالفعل بر این امر خطیر قائمند جمیع طوائفی که تعالیم بهاء الله را قبول نموده اند همه حامیِ صلح عمومی هستند و مروجِ وحدتِ عالمِ انسانی نهایتِ محبت را بنوعِ بشر دارند زیرا میدانند که جمیع بندگانِ یک خدا و مذند کل از جنسِ واحد و سلالهٔ واحده نهایت بعضی جاهلند باید تربیت شوند مریضند باید معالجه گردند اطفالند باید تعلیم و آداب یابند طفل را نباید دشمن شمرد مریض را نباید مبغوض داشت باید معالجه کرد و نادانان را باید تعلیم و تربیت نمود لهذا این اساس ادیانِ الٰهی الفت و محبتِ بشر است اگر دینِ الٰهی سبب بغض و عداوت شود آن دینِ الٰهی نیست زیرا دین باید سبب ارتباط باشد سبب ترویجِ الفت و یگانگی شود اما هر چیزی مجرد دانستن کفایت نکند جمیع میدانیم عدالت خوب است لکن قوهٔ اجرائیه لازم مثلاً اگر بدانیم معبد ساختن خوب است باین دانستن معبدی بوجود نمیآید باید ارادهٔ ساختن نمود و بعد ثروت لازم مجرد دانستن کفایت نکند ما جمیع میدانیم صلح خوب است سبب حیات است لکن محتاجِ ترویج و تعلیم اما چون این عصر عصرِ نور است استعداد صلح حاصل. لابد بر این است این افکار منتشر شود و بدرجهٔ اجرا و عمل آید یقین است خود زمان حامیانِ صلح می پرورد در جمیع اقالیم عالم صلح موجود و چون من بامریکا آمدم دیدم جمعیے همه حامیِ صلحند و اهالی در نهایت استعداد و حکومتِ امریکا در نهایت عدالت و مساوات بین بشر جاری است لهذا من آرزو دیم چنان است که اول پرتو صلح از امریکا بسائر جهات افتد اهالیِ امریک بهتر از عهده برآیند زیرا مثل سائرین نیستند اگر انگلیز بر این امر برخیزد و گویند بجهتِ منافع خویش مبادرت باین امر نموده. اگر فرانسه قیام نماید گویند بجهتِ محافظهٔ مستعمراتِ خود برخاسته اگر روس اعلان کند

گویند برای مصالح سلطنت خود تکلم کرده - اما دولت و ملت امریکا مسلم است که نه چنان مستعمراتی دارند نه در فکر توسیع دائرهٔ مملکت هستند و نه در صدد حمله بسائر ملل و ممالک پس اگر اقدام کنند مسلم است که منبعث از همت محض و حمیت و غیرت صرف است هیچ مقصدے ندارند باری مقصود من اینست که شما این علم را بلند نمائید زیرا شما سزاوار ترید در جمیع بلاد استعداد موجود است و فریاد صلح عمومی بلند زیرا مردم بتنگ آمده اند - دول هر سالی مبلغی بر مصارف جیش میافزایند لهذا مردم خسته اند الآن زیر زمین اروپا مملو از آلات و ادوات شرر بارگشته است تردیک است مواد جهنمیه بنیان عالم انسانی را براندازد باری اعظم سبب صلح اساس ادیان الٰهی است اگر سود انتظام بین ادیان از میان برود ملاحظه مینمائید که جمیع حامی صلحند و مروج وحدت عالم انسانی زیرا اساس کل یکی است و آن حقیقت است و حقیقت تعدد و تجزی قبول نکند - مثلاً حضرت موسیٰ ترویج حقیقت نمود حضرت مسیح مؤسس حقیقت بود حضرت محمد حامی حقیقت بود حضرت باب منادی حقیقت بود جمیع انبیاء نور حقیقت بودند حضرت بهاءالله علم حقیقت بلند نمود ترویج صلح عمومی و وحدت عالم انسانی فرمود در حبس و زندان آنی آرام نیافت تا در شرق علم صلح را بلند فرمود نفوسیکه تعالیم او را قبول نمودند جمیع حامی صلحند جان و مال خود را انفاق مینمایند

پس همینطور که امریکا در ترقیات مادیه شهرهٔ آفاق است و در ترویج صنائع و بذل همت مشهور و معروف باید در نشر صلح عمومی نیز نهایت غیرت بنمایند تا مؤید شوند و این امر خطیر از اینجا بسائر جهات سرایت نماید من دعا در حق شما می کنم که موفق و مؤید شوید ۔"

ماہنامہ

پیامِ مہدی

جلد سوم — اگست سنہ ۱۹۴۲ء — نمبر

الٰہی الٰہی

اے میرے خدا! اے میرے خدا!

اشهد بوحدانيتك وفردانيتك ولعزك وعظمتك وسلطانك انا عبدك وابن عبدك قد اقبلت

میں تیری وحدانیت و یکتائی اور تیری عزت و عظمت و سلطنت کی شہادت دیتا ہوں۔ میں تیرا بندہ اور تیرے بندے کا فرزند ہوں۔ سب سے منہ

اليك منقطعاً عن دونك وراجياً بدائع فضلك اسئلك يا مطار سحاب سماء كرمك

پھیر کر اور تیرے فضل کے نئے نئے انعامات کی امید کرتے ہوئے تیری طرف متوجہ ہوا ہوں۔ میں تیرے آسمان کرم کی بدلی سے برسنے والی بارشوں کا

وباسرار كتابك ان توئيدني على ما تحب وترضى اى رب هذا عبدٌ اعرض عن الاوهام

اور تیری کتاب کے بھیدوں کا واسطہ دیکر تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو مجھے اپنی محبوب اور پسندیدہ باتوں کی توفیق عطا فرما۔ اے پروردگار! یہ بندہ

مقبلاً الى افق الايقان وقام لدى باب فضلك وفوض الامور اليك وتوكل عليك

اوہام سے منہ پھیر کر افقِ ایقان کی طرف متوجہ ہوا ہے اور تیرے دروازۂ فضل کے پاس آکھڑا ہوا ہے۔ اور اپنے سب کام تیرے سپرد کر دیئے ہیں اور تجھ پر توکل

فافعل به ما ينبغي لسماء جودك وبحر كرمك انك انت المقتدر العليم الحكيم اشهد يا الٰهي

رکھتا ہے۔ تو اس سے وہی معاملہ کر جو تیرے آسمانِ بخشش اور دریائے کرم کے شایانِ شان ہے۔ یقیناً تو صاحبِ اقتدار علم و حکمت والا ہے۔ میں گواہی

بانك اعلم بي منّي قدر لي ما يقربني وينفعني في الاخرة والاولى انك انت مولى الورى وفي قبضتك زمام

دیتا ہوں کہ تُو میرے حال کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ تو میرے لئے وہ چیز مقدر فرما دے جو مجھے تیرا قرب بخشے اور میرے لئے آخرت و دنیا میں فائدہ رساں

الفضل والعطاء لا اله الا انت الفضال الكريم. البهاء على اهل البهاء الذين ماتمنعهم ضوضاء الامم عن مالك القدم

ہو۔ یقیناً تو سارے جہان کا مالک ہے اور تیرے ہی قبضہ میں فضل و عطا کی باگ ڈور ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو بہت فضل کرنیوالا کریم ہے۔ خدا کی روشنی اُن اہلِ بہاء پر

قاموا وقالوا الله ربنا ورب العرش العظيم۔

جنہیں تمام قوموں کا شور و غوغا مالکِ قدم سے الگ نہ کر سکا۔ وہ کھڑے ہوئے اور پکار اُٹھے۔ خدا ہی ہمارا پروردگار اور عرشِ عظیم کا پروردگار ہے۔

کلام اللہ رب العلمین

ھوَ الباقی بلا زوال

وہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اسے کبھی زوال نہیں

سبحان الذی نزل الآیات بالحق فی ھذا السجن الذی جعلہ اللہ المنظر الاکبر

پاک ہے وہ ذات جس نے اس قید خانے میں سچی آیات نازل فرمائیں جسے خدا نے منظر اکبر بنایا ہے۔

تنزل فیہ ملئکۃ الامر فی العشی والاشراق الذی خلق السموات والارض

جہاں شب و روز امر اللہ کے فرشتے اُترتے رہتے ہیں۔ اس خدائے پاک نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا

ارسل الریاح وسخر السحاب لہ مبشرات بین یدیہ یبشرن الذین توجھوا

ہوائیں چلائیں۔ بادل مسخر کئے۔ اس کی بشارت دینے والی ارواح اس کے آگے آگے اُن لوگوں کو بشارت دیتی ہیں

الی مشرق الوحی فی ھذا الیوم الذی ینادی المنادی من یمین العظمۃ والاقتدار

جو اس زمانے میں مشرقِ وحی کی طرف متوجہ ہوئے جبکہ منادی عظمت و اقتدار کے دائیں جانب سے ندا دے رہا ہے

غلب کل شئ سلطانہ واحاطت کلمتہ علی من فی السموات والارض ولا

اس کی حجت سب پر غالب آئی ہے اور تمام آسمانوں اور زمین والوں پر اس کا کلمہ محیط ہو گیا ہے اور صرف

یعقل ذلک الا اولوا الالباب طار الموحدون فی ھوآء القرب والجلال و

حقیقت شناس اشخاص ہی اس چیز کو محسوس کرتے ہیں۔ موحد قرب و جلال کی ہوا میں پرواز کر رہے اور مجرم بیڑیوں

المجرمون فی السلاسل والاغلال رب السموات والارض الذی انزل الآیات

اور زنجیروں میں گرفتار ہیں۔ خدا تمام آسمانوں اور زمین کا تربیت کرنے والا مالک ہے۔ جس نے

وانطق الغلام نفخ فی الصور وصعق من فی السموات والارض اذاً مرت

آیات نازل فرمائیں اور اس بندے کو بولنے کا حکم دیا۔ اس نے صور پھونک دیا اور تمام آسمانوں اور زمین کے باشندے گھبرا اٹھے

الجبال من سطوۃ الامر واضطربت الاکوان قل السموات مطویات بیمینہ

تب سطوتِ امر سے پہاڑ چلنے لگے اور عالم ہستی میں اضطراب برپا ہو گیا۔ کہدے کہ تمام آسمان خدا نے دستِ قدرت میں لپیٹ لئے ہیں

والارض فی قبضة ربکم العزیز الجبار۔ قد نصب الصراط ووضع المیزان
اور زمین تمھارے پروردگار عزیز و جبار کے قبضے میں ہے۔ پل صراط لگا دیا گیا ہے۔ میزان قائم کر دی گئی ہے۔
والملك لله الواحد المقتدر العزیز القهار رب العرش والثری لا اله
اور ملک خداوند واحد مقتدر عزیز قہار کا ہی ہے۔ وہ عرش و فرش کا مالک ہے۔ اس بے نیاز
الا هو الغنی المتعال قل اتی الجبار علی ظلل اسمه المختار اذا اقشعرت
برتر کے سوا کوئی خدا نہیں۔ کہدے کہ خداوند جبار اپنے نام المختار کے سایوں میں ہو کر آپہنچا ہے۔ تب لوگوں کے
الجلود وزلت الاقدام الا من اقطع عمن فی السموات والارض وقصد
رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اور پاؤں پھسل گئے۔ بجز اس کے جو تمام آسمان و زمین والوں سے بے تعلق ہو گیا۔ اور اس نے فروتنی و
کعبة الکبریاء بخضوع وانابة یسبح له من فی السموات والارض الا
رغبت سے کعبۂ کبریائی کا قصد کیا۔ تمام آسمان و زمین والے خدا کی تسبیح کرتے ہیں بجز ان کے
الذین سکرت ابصارهم واخذهم السکر فی یوم التناد قد صعقت قلوب
جن کی نظریں سراسیمہ ہو گئی ہیں اور اس پکار کے دن انھیں مدہوشی نے دبا لیا ہے۔ ان لوگوں کے دل ٹیڑھے ہو گئے
الذین کفروا بالآیات قل استعجلون بالسیئة وقد خلت من قبلکم
ہیں جنھوں نے آیاتِ الٰہی کا انکار کیا۔ کہدے کیا تم بدی میں جلد بازی سے کام لیتے ہو اور تم سے پہلے عبرت انگیز
المثلات اتقوا الله انه قوی فی الاخذ وانه لشدید المحال نری القوم
واقعات گذر چکے ہیں۔ خدا سے ڈرو کہ وہ گرفت کرنے میں قوی اور سخت سزا دینے والا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ
صرعی وسیئت وجوههم من نفحات القهر ان ربك شدید العقاب۔
پچھڑے ہوئے ہیں اور قہر الٰہی کے جھونکوں سے ان کے منہ بگڑ گئے ہیں۔ یقیناً تیرا پروردگار سخت عذاب دینے والا ہے
قل قد اشرقت شمس الامر من افق الوحی اذا ضاقت افئدة الذین
کہدے کہ امر کا آفتاب افقِ وحی سے چمک اٹھا ہے۔ تو اب ان لوگوں کے دل تنگ ہو گئے ہیں جنھوں نے
کفروا بربهم الرحمن وزاغت الابصار اذا اتاك لوح الجلال خذه بالخضوع
اپنے پروردگار رحمٰن کا انکار کیا۔ اور ان کی نظریں ٹیڑھی ہو گئیں۔ جب لوحِ جلال تیرے پاس پہنچے تو اسے نہایت
والابتهال ثم اطلع من افق الاطمینان وارفع اللوح بین الاخراب قل یا
فروتنی و عاجزی کے ساتھ ہاتھ میں لے۔ پھر افقِ اطمینان سے سر نکال اور قوموں کے درمیان لوح کو بلند کر۔ کہدے کہ اے

ملأ البیان ان ھذا لھو البرھان قد اشرق من افق الرحمٰن بقدرۃ
گروہ بیان! یقیناً یہ ظہور خود دلیل و برہان ہے جو افق رحمٰن سے قدرت و سلطنت کے ساتھ نمودار ہوا ہے

وسلطان افیہ شکٌ ام فی الذی ارسلہ قد خسر الذین کذبوا بایاتنا
کیا تمھیں اس کی نسبت شک ہے یا خدا کی نسبت جس نے اسے بھیجا ہے۔ وہ لوگ سراسر نقصان میں ہیں جو ہماری آیتوں کا

سوف تأکلھم النیران قد اخذت القلم نفحات ملیک القدم بحیث ینطق
انکار کر بیٹھے۔ عنقریب آگ انھیں کھا جائیگی۔ قلم کو مالک قدم کے نفحات نے اس طرح گرفت کر لیا ہے کہ وہ شام و سحر خدائی اذکار

بالاذکار فی الغدو والاٰصال وما منعتہ سطوۃ الفجار الذین کفروا
میں مصروف ہے اور اسے ان سرکشوں کی شان و شوکت ذکر حق سے باز نہ رکھ سکی جنھوں نے اپنے خداوند عزیز

بربہ العزیز المختار انہ ینادی ورائہ الفراعنۃ الذین حقت علیھم
مختار کا انکار کر دیا ہے وہ ندا بلند کرنے میں مشغول ہے اور وہ فرعون لوگ اس کے پیچھے پڑ گئے ہیں

کلمۃ العذاب ولھم سوء الدار خذ کتاب الفضل ودع الذین ھم
جن پر کلمۂ عذاب ثابت ہو چکا ہے اور ان کا برا مقام ہے۔ تو فضل و کرم کی کتاب کو تھام لے اور منکروں کو چھوڑ دے

کفروا ان ھم الا فی ضلال وادع الناس الی اللہ
وہ تو سراسر ضلالت میں ہیں۔ تو لوگوں کو خدا کی طرف بلا اور ان لوگوں

ولا تخف من الذین اتبعوا کل مشرک مرتاب
سے نہ ڈر جو ہر ایک مشرک اور شک میں پڑے ہونے کی پیروی کرتے ہیں

البھاء علیک وعلیٰ من اٰمن
تجھ پر اور یوم معاد کے ماننے والوں پر

بیوم المعاد
خدا کا نور ہو

(کتاب مبین ص ۲۸۱)

قیمت سالانہ چار روپے

کاغذ کی گرانی کے باعث پیامبر کی سالانہ قیمت تین روپے سے چار روپے کر دی گئی ہے۔ تمام معاونین کرام مطلع رہیں (مدیر)

حضرت عبدالبہاء

(مرکز میثاق)

(از قلم یولیٹ ٹامسن۔ ترجمہ از جناب عباس علی صاحب بٹ بی اے) (گذشتہ سے پیوستہ)

آپ کے متعلق لوحِ غصن میں حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں:-

"اے لوگو! ان کے ظاہر ہونے کے لئے خدا کا شکر ادا کرو۔ کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ تم پر خدا کی سب سے بڑی عنایت۔ کاملترین نعمت ہیں۔ انھیں کے ذریعہ ہر ایک بوسیدہ ہڈی جان پائیگی۔ جو کوئی ان کی طرف توجہ کرتا ہے وہ میری طرف توجہ کرتا ہے اور جو کوئی ان سے منہ پھیرتا ہے وہ میرے جمال سے منہ پھیرتا ہے۔"

اور جو کوئی ان سے منہ پھیرتا ہے وہ میرے جمال سے منہ پھیرتا ہے۔ میری محبت کو رد کرتا ہے اور مجھ سے منحرف ہوتا ہے۔ وہ تمھارے درمیان خدا کی امانت اور اس کی ودلیعت ہیں۔ تمھارے لئے اس کا ظہور اور اس کے برگزیدہ بندوں کے لئے اس کا جمال ہیں ..... ہم نے اسے انسانی شکل میں بھیجا ہے"

حضرت عبدالبہاء کے افتخار میں نازل شدہ دیگر الواح میں حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں:-

"ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ دنیا کو تیرے علم و حکمت کے ذریعے روشن کرے"

دوسری جگہ فرمایا ہے:-

"خدا کا بہاء تجھ پر ہو اور اس پر ہو جو تیری خدمت کرتا ہے اور تیرے گرد گھومتا ہے ..." ہم نے تجھے کل بنی نوع انسان کی پناہ اور آسمان و زمین کے تمام رہنے والوں کی سپر اور ان تمام کے لئے حصن متین بنایا ہے جو خدائے عزیز و علیم پر ایمان لائے ہیں"

جب حضرت عبدالبہاء بیروت گئے ہوئے تھے تو حضرت بہاء اللہ آپ کو خطاب فرما کر لکھتے ہیں:-

"خدا کی تعریف ہو جس نے ارض با (بیروت) کو اس کے قدوم سے شرف بخشا۔ جسکے گرد تمام اسماء گھومتے ہیں ..... مبارک اور مہبت مبارک ہے وہ زمین جس پر سے وہ چل کر گئے وہ آنکھ جس نے ان کے چہرے کے جمال کو دیکھا۔ وہ کان جس نے ان کی ندا کو سننے کی عزت حاصل کی۔ وہ دل جو اس کی محبت کی چاشنی سے لطف اندوز ہوا"

اسی لوح مبارک میں حضرت بہاء اللہ اپنے فرزند کے متعلق لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"خدا کی اعظم و مقتدر غصن۔ اس کا قدیم اور غیر متغیر سر"

اپنے روحانی انکسار کی بلندیوں سے اور اپنے مقام عبودیت کے جوہر کو جانتے ہوئے حضرت عبدالبہاء لوح غصن کی تفسیر یوں فرماتے ہیں:-

"میں شہادت دیتا ہوں کہ ان آیات و الفاظ کے صحیح معنی اصلی مراد اور اندرونی راز جمالِ الٰہی کے آستانِ مبارک پر میری عبودیت۔ میری کامل فنا اور اس جمالِ اقدس کے مقابل میری قطعی محویت ہے۔ یہ میرا درخشاں تاج ہے اور یہ میری نہایت

قیمتی زینت ہے۔"

حضرت ولی امراللہ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں آپ لکھتے ہیں :-

"کتاب اقدس اور کتاب عہد کے صریح نصوص کے مطابق میں کلام اللہ کا مبیّن و مفسّر ہوں ..... جو کوئی میری تفسیر سے منہ پھیرتا ہے وہ اپنے وہم کا بندہ ہے۔"

ایسے بیانات کے ہوتے ہوئے بھی اگر ہم اس پردے کو اٹھانا چاہیں جو خدا کے ہاتھ نے ڈالا ہے اور ممنوعہ مکان میں تاک جھانک کریں تو حضرت بہاءاللہ کے ان کلمات کی تفسیر کرنا تو درکنار ہم انھیں سمجھنے کے قابل بھی نہیں ہیں۔ مگر آگاہی ممنوع نہیں ہے۔ اور اس آگاہی کا طریقہ بھی ہمیں حضرت سرکار آغا نے خود بتایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں :-

"اپنے قلب کے ساتھ عبدالبہاء کے دل کی طرف توجہ کر۔ یہ پوشیدہ راز تجھ پر کھل جائے گا اور یہ سربستہ بھید تجھ پر افشا ہو جائے گا۔" "دوستو! اپنے قلوب کے آئینوں کو میری طرف کرو۔ اس میں شک نہیں اس قلب کے بھید تمھارے قلوب پر منعکس ہونگے اور اس مہجور کے جذبات و احساسات تم پر ظاہر و واضح ہو جائینگے۔" "میں ایک چراغ ہوں اور خدا کی محبت میری روشنی ہے۔ یہ روشنی قلوب کے آئینوں میں منعکس ہوتی ہے۔ پس تو اپنے دل کو دیکھ۔ یعنی جب یہ ہر قسم کے خیالات سے آزاد ہو تو تو دیکھیگا کہ میری محبت کا نور کیسا اس آئینہ میں ظاہر ہے اور تو کتنا میرے قریب ہے ..... ملکوت الٰہی کے ذکر و خیال میں رہ۔ یہانتک کہ تو میرے اسرار کو سمجھ سکے۔"

عبدالبہاء کے نمونہ پر اگر ہم چاہتے ہیں کہ حضرت بہاءاللہ کے عہد و میثاق سے وفاداری کریں۔ اور اس آرزو کے بر آنے کے لئے دعائیں مناجاتیں کریں کہ ہم اس کے "سر" کے سمجھنے والے بنیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم حضرت عبدالبہاء کی اعلیٰ زندگی کو اپنی زندگی کے لئے نمونہ بنائیں اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اتفاق و اتحاد سے رہیں۔ ہمارے اس عمل میں یہ راز بھی مخفی ہے کہ اس کے ذریعہ امراللہ دنیا کی موجودہ تاریکیوں کے پردوں کو پھاڑ کر اسے بہت جلد نورانی اور راحت و آرام کی جگہ بنا دیگا کیونکہ جب تک ہماری زندگیاں نورانی نمونے نہ بنیں گی تب تک وہ محبت جو اس کے قلب مبارک سے نکل کر مُردہ ہڈیوں میں روح ڈال دیتی ہے ہمارے دلوں میں منعکس نہ ہوگی۔ جب تک ان مومنین اوّلین کی طرح جن کا ذکر مطالع الانوار (دیوان بریکر) میں ہم پڑھتے ہیں محبت نہ کرینگے اور جب تک عبدالبہاء کی منعکس شکل جو ہمارے درمیان اس کی امانت ہے حقیقت میں ہمارے اندر جلوہ گر نہ ہوگی اس وقت تک ہم اس قوت کو ظاہر نہ کر سکینگے جو تنہا اس دنیا کو بدل سکتی ہے۔

ہم ایک دفعہ پھر اپنے محبوب کے اسوۂ حسنہ پر نظر کرتے ہیں۔ پہلے تو ہم ایک سرسری نظر سے آپ کی اس زندگی کو دیکھیں جو آپ نے ایک قید خانہ کی دیواروں کے اندر گذاری۔ اور پھر ہم آپ کی اس زندگی پر ایک مختصر سی نظر کرینگے۔ جب آپ کو بادشاہوں کے جو آپ کے دشمن تھے زوال کے بعد یعنی سلطان ترکی اور شاہ ایران کے تخت سے اتارے جانے کے بعد آپ آزاد ہو کر یورپ اور امریکا تشریف لے گئے۔ اور اپنے ہر ایک فعل و عمل سے اہل یورپ و امریکا کی آنکھوں کے سامنے اپنے باپ کی مقدس تعلیمات کا ایک نمونہ بن کر دکھایا۔

عکا میں آپ "فقیروں کا باپ" مشہور تھے۔ ہفتہ میں

ایک خاص دن آپ شہر کے بوڑھے لنگڑوں۔ اندھوں۔ اپاہجوں اور کوڑھیوں کو اپنے باغ میں جمع کرتے اور آپ اُن کے درمیان اپنی خاص شان سے پھرتے اور ہر ایک کے پاس کھڑے ہو کر اس کو گلے لگاتے اور اپنی پیاری آواز میں اُس کی ہمت افزائی کرتے۔ کوڑھیوں تک کو آپ گلے سے لگاتے تھے۔ پھر آپ ہر ایک کے ہاتھ میں اتنی نقدی چپکے سے دے دیتے کہ وہ اُس کے لئے ایک ہفتہ تک کافی ہوتی۔

یہ رفعت انگیز نظارہ مغرب کے بے شمار زائرین نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ یہ ہر ہفتہ جمعہ کے دن دیکھنے میں آتا تھا۔ پھر آپ فقیروں اور مصیبت زدوں کو اپنے پاس بلاتے۔ لیکن ہر روز آپ دن ہو یا رات نفسِ نفیس اُن کے جھونپڑوں میں جاتے اور اُن کے دکھوں میں اُن کے شریک ہوتے۔ ایک ایرانی بہائی نے مجھے بتلایا "عکا میں کوئی چھوٹی سے چھوٹی گلی یا قید خانہ کی کوئی کوٹھڑی ایسی نہیں جو میں نے نہ دیکھی ہو۔ کیونکہ میں اپنے مولیٰ کے نقشِ قدم پر چلتا ہوں۔"

اگرچہ آپ پر ظلم و ستم کی کوئی حد نہ رہی تھی مگر آپ ہمیشہ اپنے ظالموں پر مہربان رہے۔ آپ ظلم و ستم دکھ اور تکلیف کی کچھ پروا نہ کرتے تھے۔ اس کی ایک نمایاں نظیر شاہِ ایران محمد علی شاہ کے بھائی شہزادہ ظلِ سلطان سے آپکی نہ بھولنے والی ملاقات ہے۔ نہ صرف عبدالبہاء نے بلکہ آپ کے ماننے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے بہائی شہداء کے گروہ کے بعد گروہ نے ان دو شاہزادوں کے ہاتھ سے موت سے بدتر تکالیف سہی تھیں۔ جب شاہِ ایران اور سلطانِ ترکی کے زوال پر حضرت عبدالبہاء آزاد ہوئے آپ یورپ کے سفر پر جاتے ہوئے پہلے تھون سے بنیز کو گئے جو جھیل جنیوا پر خوشنما اور خوشگوار بستی ہے۔ جلاوطن شاہِ ایران اُس زمانہ میں یورپ کے کسی ملک میں تھا اور ظلِ سلطان بھی اپنے دو بیٹوں کے ساتھ جلاوطنی کی حالت میں جنیوا کو بھاگ گیا تھا۔ عبدالبہاء آزاد اور بری اور ظلِ سلطان محتاج و بے پناہ ایک دوسرے کے بہت قریب تھے حضرت عبدالبہاء جس حصۂ ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے وہاں ایک مشہور یورپین بھی رہتا تھا جو ایران میں شہزادہ ظلِ سلطان سے مل کر ایک دن جب وہ یورپین تھون میں ہوٹل کی جنگلہ دار کھلی جگہ پر کھڑا تھا اور حضرت عبدالبہاء کچھ تھوڑی دور پر چہل قدمی فرما رہے تھے ظلِ سلطان اُس جگہ آیا۔ حضرت عبدالبہاء معمول کے مطابق عمامہ سفید قبا اور اُس پر لمبی عبا پہنے ہوئے تھے۔ آپ کے گیسو قدیم ایرانی شرفاء کی رسم کے مطابق کندھوں تک پہنچتے تھے۔ ظلِ سلطان نے یورپین سے علیک سلیک کرنے کے بعد فوراً پوچھا:-

"یہ ایرانی امیر کون ہے؟"

"عبدالبہاء"

"مجھے آپ کے پاس لے چلیں۔"

اس کے بعد جو کچھ ہوا اُس کو بیان کرتے ہوئے یورپین نے کہا "کاش کہ آپ اُس بدبخت کو ذلیل بہانے بناتے ہوئے سُنتے۔"

مگر عبدالبہاء نے اُسے گلے سے لگا لیا۔ اور جواب دیا "یہ سب پرانی باتیں ہیں ان کا خیال نہ کریں۔ آپ اپنے دونوں بیٹوں کو میری ملاقات کے لئے بھیجیں۔ میں اُن سے ملنا چاہتا ہوں۔"

یہ دونوں جوان ایک ایک کر کے آئے۔ ہر ایک ایک دن حضرت عبدالبہاء کے پاس رہا۔ پہلے چھوٹا آیا وہ نابالغ تھا۔ اور حضرت سرکار آغا کے حضور میں بہت ادب و احترام سے رہا۔ دوسرا

بڑا تھا۔ اور بہت حساس تھا۔ جب حضرت عبدالبہاءؑ کے کمرے سے نکلا تو زار و قطار رو رہا تھا۔ اور کہتا تھا "کاش میں اس خاندان میں پیدا نہ ہوتا۔ کسی اور خاندان میں پیدا ہوا ہوتا!"

کیونکہ نہ صرف بہت سے بہائی اس کے تایا کے عہدِ حکومت میں شہید کئے گئے تھے (جن میں سے سو سے زیادہ اس کے باپ کے اُکسانے پر شہید کئے گئے تھے) اور حضرت عبدالبہاءؑ کی زندگی کو بار بار خطرے میں ڈالا تھا۔ اس کے دادا ناصرالدین شاہ کے حکم سے حضرت باب شہید کئے گئے تھے اور ہزاروں ہی بابی ظلم و ستم اور موت کا نشانہ بنائے گئے تھے۔

یہ نوجوان شہزادہ پھر سے پیدا ہو گیا تھا یعنی وہ بہائی ہو گیا۔

حضرت عبدالبہاءؑ اور قتل سلطان کے درمیان اس ملاقات سے کچھ تھوڑا عرصہ پہلے حضرت عبدالبہاءؑ اپنی زندگی کے نازکترین وقت سے گذرے تھے۔ سلطان عبدالحمید آپ کے قتل کا حکم جاری کرنے والا ہی تھا۔ اس سلطان نے ایک تحقیقاتی کمشن قسطنطنیہ سے بھیجا تھا جس نے حضرت عبدالبہاءؑ کو بغاوت کا ملزم قرار دیا تھا۔ یہ کمشن یہ فیصلہ کر کے قسطنطنیہ جا رہا تھا اور ابھی جہاز میں ہی تھا کہ نوجوان ترک اُٹھے اور انھوں نے رات کے اندھیرے سلطان عبدالحمید کو تخت سے اُتار دیا۔ موت کے انتظار کے ان دنوں میں اطالوی سفیر نے ایک تجویز سوچی۔ وہ حضرت عبدالبہاءؑ کو ایک اطالوی جہاز میں بھگا لیجانا چاہتا تھا۔ اس بات کو بیان فرماتے ہوئے حضرت عبدالبہاءؑ خود فرمایا کرتے تھے کہ "میں نے خیال کیا کہ حضرت باب نہیں بھاگے اور حضرت بہاءاللہ نہیں بھاگے پس میں بھی نہ بھاگوں گا۔ میں خود کو اس طرح آزاد نہ کروں گا تب خدا نے مجھے آزاد کر دیا۔ خدا کی توپ عبدالحمید کے محل پر دندنائی!"

۱۹۱۱ء، ۱۹۱۲ء اور ۱۹۱۳ء کے اکثر حصوں میں حضرت عبدالبہاءؑ نے یورپ اور امریکہ کے سفر کئے۔ اور اپنی عجیب فصاحت و بلاغت کے ذریعہ اپنے باپ کی تعلیمات کی تبلیغ فرمائی۔ ہر ایک گرجہ۔ یونیورسٹی سنیگاگ اور ارتقائی تحریکات کے ہر ممبر سے آپ نے دُنیا کو بآوازِ بلند اُس وحدت کے احساس کی دعوت دی جو اس کی سرشت میں موجود ہے تاکہ اس وحدت کے احساس کے صحیح عرفان کے بعد عالمگیر امن و صلح قائم ہو جائے۔ دنیا کو آپ نے متنبہ کیا کہ اگر وہ خدا اور امن و صلح کی طرف متوجہ نہ ہوئی تو مہیب و بربادکن جنگیں ہونگی۔ آپ نے بیشمار لوگوں کو حضرت بہاءاللہ کا پیغام سُنایا۔ اپنی روحانی محبت سے دلوں کو گرمایا اور کثیر التعداد لوگوں میں بیداری پیدا کی۔ مگر اس نسل پر غفلت و غنودگی کس قدر چھائی ہوئی تھی کہ وہ پھر گہری نیند میں سو گئے!

اُن بے شمار لوگوں پر جنہوں نے حضرت عبدالبہاءؑ کو دیکھا اور سُنا آپ کے اثر نے نرالے نتائج پیدا کئے۔ آپ جب لوگوں میں چلا کرتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک ایسی دنیا میں جس میں نیم انسان بستے ہیں ایک آسمانی فرشتہ چلا آ رہا ہے۔ آپ کا ناقابلِ بیان جمال۔ آپ کی نورفشاں قوت۔ آپ کی عجیب آسمانی شان کو جو کوئی دیکھتا اس کی آنکھیں تعجب سے آپ کو دیکھتی ہی رہتیں۔

خلیل جبران شاعر نے جب آپ کو دیکھا تو پکار اُٹھا:۔ "آج پہلی دفعہ ایک ایسی شکل دیکھی ہے جو روح القدس کے رہنے کی جگہ ہونے کے قابل ہے"۔

ایک منکر خدا آپ کا لکچر سننے کے لئے گرجہ میں گیا اور اس کے بعد شوق سے آپ سے ملاقات کرنے کے لئے آپ کے مکان پر حاضر ہوا۔ جب اس منکرِ خدا سے پوچھا گیا کیا تم نے حضرت عبدالبہاءؑ

کی عظمت کو محسوس کیا ہے؟" تو اُس نے غصّہ سے جواب دیا "کیا نیاگرا کی عظمت تم کو محسوس کرنی ہوتی ہے"

آپ سے ملنے والے اپنی اپنی استعداد کے مطابق آپکو دیکھ سکے۔ ایک اعلیٰ طبقہ کی عورت نے آپ کو دیکھا اور تعجب سے پکار اٹھی "ایسا حسن و جمال۔ قوت کا جمال اور ایسا دلفریب حسن۔ بے شک آپ دنیا کے مرد کامل ہیں"۔ ایک اور اعلیٰ طبقہ کی عورت نے جو آپ سے بہت دیر تک بات چیت کرتی رہی آخر میں کہا۔ "تم اُن سے کچھ نہیں چھپا سکتے۔ انھوں نے میرے دل کے اندر تک دیکھا اور میرے تمام بھید معلوم کر لئے"

ایک غمزدہ عورت نے جس پر ایک مصیبت پڑی تھی کہا۔ "آپ نے غم کی تمام تلخی میرے دل سے نکال دی"

ایک مشہور ڈرامہ نویس نے جو آپ سے ملاقات کرنے گیا واپس آکر سب کے سامنے کہا "میں خدا کے حضور سے آیا ہوں"

جی بیکمنگ نے جو اُس زمانہ میں ریاستہائے متحدہ امریکا کا خزانچی تھا آپ سے ملاقات کرنے کے بعد اُس کے اثر کو بیان کرنے کے لئے الفاظ ٹٹولتے ہوئے کہا "میں نے محسوس کیا کہ میں کسی بڑے نبی۔ ایشعیا۔ ایلیجا کے حضور میں ہوں..... نہیں نہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ میں مسیح کے حضور میں ہوں۔ نہیں۔ یہ بھی نہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ میں آسمانی باپ کے حضور میں ہوں۔"

ترکی سفیر ضیا پاشا کو جو ایک دیندار مسلمان تھا جب یہ بتایا گیا کہ حضرت بہاء اللہ ظاہر ہوئے ہیں تو اُس نے ایک نئے رسول کے خیال کا مضحکہ اُڑایا تھا۔ مگر جب حضرت عبدالبہاء واشنگٹن میں تھے تو ایرانی سفارت خانہ میں ہز ایکسیلینسی علی قلی خاں اور میڈم خاں کی دعوت پر ہز ایکسیلینسی ضیا پاشا ضیافت میں آئے اور وہاں حضرت عبدالبہاء سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے فوراً آنحضرت کو ترکی سفارت خانہ میں دعوت دی اور ضیافت کے وقت آپ کا جام صحت پیتے ہوئے اس ترکی سفیر نے حضرت عبدالبہاء کی طرف آنسو بھری آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کہا "اس زمانہ کا نور جو خدا کے جلال اور اس کی کاملیت کو ہمارے درمیان پھیلانے کے لئے آیا ہے"

یہ صرف چند مثالیں اُس اثر کی ہیں جو "ستر اللہ" نے لوگوں پر کیا جسے میں نے ۱۹۱۲ء میں بذاتِ خود محسوس کیا۔

حضرت عبدالبہاء کے واپس ملک شام کو لوٹ جانے پر پچھلی جنگِ عظیم کے دوران میں گلیل کی سخت دھوپ میں باوجودیکہ آپ کی عمر ۷۰ سال سے زیادہ تھی آپ خود اپنے گیہوں کے کھیت ہل چلایا کرتے تھے تاکہ بھوکوں کو روٹی مل سکے۔

جب ۱۹۲۱ء میں حضرت عبدالبہاء ملکوتِ الٰہی کو صعود فرما گئے تو تمام عالم بہائی ایسے غم واندوہ میں ڈوب گیا جو ایک دور میں فقط ایک ہی مرتبہ محسوس ہوتا ہے۔ جب شاگرد اپنے مالک کا افسوس کرتے ہیں۔ اس رنج واندوہ کی تاریکی میں آپ کی وصایای مبارکہ سورج کی طرح چمکیں اور آپ کے مضطرب و محزون شاگردوں کے لئے ایک بے بہا نعمت ثابت ہوئیں۔ کیونکہ ان میں آپ نے اپنے نواسے۔ دنیا بھر کے محبوب حضرت شوقی افندی کو امراللہ کا ولی۔ اپنا جانشین اور کتبِ مقدسہ کا تنہا مفسر مقرر فرمایا تھا۔ پس ہمارا دین فرقہ بندیوں اور جھگڑوں سے بچا لیا گیا تھا اور ہمیں "بے خطا ہدایت" کا ایک نقطہ ماسکہ دیا گیا تھا۔

حضرت عبدالبہاء اس زبردست دستاویز یعنی وصایای مبارکہ میں فرماتے ہیں کہ "یہ مطبوعہ قلعہ حضرت ولیِ امراللہ کی اطاعت کرنے سے ناقابلِ تسخیر رہیگا" "اعضائے بیت العدل۔ اغصان وافنان اور ایادیِ امراللہ پر فرض ہے کہ وہ حضرت ولیِ امراللہ کے مطیع۔ تابعدار اور فرمانبردار رہیں"

"حضرت ولیِ امراللہ کلام الٰہی کے مفسر ہیں اور آپ کے بعد

آپ کا جانشین آپ کا پہلوٹھا بیٹا ہوگا۔"

صلوٰۃ وسلام۔ تکبیر و تہلیل اُن پر ہو جو ایمان لائے۔ مطمئن اور اس کے عہد و میثاق پر ثابت قدم رہے۔ اور اس نور کی پیروی کی جو میرے صعود کے بعد آفتاب ہدایت آسمانی میں سے روشن ہو رہا ہے۔ کیونکہ دیکھو! وہ وہ مقدس اور مبارک غصن ہے جو دو مقدس شجروں سے پھوٹی ہے۔ مبارک ہے وہ جو اس کے سایہ تلے آتا ہے جو کُل نوعِ انسان پر چھایا ہوا ہے۔"

ملکوتِ الٰہی

حضرت شوقی افندی فرماتے ہیں حضرت عبدالبہاء نے اپنی زبردست وصایا کے احکام کے ذریعے اُس ضروری رشتہ کو قائم کیا جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اُس عصر کو جو ابھی ابھی گذرا ہے (شاندار و مجاہدانہ عصرِ شہداد) اس عصر کے ساتھ جس میں ہم ہیں (عصر عبوری و تدوینی) ملا دیا ہے ..... ۔"

"اُن کی (حضرت عبدالبہاء کی) وصایا ی مبارکہ کو ایک ایسا دائمی اور نہ ٹوٹنے والا رشتہ سمجھنا چاہئے جو سرّ اللہ کے قلب مبارک نے اُن تین زمانوں کے تواتر اور تسلسل کو قائم رکھنے کے لئے سوچا ہے جو عصرِ بہائی کے ترکیبی اجزاء ہیں" (عصر شہداد۔ عصر تدوین۔ عصر طلائی یا ست یگ)

حضرت بہاء اللہ کے امر مبارک نے جو تخلیقی قوتیں پیدا کی ہیں اور جو حضرت عبدالبہاء کے قلب مبارک کے اندر پیوست ہو کر نشو و نما ہوئی ہیں اُن کے ملاپ اور باہمی عمل نے ایک ایسا آلہ پیدا کیا ہے جسے نئے نظمِ عالم کا منشور سمجھنا چاہئے۔ اور یہ نیا نظم عالم اس دورِ عظیم کا مایۂ امتیاز اور وعدۂ خوشگوار ہے۔ اس لئے حضرت عبدالبہاء کی وصایا مبارکہ اُس پُر اسرار تعلق کا جو اس میں جس نے اپنے آسمانی مقصد کے تخلیقی اثر کو پہنچایا اور اُس میں جو اس کا ذریعہ اور برگزیدہ پانے والا تھا بدیہی نتیجہ ہیں۔"

جب ہم وصایا ی مبارکہ میں نئے نظامِ عالم کا خاکہ دیکھتے ہیں جو بقول حضرت ولی امراللہ حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات میں مضمر ہے تو ہمیں حضرت ایشیا کی یہ عبارت یاد آجاتی ہے "حکومت اس کے کندھوں پر ہوگی اور وہ عجیب۔ مشیر۔ قادرِ مطلق خدا۔ ابدی باپ اور امن کا شہزادہ کہلائیگا۔ اس کی حکومت اور امن کی بڑھوتری کے لئے کوئی حد نہ ہوگی۔ ..... آور۔ اس کے علاوہ چاند کی روشنی سورج کی سی روشنی ہوگی اور سورج کی روشنی سات گُنی ہوگی۔ وہ سات دنوں کی روشنی کی مانند ہوگی۔ اُس دن جس دن یہوا اپنے لوگوں کے زخم کو باندھیگا اور اُن کے گھاؤ کو اچھا کریگا۔"

اور کتاب مکاشفات میں لکھا ہے "میں نے ایک نیا آسمان اور ایک نئی زمین دیکھی۔ کیونکہ پہلا آسمان اور پہلی زمین گذر چکی تھی۔"

اس بڑی دستاویز یعنی حضرت عبدالبہاء کی وصایا ی مبارکہ میں ہم حضرت عبدالبہاء کو ایک اور شکل میں دیکھتے ہیں۔ یعنی ایک آسمانی ترتیب و نظم کا معمار۔ اس ترتیب و نظم کا جس کے ذریعہ زمین پر خدا کی ملکوت قائم ہوگی۔

ہم جو اس تدوینی زمانہ میں رہ رہے ہیں دُھندلکے میں اُس مستقبل کا نظارہ کر رہے ہیں جب ایک دیوالیہ دنیا جو اس وقت اپنے رہنماؤں کی تجاویز سے دھوکا کھا کر ایک ایسی مصیبت میں گرفتار ہے جو پہلے کبھی دیکھی یا سُنی نہیں گئی۔ آخر کار اس آسمانی نقشہ کی طرف متوجہ ہوگی۔ ہم اس مستقبل کی شان و شوکت دھندلی سی دیکھ سکتے ہیں کیونکہ یہ ایک ایسا زمانہ ہے جو ایسے انسانوں کا مقتضی ہے جن کی جسمانی اور ذہنی نشو و نما مکمل ہو چکی ہو۔ ایسے انسان جو ترقی کر کے اُس حالت میں پہنچ گئے ہوں جسمیں ان کی ارواح روحانی دنیا کے ساتھ تعلق

کے ذریعہ آسمانی ہدایت پانے کے لائق ہو جائیں۔

بیت العدل عمومی کو جو حضرت ولی امراللہ کے ساتھ مل کر کام کریگا "بے مثل ہدایت" کا وعدہ دیا گیا ہے۔ مگر یہ بات یاد رہے کہ اس بے مثل ہدایت کا معراجی نقطہ حضرت ولی امراللہ ہونگے جو کتب مقدسہ کے واحد مفسر کے طور پر خدا کی طرف سے الہام پایا کریں گے۔

پس حضرت ولی امراللہ کی اطاعت جو درحقیقت کلام الٰہی کی اطاعت ہے الواح اور ہمارے مولیٰ حضرت عبدالبہاء کے اسوۂ حسنہ کی صحیح پیروی۔ محافل روحانی کی اطاعت اور اُن سے مل کر کام کرنا۔ یہ سب درحقیقت ہمارے بنیادی اتحاد و اتفاق کی کلید ہیں۔ ہم جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ سچے مومنین کا چھوٹا سا گروہ خدا کے فضل سے وحدت کی ایسی گہرائیوں تک پہنچ سکتا ہے جو ساری دنیا میں امن قائم کر سکتی ہیں اور ایک روحانی مرکز قائم کر سکتا ہے جو تمام دنیا میں اخوت پھیلا سکتا ہے۔ ہمیں سوائے اطاعت کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں۔

حضرت عبدالبہاء آپ اپنی وصایای مبارکہ اور اسوۂ حسنہ کے ذریعہ عصر بہائی کے تینوں حصوں میں یعنی عصر شہداء و عصر تدوین و عصر طلائی میں ایک نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہیں۔ ایک توقیع مبارک میں حضرت ولی امراللہ اس نکتہ کو ذرا زیادہ وضاحت سے بیان فرماتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:-

اگرچہ جسم غائب ہو چکا ہے۔ آپ کی روح بلکہ وہ تمام نقشے اور ادارے جو آپ نے اپنی زندگی میں تجویز فرمائے تھے ہمارے عصر کے موجودہ انتظامیہ دور میں برابر کام کر رہے ہیں لہٰذا عصر حضرت عبدالبہاء اور امراللہ کے موجودہ انتظامیہ زمانہ نشوونما میں اعتقادی اور تاریخی تسلسل موجود ہے۔ [illegible]

اور شمالی۔ متوسط اور جنوبی امریکا میں تبلیغ جو نقشۂ ہفت سالہ کے ماتحت امریکا کے جامعۂ بہائی کے لئے دو اہم فرائض ہیں۔ حضرت عبدالبہاء کے زمانۂ ماموریت میں ہی قائم کئے گئے تھے۔ نقشۂ ہفت سالہ درحقیقت اُس آسمانی نقشہ کا نتیجہ ہے جو ہمارے مولیٰ نے پچھلی جنگ عظیم کے تاریک ترین ایام میں دوستان امریکا کے لئے جو غیر فانی الواح نازل فرمائی تھیں انھیں بیان فرمایا تھا۔ لہٰذا اُن کا عمل اور اُن کی کامیابی کا مدار اُن طریقوں اور اصولوں کا وفادارانہ استعمال ہے جن کی تصریح خود آپ نے فرمائی تھی۔ اور جس قوت و ہدایت پر ہے جو آپ کے تخلیقی کلام میں مرکوز ہے۔

اب ہم کچھ اور اپنے مولیٰ حضرت عبدالبہاء۔ ستراللہ۔ بندۂ خدا اور ہمارے لئے اسوۂ حسنہ کے متعلق بیان کرکے اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

ایک زندہ جسم کا اصلی خادم اُس کا دل ہے۔ اور دل کا اعلیٰ ترین فرض محبت اللہ کا ذریعہ بننا ہے۔ حضرت بہاءاللہ فرماتے ہیں کہ محبت کا قانون ہی ایک ایسا قانون ہے جو تغیر و تبدل کے ماتحت نہیں ہے۔ اور وصایای مبارکہ میں حضرت عبدالبہاء کے آخری الفاظ احبای الٰہی کے نام اس بحر محبت کے متعلق ہیں جس کے بغیر کوئی شخص درجہ عبودیت حاصل نہیں کر سکتا۔

خدا کے پیارو! اس دور مبارک میں نزاع و فساد منع ہے۔ ہر ایک تعدی و زیادتی کرنے والا شخص خدا کے فضل سے محروم ہے۔ تمھیں چاہئے کہ تمام جماعتوں اور قبیلوں سے خواہ آشنا ہوں یا بیگانہ نہایت محبت و راستی و درستی سے پیش آؤ اور دلی مہربانی کرو بلکہ رعایت اور محبت کو اس درجہ تک پہنچاؤ کہ بیگانہ اپنے آپ کو آشنا دیکھے اور دشمن اپنے آپ کو دوست سمجھے۔ یعنی ان کے درمیان بالکل کوئی فرق نہ رہے۔ کیونکہ اطلاقی (عمومیت) خدا کی

طرف سے ہے اور قیود وحدود اس دنیا کی خاصیت ہیں۔ اس لئے انسان کو کوشش کرنی چاہئے کہ فضائل وکمالات اس سے ظاہر ہوں جن کا ہر ایک پر پرتو ڈالے۔ مثلاً آفتاب عالمتاب کے انوار تمام دنیا پر یہ توفگن ہیں اور بارانِ رحمتِ پروردگار تمام لوگوں پر برستا ہے۔ جان بخشنے والی نسیم ہر ذی روح کی پرورش کرتی ہے اور نعمتِ الٰہی تمام کائناتِ زندہ کو نصیب ہوتی ہے اسی طرح خدا کے بندوں کی محبت ومہربانی عام طور پر سب انسانوں پر ہونی چاہیئے۔ اس کے لئے کسی قسم کی قید یا تخصیص نہ ہونی چاہیئے۔ پس اے یارانِ مہربان۔ تمام قوموں۔ گروہوں اور

دینوں کے ساتھ کمال راستی ودوستی ووفاپرستی ومہربانی و خیرخواہی ودوستی کے ساتھ سلوک کرو تاکہ تمام جہانِ ہستی فیض سبحانی کے جام سے سرمست ہو اور نادانی ودشمنی بغض اور کینہ روی زمین سے زائل ہوجائے۔ بیگانگی کی تاریکی تمام فرقوں اور قبیلوں میں یگانگی کی روشنی سے بدل جائے۔ اگر دوسرے گروہ اور قومیں تم سے جفا کریں۔ تم وفا کرو۔ ظلم کریں۔ تم عدل کرنا۔ اگر تم سے پرہیز کریں تو تم انھیں اپنی طرف جذب کرنے کی کوشش کرنا۔ دشمنی کریں۔ تم دوستی کرنا۔ اگر تمھیں زہر دیں تم انھیں شہد دینا۔ اگر وہ تمھیں زخمی کریں تم انکے زخموں پر مرہم لگانا۔ مخلصین اور صادقین کی صفات ہیں ؎

کیا دُنیا کی حیاتِ جدید ممکن ہے؟

مسٹر نیل کنٹھ کے قلم سے

تمام دُنیا آگ کے شعلوں میں لپٹی ہوئی ہے۔ ان شعلوں کی شدت روز بروز بڑھ رہی ہے اور جس طرف سے شعلے گذرتے ہیں وہاں بربادی اور تباہی اپنے پیچھے چھوڑتے جاتے ہیں۔ دنیا کی حالت اس وقت ناگفتہ بہ ہے۔ تہذیب اپنے شاندار تخت سے گر رہی ہے۔ جدھر دیکھو مصیبت اور افلاس کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اس سے ایک بات تو آفتاب کی طرح روشن ہوجاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ موجودہ دنیا روح کے لحاظ سے بالکل دیوالیہ ہو رہی ہے۔ روحانی صفات سے بالکل عاری ہے اور یہ بیچ بھی ہے۔ ہم خود غرض اور بے رحم ہو رہے ہیں۔ ہم میں کوئی ایسی صفت نہیں جسے بجا طور پر انسانی صفت کہا جائے

ہمارے دلوں میں دھوکا۔ نفرت۔ بدلہ لینے کا جذبہ اور سخت دلی رچی ہوئی ہے۔ ان باتوں کو دیکھتے ہی ہمارے دلوں میں فوراً یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کیا کوئی ایسی چیز ہے جو دنیا کو اس بلائے عظیم سے بچا سکے؟ اس کا جواب آسان ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ اُسی حالت میں بچ سکتی ہے جب یہ دُنیا کے موجودہ نجات دہندہ کی تعلیمات کی پیروی کرے۔

ان تعلیمات میں سے ہم بعض کا مختصراً یہاں ذکر کرتے ہیں:-

(۱) **عالمگیر محبت**:- جنگ بلا روک بڑھتی جارہی ہے۔ لاکھوں ہی انسان ہر روز موت کے گھاٹ اُتارے جارہے ہیں۔ جنگجو اقوام انسانوں کو قتل کرکے لطف اٹھا رہی ہیں۔ یہ اس بات کا

نتیجہ ہے کہ ہم مادی طور پر بہت زیادہ ترقی کر گئے ہیں۔ مادی ترقی ہماری روحانی ترقی کی رکاوٹ ہوگئی ہے۔ اگر ہم اسی طرح مادیت میں بڑھتے گئے تو آخر کیا ہوگا؟ ہم سب گمنامی اور تاریکی کے گہرے غار میں جا گرینگے۔ ہمیں چاہیئے کہ اب جبکہ ہم نے اپنی مادی قوتوں کو اس قدر ترقی دے لی ہے ہم یہ قوتیں اپنی روحانی قوتوں کو ترقی دینے میں لگائیں اور مادی اور روحانی قوتوں کا موازنہ قائم کریں تاکہ ہم کامل ترقی پائیں۔ ہماری روح خود غرضی اور حرص کی گھٹاؤں میں چھپی ہوئی ہے۔ ان گھٹاؤں کو دور کریں تاکہ ہماری روح ہمدردی اور محبت کے انوار کو ظاہر کرے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم عالمگیر محبت کو اپنا نصب العین بنائیں اور دوست و دشمن کو آنکھوں سے نہیں بلکہ دل کی بصیرت سے دیکھیں۔

(۲) **وحدت عالم انسانی**:- ہمیں طرح طرح کے تعصبات کے روگ لگے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک قومی تعصب ہے۔ موجودہ جنگ اسی تعصب کا نتیجہ ہے۔ یہ جنگ اس وقت تک نہ بند ہوگی جب تک وحدت عالم انسانی ہم میں جلوہ گر نہ ہوگی۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم دنیا کو فقط ایک وطن کی طرح دیکھیں۔ جب یہ اصول بھی طرح ہم میں رائج ہوجائیگا تو جنگ خود بخود اٹھ جائیگی۔ صلح اکبر دنیا پر راج کریگی۔ مصیبت زدہ عالم انسان حیات جدید پائیگا۔ حضرت بہاءاللہ فرماتے ہیں "تم سب ایک ہی درخت کے پتے اور ایک ہی باغ کے پھل ہو"۔

(۳) **تمام دین یا دھرم خدا کی طرف سے ہیں**:- جب کبھی لوگ برادری اور محبت کا دم بھرنے لگتے ہیں تو جنگ کے حامی پکار اٹھتے ہیں "دھرم لٹ گیا" "دین مٹ گیا" یہ وہ لوگ فقط اپنی غرض کو پورا کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم بلا سوچے سمجھے ان کی پیروی نہ کریں۔ اگر کبھی اس قسم کا سوال اٹھے تو ہمیں چاہیئے کہ ہم عقل سے کام لیں۔ جب تمام دین خدا کی طرف سے ہیں جو نور اور روشنی ہے تو پھر دین کو کیا خطرہ ہوسکتا ہے۔ دینی تعصبات کو ترک کریں۔ سچائی کبھی آلودہ نہیں ہوتی۔ ہندوستان میں ہندو مسلمانوں کی لڑائیاں چھوٹے چھوٹے مذہبی جھگڑوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ اگر یہ جنگجو لوگ صرف اتنا سوچیں کہ سب دین دھرم خدا کی طرف سے ہیں تو ان کو پتہ لگ جائے کہ وہ کسی غیر کو نہیں بلکہ اپنے ہی بھائی کو قتل کر رہے ہیں۔ جوں جوں یہ حقیقت اُن پر واضح ہوگی محبت اور آپس کی ہمدردی بڑھتی جائے گی۔ دشمنی کا خاتمہ ہوجائیگا۔ اور اس بدقسمت ہندوستان میں صلح و امن کا راج ہوجائیگا۔

(۴) **اقتصادی مشکلات**۔ موجودہ اقتصادی انتظام یعنی استعماریت (کیپی ٹیلیزم) بہت برا ہے۔ موجودہ جنگ بھی اسی کا نتیجہ ہے۔ بیحساب دولت اور ذلیل افلاس دونوں موجود ہیں جب تک اس برے اور ظالمانہ انتظام کے نقائص دور نہ کئے جائینگے دنیا میں امن کیسے ہوسکتا ہے۔ حضرت بہاءاللہ نے ان نقائص کو دور کرنے کے لئے تعلیمات فرمائی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں "دولتمندوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی دولت سے کچھ دیں۔ ان کو لازم ہے کہ وہ لوگوں کی دلداری کریں اور ہمدردانہ افہام و تفہیم کی عادت ڈالیں اور ان بدنصیبوں کا خیال کریں جو ضروریات زندگی سے بھی محروم ہیں"۔

(۵) **عدل و انصاف کا قیام**۔ موجودہ دنیا میں عدل و انصاف مفقود ہیں۔ طرفداری شیوہ ہر خاص و عام ہے۔ حضرت بہاءاللہ دیگر مظاہر الٰہی کی مانند عدل کو قائم کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے عدل و انصاف کے قیام کو یقینی اور محکم بنانے کے لئے بیت العدل کی بنیاد رکھی۔ بیت العدل دنیا میں عدل و انصاف کو پھیلائے گا۔

یہ تمام باتیں تعلیمات بہائی میں موجود ہیں۔ میرا خیال ہے کہ

تھکی ماندی۔ توہمات کی ماری ہوئی۔ ظالم اور بے رحم دنیا اوپر لکھی تعلیمات کے ذریعہ حیاتِ تازہ پائے گی۔ گڑبڑی اور بدنظمی انتظام وترتیب سے بدل جائیگی۔ ناچاقی اور دشمنی کی تاریکی اتحاد و اتفاق کے نور سے کافور ہوجائے گی۔ زرد۔ بھوری۔ کالی۔ گوری سب قومیں ایک ساتھ مل کر رہیں گی۔ شہزوری وسینہ زوری کا زور نہ چلیگا حق وانصاف کا راج ہوگا۔ ظلم پیچ وتاب سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائیگا عدل کا دَور دَورہ ہوگا۔ محبت اور خیرخواہی ہمارے ہر کام کی محرک ہونگی۔ ہم زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کرینگے۔

ظہور اللہ ولقاء اللہ

ذاتِ غیب یہ قطعی طور پر مُسلّم ہے کہ خدا ذاتِ غیب ہے۔ اس مفہوم کے لئے خدا کا ایک نام الباطن ہے۔ اسی بات کو قرآن مجید میں یوں فرمایا ہے لایحیطون بہ علماً (طٰہٰ ع) کہ لوگوں کا علم وادراک خدا پر محیط نہیں ہوسکتا۔ لاتدرکہ الابصار (انعام) عقل وبصر اُسے پا نہیں سکتی ہیں۔ کتاب مبارک الیقان میں ارشاد ہے کہ "غیب ہویہ ذاتِ احدیہ بروز وظہور، صعود ونزول۔ دخول و خروج سے مقدس ہے۔ ہر وصف کرنے والے کے وصف سے برتر ہے ہر ایک سمجھنے والے کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ وہ ہمیشہ اپنی ذاتِ غیب میں تھا اور اب بھی ہے اور آئندہ بھی اپنی ہستی میں ہمیشہ ابصار و انظار سے پوشیدہ رہیگا۔ لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر (سورۃ الانعام) اُسے ابصار ادراک نہیں کرسکتیں وہ ابصار کو ادراک کرتا ہے۔ وہ لطیف وخبیر ہے"

"تمام انبیاء واصفیاء علماء عرفاء حکماء اس جوہر الجواہر کی معرفت تک نہ پہنچ سکنے کا اعتراف کرتے ہیں اور اس حقیقت الحقائق کے عرفان سے عاجز رہنے کا اقرار کرتے ہیں۔"

مظاہرِ قدرت خدا ذاتِ غیب ہے اور اُس کا نام الباطن ہے ساتھ ہی اُس کا نام الظاھر بھی ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ باطن ہوتے ہوئے بھی ظہور فرماتا ہے۔ اللہ نور السّمٰوات والارض (سورۃ نور) خدا تمام آسمان وزمین کی روشنی ہے۔

مظاہرِ عام

کتاب الیقان میں ارشاد ہے "آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب کچھ صفات واسماءِ الٰہی کا جلوہ گاہ ہے۔ چنانچہ ہر ذرّے میں اُس آفتاب حقیقی کی تجلی کے آثار ظاہر وہویدا ہیں۔" (الیقان)

مظاہرِ خاص

"تمام موجودات میں سے خاص طور پر انسان اس خلعت سے مخصوص اور اس شرف سے ممتاز ہوا ہے۔ چنانچہ تمام صفات واسمائے الٰہی انسانی مظاہر کے ذریعے اکمل واشرف طور پر نمودار ہیں" (الیقان) "انسان جو مخلوقات میں سب سے اشرف واکمل ہے۔ سب چیزوں سے زیادہ قدرتِ الٰہی پر دلالت کرتا ہے اور سب معلولات سے بڑھ کر خدا کی قدرت کا نشان ہے" (الیقان)

مظاہرِ اخص واعلیٰ

"اور انسانوں میں سب سے کامل، افضل اور لطیف ترین نمایندے

آفتاب حقیقت کے مظاہر ہیں۔" اور یہ قدسی ہیاکل اولین قدیم آئینے ہیں جو غیب الغیوب اور اس کے تمام اسماء وصفات۔ اس کے علم وقدرت اور سلطنت وعظمت۔ رحمت وحکمت وعزت وجود وکرم کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ تمام صفات ان جواہر احدیہ کے ذریعے ظاہر وہویدا ہوتی ہیں اور یہ صفات صرف چند پیغمبروں سے مخصوص نہیں بلکہ تمام مقرب پیغمبر اور مقدس اصفیاء ان صفات سے موصوف اور ان اسماء سے موسوم ہیں۔ نہایت یہ ہے کہ بعض پیغمبر بعض مراتب میں ظہور کے لحاظ سے بڑھ کر اور نور کے لحاظ سے برتر ہوتے ہیں جیسا کہ فرماتا ہے تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض (ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر فضیلت عطا کی ہے) (ایقان)

حضرت بہاء اللہ لوح تفسیر والشمس میں فرماتے ہیں:۔

"اسی طرح یہ بندہ تم کو نصیحت کرتا ہے۔ جس کے وجود کا ہر ایک عضو اور رگ رگ اس بات کی شاہد ہے کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں وہ ہمیشہ سے اپنی عظمت وجلال کی بلندی اور رفعت واجلال کی برتری میں ہے اور جن لوگوں کو اس نے حق وہدایت کے ساتھ بھیجا یہ لوگ اس کی مخلوق ہیں۔ اس کی وحی کے مشارق اور اس کے بندوں کے درمیان اس کے امر کے مطالع اور اس کے الہام کے سرچشمے ہیں۔ انھیں کے ذریعے اسرار ظاہر ہوئے اور شریعتیں قائم ہوئیں اور خداوند غالب و مختار کا امر روشن ہوا۔ کوئی معبود نہیں مگر وہی علیم وخبیر۔"

حضرت محمد بھی مطلع اسمائے حسنیٰ تھے | اسی لوح تفسیر والشمس میں حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں:۔

"درود وسلام اسمائے حسنیٰ وصفات علیا کے اس مطلع پر جس کے نام کے ہر حرف میں اسمائے حسنیٰ کے خزانے پوشیدہ ہیں اور اس کے ذریعے عالم غیب وشہود کے کل وجود آراستہ ہوئے جس کا نام ملکوت اسماء میں محمد رکھا گیا اور جبروت بقاء میں احمد کے نام سے موسوم ہوا۔"

تمام مظاہر الٰہی کی نسبت کتاب ایقان میں فرماتے ہیں کہ:۔

"یہ قدم کے آئینے اور ہویت کے مطالع اس آفتاب جود اور جوہر مقصود کی نمایندگی کرتے ہیں۔ مثلاً ان کا علم اس کے علم کا نمایندہ ہوتا ہے۔ ان کی قدرت اس کی قدرت کا نشان ہوتی ہے۔ ان کی سلطنت اس کی سلطنت کو ظاہر کرتی ہے۔ ان کا جمال اس کے جمال کا جلوہ دکھاتا ہے۔ ان کا ظہور اس کے ظہور سے ہی ہوتا ہے۔"

اور فرماتے ہیں:۔

"ان مقدس انوار کی ملاقات سے خدا کی ملاقات حاصل ہوتی ہے اور ان کے علم سے خدا کا علم اور ان کے چہرے سے خدا کا چہرہ" (ایقان)

پیغمبر کا مقام فنا از نفس وبقا باللہ

پیغمبر جو کچھ کرتا ہے خدا کے حکم سے کرتا ہے۔ ما کان لرسول ان یأتی بآیۃ الا باذن اللہ (رعدع) کسی رسول کو یہ اختیار نہیں کہ وہ کوئی آیت وحکم خدا کی اجازت کے بغیر دیسکے ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحیٌ یوحیٰ (سورہ نجم ع) پیغمبر اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتا۔ وحی الٰہی سے بولتا ہے۔ قل ان اتبع الا ما یوحیٰ الیّ (انعام ع) اے پیغمبر کہدے کہ میں تو صرف وحی الٰہی کی اطاعت کرتا ہوں۔ قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین (انعام ع) کہدے کہ میری نماز۔ میری قربانی۔ میرا جینا۔ میرا مرنا سب خدائے رب العلمین کے لیے ہی ہے۔ پیغمبر کا اپنے آپ کو خدا کے حضور فنا کرنے اور صرف تجلی الٰہی کے باقی رہنے کا بیان کلام الٰہی میں بکثرت ہے۔ اور یہ مقام فنا از نفس اور بقا باللہ کا مقام ہے۔ اور یہ کلمہ اگر ذکر ہوتا ہے تو نسبتی محض پر دلالت کرتا ہے۔ یہ مقام ایسا مقام ہے جس کی

بات کہا گیا ہے کہ میں اپنے لئے کسی نفع یا ضرر کا مالک ہوں اور نہ حیات و نشور کا۔" (روح ابن ذئب اردو ص۲۹)

حکم اللہ | خدا تعالیٰ فرماتا ہے ان الحکم الا للہ (انعام ع۷) ولا یشرک فی حکمہ احدا۔ (کہف ع۵) حکم کرنا صرف خدا کا حق ہے اور خدا اپنی حاکمیت میں کسی کو شریک نہیں بناتا۔ اس کے ساتھ ہی رسول کو حاکم بناتا ہوا فرماتا ہے فاحکم بینھم بما انزل اللہ (مائدہ ع۷) تو وحی خدا کے مطابق ان میں حکم کر۔" تو کیا خدا نے رسولوں کو شریک حکم بنالیا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اپنا محکوم اور خلق کا حاکم بنایا۔ یہ خدا کی حکومت کا ظہور ہے۔ جس کا مظہر اعلیٰ پیغمبر کو مقرر فرمایا۔ یہاں پیغمبر ذاتی لحاظ سے فنا کے مقام میں ہے اور خدا ہی حاکم ہے یعنی پیغمبر کا ذاتی حکم کچھ نہیں۔ جو کچھ ہے خدا کا حکم ہے۔ خدا سے الگ ہو کر تو رسول کا حکم ہی نہیں وجود بھی کچھ نہیں۔ کیونکہ کل شئی ھالک الا وجھہ ہر چیز فانی و نابود ہے۔ صرف جلوۂ الٰہی یا توجہ خداوندی مقام بقا میں ہے۔ اگر خدا کا جلوۂ قدرت نہ ہو تو کوئی چیز ہستی بھی نہیں رکھ سکتی۔ پس حقیقت میں حاکم صرف خدا ہے اور حاکمیت خدا ہی کا مقام ہے۔ اسی حاکم مطلق نے رسول کو خلق پر حاکم بنایا ہے۔ اسی بات کو نیابت یا مظہریت کہتے ہیں یعنی رسول حاکمیت الٰہیہ کا مظہر ہے۔ از خود کچھ نہیں۔ خدا نے ہی اسے اس مقام پر کھڑا کیا ہے۔

فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما (نساء ع۹) تیرے رب کی قسم۔ یہ لوگ ہرگز مومن نہیں ہو سکتے جب تک تجھے اپنے اختلافات میں حکم نہ بنالیں اور جو فیصلہ تو کر دے اسے کھلے دل سے قبول کر لیں اور بے چون و چرا تسلیم کر لیں۔ پس خداوند عالم نے پیغمبر کو واجب التسلیم حاکم و حکم مقرر فرمایا۔ یہی مظہریت ہے۔

قول رسول قول الٰہی | خداوند عالم اپنی وحی کو اپنا قول کہتا ہے قولہ الحق (انعام ع۷) لقد وصلنا لھم القول (قصص ع۵) اس کے ساتھ ہی اپنے قول و کلام کو رسول کا قول کہتا ہے۔ انہ لقول رسول کریم (حاقہ ع۱) یہ قرآن رسول کریم کا قول ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ کلام خدا نے فرمایا ہے۔ رسول کی زبانی ظاہر ہوا ہے تو اسے خدا کا قول کہئے یا رسول کا قول کہئے۔ اپنے اپنے مقام پر ہر ایک نسبت درست ہے۔ خدا کا قول اصل حقیقت کے لحاظ سے ہے اور رسول کا قول واسطہ ہونے کے لحاظ سے ہے۔ یعنی رسول خدا کی صفت کلام کا مظہر یا جلوہ گاہ ہے۔ جیسے زبان انسان کی صفت کلام کے لئے مظہر یا جلوہ گاہ ہے۔ اسی وجہ سے آدمی دونوں طرح کی عبارت استعمال کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میرا کہا مان لیجئے۔ یوں بھی کہتا ہے کہ میری زبان کا اعتبار کیجئے۔ ان دو نوں عبارتوں کا ایک ہی مدعا ہے۔ اور دونوں صحیح ہیں۔ قول کو خود اپنی طرف نسبت کیجئے یا زبان کی طرف نسبت کیجئے کوئی فرق نہیں۔ تمام قرآن لفظ قل سے بھرا پڑا ہے۔ قل یعنی اے پیغمبر کہدے اس اعتبار سے تمام قرآن قول رسول ہوا۔ اور اصل متکلم کے لحاظ سے قول خدا ہے۔ دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں۔ بلکہ اس سے اصل حاکم اور نائب مظہر اور مظہر کی حقیقت پر روشنی پڑتی ہے۔

فعل رسول فعل الٰہی | قرآن مجید میں فرماتا ہے ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (انفال ع۲) اے رسول! جب تو نے کنکریاں پھینکی تھیں تو تو نے نہ پھینکی تھیں۔ مگر خدا نے پھینکی تھیں"

یہاں صاف صاف فرماتا ہے کہ اے رسول! تو نے جو کنکریاں پھینکی تھیں وہ تو نے نہیں خدا نے پھینکی تھیں۔ اس عبارت سے یہ نہ خیال کرنا چاہئے کہ یہاں رسول خود خدا بتاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ مقصد یہی ہے کہ باوجودیکہ ظاہر میں خود رسول نے ہی کنکریاں پھینکی تھیں لیکن خدا اس فعل کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ کیونکہ اصل میں تو قوت الٰہیہ تھی جو رسول کے وجود میں کام کر رہی تھی۔ اس لئے

رسول کے وجود کو یہاں مقامِ فنا میں رکھا اور بقا باللہ کے لحاظ سے فعل رسول کو فعلِ خدا کہا۔ کیونکہ حقیقت میں قوت و قدرت تو خدا ہی کی تھی۔ جو رسول کے ہاتھوں ظاہر ہوتی۔ رسول تو صرف مظہر تھا۔ اسی نقطۂ نظر سے خدا نے رسول سے بیعت کرنے والوں کو خدا سے بیعت کرنے والا بتایا ہے۔ اور رسول کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم (فتح ع) اے رسول! جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں حقیقت یہی ہے کہ وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

اسی حقیقت کو روشن کرنے کے لئے چند آیاتِ قرآنی اور بھی لکھی جاتی ہیں :-

اصل	ترجمہ
(۱) ومن یطع اللہ ورسولہ (نساء ع۔ احزاب ع۔ فتح ع)	= جو اللہ اور رسول کی اطاعت کریگا۔
(۲) اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول (نساء ع۔ مائدہ ع۔ تغابن ع۔ نور ع)	= اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو
(۳) اطیعوا اللہ ورسولہ (انفال ع۔ مجادلہ ع)	= اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو
(۴) اطیعوا اللہ والرسول (آل عمران ع۔ ع)	= اللہ اور رسول کی اطاعت کرو
(۵) ومن یطع اللہ والرسول (نساء ع)	= جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا۔
(۶) ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ (نساء ع)	= جو کوئی رسول کی اطاعت کرتا ہے۔ وہی اللہ کا فرمانبردار ہے۔
(۷) ومن یعص اللہ ورسولہ (نساء ع۔ احزاب ع۔ جن ع)	= جو اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان ہو
(۸) استجیبوا للہ وللرسول (انفال ع۳)	= اللہ اور رسول کی بات مانو۔
(۹) الذین استجابوا للہ وللرسول (آل عمران ۱۸)	= جو لوگ اللہ اور رسول کی بات مانتے ہیں۔
(۱۰) فردوہ الی اللہ والرسول (نساء ع)	= تو اسے اللہ اور رسول کے سامنے پیش کرو۔
(۱۱) قل الانفال للہ والرسول (انفال ع)	= کہدے مال غنیمت اللہ کا ہے اور رسول کا۔
(۱۲) للہ العزۃ ولرسولہ (منافقون ع)	= عزت اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی۔
(۱۳) ما حرم اللہ ورسولہ (توبہ ع)	= جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کر دیا ہے۔
(۱۴) ما اٰتٰھما اللہ ورسولہ (توبہ ع)	= جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے انھیں دیا۔
(۱۵) سیؤتینا اللہ من فضلہ ورسولہ (توبہ ع)	= ہمیں خدا اپنے فضل سے اور اس کا رسول دے گا۔
(۱۶) واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ (توبہ ع)	= اللہ اور اس کا رسول زیادہ حقدار ہے کہ اسے خوش کیا جائے۔
(۱۷) اغنٰھم اللہ ورسولہ من فضلہ (توبہ ع)	= اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے انھیں مالدار بنا دیا۔
(۱۸) اذا قضی اللہ ورسولہ امرا (احزاب ع)	= جب خدا اور اس کا رسول کسی امر کا فیصلہ کر دے۔
(۱۹) ومن یتول اللہ ورسولہ (مائدہ ع)	= جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرے۔
(۲۰) الذین یحاربون اللہ و رسولہ (مائدہ ع)	= جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں۔
(۲۱) شاقوا اللہ ورسولہ (انفال ع۔ حشر ع۲)	= اللہ اور اس کے رسول کی انھوں نے مخالفت کی۔

(۲۳) من یحادد اللہ ورسولہ ۔ جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی جھگڑا (توبہ ع) کرے

(۲۳) لمن حارب اللہ ورسولہ ۔ اس شخص کے لئے جو اللہ اور اس کے رسول (احزاب ع) سے عداوت کرے۔

(۲۴) ان کنتن تردن اللہ ۔ اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو چاہتی ہو ورسولہ (احزاب ع)

(۲۵) ان الذین یؤذون اللہ ۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا ورسولہ (احزاب ع) دیتے ہیں۔

(۲۶) من حاد اللہ ورسولہ جس نے اللہ اور اس کے رسول سے (مجادلہ ع) عداوت کی۔

(۲۷) ینصرون اللہ ورسولہ ۔ مومن اللہ اور رسول کی مدد کرتے ہیں (حشر ع)

(۲۸) مھاجرا الی اللہ ورسولہ ۔ جو کوئی اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی (نساء ع) طرف ہجرت کر کے نکلے۔

(۲۹) لاتقدموا بین یدی اللہ ۔ مومنو! اللہ اور رسول کے آگے مت ورسولہ (حجرات ع) چلو۔

(۳۰) فاذا جاء رسولھم قضی ۔ جب ان کا رسول آجاتا ہے ان میں بینھم (یونس ع) فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔

(۳۱) وما ارسلنا من رسول ۔ ہم نے ہر رسول کو اسی لئے بھیجا کہ خدا الا لیطاع باذن اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

ان تمام آیاتِ مبارکہ میں خدا اور رسول کی نسبت کتنے الفاظ ہیں جن میں خدا اور رسول کو ایک ساتھ ذکر فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ ان امور میں خدا اور رسول کی یگانگت ہے۔ مثلاً کتنی ہی آیتوں میں خدا اور رسول کی اطاعت کو ساتھ ساتھ ذکر کیا ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ خدا کی اطاعت رسول کی اطاعت میں ہی مضمر ہے۔ یا یوں کہئے کہ رسول کی اطاعت کوئی الگ چیز نہیں۔ وہ صرف خدا کی ہی اطاعت ہے مگر چونکہ اطاعت کا تمام دستور العمل رسول کے ذریعے ہی انسان کو ملتا ہے اس لئے رسول کا ذکر بھی ہے۔ ورنہ اصل میں اطاعت تو صرف خدا کی ہے۔ اب بار بار اطاعتِ رسول کا حکم دینا کیا یہ معنی رکھتا ہے کہ خدا اپنے ساتھ رسول کو بھی شریک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ مقصد یہی ہے کہ خدا کی اطاعت کا ظہور اب خدا کے مظہر پیغمبر کی اطاعت میں ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (آل عمران ع) اے رسول کہدے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو۔ خدا تم سے محبت کریگا۔ اسی حقیقت کو یوں ظاہر فرمایا کہ تمام معاملات خدا اور رسول کے سامنے پیش کرو۔ روشن ہے کہ بندوں کے سامنے تو صرف رسول تھا۔ اس کے حضور میں معاملات کو پیش کرنا ہی خدا کے حضور میں پیش کرنا تھا۔

اسی طرح خدا اور رسول کی خوشنودی حاصل کرنے کا حکم ہے اور عجیب بات ہے کہ اس آیت میں یوں فرمایا ہے کہ خدا اور رسول اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کو خوش کیا جائے۔ "ان یرضوہ" اس کو راضی کیا جائے۔ اسمیں ضمیر مفرد رکھکر خدا اور رسول کی یگانگت ظاہر فرمادی۔ اس نظر سے خدا اور رسول الگ الگ نہیں۔

اسی طرح فرمایا کہ اللہ اور رسول کا فیصلہ ایک ہی ہے۔ یعنی فیصلہ تو اصل میں خدا ہی کا ہے مگر وہ رسول کے ذریعے ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ فرمانا کہ جو لوگ اللہ اور رسول کو ایذا دیتے ہیں خدا رسول کی یگانگت کا اعلان ہے کہ اس آیت میں رسول کو ایذا دینا خدا کو ایذا دینا قرار دیا ہے۔ خدا تو اس بات سے منزہ و مقدس ہے کہ اسے کوئی ایذا دے سکے تو پھر یہ کہنا کہ جو اللہ کو ایذا دیتے ہیں یہی معنی رکھتا ہے کہ رسول کو ایذا دینا اللہ کو ایذا دینا ہے۔ اسی طرح ساتھ ساتھ بہت سی باتوں کو ملا کر خدا اور رسول کی یگانگت کو بتایا۔ مثلاً یہ فرمانا کہ اللہ اور رسول کے آگے مت چلو، بھلا اللہ کہاں

چلتا ہوا دکھائی دیا۔ جس کے آگے لوگ چل سکتے۔ البتہ رسول زمین پر چلتے تھے تو خدا نے لوگوں کو ادب سکھایا کہ رسول کے آگے مت چلو۔ پیچھے رہو۔ اور اس بات کو یوں کہا کہ اللہ اور رسول کے آگے مت چلو۔ تو بین یدی اللہ کا مظاہرہ بین یدی رسول اللہ میں ہوا۔ مگر اس طرح ملا کر فرمایا کہ اللہ اور رسول کے آگے مت چلو۔ یعنی مظہر کی بے ادبی کرنا مُظہِر یعنی خدا کی بے ادبی ہے۔

ان آیات پر خوب غور کیجیے تو آپ کو اچھی طرح معلوم ہو جائیگا کہ رسول کی حیثیت اپنے ذاتی وجود کے اعتبار سے مقام فنا میں ہے اور مظہرِ حق ہونے کے اعتبار سے مقامِ بقا میں ہے۔ یہ کیفیت ہر ظہورِ حق میں نمودار ہوتی رہی ہے۔ اب حضرت بہاء اللہ کے زمانۂ ظہور میں یہ کیفیتِ فنا فی اللہ اور بقا باللہ نہایت ہی عظیم پیرائے میں ظاہر ہوئی۔ یہاں تک کہ فرماتے ہیں۔ آج خدا کا دن ہے۔ ہمیں سوائے خدا کے کسی کا ذکر بھی نہیں ہوتا۔ آفتابِ الوہیت کی کرنوں نے تمام اسماء و القاب کو ہی سوخت کر دیا ہے۔ اور جیسے چودھویں کے چاند کی روشنی میں تارے ماند پڑ جاتے ہیں۔ الفاظ نبی و رسول اس تجلی اعظم میں محو ہیں۔ یہی راز تھا جو پیغمبروں نے کہا تھا کہ خود خدا آئیگا اور خدا نے بار بار فرمایا تھا کہ میں آؤنگا اور بندے خدا کے پاس حاضر ہونگے۔

بندوں کا خدا کے پاس آنا

(۱) من اتی اللہ بقلب سلیم (شعراء ع) جو کوئی تندرست دل لیکر خدا کے پاس آئیگا (۲) حتّٰی اذا جاءنا (زخرف ۴) یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آتا ہے۔ (۳) لقد جئتمونا کما خلقنٰکم اوّل مرّۃ (کہف ۷)، تم ہمارے پاس آئے ہو جیسا کہ ہم نے تمھیں پہلی بار بنایا تھا۔ (۴) من یأت ربّہ مجرمًا (طٰہٰ ۷) جو اپنے رب کے پاس مجرم بن کر آئیگا (۵) ومن یأتہ مؤمنا (طٰہٰ ۷) اور جو اس کے پاس مومن بنکر آئیگا (۶) لقد جئتمونا فرادیٰ کما خلقنٰکم اوّل مرّۃ (انفال) تم تنہا تنہا ہمارے پاس آئے ہو جیسا ہم نے پہلی بار تمھیں بنایا تھا۔ (۷) وکلّھم اٰتیہ یوم القیٰمۃ فردًا (مریم ع) اور سب لوگ قیامت کے دن خدا کے پاس تنہا آئینگے۔ (۹) اسمع بھم وابصر یوم یأتوننا (مریم ع) کس قدر سنتے اور دیکھتے ہونگے جس دن ہمارے پاس آئینگے۔ (۱۰) یوم نحشر المتقین الی الرحمٰن وفدًا (مریم ع) جس دن ہم پرہیزگاروں کو بارگاہِ رحمٰن میں وارد کرینگے۔ (۱۱) یوم یقوم الناس لربّ العٰلمین (تطفیف) جس دن لوگ ربّ العٰلمین کے حضور کھڑے ہونگے۔

خدا کا بندوں کے پاس آنا

(۱) فاتی اللہ بنیانھم من القواعد (نحل ع) خدا ان کی عمارتوں میں آگیا (۲) وجاء ربّک (فجر ع) اور تیرا پروردگار آئیگا (۳) ولقد جئتناھم بکتاب ( ) اور ہم ان کے پاس کتاب لیکر آئے ہیں (۴) جئنا من کلّ امّۃ بشھید (نساء ع) اور ہر جماعت میں سے گواہ لے کر ہم آئینگے (۵) جئنا بک علیٰ ھٰؤلاء شھیدا (نساء ع) اور ان پر ہم تجھے گواہ لے کر آئینگے (۶) ھل ینظرون الّا ان یأتیھم اللہ (بقرہ ۲۸) یہ لوگ یہی انتظار کرتے ہیں کہ خدا ان کے پاس آجائے (۷) ھل ینظرون الّا ان یأتی ربّک (انعام ع) یہی انتظار کرتے ہیں کہ تیرا پروردگار آجائے (۸) وجوہٌ یومئذٍ ناظرۃٌ الیٰ ربّھا ناظرۃ (قیامۃ) بہت سے چہرے اس دن تر و تازہ ہونگے اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوں گے۔

ان تمام آیاتِ مبارکہ میں بندوں کا خدا کے پاس آنا تصریح سے مذکور ہے۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ ان آیات کا مفہوم کیا ہے۔ خدا کا بندوں کے پاس اور بندوں کا خدا کے پاس آنا کیا معنی رکھتا ہے۔ اگر نقلِ مکانی کے

طور پر خدا بندوں کے پاس آتا ہے تو ظاہر ہے یہ خدا کے لئے جسم و محدودیت کا اثبات ہے۔ اسی طرح بندوں کا خدا کے پاس جانا اگر اس طرح ہے کہ بندے کہیں سے چل کر کہیں دوسری جگہ جاکر خدا کے پاس پہنچتے ہیں تو بھی وہی تجسم کا اعتقاد پیدا ہوتا ہے۔ اگر خدا ہر جگہ موجود اور ہر جگہ حاضر ناظر ہے تو پھر بندوں کا خدا کے پاس جانا کیا بات ہوئی؟ خدا کو کسی دور جگہ عرش پر سمجھکر خیال کیا جاتا ہے کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام آسمانوں کا سفر طے کرکے خدا کے پاس پہنچے تھے اور پھر حضرت موسیٰ کے سمجھانے پر بار بار لوٹ کر خدا کے پاس گئے۔ سو اگر قرآن خدا کو مجسم و محدود بتاتا ہے تو یہ باتیں صحیح ہوسکتی ہیں ورنہ بالکل خلافِ حقیقت ہیں۔ اور اگر قرآن خدا کو مجسم و محدود نہیں کہتا تو پھر خدا کا بندوں کے پاس آنا یا بندوں کا خدا کے پاس جانا کچھ اور حقیقت رکھتا ہے جسے معقول رنگ میں سمجھنے کی ضرورت ہے کہ یہ عقلِ سلیم کے خلاف ہو اور نہ مسلماتِ قرآن کے خلاف ہو۔ اب سمجھئے کہ بندوں کا خدا کے پاس جانا یہ ہے کہ انسان کے دل سے پردے ہٹ جائیں اور وہ چشمِ بصیرت سے رحمت یا قہرِ الٰہی کی تجلی دیکھ لے۔ اس طرح وہ اپنے آپ کو حضورِ خداوندی میں مشاہدہ کرے۔ یہ کیفیت زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی انسانوں کو حسبِ حالات پیش آتی رہتی ہے۔ لیکن اس حقیقت کا سب سے بڑا ظہور اس وقت ہوتا ہے جبکہ خدا تعالیٰ اپنی تجلی اعظم کسی پیغمبر یا مظہرِ ظہور کے ذریعے دنیا میں ظاہر فرماتا ہے۔ سب سے بڑی رحمت کا وقت یہی ہوتا ہے جو ابدی رحمت ساتھ لاتا ہے۔ اور یہی قہر کا بڑا وقت ہوتا ہے کہ تمام قہر اسی سے نمودار ہوتے ہیں۔ جو کوئی مظہرِ ظہورِ الٰہی کے ذریعے چشمِ حق بیں سے جلوۂ الٰہی دیکھتا ہے اس سے بڑھکر کوئی بصیر اور خوش نصیب نہیں اور جو کوئی اس آفتابِ ظہور کو نہیں دیکھ سکتا وہ ہمیشہ کے لئے دیدِ حق سے محروم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مظہرِ ظہور ہی وہ بابِ رحمت ہے جس کے ذریعے انسان نعیمِ ابدی اور عرفانِ الٰہی کی جنت میں داخل ہوتا ہے اور اس سے باہر رہ کر ہلاکت و ظلمت میں گرفتار ہوتا ہے۔ آیاتِ مذکورہ میں کس قدر وضاحت اور کس قدر صراحت سے بیان فرمادیا ہے کہ قیامت کے دن خدا اپنے بندوں کے پاس آئیگا اور بندے خدا کے پاس آئینگے۔ جیسے کلامِ الٰہی پیغمبر کی زبان سے ہی ظاہر ہوتا ہے یعنی پیغمبر کے ذریعے خدا اپنے بندوں سے باتیں کرتا ہے یونہی پیغمبر کے ذریعے خدا بندوں سے ملتا ہے اور بندے خدا سے ملتے ہیں یہ حقیقت ہر پیغمبر کے وقت نمودار ہوتی رہی اور ہر پیغمبر کا زمانۂ ظہور، قیامت کا دن تھا۔ مگر ساتھ ہی ہر پیغمبر نے بڑے زور سے بشارت دی تھی کہ بڑی قیامت آنیوالی ہے جس میں خدا اپنے بندوں سے ملے گا۔ اُن سے باتیں کریگا اور انھیں اپنے پاس بُلائے گا۔ اور بندے خدا کے پاس جائینگے۔ اور اس سے مُلاقات کرینگے۔ اس بیان کی حقیقت وہی ہے جو ذکر کیگئی ہے کہ پیغمبر یا مظہرِ الٰہی کے ذریعے یہ ملاقات حاصل ہوتی ہے۔ اب وہ قیامت کبریٰ اپنے وقت پر آگئی اور مظہرِ ظہور نے صُور پھونک دیا۔ ندائے الٰہی بلند کردی۔ اہلِ بصیرت جمالِ حق دیکھنے لگے اور ہمارے آنکھوں والے چکا چوندھ میں پڑے ہوئے ہیں اور حیرت سے آنکھیں مل رہے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں صاف صاف فرمایا تھا کہ بہت سے لوگ اُس دن اپنے رب کا جلوہ دیکھینگے اور بہت سے اہلِ حجاب دیدارِ حق سے محجوب و محروم رہینگے۔

آیاتِ لقاء

"خدائے واحد شاہد ہے کہ لقاء سے بڑھ کر کوئی بات اور اس سے زیادہ صریح تر کوئی ذکر قرآن میں نہیں ہے"۔ (الیقان)

(۱) الذین یظنون انھم ملاقوا ربھم وانھم الیہ راجعون (البقرہ ع) جو لوگ یقین رکھتے تھے کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ (۲) واتقوا اللہ واعلموا انکم ملاقوہ (البقرہ ع) اور خدا سے ڈرو اور یقین کرو کہ تم اس سے ملنے والے ہو (۳) قد خسر الذین کذبوا بلقآء اللہ (انعام ع) جن لوگوں نے خدا کی ملاقات کا

انکار کر دیا ہے وہ سراسر خسارے میں پڑ گئے۔ (۴) ثم اٰتینا موسی الکتاب تماما علی الذی احسن وتفصیلا لکل شیٔ وھدی ورحمۃ لعلھم بلقاء ربھم یومنون (انعام ع۱۹) پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی نیکوکار پر اپنی نعمت پوری کرنے کو اور ہر چیز کی تفصیل اور ہدایت و رحمت۔ تاکہ وہ لوگ اپنے پروردگار کی ملاقات پر ایمان رکھیں (۵) ان الذین لایرجون لقاءنا ورضوا بالحیوۃ الدنیا و اطمانوا بھا والذین ھم عن اٰیاتنا غٰفلون اولئک مأوٰھم النار بما کانوا یکسبون (یونس ع۱) جو لوگ ہماری ملاقات کی آرزو نہیں رکھتے اور سفلی زندگی میں مگن اور مطمئن ہیں اور جو ہماری آیات سے غافل ہیں ان کے اعمال کی وجہ سے ان کا ٹھکانا آگ ہے۔ (۶) یوم یحشرھم کان لم یلبثوا الا ساعۃ من النھار یتعارفون بینھم قد خسر الذین کذبوا بلقاء اللہ وما کانوا مھتدین (یونس ع۷) جس دن خدا انھیں جمع کرے گا گویا وہ دن کی ایک گھڑی ٹھہرے۔ آپس میں تعارف حاصل کرتے ہونگے۔ جن لوگوں نے خدا کی ملاقات کو جھوٹ بات بتایا وہ خسارے میں پڑ گئے ہیں اور ہدایت یافتہ نہیں۔ (۷) وما انا بطارد الذین اٰمنوا انھم ملاقوا ربھم ولکنی اراکم قوما تجھلون (ہود ع۴) اور نوح نے کہا کہ میں ایمانداروں کو اپنے پاس سے ہٹانے والا نہیں۔ وہ تو اپنے رب سے ملنے والے ہیں۔ لیکن میں دیکھتا ہوں تم نادان قوم ہو۔ (۸) یدبر الامر یفصل الایات لعلکم بلقاء ربکم توقنون (رعد ع۱) خدا امر کی تدبیر۔ آیات کی تفصیل کر رہا ہے تاکہ تم اپنے رب کی لقاء کا یقین کرو۔ (۹) الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا۔ اولئک الذین کفروا بایٰت ربھم ولقائہ فحبطت اعمالھم فلا نقیم لھم یوم القیٰمۃ وزنا (کہف ع۱۰) جن لوگوں کی تمام کوشش دنیاوی زندگی میں محو ہوگئی اور اس خیال میں مگن ہیں کہ ہم تو بہترین ہنرمند اور دستکار ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے پروردگار کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کر دیا ہے۔ سو اُن کے کام ضائع ہوگئے۔ ہم قیامت کے دن اُن کیلئے کوئی وزن قائم نہیں کرینگے۔ (۱۰) وقال الذین لایرجون لقاءنا لولا انزل علینا الملائکۃ او نری ربنا۔ لقد استکبروا فی انفسھم وعتوا عتوا کبیرا (فرقان ع۲) اور جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے انھوں نے کہا کہ ہم پر فرشتے کیوں نہ اُترے یا ہم خود اپنے رب کو کیوں نہیں دیکھ لیتے۔ یہ لوگ اپنے جی میں بڑے بنتے ہیں اور بڑی سرکشی کر رہے ہیں (۱۱) من کان یرجوا لقاء اللہ فان اجل اللہ لاٰت وھو السمیع العلیم (عنکبوت ع۶) جو کوئی لقائے الٰہی کی آرزو رکھتا ہے تو خدا کا مقررہ وقت یقیناً آرہا ہے (۱۲) والذین کفروا بایات اللہ ولقائہ اولئک یئسوا من رحمتی واولئک لھم عذاب الیم۔ (عنکبوت ع۶) جو لوگ خدا کی آیات اور اس کی ملاقات سے منکر ہیں وہ میری رحمت سے مایوس ہو چکے ہیں اور انھیں عذاب الیم ہے۔ (۱۳) ان کثیرا من الناس بلقاء ربھم لکفرون (روم۔ ع۱) اور اکثر لوگ اپنے رب کی لقاء سے منکر ہیں۔ (۱۴) وقالوا اذا ضللنا فی الارض ءانا لفی خلق جدید بل ھم بلقاء ربھم لکفرون (السجدہ ع۱) اور انھوں نے کہا کہ جب ہم پستی میں گم ہو چکے ہیں تو اب کیا ہم نئی پیدائش میں ہونگے۔ بلکہ یہ لوگ اپنے رب کی لقاء سے منکر ہیں۔ (۱۵) الا انھم فی مریۃ من لقاء ربھم الا انہ بکل شیٔ محیط (حم السجدہ ع۶) خبردار یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات سے شک و شبہ میں ہیں۔ خوب سمجھ لو کہ خدا تو ہر چیز پر محیط ہے (۱۶) یا ایھا الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملاقیہ (الانشقاق) اے انسان! تو اپنے رب کی طرف جانے کی نہایت جدوجہد کر رہا ہے۔ سو آخر تو اس سے ملاقات کریگا۔"

حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں "تمام کتب الٰہی میں وعدۂ لقاء

صریحاً تھا اور ہے اور اس لقاء سے مراد حق جل جلالہٗ کے مشرق آیات اور مطلع بینات اور مظہر اسمائے حسنیٰ اور مصدر صفات علیا کی لقاء ہے حق بذاتِ خود و بنفسِ خود غیبِ منیع لایدرک ہے۔ پس لقاء سے مراد اس نفس کی لقاء ہے جو بندوں کے درمیان خدا کا قائم مقام ہے"

(لوح ابن ذئب اردو ص۱۵)

مشرقِ وحی۔ مطلع امر۔ مامور بالنداء۔ مظہرِ الٰہی۔ مقامِ تجلی۔ مرکزِ لقاء

ان اول ما کتب اللہ علی العباد عرفان مشراق وحیہ ومطلع امرہ الذی کان مقام نفسہ فی عالم الامر والخلق (کتاب اقدس ص۱)

خدا نے سب سے پہلا کام جو بندوں پر فرض کیا ہے یہی ہے کہ خدا کے مشرقِ وحی اور مطلعِ امر کو شناخت کیا جائے جو عالمِ امر و خلق میں خدا کا قائم مقام ہے۔

.....

لیس لمطلع الامر شریک فی العصمۃ الکبریٰ انہ لمظہر یفعل ما یشآء فی ملکوت الانشآء۔ (اقدس ص۱۵)

عصمتِ کبریٰ میں مطلعِ امر کا کوئی شریک نہیں۔ یہ مطلعِ امر عالمِ ہستی میں یفعل مایشاء یعنی خدا کے اختیارِ مطلق کا مظہر ہوتا ہے۔

.....

قل ھذا المطلع الوحی و مشرق الاشراق الذی بہ اشرقت الآفاق لو انتم تعلمون (کتاب اقدس ص۱)

کہدے کہ یہ (بہاءاللہ) مطلعِ وحی اور مشرقِ اشراق ہے۔ جس سے تمام آفاق روشن ہو گئے ہیں۔ کاش تمھیں اس حقیقت کا علم ہو۔

.....

ما ھذا الناس وخذ ما الی بہ مطلع وحی ربک (مجموعہ اقدس ص۸۱)

لوگوں کی باتوں کو چھوڑ دے اور تیرے پروردگار کا مطلعِ وحی جو کچھ لایا ہے اُسے تھام لے۔

یا محمد قبل علی یذکرک المظلوم فی السجن الاعظم لیقربک الی اللہ مولی العالم الذی ظہر بمظہر نفسہ و مشراق آیاتہ ان ربک لھو المقتدر القدیر۔ (مجموعہ اقدس ص۸۵)

اے محمد علی! سجنِ اعظم میں مظلوم تجھے یاد کر رہا ہے تاکہ وہ تجھے اُس مالکِ جہان کے قریب کر دے جو اپنے مظہرِ نفس اور مشرقِ آیات کے ذریعے ظاہر ہوا ہے۔ یقیناً تیرا رب قدرت و اقتدار کا مالک ہے۔

تاللہ کنت نائما ایقظتنی بید ارادۃ ربک الرحمن وامرنی بالندآء بین الارض والسماء لیس ھذا من عندی لو انتم تعرفون۔ (مجموعہ اقدس ص۱۰۵)

خدا کی قسم میں سویا ہوا تھا۔ تمھارے پروردگار رحمٰن کے ارادے کے ہاتھ نے مجھے جگا دیا۔ اور مجھے آسمان و زمین کے درمیان ندا بلند کرنے کا حکم دیا۔ یہ کارروائی میری طرف سے نہیں ہے۔ کاش اس حقیقت کو شناخت کرتے۔

قد اخذ المختار من کفی زمام الاختیار واقامنی کیف شآء وانطقنی کیف آراد انہ ھو المقتدر علی مایشاء بقولہ کن فیکون (مجموعہ اقدس ص۱۰۶)

خدائے مختار نے میرے ہاتھ سے زمامِ اختیار لے لی اور جیسے چاہا مجھے برپا کر دیا۔ اور جس طرح چاہا مجھ سے کلام کرایا۔ یقیناً وہ مالک اقتدار ہے اپنے "زمان کن فیکون" سے جو کچھ چاہے کر سکتا ہے۔

قل الا یری فی الکلمۃ اکلا مکلمھا ولا فی التجلی اکلا الاجال المجلی ولا فی التنزیل اکلا المنزل المھیمن علی ما خلق بقولہ کن فیکون (مجموعہ اقدس ص۱۲۵)

کہدے کلمہ کے اندر اُس کا متکلم یعنی بولنے والا ہی دکھائی دیتا ہے اور تجلی میں تجلی یعنی جلوہ گر ہونے والا ہی نظر آتا ہے اور تنزیلِ وحی میں نازل کرنے والا ہی دیکھتا ہے جو اپنے "زمان کن فیکون" سے بنائی ہوئی تمام

لوحِ مبارک

بسم اللہ الاقدس الاعظم الاکبر الاعز الاجل الاکرم الافرد الاوحد

المتعالی المُمتنع العزیزُ المنیع

یا نبیل قبل علی علیک بہائی وذکری وثنائی طوبیٰ لک بما حضرت لدی الوجہ وسمعت نداء ربک رب العٰلمین وفزت بما اراد لک انہٗ لہو الحاکم علیٰ ما یرید یا نبیل قد حبس الغلام وارتفع نعیب الغراب سوف تسمعہٗ من اکثر البلاد اذا سمعت ولِّ وجہک شطر اللہ المقدس العزیز المحبوب قل وجہت وجہی الیک یا من توجہت الیک افئدۃ الاصفیاء ولاحت بک وجوہ المرسلین اشہد انک کنت مستویاً علیٰ عرش التوحید لیس لک ند فی الابداع ولا شبہٗ فی الاختراع من یدعی بعدک امراً انہٗ من المفترین قل یا قوم تمسکوا بہذا الحبل المتین انا نہیناکم عن الاوہام وامرناکم بالتوجہ الی سلطان الغیب والشہود الذی اشرق من افق الاقتدار انتم اتبعتم اہوائکم وتمسکتم باوہامکم انفسکم ظننتم ربکم غافلاً عنکم لا ونفسی عندی علم ما کان وما یکون یشہد بذالک من عرف نفسی وقرأ ما نزل من لدن علیم خبیر انا داریا مع العباد علیٰ شان ظنوا ما ظنوا الا انہم من الغافلین. قل ایاکم ان تشرکوا باللہ بامسی ارتفعت اعلام التوحید وظہرت آیات التجرید انہٗ لہو الفرد الواحد المقتدر القدیر ای نبیل علم حق بمقامی است که بعضی از عباد خود را عالم و عاقل و حق را غافل شمرده اند هذا خسران مبین حرکت نمی کند شئی مگر باذن و ارادۂ او و خطور نمینماید در قلوب امری مگر آنکه حق باو محیط و عالم و خبیر است بسا از نفوس که ارتکاب نمودند آنچه را که منہی بوده و مع علم بآن

از حق جل فضلہٗ اظہار عنایت و مکرمت برحسب ظاہر مشاہدہ نمودہ اند و اینفقرہ را حمل بر عدم احاطہ علمیہ الٰہیہ کردہ اند غافل از انکہ اسم ستارم ہتک استار را دوست نداشتہ ورحمت سابقہ حجبات خلق را ندریدہ ای علی لعمری اسم غفارم سبب لتویق عقاب بودہ واسم وہابم علت تاخیر عذاب تفصیل اینظہور اعظم ذکر نشدہ الاعلیٰ قدر معلوم ناس اگر در مانزل فی البیان درست تفکر نمایند برشحی از طمطام این بحر مرزوق خواہند شد انچہ تاکیدات کہ در اقرار عباد از سماء ارادہ مالک ایجاد در بیان نازل شدہ نظر بآن بودہ کہ شجرہ ربانیہ و سدرہ الٰہیہ و قرۃ العین ظہورات صمدانیہ را مشہود وموجود ملاحظہ میفرمودند والا بکلمۃ از انچہ نازل شدہ تکلم نمیفرمودند در اینمقام بیان رحمن را بالمشافہ استماع نمودی متوہمین بسیارند وہر یک بوہمی مبتلیٰ شدہ اند ناس را نہ موہوم منع نمودیم کہ بسلطان شہود تمسک جویند بعضی باوہامات نفسانیہ خود تمسک جستہ وتشبث نمودہ اند درمیہ وہم سائرند وخود را از اہل مکاشفہ دانستہ اند ودر مغازۂ غفلت ماشیند وخود را از فارسان میادین شہود شمردہ اند لعمری انہم من المتوہمین انہم من الہائمین انہم من الغافلین انہم من الصاغرین وانچہ را کہ صبیان ادراک نمودہ اند ہنوز بآن نرسیدہ اند حیہ کہ ہر صبیی عالم است براینکہ اگر ہر روز ظہوری ظاہر نشود اوامر الٰہیہ واحکام ربانیہ مابین بریۃ معطل ومعوق وبی نفاذ خواہد ماند بگو ای قوم اگر ہویٰ شمارا از مشرق ہدیٰ منع نمود اقلاً از انصاف تجاوز ننمائید اگر نفسی فی الجملہ منصف باشد ہرگز بکلمۃ کہ سبب تفریق ناس واختلاف احباب شود تکلم نمینماید بلکہ بتمام ہمت و قدرت در ارتفاع اسم اعظم سعی بلیغ وجہد منیع مبذول میدارد لعمری ہم راقدون لوترا ہم بعینی لتجدہم من المیتین درحین مہاجرت از عراق اکثری از عباد را اخبار نمودیم بما ظہر ولظہر چنانچہ اگر الواح مترلہ قرأت شود کل تصدیق مینمایند انچہ را کہ در این لوح از قلم صادق امین جاری شدہ قل یا قوم لوترید ون ماء الحیوان تالله انہ قد جری باسمہ الاعلیٰ الابہیٰ طوبیٰ للشاربین ولوترید ون الافتدار انہ اشرق من افق۔ تعالیٰ ربکم ورب العلمین لوترید ون الآیات انها ملأت الآفاق خافوا ولاتکونن من المتوہمین لوترید ون البینات انہا بکینونتہا قد ظہرت وظہرت

فی کل یوم من ھذا الافق المبین۔ قل ان اجذبوا العباد بھذا الاسم الذی بہ ظھرت الصیحۃ وحققت الساعۃ واخذت الزلازل کل القبائل وانفطرت السماء وانشقت الارض ونسفت الجبال وظھر ما نزل فی الواح اللہ المقتدر الملک العزیز العظیم من یدعی سقاماً وجذباً و ولھاً وشوقا بغیر ھذا الاسم انہ من الاخسرین ولو یتکلم بکل البیان او یفجر الانھار من الاحجار ویسخر الاریاح ویمطر السحاب کذلک نزل الامر فی ھذہ اللیلۃ المبارکۃ التی ینطق فیھا لسان القدم باسمہ الاعظم وجری کوثر البیان من فم ربک الرحمن اذا قرئت قم ثم ارفع یدیک قل لک الحمد یا الٰہ من فی السموات والارضین ای نبیل بنصائح مشفقانہ ومواعظ حسنہ از قبل این مسجون احبا را تکبیر بلیغ منیع برسانید وبگویید الیوم یوم نصرت امر اللہ است بحکمت وبیان ناظر باصل امر باشید واز دونش معرض کہ شاید سبب ہدایت واجتماع امم بر شاطی بحر اعظم گردید ہیچ فضلی باین فضل معادلہ ننموده ونمی نماید ظہور قلم وبشر جمالم جمیع بیان را در این ظہور اعظم معلق بکلمۂ بلیٰ فرموده وکلمۂ از سماء مشیتش نازل نشد مگر آنکہ ازان کلمہ نفحۂ قمیص حبم استنشاق شده ومیشود ناس را از انکار بالمرہ نہی فرموده اند وحال آنکہ مدعیان کذبہ بسیار مشاہدہ میشوند و در ہر وقت بوده وخواہند بود واحدے تفکر در این ننموده کہ آیا سبب چیست وعلت چہ کہ جمیعرا امر فرموده اند کہ در آن یوم ببیان ومانزل فیہ از جمال قدم محجوب نمانند طوبیٰ للعارفین طوبیٰ للمتفرسین طوبیٰ للمتوسمین۔ طوبیٰ للفائزین لعمری این نبوده مگر آنکہ مشاہدہ میفرمودند کہ لسان قدم در قلب عالم انہ لا الٰہ الا انا ناطق است اگر در بحور این بیان تفکر نمایند وتفحص کنند بر علت تاکیدات لانہایہ کہ در بیان از قلم امر نازل شده مطلع میشوند عرفان این مقام مفتاح علوم حق است بر کل لازم است جہد نمایند کہ شاید بآن فائز گردند وببینین کامل شہادت دہند قد ظہر محبوب العلمین بگو ای منصفین الیوم یومی نیست کہ باوہام النفس خود ناس را متوہم نمایید واز شاطی احدیہ محروم کنند الیوم یومی است کہ باین اسم اعظم ما بین امم ندا نمایند سخر وا العالم بہذا الاسم الممتنع المنیع۔ امنیت حق وذکر حق وبیان حق ونیست بعد ازو مگر گمراہی آشکار انشاء اللہ باید بکمال خلق تبلیغ فرمایید ومحاربہ وفساد جمیعاً در این ظہور اعظم نہی شده ھذا من

فضله علی الامم ولکن الناس اکثرهم لا یفقهون بگو ای عباد امر الله را لعب صبیان مشمرید و از احاطهٔ علمیهٔ الهیه غافل مباشید جمیع بوجه منیر ولسان صادق وقلب پاک واستقامت تمام وامانت صرف وتقدیس بحت وتنزیه بات مابین بریه مشهود باشید وبذکر وثنای حق ناطق کمر خدمت محکم نمائید که شاید در غرهٔ عین ایام الله بخدمتی فائز گردید ومرتکب لئوی امور یرا که ضرش بر شما وعباد الله وارد شود سبب هدایت باشید قولاً وفعلاً این است نصح اعظم که از قلم قدم جاری شده چندین سنه حمل بلایا ورزایا نمودیم تا آنکه امر الله مابین سواه مرتفع وظاهر شد حال سبب تضییع آن مشوید وذیل مقدس را بطین اوهام النفس غافله میالائید فوالذی اقامنی مقامهٔ لمن فی السموات والارض که آنی ملاحظهٔ خود را ننمودیم لم یزل ولا یزال طرف الهی بافق امر متوجه نظر بعزت امر ذلت کبری را قبول نمودیم وما اردت نفسی بل لنفس الله لو کنتم من العارفین وما اردت امری بل امر الله لو کنتم من المنصفین وعمری امرهٔ امری وامری امرهٔ طوبی للعارفین ولکن از برای حق نفوسی است که ندای ما سواه را طنین ذباب دانند ومن فی العالم را معدوم مشاهده نمایند واز شطر قدم ومنظر اکبر نظر باز ندارند ایشانند اهل بهاء وساکنین فلک حمراء علیهم ذکر الله وثنائه وثناء الملأ الاعلی۔ ای سبیل قبل علی بعضی از ناس لبیاربی انصاف مشاهده میشوند درحین بحبتانی مشاهده نما وقتی در عراق بین پدری حاضر ودر امر نقطهٔ اولی روح ماسوله فداه شبهاتی براو وارد چنانچه ملقاء وجه معروض داشت وجواب بالمواجه از لسان مظهر احدیه استماع نمود واز جمله اعتراضاتیکه بر نقطهٔ اولی نموده آنکه آنحضرت در جمیع کتب منزله حروف حی را باوصاف لاتحصی وصف نموده اند ومن یکی از نفوس محسوبم وبنفس خود عارف ومشاهده مینمایم که ابداً قابل این اوصاف نبوده ونیستم لنفس اوصاف سبب ریب وشبهه او شده وغافل از انکه زارع مقصودش سقایهٔ گندم است ولکن زوان بالتبع سقایه میشود جمیع اوصاف نقطهٔ بیان راجعست باذل من آمن وعدهٔ معدودات حسن واشال او بالتبع بماء بیان واوصاف رحمن فائز شده اند واین مقام باقی تا اقبال باقی واآ باهل مقر

راجع انیست کہ میفرماید بسا از اعلیٰ شجرۂ اثبات در ظہور نیر اعظم از ادنیٰ شجرۂ نفی محسوب میشوند الامر بید اللہ انہ لہو الحکیم العلیم اوصاف حضرت نظر بآن بوده کہ این نفوس برحسب ظاہر بکلمۂ بلیٰ فائز شدند ولکن جمیع را تصریحاً معلق ومنوط باین ظہور اعظم فرموده اند ان رأیتہ ذکرہ من قبلی لعلک تجدہٗ من الراجعین الیٰ اللہ الذی خلق کل شیٔ بامرہ من عندہٖ انہٗ ولی المقبلین قل ان الصف یا عبد تا للہ لو تنصف وتتفکر فیما نزل فی البیان لتصیح بامی وثنائی بین العالمین۔ مخصوص میفرماید ببیان ومانزل فی البیان وحروفات بیان از مظہر رحمن محتجب نمانید چہ کہ کل بیان ورقہ ایست از ان رضوان حقیقی درامر نقطۂ اولیٰ ہم مستقیم نبوده ہمیشہ مضطرب ومتزلزل مشاہدہ میشده عسی اللہ ان یعرفہٗ مطلع امرہ ولیتوبہٗ الیہ انہٗ علیٰ کل شیٔ قدیر مخصوص در بیان بحروفات حیّ خطاباتے فرموده اند کہ اگر عارف بآن شوند البتہ خود را ہلاک نمایند کہ مبادا کلمۂ از مصدر الوہیتہ نازل شود کہ رائحۂ عدم رضا درحق ایشان استشمام گردد بگو ای حسن تفکر لتعرف لعلک تجد الی المحبوب سبیلا براو لازم کتاب بدیع کہ باسم یکی از احباب از مطلع بیان رب الارباب نازل شده بسیار ملاحظہ نماید لعلہٗ یتخذ المقصود لنفسہٖ محبوبا۔ عجبست کہ بحرفی از بیان فائز نشده اند و تفکر در تاکیدات لاتحصیٰ کہ از معین مسلم اعلیٰ جاری شده منموده اند لعمری لو یتفکرون لیعرفون میفرماید اگر نفسی بیک آیہ ظاہر شود ابدًا تکذیب او نکنید واگر ادعا نماید نفسی من غیر برہان تعرض ننمائید این بسی واضح ومشہود است چون طلعت احدیہ مطلع ظہورات عزّ صمدانیہ را مشہود ملاحظہ میفرمودند وعالم بآن بودند کہ احدے جز آن طلعت قدم قادر بر نداء نخواہد بود لذا کل را تربیت فرمودند کہ بر این شریعہ جمع شوند و بشانی در آیات منزلہ تاکید فرموده اند کہ از برای احدی مجال توقف واعتراض باقی نمانده والّا ابدًا باشال این کلمات تکلم نمی فرمودند چنانچہ حال قلم قدم واسم اعظم میفرماید اگر نفسی بکل آیات ظاہر شود قبل از اتمام الف سنہ کاملہ کہ ہر سنۂ آن دوازده ماہ بما نزل فی الفرقان ونوزده شہر

بما نزل فی البیان کہ ہر شہرے نوزدہ یوم مذکور است ابداً تصدیق منمائید۔ دریکی از الواح
نازل مَن یدعی امراً قبل اتمام الف سنۃٍ کاملۃٍ انہٗ کذابٌ مفتر نسئل اللہ ان یؤیدہٗ علی الرجوع
ان تاب انّ ربک لہو التواب وان اصر علیٰ ما قال یبعث علیہ من لا یرحمہ انّ ربک شدید العقاب
چہ کہ ضرّ این نفوس بحقیقتِ شجرۂ ربانیہ راجع وسببِ اختلاف وجدال ونزاع وتزلزل قلوب ضعیفہ
وعدمِ استقرارِ امر ما بین بریہ بودہ وخواہند بود فاسئل اللہ ان یغفرہم انفسہم ویؤیدہم علیٰ ما اراد
انّ ربک لہو الغفور الرحیم بگو امر اللہ را لغو مدانید ای صاحبانِ ذائقہ بحرِ عذب فرات
در امواج بملحِ اُجاج قانع مشوید در بیاناتِ رحمانی تفکر نمائید وببصرِ حدید در آن نظر کنید
کہ شاید برشحی از بحرِ معانی کہ در بیان مستور است فائز شوید ودر این فجرِ روحانی خود
وعباد را از ہبوبِ ارياحِ قمیصِ رحمانی محروم ننمائید قسم بساذجِ قدم ان البہاء ینوح علیکم
ویبکی لکم وما اراد لنفسہ شیئاً وقبل ضرّ من علی الارض کلہا لخلاصکم و
نجاتکم وانتباہکم الی اللہ العزیز الحمید کذلک القینا علیک
لتبلغ امر مولیٰک بالحکمۃ والبیان انہٗ یؤیدک وانہٗ
لہو المستعان والبہاء علیک وعلیٰ ابنک و
علی الذین یسمعون قولک فی امر ربک
العزیز المنان

ابونہ سالیانہ چہار روپیہ للعیہ

بحضور ابونہ داران پیامبر عرض میشود کہ بقصویب
محفل مقدس روحانی ملی ابونہ سالیانہ پیامبر کہ قبلاً
سہ روپیہ بود حالا چہار روپیہ معین شدہ ہست۔
(مدیر)

نطقِ مبارک

شب محفل عظیم و مجلس مہمی در انجمن تیاسفیہای نیویورک بود و خطابۂ مبارکہ از قدمت سلطنت الٰہیہ و عدم انقطاع فیوضات مخصوصۂ ربانیہ کہ ہمیشہ حق بودہ و خواہد بود و در خلق فیوضات رحمانیہ او ہمیشہ نلق مستفیض و موجود و از انوارِ مظاہر فضل وجودش مستنیر و منور سنۃ اللہ التی قد خلت من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلاً و لا تحویلاً۔ و صورت خطابۂ مبارکہ در آن مجلس امنیست (۴ر دسمبر ۱۹۱۱ء)

ھو اللہ

نفوسیکہ خبراز عالمِ حقیقت و تتبع در کائنات ندارند اکتشافِ حقائق نتوانند و تحزی حقیقت ننمایند آن نفوس نظری سطحی دارند۔ جہل محتمند و تقلید محض آنچہ از آباد شنیدہ اند بآن معتقدند ابداً از خود نہ دانش و ہوش دارند و نہ چشم و گوش اعتماد بر حکایات و روایات نمایند و بر حسب افکار اجدادِ خویش رفتار کنند و ہمچو گمان نمایند کہ سلطنت الٰہیہ حادث است چنین اعتقاد دارند کہ این عالم وجود شش ہزار سالہ یا ہشت ہزار سالہ است و پیشتر خدا خلقی و سلطنتی نداشتہ اگر چنین باشد نعوذ باللہ الوہیت حادث است نہ قدیم و حال آنکہ مادام خدا بودہ خلق ہم داشتہ مادام نور بودہ مستنیر ہم بودہ زیرا بدون مستنیر نور ظہور ندارد و بدونِ خلق خالقی ثبوت نشود الوہیت مقتضی خلق است۔ رازق باید مرزوق داشتہ باشد۔ تصور الوہیت بدون مخلوقات و کائنات مثل اینست کہ تصور سلطنتی بدونِ کشور و لشکر نمائیم۔ پادشاہ لابد کشور دارد آیا ممکن است شخصی پادشاہ باشد بدونِ مملکت و رعیت؟ این مستحیل است اگر وقتی بودہ کہ نہ لشکری بودہ و نہ کشوری چگونہ میتوان گفت پادشاہی بودہ پس لابد خلق داشتہ و در این صورت چنانچہ حقیقتِ الوہیت اول و آخری ندارد خلق او نیز اول و آخری نداشتہ و نخواہد داشت ہمیشہ خدا خالق و رازق بودہ ہمیشہ مربی بودہ وقتی نبودہ کہ صفاتِ الوہیت و ربوبیت معطل بودہ باشد ابداً تعطیل جائز نہ این خورشید بشعاع و حرارتش آفتاب است اگر تصور کنیم کہ وقتی آفتاب شعاع و حرارت نداشتہ باشد

باید گوئیم از اصل آفتابی نبود که مادام شعاع و حرارت نداشته شمس نبوده همین طور اگر گوئیم وقتی خدا خلق نداشته مرزوق نداشته باید گوئیم خلاق نبود که و این انکار قدمت دلیل بر حدوث ربوبیت است این واضحست که این کائنات نامتناهی این کارخانه قدرت این فضای غیر متناهی و این اجسام عظیمه شش هفت هزار سال نیست خیلی قدیمست اما اینکه در تورات ذکر شش هزار سال است این معنی دارد بظاهر نیست زیرا میفرماید خدا در هفت روز آسمان و زمین را خلق فرمود با آنکه قبل از خلق آسمان و زمین آفتابی نبوده شرق و غربی وجود نداشته چگونه بدون آفتاب روز تحقق یابد پس معنی دیگر دارد. مقصد اینست که سلطنت الٰهیه قدیم است نه حادث همیشه خلق داشته کشور و لشکر داشته و خواهد داشت لهذا فیض الٰهی و تجلیات او مستمر است انقطاعی ندارد چنانچه برای شعاع و حرارت آفتاب انقطاعی نیست همچنین مظاهر مقدسهٔ الٰهیه که مطالع فیوضات ربانیه اند همیشه بوده و هستند و آن مظاهر مقدسه بجهت چه ظاهر میشوند حکمت و نتیجهٔ ظهورشان اینست که در عالم انسانی صورت و مثال الٰهی ظاهر شود زیرا که حقیقت عالم انسانی حائز دو صورت است و دارای دو جنبه یکی صورت و مثال الٰهی است و ثانی جهت جسمانی و جنبهٔ شیطانی چه که غیر از جسم انسان را حقیقتی است که آن را قالب مثالی یا صورت و خلقت ملکوتی گویند در حینیکه انسان می گوید من دیدم من گفتم آن کیست که می گوید من دیدم واضح است که او غیر از جسم است وقتیکه فکر می کند مثل اینست که با خود مشورت مینماید معلوم است حقیقت ثانویه هست که با او مشورت می کند جسم نیست که با انسان رای میدهد که این کار را بکنم یا نه مضرتش چیست و فوائدش چه چه بسیار میشود که انسان در امری اراده قطعی مینماید و بعد باندک تأمل و فکر از آن امر منصرف میشود چرا بجهت اینست که با حقیقتی مشورت کرده و بکلفت مضرت آن امر شده لهذا از آن منصرف گشته از این گذشته در عالم رؤیا انسان سیری کند و حال آنکه جسم اینجاست اما روح سائر در شرق و غرب دنیا آنکه سیری می کند کیست حقیقت ثانویه است شخص مرده است جسمش زیر خاک است ولی روح انسان با او در خواب سوال و جواب مینماید آن کیست که انسان با او سوال و جواب می کند او حقیقت ثانویه است پس در انسان غیر از جسم حقیقت دیگر است مثلاً جسد ضعیف میشود اما آن حقیقت بر حالت واحد است جسم فربه میشود و حقیقت بر حال واحد ماند جسد ناقص شود و حقیقت بر حالت اولیه مشاهده شود جسم انسان در خواب مثل مرده است ولی آن حقیقت در سیر و حرکت است ادراک دارد گفتگو مینماید و اکتشاف امور می کند آن حقیقت قالب مثالی است و هیکل ملکوتی نه جسم عنصری که کاشف حقائق است و مدرک اشیا. اکتشاف علوم و فنون و صنائع میکند قوهٔ بدنیه و سائر قوی را تسخیر مینماید و با شرق و غرب عالم در آن واحد مخابره می کند واضح است که این جسم و جسد نیست اگر جسد بود با میتی در حیوان هم نمونه این

کمالات باشد زیرا حیوان با انسان در جمیع قوی مشترک است پس آن قوۃ حقیقت ثانویہ ای است کہ کاشف حقائق اشیاء است محیط بر کائنات است واقف اسرار است ہادی ملکوت است در سیر اہل ناسوت آن حقیقت است کہ انسان را از حیوان ممتاز نماید لکن این حقیقت ما بین عالم الٰہی و رتبہ حیوانی است۔ اگر قوۃ ملکوتیہ غلبہ نماید حقیقت انسانیہ اشرف مخلوقات شود و دارای صورت و مثال الٰہی گردد و اگر جہت حیوانیہ غالب آید از حیوان پست تر شود چہ کہ حالات و شئونات حیوانیہ در انسان ظہورش بیشتر و مضرتش شدید تر است مثل غضب و شہوت و منازعہ بقا۔ جنگ و جدال۔ خدعہ و تزویر حرص وسع از نقائص عالم انسانی و خصائص عالم حیوانی است مثلاً مانند روباہ انسان بے تربیت مکار است در حیوان حرص است در انسان ہم ہست در حیوان تعدی و شہوت است در انسان ہم ہست زیرا حقیقت انسانیہ جامع است لذا انچہ در حیوان است ظہورش در انسان اشد است و آن مقتضیات عالم طبیعت است و ظلمات نقائص کہ سبب ذلت کبریٰ است و بلیۂ عظمیٰ و از جہت دیگر در انسان کمالات و فیوضات الٰہی است کہ سبب سعادت سرمدی است و مایۂ عزت ابدی مانند عدل و وفا صدق و صفا حکمت و تقیٰ رحم و مروت محبت و مودت رفعت و معرفت کہ بسبب این کمالات انسان احاطہ بحقائق اشیاء نماید و کشف اسرار کند پس حقیقت انسانیہ بین ظلمت و نور است و دارای سہ صورت صورت ملکوتی صورت انسانی و صورت طبیعی۔ صورت طبیعی ظلمت اندر ظلمت است و مایۂ زحمت و ذلت و سبب نزاع و جدال و حرب و قتال۔ اما صورت ملکوتی کہ منتہا رتبہ عالم انسانیست نور علیٰ نور است و وسیلہ حصول سعادت عظمیٰ و مراتب صلح و صلاح و عز و علا مظاہر مقدسہ الٰہیہ بجہت این ظاہر شدند کہ ظلمات عالم حیوانی را بانوار صفات ملکوتی زائل فرمایند و نقائص عالم طبیعت را بکمالات الٰہیہ مبدل کنند تا جہت ملکوتی غالب آید و صورت و مثال الٰہی در عالم انسانی جلوہ نماید نورانیت الٰہی و فضائل رحمانی ظاہر شود پس این مطالع مقدسہ مربی عالم وجودند و معلم عالم انسانی نفوس بشری را از ظلمات ضلالت و غفلت و نواقص و رذائل عالم طبیعت نجات دہند و بفضائل و فضائل روحانیہ دلالت کنند جاہلند عالم گردند حیوانند انسان شوند۔ درندہ اند فرشتہ گردند ظالم و متکبرند عادل و خاضع شوند تا انسان زمینی آسمانی شود ناسوتی ملکوتی گردد طفل رضیع مقام بلوغ یابد فقیر و ذلیل غنی و عزیز شود خلاصہ اگر ظہور مظاہر مقدسہ نبود جمیع بشر در صقع حیوان بودند بلکہ پست تر البتہ اگر اطفال بشر تربیت نشوند در مدارس داخل نگردند بدون مربی جاہل و نادان مانند وگر تلال و جبال بحال طبیعی گذارده شود منگل و آجام گردد اثمار آبدار ببار نیارد و فواکہ طیبہ ندہد اما چون در تحت تربیت باغبان در آید ازہار و اثمار لطیفہ دہد فیض و برکت کلیہ حاصل نماید پس عالم خلقت بمقتضای طبیعت جنگل و خارزار است و مظاہر مقدسہ باغبان الٰہی و مربی عالم انسانی کہ بتربیت عالم وجود پردازند

تا اشجار نفوس سرسبز و خرم ماند لطافت و نظافت یابد و اثمار طیبه دهد سبب زینت حدائق حقائق انسانیه گردد لهذا این فیض الهی و تربیت ربانی مستمر است نمی شود که این فیض عظیم منقطع گردد و این جلوهٔ رحمانی تمام شود شمس حقیقت همیشه در غروب باشد غروبی که آن را طلوعی در پی نباشد. رحمانی که او را حیاتی از عقب نیاید آیا این سزاوار عالم الهی و شمس حقیقت است که در غروب ابدی ماند. و از تربیت عالم وجود ممنوع؟ لا والله وجود شمس برای افاضه است چگونه غروب دائمی نماید فیض او انقطاع جوید بلکه فیض او مستمر است آفتابش همیشه طالع است و آثارش دائم و ظاهر نسیمش مدام در مرور است و الطاف و مواهبش در بروز و ظهور لهذا باید همیشه منتظر و امیدوار بود و متوجه ملکوت فیوضات پروردگار که بظهور مظاهر مقدسه عالم بشر فیض جلیل اکبر باید جهان جهان دیگر شود و عالم امکان غبطهٔ جنت و رضوان گردد اما ظهور مظاهر الهیه باید بأکمل صورت باشد و با اعظم شئون و کمالات ظاهر شود یعنی با قوتی الهی و نفوذی آسمانی تا ممتاز از سائرین باشد و در جمیع صفات و آثار اولی و اقدم مثل اینکه آفتاب از جمیع ستاره ها ممتاز است هر چند در مقام خود کواکب و نجوم نیز روشنند و در لیالی درخشنده اما شمس را تابش دیگر است و تأثیر اتش بر تر باید مظهر فیض الهی نیز چنین باشد تا ثابت شود که معلم الهی است و مربی عالم انسانی شمس حقیقت است اعظم تجلی است و اول جلوهٔ آسمانی تابش و تأثیر اتش بذات خود است نه اکتساب از نفوس بشری و الا باید بگوئیم کمالاتش مأخوذ از سائرین است چگونه میشود شخصی را که دیگران تربیت کنند او مربی عالم انسانی شود مظهر فیض الهی باید مستقل باشد نه مستفل مربی باشد نه مربوب کامل باشد نه ناقص غنی از ماسواه باشد نه محتاج تربیت اهل دنیا جامع جمیع کمالات باشد نه محدود و محصور تا بتواند نوع بشر را تربیت کند ظلمات جهل و نادانی را زائل نماید بقوهٔ الهیه عالم را عالم دیگر نماید صلح عمومی را ترویج کند وحدت عالم انسانی را مروج باشد ادیان مختلفه را متحد سازد لهذا امید چنان است که الطاف و مواهب ربانی ظهوری شدید یابد انوار شمس حقیقت دیده های ما را روشن کند دلها را نورانی نماید ارواح را مستبشر سازد همم عالیه بخشد و حیات ابدیه دهد تا بمنتهی رتبهٔ عالم انسانی نائل گردیم من نُه ماه است در امریکا در اغلب شهرها در کنائس و مجامع علمی صحبت کرده ام نفوس را بوحدت عالم انسانی متذکر نموده جمیع را بالعنت و یگانگی نوع انسان خوانده ام فی الحقیقه نهایت رعایت را از اهالی امریکا دیدم الحق ملت امریکا ملت نجیبه است استعداد هر کمالی دارد و تحری حقیقت نماید و حال عزم حرکت دارم فردا میروم لذا خداحافظی می کنم. دائم برای شما تائیدات آسمانی ملتمسم و عزت ملکوتی و حیات ابدی میخواهم تا بمنتهی مقامات عالم انسانی رسید و نهایت ممنونیت را از شما ها دارم هیچوقت شما را فراموش نخواهم کرد بلکه همیشه بدرگاه الهی تضرع و زاری نمایم و شما را توفیق روحانی و برکت و فیض آسمانی جویم. انتهی

(بدائع الآثار جلد اول صـ۴۰۵)

ماہنامہ

پیامبر

جلد سوم — ستمبر سنہ ۱۹۴۲ء — نمبر نہم

برادرانِ روحانی :

تحیاتِ محبت ۔ تائیدِ الٰہی شاملِ حال ہو

ہزار ہزار شکر کہ خداوند عالم نے ہمیں اپنے امر مبارک سے فائز فرمایا۔ اور خدمتِ امر کی توفیق عطا فرمائی۔ "پیامبر" منادیِ امر اللہ ہے۔ آپ اُسے شوق اور محبت کے ہاتھوں میں لیتے ہیں اور چشمِ بصیرت سے پڑھتے ہیں۔

سنہ ۱۹۴۲ء کا اعانہ اپنے اپنے مقام کے خزینہ دار محفل مقدس روحانی کی خدمت میں پہنچا دیجئے۔ وہ تمام اعانات جمع کر کے "جناب آقای اسفندیار بختیاری خزینہ دار محفل مقدس روحانی ملی کارنر ہاؤس پرمڈی روڈ کیمپ کراچی" کو ارسال فرما دینگے۔ جہاں محفل نہیں وہاں کے احباب اپنا اپنا اعانہ براہ راست اسی پتہ پر کراچی بھیجدیں۔ یاد رہے کہ پیامبر کی سالانہ قیمت اب تین روپیہ کی بجائے چار روپئے ہے۔ لہٰذا چار روپے کا منی آرڈر بھیجنا چاہیئے۔ منی آرڈر کوپن میں تصریح فرما دیجئے کہ "پیامبر کی قیمت ہے"

پادشاہانِ زمین

حضرت ولیِ امراللہ شوقی ربانی کی کتاب "آمدیومِ موعود" سے ترجمہ

سلسلہ کے لئے دیکھو پیامبر ماہ اپریل ۱۹۴۲ء

اس کے علاوہ کتابِ اقدس میں قسطنطنیہ کے لئے یہ سخت خطاب موجود ہے :-

اے وہ جگہ جو دو سمندروں کے کناروں پر واقع ہے ! میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ظلم کی کُرسی تجھ پر بچھائی گئی ہے اور نفرت و دُشمنی کی آگ تیرے سینے میں بھڑک اُٹھی ہے۔ اس حد تک کہ ملأ اعلیٰ اور طائفین عرشِ معلّٰی رونے اور آہ وزاری کرنے لگے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ نادان تجھ میں عقلمند پر حکومت کر رہا ہے۔ اور تاریکی روشنی کے خلاف لاف زنی کر رہی ہے۔ اور تو کھلے غرور سے مخمور ہے۔ کیا تجھے تیری ظاہری شان وشوکت نے مغرور بنا دیا ہے ؟ اُس کی قسم جو تمام نوعِ انسان کا پروردگار ہے وہ دن دور نہیں جب تیری یہ شان وشوکت خاک میں مِل جائے گی۔ اور تیری بیٹیاں اور تیری بیوائیں اور وہ تمام لوگ جو تیرے اندر آباد ہیں آہ وبکا کرینگے۔ اس طرح تجھے علیم وحکیم خداوند خبر دیتا ہے۔

ناصرالدین شاہ کے متعلق لوحِ سلطان میں جو عکّا سے انھیں بھیجی گئی تھی اور جو حضرت بہاءاللہ کا کسی ایک بادشاہ کے نام سب سے لمبا مکتوب ہے، فرمایا ہے :-

"اے پادشاہ ! میں بھی خدا تعالیٰ کے معمولی بندوں کی طرح اُس کا ایک بندہ تھا اور راحت کے بستر پر آرام سے سویا ہوا تھا کہ یکایک خدا کی نسیمِ لُطف مجھ پر ہو کر گذری اور جو کچھ ابتدائے آفرینش سے اب تک ظہور میں آیا اُس کا اُس نے مجھے عِلم دیا۔ یہ بات میری طرف سے نہیں ہے بلکہ اُسی غالب باخبر کی طرف سے ہے۔ اُسی نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں دنیا میں اُس کے نام کی مُنادی کروں۔ اس حکم کی بجاآوری میں مجھے وہ وہ مصیبتیں جھیلنی پڑیں کہ انھیں دیکھکر حق ناآگاہ لوگوں کی آنکھیں آنسو بہاتی ہیں۔ میں نے نہ وہ علوم پڑھے ہیں جو لوگوں میں مروج ہیں اور نہ میں کبھی کسی مدرسہ میں داخل ہوا۔ جس شہر میں میرا مقام تھا۔ آپ وہاں کے باشندوں سے دریافت کر لیجئے آپ کو ثابت ہو جائے گا کہ میں ہرگز جھوٹا نہیں ہوں۔ یہ (میرا بدن) ایک پُتلا ہے جسکو تیرے اُسی پروردگار نے حرکت دی ہے جو سب پر غالب اور ہر طرح قابلِ تعریف ہے۔ کیا تیز اور تند ہواؤں کے

جھونکوں کے سامنے ایک پتا کبھی ٹھہر سکتا ہے؟ نہیں اسماء وصفات کے مالک کی قسم ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ ہوائیں جس طرف اور جس طرح چاہیں گی اُسے اُڑائے پھرینگی۔ قدیم کے سامنے فانی چیز کا وجود نہیں۔ اسی کا حکم آیا جو کسی طرح ٹل نہیں سکتا اور اسی نے مجھے جہان والوں میں اپنے ذکر کے ساتھ گویا گیا۔ میں اس کے حکم کے آگے بے اختیار ہوں۔ تیرا پروردگار جو نہایت مہربان۔ رحم والا ہے اسی کے ارادہ کے ہاتھ نے مجھے جدھر چاہا پھیر دیا کیا کسی شخص کو یہ جرأت ہوسکتی ہے کہ وہ اپنی طرف سے ایسی باتیں اپنی زبان سے نکالے جن کو سنتے ہی خدا کے تمام اعلیٰ اور ادنیٰ بندے اُس پر اعتراض کی بوچھاڑ کرنے لگیں اور ہر ایک اس کی مزاحمت کرے؟ قسم ہے اُس ذاتِ پاک کی جس نے قلم کو عالمِ قدم کے اسرار تعلیم فرمائے ایسی باتیں بجز اُس شخص کے جو خدائے قادر ومقتدر کی طرف سے مؤید ہو اور کوئی اپنی زبان سے نہیں نکال سکتا "قلم اعلیٰ" مجھے مخاطب کرکے ارشاد فرماتا ہے کہ تو بے خوف وخطر اور بے دھڑک ہوکر اپنی سرگذشت حضرت سلطان سے بیان کر۔ بیشک اُس کا دل تیرے پروردگار رحمٰن کی چٹکی میں ہے شاید عدل واحسان کا آفتاب اُس کے مشرقِ دل سے طلوع ہو۔ اس خدا کی طرف سے جو بڑی حکمت والا ہے مجھے ایسا ہی حکم ملا ہے جو کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتا۔

کہدے کہ اے بادشاہ! اس غلام کی طرف عدل وانصاف کی نظر ڈال۔ پھر اُن مصائب کے بارہ میں جو اُس پر پڑی ہیں حق حق فیصلہ کر۔ خدا تعالیٰ نے تجھے مخلوق کے لئے اپنا سایۂ رحمت بنایا ہے اور اہل دنیا کے لئے تیری ہستی کو اپنی قدرت کا نشان قرار دیا ہے۔ تو ہمارے اور اُن لوگوں کے درمیان فیصلہ کر جنھوں نے بغیر کسی کھلی دلیل اور روشن کتاب کے ہم پر ظلم کیا۔ واقعی بات یہ ہے کہ تیرے اہل دربار اور عملہ محض اپنی ذاتی اغراض کی وجہ سے تجھ سے محبت رکھتے ہیں۔ مگر یہ غلام خاص تیرے ہی فائدہ کے لئے تجھ سے محبت رکھتا ہے۔ اس کا بجز اس کے اور کوئی مقصد نہیں کہ وہ تجھے لطف وکرم کے قریب پہنچادے اور عدل کی راہِ راست کی طرف تیرا رُخ پھیر دے اور میرے اس قول کا گواہ تیرا پروردگار ہے۔ اے بادشاہ! اگر تو قلم اعلیٰ کی روانی کی آواز اور بقائی قمری کا نغمہ جو وہ خالقِ زمین وآسمان وموجدِ اسماء کے ذکر وثناء میں سدرۃ المنتہیٰ کی شاخوں پر بول رہی ہے سُن لے تو یہ آواز تجھکو ایسے اونچے مقام پر پہنچادے کہ وہاں تجلیِ معبود کے سوا تجھے کوئی دوسری چیز نظر نہ آئے اور تو اپنے اس ملک وسلطنت کو ایسا حقیر سمجھنے لگے کہ تجھے اس سے قطعاً نفرت ہوجائے اور اس کو اس کے طلبگاروں کے حوالے کردے اور تو خود اس اُفق کی طرف توجہ کرے جو انوارِ جمال (کبریائی) سے روشن ہے اور تو ملک وسلطنت کے بارِ گراں کو ہرگز نہ اُٹھائے مگر صرف اس نیت سے کہ (بندریعۂ سلطنت) اپنے پروردگار بلند وبرتر کی نُصرت کرے۔ اگر تو ایسا کریگا تو فرشتوں کی اعلیٰ جماعت تجھ پر رحمت بھیجے گی۔ یہ بلند مقام کیا خوب مقام ہے۔ کاش تو اس سلطنت کی مدد سے جو خدا کی سلطنت کے نام سے موسوم ہے اس مقام تک ترقی کرے اور اس مبارک مرتبہ

تک پہنچ جائے .....

اے بادشاہِ زمان! اِن آوارگانِ (دشتِ غربت) کی آنکھیں حضرت رحمٰن کے دریائے رحمت کی طرف متوجہ ہیں اور اُسی کی طرف ٹکٹکی لگائے ہوئے ہیں۔ اگرچہ یہ ضرور ہے کہ ان زحمتوں کے بعد (ان کے لئے) ایک بہت بڑی رحمت اور اِن عظیم سختیوں کے پیچھے (ان کے واسطے) ایک بڑی آسانی حاصل ہو لیکن (اس وقت) یہ امید ہے کہ حضرت شہریار سنبلِ نفیس معاملات پر توجہ فرمائیں تاکہ (یہ بات) مایوس دلوں کو امید دلانے کا سبب ہو جائے۔ یہ جو کچھ عرض کیا گیا ہے محض خیر خواہی کی غرض سے ہے اور اس قول کی صداقت پر خدا تعالیٰ گواہ ہے ..... کاش تو مجھ کو اجازت دیتا کہ میں تیرے حضور وہ چیز بھیجتا جسے دیکھکر آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا اور ہر ایک انصاف پسند اسبات کا یقین کر لیتا کہ "بیشک یہ شخص کتاب الٰہی کا زبردست عالم اسرار ہے"..... اگر مجھکو جاہلوں کی ناانصافی اور عالموں کی چشم پوشی کا خیال نہ ہوتا تو (اس مقام پر) میں ایک ایسی بات کہتا جس کو سُن کر دل خوش ہو جاتے اور اس بلندی کی طرف اُڑنے لگتے جس کی ہواؤں چلنے سے یہ آواز سُنائی دیتی ہے "بیشک اُس معبود یکتا کے سوا کوئی خدا نہیں"۔

اے بادشاہ! میں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں وہ تکلیفیں اُٹھائی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی اور نہ کسی کان نے سُنی ہیں ..... کتنی ہی بلائیں نازل ہو چکی ہیں اور کتنی ہی ہونے والی ہیں۔ میں اُس غالب فیاض کی طرف رُخ کئے جا رہا ہوں اور میرے پیچھے ایک سخت موذی سانپ دوڑا آ رہا ہے۔ میرے آنسو اس قدر بہے کہ میرا بستر تر ہو گیا۔ لیکن پھر بھی مجھے کچھ غم نہیں۔ خدا کی قسم میرا سر اپنے مولا اور آقا کی محبت میں نیزہ (پر چڑھنے) کا مشتاق ہو رہا ہے۔ میں جب کبھی کسی درخت کے پاس سے ہو کر گذرا ہوں تو اُس سے ضرور میرے دل نے یہ بات کہی ہے کہ "اے کاش! تو میرے نام سے کاٹا جاتا اور سولی بنایا جاتا۔ پھر میرا جسم اپنے پروردگار کی راہ میں تجھ پر چڑھایا جاتا ..... خدا کی قسم! اگر دُکھ درد کے صدمے مجھے کمزور بنا دیں اور بھوک پیاس کی تکلیفیں مجھ ہلاک کر دیں۔ سخت پتھر میرا بستر بنایا جائے اور جنگل کے درندے جانور میرے مونس اور ہمدم کر دیئے جائیں تو بھی میں مطلق فریاد اور آہ وزاری نہ کرونگا اور خدا تعالیٰ کی مدد سے جو ازل کا مالک اور قوموں کا پروردگار ہے ویسا ہی صبر کرونگا جیسا کہ دور اندیش اور اپنے ارادہ پر ثابت قدم رہنے والوں نے کیا ہے اور میں ہر حال میں اللہ پاک کا شکر کرونگا۔ میں اُس کے فضل وکرم سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ میری اس قید کے وسیلہ سے اپنے دیگر بندوں کی گردنیں طوق اور زنجیر سے آزاد فرمائے گا اور اپنے پاک بندوں کو اپنی غالب اور نہایت بخشش والی ذات پاک کی طرف خلوص کے ساتھ متوجہ بنالے گا۔ بیشک وہی ہر ایک دُعا کرنے والے بندہ کی دُعا قبول کرتا ہے اور ہر ایک مناجات کرنے والے کے پاس موجود ہے"۔

قیوم الاسماء میں حضرت باب نے اپنی طرف سے بادشاہ محمد شاہ کو اس طرح خطاب فرمایا ہے :-

" اے بادشاہِ اسلام! کتاب کی مدد کرنے کے بعد اب تو حق کے ساتھ اُس کی نصرت کر جو ہمارے لئے خدا کی سب سے بڑی نشانی ہے۔ کیونکہ الحق۔ خدا نے تیرے لئے اور اُن کے لئے جو تیرے اردگرد گھومتے ہیں قیامت کے دن اپنی راہ میں ایک بہت بڑا ذمہ وارانہ درجہ مقدر فرمایا ہے۔ اے بادشاہ! میں خدا کی قسم کھاتا ہوں اگر تو اُس سے جو خدا کی سب سے بڑی نشانی ہے دشمنی کریگا خدا قیامت کے دن بادشاہوں کے سامنے تجھے دوزخ میں ڈال دیگا اور میں سچ سچ کہتا ہوں اُس دن سوائے پروردگار بلند و اعلیٰ کے اور کسی کو اپنا نامر و معین نہ پائیگا۔

اے بادشاہ! اُس دن سے پہلے کہ خدا کی نشانی (ذکر اللہ) پروردگار بلند و برتر کی اجازت سے اپنے زبردست امر کے ساتھ یکایک اور ہیبت و جلال کے ساتھ آئے تو ارضِ مقدس (طہران) کو ان لوگوں سے پاک کر جنہوں نے کتاب کا انکار کیا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں خدا نے تیرے لئے یہ فرض قرار دیا ہے کہ تو اُس کی نشانی اور اُس کے امر کے سامنے خاضع ہو اور پھر حق اور خدا کی اجازت کے ساتھ دیگر ممالک کو سر کرے۔ کیونکہ خدا نے اپنی رحمت سے تجھے اس دنیا میں بادشاہت عنایت کی اور دوسری دنیا میں تو اس کی رضا کی جنت میں رہنے والوں کے ساتھ عرشِ اقدس کے پاس رہیگا۔ اے بادشاہ! دیکھنا کہیں یہ بادشاہت تجھے دھوکا نہ دے کیونکہ ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور بیشک یہ خدا کی طرف سے ایک فرمان کے طور پر لکھا گیا ہے۔"

علاوہ ازیں حضرت باب اُس لوح میں جو آپ نے محمد شاہ کے پاس بھیجی تھی فرماتے ہیں :-

" میں نقطۂ اولیٰ ہوں جس سے تمام کائنات پیدا کی گئی ہیں۔ میں وجہ اللہ ہوں جس کا نور کبھی ماند نہیں پڑ سکتا میں وہ نورِ الٰہی ہوں جس کی ضیا کبھی مدھم نہیں پڑ سکتی۔ ..... بہشت کی تمام چابیاں خدا نے پسند فرمایا کہ میرے دہنے ہاتھ میں ہوں اور دوزخ کی تمام چابیاں میرے بائیں ہاتھ میں ..... میں خدا کے کلمۂ اولیٰ کے مضبوط اراکین میں سے ہوں۔ جو کوئی مجھے پہچان لیتا ہے وہ تمام حق و صداقت کو جان لیتا ہے۔ اور تمام نیکی اور بھلائی حاصل کر لیتا ہے ..... وہ جوہر جس سے خدا نے مجھے بنایا ہے مٹی نہیں ہے جس سے دوسروں کو بنایا ہے۔ اُس نے مجھکو وہ چیز عنایت کی ہے جسے دُنیادار ہرگز سمجھ نہیں سکتے۔ نہ مومنین اُسے پا سکتے ہیں .....

میری جان کی قسم! اگر مجھ پر اُس کے امر کے اقرار کرنے کا فرض عائد نہ ہوتا جو خدا کی حجت ہے .... میں تیرے پاس یہ اعلان نہ کرتا ..... اُسی سال (۱۲۶۰ھ) میں نے ایک قاصد اور ایک کتاب تیرے پاس بھیجی تاکہ شاید تو اُس کے امر کے ساتھ جو خدا کی حجت ہے ایسا برتاؤ کرے جیسا تیری بادشاہت

کے درجہ کے شایان ہے .....

میں خدا کی صداقت کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر وہ شخص جس نے میرے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے یہ جانتا کہ وہ کس کے ساتھ ایسا سلوک کر رہا ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنی زندگی بھر کبھی خوش نہ ہوتا۔ بلکہ میں تجھے اصل حقیقت سے آگاہ کرتا ہوں۔ اُس کا یہ عمل ایسا ہے گویا اُس نے تمام انبیاء۔ اولیا اور اصفیاء کو قید میں ڈالا ہے ..... حیف ہے اُس پر جو بدی کرتا ہے اور مبارک ہے وہ جو نیکی کرتا ہے .....

میں خدا کی قسم کھاتا ہوں میں تجھ سے رائی کے دانہ کے برابر بھی دنیا کا مال نہیں مانگتا..... میں خدا کی صداقت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تو وہ جانتا جو میں جانتا ہوں تو اِس جہاں اور اس جہاں کی بادشاہت کو لات مارتا۔ تاکہ شاید تو حق کی اطاعت کے ذریعہ میری رضا کو حاصل کرے ..... اگر تو انکار کریگا تو پروردگار عالم ایک ایسے شخص کو کھڑا کریگا جو اُس کے امر کو بلند کریگا اور اسمیں شک نہیں کہ خدا کا حکم پورا ہو کر رہے گا۔"

پیارے دوستو! یہ جواہر۔ یہ روح میں اثر جانے والے خدائی کلمات کیسا وسیع نظارہ ہماری آنکھوں کے سامنے پیش کرتے ہیں!

زمین پر خدا کا خلیفہ یا نائب

کیا کیا گذری ہوئی باتیں ہمیں یاد دلاتے ہیں! کیسے بلند و برتر اصول یہ پیش کرتے ہیں! کیسی خوشگوار امیدیں پیدا کرتے ہیں۔ کیسے یاس آمیز خوف اُکساتے ہیں! یہ مذکورہ بالا عبارتیں اگرچہ میرے موجودہ موضوع کے لئے نہایت موزوں ہیں مگر بمقابلہ اُس مغلوب کر دینے والی شان و شکوہ کے جو پورا نص پڑھنے سے ظاہر ہوتی ہے بالکل کم ہیں۔ وہ جو زمین پر خدا کا نائب تھا اُس نہایت نازک وقت میں جب اُس کا امر اپنی پوری بلندی حاصل کر رہا تھا اُن کو خطاب کرتے ہوئے جن میں شان و شکوہ بادشاہت اور دُنیوی فرمانروائی کی طاقت مرکوز تھی بیشک اُس وزن اور قوت سے ایک شوشہ بھر بھی کم نہ کر سکتا جس کا ایسے عظیم و نادر پیغام کا پیش کرنا مقتضی تھا۔ نہ تو وہ خطرات جو تیزی سے آپ کو گھیر رہے تھے اور نہ ہی وہ خوفناک مستبدانہ طاقت جو اُس زمانہ کے شہنشاہانِ مغرب اور سلاطینِ مغرب کو حاصل تھی۔ ایڈریانوپل کے جلاوطن اور قیدی کو اپنے دو ظالم شہنشاہوں اور اُن کے ہمعصر دوسرے بادشاہوں کو اپنا پیغام پورے زور شور کے ساتھ دینے سے روک سکی۔

باقی پھر

(مترجمہ عباس علی بٹ)

التوحید والشرک

جناب محمد صلعم روحی فداہ کی مشہور حدیث کا ٹکڑا ہے:-

اوّل الدّین معرفتہٗ وکمال المعرفۃ التوحید بہ } دین کی ابتداء اور بنیاد خدا کی معرفت ہے اور معرفت کا کمال خدا کا موحد ماننا ہے

مسلمانوں کا متفقہ اور عام دعویٰ ہے کہ آج دنیا کے پردہ پر ہمارے سوا کوئی موحد نہیں۔ اور قرآن مجید بھی مسلمانوں کے سوائے اہل کتاب تک کو مشرک کہتا ہے۔ لیکن جب اہل اسلام سے ذرا الگ ہٹ کر دوسرے مذاہب کے علماء سے دریافت کیا جاتا ہے تو وہ اپنی آسمانی کتابوں کی سند پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو موحد ہیں۔ ہم خدا کو ایک وحدہٗ لاشریک اور قادرِ مطلق مانتے ہیں۔ ہم پر شرک کا الزام محض تہمت ہے۔

معرفتِ الٰہی کا سب سے پہلا حصہ خدائے بزرگ و برتر کی ہستی یعنی اس ذاتِ احدیت کے وجود کو ماننا اور تسلیم کرنا ہے۔ قرآن مجید میں اس کے متعلق مدلل بیانات موجود ہیں۔ نمونہ کے لئے:-

ان فی خلق السّموات والارض واختلاف اللّیل والنّھار لاٰیٰتٍ لّاولی الالباب ۝ (آل عمران) } زمین و آسمان کی پیدائش اور رات دن کے ادلنے بدلنے میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں

اب اگر ہم وید مقدس کے ماننے والوں یعنی ہندوؤں کے سامنے اس آیت کو پیش کر کے انھیں قرآنی توحید کی طرف بلاتے ہیں تو وہ فوراً یجروید کھول کر ہمارے سامنے رکھ دیتے ہیں کہ یہی مضمون آپ سے پہلے ہمارے پاس موجود ہے:-

(۱) ترجمہ "بوقلموں کائنات اس پر اتما کی عظمت کا مظہر ہے" (یجروید پ ۱۳)

(۲) "تمام غیر ذی شعور اور ذی شعور مخلوق اس کی قدرت کا ادنیٰ کرشمہ ہے" (یجروید پ ۱۳)

(۳) "سورج، چاند، ستارے جو کہ آکاش میں قائم ہیں وہ اسی کی ہستی کا ثبوت دے رہے ہیں۔" یجروید پ ۱۳

اگر ہم مسیحیوں سے کہتے ہیں کہ بھائی قرآن مجید نے ہستی باری عزّ اسمہٗ کے متعلق جو دلیل پیش کی ہے اُسے مانو تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو کوئی نئی بات نہیں۔ یہ سب کچھ بائبل میں موجود ہے۔ چنانچہ لکھا ہے "اس کی ان دیکھی صفتیں یعنی ازلی قدرت و الوہیت دنیا کی پیدائش کے وقت سے بنائی ہوئی چیزوں کے ذریعہ صاف نظر آتی ہیں۔"

(رومیوں پ ۱۹ و ۲۰)

اسی طرح اگر زردشتی لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے تو وہ دساتیر کی آیاتِ ذیل پیش کرتے ہیں:-

(۱) "یہ بات جاننی چاہئے کہ خدا ہے اور وحدہٗ لاشریک ہے۔" (دبستان)

(۲) "ہر چیز اسی کے نور سے روشن ہے۔ اسی کی تجلی سے ظاہر اور اسی کے اثر قدرت سے موجود ہے" (ترجمہ دساتیر) صفحہ ۴۵)

اسی طرح ذاتِ باری عزّ اسمہٗ کے ایک اور یکتا ہونے کے متعلق قرآن مجید میں آیا ہے کہ:-

والٰھکم الٰہٌ واحدٌ لآ الٰہ الّا ھو الرّحمٰن الرّحیم ۝ پ البقر ۱۵۵ } تمھارا خدا ایک ہے۔ اس کے سوا کوئی اللہ نہیں۔ وہ رحمٰن و رحیم ہے۔

(۲) ولم یکن لہٗ شریکٌ فی الملک (الفرقان ۴) } سلطنت میں اس کا کوئی شریک نہیں

(۳) وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ } اُس جیسا کوئی نہیں۔ (اخلاص)

بائبل کہتی ہے

"سُن اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا اکیلا خداوند ہے" (استثنا ۶)

"میں خدا ہوں اور کوئی دوسرا خدا نہیں۔ میں خدا ہوں اور مجھ سا کوئی نہیں۔ (یسعیاہ ۴۶/۹)

وید کہتا ہے

(۱) "وہ ایک ہی پرماتما ہے" (یجروید ۳۲/۷)

(۲) وہ وحدہٗ لاشریک ہے (یجروید ۳۲/۵)

(۳) اے پوجا کے لائق ایشور آپ کا سوروپ لاثانی ہے۔ کوئی دوسرا آپ کا شریک نہیں" (یجروید ۲۳/۶۱)

میں بنظرِ اختصار نمونہ کے طور پر صرف چند حوالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ ورنہ ذاتِ باریتعالیٰ کی ہستی۔ قدرت۔ وحدت۔ قدامت۔ علم وعظمت وغیرہ غرض جملہ صفات کے متعلق تمام کُتبِ آسمانی میں بالکل یکساں بیانات موجود ہیں۔ جن میں سرِمو فرق نظر نہیں آتا۔ یہانتک کہ خود قرآن مجید اس بات کا شاہد ہے کہ جناب محمد صلعم روحی فداہ نے جب توحیدِ قرآنی کو مشرکینِ عرب کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے یہی جواب دیا کہ ہم تو خود خدا کو ایک جانتے اور مانتے ہیں۔ ہمیں اس چیز کی کیا ضرورت ہے۔ چنانچہ اس امر کی طرف قرآن مجید خود اشارہ کرتا ہے:۔

وما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ۔ } ہم اِن بتوں کی اس لئے تعظیم کرتے ہیں کہ ہم کو خدا سے قریب کر دیتے ہیں

سطور مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ خدائے بزرگ و برتر کی ہستی اور توحید کا جو عقیدہ عام طور پر مسلمانوں میں رائج ہے وہ بعینہٖ روئے زمین کے تمام مذاہب میں مانا جاتا ہے۔ پس اگر توحید صرف اسی عقیدہ کا نام ہے تو اس میں تمام دنیا کے مذاہب برابر کے شریک ہیں۔ پھر ایک کا دوسرے کو مشرک کہنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

پس معلوم ہوا کہ اسلام کا نظریۂ توحید صرف یہی نہیں کہ وجودِ خداوندی اور اس کے ایک ہونے کو مان لیا جائے۔ بلکہ توحید دراصل کوئی اور چیز ہے جو اس عقیدہ سے بہت بالاتر ہے۔ پس ہمیں لازم ہے کہ خدا کی کتاب میں توحید کا جو اصل منشاء پیش کیا گیا ہے اُسے معلوم کریں اور دیکھیں کہ قرآن مجید موحد اور مومن کن لوگوں کو بناتا ہے اور مشرک کس گروہ کو کہتا ہے۔

ابتداء میں جو حدیثِ نبوی صلعم کا حصہ پیش کیا گیا ہے اُس کے دو جزء ہیں۔ ایک معرفت اور دوسرے توحید۔ اور حدیث شریف میں معرفت کو توحید پر مقدم کیا گیا ہے۔ پس اگرچہ معرفت و توحید ایک دوسرے سے الگ نہیں۔ لیکن حدیث کا اشارہ صاف طور پر اس حقیقت کو بھی روشن کرتا ہے کہ توحید بغیر معرفت ممکن نہیں اور عقیدۂ توحید سے پہلے معرفتِ الٰہی حاصل کرنا لازم ہے۔ اور عقیدۂ توحید معرفت سے خود بخود پیدا ہو جاتا ہے اور دین کو ماننے کے لئے معرفت ضروری امر ہے۔ صرف خدا کو ایک کہہ لینا دین کے لئے کافی نہیں۔ پس ہمیں ضرورت ہے کہ وہ تدبیر تلاش کریں جس کے ذریعہ سے معرفتِ الٰہی حاصل ہو۔ کیونکہ حدیث کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ معرفت محض توحید یعنی خدا کو واحد سمجھ لینے کا نام نہیں بلکہ توحید زائد از زائد جزءِ معرفت ہو سکتی ہے اور معرفت میں توحید کے علاوہ اور بھی چیزیں شامل ہیں۔ انسانی قوتوں کی مناسبت سے کسی چیز کی معرفت کے لئے پہلے اُس کو حواسِ ظاہری کے ذریعہ سے محسوس کیا جاتا ہے۔ پھر عقل و ذہن کے ذریعہ سے سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ذاتِ احدیت اس طرح کی معرفت سے بالاتر ہے۔ ابتک کسی انسان نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ خدا کی ہستی کو حواسِ ظاہری سے احساس کیا جا سکتا ہے۔ اور زبانِ قدرت نے بھی آخری حکم لگا دیا ہے کہ حواسِ ظاہری کے ذریعہ سے اُس ذاتِ اقدس کو محسوس کرنا ممکن نہیں:۔

لاتدرکہ الابصار و ھو یدرک الابصار و ھو اللطیف الخبیر (انعام ۱۰۳) — اُس کو بصارتیں نہیں پا سکتیں اور وہ بصارتوں کو پا سکتا ہے وہ لطیف اور خبر رکھنے والا ہے

پس معلوم ہوا کہ معرفت الٰہی کائنات کی عام چیزوں کی معرفت کی مانند حواس ظاہری اور عقل انسانی کے بل بوتے کا کام نہیں بلکہ اُس کے لئے کوئی اور طریقہ۔ کوئی اور تدبیر ہونی چاہیئے۔ اور چونکہ معرفتِ الٰہی بنیادِ دین ہے۔ پس یہ بھی ضروری ہے کہ ایسا ذریعہ قدرت نے ضرور مہیا کر دیا ہے جس سے معرفت الٰہی ممکن ہو۔ کیونکہ ذریعۂ معرفت اگر ناممکن ہوتا اور موجود نہ ہوتا تو حضرت خاتم الانبیاء روحی لہ الفداء بندوں کو ناممکن چیز کے حاصل کرنے کی تکلیف ہرگز نہ دیتے۔ اور معرفتِ الٰہی کو بنیادِ دین ہرگز نہ ٹھہراتے اور یہ نہ فرماتے کہ اوّل الدین معرفتہ

عقلِ سلیم اور ذوقِ صحیح غور کرنے کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ذاتِ احدیت کی معرفت کا اور کوئی ذریعہ بندوں کے لئے ممکن نظر نہیں آتا۔ مگر یہ کہ قدرت خود ہی بندوں پر رحم فرمائے اور بندوں میں اپنا ایک نائب ایسے اوصافِ جلیلہ کے ساتھ مبعوث کرے جس سے معرفتِ ذاتِ احدیت ممکن ہو۔ جو ایک طرف تو انسانی شکل و شمائل رکھتا ہو کہ ہم اپنے انسانی حواس و عقل کے ذریعہ سے اُس سے مانوس ہو سکیں اور دوسری طرف اوصافِ خداوندی کا مظہر ہو کہ اُس کے اوصاف اور اُس کے کارناموں کو دیکھکر ہمارے سامنے اوصافِ خداوندی کی شان نمایاں ہو۔ بالفاظِ دیگر وہ انسان تو ہو مگر ایسا انسان کہ بغیر کسی سے سیکھے اور پڑھے ہوئے اسمیں علوم بے پایاں موجود ہوں اور بلا وسائل دُنیوی اُس میں زبردست قوتِ غلبہ اور قدرت موجود ہو۔ یعنی یہ کہ دُنیا میں اس کی کوئی بھی مدد نہ کرے اور وہ اکیلا ہی اپنے ارادوں اور اپنے دعووں کو پورا کر دکھائے اور اُس کا جلال اور بزرگی اتنی زبردست ہو کہ اگر تمام دنیا کی طاقتیں مل کر بھی اس کو اُس کے ارادوں پر عمل کرنے سے روکنا چاہیں تو نہ روک سکیں۔ پس یقینی ہے کہ ایسی مقدس و محترم ہستی کے ذریعہ سے ہم ضعیف البنیان انسانوں کو معرفتِ الٰہی حاصل ہونا ممکن ہوگا۔ اُس کے علم کو دیکھکر علمِ خداوندی کا اندازہ ہو سکیگا اُس کی طاقت سے آثارِ قدرتِ ایزدی نمودار ہونگے۔ اُس کے غلبہ سے غلبۂ خداوندی ظاہر ہوگا، اور اس کے ارادہ کی پختگی اور مضبوطی سے خدائی ارادہ کی عظمت و بزرگی ظاہر ہوگی۔ غرض یہ کہ اُس کی معرفت خدا کی معرفت اور اُس کا ذکر خدا کا ذکر اور اس کی باتیں خدا کی باتیں ہونگی۔ اور اسی مضمون کی طرف جناب رسالتمآب صلعم نے کیا خوب اشارہ فرمایا اس حدیثِ صحیح میں کہ

"ھہ تیئوا مجالسکم بذکر علی ابن ابی طالب علیہ السلام فان ذکرہٗ ذکری و ذکری ذکر اللہ و ذکر اللہ عبادۃٌ"

ترجمہ۔ تم اپنے جلسوں کو جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ذکر سے سجاؤ۔ کیونکہ اُن کا ذکر میرا ذکر ہے اور میرا تذکرہ خدا کا تذکرہ ہے اور تذکرۂ الٰہی عبادت ہے۔"

کس خوبی سے ثابت کیا ہے آنحضرت صلعم نے کہ اگر تم ذکرِ الٰہی کرنا چاہتے ہو تو براہ راست تمھارے لئے خدا کے اوصاف معلوم کرنا اور اُن کا ذکر کرنا اور لوگوں کو معرفتِ الٰہی کی تعلیم دینا ناممکن ہے۔ پس اس کے لئے بہترین اور واحد ذریعہ یہی ہے کہ تم اُن نفوسِ مقدسہ کا ذکر کرو جن کو قدرت نے صفاتِ الٰہیہ سے متصف کر کے دنیا کے لوگوں کے پاس بھیجا ہے۔ اگر ذکرِ خدا صحیح اور درست طریقہ پر ممکن ہے تو انھیں نفوسِ مقدسہ کے ذریعہ سے ورنہ نہیں

قرآن مجید میں اس مسئلہ کو اور صراحت اور مزید وضاحت سے

بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ جنابِ باری ہے :-

قُل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ پ آل عمران

"اے محمد صلعم کہدو ان لوگوں سے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم کو دوست رکھیگا"

پس معلوم ہوا کہ محمد صلعم کی پیروی کے بغیر خدا کی دوستی اور محبت حاصل ہونا ممکن نہیں اور بغیر محمد صلعم کی اطاعت کے خدا کی محبت اور اس کو پہچاننے کا دعویٰ فضول اور لغو ہے۔

ظاہر ہے

کہ کسی ذات سے محبت بغیر معرفت ممکن نہیں۔ پس جب خدا کی محبت کا دعویٰ بغیر اطاعتِ محمدی لغو ہے تو دعوائے معرفت بھی بغیر اطاعتِ محمدی غلط ہے۔

پس قانونِ عقل۔ احادیث اور کتاب الٰہی یا بالفاظِ دیگر عقل و نقل دونوں متفقہ طور پر ثابت کرتے ہیں کہ معرفت اور توحید اصل میں خدا کے مظہرِ ظہور۔ نائب اور پیغمبرِ وقت کی شناخت اور اطاعت کا نام ہے اور مظہرِ ظہورِ الٰہی کی معرفت کے بغیر اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں خدا کی ہستی اور اس کے وجود کا قائل ہوں اور اس کو ایک مانتا ہوں تو یہ دعویٰ اگرچہ اپنی جگہ پر صحیح ہو لیکن ماننے والے کیلئے اس کا کوئی فائدہ مترتب نہیں ہوتا۔ بلکہ عملی طور پر ایسی معرفت ناممکن ہے پس ایسا دعویٰ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔

میں چونکہ مضمون مختصر سے مختصر اور کم سے کم الفاظ میں ختم کرنا چاہتا ہوں اس لئے میں نے حدیث و قرآن سے چھوٹے چھوٹے حوالوں پر اکتفا کی ہے ورنہ قرآن مجید و احادیث معتبرہ میں تو اس مضمون کو متعدد مقامات پر اور مفصل بیان کیا ہی ہے۔ دیگر کتب آسمانی بھی اس مسئلہ کے بیانات سے بھری پڑی ہیں جو صاحبانِ مطالعہ و بصیرت پر پوشیدہ نہیں۔ بلکہ قرآن مجید تو صریحی طور پر یہ یہ کہتا ہے کہ بغیر معرفت مظہرِ ظہورِ الٰہی اگر کوئی شخص براہ راست خدا کی معرفت اور اطاعت کا دعویٰ کرے تو وہ دعویٰ غرور اور تکبر ہے۔ اور اس کا انجام کفر ہوتا ہے۔ چنانچہ ابلیس اور آدم کی حکایت جو قرآن مجید میں مفصل طور پر اور متفرقہ طور پر اور متعدد مقامات پر مذکور ہے ملاحظہ ہو۔ ابلیس خدا کی ہستی کو مانتا تھا۔ خدا کو خالق اور اپنے آپ کو مخلوق کہتا تھا۔ خدا کو رب کہتا تھا اور عبادت گذار بھی اعلیٰ پایہ کا تھا۔ اور کہا تو یہ بھی جاتا ہے کہ معلم الملکوت یعنی فرشتوں کو تعلیم و تربیت کرنے والا تھا لیکن اس نے آدمؑ کی تعظیم کرنے سے انکار کیا تو قدرت کی طرف سے سوال ہوا کہ یا ابلیس ما منعك ان تسجد لما خلقت بیدی استکبرت ام کنت من العالین قال انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طین پ ۲۳ ص ۱۲ ع ۱۱

ترجمہ "اے ابلیس میں نے جس کو اپنے دونوں ہاتھوں کے ساتھ پیدا کیا اُسے سجدہ کرنے سے تجھے کس نے روکا۔ کیا تو نے غرور کیا یا تو بڑے لوگوں میں سے تھا۔ ابلیس نے کہا کہ میں اس (آدم) سے بہتر ہوں (اے خدا) تو نے مجھے تو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے"

ظاہر ہے کہ ابلیس خدا کا عبادت گذار بندہ خدا کی صفتِ خالقیت کا صاف طور پر معترف لیکن جب اس نے پیغمبرِ وقت یعنی آدم علیہ السلام کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے سے انکار کیا۔ تو قدرت نے صاف طور پر کہدیا کہ :-

"ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین الم البقرہ ع ۴

ترجمہ۔ اس (ابلیس) نے انکار کیا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا"

پس ظاہر ہے کہ ابلیس کو اقرارِ وحدانیت اور اقرارِ عبودیت کسی چیز نے فائدہ نہ دیا اور تمام عبادت و اطاعت صرف مظہرِ ظہورِ الٰہی کے انکار کی وجہ سے بیکار ہو گئی اور ابلیس کافر ہو گیا۔

اس مقام پر بعض لوگ غالباً ایک شبہ وارد کریں اور وہ یہ کہ جس طرح خدا کی معرفت براہِ راست ناممکن ہے اور ضروری ہے کہ ہم ظہورِ خداوندی کی معرفت حاصل کریں تب خدا کی معرفت حاصل ہوگی۔ پس اسی طرح مظہرِ ظہورِ الٰہی کی معرفت بھی تو آسان نہیں۔ اگر کوئی آدمی جھوٹ اور غلط طور پر دنیا میں بڑا بننے کے لئے کہدے کہ میں مظہرِ ظہور اور خدا کا نائب ہوں تو کیا ایسے آدمی کی اطاعت بھی فرض ہے؟ آدم اور ابلیس کا معاملہ تو ایک مخصوص واقعہ ہے جسمیں خود خدا نے ابلیس کو بتادیا تھا کہ یہ مظہرِ ظہور ہے۔ پس ابلیس پر اطاعت فرض ہوگئی تھی۔ ہمیں تو خدا خود بتانے نہیں آتا۔ ہم پر یہ اطاعت کیونکر فرض ہوسکتی ہے؟"

لیکن اوپر لکھی ہوئی آیت پر ذرا غور کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ شبہ محض بے بنیاد ہے اور قدرت نے بندوں کو ناقابلِ برداشت تکلیف نہیں دی۔ اس آیت میں حق کا ارشاد ہے کہ میں نے آدم کو دو ہاتھوں کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ذاتِ احدیتِ جسم و جسمانیات سے منزّہ ہے۔ پس لفظ "یدی" یہاں مجازاً کسی دوسرے معانی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یہ لفظ کلامِ عرب میں بھی اور خود قرآنِ مجید میں بھی اکثر مقامات پر طاقت و قدرت کے معنی میں استعمال ہوا ہے "یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ (پ ۲۶ الفتح ع ۱) ترجمہ اور اللہ کا ہاتھ اُن سب کے ہاتھوں سے بالا تر ہے۔" مُراد و مقصد ظاہر ہے کہ اللہ کی قدرت سب سے بڑی ہے۔ اسی طرح :-

"تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ (پ ۳ آل عمران ع ۳)

ترجمہ۔ تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ بہتری تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔"

آیۂ مذکورہ سے صاف ظاہر ہے کہ اس میں خدائے بزرگ و برتر کی وسعتِ قدرت اور طاقت کے زبردست ہونے کو بیان کیا ہے کہ وہ کمزور جس کے پاس کوئی وسیلہ و ذریعۂ عزت نہ ہو تو اُس کو عزت دے سکتا ہے اور وہ طاقتور اور باعزت جس کے مقابلہ سے سب عاجز ہوں تو اُسے بھی ذلیل کرسکتا ہے۔ یہ سب باتیں تیرے ہاتھ یعنی اختیار و قدرت میں ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ خدا کا ہاتھ اُس کی قدرتِ کاملہ کو کہتے ہیں اور آدم کے لئے جو لفظ "یدی" استعمال ہوا ہے اس کے معنی ہیں خدا کی دو طاقتیں۔ پس اب معنی یہ ہوئے کہ قدرت نے ابلیس سے کہا کہ میں نے آدم کو دو قوتیں دے کر پیدا کیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آدم کو جو دو قوتیں دی گئی ہیں وہ کون سی قوتیں ہیں۔

آدم کو قدرت نے جو دو قوتیں عطا فرمائی ہیں ان میں سے ایک کا تذکرہ تو صریحی اور مشرح طور پر موجود ہے اور وہ قوت علم لدنی ہے جس کے مقابلہ میں تمام کائنات کے علوم بے حقیقت ہوگئے۔ اور فرشتے تک بھی عاجز رہ گئے۔ اور اسی علم کے متعلق ارشادِ ربانی ہے کہ وعلّم ادم الاسمآء کلّھا (پ ۱ البقرہ ع ۴)

ترجمہ۔ اور آدم کو قدرت نے تمام اسماء تعلیم کئے۔

اور دوسری طاقت روحِ الٰہی ہے جو تمام چیزوں پر غالب ہے اور جس کے سامنے کائنات کی تمام طاقتیں ہیچ و پوچ ہیں اور وہ تمام کائنات کو شکست دیکر سب سے بالاتر رہتی ہے۔ چنانچہ جناب باری کا ارشاد ہے کہ :-

"فاذا سوّیتہٗ و نفختُ فیہ من رّوحی فقعوا لہٗ ساجدین (پ ۱۴ الحجر ع ۳)

ترجمہ۔ "جب میں اُس آدم کو برابر کرلوں اور اُس میں اپنی روح پھونکدوں تو (اے فرشتو) تم اُس کے سامنے سجدہ میں جھک جاؤ۔"

آیۂ مبارکہ میں لفظ سوّیتہٗ صاف بتا رہا ہے کہ یہ اُسی پہلی طاقت یعنی علمِ لدنی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ تعلیم و تربیت ہی ایسی چیز ہے جس کے ذریعہ سے انسان کی گمراہ کرنے والی قوتوں کا زور کم ہوجاتا ہے

اور خیر و نیکی کی قوتیں نشو و نما پاتی ہیں اور اخلاقِ حسنہ کی اہلیت پیدا ہوتی ہے اور اس کے اندرونی قویٰ میں اعتدال و تسویہ اور برابری پیدا ہوتی ہے۔

دوسری قوت جو زبانِ قدرت نے آیۂ مندرجہ بالا میں بیان کی ہے وہ روح ہے۔ پس دیکھنا ہے کہ قدرت نے روح کس چیز اور کس قوت اور کس طاقت کا نام رکھا ہے۔

روح کی تشریح و تفصیل کے لئے قدرت کا ارشاد ہے کہ:۔

"ویسئلونک عن الروح۔ قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا" پ بنی اسرائیل ۱۵

ترجمہ۔ (اے محمدؐ) یہ لوگ تجھ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ پس کہدے کہ روح اللہ کے امر میں سے ہے اور تم کو علم نہیں دیا گیا مگر تھوڑا سا"

پس قدرت نے روح کو اپنے امر کا ایک حصہ بتایا ہے۔

اب دیکھنا چاہئے کہ امر اللہ کیا چیز ہے اور قدرت اپنا امر کس چیز کو کہتی ہے۔ ارشاد جنابِ باری ہے کہ انما امرہٗ اذا اراد شیئا ان یقول لہٗ کن فیکون ۝

ترجمہ۔ اللہ کا امر یہی ہے کہ وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو کہتا ہے ہو جا۔ پس وہ خود بخود ہو جاتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ روح خدا کے اس ارادہ کا نام ہے جو سب کائنات پر غالب ہے اور جو "کن فیکون" یعنی نامعلوم اور غائب طریقہ پر کام کرتا ہے اور جس کے مقابلہ کی کائنات میں کسی کو تاب نہیں۔

پس قدرت نے آدم کو یہ دو قوتیں عطا کیں اور ابلیس کو بتایا کہ دیکھ آدم کے ساتھ میری یہ دونوں زبردست قوتیں موجود ہیں اور خدا کے خلیفہ اور مظہرِ ظہورِ الٰہی کو پہچاننے کے لئے یہی دونوں قوتیں یعنی علم و غلبہ دلیل ہوتی ہیں۔ پس ابلیس کو خواہ مخواہ سجدہ کا حکم نہیں دیا گیا۔ بلکہ قدرت نے بتا دیا کہ ہم نے آدم کو اپنی دلیل باہر اور ثبوت ظاہر دیکر پیدا کیا ہے اور اس دلیل اور ثبوت کے بعد کسی اور دلیل کی گنجائش نہیں بلکہ اگر پھر بھی کوئی شخص بحث کا دروازہ کھولے اور دوسری دلیلیں طلب کرے تو اس کی وہ بحث کٹ حجتی اور لغو ہے اور ایسی بحثیں اور شبہے پیدا کرنے والا کافر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اس روشن دلیل کے بعد اگر نیک نیتی سے بھی اور دلیل طلب کی جائے تب بھی کفر ہی ہے۔ چنانچہ ابلیس کے معاملہ میں یہی ہوا کہ ابلیس نے ان دونوں دلیلوں کے معلوم ہونے اور قدرت کے الفاظ "خلقت بیدی" سننے کے بعد بھی کہا کہ ابھی میں مطمئن نہیں ہوں، اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آدم مجھ سے بہتر کیوں ہے؟ "انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین" "میں اس سے بہتر ہوں۔ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو مٹی سے"

لیکن قدرت کی طرف سے اس دلیل کا جواب نہیں ملا بلکہ صاف کہدیا کہ "فاخرج منہا فانک رجیم"۔ تو نکل جا۔ تو مردود ہے" اور "وکان من الکافرین" اور وہ منکروں میں سے تھا۔

اور یہ معاملہ کچھ آدم اور ابلیس ہی سے مخصوص نہیں بلکہ تمام رسولانِ ماسلف کے سوانح حیات یہی بتاتے ہیں کہ ہر رسول کے زمانہ میں اس کی رسالت کی دلیل یہی دو زبردست طاقتیں بتائی گئی ہیں اور اگر کسی نے اس کے علاوہ اور دلیل طلب کی تو اس کا مطالبہ مردود، اور وہ منکر و کافر ٹھہرایا گیا ہے۔ میں بہ نظرِ اختصار اس وقت دیگر کتبِ سماوی کے حوالے نظر انداز کرتا ہوں۔ صرف قرآن مجید کا ایک حوالہ نمونہ کے طور پر نقل کرتا ہوں۔

جناب محمد صلعم کو ارشادِ باری ہوتا ہے کہ تم اپنی رسالت کی دلیل لوگوں کے سامنے اس طرح پیش کرو کہ:۔

قُل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یأتوا بمثل هٰذا القرآن لا یأتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیرا

(پ بنی اسرائیل ع)

ترجمہ۔ کہدو اے محمد صلعم کہ اگر تمام جن وانس جمع ہوجائیں اور آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بن کر بھی یہ ارادہ کریں کہ اس قرآن کی مثل لے آئیں تو یہ ممکن نہیں۔"

پس اشارۂ خداوندی صاف ہے کہ قرآن مجید جو علم خداوندی کا مجموعہ ہے اور جو دنیا کو محمد صلعم کی معرفت اس لئے دیا گیا ہے۔ کہ وہ دنیا سے شرک و کفر کو دفع کرے اور توحید و معرفت کو رواج دے اگر اس قرآن مجید کے علوم یا اس کی قوتِ ہدایت اور تربیتِ خلق کے مقابلہ میں دنیا کی تمام طاقتیں مل کر کوئی دنیاوی علم پیش کریں تو وہ ہرگز اس کے مقابل نہ آسکیگا اور جو ہدایت و تربیت اس قرآن مجید کے ذریعہ سے دنیا میں پھیلائی جاتی ہے۔ اگر کوئی اس کو روک کر اپنے خیالات کو رائج کرنا چاہے تو ہرگز وہ خیالات رائج نہ ہوسکیں گے یعنی اس کتابِ الٰہی اور اس کے حامل رسول عربی کے علم لدنی اور قوتِ غلبہ وقاہریت کا مقابلہ کائنات کی سب سے بڑی طاقتیں مل کر بھی نہیں کرسکتیں اور ان دونوں قوتوں کو دیکھکر اور معلوم کرکے بھی اگر کوئی شخص اس کتاب کو خدا کی کتاب نہ مانے اور اس کے احکام کو قبول نہ کرے تو قدرت نے اس کو لائقِ غضب قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ:-

"والذین یحاجون فی اللہ من بعد ما استجیب لہ حجتهم داحضة عند ربهم وعلیهم غضب ولهم عذاب الیم

(پ الشوریٰ ع)

ترجمہ۔ اور جب اللہ کی تعلیم کو قبول کرلیا گیا پھر بھی کوئی حجت کرے تو اس کی حجت مردود ہے اور اس پر خدا کا غضب ہے۔ اور اس کیلئے رنج دینے والا عذاب ہے۔"

مقصد یہ ہے کہ جب خدا کے رسول نے دنیا میں آکر خدا کے علم کو پیش کیا اور دنیا کے لوگوں نے اپنی عادت کے موافق اس کا مقابلہ کیا۔ لیکن اس نے جس بات کا دعویٰ کیا تھا وہ کر دکھایا یعنی لوگوں کے منع کرنے اور روکنے پر بھی اس کے ماننے والے پیدا ہوگئے تو یہ دلیل اس کے خلیفۃ اللہ ہونے کے لئے کافی ثبوت ہے اور اگر کوئی شخص اس کے علاوہ اور دلیل طلب کرے تو وہ مباحثہ اور طلب دلیل بے کار ہی نہیں بلکہ باعثِ غضب وعذاب ہے۔

الغرض آدم برسرِ مطلب۔ ابلیس باوجود اس کے کہ خدا اور اس کے اوصاف کا قائل اور پوری طرح ماننے والا اور عبادت گذار بندہ ہے۔ لیکن صرف ایک بات کو تسلیم نہیں کرتا۔ یعنی خدا جس برگزیدہ اور مقدس ہستی کو اپنا نائب بنا کر بھیجتا ہے ابلیس اسے تسلیم نہیں کرتا۔ اسی گناہ کی وجہ سے توحید و اطاعت تمام بیکار اور بجائے موحد کے کافر بن گیا۔

پس معلوم ہوا کہ توحید اور خدا کی معرفت بغیر معرفت ظہورِ الٰہی ناممکن اور ایسا دعویٰ کفر اور جہالت محض ہے۔ اور توحید دراصل معرفتِ مظہرِ الٰہی یعنی اس نفس مقدس کی معرفت کا نام ہے جو خدا کی طرف سے ہدایتِ خلق کے لئے مبعوث ہوتا ہے اور جو علم لدنی اور قدرت وقوتِ غلبہ ونفوذ کے ذریعہ سے تمام مخلوق کو اپنے مقابلہ میں اور اپنے ارادہ کے مقابلہ میں عاجز کرکے دنیا میں دینِ الٰہی پھیلا دیتا ہے پس اس کی معرفت خدا کی معرفت ہے اور اس کی تعلیم خدا کی تعلیم ہوتی ہے اور اس کو نہ پہچاننا جہالت ہے اور اس کے علاوہ دوسرے لوگوں کے خیالات کی پیروی کرنا خواہ وہ خیالات بظاہر کتنے ہی خوشنما ہوں شرک اور گمراہی ہے۔"

"ظہور اللہ ولقاء اللہ"

گذشتہ سے پیوستہ

قرآن مجید سے ثابت ہو چکا ہے کہ خدا کی اطاعت رسول کی اطاعت سے ہوتی ہے۔ خدا کا فیصلہ رسول کا فیصلہ ہی ہوتا ہے خدا پر ایمان جب ہی ایمان کہلاتا ہے جبکہ رسول پر ایمان ہو۔ خدا کی حکومت کا ظہور رسول کے ذریعے ہی ہوتا ہے۔ خدا کا قرب اسی قدر انسان کو حاصل ہوتا ہے جس قدر انسان رسول کی عادات وصفات عبودیت میں قرب حاصل کرتا ہے۔ اور اسی مسلمہ اصول کی بنا پر خدا کی لقاء انسان کو پیغمبر وقت کے ذریعے ہی حاصل ہوتی ہے کیونکہ خدا تو بذاتہٖ غیب لایدرک ہے۔

یہ بات کہ پیغمبر کے ظہور کو خدا کا ظہور کہا جاتا ہے علماء اسلام تیرہ سو برس سے تسلیم کر رہے ہیں۔ قرآن مجید میں رسول کریم کی نسبت فرمایا ہے یجدونہٗ مکتوبًا عندھم فی التوراۃ کہ اہل کتاب رسول کریم کے ظہور کی پیشگوئی تورات میں لکھی ہوئی پاتے ہیں۔ چنانچہ علمائے اسلام نے حضرت موسیٰ کی کتاب استثناء باب ۳۳ کی یہ آیت ہمیشہ ظہور رسول کریم کے بارے میں پیش کی ہے۔

"خداوند سینا سے آیا۔ شعیر سے ان پر طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑ سے ان پر جلوہ گر ہوا"

اس جگہ فاران سے خدا کی جلوہ گری سے مراد ظہور محمدی ہے جسے تمام علمائے اسلام ہمیشہ پیش کرتے رہے ہیں اور کسی عالم اسلام نے اختلاف نہیں کیا۔ بلکہ اس آیت میں حضرت موسیٰ کے ظہور اور حضرت عیسیٰ کے ظہور کو بھی جو سینا اور سعیر سے ہوا خدا کا آنا قرار دیا ہے۔ اس کلمۂ مبارک سے یہ حقیقت واضح اور برہن فرما دی ہے کہ خدا کا آنا، خدا کا طلوع ہونا، خدا کا جلوہ گر ہونا پیغمبر وقت کا ظہور ہے۔ یہ کلام الٰہی کی اصطلاح ہے اور یہی حق ہے۔ کیونکہ خدائے غیب الغیب، آمد ورفت، طلوع وغروب، پوشیدگی و جلوہ گری جیسے حدوثی حالات سے مبرا ومنزہ ہے۔ ہاں اس کی قدرت ومشیت کا مظہر اعلیٰ پیغمبر ہوتا ہے۔ چونکہ پیغمبر میں اپنا کچھ نہیں ہوتا۔ جو کچھ نور وظہور ہوتا ہے وہ خدا ہی کا ہوتا ہے۔ اسلئے پیغمبر کی آمد، خدا کی آمد، پیغمبر کی لقاء، خدا کی لقاء ہے۔ جیسا کہ اس آیت تورات میں علمائے اسلام متفقہ طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ مگر اب اب غفلت اور حقائق دین سے بے پروائی کر کے اہل بہاء کے سامنے اپنے مسلمات کا بھی انکار کیا جا رہا ہے

اسی طرح آیات لقاء میں آیت نسبشر "وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّھُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّھِمْ" حضرت نوحؑ کا قول ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میں ان مومنوں کو اپنے پاس سے نہیں دھتکاروں گا یہ تو اپنے رب کے ملنے والے ہیں۔ خدا کے حضور میں پہنچے ہوئے ہیں یہ صاف بیان ہے کہ جو لوگ پیغمبر وقت کی رفاقت میں ہیں وہ خدا کے حضور میں داخل ہیں اور اپنے رب سے مل رہے ہیں۔ انھیں لقاء اللہ حاصل ہو رہی ہے۔

اس مضمون کی تصدیق وتائید میں ہم جناب فاضل ثناء اللہ صاحب کی تفسیر القرآن کا ایک حوالہ پیش کرتے ہیں:

اسی آیت وَمَآ انا بطارد الذین اٰمنوا انھم مُلاقوا ربھم کی تفسیر میں فرماتے ہیں :-

"اور نہ میں ایمانداروں کو جنھیں تم حقیر اور ذلیل سمجھتے ہو تمھاری خاطر تمھارے آنے پر مجلس سے دھتکار سکتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں۔ خدا کے حضور واصل ہیں۔ ظاہری زیب و زینت اگر ان میں نہیں تو اس کی انھیں پرواہ بھی نہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ؎

چو بیخود گشت حافظ کے شمارد
بیک جو مملکت کاؤس و کے را

(ملاحظہ ہو تفسیر ثنائی سورہ ہود ع)

انھم مُلاقوا ربھم صاف اور صحیح ترجمہ یہی ہے کہ وہ اپنے رب کے ملنے والے ہیں۔ خدا کے حضور واصل ہیں۔"

حضرت نوحؑ اپنے مومنین کو رب سے ملنے والے اور خدا کے حضور واصل" ٹھہراتے ہیں۔ کیا آیات کا اعلان نہیں کہ پیغمبر وقت کی معرفت و لقاء حاصل کرنا خدا کی لقاء حاصل کرنا اور خدا کے حضور واصل ہونا ہے۔

اسی طرح آیت نمبر ۲ یظنون انھم مُلاقوا ربھم میں بھی یہی مراد ہے کہ بنی اسرائیل میں سے مخلص مومنین پیغمبر وقت کے ساتھ رہتے ہوئے اس بات کا یقین رکھتے تھے کہ ہم خدا کے ملنے والے ہیں ہیں لقائے الٰہی حاصل ہے۔

نیز اسی طرح آیت نمبر ۳ واعلموا انکم ملاقوہ میں مسلمانوں کو تعلیم دی جارہی ہے کہ اب ظہور محمدی میں ایمان و عرفان حاصل کر کے اس ظہور کے ذریعے تم لوگ خدا کے ملنے والے بن گئے ہو۔ تمھیں لقاء الٰہی کا مقام حاصل ہوگیا۔ کیونکہ مُلاقوا صیغۂ اسم فاعل ہے جو اپنے اصلی معنی میں حال کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ "مُلاقوا ربھم" "ملاقوا اللہ" "ملاقوہ" ان سب الفاظ کا مفہوم یہی ہے کہ مومن جو پیغمبر وقت کی معرفت و لقاء سے فائز ہوتے ہیں "خدا کے ملنے والے خدا کے حضور میں واصل ہیں" یہ مرتبہ انھیں موجودہ زندگی میں ابھی حاصل ہے۔ مرنے کے بعد کے لئے موقوف نہیں اور جو آیات آئندہ زمانے میں لقائے الٰہی کی خبر دیتی ہیں ان میں بھی یہی مدعا ہے کہ جب آئندہ ظہور حق ہوگا اور لوگ ایمان و عرفان سے فائز ہونگے تو انھیں بھی لقائے الٰہی حاصل ہوگی۔ جیسا کہ پہلے مومنین کو حاصل ہوچکی ہے۔

لقائے الٰہی کی شرط خداوند فرماتا ہے لقائے الٰہی کا مقام حاصل کرنے کے لئے عمل صالح اور توحید خالص پر قائم ہونا شرط ہے۔ فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا (سورۃ کہف، رکوع آخری)

"جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی آرزو کرتا ہے وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔"

اس شرط کے مطابق ہر ظہور حق میں مخلص مومنوں کو لقائے الٰہی کا شرف و امتیاز حاصل ہوتا رہا ہے اور حاصل ہوتا رہیگا۔ جو لوگ بدعملی پر مصر ہیں اور غیر اللہ کی محبت۔ غیر اللہ سے خوف۔ غیر اللہ کی بندگی و غلامی کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں وہ لقائے الٰہی کا مقام بلند حاصل نہیں کر سکتے۔

کیا لقاء اللہ بعد الموت حاصل ہوتی ہے؟

فاضل مدیر اہلحدیث نے آیات لقاء کے متعلق جو کچھ اپنی تفسیر القرآن میں لکھا ہے اس سے ایک بات ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں کہ "انھم مُلاقو ربھم کا ترجمہ انھوں نے یہ کیا ہے کہ "مومن اپنے رب سے ملنے والے اور خدا کے حضور میں واصل ہیں" یہاں تصریح ہے کہ یہ لقائے الٰہی مومنوں کو اسی زندگی میں ملتی ہے۔

(۲) یظنون انھم ملاقوا ربھم (سورۂ بقر رکوع ۳۴)

اس کا ترجمہ مولٰنا ثناء اللہ نے یوں کیا ہے "جن کو یقین تھا کہ اللہ کی مدد پاویں گے۔" (تفسیر ثنائی سورہ بقر)

نیز اپنی تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن میں لکھتے ہیں "ملاقوا اللہ ای ملاقوا نصرہ" (بقرہ رکوع ۳۴) یہاں بھی لقاء اللہ کے معنی اللہ کی مدد پانا لکھے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ اللہ کی مدد پانا جس کا یہاں ذکر ہے مرنے کے بعد نہیں بلکہ اسی دنیا کی زندگی میں ہوتا ہے پس مولٰنا کی تسلیم کے مطابق لقاء اللہ اسی دنیا میں ہوئی نہ کہ مرنے کے بعد۔

یہ باتیں خود تسلیم کرنے اور لکھنے کے باوجود پھر مولٰنا ثناء اللہ صاحب اہل بہار کے مقابلہ پر آکر اپنے مسلمات کے خلاف تحریر فرماتے ہیں کہ:

"پس ان آیات اور احادیث میں لقاء اللہ سے مراد اللہ کی لقاء ہے جو بعد الموت ہر مومن کو حاصل ہوتی ہے اور ہوتی رہے گی۔" (اخبار اہلحدیث امرتسر ۱۹ رجون ۱۹۴۲ء)

ان آیاتِ لقاء میں کہاں لکھا ہے کہ یہ لقاء موت کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ اور جبکہ آیات میں یہ نہیں ہے تو پھر بلا دلیل بات کیوں تسلیم کی جائے؟ چونکہ ان آیاتِ لقاء میں کسی جگہ یہ نہیں لکھا کہ یہ لقاء موت کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ خود فاضل مدیر اہلحدیث نے بھی اس کی شہادت یوں دیدی ہے کہ اس مضمون اہلحدیث میں ایک آیت سے بھی نہیں دکھایا کہ یہ لقاء بعد موت حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ اس کے لئے ایک روایت کا سہارا لیا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ جو کوئی اللہ کی ملاقات پسند کرتا ہے اللہ اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے۔"

اس روایت میں بھی یہ نہیں لکھا ہے کہ قرآن مجید میں جس لقاء کا ذکر ہے وہ مرنے کے بعد مومن کو حاصل ہوتی ہے۔ پھر کیونکر ثابت ہوا کہ قرآن مجید میں جو وعدۂ لقاء ہے وہ مرنے کے بعد کے لئے ہے۔

مولٰنا مدیر اہلحدیث نے مشکوٰۃ سے ایک روایت نقل فرمائی مگر اسی مشکوٰۃ کی ان احادیث صریحہ کو نظر انداز کر دیا جن میں صاف صاف لکھا ہے کہ "تم اپنے رب کو عیاناً دیکھو گے"۔ "لوگ خدا کا چہرہ دیکھیں گے" "خدا بے حجاب اور بلا ترجمان بندوں سے باتیں کریگا" "خدا مومن کو اپنے پاس کرکے اپنا کندھا اس سے ملا دیگا"!

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ تم خدا کو ایسا صاف بے روک ٹوک دیکھو گے جیسے خورشید اور بدر کامل کو دیکھتے ہو" اور حضور اکرم نے اس پر یہ آیت بھی تلاوت فرمائی وجوہ یومئذ ناظرۃ الیٰ ربھا ناظرۃ" یعنی اس دن تروتازہ چہرے اپنے رب کو دیکھتے ہونگے" (ملاحظہ فرمائیے مشکوٰۃ باب رویۃ اللہ اور باب الحساب والقصاص والمیزان)

نیز اسی مشکوٰۃ کے باب رویۃ اللہ میں لکھا ہے مالک ابن انسؓ سے آیت الیٰ ربھا ناظرۃ کے متعلق پوچھا گیا اور کہا گیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ الیٰ ربھا ناظرۃ اپنے رب کی طرف دیکھتے ہونگے۔ یعنی الیٰ ثوابہ خدا کی جزا کی طرف دیکھتے ہونگے۔ مالک نے فرمایا جھوٹ کہتے ہیں۔ وہ آیت کلا انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون کو کیا کریں گے؟ مالک نے کہا کہ لوگ قیامت کے دن اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور کہا کہ اگر مومن قیامت کے دن اپنے رب کو نہ دیکھیگا تو خدائے کفار کو محجوبیت سے کیوں شرم دلائی ہے کہ وہ کفار خدا سے اس دن محجوب ہوں گے۔"

کیا مولٰنا ثناء اللہ صاحب قیامت کے دن دیدار الٰہی اور لقاء الٰہی کا انکار کرتے ہیں؟ اور جب انکار نہیں کرتے تو یہ کہنا کہ قرآن مجید میں جس لقاء الٰہی کا وعدہ دیا گیا ہے وہ لقاء موت کے وقت حاصل ہوتی ہے کہاں تک صحیح ہے اور کیا یہ قیامت کے وعدۂ لقاء کی تردید ہے۔ اور اگر مولٰنا صرف بحث کی خاطر ایسی باتیں لکھتے ہیں تو تعجب ہے۔ علم کا ثمرہ حقیقی رضائے الٰہی سے فائز ہونا ہے۔ یہ نعمت ہر تقلید سے آزاد ہو کر حاصل ہوتی ہے۔

پیغمبروں کی عجیب آزمائش

پروفیسر شیرازی مرحوم جن کا نام میرزا محمد رضا تھا۔ اور جن کی داستی یادگار کراچی اور حیدرآباد سندھ میں موجود ہے بڑی گہری روحانیت اور لطیف قلب کے مالک تھے اور بلند روحانی مضامین کو بہت دلچسپ بنا کر بیان کیا کرتے تھے۔ میری ہدایت کا ذریعہ بھی وہی ہوئے۔ اپنے صعود سے کچھ مہینے پہلے یہ مضمون انھوں نے ہند اور برما کے پانچویں سالانہ کنونشن میں بیان کیا تھا جو کنونشن نمبر کوکب ہند جلد دوم میں چھپا تھا۔ امید ہے ناظرین کے لئے دلچسپی کا باعث اور مرحوم کے جاننے والوں کے لئے یاد تازہ کرنے کا ذریعہ ہوگا۔ (حشمت اللہ)

ایک دن خدا نے اپنے تمام پیغمبروں کو طلب کیا اور اُن سے دریافت کیا۔ تم نے دُنیا میں کیا کیا؟

ہر پیغمبر نے بیان کیا کہ اتنے اتنے لوگ آپ کی عبادت ان طریقوں پر کر رہے ہیں جو ہم نے اُن کو بتائے ہیں۔ اتنے اتنے عبادت خانے ہماری یادگار میں بنائے گئے ہیں۔ ایسی ایسی عظیم الشان کتابیں ہماری تائید میں لکھی گئی ہیں۔ اور ہم میں سے ہر پیغمبر کے ماننے والے ایسے ایسے نیک کام اور ثواب کی باتیں کر رہے ہیں۔

خدا نے کہا مجھے تمھاری رپورٹ سے اطمینان نہیں ہوا۔ میں خود چل کر تمھارے ماننے والوں کا معائنہ کرونگا۔

جماعتوں کا معائنہ کرنے کے بعد خدا نے ہر پیغمبر کو اُس کی امت کی طرف بھیجا اور کہا

جاؤ۔ میرے لئے ایک انسان کا دِل لے کر آؤ۔

اُن سے کہنا۔ خدا بیمار ہے اور تھکا ماندہ ہو رہا ہے اس کے علاج کے لئے ایک انسان کے دل کی ضرورت ہے۔

تمام پیغمبر اپنی اپنی امت کی طرف یہ خدا کا پیغام لے کر گئے لیکن اُمتیوں نے کہا:۔

چلو۔ جاؤ۔ تم جھوٹے ہو۔ جو ہم سے ایک دل مانگنے آئے ہو۔ یہ تمام تعجب خیز جھوٹی باتوں سے جو آجتک ہم نے سُنی ہیں زیادہ جھوٹی ہے۔ کیونکہ آجتک کون ہے جو آدمی کا دل مانگنے آیا ہو ہمارا خدا محبت والا ہے۔ وہ خونخوار نہیں ہے جو اُسے آدمی کا دل درکار ہو۔

پس اُمتیوں نے اپنے پیغمبر کو مار کر نکال باہر کیا۔ انہی پیغمبروں کو جن کے نام سے لوگ گرجوں۔ مسجدوں اور مندروں میں جمع ہو کر دعائیں کیا کرتے تھے۔ اور یہ پیغمبر روتے پیٹتے اپنی اُمت کا گلہ لے کر خدا کی طرف لوٹ گئے۔

مذہب کی تاریخ اٹھا کر دیکھو۔ کیا دیکھتے ہو؟

جب کبھی دین محض تقلید بن جاتا ہے اور اُس کی تمام گرمی اور جان نکل جاتی ہے تو خدا اپنے پیغمبروں کو دنیا میں اُتارتا ہے جو خدا کے اور پہلے پیغمبروں کی تعریف کرتے ہوئے آتے ہیں۔ اور لوگوں کو تاکید کرتے ہیں کہ خدا کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ صرف اُسی کی پرستش کریں۔ لوگ اُن کو صرف تھوڑے سے طرزِ بیان کے فرق کی وجہ سے نہیں پہچان سکتے۔ اُن کو ستاتے ہیں۔ اُن کا مذاق اُڑاتے اور ان کو مارتے پیٹتے ہیں۔

خدا انسان کا دل اپنے لئے مخصوص کرنا چاہتا ہے۔ اس کو اپنے ہی کاموں کے لئے علیٰحدہ کرنا چاہتا ہے مگر لوگ اس کا مطلب سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور گمراہ ہوتے ہیں۔

دنیا کی تاریخ میں پھر ایک مرتبہ بیابان سے ایک آواز اٹھی ہے اور لوگوں کو خدا کی طرف بلاتے ہوئے سب کچھ چھوڑنے کی تاکید کرتی ہے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ اب کی مرتبہ بیس ہزار مرد عورت اور بچے اپنا سب کچھ قربان کرتے ہوئے اس آواز کی طرف دوڑ پڑے لیکن یہ کافی نہیں ہے۔

یہی آواز دوسرے گلوں سے نکلیگی۔ جب تک کہ ایک دل بھی پیش کرنے سے رکا رہیگا۔ اور جب تک کہ سب مل کر اس نذر کو پیش نہ کرینگے۔ کیونکہ

آج خدا کو ساری دنیا کے دل کی ضرورت ہے۔

آج دنیا کو لڑائی، جھگڑا، خونریزی ترک کر دینی چاہیئے۔ دیسی، جنمی اور پولٹیکل اختلافات چھوڑ دینے چاہئیں۔ معاشرتی، ملکی اور رسم و رواج کے جھگڑے بند کر دینے چاہئیں۔ روحانی اور عمومی طریقوں کو اختیار کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہی حضرت بہاء اللہ کا پیغام ہے اور جو کوئی اس مقصد کے لئے کوشش کرتا ہے وہ بہائی ہے۔ خواہ وہ تسلیم کرے یا نہ کرے کہ وہ بہائی ہے۔

زبانی نیاز مندی کا زمانہ ختم ہوا۔ اور اب وہ کبھی نہ لوٹے گا اب خلوص کا عصر شروع ہو گیا ہے۔ (تمام شد)

پروفیسر شیرازی مرحوم نے اپنے لکچر کے اخیر میں کہا ہے:۔

"جو کوئی اس مقصد کے لئے کوشش کرتا ہے وہ بہائی ہے۔ خواہ وہ تسلیم کرے یا نہ کرے کہ وہ بہائی ہے۔"

جس سے قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ

"بہائی کون ہے"؟

اس سوال کا جواب پچھلے مہینہ کے پیامبر میں درج ہے۔ مضمون کا سلسلہ تازہ کرنے کے لئے وہ حصہ پھر نقل کرتا ہوں:۔

"درحقیقت بہائی وہی ہے جو حضرت بہاء اللہ کی بعثت کو بھی تسلیم کرتا ہے اور جو دستور العمل حضرت بہاء اللہ نے دیا ہے اس پر بھی عامل ہے۔ مگر بعض لوگ حضرت بہاء اللہ کی اہمیت کو ان کی تعلیمات کی اہمیت اور ان کے مفید مطلب ہونے کے احساس کے بعد محسوس کرینگے۔ اور بعض لوگ پہلے حضرت بہاء اللہ کی ذاتی عظمت سے آگاہ ہونگے اس کے بعد ان کی تعلیمات کی بلندی سے۔

سب سے پہلی حالت تینوں صورتوں میں اصلی مقصد اور منزل مقصود ہے اور بعد کی دونوں مذکورہ حالتوں میں اس شخص کے پڑاؤ پر پہنچنے سے پہلے کے حال کی تصدیق ہے۔ ایک مثل مشہور ہے الطریق الی اللہ بعدد انفس الخلائق۔

مذکورہ بالا دونوں قسمیں ان عام مختلف راستوں کے یکجا بیان کا اجمالی بیان ہے۔

جو لوگ اہل بہاء کے طرز بیان یا اصطلاحات سے واقف نہیں یا اپنے طرز بیان کے ایسے معتقد ہیں کہ اس کے خلاف کسی طرز بیان کو ٹھنڈے دل سے سوچنے کے لئے بھی تیار نہیں وہ مذکورہ بالا تعریف کو پڑھکر تعجب اور حیرت کا اظہار کرتے ہیں اور بعض تو یہ بھی کہہ بیٹھتے ہیں تو پھر کسے کہا جا سکتا ہے کہ یہ شخص بہائی نہیں ہے۔

جب تک ہمارے اس سوال کا جواب نہ دیا جائے ہم اندازہ نہیں لگا سکتے کہ اس جدید اور عجیب تعریف میں کوئی مفید مطلب بات بھی مضمر ہے یا نہیں۔

جیسے بہائی تین قسم کے ہیں۔ ایسے ہی غیر بہائی بھی تین طرح کے ہیں:-

(۱) وہ جو نہ تو حضرت بہاء اللہ کے دعاوی کو سچا مانتے ہیں نہ اُن کی ماموریت تسلیم کرتے ہیں اور نہ اُن کے دیئے ہوئے دستور العمل کو قبول کرتے ہیں۔

(۲) وہ جو اُن کی مظہریت و ماموریت پر تو ایمان رکھتے ہیں مگر اُن کے عطا کئے ہوئے دستور العمل پر چلنے سے کوتاہی یا پہلوتہی کرتے ہیں۔

(۳) وہ جو حضرت بہاء اللہ کی مظہریت کے قطعی منکر ہیں۔ مگر اُن کے دیئے ہوئے دستور العمل پر عامل اور اُس کے مداح ہیں۔

جب آپ اس تعریف کا مقابلہ پہلی (بہائی کون ہے؟) کی تعریف سے کریں گے تو نمبر ۲۔ اور نمبر ۳ دونوں میں ملیں گے۔ صرف نمبر ایک دونوں میں الگ ہے۔

نتیجہ ظاہر ہے۔

صحیح معنوں میں بہائی وہی ہے جو نہ صرف حضرت بہاء اللہ کے اعلیٰ مقام، اُن کے دعاوی اور اُن کے دستور العمل کو تسلیم کرتا ہو بلکہ جہانتک اس کے لئے ممکن ہے اور اس سے ہوسکتا ہے عمل کرنے کی انتہائی کوشش کرتا ہے۔ خواہ حشر کچھ ہی ہو۔

اس کے بعد یہ سوال کرنا بجا ہوگا کہ میں نے نمبر ۲۔ اور نمبر ۳ کو دونوں تعریفوں میں کیوں داخل کیا ہے؟

جواب یہ ہے کہ تغیر رفتہ رفتہ واقع ہوتا ہے اور اس درمیانی حالت میں رجحانِ طبع کے لحاظ سے تعین کیا جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص آہستہ آہستہ درجۂ اول کی طرف قدم بڑھا رہا ہے تو رغبت اور تشویق کے پیمانہ سے اُسے بہائی کہنا صحیح ہے۔

لیکن اگر اس کا قدم رجعتِ قہقری کی طرف مائل ہے اور وہ پیچھے لوٹ رہا ہے تو غیر بہائی کہنا صحیح ہوگا۔ اور اس میں تذکر اور تنبیہ کا مفید پہلو بھی شامل ہوگا۔

مثلاً جو درخت نشو و نما کی طرف مائل ہو اور بڑھ رہا ہو وہ خواہ کتنا بھی شکستہ حال ہو۔ زندہ ہے۔

برعکس اس کے جس درخت کی جڑ کٹ گئی ہو۔ اور وہ تنزل کی طرف مائل ہو۔ وہ خواہ کتنا بھی سرسبز ہو، اس کے شاخ پتے۔ پھول اور پھل موجودہ حالت میں کتنے ہی اچھے ہوں لیکن چونکہ جڑ کٹ چکی، وہ موت کے منہ میں ہے۔ اور

جس کا ذکر پہلے ہو چکا وہ عہد حیات اور زندگی کے پالنے میں ہے ؛

میں نے اپنے خیال بڑی صفائی کے ساتھ آپ کے سامنے رکھدیئے۔ ھل جزآء الاحسان الا الاحسان۔ کیا آپ اپنے شکوک شبہات یا اعتراض پیامبر کے پتے سے مجھے لکھکر فائدہ نہ پہنچائیں گے؟ (راقم حشت ع)

انیس حیات

جناب ڈاکٹر ایم۔ ڈی۔ خطری نے کتاب انیس حیات تالیف فرما کر اہل وطن پر ایک احسان کیا ہے۔ "انیس حیات" میں طبی عنق اخلاقی مضامین درج ہیں۔ ۵۰ بہترین نسخے جو مختلف امراض میں نہایت کارآمد ہیں۔ ۲۵ مفید دستکاریاں۔ اخلاقی تعلیم کا اہم ترین خلاصہ۔ یہ سب چیزیں نہایت قابل قدر ہیں۔ ۵۶ صفحات حجم۔ سائز ۲۰×۳۰/۱۶ قیمت پانچ آنے۔ جناب مصنف سے طلب فرمائیے پتہ:- "جناب ڈاکٹر ایم۔ ڈی خطری۔ ایوان اخلاق بھاولپور"

امر بہائی اور اسلام

"بہائیت اور اسلام" کے عنوان سے اہلحدیث مورخہ ۲۴ر جولائی میں جو مضمون چھپا ہے وہ میں نے دیکھا۔ پیامبر ۱۵ جولائی کے صفحہ ۱۲ کو دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ یہ مضمون جو ایڈیٹر صاحب پیامبر کا سمجھا گیا ہے وہ حشتِ ع کا مضمون ہے۔

دراصل یہ لکچر میں نے پانچویں سالانہ کنونشن کے جلسہ بمبئی میں دیا تھا۔ اور کوکب ہند جلد دوم کے کنونشن نمبر ۹ر جولائی ۱۹۲۵ء کے صفحہ ۱۹-۲۲ پر [امر بہائی اور اسلام پر تقریر] کے عنوان سے چھپا ہے اور اب دوبارہ مضمون کی صورت میں چھپا۔ پس یہ کوئی نئی جرأت نہیں ہے۔

چونکہ جناب ایڈیٹر صاحب اہلحدیث نے تنقید کے ساتھ کچھ سوال شائع کرکے جواب مانگے ہیں۔ اور اس کا علم اہلحدیث کے پڑھنے والوں کو ہو چکا ہے اس لئے وہ بھی جواب معلوم کرنے کے ایسے ہی مشتاق ہونگے جیسے جناب اڈیٹر صاحب۔ لہٰذا امید ہے میرا یہ مختصر جواب ناظرین اہلحدیث تک پہنچا دیا جائے گا۔

آپ[1] کا دعویٰ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ سید الانبیاء ہیں۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ سے نمایاں طور پر افضل ہیں۔ یہ دعویٰ ہمیں تسلیم ہے۔ لیکن کیا آپ کی ہر دلیل اور برہان کے باوجود کوئی بھی یہودی حضرت موسیٰ سے اور کوئی بھی عیسائی حضرت عیسیٰ سے آنحضرت کو افضل مانتا ہے؟ اگر نہیں مانتا تو آپ کی دلیل اور برہان کا نقص ہے۔ یا یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ پہلے پیغمبروں کے ماننے والے بعد میں آنیوالے پیغمبروں کی افضلیت ماننے سے فطرتاً عاجز اور قاصر ہیں۔ اس مسلمہ عالمگیر اصول سے آپ کیسے مستثنیٰ ہو سکتے ہیں؟

حضرت بہاء اللہ کی ظاہری قید و بند کا ذکر کرنے کے بعد پیغمبروں کی کامیابی اور ناکامی کی حقیقت کے متعلق سوال[2] کیا ہے اس کا جواب میں نے کوکب ہند جلد دوم[3] کے مضمون [دنیوی طاقتوں کی مغلوبیت اور داعی برحق کی فتح کس طرح واقع ہوتی ہے]" میں دیا ہے۔ اگر ایڈیٹر صاحب اہلحدیث اپنے اخبار میں درج کرنا چاہیں تو میں بھیجدوں۔ میرے مضمون عام طور پر مختصر ہوتے ہیں۔ زیادہ جگہ نہیں گھیرتے۔

جناب ایڈیٹر صاحب اہلحدیث کے خیال میں ہماری[4] [ایک بڑی غلطی یہ ہے کہ آنحضرتؐ اور حضرت بہاء اللہ کے دعووں میں فرق نہیں جانتے۔۱۲]

میرے خیال میں حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات کو جاننے والے غلطی پر نہیں ہیں۔ بلکہ وہ لا نفرق بین احدٍ من رسلہ کے موضوع کو خوب سمجھتے ہیں اور تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض کے معنی بھی صحیح طور پر سمجھے ہوئے ہیں۔ وہ یہ جانتے ہیں اور تاریخ ادیان اس کی گواہ ہے کہ ہر پیغمبر اپنا درجہ اور مقام ایک نئے رنگ اور روپ میں پیش کرتا ہے۔ چنانچہ یہودیوں کی نظر میں حضرت موسیٰ کا مقام اور تھا۔ عیسائیوں کی نظر میں حضرت عیسیٰ کا مقام اور تھا۔ مسلمانوں کی

---

[1] ملاحظہ ہو اہلحدیث ۲۴ر جولائی ۱۹۴۳ء صفحہ ۳ کالم ۲ نہایت صفحہ ۴ کالم ۱ "ہمارا دعویٰ ہے اگر"

[2] دیکھو صفحہ ۳ کالم ۱ ایک اہلحدیث بھائی

نظر میں حضرت محمدؐ رسول اللہ کا مقام اور تھا۔ اور بہائیوں کی نظر میں حضرت بہاءاللہ کا مقام اور ہے۔ جو لوگ اس حقیقت واقعی کو نہیں سمجھتے وہ منتظر ہیں کہ حضرت بہاءاللہ اپنے مقام کی تعریف انہی الفاظ والقاب سے کریں جن سے حضرت رسول اللہ نے کی۔ یہ توقع غلط ہے

حضرت بہاءاللہ کا یہ دعویٰ ہرگز نہیں کہ وہ مہدی موعود ہیں یہ دعویٰ حضرت باب (میرزا علی محمد شیرازی) کا تھا۔ (میرزا حسین علی نوری) حضرت بہاءاللہ کا مقام اور لقب عیسائی اصطلاح میں نزول ثانوی مسیح اور رب الجنود کہا گیا ہے۔ لیکن کتاب بیان کی جدید اصطلاح میں حضرت باب کا لقب نقطۂ بیان اور حضرت بہاءاللہ کا من یظہرہ اللہ ہے۔ جناب ایڈیٹر صاحب نے کتاب اقدس کا جو حوالہ اپنے مضمون میں نقل کیا ہے اس کے معنی غلط کئے ہیں ذرا سیاق وسباق کو پھر غور سے پڑھیں تو خود تعجب کرینگے کہ ایسی غلطی کیسے ہوگئی۔

جناب اڈیٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں [اس حوالے کے علاوہ کئی ایک حوالجات بتا رہے ہیں کہ شیخ بہاءاللہ کا دعویٰ فرع ہے رسالتِ احمدیہ کی]

میں نے ۱۹۰۹ء کے شروع میں حضرت بہاءاللہ کو سچا مانا ہے۔ اس درمیان میں اُن کی تمام عربی اور فارسی کی مطبوعہ مجلدات میرے پاس رہی ہیں۔ غالباً ہندوستان میں حضرت بہاءاللہ کی الواح کا مجموعہ اس سے زیادہ اور کسی کے پاس نہ ہوگا۔ ان کے علاوہ غیر مطبوعہ الواح بھی اس ۳۳ سال کے عرصے میں بہت سی دیکھی اور غور سے پڑھی ہیں۔ لیکن مجھے تو ایک بھی حوالہ ایسا نہ ملا جس سے یہ ثابت ہو کہ حضرت بہاءاللہ کا دعویٰ فرع اور اُن سے پہلے مبعوث ہونے والے کسی بھی پیغمبر کا دعویٰ اصل ہے۔ کیا اُن کئی حوالجات میں سے براہِ کرم صرف ۹ حوالے الہدیٰ میں شائع فرما دینگے جن سے حضرت بہاءاللہ کا دعویٰ فرع ثابت ہوتا ہے؟ حضرت بہاءاللہ کی کتاب کو دنیا بے مثل بتاتی ہے اور محض اس وجہ سے نہیں کہ میں بہائی ہوں بلکہ قوی دلائل سے اسے بے مثل مانتا ہوں۔ اگر واقعی اس مسئلے کو ایسا صاف کرنا منظور ہے کہ الہدیٰ کے ناظرین بھی سمجھنے سمجھانے میں شریک ہوسکیں تو میرا موجودہ مضمون بلا کم وکاست چھاپ دیجئے۔ اور قرآن مجید کی برتری گذشتہ آسمانی کتابوں پر ثابت کیجئے اور دیکھئے کہ میں اُس دلیل سے زیادہ مضبوط دلیل حضرت بہاءاللہ کی کتاب کی افضلیت کی پیش کرتا ہوں یا نہیں۔

تنقیدی مضمون کے اصلی مطالبات کو لے کر میں نے ہر ایک کا مختصر جواب دیا ہے۔ فروعی مطالبات کو اختصار کی خاطر نظر انداز کر دیا۔ یار زندہ صحبت باقی

(راقم حشمت عبدالبہاء۔ ۲۵ رجولائی ۱۹۴۲ء)

بہائی سمر سکول دہلی میں

بہائی سمر سکول کا اجتماع اس لئے ہوتا ہے کہ امراللہ کے متعلق مزید علم وعرفان حاصل کیا جائے۔ امریکہ اور ایران وغیرہ ممالک میں سمر سکول کے لئے باقاعدہ مقامات اور سامان فراہم ہیں۔ چند سال سے ہندوستان میں بھی بہائی سمر سکول شروع کیا گیا ہے۔ مختلف اطراف سے احباب شریک ہوتے ہیں۔ باقاعدہ مجلسیں ہوتی ہیں مناجات اور تلاوتِ آیات ہوتی ہے۔ کتبِ امری کا مطالعہ اور متعدد مضامین پر لکچرز اور سوال وجواب ہوتے ہیں۔ ایک ہفتہ علمی و روحانی فضا میں صرف ہوتا ہے۔

امسال ۱۵ر اکتوبر سے ۲۲ر اکتوبر تک سمر سکول دہلی میں منعقد ہوگا

تمام دُنیا کا دین

اُس کے مقاصد۔ تعلیمات اور تاریخ کا خلاصہ

از حضرت شوقی آفندی ولیِ امراللہ (ترجمہ از انگلش)

اہل بہاء کا عقیدہ ہے کہ حضرت بہاءاللہ نے جس دین کا اعلان فرمایا ہے وہ خدا کا بھیجا ہوا دین ہے۔ اس دین کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ سب دین اس میں شامل ہیں۔ اس کی نظر وسیع اور اس کا دستورالعمل علم پر مبنی ہے۔ اس کے اصول انسانوں میں محبت پھیلانے والے اور اس کا اثر انسانوں کے دلوں میں قوتِ عمل پیدا کرتا ہے۔

اہل بہاء کا عقیدہ ہے کہ اُن کے دین کا بانی اس بات کا اعلان کرنے کے لئے مامور ہوا تھا کہ دینی حقیقت مطلق نہیں بلکہ اضافی یا تقابلی ہے یعنی خدا کا کلام جاری رہتا ہے اور ترقی پذیر ہے۔ گذشتہ ادیان کے بانیوں کی تعلیمات اگرچہ فروعات یعنی غیر مستقل رسومات میں ایکدوسرے سے مختلف ہیں مگر وہ سب ایک ہی خمیر میں ہیں۔ ایک ہی آسمان میں بلند پرواز ایک ہی عرش پر مکین۔ ایک ہی کلام کے متکلم اور ایک ہی امر کے آمر ہیں۔"

اہل بہاء نے یہ عملاً ثابت کر دکھایا ہے کہ حضرت بہاءاللہ کے دین کا بنیادی اصول وحدتِ عالم انسانی یا عالمگیر انسانی برادری ہے اور یہی اصول ارتقائے انسانی کی تکمیل و انتہا ہے۔ اُن کا یہ دعویٰ ہے کہ اس عظیم الشان ارتقاء کا اس آخری منزل (یعنی عالمگیر اتحاد) تک پہنچنا نہ صرف ضروری بلکہ قطعی ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ آخری منزل آہستہ آہستہ قریب آرہی ہے اور وہی خدائی پیغام اسے قائم کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے جس کا یہ دعویٰ ہو کہ اسکی پشت پر آسمانی قوت کارفرما ہے۔

بہائی دین خدا اور اس کے ظہورات (رسولوں) کی توحید یا ایکتا کا قائل ہے۔ سچائی اور صداقت کی بے روک ٹوک کھلے بندوں تلاش کرنے کے اصول کا حامی ہے۔ تمام قسم کے توہمات و تعصبات مثلاً ذہبیت یا کھنڈن کرتا ہے۔ اتحاد و محبت کی تعلیم دیتا ہے اور سکھاتا ہے کہ اتحاد و محبت ہی دین کا اصل مقصد ہے۔ دین اور سائنس کو ایکدوسرے کا حامی اور مددگار سمجھتا ہے۔ دین کو پُرامن۔ مہذب اور ترقی پذیر سوسائٹی کی آخری اور تنہا بنیاد سمجھتا ہے۔ مرد و عورت کے حقوق کی مساوات کا علمبردار ہے۔ لازمی تعلیم کا حامی ہے۔ دولتمندی اور افلاس کی باہمی کشمکش کا انسداد کرتا ہے یعنی نہ تو حد درجہ دولتمندی کا حامی ہے اور نہ انتہائی مفلسی کو پسند کرتا ہے۔ کام جو خدمت کی نیت سے کیا جائے اُسے عبادت جانتا ہے۔ ایک امدادی بین الاقوامی زبان رائج اختیار کرنے کی سفارش کرتا ہے اور ایک پائدار امن عالمہ کے قائم کرنے کے طریقے بتاتا ہے اور اس کی نگرانی اور حفاظت کے لئے ذرائع مہیا کرتا ہے۔

یہ دین انیسویں صدی کے وسط میں ایران میں جو اس وقت تاریکترین ملک تھا شروع ہوا۔ شروع ہوتے ہی تعصب اور مذہبی تشدد کی قوتوں نے چاروں طرف سے اس پر حملہ کر دیا۔ اس کے مبشر کو شہید کیا۔ اس کے بانی کو ملک بدر جلا وطن کیا اور اس کے مروج کو قریباً ساری عمر نظر بند رکھا۔ اس کے ماننے والوں میں سے کم از کم بیس ہزار نفوس کو سخت سے سخت دکھ دے کر قتل و غارت کیا۔ پھر بھی یہ دین خاموشی و استقلال کے ساتھ مشرق و مغرب میں پھیلتا گیا۔ اور پھیلتا جا رہا ہے۔ اسوقت دُنیا کے کم از کم چالیس ملکوں میں پوری طرح قائم ہو چکا ہے اور یہ حال ہی میں

کئی ملکوں میں دینی اور ملکی حکام نے اسے ایک علیحدہ مستقل دین مان لیا ہے۔

اس دین کے مبشر شیراز کے رہنے والے میرزا علی محمد تھے۔ وہ باب کے نام سے مشہور ہیں۔ انھوں نے ۲۳ مئی ۱۸۴۴ء کے دن اپنی دُہری ماموریت کا اعلان فرمایا کہ وہ ایک مستقل ظہورِ الٰہی ہیں اور اپنے سے ایک بڑے ظہورِ الٰہی کے مبشر ہیں۔ انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ آنیوالا ظہورِ اعظم نوعِ انسان کی دینی تاریخ میں ایک نئے اور بے مثل دَور کا آغاز کریگا۔

آپ کی زندگی۔ آپ کی مصیبتوں۔ آپ کے شاگردوں کی شجاعت اور آپ کی دل ہلا دینے والی شہادت کے حالات یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ آپ کی پاک زندگی کے مکمل حالات ڈان برکیٹ (بہائی دین کے آغاز کی تاریخ) میں نہایت صاف طور پر درج ہیں۔ یہاں صرف اتنا لکھنا کافی ہوگا کہ حضرت باب کو ۹ رجولائی ۱۸۵۰ء کے دن ایران کے شہر تبریز میں ایک فوجی دستے نے گولی مار کر شہید کر دیا۔ اور اسی دن شام کو آپکے جسد مبارک کو بارکوں کے صحن سے شہر کے دروازہ کے باہر خندق میں پھینک دیا۔ جہاں سے رات کو آپکے فداکار شاگرد اسے اُٹھا کر طہران لے گئے۔ یہاں یہ اُس وقت تک چھپا کر رکھا گیا جب تک اسکو ارضِ مقدس میں لے جانا ممکن نہ ہوا۔ آپ کے کچھ شاگردوں نے حضرت عبدالبہاء کی ہدایتوں کے مطابق اُس صندوق کو جس میں آپ کا جسد مبارک تھا شدید مشکلوں اور سخت خطروں کا مقابلہ کرتے ہوئے حیفا پہنچا دیا۔ ۱۹۰۹ء میں حضرت عبدالبہاء نے اپنے مبارک ہاتھوں سے کئی بہائی جماعتوں کے نمائندوں کے سامنے اس جسدِ اطہر کو اُس روضۂ مبارکہ میں دفن کیا جو آپ نے اس کے لئے خاص طور پر بنوایا تھا۔ اس وقت سے بہائی دین کے بیشمار ماننے والے اس مقدس مقام کی زیارت کے لئے آتے رہتے ہیں۔ اس مقام کا تقدس ۱۹۳۱ء میں اور بھی زیادہ ہوگیا جبکہ اس سال حضرت عبدالبہاء کا جسد مبارک بھی اسی عمارت کے ایک کمرہ میں دفن کیا گیا۔

اس دین کے بانی حضرت بہاء اللہ ہیں۔ آپ کے ظہور کی بشارت حضرت باب نے دی تھی۔ حضرت بہاء اللہ نے اپنے امر کا کھلا اعلان ۱۸۶۳ء میں کیا۔ آپ اس وقت بغداد میں نظر بند تھے۔ اعلان امر کے بعد آپ نے اس نئے دین اور خدائی تمدن کے اصول دیئے جو آپ کے دعویٰ کے مطابق آپ کے ظہور سے اس دُنیا میں شروع ہوگیا ہے۔ آپ کو بھی سخت مخالفت سے دوچار ہونا پڑا۔ آپ کی سب جائیداد ضبط کرلی گئی اور آپ کو پہلے عراق۔ پھر قسطنطنیہ۔ پھر ادرینوپل اور پھر خونی اور شدید مجرموں کے قیدخانے عکاء میں قید رکھا گیا۔ یہاں ۱۸۹۲ء میں ۷۵ سال کی عمر میں آپ صعود فرماگئے۔ آپ کا جسدِ اطہر عکا کے شمال میں بہجی کے مقام پر ایک روضہ میں مدفون ہے۔

حضرت بہاء اللہ کے کلام مبارک کے مستند مفسر اور آپ کے دین کے اوّل مروج آپکے سب سے بڑے فرزند حضرت عبدالبہاء ہوئے۔ جنھیں اُن کے والد ماجد نے "مرکز میثاق" مقرر فرمایا اور تمام اہل بہاء کو حکم دیا کہ ہدایت اور رہنمائی کے لئے سب عبدالبہاء کی طرف متوجہ ہوں حضرت عبدالبہاء بچپن سے ہی اپنے والد ماجد کے ساتھ اُن کے دکھ درد میں اور تکالیف و مصائب میں ساتھ رہے۔ ۱۹۰۸ء تک آپ قید و بند میں رہے۔ اس سال ترکی میں پرانے طرزِ حکومت کے بدلنے پر سلطنت بھر میں تمام سیاسی اور مذہبی قیدی رہا کر دیئے گئے رہائی پانے کے بعد آپ نے فلسطین کو ہی اپنا وطن بنا لیا۔ مصر۔ یورپ اور امریکا میں سفر کئے اور ہمیشہ اپنے والد ماجد کے دین کے اصولوں کو سمجھاتے اور اپنی روزانہ زندگی میں اُن پر عمل کر کے اُن کو جاری فرماتے رہے اور دنیا بھر میں اپنے احباب کو عملی ترغیب دیتے اور اُن کی رہنمائی فرماتے رہے۔ ۱۹۲۱ء میں آپ حیفا فلسطین میں صعود فرماگئے۔

اور جیسا پہلے ذکر ہوا آپ کو کوہ کرمل پر حضرت باب کے روضۂ مبارکہ کے ایک کمرہ میں دفن کئے گئے۔

آپ کی وصیت کے مطابق میں (آپ کا سب سے بڑا نواسہ) دین بہائی کا پہلا ولی اور بیت العدل عمومی کا صدر مقرر ہوا بیت العدل عمومی میرے ساتھ مل کر حضرت بہاء اللہ کے دیئے ہوئے اصولوں کے مطابق مشرق اور مغرب کی بہائی جماعتوں کے ائمہ کی رہنمائی کیا کریگا۔

حضرت عبدالبہاء کے صعود کے بعد تلی اور محلی محفلیں ساری دنیا میں قائم ہوئیں۔ یہ محفلیں وہ بنیادی پتھر ہیں جن پر بیت العدل عمومی کی عمارت تعمیر ہوگی۔

طہران کی تازہ اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ ایران میں پانچسو سے زیادہ شہروں میں بہائی روحانی محفلیں قائم ہوچکی ہیں۔ دنیا کے ہر براعظم میں بہائی جماعتیں پائی جاتی ہیں۔ قومی محفلیں ریاستہائے متحدہ امریکا و کنیڈا۔ ہندوستان و برما۔ برطانیہ اعظم۔ جرمنی و آسٹریا ایران۔ عراق۔ مصر۔ اور سنٹرل ایشیا میں قائم ہوکر کام کررہی ہیں نقفاز۔ ترکستان اور دوسرے ملکوں میں اسی قسم کی محفلیں قائم ہونے کو ہیں۔ فرانس۔ سوئزرلینڈ۔ اٹلی۔ ناروے۔ سویڈن۔ ہالینڈ ڈنمارک۔ ترکی۔ رومانیہ۔ بلگیریا۔ یوگوسلاویہ۔ یونان۔ البانیہ ابی سینیا۔ چین۔ جاپان۔ برازیل اور جنوبی افریقہ میں محفلیں قائم ہوچکی ہیں۔

مختلف فرقوں کے عیسائی۔ سنی اور شیعہ مسلمان۔ یہودی۔ ہندو سکھ۔ زرتشتی اور بودھ مت کے پیروؤں نے نہایت شوق سے اس کی صداقت کو قبول کیا ہے اور اسکے خدا کی طرف سے ہونے کو مان لیا ہے۔

ان لوگوں نے دین بہائی کے زیر اثر پہلے تمام دینوں کے بانیوں کی تعلیمات کی اساسی وحدت کو سمجھ لیا ہے اور اس کے روز بروز ترقی کرتے ہوئے آئین و قوانین کی وضع اور روح کو آزادی سے مان لیا ہے

یہ تمام مرکز ایک واحد انجمن اور ایک واحد ادارہ کے اجزاء کے طور پر کام کررہے ہیں۔ اس ادارہ کے روحانی اور انتظامی مرکز عکا اور حیفا کے دو باہم متصل شہر ہیں۔

مقصد عالم الی اللہ مس مارتھا ایل روٹ

مرحومہ بہائی مبلغین میں بلند مقام رکھتی تھیں۔ وہ پانچ مرتبہ تمام دنیا میں پھر کر ندائے امراللہ اہل جہان کو سنا گئیں۔ بہت سے نفوس نے ان کی تبلیغ سے دولت ایمان و عرفان حاصل کی۔ محترمہ ان پاک ہستیوں میں سے تھیں جو دن رات ذکر الٰہی کے سوا اور کسی چیز میں مصروف نہیں ہوتیں۔ تمام عالم میں گشت کرتے ہوئے مرحومہ نے مشہور مقامات اور آثار قدیمہ دیکھنے میں بھی شوق و شغف پیدا نہیں کیا۔ انھیں صرف پاک روحوں کی تلاش تھی جن کو وہ نئی زندگی کی بشارت پہنچا سکیں۔ تمام دنیا کی یونیورسٹیوں اور سوسائٹیوں میں انھوں نے امراللہ کا پیغام سنایا۔ کثرت کتابیں تقسیم کیں۔ علیا حضرت ملکۂ رومانیہ انھیں کی تبلیغ کے حضرت بہاء اللہ کے عرفان سے فائز ہوئی تھیں۔ ملکۂ محترمہ نے خود اپنے مضامین و اعلانات میں نہایت خوبصورتی سے اپنی تصدیق کا حال بیان فرمایا ہے

احباب کرام کو معلوم ہے کہ محترمہ مس مارتھا روٹ کے صعود پر حضرت ولی امراللہ شوقی ربانی نے نہایت مفصل تار کے ذریعہ تعزیت فرمائی تھی۔ ایسے نفوس زکیہ کی یاد قلوب اور ارواح کیلئے تجدید حیات کا پیغام ہے احبائے ہندو برما کے دلوں بلکہ تمام عالم کے اہل کے قلوب میں مرحومہ کی یاد تازہ ہے۔ وہ ہمارے لئے اپنی مخلصانہ زندگی کا بہترین نمونہ چھوڑ گئی ہیں جہاں امراللہ کے مقدس و محترم مبلغین کا ذکر تاریخ میں اور مجالس احباب الٰہی میں ہوتا رہیگا وہاں محترمہ مس مارتھا روٹ کا نام بھی روشن ستارہ بن کر چمکتا رہے گا۔

قسمت فارسی

لوح مبارک حضرت عبدالبہاء

ہو اللہ

ای جوانانِ قرنِ یزدان شما باید در این عصرِ جدید قرنِ رب مجید چنان منجذب جمالِ مبارک گردید و مفتون دلبر آفاق شوید که مصداقِ این شعر گردید

ای عشق منم از تو سرگشته و سودائی = اندر همه عالم مشهور بشیدائی

ای عزیزانِ عبدالبہاء ایامِ زندگانی را فصل ربیع است و جلوهٔ بدیع، سنِ جوانی را توانائی است و ایامِ شباب بہترین اوقاتِ انسانی لہذا باید بقوتی رحمانی و نیتی نورانی و تائیدی آسمانی و توفیقی ربانی شب و روز بکوشید تا زینتِ عالمِ انسانی گردید و سرحلقهٔ اہل عشق و دانائی و بہ تنزیہ و تقدیس و علوِ مقاصد و بلندیِ ہمت و عزمِ شدید و علویتِ فطرت و سموِ ہمت و مقاصد بلند و خلق رحمانی در بین خلق مبعوث گردید و سبب عزتِ امر اللہ شوید مظہر موہبت اللہ گردید و بموجب وصایا و نصایحِ جمالِ مبارک روحی لاحبائہ الفداء روش و حرکت جوئید و بخصائص اخلاق بہائی ممتاز از سائر احزاب شوید۔ عبدالبہاء منتظر آنست که ہر یک بیشه کمالات شیر ژیان شوید و صحرای فضائل را نافهٔ مشکبار باشید۔ و علیکم البہاء الابہیٰ ع ع

هُوَاللّٰه

ای ثابت بر پیمان نامه‌های متعدد از شما رسید المنة لله که جمیع دلالت بر ایمان و ایقان یاران و متانت بر عهد و پیمان داشت نهایت مسرت حصول یافت که در این سالهای چند انقلاب که در جهان حرب مانند طوفان نوح بود باوجود این احتجاجی تسبیق بر محبت صمیمی افزودند. وچنانکه باید وشاید ثبوت ورسوخ نمودند یقین است که تائید روز بروز تزئید یابد وسبب روشنائی ابصار ونورانیت قلوب وحیات ابدیّه ارواح گردد. الحمد لله در این حرب شدید وعذاب الیم ثابت ومحقق گشت که جز تعالیم الٰهی سبب فلاح ونجاح نه وجز شریعت سماوی حافظ عالم انسانی نیست نتیجه مدنیت کبریٰ این بود که چنین واقع گشت پس معلوم گردید که راحت وآسائش عالم انسانی وحفظ وصیانت هیئت اجتماعی بمدنیت تنها مستحیل بلکه باید منضم بتعالیم الٰهی گردد ونفحات روح القدس عالم انشاء زنده وتر وتازه شود ونفوذ کلمة الله علم صلح عمومی بلند شود والّا قوای بشریه عاجز است هنوز سیل ایخرب بنیان کن ساکن نشده خوف از مشاکل دیگر در پیش آمده وتهیاء مهمات حربیه منظور نظر است فاعتبروا یا اولی الالباب جمیع یاران را علی الخصوص مریم خانم وستاره خانم ومس استنارد وپروین خانم ونوری خانم ومس وردیه ومس روزه وسائرین وهمچنین محترمه ستا تحیت برسان و

علیک البهاء الابهیٰ ع ع

چگونہ ممکن است پاینده باشیم ؟

حضرت بہاءاللہ در کلماتِ مکنونہ میفرماید :-
(یا ابن الانسان انت مُلکی و مُلکی لا یفنی کیف تخاف وانت نوری ونوری لا یطفی کیف تضطرب) کہ ترجمہ آن بفارسی اینست ای پسر انسان تو مال من" یا از دارائی" من ہستی۔ و دارائی من فنا و نابود شدنی نیست چرا مضطربی۔

از بیانِ مبارک واضح است کہ آنچہ را نام انسان گذاشتہ اند آن ہمیشہ پاینده و تابنده است و مقصد از انسان انسانِ حقیقی است کہ خلق کلمۂ خدا باشد نہ این ہیکل و یا ہیولای ظاہری انسان کہ از آب و گل پیدا شدہ است و باب و گل باز میگردد چنانچہ حضرت بہاءاللہ در جای دیگر در کلمات مکنونہ میفرماید ای پسر من (ترسم کہ از نفحہ ورقاء فیض نبرده بدیار فنا راجع شوید و بجمالِ گل ندیده بآب و گل بازگردید)

پس معلوم شد کہ ما اگر در این ہیکلِ جسمانی نفحہ ورقاء الٰہی یعنی کلماتِ مظہر ظہور را بشنویم و موجب تعالیم الٰہی کہ توسط مظہر ظہور بما میرسد عمل نمائیم ہرگز بدیار فنا راجع نمی گردیم و شاہد اینکہ ورقای الٰہی نفسِ مظہر ظہور است اینکہ در لوح احمد میفرماید (ھذہ ورقة الفردوس تغنی علی افنان سدرة البقاء بالحان قدس ملیح) و در جای دیگر میفرماید "وکذلک یذکرکم الورقاء فی ھذا السجن وما علیه الا البلاغ المبین"

یعنی این است مثل بہشتی کہ میسراید بر شاخۂ درخت باقی بآواز پاک ملیح وجای دیگر میفرماید و چنانچہ نصیحت میکنند ورقا دیگر او نیست جز اینکہ برساند بر شما یعنی پیغام الٰہی را

دانایانِ قبل نیز پیغمبران کرام و مظاہر مقدسۂ الٰہیہ بہ بندانِ سلیمانی و بازانِ شاہی مثل زده چنانچہ ملای رومی گوید

گفت باز از یک پر من نشکند بیخ جغدستان بشہنشہ بر کند

پر و بالِ من عنایاتِ وی است ہر کجا من میروم شہ در پی است

و اینہم باید دانست کہ خلعتِ انسانِ حقیقی از انوار کلماتِ الٰہی کہ بواسطۂ پیغمبران بسوی خلق میرسد و آن نور الٰہی گاہی خاموش نمیشود و اینکہ در تورات میفرماید "خداوند گل انسان را با آب و خاک سرشت و سپس روح خود شرا در انسان بدمید خاک و گل عبارت از ہیکل ظاہری انسان است کہ از عناصر اربعہ مرکب گشته و روح الٰہی کہ در انسان دمیده شد عبارت از روح کلمات و تعالیم الٰہی است کہ بواسطۂ ملائکہ ہای آسمانی یعنی پیغمبران بر ہیکل انسانی دمیده میشود و انسان خاکی را مظہر فیوضات الٰہیہ میگرداند و معنی خلقنا الانسان علی صورتنا و مثالنا ظاہر و آشکار میشود و آن انسان کسی است کہ از خلق کلماتِ الٰہی باشد و آنچہ خداوند بلسانِ انبیاء فرموده است رفتار کند و آن اختیار کردن صفاتِ حسنہ الٰہیہ است مثلاً خداوند پاک است عادل است رحمٰن است رحیم است کریم است و دوکہ اگر تا سہ روز شمرده شود با نتہای آن نمیرسیم۔ بلکہ

بگفتهٔ سعدی مجلس تمام گشت و بپایان رسید عمر
ما همچنان در اوّل وصف تو مانده ایم

هر قدر بشماریم بانتهای آن نمیرسیم ولی هر قدر میتوانیم بانوار این صفات حسنه منوّر گردیم که بواسطهٔ مظاهر اسماء وصفات الٰهیه یعنی پیغمبران بما رسیده و میرسد و چون اثرات این صفات فانی شدنی نیست و انوار اخلاق حسنه خاموش نخواهد شد پس انسان حقیقی هم فانی نخواهد شد. ولی در عین حال باید بدانیم که از مال خدا بودن و از انوار او منوّر بودن معنی آن شریک خدا بودن نیست زیرا خدا لاشریک است و ما نیستیم خداوند دانای مطلق است و ما نیستیم. خداوند قادر مطلق است و ما نیستیم. خلاصه خداوند همه چیز است و ما هیچ نیستیم. چنانچه ملا گفته است ؎

ای برون از وهم قال و قیل من
خاک بر فرق من و تمثیل من

و اما اینکه بعضی از شعراء بلند پروازی کرده نسبت بیشتری بخود یعنی بمقام بشریت داده اند البته از روی عشق و مستی بوده است نه از روی خود پرستی. مثلاً حافظ گوید ؎

چون نفخت فیه من روحی شنیدم شد یقین
بر من این معنی که ما زانیم و یم او زان ماست

یعنی وقتی این آیهٔ مبارکه را شنیدیم که خداوند فرموده است "دمیدم در او روح خودم را" بر من واضح شد که ما از خدا هستیم و خدا از ماست ولی اگر این آیه را باینطور معنی کنیم که روح ما که باقیست از اوست و آنچه فانی میشود قابل اعتبار نبوده و نیست بهتر است چنانچه نعیم علیه الرحمه گفته است

جان من جان ما نمی میرد الی آخر

(اقتباس از مختاری)

"موهوم"

از قلم مرحوم سید مهدی گلپایگانی

این کلمه ایست بسیار مختصر و در تلفظ سهل و آسان. لکن از حقیقت معنی و موضوع و افراد و انواع و اثر و نتیجه در عالم بشر بی حد و پایان. و "وهم" در عربیت سهو و غلط و در اصطلاح قوّه ایست جسمانی که وظیفهٔ آن ادراک معانی جزئیهٔ متعلق بمحسوسات است که بواسطهٔ آن گوسفند ادراک نماید که اگر از گرگ باید گریخت و با فرزند باید آمیخت و سلطنت این قوّه بر سائر قوای جسمانی مانند حکومت و نفوذ عقل است بر قوای روحانی. بعبارة اخری وهم ظلمانی در وجود انسانی سلطنتی در مقابل عقل نورانی تشکیل داده و بدان مقدار که عقل در این سبیل مکرّم مبدأ ارتقاء و علوّ و عزّت و سعادت است وهم نیز منشأ تدنّی و انحطاط و ذلّت و نکبت و شقاوتست و موهوم در اصطلاح قضایای کاذبه را گویند که در امور غیر محسوسه وهم بدان حکم کند و عقل و علم آنرا تصدیق ننماید مانند حکم بوجود جن و غول و هر امر غیر محسوس و معقول. اقلام سریعه از شرح مضرّات و نکبات وارده از آن بر سبیل جامعهٔ بشری از اوّل ایام تا عصر حاضر عاجز و قاصر ماند و السن فصیحه تعداد اقسام و انواع و کیفیات و کمیات و شنائع و دواهی آنرا بانتها نرساند موهوم است که جلوه و جمال دلبر صبیح ملیح ادیان الٰهیه را بوقاحت و شناعت و رذالت و قباحت تبدیل نموده. موهوم است که ملل و ادیان

واقوام مختلفہ را بجنگ وجدال ومباغضت ومنافرت بایکدیگر مبتلا ساختہ جمیع انبیاء ورسل الٰہی ومومنین ومقربین ومخلصین بواسطہ موہومات ازدست نفوس جاہلہ قافلہ دوچار زحمت ومشقت وعقوبت ونکال گشتہ ودر نہایت مظلومیت شربت شہادت چشیدند وہم است کہ نژادہای مختلفہ را با اینکہ پروردہ یک آب وخاک ونژادہ یک پدر ومادرند از ہمدیگر جدا وبعضدیت بایکدیگر برانگیختہ۔ وہم است کہ برای یک شبر کرہ خاک کہ بجہت ہرذی روحی ایامی چند محل تعیش وسکونت واستفادہ وبی انقضاء ایام حیات قبر ابدی ایشان است دول وملل شرقیہ واروپا را باز دیاد عساکر وذخائر ومہمات جنگی وتکمیل مصارف باہضہ آن بر رعایای بیچارہ گرفتار وباد ہام وطن پرستی وملت خواہی بہدم بنیان واتلاف بنی نوع انسان داوار ساخت۔ اوہام است کہ ملل چین وہند وترکیہ وافریقیا وایران را ازعروج بمدارج ترقی وتمدن ممنوع ومحروم گردانیدہ۔

اینہا شمہ از اوہام کلیہ عمومیہ اند کہ بسبیل نمونہ برآن اشارت رفت۔ ولے اوہام جزئیہ از قبیل عقیدہ بوجود جن وغول وساعت سعد ونحس ورمل وفال وایام الصبیان وآل وتسخیر اجنہ وارواح وصبر واستغفار وجلہ وتیشہ واستمداد از قبور وشفای ابرص واصم وکور کہ عالم بشریت را بزحمت وفلاکت بے حد وحساب انداختہ واز راحت وسعادت محروم ساختہ از حوصلہ تقریر وتحریر افزون است واز حیز احاطہ واحصاء بیرون۔ واین اوہام وخرافات دام تزویر ہزاران غول بیابانی برای صید سادہ دلان روزگار واتلاف جان ومال عوام نادان شرقیان گردیدہ ونفوس بیشمار را از کسب وکار باز داشتہ وادارۂ امور زندگانی وتہیۂ اسباب تعیش وکامرانی شان را بعہدہ مشتی مردمان رنجبر از دنیا ومافیہا بی خبر گذاشتہ واین اوہام را در اوقات غلبہ ظلمت جہل بر عالم صاحبان اغراض شخصیہ وارباب نفس وہوی در میان ناس شیوع وانتشار دادہ وسیلہ جلب مقاصد باطلہ خود ساختہ وبسبیل توارث از ملل سابقہ بامم لاحقہ طبقا عن طبق نقل وانتقال یافتہ وانبیاء ورسل الٰہی وحکماء وعلمای ربانی در سبیل حرق موہوم ودلالت ناس بشطر معلوم در ہر عصر وزمان تحمل انواع محن وآلام از دست عوام کالانعام بتحریک ہمان متوسمین خرافات واوہام گردیدہ۔ پس انانکہ بافداکاری وجان فشانی وحمل مصائب ومتاعب بیحد وشمار جمعے را از چنگال وہم وگمان وعادات فاسدۂ پیشینیان نجات داده ولقلیمانشان در عالم نفوذ وجریان یافت۔ مجدداً غوالان راہ حقیقت خود را در زمرۂ متدینین ومومنین مندرج وبانواع حیل ودسائس ہمان اوہام را بلباس دیگر مابین امت منتشر گردانیدند۔ آیہ مبارکہ قرآن وما ارسلنا من قبلک من نبی ولا رسول الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ اٰیاتہ) تائید این بیان را کفایت نماید ولب تشنگان علم ومعرفت را بسرچشمہ حق وحقیقت رساند۔

اکنون اثبات مدعا را بہ بیان دو مثال از اوہام منتشرہ موجودہ خاتمہ دہیم۔

اول بمسئلہ تنجیم۔ یعنی حکم بتاثیر نجوم در اوضاع واحوال ونظام واعتدال مکان ومکین است کہ مصریان وبابلیان نشاۃ وانتشار یافت کہ کواکب سبعہ سیارہ را می پرستیدند۔

وجمیع حوادث عالم را کہ بعقیدۂ ایشان انحصار در این کرۂ ارض داشت بتقدیر و تدبیر واردۂ آنہا محوّل و موکول میدانستند و سہ پیمبر پروردگار حضرت ابراہیم و موسیٰ و محمد ابن عبداللہ در دفع این اوہام و خرافات نہایت جدّ و جہد را مبذول داشتند چنانچہ شرح و تفصیل آن در تورات و قرآن مسطور و در شریعت توراۃ و اسلام منہی و مذموم و معتقد آن از حلۂ ایمان محروم است و در قرون اولیہ احدے از سلاطین باین دو آئین مبین قدرت و جسارت اظہار چنین عقیدۂ نداشت چراکہ مورد طرد و تکفیر و مجازات شدید میگردید۔ لکن بمرور دہور غولان را حقیقت عقیدۂ مزبور را در قلوب و صدور ہر دو امت جائے داده تا بحدیکہ امروزہ بجہت ہر امر از جزئی و کلی بدون اختیار ساعت سعد اقدام نمی ورزند و وقائع حادثۂ روزگار را از تاثیر کوکب اقتران آنہا میشمارند باوجود آنکہ در تورات مثنیٰ فصل ۱۸ آیۂ ۱۰ بصراحت میفرماید درمیان تو کسیکہ پسر یا دختر خود را در آتش میگذارند یافت نشود و نہ فال گیر و نہ منجم و نہ افسون گر و نہ عیب گو و نہ ساحر و نہ آشنای جن و نہ سوال و نہ تسخیر کنندۂ ارواح زیرا تمامی کسانیکہ باین چیزہا مشغولند مکروہ خداوندند و بسبب این مکروہات خداوند خدای تو ایشانرا در حضور تو اخراج مینماید)

در اسلام روایات بسیار مانند المنجم کذاب وکذب المنجمون ورب الکعبۃ والمنجم کالکاہن والکاہن کالساحر والساحر کالکافر والکافر فی النار از حضرت رسول و ائمۂ ہدیٰ ورود یافت و مقصود از منجم در تورات یا در احادیث اسلامیہ کسانے ہستند کہ حکم بتاثیر نجوم در حوادث و وقائع ماکان ومایکون مینمایند و اثرات سوء کہ از این وہم بر عالم انسانیت وارد شده و میشود از قبیل تعطیل امور مہمۂ لازمیہ و منع نفوس از تشبث باسباب و وسائل و انتظار سعادت از تاثیر کواکب آفل و اغفال شیادان روزگار و سادہ دلان عصر مخصوص سلاطین و متنفذین را در اجرای مقاصد و نوایای سیئہ خویش کہ ہر دقیقہ و آن در انظار ما مشہود و حکایات عجیبہ عبرت آمیز خندہ آور موجود است بشمار در نیاید۔

خدمت ابونہ داران

برادران روحانی! پس از تحیات محبت و مودت و طلب تائید و توفیق برائے آنہ دوستان رحمانی معروض کہ الحمدللہ مجلۂ پیامبر کمافی سابق مشغول ندائے امر اللہ می باشد۔ ماہ بماہ بدست آنہ دوستان رسیدہ یاد آوری گوناگون مینماید۔ یاران روحانی نیز بالمحبت و وسعت ملحوظ نموده با دقت نظر ملاحظہ می نمایند۔

باید دوستان ابونہ سال جاری را بتوسط صندوقدار محفل محلی خود بصندوقدار محفل مقدس ملی ارسال نمایند۔ پس از وصول این یاد آوری ابونہ احباب انفرادی مستقیماً با دفتر جناب آقای اسفندیار بختیاری۔ کارنہ ہاوس۔ پریڈی روڈ کراچی فرستاده شود۔

قارئین محترم را قبلاً اطلاع داده بودیم کہ برای سال جاری طبق تصویب محفل مقدس ملی ابونۂ پیامبر مبلغ چہار روپیہ معین شده۔

مرحمۂ پائے ورق منی آرڈر مرقوم فرمائید کہ این مبلغ برای یک دورۂ پیامبر سنہ ۱۹۴۲ء میباشد تا در دفتر ابونہ ثبت و قبض صادر شود۔

(مدیر)

ہو اللہ

ای یارانِ جانی عبد البہاء ! "شرق معطر نما غرب منور نما ۔ نور بلغار دہ روح بسقلاب بخش"
این بیت یکسال بعد از صعود از فمِ میثاق صادر و ناقضان استغراب مینمودند و استہزاء میکردند
ولی الحمد للہ آثارش باہر و قوتش ظاہر و برہانش واضح گشت ۔ المنۃ للہ شرق و غرب در اہتزاز
است و از نفحاتِ قدس جمیع اقطار مشکبار ۔ جمال مبارک بنصِ صریح در کتاب وعدہ فرمودند (ونرینکم
من افقی الابہی و ننصرمن قام علی نصرۃ امری بجنود من الملأ الاعلی وقبیل من الملائکۃ
المقربین) نوید نمودند (الحمد للہ) این نصرت و تائید مشہود و پدید و در قطب عالم مانند آفتاب
بدرخشید (پس ای یاران الٰہی) جہدی بلیغ نمائید و سعی شدید کنید تا موفق بعبودیت جمالِ قدیم
و نور مبین گردید ۔ و سبب انتشار انوار شمس حقیقت شوید جسم قدید قدیم امکانرا روحی جدید بدمید
و مزرعۂ آفاق را بتخم پاکی بیفشانید ۔ بر نصرتِ امر قیام نمائید و لسانِ تبلیغ بگشائید ۔ انجمن عالم را
شمع ہدی گردید و افق امکان را بنجوم نورا شوید ۔ حدائق توحید را طیور رحمانی شوید و گلبانگ
حقائق و معانی زنید ۔ انفاس حیات را صرف امری عظیم کنید و مدتِ زندگانی را حصر در خدمت نوع بشر
نمائید ۔ تا عاقبت گنج روانِ ملکوتی بدست آرید و از زیان و خسران برہید ۔ زیرا حیاتِ بشر جمیع در خطر
اطمینان لحظہ در دقیقہ نه با وجود این اقوام مانند سراب اوہام در موجند و گمانِ اوج دارند ۔
(یہہات یہہات) قرونِ اولی نیز چنین گمان مینمودند تا آنکہ بموجی از امواج بتراب پنہان شدند
و بخسران و زیان افتادند مگر نفوسی کہ فانی محض شدند و در سبیل الٰہی بجانفشانی برخواستند
کوکب نورانی آنان از افقِ عزت قدیمہ درخشید و آثار قرون و اعصار برہانِ این گفتار ۔ پس شب و روز
آرام نگیرید و راحت نجوئید ۔ رازِ عبودیت گوئید و راہِ خدمت پوئید ۔ تا بتائید موعود از ملکوتِ
احدیت موفق گردید (ای یاران) افقِ عالم را سحاب تیره احاطه نموده ۔ و ظلماتِ عداوت و بغضا و جور
و جفا و ذلتِ کبریٰ انتشار یافته ۔ جمیع خلق در غفلتِ عظمیٰ و خونخواری و درندگی اعظم مناقب برایا

حضرت کبریا از بین جمہور بشر یارانرا انتخاب فرموده - و بہدایت کبریٰ و موہبت عظمیٰ تخصیص داده - تا آنکہ مائل بجہان و دل بکوشیم - جانفشانی نمائیم و بہدایت خلق پردازیم و نفوس را تربیت کنیم تا درندگان غزالان تبرد وحدت شوند و گرگان اغنام الٰہی گردند - و خونخواران ملائکہ آسمانی شوند - نار عدوان خاموش گردد - و شعلۂ وادی ایمن لمعہ مبارکہ روشنائی بخشد - رائحۂ گلخن جہان متلاشی شود - و نفحات گلشن وفا انتشار کلی یابد - عقول ضعیفہ استفاضہ از عقل کلی الٰہی نماید - و نفوس خبیثہ انفاس طیبہ طاہرہ جوید - این موہبت را مظاہری و این مزرعہ را دہقانی - و این باغ را باغبانی - و این دریارا ماہیانی - و این سمارا کواکب نورانی - و این علیلان را طبیبانی روحانی - و این گمگشتگان را رہبرانی مہربان لازم تا بی نصیبانرا نصیب دہند و محرومان را بہرہ بخشند و مستمندانرا گنج روان گردند و طالبانرا قوت برہان بنمایند - (اللّٰھم انی اتضرع یا مغیثی و اتذلل یا مجیری و اتوجہ یا طبیبی و اناجیك بلسانی و روحی وجنانی و اقول) (الٰہی الٰہی قد احاطت اللیلۃ الدلماء کلّ الارجاء - و غطت سحاب الاحتجاب کلّ الآفاق - و استغرقوا الانام فی ظلام الاوہام - و خاض الظلام فی غمار الجور و العدوان - ما ادری الا ومیض النار الحامیۃ المتعسرۃ من الہاویۃ وما اسمع الا اصوات الزعود المدمدم من الآلات الملتہبۃ الطاغیۃ النازیہ - و کل اقلیم ینادی بلسان الخافیۃ (مَا اغنیٰ عنّی مالیہ ہلك عنّی سلطانیہ) قد خبت یا الٰہی مصابیح الہدیٰ و تسعرت نار الجویٰ و شاعت العداوۃ والبغضاء و خزاعت الضغینۃ والشحناء علیٰ وجہ الغبرآء - فما اری الا احزبك المظلوم ینادی باعلی النداء حیّ علی الوفاء - حیّ علی العطاء - حیّ علی الہدیٰ - حیّ علی الوفاق - حیّ علیٰ مشاہدۃ نور الآفاق - حیّ علی الحب و الفلاح - حیّ علی الصلح و الصلاح - حیّ علی نزع السلاح - حیّ علی الاتحاد و النجاح - حیّ علیٰ التعاضد و التعاون فی سبیل الرشاد - فہؤلاء المظلومون یفدون کلّ الخلق بالنفوس والارواح - فی کل قطر بکل سرور و انشراح - تراہم یا الٰہی یبکون لبکاء خلقك و یحزنون لحزن بریتك و یتراٴفون بکل الوریٰ و یتوجعون لمصائب اہل الثریٰ - رب انبت ایاہم الفلاح فی جناحہم حتّی یطیروا الیٰ اوج نجاحہم واشدد ازورہم فی خدمۃ خلقك - و قوّ ظہورہم فی عبودیۃ عتبۃ قدسك - انك انت الکریم انك انت الرحیم - لا الٰہ الا انت الرحمٰن الرؤف القدیم - (ع ع)

ماہنامہ

پیامبر دہلی

جلد سوم | اکتوبر سنہ ۱۹۴۲ء | نمبر دہم

ھوالامر الحکیم

وہ (خدا) حکم فرمانے والا صاحبِ حکمت ہے

قُل الٰھی الٰھی اشھدُ بوحدانیتک وفردانیتک واعترفُ بما انزلتہ فی کتابک اسئلک

کہہ اے میرے خدا اے میرے خدا! میں تیری وحدانیت اور یکتائی کی گواہی دیتا ہوں اور جو کچھ تو نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے اس کا اقرار کرتا ہوں

باسمک الظاھر المکنون بان توئیدنی علی العمل بما امرتنی فیہ ای رب ترانی مقبلاً الیک ومقرًّا بعظمتک

میں تیرے ظاہر اور پوشیدہ نام کے وسیلے تجھ سے یہ چاہتا ہوں کہ تو نے اپنی کتاب میں جو احکام دیئے ہیں اُن پر عمل کی توفیق عطا فرما۔ اے میرے پروردگار تو دیکھ رہا ہے کہ میں

وسلطانک اسئلک بملئ بحر رحمتک وتجلیات شمس فضلک بان توئیدنی علی ذکرک وثناءک وبین عبادک

تیری طرف متوجہ اور عظمت و سلطنت کا اقراری ہوں۔ تیرے دریائے رحمت کے موجوں کا اور تیرے آفتابِ فضل کی جلوہ ریزیوں کا واسطہ! میری ایسی مدد فرما کہ میں تیرے بندوں کے

بالحکمۃ التی انزلتھا فی زبرک والواحک ثم اسئلک بنفوذ کلمتک العلیا وتصرف ارادتک واحاطۃ

درمیان اُس حکمت کے ساتھ جو کتبِ الواح میں تو نے اُتاری ہے تیرا ذکر اور تیری تعریف کرتا رہوں۔ پھر میں تجھ سے تیرے اثرِ کلام اور غلبۂ ارادہ اور احاطۂ مشیت کا واسطہ دیکر

مشیتک ان تغفرلی بجودک وکرمک وتکتب لی ما یجعلنی مستقیمًا علی امرک وراسخًا فی حبک انت الذی

سوال کرتا ہوں کہ مجھے اپنی بخشش و عنایت کی بخش دے اور میرے لئے وہ جو چیز مقدر فرمادے جو مجھے تیرے امر پر ثابت اور تیری محبت میں راسخ رکھے۔ تو ہی وہ

لا تعجزک شئونات العالم ولا تضعفک قوۃ الامم تفعل ما تشاء بسلطانک لا الٰہ الا انت

ذاتِ پاک ہے کہ تمام عالم کی نیرنگیاں تجھے کمزور نہیں کرسکتیں۔ سارے گروہوں کی طاقت تجھے کمزور نہیں بنا سکتی۔ تو اپنی قوت و قدرت سے جو چاہتا ہے کرتا ہے

الفرد الواحد العلیم الحکیم

تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا۔ یکتا۔ علم و حکمت والا ہے

کلام اللہ رب العالمین

بسم اللہ الاقدس الابھیٰ

خدا کے پاکیزہ ترین اور روشن ترین نام سے

هٰذا كتابٌ مِن لَدُنّا إلىٰ مَن اقبل الى الله وانقطع عما سواه انا انه ممن فاز

یہ کتاب ہماری طرف سے اُس شخص کی طرف ہے جو خدا کی جانب متوجہ ہوا اور غیر خدا سے الگ ہوگیا۔ بے شک وہ ان لوگوں میں سے

بلقاء الله المهيمن العزيز الحكيم وطاف بقعة الله الى ان دخل فيها باذنه

ہے جو خدا کی لقا سے بہرہ ور رہتے ہیں وہ خدا جو سب کا نگران سب پر غالب حکمت کا مالک ہے۔ اور اس نے جلوہ گاہِ خداوندی کا طواف کیا یہاں تک کہ

وحضر تلقاء العرش بخضوع مُبين عميت ابصار الذين منعوا العباد

خدائی اجازت سے یہیں داخل ہوا اور عرش کے روبرو نمایاں فروتنی کے ساتھ حاضر ہوا۔ اُن لوگوں کی آنکھیں اندھی ہوگئیں جنھوں نے بندوں کو پروردگار

عن الورود فى فناء رحمة ربهم الغفور الكريم وكلما اراد ان يحضر تلقاء

غفور و کریم کے صحنِ رحمت میں آنے سے روکا۔ اور جب کبھی بندے نے حضور مبارک میں آنا چاہا تو منکرینِ خدا

الوجه سكرت ابصار الذين كفروا بالله ومنعوا احبآئه عن التوجه الى

کی آنکھیں چوندھ گئیں۔ اور انھوں نے احبائے الٰہی کو خدا کے درخشاں نورانی چہرے کی طرف متوجہ ہونے سے

وجهه المشرق المنير يا محمد اسمع ندآء الله عن شطر اسمه الابهىٰ ثم انظر

منع کیا۔ اے محمد! خدا کے اسم ابہیٰ کی سمت سے خدا کی ندا سن۔ پھر اُن اہل قرآن پر نظر ڈال

فى اولى الفرقان الذين كفروا بايات الله العزيز الحكيم ينسبون انفسهم الى

جنھوں نے خداے عزیز و حکیم کی آیتوں کا انکار کر دیا ہے۔ وہ اپنے آپ کو محمد رسول اللہ کی طرف

محمد رسول الله انه يبكى وينوح وهم لا يفقهون يعترضون على ذاته و

منسوب کرتے ہیں اور محمد رسول اللہ گریہ و نوحہ کر رہے ہیں اور یہ لوگ سمجھتے ہی نہیں۔ یہ لوگ اُن کی ذاتِ مبارک پر اعتراض کر رہے ہیں

الاعلىٰ يقتلونه بالظلم وباسمه هم يفتخرون ولا يشعرون قل انه يُنا ديكم من الرفيق

اور اُن کو ظلم سے قتل کر رہے ہیں اور پھر انھیں کے نام پر فخر کر رہے ہیں اور شعور سے کام نہیں لیتے۔ کہدے کہ محمد رسول اللہ

ویقول یا قوم ھذا ھو الذی بشرناکم بہ وان ھذا لمحبوب العالمین ھذا ھو

تمھیں عالم بالا سے پکار رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اے قوم! یہ ظہور وہی ہے جس کی بشارت ہم نے تمھیں دی تھی اور یقیناً یہ تمام جہانوں کا محبوب ہے،

الذی لولاہ ما اظھرت نفسی وما نزل الفرقان والانجیل اتقوا اللہ والتتبعوا

یہ وہ ہے کہ اگر یہ نہ ہوتا تو میں اپنے آپ کو ظاہر نہ کرتا۔ اور نہ قرآن و انجیل کا بھی نزول نہ ہوتا۔ خدا سے ڈرو اور ان لوگوں کے

الذین یدعونکم الی الھوی ان ھذا لمنظر الابھی توجھوا الیہ من شطر قریب و

پیچھے نہ چلو جو تمھیں نفسانی خواہش کی طرف بلاتے ہیں۔ یقیناً یہ ظہور منظرِ ابہیٰ ہے۔ سمتِ قریب و بعید سے اس کی طرف متوجہ

بعید ایاکم ان تضیعوا حرمۃ اللہ بینکم ضعوا ما عندکم وخذوا ما اوتیتم

ہو جاؤ۔ ہنروار۔ خدا کی عزت و حرمت کو اپنے درمیان ضائع نہ کرو۔ اپنی باتوں کو چھوڑ دو اور جو کچھ تمھیں خدائے علیم و حکیم کی طرف سے

من لدن علیم حکیم یا محمد طوبیٰ لک بما سمعت الحان ربک وفزت بلقائہ

دیا گیا ہے اُسے مضبوط تھام لو۔ اے محمد! تجھے مبارکباد کہ تو نے اپنے رب کی باتیں سنیں اور تو اُس کی لقاء سے بہرہ ور ہوا۔ جبکہ جمالِ قدم

بعد اذ حبس جمال القدم فی السجن الاعظم اذا یشھد کل الذرات بانک انت

سجنِ اعظم میں قید تھا۔ " " تو اب تمام ذرات گواہی دے رہے ہیں کہ بیشک تو بامراد

من الفائزین اقصص علی احبائی ما رأیت وعلمت وعرفت لئلا یمنعھم

لوگوں میں سے ہے۔ جو کچھ تو نے دیکھا اور جانا اور پہچانا ہے میرے دوستوں سے بیان کر تاکہ انھیں بلاء مانع ہمارے

البلاء عن مالک الاسماء کذلک یأمرک الغلام من لدن عزیز حمید

باز نہ رکھے۔ اس طرح غلام تمھیں خدائے عزیز و حمید کی طرف سے حکم دیتا ہے۔ ہم تمھیں اور اپنے تمام

انا نوصیک واحبائنا بتقوی اللہ والانقطاع عما سواہ لیظھر منکم ما تنجذب

دوستوں کو خدائی تقویٰ اور ماسوی سے بے نیازی کی وصیت کرتے ہیں تاکہ تم سے وہ بات ظاہر ہو جس سے تمام جہان کے دل کھچے چلے

بہ افئدۃ العالم ان ھذا الصراط ربک بین السموات والارضین اشکر اللہ

آئیں۔ آسمانوں اور زمینوں میں یہی تمھارے پروردگار کا راستہ ہے۔ خدا کا شکر کر کہ تو اس مقام میں داخل ہوا جسے خدا نے

بما دخلت مقاما جعلہ اللہ مطاف الملئکۃ المقربین ودخلت بقعۃ اللہ باذنہ

تمام مقرب فرشتوں کا طواف گاہ بنایا ہے اور تو ہماری اجازت سے خدائی جلوہ گاہ میں پہنچا۔ اور ہمارے حکم سے باہر نکلا۔

من لدنا وخرجت بامر من عندنا ان ربک یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید

یقیناً تیرا پروردگار جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو کچھ چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ باہر جانے سے غمزدہ نہ ہو۔ خدا سے

لاتحزن عن الخروج فاسئل اللہ ان یجعلک ھادم ابنیۃ یأجوج ھذا اعظم الاعمال
درخواست کر وہ تجھے یأجوج کی بنیادیں ڈھانے والا بنادے۔ خدائے برتر کے نزدیک یہ کام سب کاموں سے بڑھ کر ہے
عند الغنی المتعال ولکن الناس ھم لایعرفون دع الابنیۃ الظاھرۃ انا قصدنا
مگر لوگ نہیں جانتے۔ ظاہری بنیادوں کو چھوڑ دو۔ ہماری مراد دلوں کی بنیادیں ہیں۔ یوں تیرا پروردگار علیم تجھے تعلیم
ابنیۃ القلوب کذلک یعلمک ربک العلیم قل یاقوم لاتفسدوا فی الارض
دیتا ہے۔ کہدے اے لوگو! زمین پر فساد نہ کرو اور کسی ظالم سرکش کی پیروی نہ کرو۔ میرے
ولاتتبعوا کل جبار عنید ینبغی لاحبائی ان یدعوا الناس بالحکمۃ والبیان
دوستوں کو چاہیئے کہ وہ لوگوں کو حکمت و بیان کے ساتھ اپنے پروردگار رحمٰن کی طرف دعوت دیں۔
الی ربھم الرحمٰن قد منع الجدال فی ھذا الظھور العزیز العظیم قد منع الناس بالحجاب
اس عزیز و عظیم ظہور میں نزاع و جدال منع کر دیا گیا ہے لوگ اپنے نفسانی پردوں کے باعث عرفانِ حق سے
انفسھم لو عرفوا لنبذوا ما عندھم واقبلوا الی شطر اللہ الذی فیہ اشرق جمال القدم
محروم ہیں۔ اگر انھیں عرفان حاصل ہوجائے تو وہ اپنی تمام چیزوں کو چھوڑ دیں اور اس خدائی سمت کا رخ کریں جہاں جمالِ قدم
بسلطان مبین ان ربک ما اراد ضرّ احد انہ ھو الغفور الرحیم۔ واراد ان یدخل
نمایاں سلطنت کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ تیرا پروردگار کسی کو دکھ دینا نہیں چاہتا۔ یقیناً وہ تو غفور رحیم ہے اور وہ چاہتا ہے کہ تمام دنیا کے
من علی الارض کلّھا فی ملکوتہ المقدس العزیز المنیر لاتنظر الی الذین ظلموا احبائی
لوگوں کو اپنے پاکیزہ پیارے روشن ملکوت میں داخل فرمائے۔ تو ان لوگوں کو نہ دیکھ جنھوں نے میرے دوستوں پر
انھم غفلوا لو عرفوا لفدوا بانفسھم فی سبیلی سوف یأتی یوم فیہ یضعون بین انیابھم
ظلم وستم کیا ہے۔ وہ لوگ تو غافل ہیں۔ اگر وہ حقیقت کو شناخت کر لیتے تو میری راہ میں اپنی جانیں فدا کر دیتے۔ عنقریب وہ دن آئیگا
ویکون علی انفسھم کذلک قضی الامر من لدن مقتدر قدیر کبر من قبلی علی وجہ احبائی
جبکہ یہ لوگ اپنے دانتوں میں انگلیاں دابینگے اور اپنے آپ پر روئینگے۔ خدائے مقتدر قدیر کی طرف سے اسی طرح فیصلہ ہو چکا ہے۔ میری جانب سے
قل طوبی لکم بما فزتم بعرفانی واستقمتم علی الامر الذی زلّت عنہ اقدام الذین یحسبون انھم
میرے دوستوں کو تکبیر و تحیت پہنچاؤ اور کہو تمھیں مبارکباد کہ تم میرے عرفان سے فائز ہوئے اور اس امرِ مستقیم ہوئے جس سے ان لوگوں کے
محسنون الا انھم من المفسدین یشھد بذلک حوامل عرش عظیم الحمد للہ رب العالمین
قدم پھسل گئے ہیں جو اپنے آپکو نیکوکار سمجھتے ہیں (لیکن) بلاشک وہ مفسد ہیں۔ عرش عظیم کے اٹھانے والے اس حقیقت کی شہادت دیتے ہیں۔
تمام تعریف خدائے رب العالمین کے لئے ہے

خدا کا ظہور

بائبل مقدس کو اگر ہم خوب غور سے پڑھیں اور اُس کی آیاتِ مبارکہ کو سمجھنے کی کوشش کریں تو ایک عجیب انکشاف ہوتا ہے۔ ہم پر یہ روشن ہو جاتا ہے کہ موجودہ زمانہ میں جو واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ وہ سب کے سب خدا کی اس پاک کتاب میں نہایت وضاحت کے ساتھ موجود ہیں۔ سب کے سب نبی جن کی مقدس کتابوں کا یہ پاک کتاب مجموعہ ہے اس بات کی بشارت دیتے ہیں کہ اس ہمارے زمانہ میں خداوند خدا اور اُس کا مسیح آئینگے اور خدا کی بادشاہت کو زمین پر قائم کریں گے۔

یسوع لوقا باب ۴ - آیت ۴۳ میں اعلان فرماتے ہیں کہ "میں خدا کی بادشاہت کے بارے میں تمھیں بتانے آیا ہوں" اور آپ کی تمام تمثیلیں زمین پر خدا کی بادشاہت کے متعلق ہیں۔ مثلاً "انگورستان کے مالک کا خود آنا" (مرقس باب ۱۲ - آیت ۹) "کہ وہ ایک بہت بڑا دسترخوان بچھائیگا اور بہتوں کو اپنے ساتھ کھانے کی دعوت دے گا" (لوقا باب ۱۴ - آیہ ۱۵) اور لوگ مشرق سے اور مغرب سے۔ شمال سے اور جنوب سے آئینگے اور خدا کی بادشاہت میں رہینگے" (لوقا باب ۱۳ آیہ ۲۹) پولوس رسول فرماتے ہیں "ہم اُس مبارک امید اور خدائے جلیل اور اپنے منجی یسوع مسیح کے نورانی ظہور کے منتظر ہیں" (ٹائٹس ب ۲ آیہ ۱۳) خدا کا کلام میکاہ نبی پر آیا۔ یہ کہتے ہوئے "سنو تم تمام لوگو۔ سن تو اے زمین۔ کیونکہ دیکھو خداوند اپنے مقام سے آتا ہے اور وہ آئیگا اور زمین کے اونچے مقامات پر چلیگا" میکاہ ب ۱ آیات ۲ - اور ۳ سلیمان نبی فرماتے ہیں "کیا خدا سچ مچ زمین پر رہیگا" (ملوک اوّل ب ۸ آیہ ۲۷) زکریا نبی فرماتے ہیں کہ خدا کے آنے پر "خدا تمام زمین کا بادشاہ ہوگا۔ اور اُس دن صرف ایک پروردگار ہوگا۔ اور اُس کا نام "فرد الوحید" ہوگا (زکریا۔ باب ۱۴ - آیت ۹) الیشعیا نبی فرماتا ہے۔ باب ۲ - آیہ ۲ و ۳ :- "آخری ایام میں ایسا ہوگا کہ خدا کا پہاڑ پہاڑوں کی چوٹی پر قائم کیا جائیگا اور وہ پہاڑیوں سے بلند ہوگا۔ اور تمام قومیں اس کی طرف جائینگی اور بہت سے لوگ جائینگے اور کہینگے۔ آؤ ہم خدا کے پہاڑ (کرمل) کو جائیں۔ یعقوب کے خدا کے گھر کو اور وہ ہمیں اپنے طریقے سکھائے گا۔ اور ہم اُس کے راستوں پر چلیں گے۔ کیونکہ صیہون سے خدا کی شریعت اور یروشلیم سے خدا کا کلام نکلیگا" میکاہ نبی بھی قریباً ایسے ہی لفظوں میں اس پیشگوئی کو دُہراتے ہیں۔ زکریا نبی ب ۸ آیہ ۲۰ سے ۲۲ تک) اُس زمانہ میں ایسے ہی حالات کا ذکر کرتے ہیں "رب الافواج نے فرمایا ایسا ہوگا کہ بہت سے لوگ اور بہت سے شہروں کے رہنے والے آئینگے اور ایک شہر کے رہنے والے دوسرے شہر کے رہنے والوں کے پاس جائینگے اور

کہینگے آؤ ہم جلد خدا کے سامنے جائیں اور رب الافواج کی تلاش کریں۔ میں بھی جاؤنگا۔ ہاں بہت سے لوگ اور طاقتور قومیں یروسلیم میں رب الافواج کو ڈھونڈنے اور خداوند کے سامنے دعا مانگنے کے لئے آئیں گی"

کتاب مقدس کی بیشمار آیات میں سے یہ چند آیات ہیں جو اس بڑے واقعہ کی خبر دیتی ہیں جو آخری ایام میں ہونیوالا ہے جو شخص ان آیات کو غور سے پڑھیگا اور اس کا یہ ایمان ہوگا کہ یہ جو کچھ لکھا گیا ہے سچ ہے تو معاً اس کے دل میں یہ سوال پیدا ہوگا۔ اگر خدا نے آنا اور اپنے آپ کو مخلوق پر ظاہر کرنا اور اس زمین پر اپنا گھرانا قائم کرنا ہے تو وہ کس طرح ظاہر ہوگا؟ کس طریقہ سے آئیگا؟ کہاں سے آئیگا؟ کب آئے گا؟ اور جب وہ آئیگا تو ہم کس طرح پہچان سکینگے کہ وہ جو اس بات کا دعویدار ہے آیا سچ کہتا ہے؟

بائبل مقدس ان تمام سوالات کے جواب نہایت صراحت سے دیتی ہے۔ بائبل مقدس ہمیں سکھاتی ہے کہ خدا کو کسی نے نہیں دیکھا۔ محدود دل، لامحدود جوہر کو درک نہیں کرسکتا۔ مخلوق اپنے خالق کو ایسے ہی نہیں جان سکتا جیسے ایک بنی ہوئی چیز اپنے بنانیوالے کو نہیں جان سکتی۔

پس جب وہ آئیگا انسان اُسے کس طرح پہچان سکینگے۔ صرف ایک ہی معقول راستہ ہے جس کے ذریعے ہم اُسے درک کرسکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ وہ ہماری طرح انسانی شکل وصورت میں ہمارے پاس آئے۔ کیونکہ سوائے اس طریقہ کے اور ہم کسی طرح بھی اُس کو پہچان نہیں سکتے۔ اگر وہ دائرۂ انسان سے باہر اور بالا ہوگا تو انسان اُسے پہچان نہ سکیگا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر خدا انسان کی شکل میں آئے گا تو وہ زمین پر کس طرح پہنچیگا؟ کیا وہ اچانک پورے انسانی جسم کے ساتھ آسمان سے اُتریگا۔ بائبل مقدس ہمیں سکھلاتی ہے کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ یہ صاف لفظوں میں لکھا ہے (کرنتھیوں ۱۵ آیت ۵۰) "اب اے بھائیو! میں یہ کہتا ہوں کہ گوشت اور خون خدا کی بادشاہت کے وارث نہیں ہوسکتے"۔ پس ظاہر ہے کہ اس کا عوالمِ روحانی سے مادی جسم کے ساتھ اچانک اُترنا بائبل مقدس کی تعلیم کے برخلاف ہے۔ خدائی شریعت کے برعکس ہے اور سائنس اور عقل کے مغائر ہے۔ اصل میں اس معاملہ پر ہمیں زیادہ بحث مباحثہ کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ بائبل مقدس میں صریح لفظوں میں لکھا ہے (یشعیاہ ۹ آیت ۶) "ہمارے لئے ایک بچہ پیدا ہوا۔ ہمیں ایک بیٹا دیا گیا۔ اور حکومت اس کے کندھوں پر ہوگی۔ اور اس کا نام عجیب، مشیر، قادرِ مطلق خدا۔ ابدی باپ اور امن کا شہزادہ ہوگا"۔

حضرت بہاءاللہ فرماتے ہیں "ابدالآباد سے وہ ذاتِ الوہیت اپنے اعلیٰ نفس کے بیچون تقدس میں غیب رہا ہے اور سمجھ میں نہ آنے والی اپنی کیفیونت کے ناقابل رسائی راز میں ہمیشہ ہمیشہ تک چھپا رہیگا۔ ہزاروں نفوس جن میں سے ہر ایک موسیٰ تھا طلب الٰہی کے سینا پر خدا کی یہ منع کرنے والی آواز سن کر "تو مجھے نہیں دیکھ سکتا" مدہوش پڑے ہیں۔ لاکھوں ہی ہستیاں جن میں سے ہر ایک عیسیٰ صفت تھا اس امتناعی حکم کو سن کر "تو میری ذات کو کبھی سمجھ نہیں سکتا" اپنے آسمانی اعزاز پر مایوس و بے آس کھڑے ہیں"۔

حضرت بہاءاللہ اپنی ایک مناجات میں فرماتے ہیں "میرے جیسے ناچیز کے لئے تیرے علم کی گہرائیوں کا اندازہ کرنا مجھے حیرت میں

ڈالتا ہے"

ایک اور مناجات میں جو آپ نے خود اپنے دست مبارک سے لکھی ہوئی ہے آپ فرماتے ہیں "الٰہی جب میں اس تعلق کو دیکھتا ہوں جو مجھ میں اور مجھ میں ہے تو میں کل کائنات کو پکار پکار کر یہ کہنا چاہتا ہوں "بیشک میں خدا ہوں" لیکن جب میں اپنے آپکو دیکھتا ہوں تو میں اپنے آپ کو خاک سے بھی کمتر پاتا ہوں"

اب یہ بات رہی کہ پھر خدا کے آنے کی پیشینگوئی بائبل مقدس اور قرآن شریف اور دیگر مقدس کتابوں میں کیگئی ہے اس کا مطلب کیا ہے؟

کتاب ایقان میں حضرت بہاءاللہ فرماتے ہیں:۔ "چونکہ اس ذاتِ قدیم کے عرفان کے دروازے ممکنات یعنی دنیا کی ہستیوں کے لئے بند ہیں۔ اس لئے وہ جود و کرم کا منبع ..... پاک نورانی جواہر کو روحانی عوالم سے معزز انسانی مجسموں میں ظاہر کرتا ہے تاکہ وہ اس ازلی ذات اور ابدی جوہر کے آثار ظاہر کریں۔ یہ پاک آئینے اور اس کی ذات کو ظاہر کرنے والے اس آفتاب ہستی اور جوہر مقصود کے انوار و کمالات کو پوری طرح ظاہر کرتے ہیں۔ خدا کے سب نبی، اس کے سب پاک برگزیدہ اور مقبول رسول سب کے سب اس کے اسماء و صفات کے مجسمے ہوتے ہیں ..... یہ پاک ہستیاں۔ یہ اصل آئینے جو ہمیشہ رہنے والے نور کو منعکس کرتے ہیں، اس غیب الغیوب کو ظاہر کرتے ہیں"۔ یہی نور موسیٰؑ میں تھا۔ یہی مسیحؑ میں۔ یہی محمدؐ میں۔ یہی بدھؑ میں اور یہی سب خدا کے مظاہر میں تھا۔ یہ نور خدا کے ظہور کی حقیقت ہے۔ کلام جو اس شخصیت کے ذریعہ سے دیا جاتا ہے وہ وحی ہے جس کے ذریعہ سے ہمیں خدا کا عرفان حاصل ہوتا ہے ؛ (باقی) (عباس)

انیسِ حیات

جناب ڈاکٹر ایم۔ڈی۔ فطری نے کتاب انیسِ حیات تالیف فرما کر اہل وطن پر ایک احسان کیا ہے۔ انیس حیات میں طبی صنعتی، اخلاقی مضامین درج ہیں۔ ۵۰ بہترین نسخے جو مختلف امراض میں نہایت کارآمد ہیں۔ ۲۵ مفید دستکاریاں۔ اخلاقی تعلیم کا اہم ترین خلاصہ۔ یہ سب چیزیں نہایت قابل قدر ہیں۔ ۵۶ صفحات مجلد۔ سائز ۲۰×۳۰/۱۶ قیمت بارہ آنے۔ جناب مصنف سے طلب فرمایئے

پتہ:۔ "جناب ڈاکٹر ایم ڈی فطری۔ ایوان اخلاق بہاولپور"

اے بلبلانِ الٰہی!

ھُوَ العلیُّ العالِی الاعلیٰ

اے بلبلانِ الٰہی! خارستانِ ذلت سے گلشنِ معنوی کی جانب دوڑو۔ اور خاکی دوستو! روحانی گھر کا قصد کرو۔ جان کو خوشخبری دو کہ جاناں نے تاجِ ظہور سر پر رکھا اور گلزارِ قدم کے دروازے کھول دیئے۔ آنکھوں کو بشارت دو کہ دیدار کا وقت آپہنچا۔ اور کانوں کو خبرِ مسرت سُنا دو کہ سننے کا وقت آگیا۔ بستانِ شوق کے دوستوں کو مطلع کرو کہ یارِ سرِ بازار جلوہ نما ہے اور ہمدانِ سبا کو آگاہ کرو کہ محبوب نے مشرف بہ بارگاہ ہونے کی اجازت دے دی۔

اے جمالِ جاناں کے عاشقو! غمِ فرقت کو سرورِ وصال سے بدل ڈالو اور زہرِ فراق کو شہدِ لقاء میں کھپا دو۔ اگرچہ آجتک عاشق طلبِ معشوق میں دوڑتے تھے اور حبیب محبوب کی جانب شتاباں تھے لیکن ان دنوں میں رحمانی بدلیوں سے خدائی فضل نکلکر ایسا چھا گیا کہ معشوق خود عاشقوں کو چاہنے لگا اور محبوب اپنے چاہنے والوں کو ڈھونڈھتا ہے۔ اس فضل کو غنیمت جانو اور اس نعمت کو کم نہ سمجھو ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کو ہاتھ سے نہ دو۔ اور مٹنے والی چیزوں سے ہی دل لگائے نہ بیٹھے رہو۔ دل کی آنکھوں پر سے برقع اٹھاؤ اور دل کی بینائی پر پڑے ہوئے پردے چاک کر دو تاکہ جمالِ محبوب کو بے حجاب دیکھو اور نہ دیکھا ہوا دیکھو اور نہ سُنا ہوا سنو۔

اے بلبلانِ فانی! گلزارِ لقا میں وہ پھول کھلا ہے کہ اس کے روبرو تمام پھول خار اور اس کے سامنے جو ہرِ جمال ہیچ ہے۔ جان و دل سے جوش و خروش کے ساتھ نعرے لگاؤ اور روح کے ذریعہ آبِ حیات پیو اور تندہی سے کوشش کرو کہ تم بستانِ وصال میں آپہنچو اور گلِ بے مثال کی خوشبو سونگھو اور بقائے بیزوال سے حصہ پاؤ اور اس باطنی صبا کے خوشگوار جھونکے سے بے خبر نہ رہو اور اس پاکیزہ خوشبوئے روحانی سے محروم نہ رہو۔ یہ نصیحت بیڑیوں کو توڑتی ہے اور زنجیرِ جنونِ عشق کو حرکت دیتی ہے۔ دلوں کو دلدار تک پہنچاتی۔ نورِ جان کو جاناں کے سپرد کرتی ہے۔ نفس کو توڑتی ہے اور طائرِ روحانی کی مانند آشیانِ قدس کا قصد کرتی ہے۔ کس قدر راتیں گذر گئیں اور کتنے ہی دن چلے گئے اور بہت سے وقت آخر کو پہنچے اور بہت گھڑیاں انتہا تک آگئیں اور دنیائے فانی میں مشغول ہونیکے سوا تم ایکدم بھی نہ رہ سکے۔ کوشش کرو تاکہ یہ باقیماندہ چند سانس برباد نہ ہوں عمرِ گرامی کی مانند گذر جائیگی اور سر خاکی بچھونے پر جا پڑیگے۔ چارہ کار ہاتھ سے جاتا رہیگا اور سارے کام قابو سے باہر ہو جائینگے۔ شمعِ بقا بغیر فانوسِ روشن اور منور ہوگئی آواز سنے تمام فانی پر دنکو بلا دیا۔ اے پروانگانِ بے پروا دوڑو اور اس آگ پر گر جاؤ۔ ای عاشقانِ بے دل و جان معشوق کے قریب آؤ اور بے رقیب محبوب کے پاس دوڑ کر پہنچو۔ گلِ ستور بے ستر و حجاب نار میں آپہنچا اور جملہ ارواحِ مقدسہ کو وصال کی آواز دیتا ہے۔ اس کی طرف رخ کرنیوالوں کا متوجہ ہونا کیا ہی

مبارک ہے۔ جن لوگوں کے اندر سے نار ہو نے والوں کو بارگاہ

دُنیا کی مُشکلات کا حل

آج دنیا جس طرح گوناگون مشکلات میں مبتلا ہے اس کی نظیر قرونِ اولیٰ میں نہیں ملتی۔ جس کا بدیہی ثبوت یہ ہے کہ آج کی مشکلات کو سلجھانے کے لئے قدیم مشکلات کے حل قطعی بیکار ثابت ہو رہے ہیں اور دنیا کے ہر گوشہ سے "نظامِ جدید" "دورِ جدید" کی آوازیں آرہی ہیں دنیا بھر کے مذہبی۔ سیاسی لیڈر موجودہ مشکلات کے سلجھانے میں سر تاپا کوشش نظر آرہے ہیں۔

یہ مسلّمہ امر ہے کہ عصرِ حاضر اپنی ایسی پرشوکت قوت وقدرت سے آشکار ہوا ہے کہ اس کی نظیر ازمنۂ گذشتہ میں نہیں ملتی۔ مذہبی، تمدنی، سیاسی شعبوں نے ایسی جدید ترین صورتیں اختیار کر لی ہیں کہ ایک ہی مذہب کے ماننے والوں میں قدیم اور جدید عقائد میں اتحاد ناممکن ہو رہا ہے۔ سیاسی لوگوں کے قدیم اور جدید نظریات کے اختلافات بصورتِ جنگ نوعِ بشر کا خاتمہ کئے جا رہے ہیں۔ قدیم اور جدید تمدن باہم متحد ہوتے نظر نہیں آتے۔ قدامت چاہتی ہے کہ جدت کے پاؤں نہ جمنے دوں۔ جدت کہتی ہے کہ قدامت کا یہ آخری سانس ہے۔

چونکہ جدت اور قدامت کی کشاکش نے قدیم سیاست اور تمدن میں ایک حیرت انگیز تغیر پیدا کر دیا ہے اس لئے ضروریات کی کڑیاں طویل اور کڑی ہو گئی ہیں۔ ایک طرف اگر بے دینی کا عام مظاہرہ ہے یعنی روحانی قحط ہے تو دوسری طرف "بھوک۔ بھوک" "روٹی روٹی" کی صدائیں ہر سمت سے بلند ہیں۔

جنھیں رہنے کو محل میسّر ہیں اور کھانے کو جو چاہیں اور جب چاہیں۔ مگر کیا انھیں امن وسکون حاصل ہے؟ جواب نفی میں ہے اور موجودہ جنگ اس پر شاہدِ ناطق ہے۔

پیٹ بھر کر مست ہو جانے والے اور بھوکوں کی بھوک کا خیال نہ کرنے والے سوچیں کہ ہمارے بھوکے بھائیوں کی صدائیں کہیں درِ اجابت کو تو نہیں کھٹکھٹاتیں۔ اور وہ وقت قریب تو نہیں آگیا جس کے لئے ہم میں سے ہر ایک کو ان الفاظ میں متنبہ کیا جا رہا ہے ؎

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن
اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

مذہبی مشکلات اور اُن کا حل

ایک اور بڑی چیز جو امن عالم میں مخل ہے وہ کسی مذہب کی غلط حمایت اور بے جا جوش ہے۔ ہمارے خیال میں اہلِ مذاہب کو اتحادِ مذاہب کے لئے انتہائی کوشش کرنی چاہیے۔ مذاہب میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو مذاہب کو بیخ وبن سے اُکھاڑ دینا چاہتے ہیں۔ یا اس قدر

مذہب سے بیگانہ ہیں کہ وہ نام کے مذہبی انسان ہیں۔

اوّل الذکر تو مذہب سے اس لئے بیزار ہیں کہ ہر مذہب نے دنیا میں کشت وخون کا بازار گرم کیا۔ اور مؤخر الذکر مذہبی دیوانگی میں دوسروں پر اس لئے قاتلانہ اقدام کرتے ہیں تاکہ عوام یہ سمجھیں کہ ان میں مذہبی غیرت باقی ہے۔ اگرچہ مذہب کا اُن سے دور کا بھی تعلق نہ ہو۔

مذاہب سے متنفر نفوس کو اس حقیقت سے آگاہ کرنا چاہئے کہ مذاہب کے بانی قابلِ احترام تھے۔ انھوں نے نوعِ انسان کے لئے امن وسکون کے راستے صاف کئے۔ نوعِ انسان کو ظلم وستم سے نجات دلانے کے لئے اپنا تن۔ من دھن نثار کر دیا۔ تاکہ نوعِ بشر عزّ و وقار کی چوٹیوں پر پہنچے۔ کیا ایسے وجود جنھوں نے مظلوموں کی حمایت کی۔ ظالموں کے ظلم کا مقابلہ کیا۔ نوعِ انسان کو ذلیل خیالات سے ہٹا کر انسانی وقار کی جانب نہ صرف متوجہ ہی کیا۔ بلکہ اس صادقوں کی جمعیت سے انسانی وقار کا ظہور بھی شدّ و مد سے ہوا، قابلِ احترام نہیں؟

دوسرا گروہ جو مذہبی تعلیم سے قطعی نابلد ہے انھیں تعلیم دینا ضروری ہے تاکہ وہ مذہب جیسی نورانی شے سے منوّر ہوں اور بیجا جوش اور تعصب کو استعمال میں لاکر خلقِ خدا کی ہلاکت اور تباہی کا باعث نہ ہوں۔

اسی ضمن میں اگر مذہب کے تیسرے گروہ کا ذکر نہ کیا جائے تو بیجا ہوگا۔ یہ وہ گروہ ہے جو اپنے آپ کو دین کا عالم کہتا ہے۔ انہیں بھی دو گروہ ہیں۔ ایک دین کو صحیح سمجھنے والے اور دوسرے کج فہم۔ چونکہ دین انسان کو نیکی، پاکیزگی اور امن و سکون کی تعلیم دیتا ہے اور مرورِ زمانہ کی وجہ سے وہ حالات ہمیشہ نہیں رہتے۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہوتی ہے کہ ازسرِ نو حالاتِ زمانہ کے مطابق قانون وضع ہوں۔ مگر ہر زمانہ میں دین کے کج فہم عالموں نے ہر دین کے بانی کو یہی کہکر جھٹلا دیا کہ ہمارا دین کامل ہے۔ ہمیں کسی دوسرے دین کی ضرورت نہیں حالانکہ یہ جانتے ہیں کہ زمانہ بدلتا رہتا ہے۔ حالات بدلتے رہتے ہیں اور تبدیلی حالات کے ماتحت نئی نئی مشکلات پیش آتی رہتی ہیں۔ مگر قانونِ دین کے متعلق یہی نظریہ ہے کہ یہ لاتبدیل ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حالاتِ زمانہ کے ماتحت اس دین کی کتاب میں سے کوئی کچھ استنباط کرتا ہے۔ کوئی کچھ نکالتا ہے۔ اور پھر یہ نقشہ ہوتا ہے کہ

شد پریشاں خوابِ من از کثرتِ تعبیرہا

قوم مختلف گروہوں میں بٹ کر عناد و فساد کی آماجگاہ بن جاتی ہے اور وقارِ انسانی سے گر جاتی ہے اور اس کی ترقیات رو بہ تنزل ہو جاتی ہیں۔ اور قوم ذلیل و خوار ہو جاتی ہے۔ مگر نظریہ یہی رہتا ہے کہ یہی دین کامل ہے۔ ہمیں کسی دوسرے دین کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ وہ دین خود فرقوں میں بٹ کر معدوم ہو چکا ہوتا ہے۔ اور دین اور عمل کا نام ہی نام زبانوں پر رہ جاتا ہے۔ یہ وہ ذہنی تربیت ہے جو خواص و عوام کے لئے ضروری ہے۔ یعنی بجائے مذاہب سے تنفر کے ہر ایک مذہب کے بانیوں کا احترام کیا جائے۔ اور عوام کے دل میں بانیانِ مذاہب کی عظمت کا سکہ بٹھایا جائے تاکہ آئے دن کے فساد کا خاتمہ ہو جائے جو نوعِ بشر کے امن وسکون میں مخل ہے۔

جہالت اور اُس کا دفعیہ

دوسری چیز جو نوعِ بشر کے امن وسکون میں حائل ہے وہ جہالت ہے جسے علم کی روشنی سے دور کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ لازمی طور پر اپنے بچے، بچیوں کو تعلیم دلائے تاکہ وہ صحیح بات سمجھنے کے قابل ہوں۔ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ

ایسا نہیں جسمیں تعلیم کام نہ دیتی ہو۔ بالخصوص لڑکیوں کی تعلیم نہایت ضروری اور لازمی ہے۔ کیونکہ وہ آئندہ نسل کی مائیں بننے والی ہیں۔ بے علم انسان خود ہی اندھا ہوتا ہے بلکہ اپنے اندھے پن کی وجہ سے دوسروں کے لئے بھی مخلِ امن و سکون ہوتا ہے اس لئے ہم سب کو چاہیئے کہ لازمی تعلیم کے لئے بے حد کوشش کریں۔

افلاس اور اس کا علاج

افلاس بھی امن و سکونِ انسانی میں بہت حد تک مانع ہے کمزور انسان اس بلا کے ہاتھوں تنگ آکر چوری۔ ڈاکہ، بدعہدی بدخلقی، بددیانتی وغیرہ صفاتِ رذیلہ کو اختیار کرلیتا ہے اور امن عامہ اور وقارِ انسانی کے لئے بدنما داغ بن جاتا ہے۔ اس لئے تعلیم و تعلم کے سلسلہ میں کوئی نہ کوئی صنعت و حرفت سکھانے کی جانب توجہ کرنی چاہیئے۔ اور موجودہ تعلیم میں صنعت و حرفت کا عنصر غالب ہونا چاہیئے تاکہ ہر بچہ حالتِ بلوغ کو پہنچنے پر ثروت کی سیج پر ہو۔ اور اہل دُنیا کے لئے پریشانی کا سبب نہ ہو۔

تعصبات اور ان کی تبکینی

مذہبی تعصبات کے علاوہ اہل دنیا میں تعصبات کی ایک اور طویل زنجیر ہے جو نوع انسانی کے امن و سکون میں مخل ہے۔ مثلاً ملکی تعصب۔ لسانی تعصب۔ لونی تعصب۔ قومی تعصب۔ یعنی جاپانی کو چینی سے عناد ہے۔ عربی زبان سے سنسکرت داں کو نفرت ہے گورا کالے کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتا۔ پٹھان موچی کو ذلیل سمجھتا ہے۔ ان تعصبات کو یکسر اٹھا دینا چاہیئے۔ ممالک کی نرضی لکیریں باعثِ عناد نہیں ہونی چاہیئے۔ زبانیں محض افہام و تفہیم کا ذریعہ ہیں۔ کسی قوم کی خاص زبان ہونے سے وہ قوم نوعِ انسان سے خارج نہیں ہوجاتی۔ بلکہ کوشش یہ کرنی چاہیئے کہ دنیا کے مفکرین دُنیا بھر کے لئے ایک زبان تجویز کرلیں۔ اور دنیا بھر کے مدارس میں اسی زبان کی تعلیم ہو۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وحدتِ لسانی کے سبب ساری دنیا ایک ہی کنبہ نظر آئیگی جو باعثِ اتحاد و یگانگت اور افزونیٔ امن و سکون ہوگا۔ اور دُنیا مختلف زبانوں کی تحصیل و اشاعت کے بھاری بوجھ سے سبکدوش ہوجائے گی۔

غلامی سے آزادی

غلامی نوعِ بشر کے لئے ایک بدنما داغ ہے۔ بشر کا بشر کو بیچ کھانا۔ اس امر کے مُرادف ہے کہ ہم اپنے بھائی کی حیثیت ایک بھیڑ بکری سے زیادہ نہیں سمجھتے۔ مگر شکر ہے کہ یہ رسم دُنیا سے اُٹھتی جارہی ہے۔

مگر غلامی یہی نہیں بلکہ اور بھی کئی قسم کی غلامیاں ہیں۔ اور سب کی سب غلامیاں نوعِ بشر کو پست حالی کی جانب لے جاتی ہیں آزادی و جدان اور ضمیر کی دشمن ہونے کی وجہ سے نوعِ بشر کے امن و سکون میں مخل ہیں۔ مثلاً ذہنی غلامی یعنی جو کچھ ہمارے بڑوں نے کہدیا وہی صحیح ہے۔ ہمیں اس امر کی تحقیق کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسی ذہنی غلامی انسان کو انصاف اور سچائی کی قبولیت سے باز رکھتی ہے اس لئے چاہیئے کہ ہر ایک بات کو جہاں تک علم و عقل کا تعلق ہے خود اچھی طرح سمجھا جائے۔ کیونکہ بہت ممکن ہے کہ وہ بات جسے ہم اپنے بڑوں کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ صحیح نہ ہو۔

علیٰ ھذا سیاسی غلامی؛ سیاسی غلامی پرانی مثل "جس کی لاٹھی اُس کی بھینس" کی قدیم یادگار ہے۔ عصرِ حاضر میں چھوٹے بڑے بیدار ہوتے جارہے ہیں کہ ہر ایک ملک کے باشندوں کو اپنے اپنے ممالک میں آزاد نظام کا مالک ہونا چاہیئے اور اس آزادی کے ہوتے ہوئے جملہ آزاد نظاموں کو ایک بین الاقوامی عدالت قائم کرنی چاہیئے جو اپنے لئے قوتِ اجرائیہ کی زبردست طاقت رکھتی ہو

اس بین الاقوامی عدالت میں اقوام کے مقدمات انفصال پایا کریں جملہ ممالک کی از سرِ نو حدود بندی ہو جانی چاہئیں۔ تاکہ کوئی ملک دوسرے ملک پر حملہ نہ کرنے پائے۔ خلاف ورزی کی صورت میں قوتِ اجرائیہ کو کام میں لایا جاوے۔ اور اس طرح اہل دنیا کو جنگ کی مشکلات اور اس کے بھاری اخراجات سے سبکدوش کر دیا جائے۔

یہ مسلمہ امر ہے کہ دنیا میں جینگ فاتح اور مفتوح، غالب اور مغلوب کا سوال باقی ہے نوعِ بشر میں امن و سکون ناممکن ہے ایک بین الاقوامی عدالت۔ ایک سکہ۔ ایک زبان تمام دنیا میں جاری ہو جانی چاہیئے۔ تاکہ نوعِ بشر مختلف قسم کی غلامیوں سے رہائی پائے اور امن و سکونِ انسانی جلوہ گر ہو۔

(ایم ایے صمدانی)

نیا نظامِ عالم جلد رونما ہونیوالا ہے

حضرت بہاء اللہ ایران کے دارالسلطنت طہران میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد میرزا عباس نوری حکومت میں وزیر تھے۔ بہاء اللہ جب ۱۳-۱۴ برس کے ہی تھے کہ اُن کی دانائی کا شہرہ تمام ملک میں ہو گیا۔ جب ۲۷ برس کے ہوئے، ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اور انھیں عہدۂ وزارت پیش کیا گیا۔ لیکن انھوں نے قبول نہ کیا۔

۱۸۴۴ء میں حضرت سید علی محمد باب کے دعوی مہدویت سے تمام ایران گونج رہا تھا۔ حضرت بہاء اللہ نے بھی حضرت باب کی تصدیق فرمائی۔ جس کی وجہ سے حضرت بہاء اللہ کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی سلسلہ میں حضرت بہاء اللہ کو طہران کے زمین دوز قید خانے میں رکھا گیا۔ تو ایک رات عالمِ رؤیا میں حضرت بہاء اللہ کو یہ غیبی آواز سنائی دی:۔

"ہم تجھے تیرے ذریعے اور تیری قلم کے ذریعے مدد پہنچائیں گے۔ جو کچھ مصیبت تجھ پر آئی ہے اس سے غمگین نہ ہو اور خوف نہ کر۔ عنقریب خدا زمین کے خزانے برپا کرے گا۔ یہ خزانے وہ لوگ ہیں جو تیرے ذریعے اور تیرے اس نام کے ذریعے تیری مدد کریں گے جس سے خدا نے عارفوں کے دلوں کو زندہ کر دیا ہے"۔ (ترجمہ)

چار مہینے کی قید کے بعد آپ کو رہا کر دیا گیا اور ۱۸۵۳ء میں آپ کو ایران سے بغداد بھیجا گیا۔ یہاں پہنچکر آپ نے اظہار فرمایا کہ جو ہادی و رہنما آنے والا تھا اور جس کا سب قومیں انتظار کر رہی تھیں وہ میں ہوں۔ آپ نے تمام جہان کے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے اے تمام جہان کے لوگو! تم سب ایک ہی درخت کے پھل اور ایک ہی شاخ کے پتے ہو۔ ہم چاہتے ہیں کہ سب قومیں ایک ہو جائیں۔ تمام انسان بھائی بھائی بن جائیں۔ سب لوگوں میں محبت و اتحاد کے رشتے مضبوط ہو جائیں۔ مذہبی اختلافات اور قومی تھگڑے درمیان سے اٹھ جائیں۔

تباہ کن جنگیں برطرف ہو جائیں۔ یہ جھگڑے۔ یہ لڑائیاں یہ خونریزیاں ختم ہو جائیں۔ تمام لوگ مل کر ایک خاندان کی طرح زندگی بسر کریں۔

حضرت بہاءاللہ بغداد میں آنے کے بعد دو سال کردستان میں چلے گئے۔ دس سال بغداد میں مقیم رہے۔ پھر ایران اور ٹرکی دونوں حکومتوں نے مل کر آپ کو قسطنطنیہ رکھنے کے بعد آپ کو ایڈریانوپل پہنچا دیا۔ جہاں چار سال اور دو ماہ رکھا گیا۔ پھر وہاں سے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو ۱۸۶۸ء میں عکاء پلسٹائن پہنچا دیا گیا۔ جہاں آپ اپنے یوم رحلت یعنی ۲۸ مئی ۱۸۹۲ء تک مقیم رہے۔

حضرت بہاءاللہ نے دور جدید کے لئے جو پروگرام دیا ہے وہ بارہ بنیادی اصول کے نام سے مشہور ہے۔ جس کا اختصار یہ ہے کہ (۱) تمام مذاہب حقیقت میں ایک ہیں (۲) تمام پیغمبر یا اوتار ایک ہیں (۳) تمام اقوام عالم ایک ہی قوم ہیں (۴) مذہبی ملکی۔ قومی نسلی۔ جنسی اور لسانی تعصبات قطعاً ترک کر دیئے جائیں (۵) تمام اقوام عالم کے حقوق میں مساوات ہونی چاہیئے (۶) عورت مرد کے حقوق و مراتب میں برابری ہونی چاہیئے (۷) دین اور سائنس میں اتحاد ہونا چاہیئے (۸) دین محبت و الفت کا موجب ہونا چاہیئے (۹) تعلیم جبریہ اور عالمگیر ہونی چاہیئے (۱۰) کار و بار سب پر فرض اور عین عبادت ہے۔ گداگری حرام ہے (۱۱) تمام دنیا میں ایک زبان اور ایک رسم الخط ہونا چاہیئے (۱۲) تمام جہان کے لئے ایک بین الاقوامی محکمۂ عدالت قائم ہونا چاہیئے۔ جو اقوام عالم میں امن و امان کا ذمہ دار ہو۔ حضرت بہاءاللہ نے عالموں۔ حاکموں۔ فلسفیوں اور ہر طبقہ کے لوگوں کو بار بار خطاب کر کے احکام دیئے ہیں۔ تمام جہان کے بادشاہوں کو بہت سی نصیحتیں فرمائی ہیں۔ چنانچہ سورۂ ملوک میں فرماتے ہیں:۔

"اے بادشاہانِ روئے زمین! خدا سے ڈرو اور اُن حدود سے تجاوز نہ کرو جو خدا نے اپنی کتاب میں تمہارے لئے مقرر فرمائی ہیں۔ خوب ہوشیار رہو۔ خبردار! حد سے تجاوز کرنے والے نہ ہو جانا۔ خبردار کسی پر رائی برابر بھی ظلم نہ کرنا۔ عدل کے راستے پر چلتے رہنا کہ یہی حقیقت میں راہِ راست ہے۔"

بادشاہوں کو عام خطاب کے علاوہ حضرت بہاءاللہ نے خاص خاص شاہانِ عالم کو خصوصی طور پر مخاطب فرمایا۔ جن کے نام یہ ہیں:۔ (۱) نپولین تھرڈ شہنشاہ فرانس (۲) الگزنڈر دوم زار روس (۳) ملکہ وکٹوریہ شہنشاہِ انگلستان (۴) ولیم اوّل شہنشاہ جرمنی (۵) فرانسس جوزف شاہ آسٹریا (۶) عبدالعزیز سلطان ترکی (۷) ناصرالدین شاہ ایران (۸) پاس نہم پوپ اعظم روما۔

بادشاہوں کے نام یہ تمام الواح اصل اور ترجمہ دونوں صورتوں میں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔ ان الواح میں نئے نظام عالم کے لئے نہایت مفصل ہدایات ہیں۔ یقیناً دنیا کا نیا دور چلا آرہا ہے اور جدید نظامِ عالم جلد رونما ہونے والا ہے۔

خوش خبری

کتاب بشارتِ عظمیٰ چھپ کر برائے فروخت تیار ہے۔ یہ کتاب بلاک سے چھاپی گئی ہے اور دو رنگوں میں ہے۔ متن کے نیچے تحت اللفظی ترجمہ اردو میں دیا گیا ہے۔ اس میں نمازیں اور مختلف مواقع کی مناجاتیں وغیرہ درج ہیں۔ پاکٹ سائز کی ہے۔ قیمت ۱۲ ارنی کتاب علاوہ ڈاک خرچ

پتہ

بہائی پبلشنگ کمیٹی بہائی ہال کراچی۔ ویب چند اوجا روڈ۔ بندر روڈ ایکسٹنشن

یومِ موعود یا عصرِ جدید

یہ زمانہ جس میں ہم موجود ہیں ایک عجیب زمانہ ہے۔ اس زمانہ کی خبر مقدس کتابوں اور پیغمبروں نے دی تھی۔ یہ زمانہ اپنی شان میں بے نظیر ہے۔ اس زمانہ میں علوم و معارف عام ہو رہے ہیں۔ وہ وہ ایجادات و انکشافات ظہور پذیر ہیں جن کی مثال دنیا کی آنکھ نے نہ دیکھی۔ انقلابات اس زور شور سے ہو رہے ہیں کہ ہر روز دنیا کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔

مادیات و جسمانیات میں تیزی ہے۔ عقلیات و روحانیات میں تجدد اور ترقی ہے۔ پرانی رسمیں مٹ رہی ہیں۔ نئے احکام نافذ ہو رہے ہیں صنعت و حرفت میں نئی جان ڈالی جا رہی ہے۔ تجارت میں نئے اصول جاری ہو رہے ہیں۔ مذہب اپنا پرانا لباس اُتار کر نئی خلعت پہن رہا ہے۔ عقل ترقی کر رہی ہے اور یہ سب کچھ اتفاقی نہیں ہے بلکہ قدرت کے باقاعدہ پروگرام کے مطابق ظاہر ہو رہا ہے۔ کلام خدا میں اس دورِ حاضر کے بہت سے نام اور القاب وارد ہوئے ہیں۔ جن میں سے چند ہم یہاں ذکر کرتے ہیں

الیوم الموعود

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُودٍ (پ۳۰)

الیوم الموعود یعنی وہ زمانہ جس کا وعدہ دیا گیا تھا۔ ابتدا سے جس قدر نبی ہوئے خدا نے سب کی زبانی اِن دنوں کی خبر دی تھی (اعمال رسل)

تمام اہل مذاہب اس دورِ جدید کے منتظر تھے۔ بلکہ اہل مذاہب سے گذر کر وہ لوگ جو صرف نیچر پر اعتقاد رکھتے ہیں وہ بھی اصولاً اس زمانہ کے مشتاق تھے۔ کیونکہ قانون ارتقاء کے لحاظ سے وہ دنیا کے نئے دورِ ترقی کا آنا لازم سمجھتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا درست ہے کہ یہ زمانہ سب کا موعود زمانہ ہے۔ طبیعیین نیچرل قانون کی رو سے اور الٰہیین وعدۂ خداوندی کے مطابق اس زمانہ کا انتظار رکھتے تھے آج وہ مبارک زمانہ آگیا۔ اہل یقین مسرت سے پکار اُٹھے ہیں کہ خدا کا شکر جس نے اپنا وعدہ ہمارے سامنے پورا کیا۔ مگر افسوس۔ اہل حجاب ابھی تک پردۂ غفلت میں بیٹھے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ یومِ موعود ابھی نہیں آیا۔ اور نہ معلوم کب آئیگا۔

الیوم الحق

یوم یقوم الرّوح والملٰئکۃ صفًّا لا یتکلمون الّا من اذن لہ الرحمٰن وقال صوابا۔ ذٰلک الیوم الحق۔

خدا فرماتا ہے جس زمانہ میں روح حق کا ظہور ہوگا اور وہ نفوسِ مقدسہ اطاعتِ حق میں ملائکہ تا تہ رکھتے ہونگے متحد و متفق ہو کر کھڑے ہونگے اور رحمٰن جن کی تائید فرمائیگا اور جو راستگو ہونگے وہی حقیقت آمیز کلام کر سکیں گے۔ یہ روزِ حق ہے۔

یوم حق سے مقصود یہ ہے کہ اس کے وقوع کو کوئی روک نہیں سکتا۔ چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ موعود حق حضرت بہاءاللہ کے ظہور سے جب یہ روز حق شروع ہوا تو بڑی بڑی سلطنتوں اور قوموں نے اس کے وقوع کو روکنا چاہا۔ مگر تمام دنیاوی طاقتیں پامال ہوگئیں اور یہ دور شروع ہوکر ہرگز نہ رُکا۔ بلکہ عالمگیر ہوتا جارہا ہے۔ اس دور حق کو روکنے والی سلطنتیں ختم ہوگئیں مگر یہ دورِ جدید روز بروز اپنا تازہ اور نرالا اور وسیع اثر دنیا پر ڈالتا جارہا ہے۔ یہ یوم حق ہے جسے کوئی طاقت باطل نہیں کرسکتی اور حقیقت شناس اس یوم حق کو شناخت کرکے اس کے دائرۂ اثر میں آتے اور اس کے انوار سے معمور ہوتے جارہے ہیں۔

یوم عظیم

فویلٌ للذین کفروا من مشھد یوم عظیم یوم یأتوننا لکن الظّٰلمون الیوم فی ضلٰلٍ مبین ۵

وہ لوگ جو انکار حق کرتے ہیں اُن پر جلوہ گاہِ یوم عظیم سے افسوس ہے جبکہ وہ لوگ ہمارے حضور میں آئینگے پر ستمگار اس وقت نادانی گمراہی و سرگشتگی میں گرفتار ہیں۔ اس دور کی علت کا ہی اثر ہے کہ تمام اہل حجاب مبہوت و سرگشتہ ہیں۔ جیسے آفتاب کی تیز کرنوں سے آنکھیں چکاچوند ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح آج آفتاب ظہور سے لوگوں کی بصیرتیں متحیر ہیں قرآن مجید میں فرمایا ہے:۔

حتّٰی اذا فتحت یأجوج وماجوج وھم من کلّ حدبٍ ینسلون ۵ واقترب الوعد الحق فاذا ھی شاخصۃٌ ابصار الذین کفروا

یاجوج ماجوج دنیا میں پھیل جائینگے اور وعدۂ حق قریب الظہور ہوگا تو اہل حجاب کی آنکھیں حیرت سے مات و مبہوت ہوکر رہجائینگی

اس یوم کی علت یہ بھی ہے کہ ہر ایک نبی و رسول نے اس ظہور عظیم کی بشارتیں دی تھیں۔ اور جو کچھ اس یوم عظیم میں انسان نے ایجادات کی ہیں وہ بھی اس دور کی علت کا نشان ہیں۔ اور ابھی تو آغاز ہی ہے وہ وہ امور ظہور میں آئینگے جن کی مثال چشم عالم نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ فی الحقیقت اس زمانہ کی عظمت لوگوں کے اندازہ سے باہر ہے۔

یوم التّلاق

رفیع الدّرجات ذوالعرش یُلقی الرّوح من امرہٖ علٰی من یشآء من عبادہٖ لینذر یوم التّلاق یوم ھم بارزون (مومن ع ۳)

خدا بڑے درجات عطا فرمانے والا ہے۔ صاحب عرش ہے جس بندے پر چاہتا ہے اپنے امر کی رُوح ڈالتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو روز ملاقات کے لئے تیار کرے۔ جبکہ تمام انسان اپنے کمالات میں ظاہر ہونگے۔ یوم التلاق کے معنی ہیں ملنے کا دن۔ مقصد یہ ہے کہ اس وقت انسان کو لقائے الٰہی حاصل ہوگی۔ فرماتا ہے

یاایھا الانسان انّک کادح الیٰ ربّک کدحا فملٰقیہ

اے انسان! تو اپنے رب کے لئے سخت کوشش کر رہا ہے۔ آخر تو اپنے رب سے ملاقات کریگا۔

من کان یرجو لقآء اللہ فانّ اجل اللہ لاٰت

جو کوئی خدا کی ملاقات کا آرزومند ہے (اُسے بشارت ہو) کہ خدا کا وقت یقیناً آنے والا ہے۔

ظاہر ہے کہ ذاتِ غیب جسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور عقلیں اس کی کنہ دریافت کرنے سے قاصر ہیں، اس کی لقا تو محال ہے۔ ہاں اس کی لقا یہی ہے کہ اس کے مظہر ظہور کی لقاء انسان کو حاصل ہو۔ کیونکہ خدا کی تمام تجلیات بواسطۂ مخلوق ہی نظر آتی ہیں۔ یہ قانون کلی ہے

یوم التلاق یعنی روزِ ملاقات میں شیدائے حق انسان نے جلوۂ حق دیکھا اور دیکھ رہا ہے اور منکرِ حق دید سے محروم ہے جیسا کہ مقرر تھا۔ کلا انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون ۝ منکرینِ حق اس وقت دیدارِ پروردگار سے محروم رہیں گے۔

یوم التلاق کے معنی ہیں میل ملاپ کا زمانہ۔ آج وہی میل ملاپ کا زمانہ آگیا ہے جس کی تیاری ہزارہا سال سے ہو رہی تھی۔ اور جو دنیا کے بلوغ کا زمانہ ہے۔ اور یہی نوعِ انسانی کے باغ کے پھل لانے کا وقت ہے اس یوم التلاق میں تمام دنیا باہم مل کر ایک آبادی ہوگئی ہے۔ حمل و نقل کے وسائل آسان ہوگئے ہیں۔ سفر کے رستے کھل گئے ہیں۔ مشرق، مغرب سے اور مغرب مشرق سے مل گیا ہے۔ جنوب و شمال متحد ہوگئے ہیں۔ وہ قومیں جو کبھی آپس میں نہ ملتی تھیں اب بغلگیر ہو رہی ہیں نسلی فخر جو میل ملاپ میں سب سے بڑی روک تھا دنیا سے مٹ رہا ہے جو لوگ ہزاروں برس سے چھوت چھات کے چکر میں پڑے ہوئے تھے اب اس پھندے سے آزاد ہو رہے ہیں۔ ایک قوم دوسری قوم سے ایسی وابستہ ہوگئی ہے جیسے گھنے درختوں کی شاخیں آپس میں ایک دوسرے کو پکڑ لیتی ہیں۔ رشتۂ ازدواج محدود خاندانوں سے آگے بڑھ کر نوعِ انسان میں عام ہوتا جاتا ہے۔ مذہب کے اختلافات فنا ہو رہے ہیں۔ اتحادِ مذاہب کی روح۔ دلوں اور دماغوں کو مسرور کر رہی ہے۔ وقت آرہا ہے جبکہ اختلافات محو و نابود ہو جائینگے اور میل ملاپ دلوں کو ایک کر دیگا۔ سب انسان ایسے مل کر رہینگے جیسے ایک خاندان کے افراد متحد ہو کر رہتے ہیں۔

یوم الجمع

لتنذر ام القری ومن حولھا وتنذر یوم الجمع لاریب فیہ (شوریٰ ع ۱)

"اے رسول ہم نے قرآن تجھ پر نازل کیا تاکہ تو مکہ اور اس کے ارد گرد کو انجام سے ڈرائے اور تاکہ تو لوگوں کو یوم الجمع میں اکٹھا کر کھانے سے ڈرائے۔ یہ یوم الجمع یقیناً آنے والا ہے۔

یوم الجمع کے معنی ہیں اکٹھے ہونے کا زمانہ۔ سو وہ زمانہ یہی ہے جس میں ہم تم زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس زمانہ میں متفرق قومیں جمع ہو رہی ہیں۔ الگ الگ پڑے ہوئے ملک جمع ہوگئے۔ نوعِ انسان ایک ہی میدان میں جمع ہے۔

اس یوم الجمع میں عالمِ انسانی کی ایک مشترکہ بزمِ اتحاد قائم ہو رہی ہے جس میں تمام قوموں اور ملکوں کے قائم مقام اکٹھے ہو رہے ہیں اور اتحادِ عالم کی کوشش کر رہے ہیں اور نئے نظام کی تیاریاں ہیں۔

اس یوم الجمع میں نوعِ انسان کے مجتمع ہونے کی بہت سی راہیں کھل گئی ہیں جن میں سے یہ بھی ایک ہے کہ انسان گھر بیٹھے ہوئے آج تمام دنیا سے بات چیت کر رہا ہے بلکہ جن سے باتیں کرتا ہے انھیں دیکھ بھی سکتا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو آج ہر شعبہ میں ایک نئی اجتماعی کیفیت نمودار ہے۔ سب اہلِ علم اس زمانہ کو عظیم الشان دورِ اجتماعیت کہتے ہیں۔

یوم التغابن

یوم یجمعکم لیوم الجمع ذٰلک یوم التغابن (سورہ تغابن ع ۲)

جبکہ خدا تمھیں میل ملاپ کے زمانہ میں اکٹھا کریگا۔ یہ تغابن کا وقت ہوگا۔ تغابن کے معنی نقصان و خسران ہیں۔ مقصد یہ کہ میل ملاپ کے زمانہ میں جب انسانوں کو بلایا جائیگا تو بہت لوگ ہونگے جو میل ملاپ کو چھوڑ کر قومی نسلی۔ ملکی اور فرقہ وارانہ تعصبات و فسادات میں مصروف ہونگے۔ یہ لوگ نقصان و خسران اٹھائینگے تغابن کے معنی ایک دوسرے کے حقوق غبن و غصب کرنے کے

بھی ہیں۔ مقصد یہ کہ یوم الجمع میں جہاں میل ملاپ ہوگا وہاں ایسے واقعات بھی ہونگے کہ بہت لوگ ایک دوسرے کے حقوق دبائینگے اور انسانوں کو نقصانِ عظیم پہنچائینگے۔ جیسا کہ موجودہ حالات سب کے سامنے ہیں۔

تغابن کے معنی ہارجیت کے بھی ہیں یعنی اُس زمانہ میں حق و باطل کی جنگ ہوگی۔ حق جیت جائیگا۔ باطل ہار جائیگا۔ چنانچہ واقعات شاہد ہیں کہ حق کے مقابلہ میں بڑی بڑی سلطنتیں شکست کھا گئیں اور حق تمام عالم پر غالب ہو رہا ہے اور ہر روز حق کا جھنڈا بلند ہوتا جا رہا ہے۔ نیز بادشاہتوں اور قوموں میں ہارجیت کے لئے ایسی کشاکش ہو رہی ہے جیسی دنیا میں کبھی نہ ہوئی تھی۔

یوم الوعید

ونفخ فی الصور ذٰلک یوم الوعید (ق پ۲۶)

اور صور پھونکا جائے گا۔ یہ وعید کا وقت ہوگا۔

جس طرح حاکم کا آنا اُن لوگوں کے لئے جنھوں نے عمدہ خدمات انجام دی ہیں خوشی کا موجب ہوتا ہے مگر مجرموں کے لئے تکلیف کا باعث ہوتا ہے اسی طرح وہ زمانہ جس میں عدالت الٰہی دنیا میں اجلاس کرتی ہے اور اپنے مظہرِ ظہور کے ذریعے تمام فیصلے سنائے جاتے ہیں۔ وہ وقت حق پرستوں کے لئے عید اور مجرموں کے لئے ہولناک وعید ہوتا ہے۔ کلّ کذّب الرّسل فحق وعید

وہ تمام لوگ جو خدا کے پیغام لانے والوں کی باتیں نہیں مانتے ان کے حق میں وعید ثابت ہو جاتی ہے۔

قانونِ قدرت ہے کہ بارش کے وقت اچھا درخت اچھا پھل دیتا ہے اور بُرا درخت بُرا پھل لاتا ہے۔ بارش اپنی ذات میں سراسر رحمت و برکت ہے۔

یوم الحسرۃ

وانذرھم یوم الحسرۃ اذ قضی الامر وھم فی غفلۃ وھم لا یؤمنون (مریم ع۴)

اے رسول! انھیں روزِ حسرت سے ڈرایئے جبکہ امر کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور وہ غفلت میں ہی پڑے ایمان سے بے نصیب رہ جائینگے۔

یوم الحسرۃ۔ آہ! کس قدر زور سے چھا رہا ہے۔ ایک عالم ہے جو عذابِ حسرت میں گرفتار ہے کذٰلک یریھم اللہ اعمالھم حسراتٍ علیھم اُن کے کام اُن کے لئے حسرت کا موجب بن رہے ہیں۔ قوموں کو حسرت کا عذاب گھیرے ہوئے ہے۔ ہم اس کے متعلق زیادہ کہنا نہیں چاہتے۔ لوگ خود اپنے حالات پر نظر رکھتے ہیں۔

آیت مذکورہ بالا میں جو بات خدائے برحق نے بیان فرمائی ہے وہ اس زمانہ کا عظیم الشان واقعہ ہے کہ مظہرِ ظہور کے ذریعے امر کا فیصلہ ہوگیا مگر غافلوں کو خبر تک نہ ہوئی۔ اس پر طرّہ یہ ہے کہ اہل غفلت اب بھی تقویٰ و ایمان کے خلاف قدم اٹھاتے چلے جا رہے ہیں۔ جو کہا گیا تھا وہی واقع ہوگیا۔

یوم عسیر

فاذا نقر فی الناقور فذٰلک یومئذٍ یوم عسیر علی الکٰفرین غیر یسیر (مدثر پ۲۹)

جب خدائی بگل بجایا جائیگا تو یہ وقت اہل حجاب کے لئے سخت ہوگا۔ آسان نہ ہوگا۔

اہل حجاب دورِ جدید کے حالات سے خوف و خطر میں ہیں ہر طرف سے اُن کے خیالات و مذہب پر خوفناک انقلابات آ رہے ہیں

اُن کی سیاست اُلجھن ہے۔ اُن کی روحانیت مُردہ ہے۔

روزمرہ مجلسوں میں یہ بات اکثر کہی جاتی ہے کہ بڑا خراب زمانہ آگیا ہے۔ سو جن لوگوں پر خرابی غالب ہے وہ سوا اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

لیکن اہل بصیرت دیکھتے ہیں کہ زمانہ عجائب وغرائب کا زمانہ ہے۔ یہ ایک دورِ جدید ہے جسمیں دنیا نئی زندگی حاصل کریگی۔ جتنی تخریب ہو رہی ہے اس کا انجام بھی ایک عظیم الشان تعمیرِ جدید ہے۔ خداوند فرماتا ہے:۔

یوم یدع الداع الی شئ نکر خشعا ابصارھم یخرجون من الاجداث کانھم جراد منتشر مھطعین الی الداع یقول الکٰفرون ھٰذا یوم عسر (القمر)

جس وقت داعیِ الٰہی ایک نرالی چیز کی طرف بلائیگا لوگوں کی آنکھیں نیچی ہونگی۔ وہ اپنے پستی کے گڑھوں سے اسی طرح نکلیں گے جیسے ٹڈی دل پراگندہ ہوکر نکلتا ہے۔ وہ سب داعی الٰہی کی جانب جھکے چلے جاتے ہونگے۔ منکر کہیں گے کہ یہ بڑا سخت زمانہ ہے" واقعات سے انکار مشکل ہے۔

دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں کہ ہزار ہا سال کی مُردہ اور دبی ہوئی قومیں بھی خاکِ مذلت سے اُٹھ رہی ہیں اور اپنے حقوق کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ غلام قومیں آزادی کے لئے زور مار رہی ہیں۔ وہ لوگ جو استبداد و سرمایہ داری کے پردوں میں خوابِ استراحت میں مصروف تھے عالم انسانی کے عام ہیجان سے خوفزدہ ہوکر چونک پڑے ہیں اور وہ بھی دل اور زبان سے کہہ رہے ہیں کہ سخت زمانہ آگیا۔

غرضکہ ان آیاتِ مبارکہ میں جو خبریں دیگئی تھیں آج وہ واقعات ہیں اور ہر ایک صاحبِ بصیرت انھیں دیکھ رہا ہے

ہم ناظرین سے یہی درخواست کرتے ہیں کہ وہ یہ مضمون پڑھتے وقت اپنے چشم دید واقعات پر بار بار غور کریں۔ وہ جس قدر غور کریں گے اسی قدر انکشاف زیادہ ہوتا جائے گا۔

یوم الخروج

واستمع یوم ینادالمنادمن مکان قریب یوم یسمعون الصیحۃ بالحق ذٰلک یوم الخروج (ق پ ۲۶)

اس وقت خوب غور و توجہ سے سننا جب منادیِ حق مکانِ قریب سے پکاریگا۔ جبکہ لوگ آوازِ حق سُنینگے۔ یہی ظہور کا زمانہ ہے۔

منادی الٰہی وہی مظہر ظہور ہے جو وعدے کے مطابق ٹھیک وقت اور مقام پر ظاہر ہوا۔ حضرت بہاءاللہ جو موعود کُل ہیں اور جو اس دورِ جدید میں خدا کی سلطنتِ مطلقہ کے واحد نمائندہ ہیں آپ نے خدا کے بندوں کو خدا کی طرف پکارا۔ ہزاروں لاکھوں بندے پکار اُٹھے کہ

ربنا انّنا سمعنا منادیًا ینادی للایمان ان آمنوا بربکم فاٰمنّا۔

اے ہمارے پروردگار ہم نے ندا دینے والے کو یہ ندا کرتے ہوئے سُنا کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ۔ سو ہم تو ایمان لے آئے۔

مکانِ قریب سے صخرۂ بیت المقدس مراد ہے۔ یہی مفسرین کرام مانتے ہیں۔ صخرۂ بیت المقدس سے مقصود کوہ کرمل ہے۔ جہاں سے حضرت بہاءاللہ نے دنیا کو دعوت دی۔ تورات مقدس میں بار بار آتا ہے کہ خداوند کرمل پر خیمہ گاڑیگا۔ اور تمام قومیں نئی شریعت کے لئے کوہ کرمل کی طرف روانہ ہونگی۔ چنانچہ دنیا کی سب قومیں اسی جلوہ گاہِ موعود کی جانب جا رہی ہیں۔ اور خدا کے نئے پیغام و کلام کے تحفے سب کے لئے لا رہی ہیں۔

یوم الخروج کے معنی ہیں نکلنے کا دن۔ یعنی لوگ غفلت کی قبروں سے ندائے حق سننے کے لئے نکلیں گے۔ ظاہری طور پر بھی لوگ اپنے وطنوں سے آجکل اس قدر نکلتے ہیں کہ پہلے زمانوں میں متصور بھی نہ تھا۔ بلکہ ساری دنیا کاروبار اور ہنگامۂ زندگی میں نکل پڑی ہے۔

یوم البعث

ویوم تقوم الساعۃ یقسم المجرمون ما لبثوا غیر ساعۃ کذلک کانوا یؤفکون ۝

جب ساعتِ موعود قائم ہو جائے گی تو مجرم قسمیں کھا کر کہینگے کہ وہ بغیر ساعت تو رہے ہی نہیں۔ وہ اسی قسم کے خیالات میں چکراتے رہے ہیں۔ مقصد یہ کہ جب اہل عرفان کہینگے کہ ساعت موعودہ آپہنچی ہے اور وہ یہی زمانہ ہے جسمیں ہم تم ہیں۔ یہ سن کر منکر کہیں گے کہ اگر یہی ساعت و قیامت ہے تو پھر ایسی حالت تو ہمیشہ ہی رہی ہے۔ ایسے تو کبھی بھی بغیر ساعت و قیامت کے ہم نہیں رہے۔ یوں تو روز ہی ساعت و قیامت رہی ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ لوگ ایسی ہی نافہمی کی باتیں کر کر کے فہم عقیقت سے دور رہکر چکراتے رہتے ہیں۔ پھر آگے خدا فرماتا ہے

وقال الذین اوتوا العلم والایمان لقد لبثتم فی کتاب اللہ الی یوم البعث فھذا یوم البعث ولکنکم کنتم لا تعلمون۔

اور جنھیں علم و ایمان عطا ہوا ہے وہ کہینگے کہ اے لوگو! تم کتاب الٰہی کے وعدے کے مطابق زمانۂ بعثت تک موجود رہے ہو۔ سو یہی تو یوم البعث یعنی زمانۂ بعثت ہے لیکن تم اس حقیقت سے بے خبر ہو گئے ہو۔

چنانچہ آج اہل بصیرت سب لوگوں سے کہتے ہیں کہ عزیزو یہی زمانہ بعثت کا زمانہ ہے جسمیں خدا کا مظہر مصلح عالم مبعوث ہوا ہے اور جسمیں بڑے بڑے عارف و کامل انسان مبعوث ہو رہے ہیں۔ بلکہ تمام نوع انسانی ایک نئی زندگی میں مبعوث ہو رہی ہے۔ یہانتک کہ تمام اشیاء ایک نئی صورت ترقی میں مبعوث ہو رہی ہیں مگر اہل حجاب بے خبر ہیں اور اہل نظر سب کچھ مشاہدہ کر رہے ہیں۔

یوم الفصل

ان یوم الفصل کان میقاتا یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا وفتحت السماء فکانت ابوابا وسیرت الجبال فکانت سرابا (سورہ نبا پ ۳۰)

فیصلے کا دن ایک معین وقت ہے۔ جس دن کہ خدا کے امر اعظم کا صور اعلان بلند ہو گا۔ اور تم اے تمام دنیا کے گروہ انسانی فوج فوج ہو کر ایک میدانِ عظیم میں آؤ گے اور آسمان کھول دیئے جائینگے ایک بلند تمدن نمودار ہو گا اور علوم و عرفان کے اوپنے دروازے کھول دیئے جائینگے۔ اس باعظمت یوم میں بڑی بڑی پہاڑوں کی سی ہستیاں ریت کے ذروں کی طرح بکھرتی پھرتی نظر آئینگی یہی نبأ عظیم کی تجلی کا دن ہو گا جو تمام نبوتوں کا مقصد و مآل اور ثمرۂ ذوالجلال ہے وھذا

یوم الدین

وما ادرٰیک ما یوم الدین ثم ما ادرٰیک ما یوم الدین یوم لا تملک نفس لنفس شیئا والامر یومئذ للہ۔

تم کیا سمجھتے ہو یوم الدین کیا ہے؟ بار بار غور کرو اور سمجھو کہ یوم الدین کیا ہے؟ وہی دن ہے جس دن لوگ رب العلمین کی حضوری کے لئے کھڑے ہونگے اور کوئی شخص کسی کی مدد نہ کر سکے گا اس دن سب کی مدد اللہ ہی کرے گا۔

پادشاہانِ زمین

حضرت شوقی ربانی ولیِ امراللہ کی کتاب "آمدِ یومِ موعود" سے ترجمہ

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو پیامبر ستمبر ۱۹۳۲ء

مضمون کی گوناگونی اور اہمیت ۔ دلائل کی معقولیت و دل نشینی ۔ زبان کی شوکت و عظمت، یہ سب امور ہماری توجہ کو جلب کرتے ہیں اور ہمارے دل حیرت میں گم ہوجاتے ہیں ۔ شہنشاہ ۔ پادشاہ اور شہزادے ۔ وزراء و مشیر ۔ پوپ ۔ پادری راہب اور فلاسفر ۔ علماء ۔ سیاست دان اور مدبرین ۔ امراء ارض ۔ تمام ادیان کے پیرو اور اہل بہاء سب کے سب ان پیغاموں کے بانی کی دسعتِ منشاء کے اندر لائے گئے ہیں ۔ اور ہر ایک کو اس کی اہلیت کے مطابق ایسی نصیحتیں اور فہمائشیں کی گئی ہیں جن کا وہ مستحق ہے ۔ ان الواح میں جن عنوانات کا ذکر کیا گیا ہے ان کا تنوع بھی کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہے ۔ کہیں بزرگ و برتر خدا کی ماورائے ادراک عظمت و وحدت کی تعریف کی گئی ہے ۔ کہیں اس کے پیغمبروں کی وحدت کا اعلان اور اس پر زور دیا گیا ہے ۔ کہیں امر بہائی کی کیفیت ۔ جامعیت اور اس کی امکانی قوتوں کو تاکید کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور حضرت باب کے ظہور کی نوعیت و مقصد کو کھول کر بتایا ہے ۔ کہیں حضرت بہاءاللہ کی مصیبتوں اور جلاوطنیوں کی اہمیت و اسرار کو ظاہر کیا ہے ۔ کہیں آپ کے مبشر اور آپ کے ہنام پر بلاؤں کی بارش پر اظہارِ نوحہ و ندبہ کیا ہے ۔ کہیں خود اپنے لئے اس تاجِ شہادت کی تمنا جو ان دونوں نے ایسے پُر اسرار طریقہ سے حاصل کیا تھا ظاہر کی گئی ہے اور کہیں خود اپنے ظہور کے آنیوالے ناقابلِ بیان عروج و اوج و حیرت انگیز کامیابی کی پیشگوئی کی گئی ہے ۔ کہیں اپنی ماموریت کے مختلف مراحل پر واقع ہونے والے عجیب دلگداز و رقت انگیز وقائع بیان فرمائے ہیں ۔ کہیں دنیوی شان و شوکت شہرت و دولت و حکومت کی ناپائداری بار بار وضاحت کے ساتھ دکھائی گئی ہے ۔ کہیں انفرادی اور بین الاقوامی روابط میں اعلیٰ ترین اصول کے اطلاق کے لئے پُرزور اور مکرر اپیلیں کی گئی ہیں ۔ اور کہیں برسے رسم و رواج کو جو نوعِ انسان کی خوشی، ترقی، بہبودی اور اتحاد میں رکاوٹ کا سبب ہے ترک کرنے کی فہمائش کی گئی ہے ۔ کہیں بادشاہوں کو زجر و توبیخ اور علمائے ادیان کو ملامت اور نکوہش کی گئی ہے اور کہیں وزیروں اور سفیروں کو سرزنش کی گئی ہے ۔ کہیں اپنی آمد کو خود باپ" کا آنا صاف صاف لفظوں میں تکرار کے ساتھ بیان فرمایا ہے ۔ کہیں ان بادشاہوں اور شہنشاہوں میں سے چند ایک کی سخت تباہی اور بربادی کی پیشگوئی کی گئی ہے ۔ ان میں سے دو کو صریحاً ٹوکا ہے ۔ بہتوں کو متنبہ کیا ہے اور سب کو نصیحتیں کی ہیں ۔ لوحِ سلطان میں حضرت بہاءاللہ اعلان فرماتے ہیں ۔

"کاش بادشاہ کی رائے جو جہان کے لئے باعثِ زینت ہے اس بات پر جم جاتی کہ یہ بندہ اور علمائے زمانہ یکجا جمع ہوتے اور میں حضرت سلطان کے روبرو اپنی دلیلیں پیش کرتا۔ یہ بندہ اب بھی اس بات کے لئے حاضر ہے اور خدائے پاک سے اُمیدوار ہے کہ ایک اس طرح کی مجلس ترتیب دی جائے تاکہ دربارشاہی میں معاملہ کی اصلیت واضح اور ظاہر ہو جائے۔ آئندہ آپ کو اختیار ہے اور میں آپ کے تختِ سلطنت کے سامنے حاضر ہوں۔ آپ چاہے آپ میرے موافق حکم دیں یا مخالف۔"

علاوہ ازیں لوح رئیس میں حضرت بہاءاللہ نے اس ترکی افسر کے ساتھ اپنی گفتگو کا ذکر کرتے ہوئے جس کے سپرد آپ کو عکار کے قلعہ بند شہر کی طرف جلاوطن کرنا تھا فرمایا ہے :-

"ایک معاملہ ہے جو اگر تمھارے امکان میں ہو تو میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم حضرت سلطان کے سامنے پیش کرو کہ وہ دس منٹ کے لئے اس جوان کو اپنے سامنے بلائے تاکہ وہ اُس سے اُس کی صداقت کی جو حق ہے وہ شہادت و دلیل طلب کرے جسے وہ کافی سمجھتا ہو۔ اگر خدا نے اُسے اُس دلیل کے لانے کی توفیق عطا کی تو سلطان اِن مظلوموں کو رہا کر دے اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ دے۔"

اسی لوح میں حضرت بہاءاللہ فرماتے ہیں کہ

"اُس نے (یعنی ترکی افسر نے) وعدہ کیا کہ وہ یہ پیغام سلطان تک پہنچائے گا۔ اور جو وہ جواب دیگا اُس سے ہم کو مطلع کرے گا۔ مگر ہمیں اُس کی کوئی خبر نہیں ملی۔ اگرچہ حق کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو کسی شخص کے سامنے پیش کرے۔ کیونکہ سب اُس کی تابعداری کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ مگر اِن چھوٹے بچوں اور عورتوں کی بڑی تعداد کی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے جو اپنے خویش واقارب سے اور اپنے وطن سے اتنی دور پڑی ہوئی ہیں ہم اِس بات پر راضی ہو گئے۔ باوجود اس کے نتیجہ کچھ بھی نکلا۔ عمر زندہ ہے اور سب اُس سے مل سکتے ہیں۔ اُس سے دریافت کرو تاکہ سچائی تم پر روشن اور واضح ہو جائے۔"

اِن الواح کی طرف جو تمام دنیا کے حکمرانوں کو لکھی گئی ہیں اور جنھیں حضرت عبدالبہاءؑ "معجزہ" کہکر لکھتے ہیں، اشارہ کرتے ہوئے حضرت بہاءاللہ لکھتے ہیں :-

"اُن میں سے ہر ایک، ایک خاص نام سے موسوم ہے۔ مثلاً پہلی کا نام "الصیحہ" دوسری کا نام "القارعہ"۔ تیسری کا نام "الحاقہ"۔ چوتھی کا نام "الساہرہ" پانچویں کا نام "الطامہ" اور اسی طرح دوسری الواح کے نام "الصاخہ"۔ "الآزفہ"۔ "الفزع الاکبر"۔ "الصور"۔ "الناقور" وغیرہ وغیرہ تاکہ تمام اہل زمین یقین کے ساتھ جان جائیں اور اپنی ظاہری اور باطنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ مالکِ اسرار ہر حالت میں تمام انسانوں پر غالب رہا ہے اور غالب رہیگا۔ ..... دُنیا کے آغاز سے آجتک خدا کا پیغام ایسی وضاحت کے ساتھ دیا

نہیں گیا۔ ..... اُس کی قدرت کی تعریف ہو جو ظاہر ہوئی اور تمام جہانوں کو گھیر لیا۔ مالک العلل کے اس فعل کے ظاہر ہونے سے دو نتیجے پیدا ہوئے۔ اس نے مشرکوں کی تلواروں کو تیز کیا اور اُن لوگوں کی زبانوں کو بھی گویائی بخشی جو ذکر و ثنا کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہ اُن حاصل خیز ہواؤں کی تاثیر ہے جن کا ذکر ہم لوح ہیکل میں پہلے کر چکے ہیں۔ اِس وقت کُل زمین حالتِ حمل میں ہے۔ وہ دن قریب آ رہا ہے جب یہ اپنے بہترین پھل دے گی جب اس سے بلند ترین درخت پیدا ہونگے۔ دلفریب شگوفے ظاہر ہونگے اور اعلیٰ ترین آسمانی برکتیں نازل ہونگی۔ وہ نسیم بے انتہا بلند و برتر ہے جو تیرے پروردگار پاک کی قمیص سے آ رہی ہے۔ کیونکہ اُس نے اپنی خوشبو پھیلائی اور تمام چیزوں کو نیا بنا دیا۔ مبارک ہیں وہ جو سمجھتے ہیں۔ یہ بلا شک و شبہ صاف ظاہر و برہن ہے کہ ان تمام چیزوں میں سے مالکِ ظہور نے اپنے لئے کچھ نہیں چاہا۔ اگرچہ وہ جانتا تھا کہ یہ باتیں دُکھوں، تکلیفوں اور سخت امتحانات کا سبب ہونگی۔ اُس نے محض اپنی مہربانی و عنایت سے مردوں کو زندہ کرنے اور خداوند مالکِ اسماء و صفات کا امر ظاہر کرنے کے لئے اور اہلِ زمین کو دُکھوں سے چھڑانے کے لئے اپنی راحت کا خیال نہ کیا اور وہ کچھ برداشت کیا جو کسی شخص نے آجتک نہ برداشت کیا ہے اور نہ کریگا۔"

انفرادی حکمرانوں کو خطاب کی ہوئی اپنی نہایت اہم الواح کو حضرت بہاءاللہ نے ایک چھ کونی ستارہ کی شکل میں جو اشاری طرز میں جسم انسان کا نشان ہے لکھنے کا حکم دیا۔ اور اُن کے آخر میں خاتمہ کے طور پر مفصلہ ذیل الفاظ لکھے جو اُس اہمیت کو ظاہر کرتے ہیں جو آپ اِن پیغامات کو دیتے تھے اور پرانے عہدنامہ کی پیشینگوئی کے ساتھ ان کے براہ راست ربط کا پتہ دیتے ہیں۔

"اس طرح ہم نے قوت و قدرت کے ہاتھوں سے ہیکل کو بنایا۔ اے کاش! کہ تم جاننے والوں میں سے ہوتے! یہی وہ ہیکل ہے جس کا وعدہ تمھیں کتاب میں دیا گیا ہے۔ اس کے قریب آؤ۔ یہی وہ ہے جو تمھیں فائدہ دیگی اگر تم اُن میں سے ہو جو سمجھتے ہیں۔ اے دُنیا کے لوگو! انصاف کرو۔ کونسی فائدہ مند ہے؟ یہ یا وہ ہیکل جو مٹی کی بنی ہوئی ہو؟ اس کی طرف متوجہ ہو۔ یہی حکم تمھیں اُس خدا کی طرف سے دیا گیا ہے جو خطرے کے وقت مددگار اور خود اپنی ذات سے قائم ہے۔ اُس کا حکم مانو اور اپنے خداوند خدا کی تعریف کرو کہ اُس نے تم پر عنایت کی۔ اس میں شک نہیں کہ وہ حق ہے۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ وہ اپنے ایک کلمہ "کُن فیکون" سے جو کچھ چاہتا ہے ظاہر کرتا ہے۔"

اسی مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ اپنی ایک لوح میں حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والوں کو یوں خطاب فرماتے ہیں :-

"اے فرزند کو ماننے والو! بیشک ہیکل تمھارے خدائے قادرِ مطلق و مہربان کے ارادہ کے ہاتھوں سے بنائی گئی ہے۔ پس اے لوگو! جو کچھ میں کہتا ہوں تم اُس کے گواہ رہو۔ کون سی بہتر ہے؟ کیا مٹی کی بنی ہوئی یا وہ تمھارے پروردگار مالکِ آیات کے ہاتھوں سے بنائی گئی ہے؟ یہی وہ ہیکل ہے جس کا وعدہ تمھیں الواح میں دیا گیا ہے۔

یہ پکار پکار کر کہہ رہی ہے "اے اہلِ ادیان۔ جلدی کرو تاکہ تم اُس تک رسائی پاؤ جو تمام فیوض کا سرچشمہ ہے اور ہر کافر و شک کرنے والے کی پیروی مت کرو۔"

یہ یاد رہے کہ علاوہ ان خاص الواح کے جن میں بادشاہانِ زمین کو انفرادی اور مجموعی طور پر خطاب کیا گیا ہے حضرت بہاءاللہ نے اور بھی الواح نازل فرمائی ہیں۔ مثلاً لوحِ رئیس اُن میں سے ایک نمایاں مثال ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی ضخیم کتابوں میں بکھری ہوئی بیشمار عبارتیں ہیں جن میں براہِ راست خطابات اور اشارات وزیروں۔ حکومتوں اور اُن کے معتبر سفیروں کی طرف کئے گئے ہیں۔ جو اگرچہ اپنی جگہ بہت ضروری ہیں مگر اُن خاص معانی کے حامل نہیں ہو سکتے جن کے وہ براہِ راست اور خصوصی پیغامات ہو سکتے ہیں جو خدا کے ظہور نے اپنی زبان سے اپنے زمانہ کے بڑے بڑے سلاطینِ زمین کو پہنچائے ہوں۔

پیارے دوستو! اُن مصائب اور تکالیف کو بیان کرنے کے لئے جو اتنے لمبے عرصہ تک اتنے عظیم الشان ظہور کے بانیوں کو گھیرے رہے، بہت کچھ کہا جا چکا ہے۔ اور اُن کی طرف سے دنیا کے لوگوں کی سخت بے اعتنائی کا ذکر بھی کافی ہو چکا ہے۔ اُن حکمرانوں کو پیغامات کا بھی کافی ذکر ہو چکا ہے۔ جنہوں نے اپنی خود مختاری کے بل پر جان بوجھ کر ان مصائب کو بھڑکایا یا جو اپنی طاقت اور قوت کے زور سے ان کے تشدد کو کم کر سکتے تھے یا انھیں اُن کے المناک راستے سے ہٹا سکتے تھے۔

آؤ اب ہم اُن نتائج پر غور کریں جو اُن سے پیدا ہوئے۔ جیسا کہ ذکر ہوا کہ ان حکمرانوں پر مختلف اور بے خطا اثر ہوا۔ اور جیسا کہ واقعات کی رفتار نے درجہ بدرجہ ظاہر کر دیا ہے اُس کے نتائج برباد کن ہوئے۔ اُن میں سے ایک بہت بڑا حکمران اِس خدائی دعوت کے ساتھ سخت گستاخی سے پیش آیا۔ اور اپنے وزیر کے ذریعہ ایک روکھا اور گستاخ جواب دے کر ٹال دیا۔ ایک دوسرے نے پیغام لے جانے والے قاصد کو گرفتار کروایا۔ اُسے طرح طرح کا عذاب دیا۔ لوہے کی گرم سلاخوں سے اُس کے بدن کو جلوایا اور سخت وحشیانہ طریقہ سے اُسے قتل کیا۔ دوسروں نے حقارت آمیز خاموشی پسند کی۔ سب کے سب اپنے فرض کی ادائیگی میں قاصر رہے اور آپ کو مدد دینے کے لئے کسی نے کچھ نہ کیا۔ اُن میں سے دو نے خاص طور پر غصہ اور خون کے دو ہرے مذبہ کے ماتحت اُس امر پر اپنی گرفت کو مضبوط کیا جسے دونوں نے مل کر برباد کرنے کا تہیہ کیا ہوا تھا۔ ایک نے اپنے مقدس قیدی کو ایک ایسے شہر کو جلا وطن کیا جو شہری حیثیت سے بدنما۔ موسم کے لحاظ سے سخت قابلِ نفرت اور اُس کا پانی گندہ تھا۔ دوسرے نے جو اس دین کے بانی پر تو ہاتھ نہ ڈال سکتا تھا، اُس کے ماننے والوں کو جو اس کی حکومت میں رہتے تھے وحشیانہ اور سخت مظالم کا شکار بنایا۔ حضرت بہاءاللہ نے اُن پیغامات میں جو اپنے مصائب کا بیان فرمایا تھا، اُس کے پڑھنے سے بھی اُن کے دِلوں میں رحم پیدا نہ ہوا اور ٹس سے مس نہ ہوئے۔ آپ کی فریادیں جن کی مثال نہ تو عیسائیت کی تاریخ میں کہیں ملتی ہے اور نہ اسلام میں کہیں پائی جاتی ہے متکبرانہ زعم سے رد کر دی گئیں۔ وہ خوفناک تنبیہات جو آپ نے اُن کو لکھیں غرور اور تکبر کی افزونی میں کچھ بھی اُن کی پروا نہ کی گئی۔ آپ کے دلیرانہ رجز و تحدی کو ٹھکرا دیا۔ اور جن سزاؤں کی آپ نے پیشینگوئی کی اُس کو انھوں نے حقارت آمیز طریقہ سے دور پھینک دیا۔

ایسے کامل اور ایسے ذلیلانہ رد کے مقابلہ میں کیا ہوا؟ اور خاصکر اس پہلی بہائی صدی کے آخری سالوں میں کیا ہو رہا ہے؟ یہ وہ صدی ہے جسمیں حضرت بہاء اللہ کے امر مبارک پر سخت ظلم وستم جاری رکھے گئے اور دکھ اور مصائب کی ایک بے پناہ بارش ہوتی رہی سلطنتیں خاک میں مل رہی ہیں۔ بادشاہتیں ملیامیٹ ہو رہی ہیں۔ قدیم خاندان صفحۂ ہستی سے گم ہو رہے تاجدارانِ دنیا بے آبرو ہو رہے ہیں۔ بادشاہ تلوار کے گھاٹ اُتارے جا رہے ہیں۔ زہر دے کر ہلاک کئے جا رہے ہیں۔ جلاوطن ہو رہے ہیں یا اپنے ہی ملک میں محکوم بن کر رہ رہے ہیں۔ چند ایک تخت جو باقی رہ گئے ہیں اپنے ساتھیوں کی بربادی کے نتائج کے زیر اثر کانپ رہے ہیں۔

یہ پرآشوب اور عظیم الشان عمل اُس قابلِ یادگار رات سے شروع ہوا ہے جب شیراز کے ایک غیر معروف گوشہ میں حضرت باب نے اپنے پہلے مومن کے لئے اپنی مشہور تفسیر سورۂ یوسف کا پہلا باب (قیوم الاسماء) نازل فرمایا جسمیں آپ نے زمین کے بادشاہوں اور شہزادوں کے لئے اپنی دعوت کا صور پھونکا۔ پھر یہ صاف طور پر اُس وقت ظاہر ہوا جب حضرت بہاء اللہ کی وہ پیشینگوئیاں جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سورۂ ہیکل میں محفوظ ہیں اور جو نپولین سوم کی حیرت انگیز بربادی اور پوپ پائیس نہم کی دیگیکین (پوپ کی مجلس) میں خود عائد کردہ قید سے پہلے کہی گئی تھیں پوری ہوئیں۔ اس کی شہرت میں اُسوقت اور چار چاند لگے جب حضرت عبدالبہاء کے زمانہ میں بڑی جنگ نے رومانوف۔ ہوہنزولرن اور ہیبسبرگ کے شاہی خاندانوں کو مٹا دیا اور قدیم طاقتور بادشاہتوں کو جمہوریتوں میں بدل دیا۔ حضرت عبدالبہاء کے صعود کے بعد جلد ہی اسمیں مزید تیزی پیدا ہوئی۔ جب ایران کے خاندان قاچار کا خاتمہ ہوا۔ اور سلطنت اور خلافت دونوں کی زبردست بربادی واقع ہوئی۔

یہ عمل اب بھی ہماری آنکھوں کے سامنے جاری ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس بے پناہ اور برباد کن جنگ کے دوران میں برِاعظم یورپ کے تاجدار کس طرح یکے بعد دیگرے مٹ رہے ہیں۔ بیشک جو شخص اس اٹل اور انقلاب انگیز عمل کے ظہورات پر ٹھنڈے دل سے غور کرتا ہے کہ اس تھوڑے سے عرصہ میں اس نے کیا کیا ہے وہ لازماً اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ پچھلے سو سال میں جہانتک تاجدارانِ جہان اور خانوادہ ہائے شاہان سے اس کا تعلق ہے یہ ان کے لئے نوع انسان کی تاریخ میں نہایت ہی ہیجانِ عظیم کا زمانہ رہا ہے۔ جس نے ان کی دنیا کو بالکل پلٹ دیا ہے۔

جس وقت حضرت بہاء اللہ نے دنیا کے حکمرانوں کو اپنے پیغامات پہنچائے اور ایڈریانوپل میں سورۂ ملوک اُن کے لئے نازل فرمائی۔ اُس وقت اُن حکمرانوں سے سب سے زیادہ طاقتور اور صاحب اقتدار فرانس کا شہنشاہ اور پوپ اعظم تھے۔ سیاسی اور دینی حلقوں میں یہ دونوں بالترتیب سب سے اوّل درجہ میں تھے اور دونوں کو جو ذلت نصیب ہوئی وہ فوری اور بھرپور تھی۔

لوئیس بونا پارٹ (نپولین اوّل کا بھائی) کا بیٹا نپولین سوم تمام مورخین متفق ہیں اُس زمانہ میں مغرب کا سب سے بڑا اور سربرآوردہ حکمران تھا۔ اس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ شہنشاہ ہی سب کچھ ہے۔ فرانسیسی پایہ تخت یورپ میں سب سے زیادہ دلکش شہر تھا۔ اور فرانسیسی دربار اُنیسویں صدی کا سب سے زیادہ شاندار اور عیش وعشرت کا متوالا دربار تھا۔

نپولین سوم کی یہ کمی اور انتہائی ہوس تھی کہ وہ اپنے چچا نپولین اوّل کی طرح ہو جائے اور جو کام وہ ادھورا چھوڑ گیا تھا اُسے پورا کرے۔ وہ خیالی پلاؤ پکایا کرتا۔ لوگوں کے ساتھ سازشیں کرتا۔ مگر وہ متلون مزاج۔ ریاکار اور ناعاقبت اندیش تھا۔ اس حکمتِ عملی سے فائدہ اٹھا کر جس کا نصب العین یہ تھا کہ نپولینِ اعظم کی زندگی کے متعلق شوق و اشتیاق پھر سے تازہ کیا جائے اس نے شاہی سلطنت کا تختہ اُلٹ دینے کی کوشش کی۔ وہ کوشش میں ناکام رہا اور امریکہ کو جلاوطن کر دیا گیا۔ پھر فرانس پر حملہ کرنے کی کوشش کے دوران میں گرفتار کر لیا گیا اور اسے عمر قید کی سزا ملی۔ مگر وہ بچ کر لندن کو بھاگ گیا۔ ۱۸۴۸ء کے انقلاب کے بعد وہ فرانس کو لوٹ آیا۔ اور انتظامِ سلطنت کے اُلٹ دینے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے بعد وہ فرانس کا شہنشاہ بن گیا۔ اس میں عظیم الشان اور دور رس تحریکات کو شروع کرنے کی قابلیت تو تھی مگر ان کو قابو میں رکھنے کی نہ تو اس میں جرأت ہی تھی اور نہ فراست۔

اس شخص یعنی فرانسس کے اس آخری شہنشاہ کو جو غیر ممالک کو فتح کر کے اپنے خاندان کو لوگوں میں ہر دلعزیز بنانے کی دھن میں تھا اور فرانس کو بحال شدہ سلطنت روما کا مرکز بنانے کی فکر میں رہا کرتا تھا۔ عکا کے قیدی نے جسے سلطان عبدالعزیز تین دفعہ جلاوطن کر چکا تھا اپنے قید خانہ کی دیواروں کے پیچھے سے ایک خط بھیجا جس میں یہ کھلا الزام اور ڈراؤنی پیشینگوئی تھی

"ہم اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ جس بات نے تجھے بیدار کیا وہ اُن کی آہ و بکا کی آواز نہ تھی (یعنی اُن ترکوں کی جو بحر اسود میں غرق کئے گئے تھے) بلکہ وہ تیرے ہوس کی تحریک تھی۔ کیونکہ ہم نے تجھے جانچا اور تو کم نکلا ..... اگر تیرے الفاظ مخلصانہ اور سچے ہوتے تو خدا کی کتاب کو (پہلی لوح مبارک جو اُسے بھیجی گئی تھی) پیٹھ کے پیچھے نہ پھینکتا۔ جب یہ تجھے اس کی طرف سے بھیجی گئی جو طاقتور اور سب کچھ جاننے والا ہے ..... جو کچھ تو نے کیا۔ اس کے سبب تیری حکومت میں ابتری پھیل جائے گی اور سلطنت تجھ سے چھین لی جائے گی اور یہ اُس کی سزا ہو گی جو کچھ تو نے کیا ہے۔"

(باقی آئندہ)

مترجم عباس علی بٹ

قسمت فارسی

یومِ موعود رسیدہ است

ھُوَاللّٰہ

خواہران و برادران عزیز معنوی و یارانِ ارجمند رُوحانی در کشور مقدس ایران : روحی وکینونتی لمحبتکم الفداء ازانجائیکہ افراد وقاطبہ اہل بہاء در ہر کشور و اقلیمی بالاخص یارانِ عزیز و قدیم ایران ہمواره منتظر و مترصد اخباراتِ رُوح بخش کہ مبشر پیشرفت و موفقیت ہای مختلفہ کہ نصیب احبای جانفشان خدومش میگردد میباشند این است کہ موقع را مغتنم شمرده اخباراتِ امری خوش جانفزای این کشور پہناور را کہ مخصوصاً در چند ماه اخیر با تائید است متتابعہ مولای حنون توانا بدان مفتخر و مؤید گشتہ برشتہ تحریر درآورده واز نظرِ قارئین محترم میگذارند۔

درکشور پہناور با روحانیتِ عاطفہ وجدان و بالآخرہ پیروی نمودن باصول مسلّمہ شرائع و ادیانِ الٰہی کم و ذی قیمت میباشد در اقلیمی کہ خدا پرستی واعتراف واقرار بوحدانیت کار مشکل و ممتنعی محسوب میگردد درسرزمینی کہ در اغلب نقاطِ آن الیٰ حال معبودِ خود را صنم و مجسمہ میدانند واز پرستش وسجدہ نمودن بآن عار و ننگ ندارند و ہزاران صفات وخصائل دیگر کہ خارج از خدا پرستی و وحدانیت است باید بعظمتِ کلام ونفوذ و قدرت حضرتِ بہاءاللہ بیش از پیش ایمان واعتراف نمود کہ درچنین کشوری افرادی را مبعوث نموده کہ از نورِ ایمان بحق محروم نگشتہ وقلوبِ آنہارا مانند آئینہ صافی برای کسب نور وحقیقتِ الوہیت وشناسائی ذاتِ مقدسِ خود آماده ومہیا نموده کہ در ہر دم برای پیشرفت امرِ اتمش نه از ہرگونہ فداکاری و جانفشانی و جانبازی دریغ نموده واطاعت و فرمانبرداری اوامر مولای عزیز بی ہمتارا بزرگترین افتخارات وسعادتِ خود دانند۔ درسنہ جاریہ محفل مقدس روحانی بہائیان بمبئی باجازهٔ محفلِ مقدسِ ملّی بہائیان ہند وبرما بکمک مالی احبای عزیز این اقلیم و باجازهٔ مخصوص منیع مبارک حضرت ولی امراللہ موفق شده کتاب (یوم موعود رسیده است) تالیفی حضرت ولیِ امراللہ راکہ قبلاً درسال ۱۹۴۱ء درامریکا بلسانِ انگلیسی چاپ نموده مجدداً درہندوستان سہ ہزار نسخہ بچاپ رسانیده وبعنوان ہدیہ بوسیلہ پست برای وزراء۔ امرای عالی رتبہ۔ معاریف۔ علماءِ محققین دانشمندان وبزرگانِ ہند ارسال با انتشار کتاب مذکور درکشور پہناور ہند (کہ مساحت آن باستثنای روسیہ آسیا مساوی تمام اروپا میباشد) بار دیگر علناً عظمت جمالِ مبارک وکلام معجز شیم ومواعید منصوصہ اد

که بقلم توانای گهربار شیرین دلی امرش ترجمه ونگاشته شده بود ولوله برپا نمود وعموم تشنگان وادی حقیقت وآوارگان و دلدادگان جهان پرآشوب را نوید نوینی از فرارسیدن قرن بدیع الهی بشارت وبکالبد مردگان وادی ضلالت حیات جدیدی دمیده وقرائت وبحث درمواقیع مختلفه کتاب نقل هرمجلس ومحفلی گردیده وباعث دل گرمی وتشفی قلب ونشاط ستمدیدگان گشته. قلم وبیان این عبد قاصر وعاجز از تشریح و تفسیر وتجسم روحیه کسانی است که بقرائت این کتاب نفیس موفق ومفتخر وچون اشخاص محترمی که برای آنها کتاب فرستاده شده مراسلات تشکر آمیز وضمناً اظهار عقائدی نیز کرده برای مزید اطلاع دوستان گرامی خلاصه بعضی از مراسلات را ترجمه واز نظر قارئین ارجمند میگذارند. درخاتمه با التماس دعا ازطرف دوستان وطلب تائید وتوفیق از درگاه حضرت بهاء الله برای ادامه خدمت باتقدیم احترامات شایسته خود.

(فدای یاران ربانی - دکتر زرنگ)

اینک خلاصه از ترجمه مراسلات

۱- منشی مخصوص والاحضرت دوک آف کلاستر درجواب دریافت کتاب چنین مینویسد:-

والاحضرت دوک آف کلاستر مرا مامور نمودند که رسید کتب (ریوم موعود رسیده است) را که بنام اینجانب واعلیحضرت پادشاه وملکه انگلستان ارسال داشته بودید محترماً اشعار دارم و تشکرات فائقه ایشان را برای دریافت چنین کتاب نفیسی بشما اطلاع دهم.

(منشی مخصوص دوک آف کلاستر)

۲- پیشکار ومنشی مخصوص جناب آقای سرلشکر چیان کائی شک پیشوای چین در جواب دریافت کتاب چنین مینویسد:-

جناب سرلشکر چیان کائی شک پیشوای ملت بزرگ چین وهمسر وبانوی بلندمرتبه چین مرا مامور نمودند که ابلاغ نمایم کتاب (ریوم موعود رسیده است) که بوسیله بهائیان بنا بوده است بمن برسد تاکنون دریافت نکرده علیهذا فوق العاده متشکر ومائلم که این کتاب را بوسیله جنرل قنسولگری ما درکلکته دراولین فرصت جهت ما ارسال دارید.

(پیشکار ومنشی مخصوص سرلشکر)

۳- جناب آقای پندت جواہر لال نہرو پیشوا و نمایندۂ بزرگ ہند و با در کنگرۂ ہند درجواب دریافتِ کتاب چنین مینویسد :-

"تشکراتِ فائقۂ خودرا برای دریافت کتاب (ریوم موعود رسیدہ است) تقدیم - چاپ اول این کتاب راکہ چندے قبل برای من فرستادہ بودید مسترد داشتم باکمال دقت بعضی از مواضیع کتاب را قرأت نمودہ ولکن خیلے مشکل است ازبرای من کہ اظہارِ عقیدہ در این مسائلِ معضلہ مشکلہ کہ در کتاب نوشتہ شدہ بنمایم محتویاتِ کتاب ومضامین آن بسیار عالی ونفیس است - البتہ عقیدۂ شخصی من بہ آتیۂ جہان چیز دیگری است ولے معہذا نمیتوانم از ابرازِ تمجید وتحسین نویسندۂ زبردست کتاب چشم پوشی نمایم."

۴- آقای جمشید ن - ر - مہتا فرمان دار سابق کراچی درجواب دریافت کتاب چنین مینویسد :-

"کتاب (ریوم موعود رسیدہ است) را باہنایت دقت مطالعہ نمودم باید اقرار واعتراف نمود کہ کتابی است کہ الہامات وتبیانات گذشتہ وحال وآئندہ را بطور وضوح تشریح وتوصیف نمودہ - علمای بزرگ ومتقدمین امر عزیز بداہت خودرا فدا نمودہ حقِ بزرگی برای تربیتِ عالمِ بشریت دارند - مطالعہ تاریخ شہدارِ بہائی نشان میدہد کہ پیروان وحواریونِ بہاء اللہ بعد از دریافت نور حقیقت وایمان دمے آرام نگرفتہ وآرزوئی نداشتہ جز خدمت کردن بمولائے عزیز خود واشاعت امر اُمنش - بہر جہت مضامین شیرین ونہیج این کتاب مارا بعالمِ دیگر کہ در آن انوارِ روحانیت - اتحاد واتفاق وترکِ تعصباتِ بشر میباشد نوید ومژدہ میدہد و باید بہ موسس چنین دیانتِ بزرگی در نہایت احترام تکریم وتعظیم نمود -

۵- دیوان بہادر کرشنا لال ا م - جواہری - ممبئی محاکم صالحہ دادگستری ناحیۂ بمبئی درجواب دریافت کتاب چنین مینویسد :-

برای ہیچیک از فرزندانِ بشر ممکن نبودہ ونیست کہ بدون داشتنِ اقتدار ونفوذ الٰہی بتواند دعوی بزرگی مانند پیغمبری بنماید - کتاب (ریوم موعود رسیدہ است) را مفتخراً مطالعہ نمودم مضامین ومحتویاتِ کتاب بسیار نفیس وبہترین داروی دردہای عالمِ بشریت است - باید کلیت بشر آرزو کند کہ زندہ بماند وآن روزہای بزرگ وخوشی را کہ بہاء اللہ نوید دادہ است بچشمِ خود ببیند -

۶- سر - و - ت - کرشنا ماچاری نخست وزیر ایستان بارودا درجواب دریافتِ کتاب چنین مینویسد :-

"موضوع وسئلہ نظم آتیہ جہان بقدری مہم وپیچیدہ است کہ ہر فردی از افراد شائق ومائل است از برنامہ وچگونگی آن اطلاع حاصل کند - تمام جنگ ہا ونزاعہای داخلی وخارجی فعلی عالم زادۂ تعصباتِ جاہلانہ است. مرتبان بزرگی کہ این مسائلِ معضلہ ولاینحل را میتوانستند بسہولت حل نمایند البتہ راحتی بشر را تعمیم مینمایند

بنا بر این با قرأت کتاب نفیس (یوم موعود رسیدہ است) بشارت و روح نوینی بمن دادہ شد چرا کہ محتویات آن الہاماتی است کہ سبب راحتی بشر میگردد۔

۷۔ آرتور۔ مور۔ مدیر و نویسندۂ روزنامۂ کثیر الانتشار و معروف Statesman در جواب دریافت کتاب چنین مینویسد:۔

"تشکرات فائقہ خودرا برای دریافت کتاب (یوم موعود رسیدہ است) تالیفی شوقی آفندی را بدینوسیلہ اشعار میدارد۔ من از ابتدای جوانی فوق العادہ شائق و مائل بودم کہ راجع بدیانت بہائی اطلاعاتی کسب نمایم و خوشبختانہ اولین فرصت من راجع بتحقیق بہائیت موقعی بود کہ سفرے بایران نمودہ و در آن سرزمین کہ موطن اصلی بہاء اللہ است اطلاعاتے مفیدی کسب نمودم بعداً بیشتر خوشبخت و سعادتمند بودم کہ بحضور حضرت عبد البہاء و شوقی آفندی در حیفا رسیدہ و من از روزیکہ با مطالعۂ کتب بہائی انس گرفتہ مقدم از ساعت پیدایش حضرت اعلی مبشر این دیانت عظیم کہ تقریباً نزدیک بیک قرن است تغییرات کلی و بزرگی در عالم بشریت رخ داده و خواہد داد۔

۸۔ مدیر و نویسندۂ روزنامہ ٹائمز آف انڈیا، کہ بزرگترین و کثیر الانتشار و معروفترین جرائد ہندوستان میباشد در جواب دریافت کتاب چنین مینویسد:۔

"مسائل معضلہ و بشارات و الہامات مہمی در کتاب (یوم موعود رسیدہ است) کہ بوسیلۂ شوقی آفندی نوشتہ شدہ و در سنہ ۱۹۴۱ء برای اولین دفعہ در امریکا بچاپ رسیدہ و اکنون ہم در ہندوستان مجدداً چاپ نمودہ بعالم بشریت نوید عالم جدیدے را طبق مواعید منصوصہ بہاء اللہ موسس دیانت بہائی میدہد و باتمام شدن جنگ عالمگیر طبق پیش بینی بہاء اللہ در این کتاب عالم جدید و خلق جدید و نظم بدیعے بر پا خواہد شد۔ کہ باید ہمہ آرزوی دیدن آن روز را داشتہ باشیم۔

۹۔ آقای دکتر پال۔ برن تن ۔ در جواب دریافت کتاب چنین مینویسد:۔

"بانہایت امتنان تشکرات فائقہ خودرا برای دریافت یک جلد کتاب تالیفی شوقی آفندی را بدینوسیلہ اشعار میدارد پس از قرأت کتاب معتقد شدم کہ این جہان پر آشوب و ظلمتکدہ بشر موقعی از جنگ و ستیز و بدبختی و بیچارگی نجات مییابد کہ پیروی محتویات این کتاب نفیس و مشخص جلیل را بنماید خیلے متاسف ہستم کہ در موقع اقامت خود در امریکا و اروپا مفتخر بشرفیابی حضور عبد البہاء و شوقی آفندی نشدم۔ گرچہ مسائل معضلہ کتاب بسیار غامض است و من نمیتوانم بیش از این اظہار عقیدہ نمایم و لے ناگزیرم اذعان نمایم کہ کتاب تالیفی شوقی آفندی بہترین راہ مستقیمی است از برای رستگاری البتہ

ومصائب این جہان۔

۱۰۔ ب۔ ج۔ وادیا رئیس سابق دانشگاہ بمبئی درجواب دریافت کتاب چنین مینویسد :۔
تشکرات خود را برای دریافت کتاب نفیس (یوم موعود رسیدہ است) تالیفی شوقی آفندی تقدیم۔ باآنکہ شخصاً بہائی نیستم واین اولین دفعہ است کہ موفق بمطالعہ کتاب بہائی شدہ ام مضامین ومحتویات کتاب را تمجید وتحسین مینایم وبنویسندہ بزرگ آن آفرین میگویم۔

۱۱۔ سر۔ ش۔ پ۔ رامسوامی ایار نخست وزیر ستان تراونکور درجواب دریافت چنین مینویسد۔
باکمال صمیمیت تشکرات وامتنان قلبی خود را بدریافت کتاب (یوم موعود رسیدہ است) تقدیم۔ من بنا برعقیدہ ہندو کہ دارم معتقدم کہ ہر پیغمبری در دور خود معتقد رو کلام آن البتہ نفوذ کلی دارد حضرت بہاء اللہ ہم یکے از پیغمبران بزرگ میباشد۔

۱۲۔ دکتر جرج۔ ش۔ از مدرس درجواب دریافت کتاب چنین مینویسد :۔
"فوق العادہ از دریافت کتاب (یوم موعود رسیدہ است) متشکر وممنونم۔ ہمیشہ بنظر تکریم واحترام بکسانیکہ برای آبادی جہان ونجات بشریت کار کردہ میکنند می نگرم۔ امیدوارم بمانظور کہ محتویات ومضامین این کتاب نوید میدہد بواسطہ تعالیم بہاء اللہ جہان از مصائب ومظالم رہائی یابد۔

۱۳۔ ک۔ ام۔ منشی درجواب دریافت کتاب چنین مینویسد :۔
کتاب (یوم موعود رسیدہ است) را باکمال دقت خواندم بدون شک حضرت بہاء اللہ پیغمبر بزرگ وموسس دیانت بہائیت کہ احکام واوامر او براساس وحدت بشر واتحاد واتفاق من علی الارض میباشد مامور از طرف خداوند بزرگ ومقتدر بوده واگر تمام محتویات ومضامین این کتاب عمل گردد بشر روی نیکبختی وسعادت را خواہد دید۔

۱۴۔ سر تاج بہادر۔ ساپرو۔ درجواب دریافت کتاب چنین مینویسد :۔
"از صمیم قلب تشکرات فائقہ خود را برای دریافت کتاب (یوم موعود رسیدہ است) تقدیم۔ من بانہایت شوق ودقت بعضی از قسمتہای کتاب را قرأت نموده وبسیار در بہائیت مجذوب شدم وامیدوارم آسیہ جہان طبق گفتہ بہاء اللہ بسیار روشن ومنور باشد من از تمجید وتحسین احکام واوامر بہاء اللہ کہ بہ اساس آزادی بشر واتحاد واتفاق کلی گذاشتہ شدہ خود داری نمیتوانم بکنم۔
مجدداً خواہشمند است۔ تشکرات مرا بپذیرید۔

متجاوز از یکصد مراسلۂ تشکرات آمیز از ایالات و ولایاتِ مہتمۂ ہندوستان بوسیلۂ اشخاص محترم و دانشمندان و مدیرانِ جرائد رسیدہ کہ اگر بخواہم تمام آنہارا ترجمہ نمایم صفحاتِ فارسی مجلۂ پیامبر گنجایش درج آنرا نخواہد داشت این است کہ بہمین قدر اکتفا نمودہ و اگر در آتیہ فرصتے دست دہد مرتباً بقیہ را ترجمہ و از نظرِ خوانندگان عزیز می گذراند۔ (مترجم دکتور فرسنگ)

نطق مبارکِ حضرتِ عبدالبہاء

ہُوَاللّٰہ

ما بہاء اللہ را اوّل مُربّیِ عالمِ انسانی میدانیم در زمانیکہ شرق را ظلمتِ اختلاف احاطہ نمودہ بود و ملل مشرق زمین در نہایت عداوت و بغضاء بودند و مذاہب با یکدیگر در نہایت اجتناب و یکدیگر را نجس میدانستند و ہمیشہ مشغول جنگ و جدال در چنان وقتی حضرت بہاء اللہ چون شمس از افقِ شرق طالع شد و جمیع را بمحبت و معاشرت دعوت فرمود و بہ نصیحت و تربیتِ آنہا پرداخت از ہر ملّت و مذہبی ہدایت کرد ملل و مذاہب مختلفہ را بالتیام و اوبنہایت اتحاد و اتفاق رسانید بدرجہ ئے کہ چون در مجامعِ آنہا داخل میشوی نمیدانی کدام اسرائیلی است کدام مسلمان است کدام فارسی است و کدام مسیحی پادشاہ مستبدِ ایران با جمیع علماء برخلاف قیام نمودند و بنہایت اذیت پرداختند حضرتِ بہاء اللہ را حبس کردند تا بعینِ ایشانرا کُشتند بدرجئے اذیت می نمودند کہ ہر نفسی اطاعتِ حضرت بہاء اللہ میکرد جان و مالش بہدر میرفت ولی آخر مقاومتِ او را نتوانستند و تعالیمش انتشار یافت لہذا از ایران حضرت بہاء اللہ را ببغداد و از بغداد برومیلی و از انجا بسجن عکّا فرستادند و در سجنِ عکّا صعود فرمودند من ہم در آن حبس بودم تا اعلانِ حریت و اتحاد و ترقی شد جمیع محبوسین را آزاد کردند و من ہم بیرون آمدم اما از تعالیمِ حضرت بہاء اللہ اوّل تحریِ حقیقت است

اساس جمیع انبیاء حقیقت است وحقیقت یکی است حضرت ابراہیم منادی حقیقت بود حضرت موسیٰ خادم حقیقت بود حضرت مسیح موسس حقیقت بود حضرت محمدؐ مروج حقیقت بود حضرت اعلیٰ مبشر حقیقت بود وحضرت بہاء اللہ نور حقیقت۔

حقیقت ادیان الٰہی یکیست درحقیقت اختلاف نیست اما تقالید چون مختلف است سبب اختلاف وجدال گشته اگر تحری حقیقت وترک تقالید شود جمیع ملل متحد گردند زیرا اختلافی درحقیقت ادیان نیست بلکه درتقالید است۔

ثانی تعلیم حضرت بہاء اللہ وحدت عالم انسانیست که فرمود جمیع بندگان خدا وبندند کل را او خلق کرد ورزق میدہد بپرورداند جمیع درتحت رحمت او مستغرق اند وخدا بهمه مهربان ما چرا بیکدیگر نامهربان باشیم ما باید اطاعت سیاست الٰہی نمائیم آیا ما از سیاست الٰہی سیاستی بهتر میدانیم ؟

ثالث فرمود دین باعلم توام است زیرا دین وعلم هر دو حقیقت است اگر دین مخالف حقیقت باشد وهم است وهر مسئله دینی که مخالف علم صحیح وعقل کامل باشد شایان اعتماد نه پس تقالید ورسوماتیکه منافی علم و ترقی است باید زائل نمود۔

رابع دین باید سبب اتحاد باشد قلوب را بیکدیگر ارتباط دہد حضرت مسیح وانبیای الٰہی بجهت الفت واتحاد آمدند پس اگر دین سبب اختلاف شود نبودن آن مرجح است۔

خامس تعصب دینی وتعصب جنسی وتعصب وطنی وتعصب سیاسی سبب جدال است وهادم بنیان انسانی باید جمیع این تعصبات را ترک، سادس صلح اکبر است۔ عالم بشر باید در صلح اکبر باشد تا نور این صلح بر دول وملل عالم بتابد عالم انسانی آسایش نیابد سابع مساوات حقوق رجال ونساء است باید نساء تربیت وتعلیم یابند تا ترقی کنند وبدرجه رجال رسند ازین قبیل تعالیم بسیار ۔

ماہنامہ

پیامبر دہلی

جلد سوم | دسمبر ۱۹۴۳ء | نمبر یازدہم

بسم الوہاب

اے میرے معبود! سب تعریف تیرے لئے سزاوار ہے کہ تو نے اپنے عرش الطاف کی سیدھی جانب بندوں کے رخ پھیر دیئے اور انھیں اپنی سلطنت و اجلال کے لئے اپنے سوا سے بے نیاز کیا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً تیرا امر نافذ اور تیرا حکم جاری اور تیری مشیت ثابت ہے۔ اور جو کچھ تو نے ارادہ فرمایا وہ باقی (لازوال) ہے۔ ہر چیز تیرے قبضۂ قدرت میں اسیر ہے اور سب تیرے ظہورِ غنا و کے حضور فقیر ہیں۔ پس اے میرے معبود! اور اے میرے محبوب! اور میری انتہائے آرزو! اپنے بندوں اور اپنی خلقت کے ساتھ ایسا معاملہ کر جو تیری جلالت و عظمت کے شایاں اور تیری بخشش و موہبت کے لائق ہے۔ بیشک تو ہی وہ ہے کہ تیری قدرت تمام جہانوں پر چھائی ہوئی ہے اور تمام آسمانوں اور زمینوں والوں کو تیرا فضل گھیرے ہوئے ہے۔ کون ہے جس نے تجھے پکارا اور تو نے اُسے جواب نہ دیا۔ اور کون ہے جو تیری طرف بڑھا اور تو اُس کے پاس نہ آیا۔ اور کون ہے جس نے تیرے جمال کی طرف اپنا رُخ کیا۔ اور تیری عنایت کی نگاہیں اُس کی طرف متوجہ نہ ہوئیں۔ اب میں شہادت دیتا ہوں کہ بندوں کے تیری طرف متوجہ ہونے سے پہلے ہی اُن پر تیری توجہ تھی۔ اور قبل اس کے کہ وہ تجھے یاد کریں تو نے انھیں یاد کیا۔ اور تو ہی فضل والا ہے اے وہ کہ تیرے ہاتھوں میں عطا کی ملکوت اور قضا کی جبروت ہے۔ سوائے میرے معبود! اپنے طالبوں پر وہ چیز نازل فرما۔ جو انھیں تیرے ماسوا سے بے نیاز کر دے اور انھیں تیرے قریب کر دے اور انھیں اپنی محبت و رضا کی توفیق عطا فرما۔ اور اپنی اس صراطِ امر پر مستقیم رکھ۔ جس سے تیری مخلوق میں سے اُن لوگوں کے قدم پھسل گئے جو شک میں گرفتار ہیں اور وہ جو تیرے بندوں میں سے روگردان لوگ ہیں۔ اور بے شک تو ہی صاحبِ عزیز۔ عظیم ہے ؛

لوحِ مبارک

از الواحِ مقدّسہ حضرتِ بہاءاللہ جلّ ذکرہ الاعلیٰ

(اصل لوح صفحہ ۲۵ پر درج ہے)

باسمِ محبوبِ عالمیان

آج خدا کا دن ہے۔ اور سب اُس کی ہستی و بزرگی و اقتدار کے گواہ ہیں۔ بعض تو پہچان کر اس کی گواہی دیتے ہیں اور بعض گواہی دیتے ہیں مگر اُسے نہیں پہچانتے۔ اس میں نہ کبھی شک تھا اور نہ اب ہے کہ کُل درحقیقت عرفانِ الٰہی کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ جو اس مقام سے فائز ہو گیا وہ ساری بھلائی پا گیا۔ یہ مقام بہت بلند ہے۔ اس قدر بلند کہ اگر اس کی بزرگی پوری طرح بیان کی جائے تو کُل جہان کی قلمیں اور ساری دنیا کے کاغذ اس کے لئے کافی نہ ہونگے اور مقام کے بیان کو انتہا تک نہ پہنچا سکینگے۔ مبارک ہے وہ شخص جو آج خدا کے عصر میں اس کے مظہرِ امر اور مطلعِ آیات او۔ ظہوراتِ الطاف کے مشرق کی شناخت سے فائز ہوا۔ وہ مقدسین۔ مقربین اور مخلصین میں سے ہے۔ یہ مقام اگرچہ خود اُس شخص میں ایسا پوشیدہ رہتا ہے کہ وہ خود بھی اسے نہیں جانتا۔ لیکن اس کے ظاہر ہونے کا ایک وقت مقرر ہے۔

ذرا سوچیے! کتنے عبادت گذار پروردگارِ عالم سے محروم رہے اور بہت سے بے عمل اس فیضِ عظیم سے فائز ہوئے چنانچہ پہلے (انبیاء کے) زمانوں کی نسبت آپ سن چکے ہیں۔ مثلاً تمارؑ نے لقائے ثمار حاصل کی اور عالم جو اپنے آپ کو نیک اور بزرگ شمار کرتا تھا محروم رہا۔

منزلِ آیات کے کلمات پر ذرا غور کیجئے تاکہ وہ پاک شراب جو ان میں مستور ہے آپ پی سکیں۔ کتنے ہی گنہگار ہیں جن پر رحمتِ یمن کی ہوائیں چلیں اور انھیں پاک و مقدس کر دیا۔ اور کس قدر عامل اور امیدوار ہیں جو اپنی ہوائے نفسانی میں پھنس کر بارگاہِ احدیت سے مردود و محروم رہ گئے ہیں۔ امر اُس طاقتور سلطان کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ سب کو ان کاموں کی توفیق عطا کرے جو وہ چاہتا اور پسند کرتا ہے۔

فرقۂ شیعہ کے علماء کو دیکھئے کہ وہ اپنے آپ کو سب دوسری قوموں سے بڑا اور بزرگ و برتر اور کامل تر شمار کرتے تھے۔ مگر امتحانی ہواؤں کے چلنے پر اپنی ہوائے نفسانی کے سبب مقامِ قرب و لقاء سے دور رہے اور حضور و

وصال کے کوثر کو نہ چکھ سکے۔ وہ اپنے آپ کو سب لوگوں سے بہترین سمجھتے تھے۔ مگر خدا کے نزدیک سب مخلوق سے پست ترین ٹھہر گئے۔ پھر بھی وہ اس بات کو نہ سمجھے اور نہ سمجھتے ہیں۔ مبارک ہے وہ شخص جو کلمۃ الٰہیہ کے ذریعے اپنے ارادے اور اپنی رضا و مشیت سے پاک صاف ہو کر اس خدا کے ارادہ کو تھام رہا ہے جو سب جہان کے رہنے والوں کی مراد ہے ایسا شخص خدائے برتر کے نزدیک جواہر خلق میں سے ہے۔

اے خدا کی طرف لَو لگانے والے! بعض لوگ اپنی خواہشات کے بندے تھے اور ہیں۔ اور بعض ناموں کے غلام ہیں۔ جیسا کہ دیکھا گیا کہ انھوں نے کس قدر کتابیں اثباتِ حق میں لکھیں اور رات دن اس کی یاد میں مشغول رہے۔ مگر پھر بھی خدا کے بیانات کے ایک حرف کو بھی سمجھنے سے قاصر رہے۔ اور خدائے رحمٰن کے علم کے سمندر سے ایک قطرہ بھی نہ پا سکے۔

اِن دنوں کی قدر پہچانو! اپنی جان کی قسم۔ دنیا کی آنکھوں نے کبھی ایسے دن نہیں دیکھے۔ خدا کو سب سے مقدس مشاہدہ کر۔ وہی اپنا جلوہ سب پر ڈال رہا ہے اور وہ ہی سب سے پاک ہے۔ توحید کے اصل معنی یہی ہیں کہ خدائے واحد کو کُل پر مہیمن جانو۔ اور اس کے جلوہ کو موجودات کے آئینوں میں مشاہدہ کرو۔ سب کو اس سے قائم اور اسی سے فیضیاب سمجھو۔ یہ ہیں توحید کے اصل معنی اور اس کا مقصد۔ بعض متوہمین سب چیزوں کو خدا کا شریک سمجھتے ہیں اور پھر بھی اپنے آپکو اہل توحید خیال کرتے ہیں۔ نہیں۔ ذاتِ خدا کی قسم! ایسے لوگ تقلید اور تقیید و تحدید کے بندے ہیں اور رہینگے۔

توحید یہ ہے کہ ایک کو ایک جانیں اور اسے اعداد سے پاک سمجھیں۔ نہ یہ کہ دو کو ایک سمجھیں۔ توحید کا جوہر یہ ہے کہ مطلعِ ظہورِ حق کو اور غیب منیع لایدرک کو ایک جانو۔ ان معنوں میں کہ اس کے افعال و اعمال اور اوامر و نواہی کو بغیر کسی فاصلہ و تردیدی اور ذکر و اشارہ کے خدا کی جانب سے ہی سمجھو۔ یہ مراتبِ توحید کے مقامات کی انتہا ہے۔ مبارک ہے وہ جو اس سے فائز ہوا اور اس پر پوری استقامت سے قائم ہے۔ ان مقامات کے بارہ میں بے شمار بیانات قلمِ اعلیٰ سے جاری و نازل ہوئے ہیں۔ انشاءاللہ آپ ان کی جستجو میں رہینگے کہ عربی و فارسی بیانات جو اس ظہورِ احدیہ میں آیاتِ الٰہیہ کے مطلع سے نازل ہوئے انھیں بقدر قوت جمع کریں اور دیکھیں۔ اپنی زندگی کی قسم! ان کے ہر ایک کلمہ سے آپ کے دل پر علم و حکمت کے دروازے کھل جائینگے۔ بیشک تیرا خدا علیم و حکیم ہے۔ اسی لئے اس لوح میں مختصر نازل ہوا۔ اور یہ بھی تجھ پر اس کے فضل سے ہوا ہے۔ اپنی زندگی میں اس فضلِ منیع پر خدا کا شکر کر۔

وہ لوگ جنھوں نے اس پیالہ سے پیا ہے اور جو اس اعلیٰ مقام اور نورانی میدان میں پہنچ گئے ہیں ان پر لوگوں کی باتیں کچھ اثر نہیں کرتیں اور نفسانی اشارات انھیں خدا کے سمندر کے کنارہ سے دور نہیں رکھ سکتے۔

وہ لوگ جو آزمائشوں اور امتحانوں سے لڑکھڑا جاتے ہیں وہ فی الحقیقت اس مقام تک پہنچے ہوئے نہیں مثلاً وہ شخص جو نغمۂ بلبل کو سن لیتا ہے وہ اور جانوروں کی کائیں کائیں سن کر نغمۂ بلبل سننے سے رک نہیں سکتا۔ اس جگہ فضل کے مصدر اور رحمتِ کبریٰ کے مطلع سے ہم ایک بات تمھیں سناتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کے اور کُل اہلِ دنیا کے

اعتراض واغماض اور خدا کی طرف سے آئے ہوئے امتحانوں اور آزمائشوں کے سبب تو خدا کی راہ کو نہ چھوڑ دے اور ملک وملکوت کی ہمیشگی تک مالکِ حیروت کے امر اور اس کی محبت پر ثابت ومستقیم رہے۔ اور وہ ایک کلمہ ہے جو ہمیشہ ہمیشہ سے خدا کی کتابوں میں ظاہراً و باطناً موجود ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ فرمایا ہے۔ "یفعل اللہ ما یشآء و یحکم ما یرید۔" (خدا جو چاہتا ہے کرتا اور جیسی اس کی مرضی ہو حکم دیتا ہے) ایک شخص اگر عرفانِ خدا تک پہنچ جائے اور اسے ٹھیک ٹھیک یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید سمجھ لے تو پھر کوئی محنت نہ اسے ہلا نہیں سکتا۔ کوئی حادثہ اسے بے چین نہیں کر سکتا۔ وہ ساغرِ اطمینان پیتا اور مقامِ ایقان پر پہنچ جاتا ہے۔ مبارک ہے وہ جس نے پیا اور پہنچا اور افسوس ہے اُن پر جو اس سے دور رہے۔ ذرا غور کر تاکہ تو مالکِ مبدأ و معاد کے چشمۂ بیان کے صاف پانی سے پیئے اور طیرِ روحانی کی طرح پھرتیلا ہو کر پاک سنوی فضا میں اُڑتا پھرے۔

اگر کوئی شخص اس مقام سے فائز نہیں ہوتا تو وہ اہل اللہ میں سے نہیں گنا جاتا۔ خدا کی عنایت سے اس مقام تک پہنچنا آسان ہے۔ پھر بھی بہت سے فائز نہیں ہوئے سوائے اُن کے جنہیں تیرے مقتدر وقدیر خدا نے چاہا۔ جیسا کہ دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ عرفان کے دعویدار ہوئے ہیں اور ظاہر میں عرفانِ خدا اور اس کے ایام سے فائز ہیں۔ مگر صرف کسی ایک بات سے اسفل سافلین میں جا پڑے ہیں۔ اپنی زندگی کی قسم۔ جس نے میری ندا کو سنا اور اس کی حلاوت کا ذائقہ پایا اُسے بادشاہوں کا خوف، اہلِ دُنیا کے اشارات۔ اہلِ جہان کے پردے نہ روک سکے۔ اس کے فضل کو دیکھ جو اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ تو اپنے گھر میں بیٹھا ہے اور حق سبحٰن اعظم میں بحسابِ بلاؤں کے ہوتے ہوئے بڑے ذکر میں مشغول ہے تاکہ تو اس کی عنایتوں سے محروم نہ رہے۔ اور اس کے الطاف سے بے بہرہ نہ ہو۔

خدا کے عرفان کے بعد سب سے بڑا کام اس کے امر پر استقامت ہے۔ اسے اختیار کر اور راسخین میں سے ہو جا۔ کوئی عمل اس سے بڑھ کر نہیں ہوا اور نہ ہے۔ یہ تمام اعمال کا بادشاہ ہے اور تیرا خدا بہت بزرگ اور جاننے والا ہے۔

اور اعمال کے بارے میں جو آپ نے چاہا ہے ان کا ذکر اس جیسی لوح میں بندوں کی کمزوری کے سبب جائز نہیں۔ خدا کے اعمال وافعال ظاہر ومشہود ہیں۔ جیسا کہ سب آسمانی کتابوں میں نازل ومسطور ہیں۔ مثلاً امانت اور راستی۔ خدا کی یاد میں دل کی پاکیزگی۔ بُردباری۔ جو کچھ خدا کی طرف سے آئے اس پر راضی رہنا۔ جو کچھ وہ دے اس پر قناعت کرنا۔ اس کی طرف سے جو بلائیں آئیں ان کے لئے صبر وشکر کرنا۔ اور کل حالتوں میں اس پر توکل رکھنا۔ یہ امور بڑے اعمال ہیں اور سب سے بڑھ کر خدا کے نزدیک مذکور ہیں۔ دوسرے احکام فروعیہ جیسا کہ ذکر ہوا اس کے تحت رہے ہیں اور رہیں گے انشاء اللہ آنجناب کو پہنچ جائینگے اور جیسا کہ الواح میں نازل ہوا ہے آپ اس پر عمل کرینگے۔ اس وقت اس سے زیادہ ان کا ذکر جائز نہیں۔ اور جو احکام آپ نے قابلِ وثوق حضرات سے سُنے ہیں یا خدا کی الواح میں دیکھے ہیں اُن پر عمل کریں جبتک کہ باقی جو ہیں وہ آپ تک نہ پہنچیں۔ غرضکہ روح قلب خدا کی معرفت ہے۔ اس کا زیور "انہ یفعل ما یشآء و یحکم ما یرید"

کا اقرار کرنا ہے۔ اس کا لباس خدا کا خوف اور اس کا کمال استقامت ہے۔ اس طرح خدا ظاہر کرتا ہے جس کے لئے وہ چاہتا ہے۔ بیشک وہ انھیں پیار کرتا ہے جو اس کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ کوئی خدا نہیں سوا اس کے وہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔ خدا کا شکر اور اس کی تعریف جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

جناب اخوی علیہ بہاء اللہ کو اس مظلوم کی طرف سے تکبیر منیع پہنچا دیں اور کہیں مبارک ہیں آپ کہ آپ قبلۂ عالمین کی طرف متوجہ ہوئے۔ خدائے یقیناً آپ کے لئے ان لوگوں کا اجر مقدر کیا ہے جو لقاء سے فائز اور عرش عظیم کے سامنے حاضر ہوتے ہیں۔ اس صورت میں وطن کو واپس لوٹنا بہتر ہے کہ شاید تمھارے وہاں جانے سے بہشت کی ہوائیں بعض لوگوں پر گذریں۔ انشاء اللہ خدا کی تائیدات سے آپ اس کے امر کی تبلیغ کرنے میں مدد پائینگے۔ وہ دل جو بحر اعظم سے مل جاتا ہے اس سے جاری رہنے والی نہریں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس ملک کے اضطراب اور اس کے رہنے والوں کی شقاوت و غفلت پر نظر کر کے ہم نے حسب ظاہر آنے کی اجازت نہیں دی۔ لیکن ہم نے تمھارے لئے آنے والوں کا اجر لکھدیا۔ کہو خدا کا شکر اور اس کی تعریف ہو جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے

پیامبر جلد سوم تمام

"کوکب ہند" اور "بہائی سیگزین" کے بعد "پیامبر" کی اشاعت سے جو مقصد تھا۔ اس کے لئے پیامبر نے جو کام کیا ہے وہ اہل نظر کے سامنے ہے۔ اس نمبر پر جلد سوم مکمل ہوگئی ہے۔ احباب کو چاہیے کہ اپنے اپنے فائل کی جلدیں بندھوالیں۔ یہ ذخیرے نہایت بیش بہا ہیں۔ آئندہ نسلیں بھی ان سے بڑا فائدہ اٹھائینگی

ادارہ پیامبر ان تمام معاصرین کرام کا شکریہ ادا کرتا ہے جو اپنے اپنے صحائف و مجلات پیامبر کے تبادلہ میں ارسال فرماتے رہے ہیں۔

نیز ان تمام اہل قلم احباب کی خدمت میں ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہے جو پیامبر میں مقالات و تراجم بھیجکر خدمت امر اللہ میں قابل قدر حصہ لیتے رہے ہیں۔ تمام احبائے کرام جو پیامبر خرید کر خود پڑھتے اور دوسروں کو دیتے رہے ہیں ادارہ پیامبر ان کا بھی متشکر ہے

یہ بات بھی قابل یادداشت ہے کہ پیامبر کا معاملہ اپنے خریداروں سے کبھی بھی تاجرانہ رنگ میں نہیں رہا۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی دوست کی طرف سے بیرون ہند ہونے کے باعث کئی سال قیمت نہیں پہنچی۔ اور پھر انھوں نے بغیر کسی تقاضا کے آپ ہی تمام قیمت پہنچا دی۔ بعض نے قیمت سے زیادہ بھی اعانہ دیا۔ کوئی خریدار ایسا نہیں جس نے قیمت دینے میں دریغ کیا ہو۔ بلکہ سب نے نہایت خوشی سے ابونہ ادا کیا۔ چونکہ ادارہ اس معاملہ پر مسرت محسوس کرتا ہے اس لئے یہ بات ذکر کی گئی ہے تاکہ محبت کی یادگار رہے۔ — ادارۂ پیامبر خداوند عالم کی بارگاہ میں سجدۂ شکر ادا کرتا ہے کہ اس نے اپنے امر کی تبلیغ اور عالم انسانی کی خدمت کیلئے تائید و قوت عطا فرمائی اور مخالفت امر میں لکھنے والے معاصرین کے جوابات میں بھی مدبر کے قلم کو علمی قدرت اور شائستگی و سلامت روی سے متمتع فرمایا۔ اور اس خدمت سے ارواح و قلوب نے فائدہ اٹھایا۔ فالحمد للہ رب العٰلمین۔

قیامت پر ایک تقریر

مدیر پیامبر نے بہائی سمر سکول دہلی میں یہ تقریر کی

جناب صدر! روحانی بھائیو اور بہنو!

الحمدللہ سمر اسکول کامیاب ہو رہا ہے۔ نہایت اعلیٰ مضامین پر درس ہو چکے ہیں اور بہت سے بہترین درس ہونیوالے ہیں۔ میرا مضمون "مسئلۂ قیامت" ہے۔

"قیامت" نہایت ہی اہم مضمون ہے۔ ہر دین و مذہب میں اس کو ضروری و لازمی اعتقاد ٹھہرایا گیا ہے۔ عقیدۂ قیامت پر ہر الہامی کتاب نے زور دیا ہے۔ ہر پیغمبر نے قیامت کے متعلق تعلیمات دی ہیں۔ تمام انبیاء و اولیاء اس کا بیان فرماتے رہے ہیں۔ ہزاروں سال سے قیامت کے تصورات لاکھوں کروڑوں عارفوں کو مست بناتے رہے ہیں۔ ہر نبی کی اُمت قیامت کے بیانات سے اپنی روحانی زندگی کا سرمایہ حاصل کرتی رہی ہے۔ بے شمار عابد و زاہد قیامت کی عظمت کا خیال کر کے تھرتھراتے رہے ہیں۔ تمام سچے مومن قیامت کے عظیم الشان منظر کا ذکر سن کر لرزہ براندام ہوتے اور آنسو بہاتے رہے ہیں۔ راتوں کو بیدار رہ کر دعائیں مانگتے رہے ہیں کہ الٰہی ہمیں قیامت میں نیک انجام بنانا۔

تمام انبیاء نے نبوت و بشارت سے دنیا کے دلوں کو گرما دیا تھا کہ قیامتِ کبریٰ کا وقت آنے والا ہے جس میں مومن و صالح انسان بامراد ہونگے۔ رضائے الٰہی کی جنتِ فردوس پائینگے۔ خدا کے دیدار سے مشرف ہونگے۔ ابدی سرور میں خوش و خرم رہینگے اس لئے ارواحِ طیبہ بڑی امید سے قیامت کے مبارک دن کا انتظار کر رہی تھیں۔ اور سارے عالم میں ایک دوسرے کو اس یومِ عظیم کی خوشخبری سنا رہی تھیں۔ کوئی اگر خواب میں بھی قیامت کا منظر دیکھتا تھا تو صبح اٹھکر خوشی خوشی سب کو اپنا خواب سناتا تھا۔

پہلی الہامی کتابوں میں جس قدر بیانات قیامت خداوند عالم نے نازل فرمائے تھے وہ سب اور بہت سے دیگر بیانات قرآن مجید میں نازل فرما دیئے جن میں وہ باتیں ظاہر فرما دیں جو قیامتِ کبریٰ میں ہونے والی تھیں۔ قیامت کبریٰ کے متعلق قرآن مجید میں تکمیل و تفصیل سے اعلان فرما دیا ہے کہ اب دورِ قرآن کے بعد قیامت کبریٰ کا ہی زمانہ ہے۔

قرآن مجید قیامت کے بیانات سے بھرا پڑا ہے۔ چند ہی سورتیں ہیں جن میں قیامت کا ذکر نہیں۔ ورنہ تمام سورتیں اور سورتوں کے رکوعات میں بار بار قیامت کا ذکر ہے۔ طرح طرح سے ذکر ہے۔ تاکیدات کے ساتھ ذکر ہے۔ قیامت کے انذارات ہیں بشارات ہیں۔ تفصیلات ہیں۔ نصف قرآن کے بعد تو بہت سی سورتیں ایسی ہیں جو مکمل طور پر قیامت ہی کا بیان ہیں۔ جس قدر موجودہ ترتیب قرآن کا سلسلہ آگے بڑھتا جاتا ہے قیامت کے بیانات کا زور بھی بڑھتا جاتا ہے۔ یہانتک کہ انتیسواں اور تیسواں دونوں پارے سراسر قیامت کے اسرار و حقائق سے پُر ہیں۔ ایسی صورت میں مضمونِ قیامت کی اہمیت کا اندازہ لگانے سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن میں سب سے زیادہ مؤکد۔ مدلل و مفصل یہی مسئلہ ہے۔

بہت زیادہ مرکزِ توجہ۔ قابلِ غور اور جذاب یہی مضمون قیامت ہی اگر قیامت کے بیانات قرآن مجید میں سے الگ کر دیئے جائیں تو قرآن مجید جسم بے روح کی طرح رہ جائیگا۔ قرآن میں جگہ جگہ ایمان باللہ کے ساتھ ساتھ یومِ آخر کا ذکر ہوتا ہے جس پر ایمان لانا لازم اور دین کی ضروری شرط ہے۔

کسی تخیل اور کسی لفظ کی مقبولیت اور عام جذابیت کا یہ بھی ایک ثبوت ہوتا ہے کہ ادیب و شاعر اسے لٹریچر میں گہری دلچسپی کے ساتھ کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ لفظ قیامت۔ حشر۔ محشر ایسے الفاظ میں جو دورۂ اسلام کی دنیائے شاعری میں نہایت کثرت سے ادبا و شعرا کی زبان پر چڑھے رہے ہیں۔ "قیامت و محشر" کے الفاظ نے فی الحقیقت دورِ آخر کی شاعری میں ہنگامۂ حشر برپا کر رکھا ہے۔ کسی شاعر کا کلام ان الفاظ کی دلچسپ نمود سے خالی نہیں ہے۔ ایک لفظ قیامت کے گرد ہزارہا استعارات و تشبیہات کے لشکر جھگڑ رہے ہیں۔ جب کبھی ان الفاظ کی کوئی اچھی پیدائش کسی شعر میں ہو جاتی ہے تو مجلس شعرا، واہ واہ کی صدا سے گونج اٹھتی ہے۔

قیامت کو زرتشتی کتب مقدسہ میں "رستاخیز" کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ سنسکرت کی مذہبی پستکوں میں "پرلے" اور "مہاپرلے" مشہور و معروف الفاظ و حقائق ہیں۔

مختصر یہ کہ قیامت کی اہمیت مختلف پہلوؤں سے ایک روشن بات ہے۔ فنائے کائنات قیامت کی آمد آمد کے شور سے گونج رہی ہے۔ ایسے اہم مسئلہ پر آج میں آپ کی خدمت میں چند ضروری باتیں کہنا چاہتا ہوں۔

معزز حاضرین! قیامت کے متعلق جو خیال عام طور پر پھیلا ہوا ہے پہلے میں اسے بیان کرتا ہوں۔ اس کے بعد جو صحیح مفہوم قیامت ہے وہ عرض کرونگا۔

جیسے بہت تیز روشنی سے آنکھیں چکاچوند ہو جاتی ہیں۔ ویسے ہی قیامت کے مسئلے میں ہوا کہ جس قدر یہ مسئلہ اہم اور روشن تھا اسی قدر اس کے سمجھنے میں غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں۔ یا یوں فرمایئے کہ پیغمبروں کی تعلیم و تلقین کے ایک عرصہ گذرنے پر قوم کے روحانی وجدان پر کچھ ایسی ربودگی طاری ہوئی کہ وہ واضح قانونِ قدرت اور کلام الٰہی کے معانی کو بھول گئی۔ اور طرح طرح کے اوہام میں گرفتار ہو گئی۔ یہ معاملہ بہت سی تعلیمات عقائد کے ساتھ پیش آیا۔ یہانتک کہ توحید الٰہی جیسے روشن ترین مسئلہ کی تعبیرات میں بھی امتوں نے اختلافات پیدا کر لئے۔ ایسی ہی لغزش رفتار کا ایک مظاہرہ مسئلۂ قیامت میں نمودار ہوا۔

بیانِ پیغمبر اور کتابِ خدا میں قیامت کی جو حقیقت بیان فرمائی گئی تھی اسے پس پشت ڈال دیا گیا اور ایک ایسا بے بنیاد عقیدہ بنا لیا گیا جو پیغمبروں کی تعلیم اور خدائی کتابوں کے سراسر خلاف اور غیر معقول ہے۔

چنانچہ سب سے پہلی اور بنیادی غلطی یہ ہوئی کہ قیامت کو فنائے عالم سمجھ لیا گیا۔ اور دین کے نام سے مدارس و مکاتب میں یہ تعلیم دی جانے لگی کہ قیامت اس دن کو کہتے ہیں جب تمام کائنات فنا ہو جائے گی اور اکیلا خدا رہ جائے گا۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے کسی پیغمبر نے ہرگز یہ تعلیم نہیں دی کہ قیامت فنائے کائنات کا نام ہے۔ قرآن مجید میں ایک جگہ بھی یہ نہیں ہے کہ فنائے عالم کا نام قیامت ہے۔ ہم کو کب ہندو، بہائی، عیسائی اور پیامبر میں سالہا سال سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ قرآن مجید کی ایک ہی آیت ایسی دکھا دی جائے جس میں فنائے عالم کو قیامت کہا ہو لیکن آج تک کسی عالم دین نے ایسی آیت پیش نہیں کی۔ جو صراحت سے کہتی ہو کہ فنائے عالم کا نام قیامت ہے۔ جو آیات پیش کی گئیں ان کا ہم نے مدلل جواب دیدیا کہ ان سے ایک خاص دن فنائے عالم کا

واقع ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ مثلاً ایک آیت کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وجهَهٗ پیش کی گئی اور اس کے یہ معنے کئے گئے کہ ذاتِ خداوندی کے سوا ہر شئی ہلاک و فنا ہونے والی ہے۔ ہم نے اس کے جواب میں مدلل و مفصل لکھا کہ اس بات سے کہ خدا کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے یہ ثابت نہیں ہوا کہ کسی ایک وقت میں یکدم سب چیزیں فنا ہو جائینگی اور اس دن کا نام قیامت ہے؛ اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ذاتِ خداوندی کے سوا ہر چیز فنا پذیر ہے۔ فنا ہو رہی ہے اور ہو جائے گی۔ بقائے حقیقی صرف خدا کے لئے ہے۔ خدا واجب الوجود ہے اور باقی ہر چیز معرضِ فنا میں ہے۔ ہر آن اس پر فنا کا عمل جاری ہے اور یہ سلسلہ چلتا ہی رہتا ہے۔ چیزیں پیدا ہوتی اور فنا ہوتی ہیں اور پھر پیدا ہوتی ہیں۔ کائنات میں پیدائش و فنا کے دو سلسلے مسلسل چلے جا رہے ہیں۔ اسی طرح اور جو کچھ فنائے عالم کو قیامت ثابت کرنے کے لئے کہا جاتا ہے ہم سب کا جواب دے چکے ہیں۔ یہاں سب کا سب دہرانے کی گنجائش اور ضرورت نہیں ہے۔

ایک بنیادی آیت جو قیامت کو فنائے عالم ثابت کرنے کیلئے پیش کی جاتی ہے ہم اس کو بیان کئے دیتے ہیں تاکہ ظاہر ہو جائے کہ قیامت کو فنائے عالم قرار دینے میں کس قدر غلطیاں کی جاتی ہیں۔

سورۂ زمر میں دو دفعہ صور پھنکنے کا ذکر ہے۔ الفاظ ہیں

ونفخ فی الصور فصعق من السموٰت ومن فی الارض الا من شاء اللہ ثم نفخ فیہ اخریٰ فاذا ھم قیام ینظرون

اور صور پھونکا جائے گا تو جو لوگ سموات و ارض میں ہیں بے ہوش ہو جائینگے۔ مگر جنھیں خدا چاہیگا وہ بیہوش نہیں ہونگے۔ پھر صور پھونکا جائے گا تو وہ کھڑے ہوئے دیکھتے ہونگے۔

اس آیتِ مبارکہ میں فرمایا ہے کہ لوگ بیہوش ہونگے۔ یہاں ظاہر ہے کہ صرف لوگوں کا ذکر ہے۔ سب کائنات کا ذکر نہیں ہے۔ اور لوگوں کے بھی فنا اور معدوم ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ بیہوش ہونے کا ذکر ہے۔ بیہوش وہی ہوتا ہے جس کا وجود باقی ہو اور جو اس ٹھیک طور پر کام نہ کرتے ہوں۔ یہ وجود کا باقی رہنا صاف صاف عدم و فنا کے خلاف ہے۔ پھر صاف طور پر فرماتا ہے ایسے لوگ بھی ہیں جو بیہوش بھی نہ ہونگے ٹھیک ہوش و حواس میں رہینگے۔ ان الفاظ کے ہوتے ہوئے یہ سمجھنا کہ یہ آیت قیامت کے دن کائنات کے فنا ہونے کا بیان کرتی ہے یہ کس قدر غلط فہمی ہے جو صریح الفاظ کے ضد ہے۔ یہ بنیادی آیت ہے جس سے قیامت کے دن فنائے عالم کا عقیدہ ثابت کیا جاتا ہے۔ اسی طرح دوسری آیات کے غلط معنی کر کے یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ قیامت کے دن کائنات معدوم و فنا ہو جائے گی۔

پس مسئلۂ قیامت میں یہ بنیادی غلطی ہے کہ قیامت کو "فنائے عالم کہا جائے" ــــ خود لفظِ قیامت "..... فنائے عالم" کے مفہوم کو رد کرتا ہے۔ قیامت کے معنی قیام و بقا ہیں نہ کہ عدم و فنا۔ جب یہ بنیاد غلط رکھ دی گئی تو اب سب بیانات جو قیامت کے متعلق ہیں غلط بنیاد پر ہونے کی وجہ سے کج ہو گئے ہیں ؎

خشتِ اوّل چون نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

حضرات! اب آگے چلئے اور ملاحظہ فرمائیے کہ قیامت کو فنائے عالم قرار دے کر کیا کیا باتیں بنائی گئی ہیں جو کتاب اللہ اور فطرت اللہ کے خلاف ہیں۔ کہتے ہیں کہ اسرافیل ایک خوفناک فرشتہ ہے جس کا سر خدا کے عرش سے لگا ہوا ہے اور اس کے پاؤں ساتویں زمین تک پہنچے ہوئے ہیں۔ اور وہ ہزاروں سال سے منہ میں صور لئے کھڑا ہے اور منتظر ہے کہ کب اسے حکم ملے اور وہ صور پھونک دے۔ صور ایک بڑا نرسنگا یا سنکھ ہے۔ جب وہ پھونکا جائے گا تو سب آسمانوں اور زمینوں کے رہنے والے گھبرا اٹھینگے۔ اس کی ہولناک آواز سے کان پھٹنے لگیں گے یہاں تک کہ

اس کے اڑسے سب لوگ مرجائینگے۔ زمین ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیگی آسمان کے پرخچے اُڑ جائینگے۔ سورج۔ چاند۔ ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑینگے اور آخر کار سب کچھ معدوم ہوجائے گا۔ اکیلا خدا رہ جائیگا۔ یہ عدم کب تک رہیگا۔ خدا ہی کو معلوم ہے۔ البتہ بعض روایات میں ہے کہ چالیس سال کا عرصہ ہوگا۔ اور اس کے بعد دوبارہ صور پھونکا جائیگا مُردے قبروں سے نکلنے لگیں گے۔ مگر یہاں یہ خیال نہ رہا کہ جب کل کائنات اور ساری زمین معدوم ہوجائے گی تو قبریں کہاں ہونگی جن سے مُردے نکالے جا رہے ہیں۔

بہرحال کہتے ہیں کہ مُردے میدانِ محشر میں جمع ہونگے اور میدانِ محشر سرزمینِ شام میں ہوگا۔ جہاں وہ سب لوگ اکٹھے ہوجائینگے جو ابتدائے آفرینش سے پہلا صور۔ پھُنکنے تک پیدا ہوکر مرچکے تھے۔

میدانِ محشر میں سورج سوا نیزے یا سوا میل کے فاصلہ کی مقدار میں سروں پر آجائے گا۔ جس سے لوگوں کے بھیجے اس طرح پگھلینگے جیسے ہانڈیاں پکتی ہیں۔ ہر شخص کی زبان پر "نفسی نفسی" ہوگا میدانِ محشر میں لوگوں کو سخت پسینہ آجائیگا۔ کسی کو ٹخنے تک کسی کو پنڈلی تک۔ کسی کو کمر تک کسی کو سینے تک۔ کسی کو گلے تک کسی کو منہ تک۔ اپنی اپنی بدعملی کی مقدار پر پسینے کی مقدار کم زیادہ ہوگی۔ سب لوگ تمام پیغمبروں کے پاس بھاگتے پھرینگے کہ ہماری شفاعت کیجئے۔ ہر پیغمبر اپنی کوئی خطا واری یا معذوری ظاہر کریگا۔ آخر سب لوگ حضرت رسول کریم کے پاس حاضر ہونگے۔ آنحضور فرمائینگے کہ ہاں آج میں شفاعت کرونگا۔

خدا کا عرش زمین پر بچھایا جائے گا۔ عرش پر خدا جلوہ افروز ہوگا۔ خدا کے سامنے ایک ترازو کھڑی کیجائیگی خدا کے عرش کی دائیں جانب نیک لوگ ہونگے اور بائیں جانب بدعمل لوگ جمع ہونگے۔ ایک ایک آدمی کو لایا جائے گا اور اس کے ہاتھ میں اس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا۔ جس میں اس کے سب اعمال لکھے ہوئے ہونگے۔ حکم ہوگا کہ اپنا نامۂ اعمال پڑھ۔ ہر شخص پڑھیگا اور کوئی کوئی آدمی کہیگا۔ خدایا یہ جو کچھ میرے نامۂ اعمال میں لکھدیا گیا ہے میں نے تو یہ گناہ نہ کئے تھے۔ خدا اس کو گھڑکیگا۔ تب آدمی مرعوب ہوکر چپ ہوجائے گا۔ حکم ہوگا کہ نیک و بد اعمال تولے جائیں۔ ترازو کے ایک پلڑے میں نیکیاں رکھی جائیں گی دوسرے پلڑے میں بدیاں رکھی جائینگی۔ جس کی نیکیاں زیادہ ہونگی وہ جنت کا حقدار ہوگا۔ جس کی بدیاں زیادہ ہونگی جہنم کا مستحق ہوگا۔ کہتے ہیں کہ ہر آدمی کے دونوں کاندھوں پر دو فرشتے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک فرشتہ نیکیاں لکھتا رہتا ہے۔ دوسرا فرشتہ بدیاں لکھتا رہتا ہے۔ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ فرشتے اپنی انگلیوں کو قلم بناتے ہیں اور انسان کے منہ کو دوات بناتے ہیں۔ اور انسان کا تھوک سیاہی کا کام دیتا ہے۔ بعض لوگ کاغذ پر یہ نامۂ اعمال لکھے جاتے ہیں اور خدائی دفتر محافظ میں رکھے جاتے ہیں۔ قیامت کے دن انسانوں کے ہاتھوں میں دیئے جائینگے اور وہ بھی اس طرح کہ یہ کاغذِ اعمال اڑ اڑ کر ہر ایک کے پاس جا پہنچینگے نیکوں کے سیدھے ہاتھ میں اور بدوں کے اُلٹے ہاتھ میں جا پڑیں گے۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ جب خدا کے سوا سب کچھ فنا ہوجائے گا تو یہ نامۂ اعمال اور ان کا محافظ خانہ بھی فنا ہوجائے گا۔ تو کیا پھر نئے سرے سے کاغذ بنا کر نئے فرشتوں کی باتوں سے یہ اعمالنامے لکھوائے جائیں گے۔ فنا ہوجانے کی صورت میں پہلے جو زندگی میں نامۂ اعمال لکھے گئے تھے اُن کا کیا فائدہ ہوا؟ کیا فعلِ عبث خداوندِ حکیم کی جانب منسوب ہوسکتا ہے؟

جب جنت دوزخ والوں کو جنت دوزخ کی طرف چلنے کا حکم ہوگا تو وہ ایک پل پر سے گذریں گے۔ جسے مسلمان پل صراط اور زرتشتی پل چنود کہتے ہیں۔ وہ بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہوگا۔ اس پر اپنے اپنے اعمال کی طاقت کے مطابق سب لوگ گذریں گے۔ کوئی چیونٹی کی طرح چلیگا۔ کوئی گھوڑے کی طرح کوئی ہوا کی مانند۔ کوئی برق رفتاری سے گذر جائیگا۔ بہت سے لوگ کٹ کٹ کر نیچے جہنم میں گر گر جائینگے۔

بہت سے مسلمان اسی خیال سے کہ پل صراط پر آرام سے گذر سکیں جانوروں کی قربانی کرتے وقت مضبوط جانور لیتے ہیں کیونکہ قربانی کے جانور پل صراط پر سے گذرتے وقت سواری کا کام دیں گے۔ اس لئے جس قدر تندرست جانور ہو سواری دینے میں عمدہ ہوگا۔

اس کے بعد کیا ہوگا؟ بدکار جہنم میں داخل کئے جائینگے اور ہمیشہ اسی میں رہینگے۔ نیک عمل لوگ جنت میں داخل کئے جائینگے اور وہ اس میں ہمیشہ رہینگے۔ اور وہاں حوریں ہونگی۔ غلمان ہونگے۔ خدا سے ملاقات ہوا کرے گی اور ہمیشہ آرام کی زندگی ہوگی۔

یہ ہے قیامت کا وہ مختصر خاکہ جو عام اعتقاد میں آجکل رائج ہے۔ اگرچہ اس کی جزئیات میں بہت کچھ اختلافات ہیں اور اگرچہ اب تعلیمیافتہ کہلانے والا طبقہ ان باتوں سے بیگانہ ہوتا جاتا ہے کیونکہ وہ تو صریح دینی احکام نماز و روزہ سے بھی بیگانگی اختیار کر رہا ہے اور اگرچہ نئے علمائے اسلام بھی ان باتوں کو کچھ فراموش سا کئے ہوئے ہیں اور ان باتوں پر غور و فکر کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ کیا کریں بیچارے مجبور ہیں کیونکہ اب دینی حقائق کے انکشافاتِ جدیدہ نے انھیں حیرت میں ڈال دیا ہے۔ علوم و معارف کی وسعت اور روشنی نے نظروں کو خیرہ کر دیا ہے۔ ذہنی آزادی پیدا ہو جانے کی وجہ سے لوگ کسی بیدلیل بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ تقلید کا جوا اپنے کندھے پر رکھنے کے لئے اب کوئی تیار نہیں ہے۔

الغرض قیامت کا یہ نقشہ ایسا ہے کہ جب اس کی نفی پر کوئی دلیل دی جاتی ہے تو قوتِ حق کا یہ اثر ہوتا ہے کہ انسان بآسانی اس نقشے کو چھوڑ دینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے صرف کوئی آباد پرست مقلد ہوگا جو ان باتوں پر آڑا رہے گا۔

اگر بنیادِ اعتقاد گر جائے یعنی سمجھ میں آجائے کہ قیامت فنائے عالم نہیں ہے تو آگے تمام نقشہ بدل جاتا ہے۔ جو باتیں فنائے عالم کے بعد سمجھی جاتی ہیں وہ اسی دنیا کے اندر کسی معقول پیرائے میں سمجھنے سمجھانے کی باتیں ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ جو کچھ کتابوں میں کہا گیا ہے اور اس سے لوگوں نے غلط طور پر یہ نقشہ بنا لیا۔ الہامی کتابوں کو غور سے دیکھا جائے تو ان کی باتیں سراسر معقول اور واقعات میں ثابت شدہ حقیقتیں ہیں

قیامت کا صحیح مفہوم

قیامت کا صحیح مفہوم جو کتب الٰہیہ اور پیغمبروں کے مقدس کلمات سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ لفظ قیامت کے معنی قیام یا برپا ہونا ہیں نہ کہ گرنا اور فنا ہو جانا۔ قیامت کلام الٰہی کی اصطلاح میں خدائی تجلی کا اپنے مظہر ظہور میں قیام کرنا ہے۔ جس کے اثر سے لوگ خدا کے لئے قیام کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے "ولمن خاف مقام ربہ جنتان" اپنے پروردگار کے قیام سے ڈرنے والے کے لئے دو جنتیں ہیں۔ اور فرماتا ہے یوم یقوم الروح والملٰئکۃ جبکہ روح اور فرشتے برپا ہوتے ہیں۔ روح سے مراد پیغمبر یا روح القدس جو پیغمبر کے

ساتھ آتا ہے۔ ملائکہ نفوس مقدسہ مومنین وارواح ملکوتی جو ظہور حق کے ساتھ پاک اثرات پھیلاتی ہیں اور دنیا نئی زندگی پاتی ہے یوم یقوم الناس لرب العٰلمین۔ قیامت کا یوم عظیم وہ دن ہے جبکہ لوگ خدائے رب العٰلمین کے لئے قائم و برپا ہوتے ہیں اور جبکہ لوگوں کا حساب ومحاسبہ قائم ہوتا ہے یوم یقوم الحساب۔ اور جبکہ لوگوں میں سچا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اسی لئے یوم قیامت کا نام یوم الفصل بھی ہے۔ یعنی فیصلے کا وقت۔

اور یہ قیامت کا دن وہ زمانہ ہوتا ہے جبکہ خداوند عالم اپنے مظہر ظہور یا پیغمبر کے ذریعے اپنی تجلی برپا کرتا ہے۔ وہ پیغمبر خدا کے حکم سے قائم ہوکر ندائے الٰہی کا صور پھونکتا ہے۔ لوگوں میں ہلچل مچتی ہے لوگ خدا کے لئے قیام کرنے لگتے ہیں۔ قوموں کا محاسبہ قائم ہوتا ہے اور اُن میں عدل وانصاف سے فیصلہ کردیا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے

لکل امۃ رسول فاذا جاء رسولھم قضی بینھم بالحق وھم لا یظلمون

ہر اُمت کے لئے رسول ہے جب ان کا رسول آتا ہے ان میں سچائی سے فیصلہ کردیا جاتا ہے اور انپر ظلم نہیں کیا جاتا

اسی سچے فیصلہ کو عدالت الٰہیہ کہتے ہیں۔ جس کا ظہور پیغمبر وقت کے ذریعے ہوتا ہے۔ جیسا کہ صاف صاف فرمایا کہ جب رسول آتا ہے تو لوگوں میں سچائی سے فیصلہ کردیا جاتا ہے۔ خدا کا وہ امر جو پیغمبر کے ذریعے نمودار ہوتا ہے تمام اختلافات میں فیصلہ کن ہوتا ہے۔

فاذا جاء امر اللہ قضی بینھم بالحق۔ جب خدا کا امر آتا ہے لوگوں میں سچائی سے فیصلہ کردیا جاتا ہے۔ یہی امر اللہ وہ میزان ہے جس پر حق۔ ناحق۔ حسن وقبح۔ جائز۔ ناجائز۔ نیک و بد سب کا وزن کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ونضع الموازین القسط لیوم القیٰمۃ فلا تظلم نفس شیئاً۔ ہم قیامت کے دن عدل کی میزانیں قائم کرتے ہیں جو کہ وہ خدائی بیانات ہیں جو پیغمبر وقت کے ذریعے ظاہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ارسلنا رسلنا وانزلنا معھم الکتاب والمیزان۔ ہم نے اپنے پیغمبروں کو بھیجا اور ان کے ساتھ ساتھ کتاب و میزان اُتاری۔ یہ میزان وہی ما انزل اللہ ہے جس کے مطابق حکم کرنا انصاف اور حق اور دیانت ہے اور اس ما انزل اللہ کے خلاف حکم کرنا کفر فسق اور ظلم ہے۔ من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون۔ ھم الفاسقون۔ ھم الظالمون"۔ وہی چیز حقیقت میں کوئی چیز ہے جو میزان خداوندی پر ٹھیک اُترے۔ اور جو چیز میزان الٰہی پر ٹھیک نہیں اُترتی وہ عالم حقیقت میں لاشے ہے۔ کچھ بھی نہیں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ قیامت جو رسول برحق کے ذریعے قائم ہوتی ہے دنیا میں ہی ہوتی ہے نہ کہ فنائے عالم کے وقت یا فنائے عالم کے بعد۔ کیونکہ فنائے عالم کا نام قیامت تو کسی طرح ثابت اور درست نہیں ہے۔ مضامین قیامت میں ہم متعدد آیات سے اس حقیقت کو آشکار کرچکے ہیں۔ اور تاریخ عالم اور کتب مقدسہ اور قرآن مجید ان واقعات سے بھرے ہوئے ہیں کہ قوموں کو امر اللہ کے قبول کرنے پر کیونکر عروج حاصل ہوا۔ اور پھر امر حق سے روگردانی کے نتیجے میں کس کس طرح تنزل۔ ادبار اور عذاب بھگتنا پڑا۔ خداوند عالم فرماتا ہے:۔

وکاین من قریۃ عتت عن امر ربھا ورسلہ فحاسبنٰھا حسابًا شدیدًا وعذبنٰھا عذابًا نکرًا فذاقت وبال امرھا وکان عاقبۃ امرھا خسرًا۔

کتنی ہی بستیاں اپنے پروردگار کے امر اور اس کے پیغمبروں سے سرکش ہوگئیں تو ہم نے اُن سے سخت حساب لیا اور انھیں دردانگیز عذاب دیا تب انھوں نے اپنے کرتوت کا مزا چکھ لیا اور ان کا انجام کا خسارہ ہوا۔

.. .. ..

اس آیت مبارکہ میں تصریح ہے کہ خدا کے امر.....

اور خدا کے رسولوں کی نافرمانی سے قوموں کو عذاب مل چکا ہے اور یہ قانون الٰہی ہے کہ وہ نافرمانوں کو عذاب دیا کرتا ہے۔ اور یہ عذاب دنیا میں ہوتا ہے اور مرنے کے بعد بھی اس کا سلسلہ چلتا ہے۔ لیکن اصل بنیاد اسی دنیا میں پڑتی ہے۔ تنزل۔ ادبار۔ غلامی۔ مفلسی۔ جہالت بدحالی۔ بیماری۔ بدکرداری۔ قربِ الٰہی سے محرومی وغیرہ سب عذاب کی زنجیریں ہیں جو منکرینِ حق کے گلے کا ہار ہو جاتی ہیں اور انھیں تباہ کر ڈالتی ہیں۔ بلکہ خدا یہ فرماتا ہے کہ منکرینِ حق یہ نہ سمجھیں کہ انھیں جو مال دولت اور اولاد ملتی جارہی ہے یہ ان کے لئے کوئی بھلائی ہے نہیں۔ انکارِ حق کی صورت میں یہی چیزیں ان کے لئے طوقِ لعنت ہیں اور عذاب اور ہلاکتِ حقیقی کے سامان ہیں۔

قرآن مجید میں عاد۔ ثمود۔ آلِ فرعون وغیرہ وغیرہ اقوام کے حالات بار بار بیان فرمائے ہیں کہ کس کس طرح ان قوموں نے پیغمبروں کا انکار کیا اور اپنی بدعملی پر مصر رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہلاک و تباہ ہوئے دنیا میں بھی نامراد ہوئے۔ آخرت یعنی مرنے کے بعد بھی عذابِ الٰہی میں پڑے كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ۔ سب نے پیغمبروں کو جھوٹا قرار دیا۔ تب ان لوگوں پر خدا کا قانونِ وعید و عذاب واقع ہوگیا۔

الم نهلك الأولين ثم نتبعهم الآخرين كذلك نفعل بالمجرمين ويل يومئذ للمكذبين ۝	(خداوند عالم فرماتا ہے) کیا ہم نے پہلی قوموں کو ہلاک نہیں کیا؟ (یقیناً کیا ہے) پھر ہم پچھلی قوموں کو ہلاک کریں گے۔ کیونکہ ہمارا قانون یہی ہے کہ ہم مجرموں کو ہلاک کیا کرتے ہیں۔ ظہورِ حق کے جھٹلانے والوں کو اس دن ہلاکت و تباہی نصیب ہوتی ہے۔

قیامت میں صور پھونکا جاتا ہے۔ صور پھونکنے سے مراد منادیٔ خداوندی کا بلند ہونا ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ صور کی بجائے نداء فرمایا ہے۔ واستمع یوم ینادِ المنادِ کان لگا کر سننا جس دن منادی ندا دیگا یوم ینادیھم جس دن خدا بندوں کو ندا دیگا۔ یوم یدع الداع جس دن داعیِ الٰہی دعوت دیگا۔ اسی داعی و منادی کو پیشوائے عالم اور سب لوگوں کا امام کہا ہے۔ یوم ندعوا کل اناسٍ بامامھم جس دن ہم سب لوگوں کو اُن کے پیشوا اور رہنما کے ذریعے دعوتِ حق دینگے۔

صور پھٹنے پر لوگ بیہوش ہو جائینگے۔ مراد یہ ہے کہ جب منادیِ الٰہی ندا دلبند کریگا تو لوگ دو قسم کے ہو جائینگے۔ جیسا کہ ہر ظہورِ حق میں قانون ہے ایک اہلِ ہدایت۔ ایک اہلِ ضلالت۔ اہلِ ہدایت باہوش ہوتے ہیں۔ اہلِ ضلالت بیہوش و مدہوش ہوتے ہیں۔ یہی روحانی بیہوشی اپنے انتہائی درجے پر موتِ روحانی ہو جاتی ہے۔ اس لئے خداوند عالم فرماتا ہے کہ قیامت کے دن لوگ مُردے ہوتے ہیں اور یہی مردے زندہ کئے جاتے ہیں۔ بہت سے لوگ اپنی گہری بدکاری کے باعث ایسے مرجاتے ہیں کہ زندہ ہو ہی نہیں سکتے۔ قیامت کی ہلچل میں تو سب پڑ جاتے ہیں اور سب میں ایک نئی حرکت نمودار ہو جاتی ہے۔ لیکن کوئی سعادت کی طرف حرکت کرتا ہے۔ کوئی شقاوت کی جانب قدم بڑھاتا ہے۔ اسی بنا پر ایمان اور عملِ صالح اختیار کرنے والوں کو "اصحٰب المیمنہ" برکت والے فرمایا ہے۔ اور بدعمل اور مکذبینِ حق کو "اصحٰب المشئمۃ" نحوست والے قرار دیا ہے۔

صور پھٹنے پر اہلِ استعداد نئی زندگی پاتے ہیں اور ترقیات حاصل کرتے ہیں۔ ظاہر و باطن میں عروج و کمال پر پہنچتے ہیں۔

میدانِ محشر کے بارے میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ وہ ارضِ شام ہے قرآن مجید میں بھی تصریح سے وارد ہے کہ واستمع یوم ینادِ المنادِ من مکانٍ قریب۔ کان لگا کر سننا جب منادی قریب جگہ سے ندا دے گا۔ قریب جگہ سے سرزمینِ شام مراد لی گئی۔ تفاسیر و احادیث میں نہایت کثرت و وضاحت سے یہ بات مذکور ہے اور خود آیت مذکورہ کے الفاظ سے ہی ظاہر ہے کہ مکانِ قریب سے مراد شام کی سرزمین ہے۔ کیونکہ وہ عرب سے متصل ہی ہے۔ جب کہ قیامت کے محل و مرکز کا اسی موجودہ زمین میں

ایک ملک کا پتہ بتایا گیا ہے بالکل واضح ہے کہ قیامت وحشر کا واقعہ اسی سرزمین پر رونما ہوگا نہ کہ فنائے عالم کے بعد۔ کیونکہ اگر فنائے عالم کے بعد قیامت وحشر کا ظہور ہوگا تو پھر اس کرۂ ارض کے کسی مقام کا پتہ بتانے سے کیا فائدہ؟ جبکہ سرے سے یہ کرۂ ارض باقی ہی نہ رہیگا

حساب وکتاب کی حقیقت یہ ہے کہ ظہورِ حق سے جب قیامت برپا ہوتی ہے تو قوموں کا حساب کتاب ہوتا ہے اور ان کے اختلافات کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ حساب ومحاسبہ یہ ہوتا ہے کہ امت کی گذشتہ موجودہ اچھی کارکردگی پر اُسے ترقی دی جاتی ہے۔ وہ تازہ ایمان وعملِ صالح سے فائز ہوکر اور اونچی ہوجاتی ہے اور بدعمل لوگ پہلے ایمان کو بھی ضائع کر دیتے ہیں۔ ان کی پہلی قومی عزت بھی ہاتھ سے جاتی رہتی ہے نہ وہ تازہ ایمان وعملِ صالح سے فائز ہوتے ہیں نہ وہ اقوام میں سرخرو ہوتے ہیں۔ بلکہ روز افزوں ادبار وہلاکت میں گرتے اور دبتے چلے جاتے ہیں۔

کتاب سے مراد کوئی فرضی نامۂ اعمال نہیں ہے۔ کیونکہ خدا کے علم حضوری میں بندوں کے سب اعمال نیک وبد حرف بحرف معلوم ہیں۔ وہ خود فرماتا ہے وکفیٰ بربک بذنوب عبادہ خبیرًا بصیرًا۔ تیرا رب اپنے بندوں کے گناہوں سے باخبر دیکھنے والا خود ہی کافی ہے۔ پھر کسی دوسرے کی اطلاع دہی اور تحریری شہادت کی اُسے کیا ضرورت ہے؟ اس پر یہ بھی طرفہ تماشا ہے کہتے ہیں کہ خدا کے سامنے اپنا نامۂ اعمال پڑھ کر بھی بعض آدمی کہینگے کہ ہم نے تو یہ گناہ نہ کئے تھے۔ یہ تو یونہی بلاوجہ ہمارے نامۂ اعمال میں لکھ دیئے ہیں۔ بقول مرزا غالب ؎

بگڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر غالب
آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا؟

خداوند عالم صاف صاف فرماتا ہے کہ محاسبہ کی یہ صورت نہیں ہوتی۔ ولا یسئل عن ذنوبھم المجرمون۔ مجرموں سے ان کے گناہوں کے متعلق کچھ نہیں پوچھا جاتا؛ کیونکہ خداوند عالم ہر بات سے واقف ہے۔ اور انسانوں کا خدا کے روبرو اس طرح کھڑا ہونا جیسے مجرم مجسٹریٹ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے، مسلّمہ اصول دین کے خلاف ہے کیونکہ خدا کبھی بھی مجسم ومحدود نہیں ہوتا۔ جس کے مقابل آدمی کھڑا ہو۔ یہ تصور ہی باطل ہے۔ کتاب اللہ ایسی باتوں کی نفی کرتی ہے۔

کتاب جو سیدھے اور اُلٹے ہاتھ میں دی جائیگی اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ کتاب جو پیغمبر پر نازل ہوتی ہے وہی لوگوں کو دی جاتی ہے سیدھے ہاتھ میں دیئے جانے کے معنی یہ ہیں کہ انسان اسے سیدھے طور پر قبول کرکے صحیح طور پر سمجھتا اور اس پر عمل کرکے اصحاب الیمین میں داخل ہوتا ہے۔ اُلٹے ہاتھ میں کتاب ملنے کا مقصد یہی ہے کہ انسان کتابِ الٰہی کو اُلٹے طور پر لیتا ہے یبغونہ عوجًا اُسے ٹیڑھے معنی پہناتا ہے۔ کج بحثی کرتا ہے اور وہ اصحاب الشمال میں داخل ہوجاتا ہے۔

میزان کی حقیقت یہ ہے کہ امر اللہ جو سراپا عدل ہے۔ میزان کل ہے، تمام اُمور کا فیصلہ اسی سے ہوتا ہے اور یہ میزان رسول کے ساتھ آتی ہے جیسا کہ فرمایا ہے:۔

ارسلنا رسلنا وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط	ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا اور ان کے ساتھ ہم نے کتاب اور میزان نازل فرمائی تاکہ لوگ عدل وانصاف پر قیام کریں۔

یہی قیام جو خدا کے لئے پیغمبر وقت کی تعلیم کو عمل میں لاکر عدل وانصاف پر استقامت ہے۔ اصل حقیقت قیامت ہے جو اس قیامت میں قبر نفس وہوٰی سے اٹھ کھڑا ہوتا ہے حیاتِ ابدی پاتا ہے۔ جو کوئی ظہورِ حق کے وقت میزانِ حق میں کم اترتا ہے خسارے میں پڑتا ہے

اس کے سوا کوئی کلڑی یا لوہے وغیرہ کی ترازو نہیں ہوتی جو قیامت کے دن لوگوں کے اعمال تولنے کے لئے کھڑی کی جاتی ہو۔ کیا اعمال جو غیر مادی چیز ہیں کسی مادی پیمانے یا ترازو سے ناپے یا تولے جاسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! خدا کی کتاب ایسی غیر معقول باتوں سے پاک ہے۔

دیدار خداوندی کے متعلق خوب یاد رکھنا چاہئے کہ ذاتِ خداوندی غیب لایدرک ہے۔ علم انسان اُسے محیط نہیں ہوسکتا۔ چشمِ فانی اسے نہیں دیکھ سکتی۔ ہر شخص کا عرفان صرف اُس دائرے میں محدود رہتا ہے جو دائرۂ تجلی مالکِ قدرت نے کسی کیلئے تیار فرما دیا ہو۔ انسان اپنے احساسات اور ادراکات سے بالاتر نہیں جاسکتا۔ اور معلوم و مسلم ہے کہ انسانی احساسات و ادراکات عالمِ خلق میں ہی گھومتے رہتے ہیں۔ کوئی حادث و ممکن، واجب بالذات کے مقام کا ادراک کس طرح کرسکتا ہے۔ یا کوئی محدود لامحدود کو اپنے تصور میں کیونکر لاسکتا ہے؟

آنکھوں سے دیکھنے کا قانون یہ ہے کہ ایک شخص کے تارِ نظر دوسرے وجودِ مادی سے ٹکراتے ہیں تو وہ وجود نظر آتا ہے۔ لازم ہے کہ مقابل میں وجود مادی ہو ورنہ کچھ نظر نہیں آئیگا۔ اگر یہی بات دیدارِ خداوندی میں سمجھی جائے کہ خدا ان آنکھوں سے دکھائی دیگا تو لازماً خدا کا وجود مادی تسلیم کیا جائیگا جو مجسم ہو اور ہر مجسم مرکب اور ذی اجزاء ہوتا ہے اور ہر مرکب حادث ہوتا ہے۔ اس قسم کا دیدار تسلیم کرنا عقل اور کتاب اللہ اور اصولِ دین کے سراسر خلاف اور غیر معقول ہے۔ اب ہمیں سمجھنے کی ضرورت ہے کہ دیدار خداوندی کس طرح حاصل ہوسکتا ہے؟

جبکہ مقامِ ذات میں خداوند عالم کی نسبت کوئی ذکر و فکر ممکن نہیں ہے تو لازماً اس کی تجلیِ قدرت کے متعلق ہی بقدرِ امکان اظہار و بیان ہوسکتا ہے۔ نہایت واضح و مسلّم ہے کہ کائنات کے ہر ذرّے میں قدرت کا نور نمودار ہے۔ لیکن کرۂ آفتاب، نورِ قدرت کا ایک عظیم الشان مظہر ہے۔ اسی طرح عالمِ ہستی کے ہر وجود و فردی نوعی میں قدرتِ حق کا جلوہ ہے لیکن انواعِ خلق میں نوعِ انسان اعلیٰ مظہرِ قدرت ہے۔ نوعِ انسان میں وہ وجودِ مقدس جو براہِ راست خدا کی وحی اور شارعیت اور صفاتِ کمال کا حامل ہے اعلیٰ ترین مظہر ہے۔ ایسا کہ اس سے بڑھ کر اس عالمِ امکان میں اور کوئی نہیں ہوتا۔ جیسے عالمِ مادی میں خدا نے ظاہری سورج بنایا ہے وہ عالمِ روحانی میں آفتابِ حقیقت ہوتا ہے۔ جس طرح اہلِ دنیا اپنے دائرۂ نظر میں سورج کو سب سے بڑا مرکزِ نور دیکھتے ہیں۔ اور اس سے استفاضہ کرتے ہیں۔ اسی طرح اہلِ دین اپنے دائرۂ بصیرت میں پیغمبرِ وقت کو مرکزِ نور دیکھتے ہیں۔ کیونکہ یہی امرِ قدرت کا مقرر کیا ہوا ہے۔ اور جس طرح ہم سورج کے ذریعے نورِ قدرت کو دیکھتے ہیں اسی طرح مظہرِ ظہورِ حق کے ذریعے نورِ مطلق کی تجلیات مشاہدہ کرتے ہیں۔ یہی ہے دیدارِ خدا۔ اور یہی ہے خدا کا مقرر کیا ہوا طریق جو اس عالمِ امکان میں ممکن ہے یہی کتبِ مقدسہ کی تعلیم کا جوہر مقصود ہے۔ پس قیامت میں خدا کا دیدار اس کے مظہرِ ظہور کا دیدار ہے۔ مظہرِ ظہور کی لقاء خدا کی لقاء ہے۔ اس کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔ اُس کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے۔ اس کی رضا خدا کی رضا ہے۔ اس کا ظہور خدا کا ظہور ہے۔ کیونکہ اسمیں اپنے نفس کا کوئی ظہور نہیں وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ اُس میں مشیتِ الٰہیہ کے سوا اور کوئی شئ کارفرما نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میرا وجود مقامِ فنا میں ہے اور یہاں صرف تجلی الٰہی مقامِ بقا میں ہے۔ اسی نقطۂ حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے بشارت دی گئی تھی کہ

من کان یرجو لقاء اللہ فان اجل اللہ لات ۔ } خدا کی ملاقات کے آرزو مندوں کو بشارت ہو کہ لقائے الٰہی حاصل ہونے کا وقت یقیناً آئے گا۔

الحمد للہ کہ وہ مبارک و مسعود وقت آپہنچا۔ اور ہزارہا ارواحِ طیبہ نے لقائے الٰہی کا شرف حاصل کیا۔ اور اب بھی اپنے اپنے مدارج و مراتب کے مطابق مکاشفہ اور عالم رؤیا میں یہ نعمت حاصل کرتے ہیں اور کرتے رہینگے اور یہ عالمِ تجلیات غیر محدود ہے۔ اور اسی مقامِ بلند کے ادراک و حصول کے لئے سب پیدا ہوتے ہیں۔ یدبر الامر یفصل الآیات لعلکم بلقاء ربکم توقنون خداوندِ عالم امر کی تدبیر و تنظیم کر رہا ہے۔ آیات کی تفصیل فرمارہا ہے تاکہ تم اپنے رب کی لقاء کا ایقان حاصل کرو۔ اس لئے ہر بندۂ حق زبانِ شوق سے کہتا ہے ؎

اک نظر دیکھا جو اس نے مہربانی سے مجھے
کر دیا فائز حیاتِ جاودانی سے مجھے
بزمِ ہستی میں چلا آیا میں تیری دید کو
ورنہ کچھ مطلب نہیں تھا زندگانی سے مجھے

خداوندِ عالم نے اس کائنات میں ہر چیز کی ایک ابتداء اور ایک انتہا مقرر کی ہے۔ ایک وقتِ آغاز ہے۔ ایک وقتِ انجام ایک تمہید کا زمانہ ہے۔ ایک تکمیل کا زمانہ۔ ایک سنِ طفولیت ہے ایک سنِ بلوغ۔

اس عالمگیر قانون سے کوئی چیز مستثنیٰ نہیں ہے۔ اسی بات کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے قد جعل اللہ لکل شئ قدراً۔ خدا نے ہر چیز کے لئے ایک مقررہ اندازہ ٹھہرایا ہے" وکان امر اللہ قدراً مقدوراً۔ خدا کا امر ایک مقررہ پیمانے پر منظم ہے۔ ان من شئ الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم"

ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں لیکن ہم ہر چیز کو ایک معلوم و مقرر اندازے پر ظاہر کیا کرتے ہیں۔

کائناتِ الٰہی بے شمار اور انسان کے حدودِ علم سے باہر ہے ما یعلم جنود ربک الا ھو۔ خدا کی کائنات کے لشکروں کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ہم جو کچھ کہتے اور ذکر کرتے ہیں۔ وہ اپنے اسی کرۂ ارض کے متعلق ہے۔ اس کرۂ ارض پر خدا نے انسان کے لئے جو روحانی نظام مقرر کیا ہے جسے دینِ حق سے موسوم کرتے ہیں اس کے سلسلۂ ظہور میں حضرت آدم سے ایک دور شروع ہوا جس میں انسانوں کو مناسب وقت ہدایات و ترقیات حاصل ہوتی رہیں اور ساتھ ساتھ پیشوت یعنی خبر دہی جاری رہی کہ ایک یومِ عظیم آنے والا ہے جو یوم اللہ، یومِ قیامت کبریٰ۔ الیوم الموعود وغیرہ ناموں سے موسوم ہے۔ جو طلوعِ انسانیت کا دور ہے۔ جس طرح ایک ہونہار۔ تندرست۔ ذہین بچے کے حالات اپنی زبانِ حال سے خبر دیتے ہیں کہ وہ ایک دن قابلِ قدر انسان بنے گا۔ جبکہ اس کے قویٰ درجۂ کمال کو پہنچ جائینگے۔ اسی طرح نوعِ انسان تدریجی ارتقاء کی خبر دیتی تھی۔ نوعِ انسان میں نبوت کرنے والے انبیاء خدا کی طرف سے اس نبأ عظیم کے حامل و مبشر تھے کہ دورِ تکمیل آنے والا ہے۔ جبکہ خدا کی عظیم الشان تجلی ظاہر ہوگی۔

انسان خدا سے نہایت قرب و وصال حاصل کریگا۔ افراد و اقوام وحدت کی روح سے ایک ہوجائینگی۔ تمام دنیا ایک وطن بلکہ ایک بستی کی مانند ہوجائے گی۔ امن و امان اور وحدت و یگانگت کا دور دورہ ہوگا۔ اس مبارک زمانے میں خدا کا عظیم الشان مظہرِ ظہور جلوہ گر ہوگا۔ مومنوں کے لئے رضائے الٰہی اور ابدی کامیابی کی جنت آراستہ ہوگی۔ منکرینِ حق کے لئے قہرِ خداوندی اور نامرادی کی جہنم بھڑکے گی۔ آخر ایران، عرفان سے دنیا اس طرح بھر جائے گی جیسے سمندر پانی سے بھرا ہوتا ہے نوعِ بشر کا باغ اپنے میٹھے پھل دے گا۔ یہ قطعی اور یقینی ہے۔ ایسا ہی

ہو کر رہیگا۔

پس حضرت آدم سے حضرت خاتم تک تمام انبیاء کرام نے یہ نبوت و بشارت دنیا کو سنائی اور نوع انسان کو تیار کیا کہ وہ قیامت کبریٰ کے عظیم الشان دور میں کامیاب و بامراد ہو۔ ارتقاء کے بلند مقام پر پہنچے۔ حضرت خاتم النبیین نے اس نبوت و بشارت کے دور کو ختم کر دیا اور اعلان فرما دیا کہ اب میرے زمانے کے بعد بلا فصل قیامت کبریٰ کا ظہور ہوگا۔ چنانچہ اس مضمون کی چند آیات یہ ہیں:-

نوع انسان ارتقاء کرتی ہوئی بلند مقام پر جا پہنچیگی۔ لترکبن طبقاً عن طبق۔ تم درجہ بدرجہ اونچے ہوتے جاؤ گے۔ تم خدا سے ملو گے۔ یا ایھا الانسان انک کادح الی ربک کدحاً فملاقیہ۔ اے انسان! تو اپنے رب کی جانب بڑھنے میں بڑی کاوش کرنا ہے۔ سو تو اپنے رب سے ضرور ملیگا۔ اجل اللہ۔ یوم اللہ۔ خدا کا وقت۔ دور خداوندی یقیناً چلا آرہا ہے۔ من کان یرجو لقاء اللہ فان اجل اللہ لات۔ جو کوئی لقائے خداوندی کا آرزومند ہے اُسے بشارت ہو کہ خدا کا مقرر کیا ہوا وقت ظہور و لقاء آنے والا ہے۔

اگرچہ دور نبوت میں بھی حسب استعداد و مدارج عالم انسانی کو خدا کی لقاء مظاہر ظہور کے ذریعے حاصل ہوتی رہی۔ اور ہر پیغمبر کا زمانہ ظہور حقیقت کی وحدت کے اعتبار سے قیامت ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح نے فرمایا کہ قیامت اور زندگی میں ہوں۔ سری کرشن نے فرمایا پرلے اور دھرا پرلے میں ہوں۔ رسول اکرم نے فرمایا انا الحاشر قیامت برپا کرنے والا میں ہوں۔ لیکن پیغمبروں نے خدائی پروگرام کا یوں اعلان فرمایا کہ قیامت کبریٰ آنے والی ہے۔ ہم سب اس کی خبر دیتے ہیں۔ حضرت خاتم النبیین کی ذات گرامی پر اس نبوت کے دور کی خاتمہ ہوگیا۔ اور اعلان کر دیا گیا کہ اب اجل اللہ آگئی ہے۔ جاء ربک تیرا پروردگار آئے گا۔ یأتیھم اللہ۔ خدا انسانوں میں آئے گا۔ فاذا جاءت الطامۃ الکبریٰ۔ قیامت کبریٰ آئیگی۔ ازلفت الآزفہ قیامت قریب آپہنچی ہے۔ لیس لھا من دون اللہ کاشفہ۔ خدا کے سوا کوئی اس کا پردہ نہیں اُٹھا سکتا۔

الحمد للہ کہ ۱۳۲۶ھ میں خداوند عالم نے قیامت کبریٰ کی نقاب کشائی فرما دی۔ حضرت باب اللہ کے ذریعے پہلی بار صور پھونکا گیا۔ پھر حضرت بہاء اللہ نے دوسری بار صور پھونک دیا۔ اور آنیوالی قیامت کبریٰ جس کے سب منتظر تھے جلوہ گر ہوگئی۔ اب تمام عالم ہستی اُسی کے دور میں ہے۔ فالحمد للہ رب العٰلمین۔

نشر نفحات

آج القلاب اضطراب کے زمانے میں صرف امر اللہ کا پیغام ہی روحوں کیلئے تسکین و تسلی کا ذریعہ ہے۔ خدائی پروگرام ہی فلاح و کامیابی کا دستور العمل ہے۔ سایۂ امر اللہ میں داخل ہونیوالے ہی حقیقی حفاظت گاہ میں ہونگے۔ عالم انسانی میں فزع اکبر اور ہیجان عظیم برپا ہے۔ ظہور رحمت کے نفحات پھیلانے کی نہایت ضرورت ہے۔ محفل مقدس روحانی ملی بہائیان ہند و برما کے تحت بمبئی۔ کراچی۔ پونا وغیرہ سے متعدد احباب امر اللہ کے لئے باہر جا رہے ہیں۔ نیز اسی سلسلہ میں جناب عبد اللہ فاضل شیرازی۔ جناب حشمت اللہ قریشی بی۔ اے۔ جناب پروفیسر پریتم سنگھ ایم اے۔ جناب ڈاکٹر ایم اے صدیقی۔ جناب سید ابو العباس رضوی۔ محفظ الحق علی مدیر پیام بہر مختلف اطراف و مقامات کا سفر کر چکے ہیں اور کرینگے۔ احبائے الٰہی تمام مبشرین کی کامیابی اور عالم انسانی کی نجات و بہبودی کے لئے مناجات کرتے رہیں

سماء اور سموات

کہتے ہیں کہ آسمان ایک گنبد ہے جو زمین پر چھایا ہوا ہے اگر کوئی آدمی زمین سے اڑکر اوپر کو چلتا جائے تو آسمان میں جاکر اس کا سر ٹکرائے گا۔ اور آگے نہ جا سکے گا۔ بعض کے نزدیک آسمان میں دروازے ہیں جن میں ہوکر آسمان کے اندر جا سکتے ہیں انہیں دروازوں سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات آسمانوں میں ہوکر خدا کے عرش تک تشریف لے گئے تھے۔ ایک آسمان کے اوپر دوسرا آسمان ہے۔ اسی طرح سات آسمان ہیں۔ پھر عرش ہے جس پر خدا تشریف فرما ہے۔ حکمائے یونان کہا کرتے تھے کہ افلاک میں خرق والتیام محال ہے۔

آجکل کہا جاتا ہے کہ آسمان فضائے لبسیط کا نام ہے۔

اشیائے کائنات کی تحقیقات اور ان کے متعلق صحیح علم حاصل کرنا بہت مفید ہے۔ لیکن جب کسی چیز کا تعلق دینی عقائد سے ہو جائے تو اس چیز کے متعلق علم صحیح کی نہایت درجہ ضرورت ہو جاتی ہے۔

آسمان کیا ہے؟ اس حقیقت کو جاننا ہمارے لئے نہایت لازم ہے کیونکہ کلام الٰہی میں "سماء اور سموات" کے الفاظ بکثرت وارد ہوئے ہیں اور ان کے متعلق طرح طرح کے خیالات لوگوں میں پھیل گئے ہیں۔ سماء اور سموات سے عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہ نیلی چھت سی جو دکھائی دیتی ہے پہلا آسمان ہے اور ٹھوس دلدار چیز ہے اور اسی لئے کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو جب صلیب دی جا رہی تھی تو خدا نے انھیں آسمان پر زندہ بجسدہٖ عنصری اٹھا لیا۔ اور وہ چوتھے آسمان پر رہتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ جب قیامت کا پہلا صور پھونکا جائیگا تو تمام آسمان ٹوٹ پھوٹ جائینگے آسمان کاغذ کے تاؤ کی طرح لپیٹ لئے جائینگے۔

ان خیالات کو دیکھتے ہوئے آسمان کی حقیقت سمجھنے سمجھانے کی بڑی ضرورت ہے۔ کیا یہ باتیں جو ذکر ہوئیں واقعی صداقتیں ہیں یا اوہام ہیں؟ اگر یہ اوہام ہیں تو انھیں کلام الٰہی کی طرف منسوب کرنا اور ان پر اعتقاد رکھنا سراسر ضلالت ہے۔

لہٰذا یہ تحقیق ضروری ہے کہ کلام الٰہی میں آسمان کی حقیقت کیا بتائی ہے اور قیامت کے دن آسمان کا ٹوٹنا پھوٹنا کیا معنی رکھتا ہے؟

جنوری ۱۹۴۳ء کے پیامبر میں ایک مقالہ "علم السمٰوٰت والارض" شائع کیا گیا تھا جسمیں سماء اور سموات کے متعلق مفصل تحقیق و تدقیق کی گئی تھی۔ اور بتایا گیا تھا کہ لغت عرب میں سماء کے معنی بلندی اور بلند چیز کے ہیں۔ کتب معتبرۂ لغات عربیہ سے مستند حوالے دئے گئے تھے اور قرآن مجید کی آیات سے بھی تائید و توضیح کی گئی تھی۔ بتایا گیا تھا کہ سماء اور سموات جن کے معنی بلندی اور بلند چیز ہیں مادی اور معنوی دونوں پہلوؤں کی بلندی اور بلند چیزوں پر ان کا اطلاق ہوتا ہے۔ یعنی مادی اور جسمانی بلندی اور بلند چیز کے لحاظ سے سماء عربی زبان میں ہر اونچی چیز کو کہتے ہیں۔ چنانچہ سماء النعل جوتے کے اوپر والے حصے کو کہتے ہیں۔ بارش کو بھی عربی میں سماء کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ اوپر سے آتی ہے۔ سبزے کو بھی سماء کہتے ہیں کیونکہ وہ اوپر کو سر اٹھاتا ہے۔ بادل کو بھی سماء کہتے ہیں کیونکہ وہ اوپر ہوتا ہے

وسیع و بلند فضا کو بھی سماء کہتے ہیں۔ اور اسی ظاہری بلندی کے لحاظ سے کرّاتِ فضائی سمٰوات ہیں۔ اور کلامِ الٰہی کی آیات نقل کر کے ہم نے سماء اور سمٰوات کے اطلاقات دکھا دیئے تھے۔ ناظرین اصل مضمون میں تفصیل ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

پھر ہم نے کتابوں کے حوالے دیکر بتایا کہ قدیم ہیئت داں خیال کرتے تھے کہ آسمان ایک محسوس ٹھوس چیز ہے اور ستارے اسمیں گڑے ہوئے ہیں اور جدید ہیئت داں کہتے ہیں کہ آسمان ہمارے اوپر کی فضا کا نام ہے جس کی کوئی حد و انتہا تصور میں نہیں آسکتی۔ اور اسی میں ستارے تیر رہے ہیں۔ اور عصرِ حاضر کے علمائے اسلام میں سے ایک جید عالم فریدی وجدی کی شہادت بھی پیش کر دی تھی کہ

"درست وہی ہے جو موجودہ ہیئت داں کہتے ہیں اور کتاب اللہ قرآن میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو گذشتہ ہیئت دانوں کے خیال کو قابلِ ترجیح ٹھہرانے" (کنز العلوم واللغۃ)

ہم نے بتایا تھا کہ سماء اور سمٰوات کا مفہوم معنوی بلندی کے لحاظ سے روحانی نعمتیں اور دینِ حق کی بلند تعلیمات ہیں۔ پھر ہم نے یہ بھی قرآن مجید کی آیات سے واضح کیا تھا کہ ہماری موجودہ تاریخ کے دور میں زمانۂ قرآن تک سات روحانی بلندیاں یعنی سات مستقل شریعتیں ہوئی ہیں۔ جو یہ ہیں۔ (۱) اسلام (۲) دینِ مسیحی (۳) دینِ یہودی (۴) دینِ صابی (۵) دینِ زرتشتی (۶) ہندو دھرم (۷) بدھ دھرم قرآن مجید میں خداوند عالم نے جو "سبع سمٰوات" سات آسمان کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے یہی سات ادیانِ عالم مراد ہیں جو سات بڑی روحانی بلندیاں ہیں۔ جن کے زیر اثر سات بڑی امتیں برپا ہوئی ہیں۔

اس کی تائید اور تشریح میں ہم نے قرآن مجید کی ایک آیت مبارکہ لکھی تھی جسمیں خدا تعالیٰ نے سبع سمٰوات، کی تفسیر لفظ "سبع طرائق" سے فرما دی ہے۔ جس کے معنے ہیں سات شریعتیں۔ اور یہ بھی لکھا تھا کہ یہ سات ادیانِ عالم تاریخ کے شش ہزار سالہ دور میں پیدا ہوئے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جن کی شریعت ساتویں ہے حضرت آدم سے چھٹے ہزار کے اواخر میں ظہور فرما ہوئے تھے اس لئے قرآن مجید میں جو سمٰوات کہ چھ دن میں پیدا ہونے کا ذکر ہے اس سے یہی مراد ہے کہ یہ سات سمٰوات ادیانِ عالم چھ ہزار سال کے عرصہ میں ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ خدا نے صاف فرما دیا ہے کہ ایک دن سے مراد ایک ہزار سال ہے۔

سماء و سمٰوات کے دونوں معنی یا مورد جو مادی پہلو اور روحانی پہلو سے تعلق رکھتے ہیں ان کا ہم نے ذکر کر کے کلامِ الٰہی کے حقائق کو واضح کر دیا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ الفاظ جو کلام اللہ میں وارد ہوئے ہیں ان کی لغوی حقیقت پر نظر رکھتے ہوئے ظاہری اور باطنی یا مادی و روحانی دونوں پہلوؤں سے جامع معنی مراد ہوتے ہیں جب تک کوئی زبردست وجہ ایک ہی پہلو کو مخصوص کرنے کی نہ ہو تب تک جامعیتِ کلام کو مدنظر رکھنا کلام کے لفظ اور معنی کے جمال و کمال کا ضروری و لازمی تقاضا ہوتا ہے۔

جہاں جہاں سماء سمٰوات یا ارض کا ذکر ہو وہاں لازمی طور پر وہی مفہوم لینا چاہیئے جو قرآن کے مقصد و موضوع کا مرکز ہے جہاں مادی ارض و سماء مراد لینے کا قرینہ ہو وہاں مادی ارض و سماء مراد ہونگے۔ اصل موضوعِ قرآن کی وجہ سے روحانی معانی مقدم ہونگے۔ خصوصاً جبکہ آیت میں کوئی لفظ ایسا ہو جو روحانی پہلو کو واضح اور متعین کرتا ہو تو یقیناً وہاں روحانی معانی مراد ہونگے۔"

یہ ہے اس نقطۂ نظر کا خلاصہ مقصد جو ہم نے پیامبر جنوری ۱۹۴۲ء کے مقالہ "علم السمٰوات والارض" میں عرض کیا تھا۔

صحیفۃ البیان امرت سر مارچ ۱۹۴۲ء میں جناب خواجہ محمد عباد اللہ اختر نے مقالہ "علم السمٰوات والارض" پر تنقید فرماتی

جس کا جواب ہم نے پیامبر اپریل ۱۹۴۲ء میں بعنوان "سبع سموات" عرض کیا تھا۔ اس پر جناب خواجہ صاحب نے اکتوبر ۱۹۴۲ء کے البیان میں ایک مضمون سپرد قلم فرمایا ہے۔ پیامبر اور البیان کے مکالمے کا مختصر خلاصہ اور نئی گذارشات ذیل میں درج کرتے ہیں۔ جس سے حقیقتِ سما کی بحث میں مادّی پہلو پر روشنی پڑتی ہے :-

پیامبر | ہم نے سماء کے مادّی معنی پر بحث کرتے ہوئے لکھا تھا "آسمان صرف فضائے وسیع کا نام ہے کسی ٹھوس دلدار چیز کا نام نہیں۔ (پیامبر جنوری)

البیان | سموات و ارض وہی مادّی اشیاء ہیں جو ہم برسنہ آنکھ سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ (البیان مارچ)

پیامبر | جناب نے یہ توضیح نہ فرمائی کہ وہ سماء جسے برسنہ آنکھ سے ہم سب دیکھتے ہیں کیا چیز ہے۔ جسے آسمان کہا جاتا ہے کیا وہ کوئی ٹھوس چیز ہے جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آسمان اتنا موٹا دلدار ہے کہ پانچسو سال میں یہ موٹائی طے کی جا سکتی ہے اور اسمیں ستارے گڑے ہوئے ہیں یا یہ کہ آسمان نام ہے فضائے بلند کا جسمیں بے شمار ستارے اور سیارے موجود و متحرک ہیں۔ سماء یا آسمان کے متعلق جناب کا کیا خیال ہے۔ اگر آپ اسے ایک ٹھوس چیز خیال فرماتے ہیں تو کیا قرآن مجید سے یہ بات ثابت ہے۔ اور اگر جناب آسمان کو ایک فضائے وسیع یقین کرتے ہیں تو ہم آپ متحد ہیں" (پیامبر اپریل)

البیان | ہم نے لکھا تھا کہ سموات و ارض و ما بینہما مادّی محسوسات ہیں۔ فاضل مدیر اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اس کی بھی توضیح ہونی چاہیئے کہ محسوسات کیا شئے ہیں؟"

"جو کچھ محسوس ہوتا ہے مادّہ ہے جس کی مختلف صورتیں اور تین حالتیں ہیں۔ جن میں سے ایک ٹھوس بھی ہے۔ یہ امر کہ سموات محض فضائے بلند وسیع و لامتناہی و بسیط ہیں جسے حضرتِ علمی بطور حقیقتِ ثابتہ سمجھتے ہیں۔ میں جہانتک میری ذاتی رائے ہے ایسا نہیں سمجھتا" (البیان اکتوبر)

پیامبر | یہ بات کہ آسمان ٹھوس چیز ہے اسی کے متعلق ہم نے جناب سے مطالبہ کیا ہے کہ کیا قرآن سے ثابت ہے؟ جناب کی ذاتی رائے جس کی بنیاد قرآن پر نہ ہو اس کی ہمیں ضرورت نہیں۔ اب تک تو جناب نے اس کے ثبوت میں کوئی آیتِ قرآن پیش نہیں فرمائی۔ اب تلاش کر کے پیش فرما دیجئے جس سے ثابت ہوتا ہو کہ سماء یا آسمان فضائے بسیط نہیں بلکہ ایک ٹھوس دلدار چیز ہے۔ یہی بات زیر بحث ہے کہ کیا آسمان ایک ٹھوس چیز ہے۔ ہاں فضائے بسیط کو سماء ہم بھی کہتے ہیں اور اس فضائے بسیط میں جو کرات یا ستارے یا سیارے ہیں بلندی کے مادّی مفہوم کے اعتبار سے انھیں سموات کہتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید کی آیات سے ہم نے عرض کر دیا تھا۔ اور چونکہ یہ فضائی کرات تعداد میں صرف سات نہیں ہیں تو سبع سموات یا سات آسمان کی تحدید میں یہ کیسے مراد ہو سکتے ہیں؟ "سبع سموات" سماء یا بلندی کے معنوی اعتبار سے سات ادیانِ عالم ہیں جو روحانی معنی میں بلند چیز ہیں۔

البیان | ہم نے فاضل ممدوح (مدیر پیامبر) کی توجہ تورات پیدائش ب ۱ و ۲ کی طرف مبذول کی۔ وہاں ارشاد ہے سمواتِ والارض وما بینہما کی تخلیق ستۃ ایام میں ہوئی (البیان اکتوبر)

پیامبر | ہم عرض کر چکے ہیں کہ تورات کتاب پیدائش میں بھی فضا کو آسمان کہا ہے (ب ۱) نیز قرآن مجید میں سماء فضائے وسیع کو بھی کہا ہے اور سبع سموات سے مراد سمواتِ ادیان ہیں۔ اپنی اپنی جگہ دونوں مفہوم درست ہیں۔

نیز ہم نے عرض کیا تھا کہ مادّی سموات و ارض اور ان کی تخلیق سے ہمیں کب انکار ہے جس کے لئے کتاب پیدائش کا حوالہ دیا گیا ہے

لیکن اس نکتہ کو حل فرمایئے کتاب پیدائش میں یہ لکھا ہے کہ "خدا نے فضا کو بنایا" اور "خدا نے فضا کو آسمان کہا" لیکن یہ اس کتاب میں کہاں لکھا ہے کہ سات آسمان بنائے۔ (پیامبر اپریل)

البیان۔ سمٰوٰتِ تورات میں بصیغۂ جمع استعمال ہوا ہے۔ (البیان اکتوبر)

پیامبر۔ تو اس سے مراد بلند کرات ہو سکتے ہیں جو تعداد میں سات سے بہت زیادہ ہیں۔ سبع سمٰوٰت یا سات آسمان تورات میں کہاں لکھے ہیں؟ فأتوا بالتوراۃ فاتلوھا ان کنتم صادقین

البیان۔ قرآن کی ہر ایک آیت سے جہاں تخلیق کا مذکور فی ستۃ ایام تورات ہی کے الفاظ میں کیا گیا ہے۔ (البیان اکتوبر)

پیامبر۔ تورات میں ہرگز نہیں لکھا کہ خدا نے چھ دن میں سات آسمان بنائے۔ خواجہ صاحب کا یہ دعویٰ ہے تو کوئی آیت تورات میں سے پیش فرمائیں جس میں لکھا ہو کہ خدا نے چھ دن میں سات آسمان بنائے ہیں۔ ہم نے اپریل کے پیامبر میں خواجہ صاحب سے مطالبہ کیا تھا جس کا جواب انھوں نے نہیں دیا۔ اب ہم پھر وہ مطالبہ دُہراتے ہیں، محترم خواجہ صاحب جواب عنایت فرمائیں کہ توریت میں آسمان و زمین کو ایک ایک دن میں بنانے کی تصریح ہے اور قرآن مجید میں ارشاد الٰہی ہے کہ دو دن میں زمین کو بنایا۔ دو دن میں آسمان کو بنایا۔ یہاں توریت اور قرآن مجید میں بین اختلاف ہے۔ ان دونوں میں تطبیق کیا ہے۔ جبکہ آپ فرماتے ہیں کہ قرآن میں تخلیق کا مذکور فی ستۃ ایام توراۃ ہی کے الفاظ میں کیا گیا ہے حالانکہ ایسا ثابت نہیں ہوتا بلکہ قرآن اور تورات میں صریح اختلاف ہے نیز قرآن مجید میں لکھا ہے کہ خدا نے دو دن میں زمین کو بنایا۔ چار دن میں زمین کی دیگر اشیاء بنائیں۔ پھر اس کے بعد دو دن میں سات آسمان بنائے۔ اور تورات میں لکھا ہے کہ آسمان دوسرے دن ہی بنایا۔ یہاں بھی قرآن و تورات دونوں کے بیان مختلف ہیں۔ بقول آپ کے قرآن میں تخلیق کا مذکور تورات ہی کے الفاظ میں کیا گیا ہے تو قرآن و تورات کی ان سب باتوں میں تطبیق کر کے دکھایئے۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا اللہ الذی الیہ تحشرون۔ ہمیں خواجہ صاحب کے جواب باصواب کا نہایت شوق سے انتظار ہے۔

پیامبر۔ جب آسمان فضائے بسیط ہے تو سات عدد آسمان کیا معنی؟ (پیامبر اپریل)

البیان۔ آپ کے دونوں دعوے کہ سمٰوات اور فضائے بسیط ایک دوسرے پر دلیل ہیں ایک دائرہ میں چکر لگاتے ہیں کہ سمٰوات فضائے بسیط ہیں تو سبع بے معنی اور سمٰوات سبع ہیں تو فضائے بسیط نہیں ہو سکتے۔

پیامبر۔ ہم نے سماء کو فضائے بسیط کہا ہے نہ سبع سمٰوات کو فضائے بسیط کو بھی وسعت و بلندی کے اعتبار سے سماء کہتے ہیں۔ سمٰوات بھی بلند کرات فضائی کو اُن کی بلندی کے باعث کہتے ہیں۔ فضائے بسیط میں سات عدد کیا معنی؟ فضائے بسیط تو ایک ہی فضا ہے اسی کو سماء کہتے ہیں اور سمٰوات فضا کو نہیں کہتے بلکہ اُن بلند کرات کو جو فضا میں موجود ہیں۔ اور فضا خلا نہیں بلکہ مادہ کی خاص حالت جو ہوا اور ایتھر اور اس سے بھی لطیف اور لطیف تر صورتوں میں پائی جاتی ہے۔ اگر جناب یہی خیال رکھتے ہیں تو پھر اس امر میں ہمیں آپ سے اتفاق ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ فضا اس بیان کے مطابق بھی سات عدد نہیں۔ ایک ہی ہے۔ پھر آپ سات آسمان کسے کہینگے؟ اگر کرات فضائی کو کہیے گا تو وہ بھی سات نہیں۔ سات سے بہت ہی زیادہ ہیں۔ ہم آپ کا جواب نہایت شوق سے سُنیں گے۔

پیامبر۔ جناب نے آیت تو لکھدی اور مدیر پیامبر کے بیان کردہ معنی پر اعتراض بھی کر دیا۔ لیکن یہ نہ فرمایا کہ جناب کے نزدیک سبع سمٰوات سے کیا مراد ہے؟

البیان۔ حضرت علی ہم سے دریافت فرماتے ہیں کہ سمٰوات کی نسبت

ہمارا اپنا خیال کیا ہے؟ وہی کچھ ہے جو اولی الالباب (یعنی) تذکر و تفکر سے خیال کرتے ہیں کہ سمٰوات والارض وما بینھما کی تخلیق باطل نہیں پیامبر۔ جواب واضح ہونا چاہئے۔ حقائق کے انکشاف میں ایسی گفتگو بے سود نہیں۔ ہمارے نقطۂ نظر کو غور سے ملاحظہ فرمائیے۔ ہمارے سوالات کو نہایت توجہ سے حل فرمائیے تاکہ سمٰوات و سمٰوات کی حقیقت واضح ہو جائے۔ پہلے قرآن مجید سے یہ حقائق روشن ہو جائیں پھر ہم تازہ کلام الٰہی سے بھی ان حقائق پر روشنی ڈالیں گے۔ اور کسی حد تک کئی بار ہم پیامبر میں ایسا کر بھی چکے ہیں پھر بھی ہم جناب محترم اور تمام محقق دوستوں کی خدمت کے لئے بجان و دل حاضر ہیں۔

والسلام مع الاکرام

دُنیا دار کا نظریۂ دین

(محترمہ شیریں فوجدار کے قلم سے)

بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ مذہبی دنیا میں کسادبازاری کا بڑا سبب اس کے علماء، پادری اور پنڈتوں کا عوام پر رعب ڈالنا اور متکبرانہ و معذورانہ رویہ اختیار کرنا ہے۔ ہم سب یہ جانتے ہیں کہ اگر دین واقعی دین ہے تو اسمیں انتظام، صحیح اصول اور عبادت کے مسلّمہ طریقوں کا ہونا لازمی ہے۔ مگر یہ تمام ضروریات نہایت سادگی سے پوری ہو سکتی ہیں عبادت میں حسن خوبی کا ہونا ہمیشہ مرغوب رہا ہے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ اس کا ہونا لازمی ہے۔ مگر ایک مہذب زمانہ اس کا مقتضی ہے۔

ہماری شہری زندگی، مناظرِ قدرت کے شرافت پیدا کرنیوالے اثرات سے محروم ہے۔ (اس زمانہ میں وہ شہر درحقیقت خوش قسمت ہیں جن میں تازہ ہوا آتی ہے اور نیلا آسمان دکھائی دیتا ہے) پس انھیں عبادت میں حسن پیدا کرنے کے لئے بناوٹی چیزوں سے مدد لینی پڑتی ہے۔ ہماری عبادت گاہوں کی تعمیر کی تہ میں یہی کوشش مخفی ہے کہ انھیں عبادت کے لئے روح انگیز اور مناسب ماحول مہیا کیا جائے۔ کہتے ہیں کہ گاتھی محراب، دعا میں جڑے ہوئے ہاتھوں کو ظاہر کرتی ہے۔ اور اونچا مینار خدا کی طرف اشارہ کرتی ہوئی انگشتِ التماس ہے۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ حسن سادگی پسند ہے۔ موجودہ فن کی ناکامیابی کی وجہ اس کی تدلیس ہے۔ جوں جوں خلوص کم ہوتا گیا۔ نقاشی کے عظیم الشان مذاہب کمزور ہوتے گئے۔ انسانی کارکردگی اور کامیابی کا راز، جو کام ہم کر رہے ہیں اس کام کی شانِ موزونیت میں ہے۔ مشہور فرانسیسی مصنف "اناٹول فرانس" اس حقیقت کو اپنے رنگ میں بیان کرتا ہے۔ ہمیں یہ بتاتے ہوئے کہ بڑے بڑے کاموں کو کرنے کے لئے کیا کیا باتیں ضروری ہیں وہ لکھتا ہے "کسی چیز کا اندازہ لگا لینا ہی کافی نہیں ہے۔ اس پر اعتقاد رکھنا بھی ضروری ہے"۔ رسومات کی بہتات عبادت میں ریاکاری کا سبب بھی ہے اور نتیجہ بھی۔ ہر چیز کے لئے ایک حد مقرر ہے۔ حسن بھی ایک حد تک ہی اچھا رہتا ہے۔ وہ گنہگار

جو اپنے گناہ سے توبہ کرنے کے لئے اپنے سر کے بل کھڑے ہو کر خدا سے معافی مانگنے پر اصرار کرتا ہے اسے معافی ملنے کا اتنا خیال نہیں ہوتا جتنا اسے اپنے اس مضحکہ انگیز بازیگری کا خیال ہوتا ہے۔ پھر بھی یہ شخص اتنا ریاکار نہیں جتنا وہ شخص جو خدا سے فریاد کرتے وقت لمبے چوڑے الفاظ گلا گھوٹ گھوٹ کر نکالتا ہے۔ روزی کمانے کیلئے دنیا دار چالاک اور گہرا ہو سکتا ہے۔ مگر عبادت کے وقت مسجد گرجے یا مندر میں وہ ایک بے شعور بچے کی مانند ہوتا ہے۔ وہ خدا کے قریب ہونے سے گھبراتا ہے۔ وہ ایسا محسوس کرتا ہے کہ وہ ایک مزدور ہے جو بادشاہ کے سامنے آیا ہے۔ اسی طرح جب ہم عبادت کی ظاہری باتوں کو چھوڑ کر ان اعتقادات کا جائزہ لیتے ہیں جو دین کی پشت و پناہ ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہاں بھی سادگی کا تقاضا موجود ہے معمولی انسان کی روح خدا کی طرف ایسے ہی پھرتی ہے جیسے ایک پھول سورج کی طرف گھومتا ہے۔

پس دنیا دار اگر دیندار ہے تو اس لئے نہیں کہ اسے دیندار ہونا چاہئے بلکہ وہ دیندار اس لئے ہے کہ اسے دیندار ہونا پڑتا ہے۔ اس کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ خدا ایک بہت بڑی قوت کہیں ضرور ہے۔ خدا کی قوت یا خدا کے مقصد کو جاننا وہ زیادہ ضروری نہیں سمجھتا۔ مگر یہی خدا کے مقصد اور اس کی قدرت کی حفاظت کرنے کے بہانے سے مولوی۔ پنڈت اور پادری دنیا داروں میں ہڑبونگ اور تفرقہ ڈالتے ہیں۔ یہ لوگ بڑے لمبے چوڑے لکچر اور بڑی بڑی دلیلیں دیکر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ خدا فلاں بات کر رہا ہے اور ان کی دلیلوں کے خلاف جو دلیلیں دی جائیں وہ ان کو بڑے تشدد کے ساتھ دبانے کی کوشش کرتے ہیں اور عموماً اپنا زور غیر ضروری رسم و رواج کو پورا کرنے پر خرچ کر ڈالتے ہیں۔ لوگ ایسی باتوں کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے کہ مسیح پانی پر کیوں چلا۔ یا محمدؐ نے چاند کے دو ٹکڑے کیوں کئے یا گوتم بدھ اپنی پیدائش کے وقت کیوں ہنسا۔ دینی تجربہ کے بڑے حقائق کے لئے ان میں سے کوئی بھی چیز ضروری نہیں۔ عام لوگ منطقی نہیں ہوتے مگر اتنا ضرور جانتے ہیں کہ ان کی اندرونی دینی تحریکات کی شہادت دینی پاک کتابیں دیتی ہیں اور ان کی مؤید ہیں۔ دین ہمارے انفرادی احساسات کا نام ہے مگر ان احساسات کی تعدیل، عقل اور روزمرہ کے تجربہ کی روشنی میں ہونی لازمی ہے۔

میں اپنا ذاتی تجربہ بیان کرتی ہوں کہ پہلے تو میں کئی سال تک دین کی تلاش کرتی رہی اور بہترین دین کی تلاش میں لگی۔ بہت کچھ ذہنی مشقت کے بعد میں نے دین پایا۔ مگر کہاں پایا؟ ظاہری رسوم یا پوجا پاٹ میں نہیں۔ نہ کسی عقیدۂ مذہبی کے مقدس بھجنوں میں بلکہ اپنے دل کے اطمینان و سکون میں دین کے طالب کو جلوۂ حق کا ایسا ہی انتظار کرنا چاہئے جیسا ایک شاعر شاعرانہ وجدان کا انتظار کرتا ہے۔ خدا کی موجودگی اکثر تنہا راستوں میں یا نسیم سحری کے جھونکوں کے ساتھ محسوس ہوتی ہے۔ میں یہ دعویٰ سے کہہ سکتی ہوں کہ میں نے بہترین دین پا لیا ہے۔ میرا ایسا کہنا شاید اچھے اچھے متمدن لوگوں کو بھی پسند نہ آئیگا۔ مگر میں دلیری سے یہ کہتی ہوں۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ سب سے بہتر دین وہ ہے جو خدا اور اس کی مخلوق کے لئے ہمارے سچے اور گہرے احساسات کا اظہار کرتا ہے۔ بعض ہندو دھرم کو دوسرے دھرموں سے بہتر خیال کرتے ہیں۔ بعض اسلام کی تعلیمات کو اچھا سمجھتے ہیں۔ مگر میں نے دین بہائی کو اس زمانہ میں بہتر پایا۔ اور میں نے اس کو قبول کیا۔ بہائی دین سب کا جامع ہے۔

حقیقت میں ماحول اور ابتدائی رجحانات کا بہت برا اثر ہوتا ہے مگر مجھے اس بات کا پکا یقین ہے کہ دنیا دار بچے دین کے پانے سے اس لئے محروم رہتا ہے کہ وہ ادیان کی ظاہری شان و شوکت سے

مرعوب ہو جاتا ہے۔ موجودہ ادیان کے رسم و رواج کے بندھنوں میں بندھا ہوا وہ زندگی کی رَو میں بہتا چلا جاتا ہے۔ اگر ہمارے دینی امور کے مہتمم واقعی دنیا دار کی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ان کو لازم ہے کہ وہ عبادت میں سادگی پیدا کریں اور دینی رسم و رواج کو دین کے ابتدائی اصول کے ساتھ مطابق بنائیں۔ مثلاً حق و صداقت "وحیِ الٰہی کے بموجب پیش کریں وہ اپنی خود ساختہ البیت کو بھول جائیں اور دنیا دار کو اس بات کا احساس کرنے میں مدد دیں کہ خدا اپنے کلام میں ایسا ہی پایا جاتا ہے جیسے دن میں نور۔

ہندوستان کی زمین ہمیشہ سے دین کی حامل خیز زمین رہی ہے اور اسمیں شک نہیں کہ اب بھی یہ ملک عصرِ حاضر میں دنیا کو روحانیات کی تعلیم دینے کے لئے مجبور کریگا۔ اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ نمایاں جو حقیقت ہے وہ یہ ہے کہ ترقی کی بہترین شکل اور بڑائی و عظمت کا سب سے بہتر طریقہ مستقل اخلاقی و روحانی زندگی کے ساتھ وابستہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان جو روحانیات کا ہمیشہ سے گہوارہ رہا ہے عصرِ حاضر کی افسوسناک مادیت کے خلاف ایک زبردست رکاوٹ ہیگا

ہندوستان کے مختلف حصص میں بہائیوں کی محافل میں جاکر دیکھا کہ انمیں ہر فرقہ۔ ہر مذہب اور ہر دین کے لوگ موجود ہیں۔ اور وہ آپسمیں ایسی محبت و الفت سے رہتے ہیں کہ میں احساس کرتی ہوں کہ میں نے کہیں ایسا سکون خیز حسن نہیں دیکھا۔ اُن کی عبادت، رسم و رواج سے ایسی ہی بڑا ہے جیسے خاموشی آواز سے بڑا ہے۔ نہ تو اُن میں کوئی دینی مولوی۔ پنڈت۔ پادری یا دستور ہے۔ نہ کوئی لا یعنی رسم ہے۔ سادہ۔ دیانتدار۔ خاکسار لوگ، سادگی۔ دیانتداری اور خاکساری کے ساتھ اپنے خدا کی طرف اپنا دل اٹھاتے ہیں۔ یقیناً کوئی تہذیب یا تمدن اس سے بہتر زیبائش کا مقتضی نہیں ہوسکتا کوئی عبادت ان لوگوں کی عبادت سے بلند و برتر نہیں ہوسکتی۔ جن کی دعا نوعِ انسان کی خدمت ہے۔

کتاب

بہاء اللہ و عصرِ جدید

"ڈاکٹر جے ای ایسلمنٹ کی مشہور کتاب بہاء اللہ اینڈ دی نیو ایرا" کا اردو ترجمہ۔ اسمیں حضرت باب۔ حضرت بہاء اللہ اور حضرت عبدالبہاء کے تاریخی حالات و واقعات۔ دین بہائی کی تعلیمات و عبادات اور اہم دینی مسائل پر مفصل بیانات ہیں۔

قیمت ایکروپیہ۔ ایک درجن کے خریدار کو ۹ روپے درجن کے حساب سے

بشارتِ عظمیٰ

کتاب بشارتِ عظمیٰ چھپ کر برائے فروخت تیار ہے یہ کتاب بلاک سے چھاپی گئی ہے اور دو رنگوں میں ہے متن کے نیچے سحت اللفظی ترجمہ اردو میں دیا گیا ہے۔ اس میں نمازیں۔ مناجاتیں۔ لوحِ احمد۔ سوتے وقت کی مناجات صبح و شام اور مختلف اوقات و مواقع کی مناجاتیں اور خطبۂ نکاح وغیرہ درج ہیں۔ کتاب جیبی سائز پر ہے قیمت فقط ۱۲ ارنی کتاب علاوہ ڈاک خرچ۔

ہر دو کتاب ملنے کا پتہ

بہائی پبلشنگ کمیٹی۔ بہائی ہال کراچی

دیپ چند اوپچارو روڈ۔ بندر روڈ۔ آکسٹینشن

مولودِ خوش صفات

دہلی ۱۲ نومبر ۱۹۴۲ء بموقع محفل عمومی جشن میلاد حضرت بہاء اللہ علیہ السلام

۱ جہاں میں اس کی ولادت ہے آج لے احمد
ثنا و وصف کی اس کے نہیں ہے کوئی حد
ہر ایک شانِ مقدس میں جو ہے فرد و احد
ظہورِ ذاتِ صمد لم یلد ولم یولد

۲ عجیب عقدہ ہے۔ لیکن ہے اس کا حل بھی عجیب
شریک کوئی ہے اس کا نہ ہمسر اور رقیب
نہیں ہے حق سے حقیقت میں کوئی دور و قریب
ہے اپنا آپ وہ محبوب اپنا آپ حبیب

۳ نہیں ہے اس کے سوا کوئی دوسرا موجود
ہر ایک شان میں ہر شان کا وہ مالک ہے
وہی ہے موجدِ کل کائنات و سرِ وجود
سوائے اس کے نہیں کوئی دوسرا معبود

۴ ثنا مسیح نے کی کہہ کے آسمانی پدر
جدا ہے طرزِ ثنا۔ ایک مدعا ہے ایک
رسولِ پاک نے لم یولد و یلد کہکر
ہر اک ثنا سے ہے یعنی ثنائے حق برتر

۵ ہیں اعتبار پہ قائم تمام توصیفات
جو کچھ کسی نے کہا حدِ وصف کے اندر
ہر ایک وصف سے برتر ہے حقیقتِ ذات
وہ سب بجا ہے مگر در حدودِ محدودات

۶ اگر ہے اس کی ثنا اس کو لاولد کہنا
حقیقی معنوں میں بالذات ہے وہ والدِ کل
تو لفظِ والد و مولود سے نہ کیوں ہو ثنا
تجلیات میں مولودِ خوش صفات بنا

۷ پکارے ارض و سما مرحبا۔ مبارک باد
تمام پردۂ اوہام اٹھے جاتے ہیں،
خدا کا یوم عظیم آگیا مبارک باد
طلوعِ نیرِ دورِ بہا مبارک باد

۸ بنایا اہلِ زمیں نے جسے نزاع کا دن
تمام قوموں میں۔ دینوں میں اور حقائق میں
قسم خدا کی ہے تکمیل و ارتفاع کا دن
ہے خود تضاد کے جوہر میں اجتماع کا دن

۹ ہے گا وہم دوئی کا ہر اک نشان احمد
بنے گا رشکِ جناں ایک دن جہان احمد
مگر ابھی ہے عیاں روزِ امتحان احمد
خدا کی حمد کہ کامل ہوا بیان احمد

۲ سیولد لہ الولد لہ من یحبہ ما لم یلد لہا ولد (کتاب مقدس، رسالہ یوحنا)

باسم محبوب عالمیان

یوم، یوم اللہ است وکل ماسواہ بر پستی وغلت واقتدار او گواہ بعضی شناختہ وگواہی دادہ وبرخی گواہی میدہند ولکن او را نشناختہ اند شکی نبود ونیست کہ کل درحقیقت اولیہ لعرفان اللہ خلق شدہ اند من فاز بہذا المقام قد فاز بکل الخیر وایمقام بسیار عظیم است بشانیکہ اگر عظمت آن بتمامہ ذکر شود اقلام امکانیہ واوراق ابداعیہ کفایت ننماید وذکر ایمقام را بانتہا نرساند طوبی از برای نفسیکہ در یوم اللہ بعرفان مظہر امر و مطلع آیات ومشرق ظہورات الطافش فائز شد اوست از مقدسین ومقربین ومخلصین اگرچہ ایمقام در خود او بشانی مستور باشد کہ خود او ہم ملتفت نباشد ولکن ظہور آن را وقتی مقرر است مشاہدہ نما چہ بسیار از ناسکین کہ از رب العلمین محروم ماندہ اند وچہ بسیار از تارکین کہ باین فیض عظیم فائز گشتہ اند چنانچہ در اعصار قبل شنیدہ اید مثلاً تمار بلقاء مختار فائز شد وعالم کہ خود را از اخیار واحبار میدانست محروم ماند قدری لتفکر در کلمات منزل آیات نمائید تا از رحیق صافی کہ در آن مکنونست بیاشامید چہ بسیار از عصاۃ کہ ارياح رحمت رحمن مرور نمود وایشانرا طاہر ومقدس فرمود وچہ مقتدار از عاملین وآملین کہ بہوا ہای نفسیہ تمسک جستند واز شطر احدیہ ممنوع ومحروم ماندند امر در قبضہ قدرت سلطان مقتدر است نسئل اللہ ان یوفق الکل علی ما یحب ویرضی مشاہدہ در علمای فرقہ شیعہ نمائید کہ خود را اعلی واعظم واجل واکمل از سائر امم میشمردند وبعد از ہبوب ارياح امتحان وظہور جمال رحمن بہوی از مکمن قرب ولقا بعید ماندند واز کوثر حضور ووصال نیاشامیدند. خود را بہترین خلق میشمردند وپست ترین آن نزد حق مذکور ومع ذلک شاعر نشدہ ونیستند

نیکوست حال کسیکہ از ارادہ و رضا و مشیت خود بکلمۂ الٰہیہ طاہر شد و بارادۂ مرادِ عالمیان پیوست اوست از جواہرِ خلق نزدِ حق متعال امتی متصل الی اللہ یعنی از عباد عبدۂ ہوی بودند و ہستند و بعضی عبدۂ اقوال چنانچہ مشاہدہ شد کہ چہ مقدار از کتب در اثباتِ حق نوشتند و لیالی و ایام بذکرِ او مشغول بودند مع ذلک حرفے از بیاناتِ حق را ادراک ننمودند و بعبدۂ از بحرِ علم رحمٰن فائز نشدند۔

قدرِ این ایام را بدان لعمری ما رأت عین الابداعِ شبهها و حق را مقدس از کل مشاہدہ کن۔ اوست مجلی بر کل و مقدس از کل اصل معنی توحید اینست کہ حق وحدہٗ را مہیمن بر کل و مجلی بر مرایای موجودات مشاہدہ نمائید کلا قائم باد و مستمد از او دانید اینست معنی توحید و مقصود از آن۔ بعضی از متوہمین باوہامِ خود جمیع اشیاء را شریکِ حق نمودہ اند و مع ذلک خود را اہل توحید شمردہ اند لا و نفس الحق آن نفوس اہل تقلید و تقیید و تحدید بودہ و خواہند بود توحید آنست کہ یک را یک دانند و مقدس از اعداد شمرند نہ آنکہ دو را یک دانند و جوہرِ توحید آنکہ مطلعِ ظہورِ حق را باغیب منیعِ لایدرک یک دانی باین معنی کہ افعال و اعمال و اوامر و نواہیِ او را از او دانی من غیر فصل و وصل و ذکر و اشارہ اینست منتہی مقاماتِ مراتبِ توحید طوبیٰ لمن فاز بہ و کان من الراسخین در اینمقامات بیاناتِ لاتحصیٰ از قلمِ اعلیٰ جاری و نازل باید انشاء اللہ در صددِ آن باشید کہ بیاناتِ عربیہ و فارسیہ کہ در این ظہورِ احدیہ از مطلعِ آیاتِ الٰہیہ نازل شدہ بقدرِ قوہ جمع نمائید و مشاہدہ کنید لعمری یفتح من کل کلمۃ علیٰ قلبک باب العلم و الحکمۃ ان ربک لہو العلیم الحکیم لذا در این لوحِ مختصر نازل شدہ ہذا من فضلہ علیک اشکر ربک فی ایامک بہذا الفضل المنیع نفوسیکہ از این کاس آشامیدہ اند و باین مقامِ اعلیٰ و رفرفِ سبحانی فائز گشتہ اند کلماتِ ناس در ایشان تاثیر ننماید و اشاراتِ نفسانیہ آن نفوس را از شاطیِ بحرِ احدیہ منع نکند و امیکہ بعضی از افتنانات و امتحانات لغزیدہ و میلغزند آن نفوس فی الحقیقہ باینمقام فائز نشدہ اند مثلاً اگر شخصی ندای ورقا را فی الحقیقۃ استماع نماید البتہ بنعیقِ حیوانات از او ممنوع نشود در اینمقام کلمۂ از مصدرِ فضل و مطلعِ رحمتِ کبریٰ بر تو القاء

میسنمائیم تا از اعراض و اغماض عباد و من فی البلاد و امتحانات قضائیه و افتتانات محدثه از صراط احدیه باز نمانی و بدوام ملک و ملکوت بر امر و حب مالک جبروت ثابت مستقیم مانی۔ و آن کلمه کلمه ایست که لم یزل و لایزال در کتب الٰهیه ظاهراً و باطناً بوده و آن اینست که میفرماید یفعل الله ما یشاء و یحکم ما یرید۔ اگر نفسی بعرفان حق فائز شد و او را فعل ما یشاء و یحکم ما یرید فی الحقیقه دانست دیگر از هیچ فتنه ممنوع نشود و از هیچ حادثه مضطرب نگردد اوست شارب کاس اطمینان و اوست فائز بمقام ایقان طوبیٰ لمن شرب و فاز و ویل للبعیدین قدری تفکر نما تا از زلال سلسال بیان مالک مبدأ و معاد بیاشامی و چون طیر روحانی خفیف شوی دبهوای قدس معنوی پرواز کنی۔ و اگر نفسی بایمقام فائز نشود از اهل حق محسوب نبوده و نخواهد بود و فوز بایمقام بعنایت حق سهل و آسان بوده مع ذالک اکثری فائز نشده اند الا من شاء ربک المقتدر القدیر چنانچه مشاهده شد بعضی از نفوس اذعای عرفان نموده اند و در ظاهر بایام الله و عرفان آن فائز مع ذلک بامری از امور باسفل سافلین راجع شده اند لعمری من سمع ندائی و وجد من حلاوة بیانی لن تمنعه سطوة الملوک ولا اشارات من علی الارض ولا حجبات العالمین فضل را مشاهده کن بمقامی رسیده که تو در محل خود ساکنی و حق در سجن اعظم مع بلایای لاتحصیٰ بذکر تو مشغول تا از عنایاتش محروم نمانی و از الطافش ممنوع نشوی و بعد از عرفان حق اعظم امور استقامت بر امر اوست تمسک بها و کن من الراسخین هیچ عملی اعظم از این نبوده و نیست اوست سلطان اعمال و ربک العلی العظیم۔ و انچه از اعمال خواسته بودید در مثل این الواح ذکر آن جایز نه لاجل ضعف عباد ولکن اعمال و افعال حق مشهود و ظاهر چنانچه در جمیع کتب سماویه نازل و مسطور است مثل امانت و راستی و پاکی قلب در ذکر حق و بردباری و رضای بما قضی الله له و القناعة بما قدر له و الصبر فی البلایا بل الشکر فیها و التوکل علیه فی کل الاحوال این امور از اعظم اعمال و اسبق آن عند حق مذکور و دیگر مابقی احکام فروعیه در لفظ انچه مذکور شد بوده و خواهد بود انشاء الله بآنجناب میرسد و بما نزل فی الالواح عامل خواهند شد حال زیاده بر این ذکر آن جایز نه و انچه از احکام از موقنین شنیده اید و یا در الواح الٰهیه مشاهده نموده اید عامل گردید تا بما بقی آن فائز شوید باری روح قلب معرفت الله است و زینت او اقرار بانه یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید و ثوب آن تقوی الله

وکمال آن استقامت کذلک یبین اللہ لمن ارادہ انہ یجب من توجہ الیہ لا الٰہ الا ہو الغفور الکریم۔
الحمد للہ رب العلمین جناب اخوی علیہ بہاء اللہ را کبیر منیع از قبل مظلوم برسانید قل لعیا لک بما اقبلت الی قبلۃ العالمین۔ قدقدر لکم اجر من فاز بلقائہ وحضر لدی عرشہ العظیم در اینصورت رجوع بوطن احسن است کہ شاید از رجوع شما نفحات حبیہ بر بعضی مرور نماید وانشاء اللہ بتائیدات حق بتبلیغ امرش مؤید خواہند شد قلب کہ بحر اعظم متصل شد البتہ از او انہار جاریہ بظہور خواہد رسید نظر باضطراب این ارض وشقاوت وغفلت اہل آن برحسب ظاہر اذن ورود ندادیم ولکن قد کتبنا لکم اجر الواردین۔ قل الحمد للہ رب العلمین

آیاتِ بیان

اقتباس از کتاب مستطاب بیان

"امروز ہیچ علمی انفع از برای عبد نیست کہ بطور انصاف نظر در آیات بیان نموده کہ حقیقت حق را بعین انصاف مشاہدہ نماید تا آنکہ از لقای مظہری کہ لقاء او لقاء اللہ است ورضای او رضاء اللہ است محتجب نماند زیرا کہ کل خلق شدہ اند از برای ہمین۔ چنانکہ خداوند نازل فرموده اللہ الذی رفع السمٰوات بغیر عمد ترونہا ثم استوی علی العرش وسخر الشمس والقمر کل یجری لاجل مسمّٰی یدبر الامر یفصل الآیات لعلکم بلقآء ربکم توقنون ۵"

"ہر کس کہ خداوند در حق آن وعدۂ جنت داده بود در یوم قیامت راجع بشجرۂ محبت خود فرموده وانیت اعلیٰ علو درجات جنت کہ برضاء اللہ فائز گردند وباقرار بتوحید او متلذذ۔ وآنہا ئیکہ خداوند وعدۂ نار فرموده بود راجع بہ کلمۂ نفی فرموده وآنہا در آن نفی معذب شده زیرا کہ ہیچ عذابے اعظم از احتجاب عن اللہ وایمان باو نیست"

"قسم بذات مقدس خود کہ ہیچ جنتے از برای این خلق اعلیٰ از ظہور من وآیات من نیست ودہیچ نارے اشد از احتجاب بمن وآیات من نیست۔"

"مراد از یوم قیامت یوم ظہور شجرۂ حقیقت است۔

ومشاہدہ نمی شود کہ احدے از شیعہ یوم قیامت را فہمیدہ باشد بلکہ ہمہ موہومات امرے را توہم نمودہ کہ عند اللہ حقیقت ندارد وانچہ عند اللہ وعند عرف اہل حقیقت مقصود از یوم قیامت است اینست کہ از وقت ظہور شجرۂ حقیقت در ہر زمان بہر اسم الی حین غروب آن یوم قیامت است۔"

"واز حین ظہور شجرۂ بیان الی مایغرب قیامت رسول اللہ ہست کہ در قرآن خداوند وعدہ فرمودہ کہ اول آن بعد از دو ساعت و یازدہ دقیقہ از شب پنجم جمادی الاول سنہ ۱۲۶۰ھ کہ سنہ ۱۲۷۰ھ بعثت می شود اول یوم قیامت قرآن بودہ والی غروب شجرۂ حقیقت قیامت قرآن است زیرا کہ شئے تا بمقام کمال نرسد قیامت او نمی شود وکمال دین اسلام الی اول ظہور منتہی شد واز اول تا حین غروب اثمار شجرۂ اسلام انچہ ہست ظاہر می شود وقیامت بیان در ظہور من یظہرہ اللہ ہست۔"

"خداوند کل را وعدہ بیوم قیامت دادہ زیرا کہ یومی است کہ کل عرض برخدا می شوند کہ عرض بر شجرۂ حقیقت باشد وکل بلقاء اللہ فائز می گردند کہ لقاء او باشد۔ زیرا کہ عرض بذات اقدس ممکن نیست ولقاء او متصور نہ۔ وانچہ در عرض ولقاء ممکن است راجع بشجرۂ اولیہ است"

"ہیچ شئے از محبوب خود محجوب نگشتہ کہ اگر از کلام آن حکمے صادر شود الی یوم القیمۃ خواہد شد وبہمان اہل جنت در جنت متنعم واہل نار در نار معذب خواہند بود وحال کہ یوم قیامت است محل فصل قضا در این جبل است۔

"وخداوند لم یزل ولا یزال قرب ولقاء او بکل اشیاء بر حد سواء بودہ۔ ہیچ شئے بالنسبۃ باو اقرب از شئے نیست یا ابعد چہ عرش در فوق سموات باشد بزعم متوہمین یا مقر شجرہ کہ عن اللہ ناطق است

"وذات الٰہی لم یزل ولا یزال ظہور آن عین بطون است وبطون او عین ظہور او است وانچہ از ظہور اللہ ذکر می شود مراد شجرۂ حقیقت است کہ دلالت نمی کند الا براو۔

"وانچہ ذکر استواء او بر عرش شدہ استواء ظہور او است بر قدرت نہ این عرش حسی کہ سریر یا کرسی در فوق ارض باشد یا فلک اطلس۔

"اگر نظر کنی از ظہور اول کہ آدم اول باشد الی مالا نہایہ ذاتے نمی بینی الا اللہ ومی توانی عارف شوی بمظہر الوہیت الا از شجرۂ ظہور او کہ مشیت اولیہ باشد زیرا کہ غیر این در امکان ممکن نیست۔"

"ہر ظہور بعد علت ظہور قبل است عند اللہ بظہور اشرفیت زیرا کہ خلق عیسیٰ از برای ظہور رسول اللہ شد چنانچہ خلق قرآن از برای خلق بیان وخلق بیان از برای

ظہورِ من یظہرہ اللہ۔

آثارِ ظہورِ حقیقت در ہر ظہورے تحفہ ایست من قبل اللہ از برائے او در ظہورِ بعدِ او کہ نشائے اُخرائے اوست۔"

در ظہورِ مشیتی بارتفاعِ نفسِ ظہور کلمات آن ہم مرتفع تر است از کلماتِ قبل او بل اوّل نشاءِ اولیٰ و ثانی نشاءِ اُخریٰ عند اللہ و عند اولی الالفئدہ محقق است بلکہ نیست اوّل الّا از برائے ثانی و نہ ثانی الّا از برائے ثالث و نہ ثالث الّا از برائے رابع الیٰ مالا نہایۃ بمالا نہایۃ لہا بہا منہا الیہا ہماں قدر کہ فضلِ رسول اللہ است بر عیسیٰ ہمان قدر فضلِ قرآن است بر کتابِ قبل و ہمین قسم در ظہورِ بعد و در ظہورِ بعدِ بعد لیس لامر اللہ من حدٍ و لا لما یتجلّی اللہ من تعطیل۔

و اگر شبہۂ اعظم بودنِ قرآن نزد اولوالالفئدہ نیست بر کتابِ الف در ظہوراتِ بعد ہم شبہ نخواہد ماند و نیست ظہورِ بعد الّا بعینہٖ ظہورِ اوّل بنحوِ اشرف و نہ کتابِ او الّا ہمان کتابِ اوّل بنحوِ اشرف۔

و ظہورِ مشیت در ہر ظہور، ظہورِ مہیمنہ بر کل است ظہوراتِ حزبیہ در ظلِ او ذکر می شود۔ مثلاً انچہ از ائمہ یا شیعیان ظہور اللہ مرتفع می گردد در ظلِ ظہورِ رسول اللہ مستظل می گردد۔

شکے نیست کہ از برائے خداوند عوالم و اوادم مالا نہایۃ بودہ و غیر از خدا کسی محصی آنہا نبودہ و نیست۔

جنت در ہر زمان کمالِ آن زمان است و امروز کمال در بیان است نہ در دون آن و در ظہورِ من یظہرہ اللہ در کتابِ او الیٰ مالا نہایہ ہمین قسم ترقی می نماید۔

چہ بسا نفسیکہ در ظہورے مومنین و در ظہور دیگر در نار و چہ بسا نفسیکہ در ظہورِ قبل در نار و در ظہورِ بعد در جنت و از برائے ظہور اللہ نہ اوّل بودہ نہ آخر۔

و لم یزل و لا یزال این نشانِ مشیت بودہ عند اللہ و خواہد بود و ہیچ ظہورے نمی شود الّا آنکہ از مومنین بآن ظہور از برائے ایمان بظہورِ بعد عہد گرفتہ می شود کہ اگر وفا کنند احدے در نار نمی ماند۔

کل خیرے کہ در بیان ظاہر شود راجع باوّل من قال بلیٰ میگردد کہ تصدیقِ نقطۂ حقیقت را نمودہ و اوّل خلق او در علیین واقع شدہ و کل شیون دونِ خیر راجع باوّل من قال لا میگردد و او است مارے کہ فوق آن در بیان نیست و او جنتے است کہ فوقِ آن در بیان نیست۔ الیٰ ظہور من یظہرہ اللہ

در ہر ظہورِ مشیتی ساعت بحقیقت اوّلیہ اوست۔ اگر در ظہورِ او خبرے از قبل او نزد کسے ذکر شود لائق است ذکر ان الساعۃ آتیۃ لا ریب فیہا کہ مدلول بر علوّ او ست و امروز ساعت نفس بیان است کہ می آید مردم را دعوم میکند بر ایشان الیٰ یوم القیامۃ۔

عید میلاد

در تہنیت و مبارکبادی جشن ولادت باسعادت قلب عالم امکان مظہر ذات پاک یزدان حضرت بہاء اللہ جل ذکرہ

بتاریخ ۱۲- نومبر سنہ ۱۹۴۳ء بموقع جشن عید میلاد در بھائی ہال بمبئی خوانده شد

ساقیا ساغر بلور ضیاء است مبارک بادا — دلبرا مژدہ از تاریخ بہاء است مبارک بادا
خبرے تازہ ز ارباب صفاء است مبارک بادا — ہاتفی گفت بآوازِ مہین میگویم
عید مولودِ بہاء است مبارک بادا

مخبرِ فیضِ الٰہی بجہان پُر ثمر است — عاشقِ بی خبر از خویش چرا بی خبر است
شاہدِ مقصدِ من لؤلؤ و دُرِّ گہر است — کہ ز سر دفترِ افلاک برین میگویم
عیدِ مولودِ بہاء است مبارک بادا

عاشقِ وصل بہاء زنگیِ ریحان بطلب — عاشقی را تو زپروانۂ جانان بطلب
تشنہ گر تو بیا شربتِ ایمان بطلب — آنچہ استادِ ازل گفت ہمین میگویم
عیدِ مولودِ بہاء است مبارک بادا

چشمِ جادوی صنم رویت دیدارِ بہاء ست — حسنِ اخلاقِ اُمم مطلعِ انوارِ بہا است
صفتِ جود و کرم خلقت کردارِ بہاست — کرکہ آشفتہ جگردی بتو این میگویم
عیدِ مولودِ بہاء است مبارک بادا

بلبلِ باغِ سمن عارفِ بستانِ وفا — فخرِ گلزارِ چمن ساقیِ ایوانِ صفا
مصدرِ خلقِ حسن مخزنِ اسرارِ خفا — جلوہ گر آمدہ با اہلِ زمین میگویم
عیدِ مولودِ بہاء است مبارک بادا

ز عتیقی روشِ عیش و مسرت آموز — ز بہائی صفتِ مہر و محبت آموز
سخنِ کبر بنہ عدل و مروت آموز — کہ نجات است در این دینِ مبین میگویم
عیدِ مولودِ بہاء است مبارک بادا

تقدیم کنندہ اقل العباد رحمت اللہ عتیقی

ذوق التجاء

از کلامِ حضرت نبیل علیہ الرضوان

دگرم شرر زدہ بر روانِ شجرِ بہاتِ بہا بہا
دگرم کشاندہ بطورِ جان جذبِ سناتِ بہا بہا

دل و دین نماندہ مرا بکف کہ نثار خاکِ رہت کنم
سر و جان نہ در خورِ این شرف کہ شود فداتِ بہا بہا

نہ رہم بشہرِ لقا دہی کہ ببر کنم قمصِ لقا
نہ لبوی بحرِ فنا رہی کہ شوم فداتِ بہا بہا

تو کہ جانِ بحرِ جہانیان بیکی نظارہ دمیدہ
چہ شود کہ گاہ گہے فتد نظرے بماتِ بہا بہا

بسما زِ نای تو زمزمہ بہ ثریٰ ز اسمِ تو ہمہمہ
دلِ دلبرانِ جہان ہمہ دود از فقاتِ بہا بہا

سر و جانِ جملہ اولیا شفعا لحبِ تو شد فدا
بنظارہ در طلبِ لقا ہمہ انبیاتِ بہا بہا

اثرے نماندہ ز ذاتِ من کہ بہم درد سبحاتِ من
چہ شود کہ از ظلماتِ تن دہیم نجاتِ بہا بہا

دگرم مکن سر و کارے بجزم تو دلبر و یارے
دلِ من یکے و ہزارے شدہ مبتلاتِ بہا بہا

چہ شود بہ پیش بخوانیم ز زلالِ نور چشانیم
بہ بساطِ روح نشانیم بیک التفاتِ بہا بہا

ماہنامہ

پیامبر دہلی

جلد چہارم　　جنوری سنہ ۱۹۴۳ء　　نمبر اوّل

مناجات

ای خدا ذوقِ نکتہ دانی دہ　　رہ سوی نکتۂ نہانی دہ
چشم را نورِ حق شناسی دہ　　گوش را ہوشِ حق ستانی دہ
قلب را جستجوئے حق جوئی　　روح را رزقِ آسمانی دہ
عمر را زندگیِ جاوِیدان　　جانِ باقی بعمرِ فانی دہ
جملہ را با مقرّبانِ حضور　　ہم نشینی و ہمزبانی دہ
ظلماتست جملۂ کلمات　　تو ازان آبِ زندگانی دہ
لفظِ معنی بقدرِ دانشِ ماست　　تو بالفاظِ ما معانی دہ
انچہ میباید۔ انچہ میشاید　　ماند انیم انچہ دانی دہ

انّک انت قاضی الحاجات

عالمُ الغیب رافع الدّرجات

تقدیس

خداوند عالم فرماتا ہے:۔

"بتقوی اللہ تمسک نمایید و بذیل تقدیس تشبث کنید"

تقویٰ اختیار کرو اور پاکیزگی کا دامن مضبوط تھام لو۔

"تقدیس ہی وہ اعلیٰ مقام ہے جو انسان کی شان کے لائق ہے۔ اسی مقام پر پہنچکر انسان معراج کمال حاصل کرتا ہے۔ بغیر تقدیس کے کوئی خوبی میسر نہیں ہوتی۔ گناہ کی آلودگی وہ دلدل ہے جسمیں پھنس کر انسان قعرِ ذلت میں گر جاتا ہے اور اسی راہ سے ابدی ہلاکت میں گرفتار ہوتا ہے۔

تقدیس انسان کے لئے وہ خلعت ہے جس سے انسان بارگاہِ الٰہی میں شرفِ قبول حاصل کرتا ہے۔ اور بقائے دوام کی عزت و راحت پاتا ہے۔ پاکیزگی ہی وہ قلعہ ہے جو کوئی اسمیں داخل ہوتا ہے سرمدی امن و امان میں رہتا ہے۔ جو روح گناہوں سے آزاد ہوتی ہے ہمیشہ کی خوشی اسی کے لئے ہے اور وہ اس طرح عالم ہستی میں رہتے ہوئے سب سے بالاتر رہتی ہے جیسے پھول پانی پر تاج کی مانند رہتا ہے جو روح گناہوں اور بد اخلاقیوں میں آلودہ ہوتی ہے وہ مادی دنیا کے بحرِ ظلمات میں اس طرح ڈوب جاتی ہے جیسے پتھر پانی میں غرق ہو جاتا ہے۔ خداوندِ عالم نے فرمایا ہے

"اے میرے بندے! دنیا کے بندھن سے اپنے آپکو رہائی دے اور اپنے نفس کے قید خانے سے اپنے آپکو آزاد کر۔ وقت کو غنیمت سمجھ کہ یہ وقت جو آب حاصل ہے پھر ہاتھ نہ آئیگا۔ اور پھر تو اس عمر کو ہرگز نہ پائے گا۔"

چونکہ کیچڑ میں لتھڑے ہوئے پر وبال اُڑنے پر قادر نہیں ہوتے۔ اس لئے انسان کو لازم ہے کہ غفلت و اوہام کی کیچڑ میں پھنسنے سے اپنے آپ کو بچائے۔ کینہ اور حسد کی دلدل سے محفوظ رہ کر تقدیس و عرفان کے آسمان پر بلند پرواز ہو۔ جسم اور جسمانی چیزیں انسان کی غلام ہیں۔ لیکن بہت لوگ ہیں اپنے غلاموں کے غلام بنے ہوئے ہیں ؎

جب تک انسان خام ہوتا ہے
خواہشوں کا غلام ہوتا ہے

اور یہی چیزیں جو انسان کی غلام بنائی گئی ہیں جب انسان ان کو اپنا مخدوم و مقصود بنالیتا ہے تو پھر یہی چیزیں اس کے لئے مہلک اور دشمن جان ثابت ہوتی ہیں۔

خداوندِ عالم فرماتا ہے:۔

"دوست کی یاد میں مگن رہو اور دشمن سے بچتے رہو تمہارے دشمن تمہاری وہ چیزیں ہیں جنھیں تم نے اپنی خواہش نفسانی سے جمع کر رکھا ہے اور اپنی جان کو اُن میں آلودہ کر لیا ہے۔ جان تو جانان کی یاد کے لئے ہے۔ اُسے پاک و پاکیزہ رکھو۔"

اور فرماتا ہے:۔

"تم زمین کی طرح سراپا تسلیم ہو جاؤ تاکہ تمہاری

زمین ہستی سے خوشبودار رنگارنگ اور پاکیزہ گلزار عرفان نمودار ہو جائیں اور تم آگ کی مانند تیز اور گرم ہو جاؤ تاکہ غفلت کے گہرے پردوں کو جلا ڈالو۔ اور غفلت کے پردوں میں پڑے ہوئے سرد جسموں کو محبتِ الٰہی کی گرمی سے زندہ اور قائم رکھو۔ اور تم ہوا کی مانند لطیف بنو۔ تاکہ تم میری محبت کی تقدیس کے خلوت خانے میں داخل ہو جاؤ۔"

منادیِ غیب پکار رہا ہے :-

"اے فرزندِ وجود! تیرا دل میری فرودگاہ ہے میرے آنے کے لئے اسے صاف ستھرا کر۔ تیری روح میرا جلوہ گاہ ہے میری جلوہ آرائی کے لئے اسے پاک و پاکیزہ رکھ۔"

آسمانِ رحمت سے صدا آ رہی ہے :-

"اے چلتی پھرتی مٹی! میں تجھ سے محبت رکھتا ہوں اور میں تیرے پاس ہوں اور تو مجھ سے بے تعلق اور بے آس بنا ہوا ہے۔ تیرے گناہ کی تلوار نے تیرے درخت امید کو کاٹ ڈالا ہے۔"

"اے خاک پر اگنے والی گھاس! یہ کیا بات ہے کہ شکر میں تنے ہوئے ہاتھ سے تو اپنے کپڑے کو نہیں چھوتا۔ نفسانی خواہشوں کے میل کچیل سے بھرا دل لے کر میرے ساتھ رہنا چاہتا ہے اور میرے پاک مقامات میں آنا چاہتا ہے؟"

نیکی اور نیک آدمی

وہ مالک جس نے سب کو بنایا ہے اُسی کی رحمت میں سب کے لئے پناہ ہے۔ جو کوئی اس کی رحمت کے سایہ تلے زندگی بسر کرتا ہے، سب سے بڑا خوش نصیب ہے۔

خدائی رحمت کا ایک بڑا نشان یہ ہے کہ انسان کے دل میں دوسروں کے لئے رحمت کے جذبات موجزن ہونے لگتے ہیں۔ انسان کا دل تعصب سے پاک ہو جاتا ہے اور مخلوقِ الٰہی سے محبت کا برتاؤ کرنے لگتا ہے۔ سب کی بھلائی چاہتا ہے۔ جس شخص کے دل کی یہ حالت ہو وہ سمجھ لے کہ اس پر خدا کی رحمت کا نزول ہو رہا ہے۔

دنیا کی سب نعمتیں خدا کی رحمت ہیں۔ لیکن دل کا محبت گاہ بن جانا بڑی رحمت کا ظہور ہے۔ ایمان اور نیکی رحمتِ الٰہی کے محبوب اثرات ہیں۔ نہایت مستعدی سے رحمت کی جستجو کرنی چاہیئے۔ جو لوگ کمزوروں کی دستگیری کرتے ہیں قدرت کا ہاتھ ان کی دستگیری کرتا ہے۔ جو لوگ ظالموں کو دباتے ہیں اور مظلوموں کی مدد کرتے ہیں وہ سچے بہادر ہیں۔ خدا ان کا حامی ہوتا ہے۔ باہمت و شجاع وہ لوگ ہیں جو بے خوف ہو کر امرِ حق کو قبول کرتے ہیں۔ اور کسی سے نہیں ڈرتے۔ جو غیرِ خدا سے ڈرتے ہیں وہ شرک سے دور نہیں جو انسان با اخلاق ہوتا ہے قدرت دلوں میں اس کی عزت پیدا کر دیتی ہے۔ جو لوگ کلامِ الٰہی پر یقین رکھتے ہیں وحیِ الٰہی کی خوشگوار ہواؤں میں زندہ رہتے ہیں۔ جو مقدس روحیں

اسرارِ حقیقت کی تلاش میں سرشار رہتی ہیں۔ انھیں ایک لازوال خزانہ ملتا ہے۔ وحیِ الٰہی کا ہر کلمہ ایک جامِ حقیقت ہے۔ جس کی خوشبو سے حیاتِ ابدی کا دماغ معطر ہوتا ہے۔ ہر پیمبرِ حق بادۂ وحدت کا ساقی ہوتا ہے۔ شرابِ معنوی کے پینے والے سراپا عقل و ہوش ہوتے ہیں۔ جذباتِ نفسانی میں مبتلا رہنے والے کو شرِ روحانی سے محروم رہ جاتے ہیں۔ جلوۂ حقیقت آفتابِ عالمتاب کی مانند ظاہر و آشکار ہے۔ لیکن مجازی آنکھیں دید سے محروم ہیں۔ فطرت جذبۂ شوق سے لبریز ہے۔ لیکن ماذیت کا حجاب نظر کو مرکز تک نہیں پہنچنے دیتا۔ شعلۂ اشتیاق پورے طور پر بھڑک اٹھے تو تمام پردے جل جائیں۔ اور اس محبوب کا جلوۂ نور دکھائی دے جائے جو سب نوروں کا نور ہے۔ اس کام کے لئے ایک عظیم محرک لازم ہے۔ ایک سچے ہادی و رہنما کی ضرورت ہے۔ جن کی فطرت پر غبار نہیں آیا وہ جلوۂ مقصود کو بے حجاب دیکھ لیتے ہیں۔ آنکھ جب تندرست ہوتی ہے تو سب کچھ خود بخود دیکھتی ہے۔ اور باایں ہمہ ذرا سے پلک سے آنکھ ڈھک جاتی ہے اور ساری کائنات نظر سے چھپ جاتی ہے۔ ہمیشہ دھیان رکھنا چاہئے کہ چشمِ بصیرت پر کوئی حجاب نہ آجائے۔ جو لوگ روحانی بیداری میں ہوشیار رہتے ہیں وہ صحیح علم و عمل پر ایسے قائم رہتے ہیں کہ دنیا بھر کی فوجیں اور طاقتیں انھیں ہٹا نہیں سکتیں۔ وہ دوسروں کو بھی اچھی ترغیب دیتے ہیں۔ وہ اپنے اقوال سے بھی نصیحت کرتے ہیں اور اعمال سے بھی بہترین نمونہ دکھاتے ہیں۔ وہ اچھے پاکیزہ اخلاق سے دلوں کو مسخر کرتے ہیں۔ ان کے پاک اعمال دینِ حق کے کامیاب مبلغ ہوتے ہیں۔ ان کے قلوب سے علم و معرفت کے چشمے ابلتے ہیں۔ ان کی باتوں میں زندگی بخش اثر ہوتا ہے۔ عالمِ غیب سے انھیں فیوضِ الٰہی پہنچتے ہیں۔ ایسے لوگ روحانی طبیب ہوتے ہیں جو دل کی بیماریوں کو اچھا کرتے ہیں۔ اُن کا سراپا امانت کی قمیص سے آراستہ ہوتا ہے۔ راستبازی اُن کا لباس ہوتا ہے۔ وہ روحانی کمالات میں ترقی کرتے ہیں۔ یہانتک کہ تمام عالم سے اونچے مقام پر جا پہنچتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر لوگوں کی آنکھ کھل جائے تو سب لوگ حق پرستی کے لئے جان فدا کر دیں۔ سیدھی سادھی بات یہ ہے دنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو سچائی اور اچھائی کو پسند نہ کرتا ہو۔ ہر انسان کی روح بھلائی کو چاہتی ہے۔

ایک یہ بھی حقیقت ہے کہ نیک آدمیوں کی عزت و عظمت سب کے دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اور برے اخلاق و اعمال اور برے آدمیوں سے سب کو گھن آتی ہے۔ یہ ایک فطری اور قدرتی بات ہے۔ اس سے حق و صداقت کی عظمت آشکار ہو جاتی ہے۔

جنابِ فاضل علمی

گذشتہ اخیر نومبر میں طویل تبلیغی سفر کے لئے دہلی سے تشریف لیگئے ہیں آپ اُن مقامات کا بھی دورہ کرینگے جہاں نئی محافل اور جماعتیں قائم ہوئی ہیں۔ تاکہ وہ ان جماعتوں کی تنظیم کر سکیں۔ اِنشاءاللہ تعالیٰ۔ آپ کا موجودہ پتہ یہ ہے:-

"پریم نگر۔ علیگڈھ"

رفتارِ جنگ اور جدید تمدّن

تین سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا کہ مغربی جنگ کے شعلوں میں جہاں مغربی دنیا مجسم ہو رہی ہے وہاں مشرقی دنیا بھی ان شعلوں کی لپیٹوں سے جھلس رہی ہے۔ بڑی بڑی حکومتیں پریشان ہیں۔ رؤسا رمضطرب ہیں۔ اُمرا رمتفکر ہیں۔ غربا بے چین ہیں۔ علما رمضطرب تو جہلا رمنقلب ہیں۔ یہ اضطراب وانقلاب صرف اس لئے ہے کہ دنیا بھر کے علما رمدبّرین اور سیاسیون کو بتایا جاتے کہ حقیقی علم۔ صحیح تدبیر۔ بہترین سیاست کا جاننے والا صرف اور صرف خدائے عالم الغیب ہی ہے۔ جو ہمیشہ ہمیش سے ضرورت کے وقت اپنے بندوں کو اپنے فرستادہ کے ذریعے حقیقی علم۔ صحیح تدبر اور بہترین سیاست دیتا رہا ہے۔ اور دُنیا کی کوئی طاقت ایسی نہ تھی خواہ علمی ہو یا سیاسی جو اس خدائی علم اور سیاست کو پھیلنے سے روک سکی ہو۔

آج سے تقریباً ایک صدی پہلے حضرت بہاء اللہ جلّ ذکرہ الاعظم نے دنیا بھر کے علما رو مدبّرین اور سیاسیون کو گوناگون طریق سے مطلع فرمایا کہ عصرِ حاضر کے لئے جس علم اور تدبر اور سیاست کی ضرورت ہے خداوند عالم نے کامل طور پر اس علم و سیاست کو میرے ذریعے ظاہر کر دیا ہے۔ جو شخص بھی اس صحیح علم اور سیاست سے استمساک نہ کریگا پستی کے جہنم میں گرایا جائیگا۔

دنیا بھر کے نام نہاد علما رو سیاسیون نے اس ناصحِ مشفق کی آواز پہ کان نہ دھرا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علما رکے غلط علم سے اقوام گمراہ ہوئیں۔ اور سیاسیون کی غلط سیاست نے اقوامِ عالم کو جہنم کا نمونہ بنا دیا۔

عالم انسانی کی اس عبرتناک جہنمی موت کو دیکھ کر ماہرینِ سیاست دنیا کے مستقبل میں جس "نظامِ جدید" کو دیکھنا چاہتے ہیں وہ ایک ماہر قانون کے الفاظ میں ہم درج کرتے ہیں۔

دہلی کے اخبار "رفتارِ جنگ" کے صفحہ ۵ پر بعنوان "ایک چینی ماہرِ قانون کی رائے" لکھا ہے :-

"چین کے ایک مشہور ماہرِ قانون وانگ چنگ ہوئی نے ایک تقریر کے دوران میں کہا کہ جنگ کے بعد دنیا کے نظام کی بنیاد قوموں اور نسلوں کی مساوات کے اصول پر ہونی چاہئے اور یہ جماعت کثرت رائے سے جو کچھ فیصلہ کر دے اسی کی سب حکومتیں پابند ہوں ہتھیاروں کا استعمال ممنوع ہونا چاہئے۔ سوائے اس صورت کے کہ بین الاقوامی جماعت کسی ملک کو اپنی حفاظت کے لئے اسکی اجازت دے۔ بین الاقوامی بری۔ بحری اور ہوائی پولیس ہونی چاہئے جو ایک بین الاقوامی عدالت کے ماتحت ہو۔ معاشی معاملات کے طے کرنے کے لئے بھی ایک بین الاقوامی ادارہ ہونا چاہئے۔ دنیا کے مختلف ملکوں کو چاہئے کہ اپنی حفاظت کے لئے گروہ بنا لیں۔"

ایک ماہر قانون کی یہ تقریر جسے آج بنظرِ استحسان دیکھا جا رہا ہے آج سے تقریباً ایک صدی پہلے بہائی تعلیمات میں مکمل اور مفصل طور پر پیش

کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبدالبہاء حضرت بہاء اللہ جل اسمہ الاعلیٰ کی تعلیمات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ کہ

"مسئلۂ صلح عمومی کے متعلق حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں کہ ایک محکمۂ کبریٰ بنانا چاہیئے۔ کیونکہ تمام قوموں کی جماعت اور لیگ آف نیشنز اگرچہ وجود میں آچکی ہے لیکن پھر بھی وہ صلح عمومی کا مقصد پورا نہیں کرسکتی۔ لیکن وہ محکمۂ کبریٰ وہ لیگ اقوام جس کو حضرت بہاء اللہ نے فرمایا ہے وہ اس فرض کو نہایت طاقت وقوت کے ساتھ ادا کرسکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر سلطنت وملت کی پارلیمنٹ اپنی اکثریت واقلیت کے مطابق اسے دو یا تین مدبر آدمیوں کو منتخب کرے جو تمام حکومتوں اور قوموں کے حقوق اور قوانین اور عالم انسانی کی ضروریات سے واقف ہوں۔ اور ان منتخب شدہ اشخاص کے متعلق دارالامارہ یا مجلس حکام یا مجلس وزراء یا صدر جمہوریت یا بادشاہ تصدیق کرے تاکہ یہ لوگ اس سلطنت وملت کے منتخب نمائندے سمجھے جائیں۔ یہ محکمۂ کبریٰ ایسے اشخاص سے مرکب ہوگا۔ اور تمام عالم انسانی اسمیں شریک ہوجائیگا۔ کیونکہ ان میں سے ہر نمائندہ اپنی ملت یا سلطنت کا قائم مقام ہوگا جب یہ محکمہ کسی بین الاقوامی عدالت کا بالاتفاق یا کثرت آراء سے فیصلہ کریگا تو مدعی یا مدعا علیہ دونوں کو چون وچرا کی گنجایش نہ ہوگی۔ جس وقت کوئی سلطنت اس محکمۂ کبریٰ کے اٹل فیصلہ کو التواء میں ڈال دے گی یا اس کے نفاذ میں تاخیر کریگی تو تمام عالم انسان اس کے خلاف کھڑا ہوجائے گا۔ کیونکہ اس لیگ اقوام کی پشت پر تمام سلطنتیں ہونگی۔ غور کیجئے کس قدر مضبوط اصول ہے۔ لیکن کسی محدود اور بے طاقت جماعت سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔"

(رسالہ صلح کل صفحہ ۲۳ - ۲۴)

مختصر یہ کہ رفتار جنگ اپنی سرعت رفتاری سے زر اور زور کی طاقتوں کو کچلتے ہوئے عالم انسانی کے ذہنوں کو اس اصول اتحاد بشر کے قریب لا رہا ہے۔ جسے عصر حاضر کے لئے خدا نے مقرر فرمایا۔ کاش زر اور زور کے بل بوتے پر حکومت کرنے والے آج بھی اس سنہری اصول، خوبصورت مضبوط اور مکمل اصول حکومت کو سمجھیں۔ اور ماہران قانون اس اصول حکومت کو حکومتوں کے سامنے زور وشور سے پیش کریں۔ تاکہ نوع بشر گہوارۂ امن میں چین کی زندگی بسر کرے۔ ورنہ سیاسیون اور حکومتوں کو سمجھ لینا چاہیئے کہ عصر حاضر کے مستقبل کے لئے خدا نے آج اسی اصول حکومت کو پسند فرمایا ہے جو نافذ اور جاری ہوکر رہیگا۔ اور دنیا کا کوئی علم اور کوئی طاقت اسے نہ روک سکیگی۔ ع

بر رسولان بلاغ باشد وبس

ایم۔ اے۔ صمد انصاری۔ دہلی

علمائے اسلام سے چند سوالات

(۱)

عذابِ قبر

اردو ترجمہ "مشکوٰۃ المصابیح" مطبوعہ مجید برقی پریس دہلی کے صفحہ ۳۸ پر لکھا ہے :-

"عائشہ نے رسول اللہ صلعم سے عذابِ قبر کا حال پوچھا۔ آپ نے فرمایا قبر کا عذاب حق ہے"

(بخاری و مسلم)

اسلامی معتقدات کے مطابق جیسا کہ محولہ بالا حدیث سے ظاہر ہے۔ اگر قبر کا عذاب حق ہے۔ تو کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ

(۱) منکر نکیر قبر کے اندر کیسے داخل ہوتے ہیں؟ (۲) مُردہ قالب میں روح کیونکر واپس آجاتی ہے؟ (۳) اگر قبر ستر گز مربع کھل جاتی ہے تو اوپر کی مٹی نیچے کیوں نہیں گرتی (۴) قریب کی قبروں کے مُردے کہاں چلے جاتے ہیں (۵) جلنے والے۔ ڈوب جانے والے مردوں کے لئے یہ برحق عذاب کیونکر ثابت ہے (۶) اس حدیث کا کیا مطلب ہے کہ وہ (یعنی کافر قبر میں) ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیگا۔ یہاں تک کہ خدا اس کو اس جگہ سے (یعنی قبر سے) اٹھائے۔ (ترمذی) (مشکوٰۃ المصابیح اُردو صفحہ ۴۰) جبکہ ڈوبنے والے کی قبر سمندر کی مچھلیاں ہوں؟

اگر کہا جائے کہ قبر سے مراد وہ جگہ ہے جو انسان کو مرنے کے بعد ملتی ہے تو

(الف) قبر کے ستر گز کھلنے اور کافر کو دبانے کا کیا مطلب ہے؟

(ب) اس قبر میں کافر کو ۹۹ یا ۷۰ اژدہوں کے کاٹنے اور ڈسنے کے کیا معنی ہیں؟ (مشکوٰۃ المصابیح ص۴۱۱) کیا ان اژدہوں سے مومن خوف نہ کھائینگے؟

(ج) آنحضرت صلعم نے فرمایا "میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ تم قبروں کے اندر فتنہ میں ڈالے جاؤ گے۔ یعنی تم کو آزمایا جائیگا اور یہ امتحان فتنۂ دجال کے قریب قریب ہوگا۔"

(مشکوٰۃ المصابیح اردو ص۴۲۲)

پس اگر قبر سے مراد مرنے کے بعد ملنے والی جگہ ہے تو اس قبر کے مردوں کو فتنۂ دجال کے قریب امتحان سے کیا تعلق؟ جبکہ ظہورِ دجال اس دنیا میں ہے اور اس کے فتنہ و امتحان کا تعلق زندوں سے ہے نہ کہ مُردوں سے؟

(۲)

برزخ

(۱) اگر قیامت تک ارواح برزخ میں رہینگی اور انھیں جنت اور دوزخ کی سی راحت یا تکلیف قیامت تک پہنچتی رہیگی تو

(الف) اس راحت اور رنج میں وہ دو آدمی کیسے مساوی ہو سکتے ہیں جو ابتدائے آفرینش میں مرے (مومن یا کافر) اور جو عین اُس وقت مرے جبکہ

آسمان اور زمین کی ہر شئے مع برزخ فنا ہو جائیگی اور صرف خدا ہی کی ذات باقی رہ جائے گی۔ اور اس کے بعد مومن اور کافر جنت اور دوزخ میں داخل کر دیئے جائینگے

(ب) جبکہ قبر کے معنی برزخ ہیں اور عذاب قبر برحق ہے اور یہ قبر قیامت کے دن ختم ہو جائیگی۔ تو عین قیامت کے دن مرنے والوں کے لئے یہ عذاب قبر کیونکر برحق ثابت ہوگا جبکہ قبر ہی ختم ہو چکی؟

(ج) برزخ کی راحت اور تکلیف کیونکر مجرا دی جائے گی؟

(3)

فنائے کلی

(ا) کہا جاتا ہے کہ صور کے نفخۂ اول کے وقت زمین و آسمان کی ہر شئے محو و معدوم ہو جائے گی اور صرف ذاتِ خداوندی باقی رہ جائے گی۔ یہ عقیدہ قرآن کریم کی مفصلۂ ذیل آیات کے مخالف ہے:-

(الف) ونفخ فی الصور فصعق من فی السمٰوات ومن فی الارض الا من شآء اللہ (الزمر)

اور جب صور پھونکا جائے گا تو زمین و آسمان کے رہنے والے بیہوش ہو کر گر جائینگے۔ لیکن وہ جسے خدا چاہے"

پس جبکہ صور کے نفخۂ اول کے وقت فنائے کلی ثابت نہیں بلکہ بیہوش ہونا ثابت ہے۔ تو فنائے کلی کا عقیدہ غلط ہے تو اگر صعق کے معنی موت کئے جائینگے تو بھی الا من شاء اللہ کے ظل میں بعض لوگوں کو موت سے مستثنیٰ تسلیم کرنا ہوگا۔ اور اگر کہو کہ نفخِ صورِ اول میں اہلِ برزخ یا موسیٰ علیہ السلام بیہوش نہیں ہونگے تو بھی صرف خدا کی ذات اکیلی نہ رہی۔ اور فنائے کلی ثابت نہ ہوئی۔ الغرض

دو گونہ رنج و عذاب است جانِ مجنوں را
عذابِ فرقتِ لیلیٰ و صحبتِ لیلیٰ

(ب) شیطان نے کہا انظرنی الی یوم یبعثون (الاعراف ۱۴) مجھے اس وقت تک مہلت دیجئے جبکہ یہ لوگ مرکر جی اٹھیں فرمایا انک من المنظرین، تو ان میں سے ہے جن کو مہلت دی گئی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیطان اور اس کے ساتھی لوگوں کے مرکر جی اٹھنے تک فنا نہیں ہونگے۔ ورنہ یوم یبعثون تک مہلت ثابت نہیں ہوگی۔ اور اگر مہلت درست ہے تو فنائے کلی ثابت نہیں ہوگی۔ یعنی یہ کہ صرف اور صرف خدا ہی کی ذات اکیلی رہ جائے گی۔ حالانکہ لوگوں کے مرجانے پر شیطان اور وہ لوگ جو مہلت دیئے گئے ہیں زندہ رہینگے کیونکہ ان کی مہلت یوم یبعثون تک ہے۔ یعنی مرکر جی اٹھنے تک۔ پس خدا کی ذات اکیلی نہ رہی اور فنائے کلی ثابت نہ ہوئی۔

4

یوم البعث

(ا) یوم البعث میں منکرین دو موتوں اور دو زندگیوں کے مقر ہیں (المومن ۱۱) یہ دو موتیں اور دو زندگیاں کون سی ہیں؟

(الف) اگر کہا جائے کہ ایک موت نیستی کی حالت ہے جس سے انسان پیدا ہوا۔ اور ایک ظاہری موت۔ تو صور کے نفخۂ اولیٰ کے وقت فنائے کلی ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ خدا کی ذات کے ساتھ اہلِ برزخ ہونگے۔

(ب) اور اگر نفخِ صورِ اولیٰ کے وقت اہلِ برزخ کی موت تسلیم کرو۔ تو فنائے کلی تو ثابت ہوگئی۔ مگر موتیں دو کی بجائے تین ہوگئیں۔ جو منشائے قرآنی کے خلاف ہے

(ج) اور اگر ایک موت ظاہری اور ایک نفخِ صورِ اولیٰ کی موت تسلیم کرو۔ تو چونکہ نفخِ صورِ اولیٰ میں مرنے والوں کے ساتھ ہی برزخ ختم ہوگیا۔ اس لئے نفخِ صورِ اولیٰ سے مرنے والوں کی ایک ہی موت ثابت ہوئی اور یہ بھی کلامِ الٰہی کے خلاف ہے۔

(د) اگر نفخِ صورِ اولیٰ سے مرنے والوں کے ساتھ بید الشش سے پہلے کی موت لگا کر دو موتیں کہو تو بعض کے لئے تین اور بعض کے لئے دو موتیں ثابت ہوئیں۔ اور کلیہ غلط ہوگیا۔ جو کلامِ الٰہی کے منشاء کے خلاف ہے۔

(ھ) نیز برزخ کے متعلق یہ الفاظ ہیں :-

ومن ورائھم برزخ الیٰ یوم یبعثون (المومنون: ۱۰۰)

اور ان کے سامنے (یعنی مرنے والوں کے سامنے) برزخ ہے اس دن تک جو اٹھائے جائیں۔

پس برزخ کا یوم البعث تک رہنا ضروری ہے۔ اس لئے

(۱) خدا کی ذات اکیلی نہ رہی اور فنائے کلی ثابت نہ ہوئی۔

(۲) بید الشش سے پہلی حالت کا نام موت رکھنا غلط ہے کیونکہ موت نام ہے زوالِ حیات کا نہ کہ عدم اور نیستی کا

(۳) جس کا بدیہی نتیجہ یہ نکلا کہ موت ایک ہی ثابت ہوئی یعنی ظاہر طور پر مرنا۔ برزخ چونکہ یوم البعث تک ہے اس لئے دوسری موت ثابت نہیں۔ پس دو موت اور دو حیات کے کیا معنی ہوئے؟

(۵)

حشرِ اجساد

کہا جاتا ہے کہ خداوند عالم انسانوں کو اسی جسم کے ساتھ کھڑا کریگا جیسا کہ فرمایا: ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامہ بلیٰ قادرین علیٰ ان نسوی بنانہ (القیٰمۃ ۳)

کیا انسان خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہیں کرینگے؟ ہاں ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کے (سارے) اعضاء کو پورا کریں۔

افریقہ کے وحشی جو انسانوں کو کھا کھا کر پلے ہیں اگر قیامت کے دن ان وحشیوں کے جسموں سے ذرات لیکر کھائے ہوئے انسانوں کے اعضاء کو پورا کیا گیا تو افریقہ کے بیشمار وحشیوں کے اجسام عدمِ محض ہو جائینگے۔ در این صورت یہ لوگ جنت اور دوزخ میں کیونکر جائینگے؟ اور ان کا حساب کتاب کیونکر ہوگا؟ اگر کہو کہ دوسرے انسانوں کے ذرات لیکر ان کے جسم پورے کئے جائینگے تو دوسرے انسان عدم ہو جائینگے۔ در این صورت وہ لوگ نہ جنت میں بھیجے جا سکتے ہیں نہ دوزخ میں؟

(۲) اور اگر کہو کہ ان نبدل امثالکم وننشئکم فی ما لا تعلمون ۰ (الواقعہ ۵۶: ۶۱) یعنی ہم اس سے عاجز نہیں کہ تمہاری شکل بدل کر لائیں اور تمھیں اس صورت میں پیدا کریں جو تم نہیں جانتے" کے ماتحت ان لوگوں کی شکل خدا اور بنا دے گا تو نئے بنے ہوئے لوگوں نے جب کوئی نیک یا بد کام کیا ہی نہیں کیونکہ یہ ابھی ابھی بنائے گئے ہیں تو جنت کا انعام اور دوزخ کی سزا کس عمل کی پاداش ہوگی؟

(۳) جبکہ قانونِ حرکت کے ماتحت ہر ساتویں سال جسم کا ہر ذرہ بدل جاتا ہے تو ستر سالہ بڈھے نے اپنی عمر میں دس قالب اختیار کئے۔ ان دس قالبوں میں سے جزا یا سزا کا مستحق

کون سا قالب ہوگا ؟

(۶)

دیدارِ خداوندی

(۱) قرآن کریم میں ہے' یدبر الامر یفصل الآیات لعلکم بلقاء ربکم توقنون (رعد) یعنی دینِ اسلام کی تدوین وتکوین اور قرآن کریم کی آیاتِ مبارکہ کی تشریح وتفصیل کا مدعائے منتہی یہ ہے کہ تم لقائے ربانی کا یقین کرلو۔

اور آنحضرت صلعم نے ایک خطبۂ حج میں فرمایا (اے لوگو!) عنقریب تم اپنے پروردگار سے ملوگے۔ وہ تم سے تمھارے اعمال کو پوچھیگا۔" (اردو ترجمہ مشکوۃ المصابیح ص۵۰۱)

پس نفسِ قرآنیہ وحدیثیہ کی رو سے سوال یہ ہے کہ کیا خدا کی ملاقات اور اس کی دو بدو گفتگو ممکن ہے؟ اگر ممکن ہے تو دو بدو گفتگو کرنے والے اور ملاقات کرنے والے کا تجسم لازم آتا ہے۔ کیونکہ بغیر تجسم دو بدو گفتگو اور ملاقات ناممکن ہے اور لزوم تجسم خدا کے حدوث پر دال ہے اور ہر حادث فانی ہے۔ جو ذاتِ خداوندی کے شانی ہے۔ پس بتایا جائے کہ ملاقاتِ خدا اور اس کا اعمال انسانی کے متعلق پوچھ گچھ کرنا کیونکر ممکن ہے؟

(۲) قرآن کریم میں ہے جاء ربک (الفجر) اے محمدؐ تیرا رب آئیگا' اور حدیث شریف میں ہے کہ زبیر بن عدی کہتے ہیں کہ ہم انس بن مالک کے پاس گئے اور ان سے حجاج کے مظالم کی شکایت کی۔ انھوں نے کہا کہ صبر کرو: اس لئے کہ آئندہ جو زمانہ آئے گا وہ زمانہ گذشتہ سے بدتر ہوگا۔ اور اسی طرح اس کے بعد کا زمانہ اس سے بدتر ہوگا۔ یہاں تک کہ تم خدا سے جا ملو۔ یہ بات میں نے تمھارے نبی صلعم سے سنی ہے۔" (مشکوۃ المصابیح اردو ترجمہ ص۴۸۷)

قرآن کریم اور حدیث شریف سے ثابت ہے کہ مسلمانوں کا رب آئیگا۔ اور وہ اپنے رب سے ضرور ملینگے۔ نیز یہ کہ رب سے ملنے سے پہلے پہلے کا زمانہ بدترین ہوگا۔ یعنی مسلمانوں کی بدترین حالت رب سے ملاقات کے وقت سے رو بہ اصلاح ہو جائے گی۔ کیونکہ اہل اسلام کی بدترین حالت لقائے ربانی تک ہی بیان کی گئی ہے۔ تو کیا یہ لقاءِ ربانی اہل اسلام کو اسی دنیا میں حاصل ہوگی؟ تاکہ اہل اسلام کی بدترین حالت رو باصلاح ہو جاتے؟ اور اگر فنائے عالم کے بعد خدا سے ملاقات ہوگی تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ فنائے عالم تک اہل اسلام کی حالت بدترین ہی رہیگی۔ دراین صورت

(الف) مہدی ومسیح کی آمد اور ان کے اہل اسلام کی حالت کو بہتر بنانے کی پیشینگوئیاں بیکار ہوئی جاتی ہیں۔ کیونکہ بقول آنحضرت صلعم مسلمانوں کے لئے مستقبل کی ہر گھڑی بد سے بدترین ہے۔ حتّٰی تلقوا ربکم۔ یہانتک کہ تم اپنے پروردگار سے ملاقات کروگے۔ دراین صورت کوئی مہدی مسیح' امتِ محمدیہ کا مصلح قرار نہیں دیا جاسکتا۔

(ب) فنائے عالم کے بعد اہل اسلام کی حالت بہتر ہوگا کوئی باعثِ فخر نہیں ہے۔ کیونکہ اسوقت نوعِ بشر کا ہر فرد جزائے اعمال کیوجہ سے بہتر ہو جائیگا۔ نہ کہ مسلمان من حیث القوم بہتر ہو جائینگے۔

(۳) حدیث شریف میں ہے کہ

(الف) "خدا تعالےٰ تم پر مخفی نہیں ہے۔ وہ کانا نہیں ہے اور مسیح الدجال کانا ہے۔"

(ب) "خبردار دجال کانا ہے اور تمھارا پروردگار کانا نہیں ہے۔"

(اردو ترجمہ مشکوۃ المصابیح ص۴۸۵)

ان احادیث میں اللہ اور رب کو مسیح الدجال کے بالمقابل رکھکر فرمایا کہ اللہ اور رب تو کانا نہیں مگر دجال کانا ہے۔

یہاں اللہ اور رب کو دجال کے بالمقابل کیوں رکھا ہے؟ اگر کہو کہ دجال ادعائے الوہیت وربوبیت کریگا۔ تو ہوگا تو آخر انسان ہی پھر حقیقی اللہ اور رب کے بالمقابل اسے کیوں رکھا؟ کیا حقیقی اللہ اور رب کے بالمقابل یہ تمیز کافی نہیں؟ کہ وہ انسان ہے اور کوئی انسان حقیقی اللہ اور رب نہیں ہو سکتا۔ بالخصوص اس صورت میں کہ بقول اہل اسلام اسم اللہ کا اطلاق بمعنی حقیقی اللہ غیب غیر لایدرک کے کسی انسان پر ہوتا ہی نہیں۔ پھر غیب لایدرک کے بالمقابل رکھ کر کہنا کہ اللہ کانا نہیں اور دجال کانا ہے کیا خصوصیت رکھتا ہے؟ جبکہ مقابلہ دجال اور مسیح کا ہے نہ کہ اللہ اور دجال کا

؟ ؟ ؟

پیغامِ صلح کے نامہ نگار سے چند سوالات

اخبار پیغام صلح لاہور مجریہ ۱۲ نومبر ۱۹۴۲ء کے صفحہ ۱۱ پر لکھا ہے

"تورات شریف کی طرح قرآن مجید کا بھی یہی مذہب ہے کہ ایک مدعی ماموریت کا قتل ہو جانا اس کے ملعون ہونے کا مترادف ہے"

(۱) جماعت احمدیہ آف لاہور جناب میرزا صاحب کو ایسا ہی مدعی ماموریت خیال کرتی ہے جیسا کہ جناب سید احمد بریلوی کو تیرھویں صدی کا مجدد" مانتی ہے۔ اور اسلام کے یہ بارہویں خلیفہ مدعی ماموریت ہونے کی حیثیت سے قتل ہو گئے (دیکھو تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۱ سطر ۲۰)

پس اگر قرآن شریف کا یہ مذہب ہے کہ "ایک مدعی ماموریت کا قتل ہو جانا اس کے ملعون ہونے کا مرادف ہے" تو کیا جماعت احمدیہ آف لاہور حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ اعلان کریگی؟ کہ حضرت موصوف چونکہ مدعی ماموریت ہونے کی حیثیت میں قتل ہو گئے ہیں۔ اس لئے قرآن مجید کے مذہب کے مطابق سید احمد بریلوی (نعوذ باللہ) ملعون تھے۔

(۲) اور اگر تورات شریف کا بھی یہی مذہب ہے کہ ایک "مدعی ماموریت" کا قتل ہو جانا اس کے ملعون ہونے کا مترادف ہے" تو کیا جماعت احمدیہ آف لاہور حضرت یحییٰ کے بارے میں یہ اعلان کرے گی کہ حضرت موصوف چونکہ "مدعی ماموریت" ہونے کی حیثیت میں اس لئے تورات شریف کے مذہب کے مطابق حضرت یحییٰ (نعوذ باللہ) ملعون تھے۔ کیونکہ بعض احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت یحییٰ قتل ہو گئے (دیکھو اخبار الفضل ۱۷ ستمبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۶) نیز خود تورات شریف سے بعض انبیاء کا فی الواقع قتل ثابت ہے (ملاحظہ ہو تفسیر بیان القرآن صفحہ ۷۲)

(۳) حضرت مسیح کو واقعہ صلیب ۳۳ ½ سال کی عمر میں پیش آیا۔ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۱)

اس واقعہ صلیب کے بعد حضرت مسیح پر کیا وحی نازل ہوئی؟ کتنے عرصہ تک وحی نازل ہوتی رہی؟ وہ وحی کس قوم کے پاس ہے؟ ان امور کا تاریخ میں کوئی ثبوت نہیں۔ جو اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ واقعہ صلیب کے ساتھ ہی حضرت مسیح ختم ہو گئے۔ اگر ختم نہیں ہوئے تو واقعہ صلیب کے بعد کی وحی اور

اس قوم کا ثبوت جس قوم کو وہ وحی سنائی گئی پیش کرنا چاہیئے مگر واقعۂ صلیب کے بعد کی وحی اور اس وحی کے سننے والی قوم کا ثبوت نہ ہونا اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ حضرت مسیح کی شہادت واقعۂ صلیب سے ہو چکی ہے۔ دراین صورت جماعت احمدیہ لاہور کے لئے دو ہی راستے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ واقعۂ صلیب کے بعد کی مسیحی وحی اور اس قوم کا تاریخی ثبوت بہم پہنچائے جس قوم کے پاس واقعۂ صلیب کے بعد کی وحی کا مجموعہ ہو۔ اور اگر یہ ثبوت بہم پہنچ نہ سکے جیسا کہ یقیناً بہم نہیں پہنچایا سکتا۔ تو تسلیم کرے کہ واقعۂ صلیب کے ذریعے حضرت مسیح کی شہادت واقع ہو گئی۔ اور اعلان کرے کہ "تورات شریف کے مذہب کے مطابق (نعوذ باللہ) حضرت مسیح کا قتل ملعون ہونے کے مترادف ہے۔"

(۴) جبکہ تورات شریف کے مذہب کے مطابق ایک مدعیِ ماموریت کا قتل ہو جانا اس کے ملعون ہونے کے مترادف ہے" اور مسیح کا قتل نہونا یہودیوں پر نہ کھلا۔ اور خدا نے ۶۰۰ سال بعد اس عقدہ کو کھولا۔ تو ۶۰۰ سال کے درمیانی عرصہ کے یہودی حضرت مسیح کو (نعوذ باللہ) ملعون سمجھنے میں کیوں حق پر نہیں ہیں؟ جبکہ حضرت مسیحؑ واقعۂ صلیب کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر کسی یہودی کے سامنے نہیں آئے۔ تا خدا کی طرف سے اتمامِ حجت ہو جاتی۔ اور یہود سمجھ جاتے کہ "مدعیِ ماموریت قتل نہیں ہوا کرتا۔ اور خدا نے جو فیصلہ نازل کیا وہ ۶۰۰ برس بعد۔ دراین صورت حضرت مسیحؑ اور آنحضرت صلعم کے درمیانی زمانہ کے یہود تورات شریف کے مذہب کے مطابق حضرت مسیح کو (نعوذ باللہ) ملعون سمجھنے میں قطعی حق پر ہونے چاہئیں۔ کیا احمدی جماعت آف لاہور یہ اعلان کرے گی؟ کہ اس ۶۰۰ برس کے زمانہ کے یہودی حضرت مسیح کو ملعون سمجھنے میں حق پر تھے؟ ورنہ ثابت کرنا پڑیگا کہ کہ فلاں فلاں یہودی نے حضرت مسیح کو بعد صلیب زندہ دیکھکر ان کی زندگی کا اعلان کیا تھا۔ اور اس اعلان پر فلاں فلاں یہودی ایمان لائے تھے۔ یا خدا نے ۶۰۰ برس کے اندر اندر فلاں فلاں شخص پر یہ وحی کی تھی کہ مسیح قتل نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ مدعیِ ماموریت تھا۔

اگر ہمارے مُہیب کو ان سوالات کا جواب نہ آئے جیسا کہ ہم ببانگِ دہل اعلان کرتے ہیں کہ رہتی دنیا تک وہ اور ان کے ہم خیال جواب نہیں دے سکینگے تو انھیں اپنے اس غلط عقیدہ سے رجوع کر لینا چاہیئے کہ "مدعیِ ماموریت قتل نہیں ہو سکتا" اور تورات شریف اور قرآن مجید کے حقیقی مذہب کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

"ایڈیٹر اہلحدیث سے چند سوالات"

؟؟؟

قادیان اپنے پیشوا کو آج دنیائے اسلام کے سامنے "موعودِ اسلام" کی حیثیت سے پیش کر رہا ہے۔ چنانچہ پیغام صلح کے نامہ نگار کے جواب میں ہم نے پیامبر مئی ۱۹۴۳ء میں کہا تھا کہ قرآن کریم اور احادیث کی رو سے "موعودِ اسلام" جو مصلحِ اسلام ہے۔ وہ لقائے ربانی کا مصداق ہے۔ اور اس مقام اور دعوے سے جناب میرزا صاحب اور بارہ سو برس کے مدعیانِ اصلاح اسلام کو دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ البتہ تیرہ سو برس میں اس مقام کا ادعاء صرف حضرت بہاء اللہ جل اسمہ الاعلیٰ ہی نے

کیا ہے اور وہی صادق مصلح اسلام ہیں۔ اس پر فاضل مدیر اہلحدیث لکھتے ہیں کہ۔

"اِن آیات اور احادیث میں لقاء اللہ سے مراد اللہ کی لقاء ہے جو بعد الموت ہر مومن کو حاصل ہوتی ہے اور ہوتی رہے گی"۔ (اہلحدیث ۱۹ جون ۱۹۳۲ء ص۴)

ہم نے جو حدیث قرآن کریم کی آیات کے بعد پیش کی تھی۔ وہ یہ ہے :-

"ترمذی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ تمہارے لئے (یعنی مسلمانوں کے لئے) کوئی ایسا سال نہیں ہے کہ وہ ایک کے بعد دوسرا سال ہے مگر تمہارے لئے بدترین نہ ہو پہلے سال سے (تمہاری یہ حالت اس طرح بد سے بدترین ہوتی چلی جائے گی۔ یہانتک کہ تم اپنے پروردگار سے ملاقات کروگے۔ حضرت انس سے یہ بھی روایت ہے کہ تم پر کوئی سال اور کوئی دن نہیں آئیگا۔ مگر وہ آنے والا دن اور آنیوالا سال گذشتہ دن اور گذشتہ سال سے بدترین ہوگا۔ یہانتک کہ تم اپنے پروردگار سے ملاقات کروگے۔ یہ حدیث بخاری اور نسائی نے روایت کی ہے"۔ (حجج الکرامہ ص۲۶۹)

(پیام مہر مئی ۱۹۴۲ء ص۱۷)

اسی حدیث میں صریح طور پر مسلمانوں کی حالت کے یوماً فیوماً بد سے بدترین ہوتے جانے کا تذکرہ ہے اور اسی کی حد لقاء ربانی ہے۔ یعنی مسلمانوں کی بدترین حالت لقائے ربانی تک رہیگی۔ جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ صادق مصلح اسلام یا موعود اسلام "لقاء ربانی" کی پیشگوئیوں کا مصداق ہے۔ اور تیرہ سو برس میں اس مقام کا دعویٰ کسی مصلح اسلام یا "مدعی موعود اسلام" کی طرف سے پیش نہیں کیا گیا۔ خواہ جناب میرزا صاحب ہوں یا کوئی دوسرا مسلمان مدعی اصلاح اسلام یہی وجہ ہے کہ اہل پیام آر مدعی قادیان کو صادقا "موعود اسلام" تسلیم نہیں کرتے۔ ایڈیٹر اہلحدیث فرماتے ہیں کہ قرآن کریم اور اس حدیث شریف میں جو لقائے ربانی کی پیشگوئی ہے۔ وہ ہر مومن کو بعد الموت حاصل ہوتی ہے اور ہوتی رہیگی۔ اس پر ہم جناب ایڈیٹر صاحب سے پوچھتے ہیں۔ کہ

(۱) اگر یہ پیشگوئی (متعلقہ لقائے ربانی) ہر مومن کی موت سے متعلق ہے۔ تو کیا ہر مومن کی حالت موت سے پہلے پہلے بدترین ہوتی ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو مومن لقائے ربانی کا مستحق نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی حالت موت سے پہلے بدترین تھی۔ من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاٰخرۃ اعمیٰ پس یہ پیشگوئی در این صورت بھی پوری نہ ہوئی اور اگر جواب نفی میں ہے تو لقائے ربانی کی حد اور اس سے پہلے بدترین حالت کے کیا معنے ہیں؟

(۲) اگر مسلمانوں کی بدترین حالت "موعود اسلام" کے ظہور تک ہی رہیگی۔ کیونکہ "موعود اسلام" بدترین حالت کو بہترین بنانے کے لئے ہی ظاہر ہوگا۔ تو بدترین حالت کی حد بندی ہوگئی۔ اس صورت میں "موعود اسلام" لقائے ربانی" کی پیشگوئیوں کا مصداق ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کی بدترین اور بہترین حالت میں حد فاصل "لقائے ربانی" ہے۔ در این صورت لقائے ربانی اسی دنیا میں ہوئی نہ کہ مرنے کے بعد۔ اور اگر کہو کہ مرنے کے بعد تو کیا اہلحدیث کو یہ تسلیم ہے کہ مسلمانوں کی حالت فنائے عالم تک بدترین ہی رہیگی؟ کیونکہ مسلمانوں کی بدترین اور بہترین حالت میں حد فاصل "لقائے ربانی" ہے۔ جو بقول اہلحدیث مابعد الموت ہے۔ اور

موت سے پہلے مسلمانوں کے لئے بعد آنحضرت صلعم ہر آنے والا دن بد سے بدترین ہے۔ بہتری کی کوئی گھڑی اس قوم کے لئے نہیں ہے۔

(۳) اگر اس حدیث (متعلقہ لقاء ربانی) کی رو سے فنائے عالم تک مسلمانوں کے لئے ہر آنے والی گھڑی بدترین ہی ہے تو مہدی اور مسیح کے ظہور و نزول کا انتظار کیوں ہے؟ جبکہ بقول آنحضرت صلعم ہر مسلم کے لئے لقائے ربانی تک ہر آنے والی گھڑی بدترین ہے نہ بہترین۔

(۴) مرنے کے بعد اگر خدا سے ملاقات مسلّم ہے تو خدا کا تجسم لازم آتا ہے اور تجسم حدوث کا مقتضی ہے۔ اور حدوث فنا کا مقتضی ہے۔ تو اہلحدیث خدا کو فانی خیال کرتا ہے؟ اگر نہیں تو خدا کی ملاقات بغیر تجسم کیونکر ممکن ہے؟

(۵) جب خدا کا تجسم غیر ممکن ہے تو اس کی ملاقات کا امکان بھی نہ رہا۔ پس مرنے کے بعد بھی خدا کی ملاقات نہ ہوئی۔ کیا ایسی صورت مومن مرکر بھی بدترین حالت ہی میں رہیگا۔ جبکہ بدترین اور بہترین حالتِ سلم میں "حد فاصل" صرف لقاء ربانی ہی ہے۔

المستفسر

ایم اے۔ صمد آنی دہلی۔ 29-11-42ء

قیامت کے متعلق پیشینگوئیاں

(از قلم مدیر ہیرلڈ آف دی سوتھ" آسٹریلیا کا بھائی میگزین جولائی سنہ ۱۹۴۲ء)

مترجمہ پروفیسر پریتم سنگھ

مذاہب عالم میں دین اسلام سب سے پہلے دینوں کا مصدق ہے جب ہم قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ الہام کا سلسلہ جاری ہے۔ اس صحیفے میں حضرت محمدؐ عالم انسانی کا ارتقا تسلیم کرتے ہوئے یوم قیامت کے موضوع کے متعلق بیان فرماتے ہیں کہ اس دن اعمال کے مطابق سزا اور جزا ہوگی۔ اس دن کا اشارہ دراصل یوم ظہور کی طرف ہے۔ اور سب پیشینگوئیاں اسی دن کے متعلق ہیں اور سب پیغمبروں نے یہ نبأ عظیم پہلے سے دے رکھی تھی۔

بات یہ ہے کہ مفسرین شروع سے ہی تحت اللفظی معنی کرتے آئے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے رہے ہیں۔ اب معاملہ کھل گیا ہے اور عقدہ حل ہوگیا ہے۔ قیامت مادی اشیاء کی نہیں۔ بلکہ قیامت کی حقیقت اور ہی ہے جو موہوم اور ضعیف اعتقادات قیامت کے لفظ کے ساتھ وابستہ ہیں وہ اب دور ہوگئے ہیں۔ اور راستہ صاف کر دیا گیا ہے۔ الہامات کا مسلسل ہونا اب سمجھ میں آگیا ہے۔ پہلے ہماری توجہ صرف الفاظ کی طرف ہوا کرتی تھی۔ اور عقل انسانی بھی ناقص تھی۔ اب تک بھی اکثر جو اس نئے علم سے مطلع نہیں وہ اسی غلطی میں مبتلا ہیں اور تحت اللفظی الجھن میں پڑی ہوئی ہیں اور یہ نہیں جانتیں کہ ہر بعد کا صحیفہ پہلے صحیفے کی چابی ہمارے ہاتھ میں دیتا ہے۔ فی زمانہ حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات ہی عالم انسانی کی مشکلات کا حل اور

اس کی ہدایت کا موجب ہو سکتی ہیں۔

مثلاً قرآن میں لکھا ہے :-

"ایک دن ہم سب لوگوں کو مع اُن کے رہنماؤں کے بُلائینگے اور اُن کے دائیں ہاتھ میں اُن کا اعمال نامہ ہوگا اور وہ اُسے پڑھینگے اور اُن سے بال بھر بے انصافی نہ ہوگی"

(سورہ ۱۷ - آیت ۷۳)

"اُس دن صُور پھونکا جائے گا اور جو لوگ آسمان میں ہیں یا زمین پر خوف زدہ ہو جائینگے۔ سوائے اُن لوگوں کے جن کو خدا بچائے گا۔ اور سب عاجزانہ لباس میں خدا کے روبرو آئینگے۔" (سورہ ۲۷ - آیت ۸۰)

"اور جس کو خدا ہدایت کریگا وہ ہدایت پائے اور جس کو وہ گمراہ کریگا، اس کا کوئی مددگار نہ ہوگا سوائے خدا کے اور قیامت کے دن ہم سب کو جمع کرینگے اور اُن کے سامنے ہونگے اندھے اور گونگے اور بہرے اور جہنم اُن کا گھر ہوگا۔ جب دوزخ کی آگ بجھنے لگیگی تو ہم پھر اس کو روشن کر دینگے۔ (سورہ ۱۷ - آیت ۹۰)

"کہدو تم اس بات کا یقین کرو یا نہ کرو۔ جن لوگوں کو پہلے سے علم ہے وہ تو ضرور جب اُن سے مفصلہ ذیل الفاظ کہے جائینگے اُن پر لبیک کہینگے۔ جلال اسی خدا کے لئے ہے جس نے آج اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے" (سورہ ۳۰ - آیت ۱۰۸)

انجیل مقدس میں مرقوم ہے :-

"ابن آدم اپنے فرشتوں کو بھیجیگا اور وہ سب ٹھوکر کھلانے والی چیزوں اور بدکاروں کو اس کی بادشاہت میں جمع کرینگے اور انھیں آگ کی بھٹی میں ڈال دینگے۔ وہاں رونا اور دانتوں کا پیسنا ہوگا اُس وقت راستباز اپنے باپ کی بادشاہت میں آفتاب کی مانند چمکینگے۔ جس کے کان ہوں وہ سُن لے"

(متی کی انجیل باب ۱۳ آیت ۴۱-۴۳)

"اور اُس وقت میکائیل مقرب فرشتہ جو تیری قوم کے فرزندوں کی حمایت کے لئے کھڑا ہے اٹھیگا اور وہ ایسی تکلیف کا وقت ہوگا کہ ابتدائی اقوام سے اُس وقت تک کبھی نہ ہوا ہوگا۔ اور اُس وقت تیرے لوگوں میں سے ہر ایک جس کا نام کتاب میں لکھا ہوگا رہائی پائے گا

(دانیال باب ۱۲ - آیت ۱)

"کیونکہ اُس وقت ایسی بڑی مصیبت ہوگی کہ دنیا کے شروع سے نہ اب تک ہوئی اور نہ ہوگی"۔ (متی کی انجیل باب ۲۴ آیت ۲۱)

"اور جب یہ باتیں ہونے لگیں تو سیدھے ہو کر سر اوپر اٹھانا۔ اس لئے کہ تمھاری مخلصی نزدیک ہوگی"

(لوقا کی انجیل باب ۲۱ آیت ۲۸)

[نوٹ از مترجم - اس سے اوپر کی آیت یہ ہے :-

"اس وقت لوگ ابن آدم کو قدرت اور بڑے جلال کے بادل میں آتے دیکھینگے"]

حضرت بہاء اللہ کے کلماتِ مُبارکہ غور طلب ہیں۔ فرماتے ہیں

"لوحِ محفوظ اسی دن کے نام سے آراستہ ہے۔ یہ خدا کا دن ہے۔ اس دن میں سوائے اس کے جمال کے اور کوئی شئے دیکھی نہ جائیگی اور کوئی چیز ذہن میں نہ لائی جائے گی۔ جب وہ ظاہر ہوا تو سب دنیا کی قومیں لرز اٹھیں اور علماء حیران اور ششدر رہ گئے اور سمجھدار لوگ گھبرا گئے سوائے ان کے جو اس کے قرب میں تھے اور جو نزدیکی کی شراب میں مست تھے۔ اور وہ بول اٹھے اے سب کے دلوں کے محبوب تعریف تیرے لئے ہے۔

یہ ہے وہ دن سب دنوں کا سرتاج جسمیں محبوب ظاہر ہوا ہے وہ جو ابد سے سب کا محبوب رہا ہے اے اہل عالم! جان لو! کہ ایک ناگہانی عذاب تمھارے درپے ہے اور سخت بلا آنے والی ہے تمھارے اعمال ہمارے سامنے ہیں۔ میرا رحم سب مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے اور میرا فضل ہر ذرۂ کائنات پر جاری و ساری ہے۔ مگر بکارہ کے لئے میری سزا سخت ہے۔ اور میرا غضب بہت خوفناک ہے

جو لوگ ناذیات میں مبتلا ہیں

اور خداوند عظیم سے غافل ہیں۔ وہ اس کے غضب سے بچ نہ سکیں گے اور ان کے لئے عذاب نزدیک ہے۔ وہ ہے قادر اور سب کا مالک۔ وہ اس عالم کو ایسی غلاظت سے پاک کردے گا اور اپنے مقربین کو اُسے ورثہ میں دے گا۔ تب اس کا خدائی علم بلند ہوگا۔ تم مطمئن رہو اور اسی پر توکل رکھو۔ اے میرے بندو اگر ایسے دن میں اس دنیا میں تمھاری مرضی کے برخلاف کچھ واقع ہو تو غمگین مت ہونا کیونکہ تمھارے لئے خوشی اور آرام کے دن بھی آنیوالے ہیں۔" (حضرت بہاءاللہ)

کتاب

بہاءاللہ و عصرِ جدید

ڈاکٹر جے۔ اے ایسلمنٹ کی مشہور کتاب "بہاءاللہ اینڈ دی نیو ایرا" کا اردو ترجمہ

اسمیں حضرت باب۔ حضرت بہاءاللہ اور حضرت عبدالبہاء کے تاریخی حالات واقعات۔ دین بہائی کی تعلیمات و عبادات اور اہم دینی مسائل پر مفصل بیانات ہیں۔ قیمت اکیلہ روپیہ۔ ایک درجن کے خریدار کو ۹ روپے درجن کے حساب سے۔

کتاب

بشارتِ عظمیٰ

یہ چھبی سائز مختلف مناجات و نماز سہ گانہ صلوٰۃ کبیر و خطبۂ ازدواج و لوح احمد وغیرہ پر مشتمل مجموعہ نہایت خوبصورت اصل مع ترجمہ دو رنگ بلاک سے چھاپا گیا ہے۔ قیمت ۱۲ر

پتہ

بہائی پبلشنگ کمیٹی۔ معرفت بہائی ہال دینپ چند اوہجا روڈ۔ گارڈن روڈ کراچی۔

ظہورِ خداوندی

واشرقت الارض بنور ربھا

تیری آمد نے زمانے کو منوّر کر دیا
طلعتِ حق نے طلوعِ مہر انور کر دیا

ہر طرف خوشبوئیں پھیلی ہیں تری آیات کی
نکہتِ ابہیٰ نے عالم کو معطّر کر دیا

سینا و ساعیر و فاراں اور ارضِ قدس میں
جلوہ فرما ہو کے خود باطن کو ظاہر کر دیا

حضرتِ موسیٰ ہوئے بیہوش جس سے طور پر
اس تجلی کا اُجالا تو نے گھر گھر کر دیا

علم اور عرفان کی کچھ اس طرح بارش ہوئی
اہلِ علم و عقل و حیران و ششدر کر دیا

درسِ ایقاں دیکے اپنے طالبوں کو سربسر
بحرِ علمِ پاک قرآں کا شناور کر دیا

ہو رہی ہے امر سے تیرے بپا خلقِ جدید
رازِ یحییٰ منکشف مردے جلا کر کر دیا

اوّلیں اور آخریں سب آج یکجا ہو گئے
تیری چتوّن نے بپا عالم میں محشر کر دیا

(لا ترٰی فیھا عوجاً ولا امتاً)

پست قوموں کو خیالِ ارتقا آنے لگا
خاکساروں کو بھی بالا اور برتر کر دیا

بندہ و صاحب نہیں اب اور نہ محمود و ایاز
سب کو ہم رتبہ بنا کر ایک جوہر کر دیا

طبقۂ نسواں کی مظلومی و حالِ زار پر
رحم فرما کر انھیں مردوں کا ہمسر کر دیا

کچھ نہ پستی اور بلندی کا نشاں باقی رہا
ہر طرف ہموار و یکساں اور برابر کر دیا

(ذٰلک جزاءھم جھنم بما کفروا واتخذوا اٰیاتی ورسلی ھزوا ۔ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت کانت لھم جنّٰت الفردوس نزلاً)

تیری تو قیعات کی تکذیب اور تضحیک نے
والیانِ مُلک کو معزول و مضطر کر دیا

تیرے فرمانوں کو جھٹلایا تھا جن اقوام نے
اُن کے ہاتھوں ہی نے اُن کا حال بدتر کر دیا

جو تری آیات پر ایمان لائے بالیقیں
اُن کو لطفِ بیکراں سے پاک و اطہر کر دیا

جنّت الفردوس میں تیرے وہ مہماں ہو گئے
قیدِ ہر خوف و خطر سے اُن کو باہر کر دیا

صابری جیسے غریق بحرِ عصیاں ہیں بہت
اُن کو بھی امیدوارِ آبِ کوثر کر دیا

(محمد حسین صابری انبیٹہ)

خُدا کے وجود کا عقلی ثبوت

اکتوبر ۱۹۴۲ء میں جو مدرسۃ التالستانی بہائیانِ ہندوستان ہوا تھا۔ اُسمیں میں نے بھی اپنے تبلیغی تجربے بیان کئے تھے اور اس بات پر زور دیا تھا کہ دین اور پیغمبر دونوں کی سچائی کی بنیاد خدا کے وجود پر ہے۔ اگر خدا کا وجود عقلی دلیل سے ثابت ہو سکتا ہے تو پھر پیغمبر اور اس کے لائے ہوئے پیغام کی سچائی بھی عقل تسلیم کر سکتی ہے ورنہ نہیں۔ میرے تجربے میں اکثر لوگ حتیٰ مولوی۔ پادری۔ پنڈت اور دوسرے بزرگ جو اپنی پوری عمر دینی خدمت میں گذارتے ہیں وہ خود بھی عقلی طور پر مطمئن نہیں ہیں کہ خدا ہے یا نہیں۔ اس لئے بہائیوں کو چاہئے کہ وہ اپنی پوری کوشش اس میں صرف کریں کہ اُن کے دوست پڑوسی اور جان پہچان والے مرد اور عورت عقلی ثبوت سے خدا کے وجود کا یقین کریں اس مشورہ کے ساتھ ہی میں نے جو عقلی دلیل اور ثبوت اپنے ذاتی تجربے میں سو فیصدی کامیاب اور ایسا سادہ پایا تھا کہ ہر شخص جس نے پوری گفتگو سُن کر سمجھنے کی کوشش کی تو خواہ پڑھا لکھا تھا یا نہیں اُس کا اطمینان ہو گیا۔ آج اُسی دلیل کو پیامبر کے ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ براہ کرم جو صاحب اس کو آخر تک پڑھ کر سمجھنے کی تکلیف گوارا فرمائیں وہ مجھے اپنی رائے سے مستفید فرمائیں۔ خاصکر اگر مشورہ کا پہلو یہ ہو کہ کون سا حصہ کس طرح اور زیادہ آسان طور پر بیان کیا جا سکتا ہے۔ یا یہ کہ کون سا حصہ مُبہم رہ گیا جس کے سمجھنے میں مشکل پیش آئی۔

علم اور فلسفہ کے جن موجودہ اور گذشتہ عالموں کے نوشتے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ اُن کے بیان دو طرح کے نظر سے گذرے ہیں۔ ایک وہ جو کہتے ہیں کہ خدا کا وجود عقل سے ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ دوسرے وہ جو کہتے ہیں کہ جب کبھی ہم نے کوئی چیز دیکھی تو یا اُس چیز کے اندر یا باہر یا اوپر یا ساتھ یا فوراً پہلے یا فوراً بعد خدا کو دیکھا۔ انھی میں سے بعض تو یہ بھی کہہ گئے ہیں کہ خدا کے سوا نہ کچھ ہے اور نہ خدا کے سوا اور کچھ دیکھا سمجھا۔ سوچا یا جانا ؛

سادہ علم۔ اور فلسفہ اور شہرت کے لحاظ سے دونوں شہیر روزگار ہیں۔ اب وہ کیا کریں جو اِن دونوں کو حکیم و دانا اور دونوں کے قول کی وقعت کرتے ہیں؟ مقلدین محض کے لئے البتہ کوئی چارہ ہی نہیں۔ لیکن اگر موجودہ تعلیم اور تربیت نے کوئی بڑا کام کیا ہے تو وہ یہ کہ تقلید کا بیڑا غرق کر کے ہر کس و ناکس کو تحریِ حقیقت کا صحیح سبق سکھا کر تحقیق کا گرویدہ بنا دیا۔

اِس مضمون میں بھی اُن ہی لوگوں سے خطاب ہے جو اس بلند ترین حقیقت کی تحقیق کے لئے اپنی سلیم اور سادہ عقل کے بل بوتے پہکر باندھ چکے ہیں اور چند گم کردہ راہ دانا لوگوں کے کہنے سے اور اپنے سچے پیغمبروں اور ان کے خدا کے وجود سے انکار کر کے گمراہ ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

جس شخص نے اس دشتِ ناپیدا کنار کی سیاحی کی ہے وہ جانتا ہے کہ اس میں کہیں (علم کا) گلزار ہے۔ کہیں (عقل کا) لالہ زار۔ کہیں (تصور کی) گلکاریاں ہیں۔ تو کہیں (تخیل) کی رنگ آمیزیاں۔ کہیں (موجود حال کا) بازار ہے تو کہیں موجود ماضی (یعنی مفقود حال) کا محافظ خانہ۔ کہیں مستقبل کی (اُمیدیں) ہیں تو کہیں مستقبل کی (مایوسیاں) یعنی امکانات احتمالات محالات اور مہملات کی بھول بھلیاں۔

اس دشت کی سیاحی میں صرف ایک ساتھی ساتھ لینے کے قابل ہے۔ جس کا نام (مسلمہ تجربہ) ہے۔ مسلمہ تجربہ کے علاوہ اور کسی کا مشورہ نہایت درجہ خطرناک ہے۔ جس راستہ پر چلنے کا مشورہ (مسلمہ تجربہ) دے اُس راہ پر چلنا۔ اور جس طرف جانے سے منع کرے اُس طرف جانے سے پرہیز۔ یہی شرطِ سیاحت ہے۔ ورنہ گمراہی اور بھول بھلیوں کی پریشانی اور الجھنیں سامنے ہیں۔

لیجئے اب ہم تصورات کے سرے سے اپنا سفر شروع کرتے ہیں اور جو کچھ بھی انسان کے (تصور) میں آسکتا ہے، اس کی سیر کرتے ہیں۔ سیر کرتے کرتے ہم اس مقام پر پہنچتے ہیں جہاں سے دو راستے پھٹتے ہیں۔ ایک طرف اگر ہم جائیں تو (جو ممکن ہے) وہ دکھیں گے۔ اور دوسری طرف (جو ممکن نہیں ہے)۔ مسلمہ تجربہ مشورہ دیتا ہے۔ اُسے دیکھ کر کیا کرو گے (جو ممکن نہیں) آؤ اُسے دیکھیں (جو ممکن ہے)۔ آگے چل کر پھر دو راستے پھٹتے ہیں۔ ایک وہ ہے جو (موجود ہے) دوسری طرف وہ (جو موجود نہیں) یہاں سے پھر ایک تراہا ملتا ہے (مسلمہ تجربہ) بتاتا ہے۔ منطق کی تقسیم اور عقل کی مسلمہ تحقیق کی رو سے (جو موجود ہے) وہ دو قسم کا ہے۔ ایک وہ (جو وجود میں لایا گیا) اور ایک وہ (جو وجود میں نہیں لایا گیا) منطق کی تقسیم کے صحیح قاعدہ کی رو سے اور کوئی تیسری قسم ممکن ہی نہیں۔ جو چیزیں (وجود میں لائی گئیں) وہ بھی دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ جو (خود وجود میں آئیں) دوسری وہ (جو خود وجود میں نہیں آئیں) جو (خود وجود میں نہیں آئیں) وہ پھر دو قسم کی ہیں۔ ایک قسم وہ جن کا (وجود میں لانے والا معلوم ہے) دوسری قسم وہ (جن کا (وجود میں لانے والا معلوم نہیں ہے) مثلاً جتنی ایسی چیزیں ہیں جو انسان کی بنائی ہوئی ہیں۔ یا جانوروں کی بنائی ہوئی ہیں اُن کا (وجود میں لانے والا معلوم ہے) کہ انسان یا حیوان ہے۔ لیکن خود آدمی۔ جانور۔ درخت۔ پھول پھل۔ چاند۔ سورج یا ایسی ہی اور بہت سی چیزیں ہیں جن کے متعلق عقل صرف اتنا بتاتی ہے کہ یہ (خود وجود میں نہیں آئے) لیکن ان کا وجود میں لانیوالا معلوم نہیں ہے) ان کے علاوہ ایک اور چیز ہے۔ وہ (قدرت کے قانون) ہیں۔ ان کا وجود میں لانے والا (خالق) بھی معلوم نہیں ہے۔

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ بعض مسلمات کو یاد کر لیا جائے۔

منطقی قانون کے لحاظ سے صرف وہی تقسیم صحیح ہے جس میں ایک طرف (ایک قسم) اور دوسری طرف اس کے علاوہ (باقی سب) ہو۔ یہ (نہیں) بڑھانے سے ہوتا ہے۔ مثلاً تمام رنگ کی صحیح تقسیم یہ ہے (سفید رنگ) (سفید رنگ نہیں) تمام جانوروں کی صحیح تقسیم (گھوڑا) (گھوڑا نہیں) اب جو رنگ سفید ہے۔ اس کے علاوہ تمام رنگ (سفید نہیں) ہیں گھوڑے کے علاوہ باقی تمام جانور (گھوڑے نہیں) ہیں۔ اس قسم کے لحاظ سے دیکھئے۔ یہ تقسیم بصورتِ نقشہ صحیح ہے یا نہیں:-

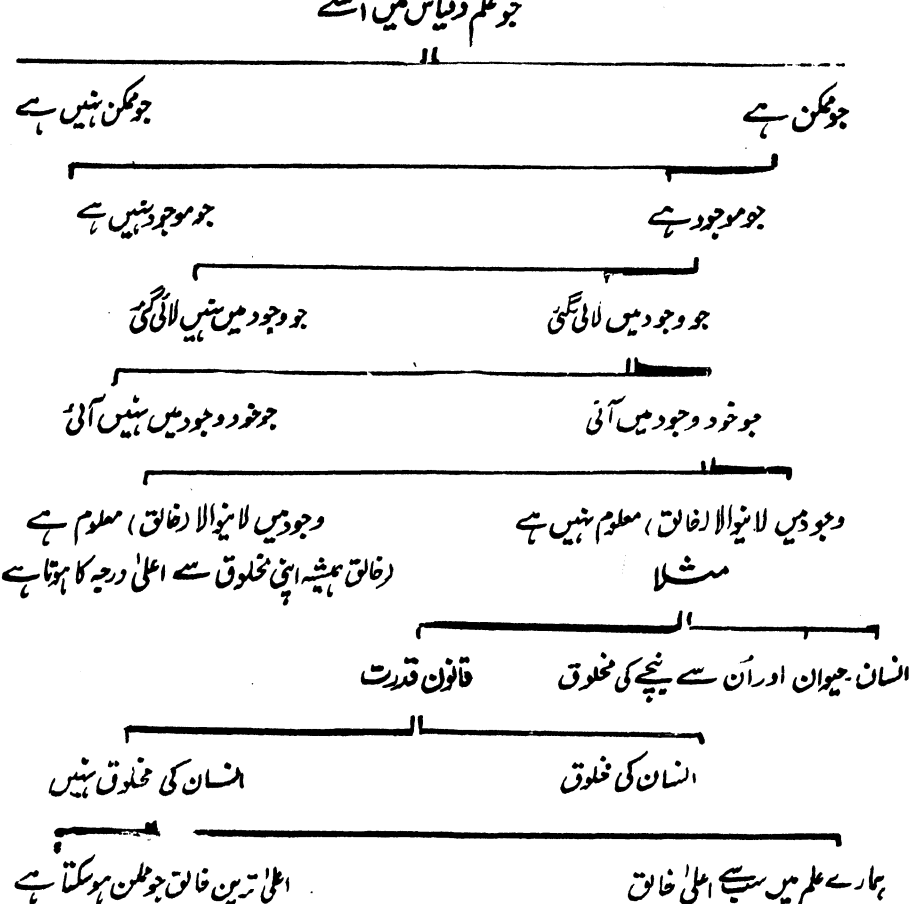

ہمارے مسلّمہ تجربہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کوئی قانون خود بخود وجود میں نہیں آتا۔ اس کا وجود میں لانے والا خواہ معیّن اور معلوم نہ ہو مگر ہوتا ضرور ہے۔ پس (قانونِ قدرت) یا تو (انسان کی مخلوق) ہے۔ یا (انسان کی مخلوق نہیں) اگر (انسان کی مخلوق نہیں) اس لئے کہ خود انسان پر حاوی اور حاکم ہیں تو پھر اُن کا خالق یا تو وہ ہے جو (ہمارے علم میں سب سے اعلیٰ خالق) ہے یا وہ ہے (جس سے اعلیٰ تر خالق ممکن نہیں) ہے

اگر عقل کی رو سے منطق کی صحیح تقسیم کے قاعدہ کی پابندی کرتے ہوئے تمام امکانی صورتوں کو زیرِ غور رکھنے کے بعد۔ معقول ترین نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قدرت یا قوانینِ قدرت کا خالق وہی ہو سکتا ہے (جس سے اعلیٰ تر خالق ممکن نہیں) اور اس خالق میں اور صفات کے علاوہ وجود کی صفت ہونا ضروری ہے تو سادہ عبارت میں عقل کا فیصلہ یہ ہے کہ (ایک وجود ایسا ہے جو قدرت کا بھی خالق ہے اور جس سے اعلیٰ تر خالق ممکن نہیں) دیندار اسی وجود کو خدا کہتے ہیں۔ (حشمت عبدالبہاء)

قسمتِ فارسی

کانفرانس ادیان در کراچی

چندی قبل محفل مقدس روحانی بهائیان کراچی باطلاع محفل مقدس روحانی ملی بهائیانِ هند و برما کانفرانس بنام کانفرانس جمیع ادیان تشکیل دهنوران هر دین و آئینی را بصحن رانی در آن انجمن نورانی دعوت نمود و همچنین از محفل مقدس روحانی ملی بهائیانِ هند و برما درخواست نمود که هرکس را صلاح دانند برای سخن رانی درباره تاریخ و تعالیم امر مقدس بدیع بهائی بآن انجمن اعزام دارند لهذا محفل مقدس ملی جناب شیخ حشمت الله قریشی را انتخاب و اعزام نمودند و جناب مانکجی سرهرمزدجی میته نیز که برای حضور در سر اسکول "مدرسه تابستانی" بدهلی رفته بودند دقطعی مبسوط در یکی از کالج یا دارالعلوم دهلی داده بودند و سپس در لاهور نیز چند نطق داده وارد کراچی شدند بصدارتِ کانفرانس فوق الذکر مفتخر گشتند یعنی سه روز نهم و دهم و یازدهم نومبر طول کانفرانس بود در روز اول درباره عقائد هنود و سکھ معین شده بود و صدر جلسه آنروز رئیس سابق بلدیه جناب حاتم علوی و ناطقین از طرف هنود جنابان لکدل چله رام و لاله گنپتسرائی تلوار بودند و از طرف سیکھها جناب سردار جگت سنگھ بودند ولی افتتاح جلسه کانفرانس رئیس سابق بلدیه جناب جمشید نسروانجی میته نمود و پس از تلاوت مناجات و سرود بهائی کانفرانس رسمی گردید و جناب جمشید نسروانجی که قبلاً برای صدارت کلیه کانفرانس معین شده بودند چون جناب مانکجی یا منی مهته وارد کراچی شده در آن جلسه حاضر بودند صدارت کانفرانس را بایشان واگذار نمودند.

روز دوم کانفرانس که دهم نومبر واقع بود صدر جلسه رئیس کنونی بلدیه جناب سهراب کراک پسر سرهرمزدجی کراک بودند و ناطقین از طرف یهودیان مستر ابی تلکر معلم سیندھ مدرسة الاسلام و مستر هسکل مدیر کرامر اسکول از طرف مسیحیان و مهتر هرمزدجی دانیا از طرف زرتشتیان نطق نمودند و روز سوم که یازدهم نومبر بود صدر جلسه جناب سادوتی ایل واسوانی علامه و محرر مشهور سیندھ بود و ناطقین از طرف اسلام جناب شمس العلماء داکتر داود پوته و از طرف بهائیان جناب شیخ حشمت الله قریشی بودند و پس از انجام نطقهای ناطقین و شرح مبسوطی که صدر جلسه درباره حقائق ادیان بیان نمود جناب منی مهته که هر روز در جلسات حاضر بود و دست صدارت کلیه کانفرانس را داشت شرح بیشتری راجع بأهمیت این کانفرانس در این ایام و کامیابی این کانفرانس بطور شایان بیان نمود و مانند هر روز که کانفرانس بتلاوت مناجات شروع و اختتام می یافت کانفرانس برخواست کرد روز دوازدهم نومبر

بمناسبت عید سعید میلاد هیکل مقدس حضرت بهاء الله جل ذکره اغلب از اعیان و اشراف و عرفای شهر بمجلس شتن و صرف چای و عصرانه دعوت شده بودند و عدهٔ زیادی در باغچهٔ حظیرة القدس که شبیه بهشت برین است مجتمع دلپس از صرف چای و شربت و شیرینی و تلاوت مناجات حضرت عبدالبهاء ارواحنا فداه جناب شیخ حشمت الله قریشی قیام نموده حقیقت و اهمیت تعالیم حضرت بهاء الله جل ذکره را چنان بیان نمودند که حاضرین خود را فراموش کرده در فضای با فضای روح پرواز مینمودند و خود را در عالمی دیگر تصور میکردند. مجدداً در آخر محفل مناجاتی بحن فارسی از طرف یکی از جوانان بهائی تلاوت شد و میس محفل مقدس روحانی کراچی با مزاح و شیرین سخنی اهل مجلس و مهمانان را خوش آمدید و لشکر گفت و مجلس بپایان رسید جناب منی میته خیال حرکت بمبئی داشت و لی جناب سهراب کتراک از طرف انجمن جوانان زرتشتی نطقی در هال مدرسه دختران زرتشتیان موسوم به ماما گلز هی اسکول در تاریخ سیزدهم نومبر و جناب جمشید نسروانجی میته نطقی دیگر برای ایشان در تیاسفی هال در عصر روز چهاردهم نومبر ترتیب دادند و مشارالیه حرکت خود را تا آخر انداختند باضافه رئیس محترم بلدیه جناب سهراب کتراک برای شرف افزائی ایشان "منی میته" در بنگلهٔ مشهور پدرشان کتراک ویلا مجلس ضیافت عصرانه مفصلی تشکیل داغلب وزراء و اراکین دولت و بلد را دعوت و تعارفات لازمه را بعمل آوردند و از مهمان عزیز خود درخواست کردند که شرح تعالیم بدیع را گوشزد حاضرین نماید. چنانچه در حقیقت سروش معنوی و ایزدی بود که از گفتار شان نمودار گردید و نطق سوم منشی یادبیه کرمشیل کالج و نطق چهارم در کاسموپلیتین با درن انگلیش هائی سکول و نطق پنجم از طرف و یکشنی سماج ترتیب داده شد خلاصه اقامت جناب منی میته در کراچی بیش از یکهفته تقریباً نه روز طول کشید و هر صبح و ظهر و عصر و شبی در منزل یکی از بزرگان یا برای صحبت یا بضیافت دعوت بودند و اخبار بومیه بلد در هر لغت انگلیسی، سیندهی، گجراتی، اردو فی کل از تعالیم الله که توسط احبا ابلاغ شده بود منتشر و زینت بخش اوراق بود و لی البته قریب محترم میدانند که اینها از برکت تعالیم مبارکه است که خلق عالم را جلب و جذب میکند نه شئونات اشخاص و افراد بهائی. چنانچه حضرت عبدالبهاء میفرماید قولهٔ عزبیانه:-

"انچه کند او کند ما چه توانیم کرد یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید است

پس سر تسلیم نه و توکل بر رب رحیم به

والبهاء علیک ع ع"

در خاتمه موفقیت کل را از درگاه حضرت احدیت راجی و ملتمم

(فدای یاران ربانی سفینه یار بختیاری)

بچه دلیل ظهور جمال قدم جلت قدرته اعظم ظهورات است

ارباب درایت دانند که نوع انسان از بدو خلقت همواره محتاج و نیازمند به تربیت و هدایت و رهنمائی بوده و الی الابد خواهد بود هادی و رهنماینده انسان و کسیکه بشر را بحقیقت عظیمه اش آگاه می سازد باید دارای روح وقوه مافوق قوت و توانائی بشری باشد تا او را هدایت و رهبری تواند و از عالم جهالت و بیچارگی نجات داده به چمن دشت سبز و خرم انسانیت دلالت کند. این هدایت کنندگان و رهبران و راهنمایان انبیای عظام و پیغمبران کرامند که با روح الهی در هیکل انسانی جلوه و ظهور نموده و با تعالیم الهی و دستورات خداوندی این اشرف مخلوقات را رهنمائی کردند. تاریخ شاهد صادق ما است که گرچه در میان ملل عالم نفوس خارق العاده با قدرت و شوکت تمام ظاهر شده و چندی در این محیط جلوه نموده اند ولیکن این جلوه ها چون مبنی و مبدئی نبوده و مستمد از روح نبی نه با آنه میان رفتن صاحب آن همه مآثر او نیز پایان یافته است. قدرت ناپلیون و شوکت فرعون و توانائی امجد ملوک ساسان و رومان و هزاران هزار امثال اینها مشاهد است. ولی مظاهر الهی با آنکه در آغاز امر در نظر عامه بی اعتبار و بظاهر مردود و منفور بوده اند و هزاران گونه صدمات و مشقات را تحمل نمودند و در هر مورد و مقام از خلق اذیت و آزار دیدند و برخی از مظاهر الهیه با ایثار جان نیز پرداختند و پس از درگذشتن صاحبان ظهور خواص و اصحاب شان نیز از این جرعه حتوف نوشیدند و جمعی اسیر و ذلیل و قتیل گشتند ولکن پایان کار غلبه قدرت رحمانیه محقق شد و اعداء و دشمنان مقهور گشتند و بخاکسترخذلان نشستند و خاک بدبختی و سیه روزگاری بر سر بیختند و بکیفر اعمال وحشیانه رسیدند.

صاحبان این قوه باطنی که پیغمبران الهی هستند هر یک در اعصار مختلفه در عالم ظاهر و تا باندازه که بحال بشر مفید دیدند دستورات مقدسه با قتضای عصر فرمودند زیرا انبیای الهی بزرگان و طبیبان روحانی هستند که نبض عالم را در دست قدرت گرفته و درمان را بمقتضای امراض تجویز نمایند و چون عالم بشری دائما در تنزل و تغییر است و امراض آن گوناگون گردد لابد درمان و دوا را هم تغییر و تبدل لازم و بدیهی است.

همه پیغمبران دارای یک شان و مقام نبوت و هر یک کیفیت قیام به هدایت بشر نموده اند بلکه هر یک را مقامی مخصوص و کیفیتی معلوم و مشهود بوده و هست انچه انبیا و پیغمبران قبل از این قرن اعظم ظاهر گشته اند هر یک در یک و یا چند مملکت به نشر تعالیم مقدسه پرداخته اند زیرا وسائل موجود کنونی دران ازمنه

درمیانِ بشر موجود نبود - نوع انسان با وسائلِ اولیه با همدگیر مرتبط بوده رسانیدنِ این دستورات به همه جا امری مستحیل بود وبعلاوه دو قطعهٔ عظیمه امریکا و استرالیا مجهول و ساکنین به قدیم را از وجود بر جدید اطلاعی نبود، همهٔ رسولانِ الٰهیه در کتب مقدسهٔ خود بشارت داده اند که روزے فراخواهد رسید که مولای کل در عالم وجود جلوه وظهور خواهد فرمود وعدل وداد در کل اقطار شائعه - جهان ترویج خواهد نمود جهان قطعهٔ واحده گردد وعالم بشری از ظلمتِ جنگ وجدال رهائی یابد ادواتِ جنگ وجدال بآلاتِ حرث وزرع مبدیل شود ونوعِ انسان باردیگر جنگ را نیاموزد -

چنین ظهورِ اعظمے را در هر کتابے باسامی مخصوص ذکر نموده اند چنانچه سیوم الله وظهور الله واشالها ذکر گشته وجمیع مظاهرِ الٰهیه آرزوی چنین روزے را می کشیدند که در آن روز بلقای معبود ومسجود نائل آیند چون میقاتِ این ظهورِ اعظم رسید وموسم آن گشت که اعظمِ آمال انبیاء وپیغمبران تحقق پذیرد وجمالِ الٰهی از ورای حجباتِ نور بی پرده ظاهر گردد وجمالِ قدم واسم اعظم حضرت بهاء الله جلت قدرته از کشور کهن وتاریخی ایران ظاهر ودر دارالسلام بغداد اظهار امر فرمودند وآیهٔ مبارکه "والله یدعوا الی دارالسلام ویهدی من یشاء الی صراط مستقیم" مصداق یافت شریعتِ اعظم تشریع شد وحضرت بهاء الله جلت کبریائه دستورات وتعالیمی فرمود که کافل صحت نوعِ انسان است وچون موضوعِ این مقاله ذکرِ دلائلِ اعظمیتِ این ظهورِ اقوم واتم از سائرِ شرائع وظهوراتست لذا با توضیحاتِ نه گانه واذکر تسعه ذیل براهین اعظمیتِ این ظهورِ اعظم را از سائرِ ادیان وشرائعِ الٰهیه مذکور داشته قضاوتِ آنرا باولی الالفئده وصاحبانِ قلوبِ پاک واگذار می نمائیم -

(۱) دلیل اول بر اعظمیتِ ظهورِ جمالِ قدم جلت قدرته داشتنِ مبشرِ عظیمے مانند حضرت باب اعظم نقطهٔ اولی عزذکره است - زیرا صاحبانِ ادیانِ گذشته اگرچه هرکدام دارای مبشر ویا مبشرین بودند که بظهور شان بشارت دادند ولیکن آن مبشرین را نسبت بحضرتِ اعلیٰ مقامی نبود زیرا ظهورِ حضرت باب از همه ظهوراتِ انبیائے سابقه مهم تر بوده بدرجه آئی که مطابق اخبار ونصوصِ صریحهٔ اسلامیه ظهوراتِ سابقه را باظهورِ حضرتِ باب نسبتی برای مقایسه نیست احادیث وآثار کثیرهٔ مدل ومشعر بر این مطلب مهم است - چنانچه از احادیثِ صحیحهٔ اسلامیه است که (العلم سبعة وعشرون حرفًا فجمیع ماجاءت به الرسل حرفان ولم یعرف الناس حتی الیوم غیر الحرفین واذا قام القائم اخرج الخمسة والعشرون حرفًا) یعنی علم عبارت از بیست وهفت حرف است وانچه از علوم که انبیاء از اوائلِ ظهورِ آدم الی خاتم علیهم السلام آورده اند دو حرف از این بیست وهفت حروف بوده وچون قائم قیام فرماید ۲۵ حروفِ دیگر را خواهد آورد ودر این مقام مشهود ومبرهن می گردد که قدر ومقامِ حضرتِ رب اعلی از مقاماتِ جمیع انبیاء از آدم الی خاتم بیشتر بوده وبعلاوه آثارِ ظاهره از آنحضرت اقوی دلیل واعظم برهان

بر صدق این گفتار است مثلاً در مومنین اولیه انبیای قبل ملاحظه نمایید که از عوام الناس و از نفوسی که در آغاز از طبقات بسیار پست بودند بهیچوجه دارای رسمی و اسمی نبودند تشکیل شده بود چنانچه اعظم حواریین حضرت مسیح علیه السلام شمعون ملقب به پطرس بود که مطابق تاریخ کنیسه از حساب ایام هفته عاجز بود و چون بصید ماهی می رفت هفت بسته غذا می بست و روزی یک بسته صرف می نمود و چون بسته هفتم تمام می شد می دانست که روز شنبه فرا رسیده و باید فردا برای عبادت به کنیسه حاضر گردد و این شخص در شبی که حضرت مسیح را صلیب شهید نمودند مطابق نص انجیل سه مرتبه از مولای خود تبری جست.

وهمچنین در دوره حضرت رسول اکرم بنص صریح قرآن اعداء بآنحضرت اعراض نموده گفتند (ما نراک الا بشراً مثلنا وما نراک اتبعک الا الذین هم اراذلنا بادی الرای) یعنی ما همین نوراً مگر انسانی چون خودمان و متابعت تو را ننموده اند مگر اراذلی که بادی الرای و جاهل و نادان هستند و مقصود شان این بود که چرا اولی العلم والعرفا مومن نشدند. ولی در ظهور رب اعلی روح ماسواه فداء جمع کثیر از علمای راشدین و فقهای مطلعین بآن طلعت ربانی مومن و موقن شدند که شمارهٔ آنان بچهار صد نفر بالغ گشته و این نفوس مقدسه چنان بمحبت آنحضرت برخواستند و استقامت نمودند که از هستی و اسم و رسم و ننگ و اموال و عیال و اطفال گذشتند. و جان را فدای محبت جانان نمودند و با خون خویش شهادت بر حقانیت صاحب الامر دادند و همچنین در آیات و کتب انبیای قبل باید نظر نمود. حضرت موسی احکام عشرهٔ توراة را نازل فرمود و حضرت مسیح از خود کتابی بیادگار نگذاشتند انجیل را بعد از شهادت آنحضرت حواریین نوشتند.

کتاب قرآن که اعظم حجت الهی در میان اهل اسلام بوده با آنکه حضرت رسول اکرم از اهل عربستان بودند و زبانشان عربی بود معذالک کتاب قرآن در مدت ۲۳ سال بر آنحضرت نازل گشت ولی حضرت اعلی با آنکه در دورهٔ جوانی و عنفوان شباب و از اهل فارس بودند و لسان عرب نیاموخته در مدت شش سال و کسری در حالی که بلایا و صدمات من جمیع الجهات حضرتش را احاطه نموده بود گاهی سرگون به تبریز و زمانی باکو و وقتی به چهریق می گشتند دران قلاع شامخه قریب ۹۰ برابر قرآن آیات الله بلسان فارسی و عربی بدیع نازل فرمودند و خود آنحضرت با اینهمه مقامات عظیمه که قطرهٔ از دریای عظمتش مذکور گردید خطاب به مقصود بزرگوار و معبود عالی قدر خویش یعنی حضرت بهاء الله جلت قدرته نموده در کتاب قیوم الاسماء می فرماید (یا بقیت الله قد فدیت بکلی لک ورضیت الموت فی سبیلک وما تمنیت الا القتل فی محبتک وکفی بالله العلی معتصماً قدیماً) و مکرر در الواح مقدسه اش آرزوی فدا در سبیل محبت حضرتش فرموده و در کثرت آثاری است که حضرت نقطهٔ اولی مقصود از ظهور خود را بشارت بطلوع ظهوری اعظم و اتم که صاحب آن ظهور را یمن یظهره الله و بقیة الله و بهاء الله نامیده ذکر فرموده باشد این خود یکی از دلائل بسیار بزرگ بر اعظمیت ظهور حضرت بهاء الله از سائر ادیان الهیه است.

(۲) دومین دلیل بسیار واضح، عظمتِ این ظهورِ امنع اعلیٰ اخبار و بشاراتی است که مظاهر قدسیهٔ الٰهیه در ادوار گذشته در بیانِ عظمتِ این ظهور فرموده اند- در قرآن شریف می فرماید (خلق الله السموات والارض فی ستة ایام ثم استوی علی العرش) ایامِ شش گانه منظور و مقصود ششِ ظهورِ مقدسه است که در عالم ظاهر گشته و خواهند در روز هفتم بر عرشِ جلال مستوی گردد- آشنایانِ معارفِ الٰهیه این بشارتِ عظیمه را جز به ظهورِ مقدسِ حضرت بهاءالله جلت کبریائه تعبیر نتوانند نمود وکذلک در قرآن می فرماید (والله یدعوا الی دارالسلام ویهدی من یشاء الی صراطٍ مستقیم) یعنی خداوند دعوت می کند بسوی دارالسلام و هدایت می نماید براهِ راست کسی را که میخواهد- مصداقِ بشارتِ مذکور ظهورِ مقدسِ حضرت بهاءالله عزّ کبریائه از دارالسلام بغداد است وکذلک بآنگونه که مذکور شد در کتبِ مقدسه تورات و انجیل و کتبِ زند و اشتیان همچنین در کتبِ عرفا و ادبا و شعرا حتّی در کتابِ شاهنامه باین ظهورِ اعظم و عدهٔ صریحه داده شده و انبیای عظام و اولیای کرام آرزوی شان وصول باین وعدِ عظیم وحضور در محضرِ انور مولائے بزرگوارشان بوده است-

(۳) سومین دلیل بر عظمتِ این ظهورِ جلیل ظهورِ علوم و فنونِ محیّرِ العقول است که غالباً بل اغلب پس از این ظهورِ امنع اعلیٰ در عالمِ وجود ظاهر و سببِ ارتباطِ عالمِ وجود شده در ادوارِ انبیای سابق و قبل از دورهٔ حضرت بهاءالله موانعِ جسیمه برای حصولِ ارتباط بین عالمِ بشری موجود و وسائلِ تقلیه و خطوطِ ارتباطیه و وسائلِ مخابره و غیره مفقود و نصف کرهٔ ارض مجهول و ممکن نبود یکی از مظاهرِ الٰهیه ممالکِ معلومهٔ آن عصر را هم همه با یکدیگر مرتبط دارد و نبودنِ معارفِ کامله در میانِ نوعِ بشر مانعِ عمدهٔ دیگری برای تحقّقِ این آمال بود ولی امروز بقوّهٔ نافذهٔ الٰهیه جمیع قطعاتِ مجهوله معلوم و اختراعِ وسائلِ دور رابطِ ارتباطِ نوعِ انسان را آسان نموده پیدا شدنِ اتومبیل در راهِ آهن و کشتی های بخاری و بالاتر از همه هواپیما چنان راهها را نزدیک و ممالکِ شاسعهٔ عالم را بیکدیگر رابطه و اتصال داده که هرکس مسافرت باشتر و الاغ و یا اسب را بخاطر آرد از خوف بر خود بلرزد و همچنین اختراعِ تلگراف و تلفون و بی سیم و رادیو و امثال ذلک رابطهٔ مهمتری را ایجاد می نماید که پیشینیان در عالمِ رؤیا تحقّقِ این امور را مشکل میپنداشتند این همه آثار و اثمار زائیدهٔ این عصر و قرنِ مبارک است و اینهمه ترقیاتِ علوم و فنون و اختراعاتِ محیّرِ العقول از اثراتِ این دورِ عظیم و چون عالم رو بکمال سوق داده شده و ملل عالم در سود و زیان و غیرِ آن سهیم مانند سلسلهٔ زنجیر بیکدیگر متصل گشته اند و یانتی چون امر بهائی لازم تا با احکامِ مقدسهٔ عمومیش این عالم را در ظلِّ خیمهٔ یک رنگ وحدتِ عالمِ انسانی وارد نماید-

(۴) چهارمین دلیل بر عظمتِ این ظهورِ مبارک اینکه انچه انبیاء از قبل مبعوث شدند بطاهر از نفوسِ صاحب قدر عصرِ خود نبودند- بلکه بآنگونه که متبحرین در تاریخ اطلاع دادند حضرت موسیٰ به شبانی و حضرت محمدؐ به شتر داری و سائرِ پیغمبران با مور دیگر می پرداختند بعلاوه بعضی از انبیاء قبل از انکه به نبوت برگزیده شوند اهلِ ارض نسبت های نالائقه بآن وجوداتِ مقدسه دادند ولی حضرت بهاءالله شخصاً در ایران از دودمانِ وزارت و امارت بود و بعلاوه حضرتش در بدوِ جوانی به امتیاز کامل از سائرین معروف و نفوسی انکه وزراء و اعیان که با پدرِ حضرت بهاءالله نهایت عداوت را داشتند کمالِ احترام را نسبت بحضرت بهاءالله

مرحوم سید داشتند چنانکه حاجی میرزا آقاسی که اعداء عدوّ جناب آقا میرزا بزرگ نوری بود همواره کمال احترام را نسبت بحضرت بهاءالله مجری میداشت و میرزا تقی خان امیرکبیر با آن همه سیاست و تدبیر در محضر حضرت بهاءالله اظهار عجز و ناتوانی نمود و از این گذشته کوچک ترین امر ناشائسته را نتوانستند بحضرتش منسوب دارند جز آنکه علمای عصر هم در کمالات معنویه معترف متحیر و حیران گشته و بی اختیار بر عظمت و جلال ملکوتیش آفرین گفتند.

(۵) پنجمین دلیل بر اعظمیت این ظهور اسنع اعلیٰ شهادت نفوس دانشمند و علمای عصر و حتی نفوسی که نهایت عداوت و دشمنی را داشتند بر اعظمیت آن ذات اقدس است چه تاکنون مشاهده نشده که در دورهٔ هیچ پیغمبر نفوسی که عداوت و دشمنی نسبت بآن ظهور داشتند بر عظمت و قدر جلال شان آن صاحب امر شهادت دهند ولی در این دور مکرم علاوه بر علماء و دانشمندان و نفوس بی طرف نفوسی نیز که عدوّ و دشمن بودند بی اختیار بزرگواری حضرتش را ستودند و انکار این اقتدار الهیه را نتوانستند. چنانچه مرحوم حاجی مرزا حسین خان میرالدوله سپه سالار اعظم) که سفیر کبیر ناصرالدین شاه پادشاه ایران در دربار عثمانی و منتهی جهد و کوشش او شوراندن دولت عثمانی بر علیه حضرت بهاءالله بود چون بایران آمد در مجالس و محافل رسمی دولتی ذکر عظمت جمال قدم را نمود و آن مظهر مجد و جلال را ستود.

کذلک مستر برون معروف انگلیسی که عداوتش نسبت بامر بهائی بر احدی مستور نیست در مقدمه که بر کتاب نقطة الکاف نوشته اقرار به عظمت و جلال لانهایه بحضرت بهاءالله نموده و مخصوصاً در سفری که در کاء بحضور حضرتش مشرف گشته گوید (قدرت و جلالی دیدم که همواره در نظرم بوده هرگز فراموش نخواهم نمود) و چون اُفول شمس حقیقت جمال قدم جلت اقتداره از افق امکان واقع گردید در شهر عکاء علمای عالیقدر ملل مختلفه نظیر کلیمی مسیحی مسلمان بلغت و ثنای حضرتش پرداختند و مرثیه های جانگداز در این مصیبت سرودند که در کتب و تواریخ مبثوث و هیچ تاریخی نظیر این واقعه را قبلاً ثبت ننموده است (الفضل ما شهدت به الاعداء)

(۶) دلیل ششم بر اعظمیت این ظهور جلیل تنظیم و دستورات بدیعهٔ منیعه است که در هیچ یک از ادیان عالم سابقه نداشته و جمال الهی عزّ اسمه الاعلیٰ با قتضای این ظهور کلی آسمانی تعالیم مهیمنهٔ باهل عالم فرموده اند که با اینکه هیچ یک از اهل عالم علی العجاله ظاهراً در ظل این شریعت اقوم مستظل نگشته اند ولی برخی از ان دستورات و تعالیم مقدسه در عروق و شریان عالم امکان جاری گشته و بموجب اجراء و عمل گذاشته اند و برخی از ان تعالیم مهیمنه که کافل سعادت اهل عالم و نوع بشر است عبارت از صلح عمومی، وحدت عالم انسانی، تساوی حقوق مرد و زن، وحدت اساس ادیان الهی تعلیم اجباری تاسیس محکمهٔ عمومی بین المللی که به بیت العدل نامیده می شود. ازاله و ترک تعصبات جاهلانه. تبدیل معیشت عمومی و امثالها می باشد عقلاء و دانایان عالم تصدیق می نمایند که رهاننده نوع انسان از این اسقام و آلام و ناخوشیهای مستولیه گوناگون این تعالیم مبارکه است و همچنین دستورات جامعهٔ عالمیکه برای نظام عالم انسانی از طرف حضرت بهاءالله و حضرت عبدالبهاء و

حضرت ولی امرالله شوقی ربانی ارواحنا لقدر تهم الفدا تدوین و توضیح گشته در این مختصر نگنجد
بحر را کی گنجایش اندر جوی نیست

(۷) دلیل هفتم بر اعظمیت این ظهور اظهر و شریعت اعظم وجود عهد و میثاق الهی و تعیین مقام مقدس مبین و ولی امر مبارک است - چون در ادیان سالفه ملاحظه شود مشاهده خواهد شد که آنچه اختلافات و انشقاقات در ادیان الهیه هویدا شد واسطه مصرح و مکتوب نبودن نام جانشین هر پیغمبری بود - انشقاق دیانت حضرت مسیح به شقوق و شعب بی اندازه و انقسام دیانت و درس فلسفه به دو طریقه - و تفریق بحر ذخار اسلام به خلیجهای متفاوته و حصول تفرقه در میان این مذاهب و وقوع حروب هائله بواسطه متصرح نبودن نام جانشین هر پیغمبر بود ولی در این دور اعظم و قرن اکرم جمال قدم در کتاب مستطاب اقدس در دو موضع مقام مقدس تبیین کلمات و توضیح دستورات را بمقتضای عصر و زمان به یکتا غصن مقدس مبارک منشعب از اصل قدیم یعنی حضرت عبدالبهاء ارواحنا لرمسه الاطهر فدا آن وجود مبارکی که دوستان و دشمنان بر عظمتش گواهی دادند تفویض فرمود و بعلاوه در کتاب عهد الهی حضرت بهاء الله این مقام منیع را تائید فرمود و از برکت این نص عظیم با آنکه ناقضین کمال جد و جهد بر انهدام کاخ رفیع شریعت الله کربستند چنان شکست خوردند و از میدان بدر رفتند که آروی این انشقاق و انشعاب را بگور بردند و خائباً خاسراً مخسراً بتراب راجع گشتند - حضرت عبدالبهاء ارواحنا لمظلومیته الفداء در دورهٔ مبارک امرالله را در شرق و غرب عالم از اقصی سواحل آسیا تا ابعد نقاط قارهٔ شمالی امریکا نشر و ترویج فرمودند و الواح و وصایای مبارک همایون غصن اقدس منشعب از دو شجرهٔ مبارکه یعنی حضرت شوقی ربانی ارواحنا لتراب مقدسه الفداه را ولی امرالله و مرجع اهل بهاء و رئیس لایعزل بیت العدل اعظم معین فرمودند و به ملکوت ابهی صعود نمودند و این شریعت الهی از خطر انشعاب و انشقاق برهید و فرمانروای کشتی مطلق عالم وجود به ید اقتدار حضرت شوقی ربانی گذاشته شد.

(۸) دلیل هشتم بر اعظمیت این ظهور امنع حصول ثمرات عظیمه از این تعالیم و دستورات مبارک است زیرا بدون کوچکترین عنف و جبری بواسطه تعالیم و دستورات الهیه قوهٔ نافذهٔ ربانیه در عالم ظاهر گردید که ملل متباغضه که هزاران سال عدوی تهتار و دشمن خونخوار یکدیگر بودند و بر روی یکدیگر شمشیر کشیده تشنه خون هم بودند در ظل این شریعت مقدسه وارد و چون برادر و برادر مهربان تر گردیدند در ایران ممکن نبود شخص مسلمان زردشتی و کلیمی را انسان حقیقی داند و یا آنکه با آنان هم سفره شود - بلکه آنان را نجس میدانست و روز بارانی زردشتیان و کلیمیان حق خروج از خانه را نداشتند زیرا چون زمین مرطوب بود و آن نفوس طریق را می پسودند اراضی نجس می شد و چه ظلمها و ستمها که روا می داشتند ولی قدرت معنوی حضرت بهاء الله بطوری این نفوس متباغضه را در ظل خیمهٔ دیانت واحده جمع نمود که برادر وار بر سر یک سفره مجتمع گشتند و نوشیدن گرگ و میش آب را از یک چشمه مصداق یافت و همچنین در امریکا که جنس سفید از سیاه متنفر و تنفرشان فوق العاده معروف است

بدرجه که ازکوچه که سیاهی مجور نماید شخص سفید پوست عبور را از آن کوچه عار میدارد -

این دو نوع متباغض ومختلف در ظل شریعت بهائی بدرجه ای محبت گشتند که یکدیگر از دواج نمودند و فرق وجدائی را ازمیان برداشتند وازان گذشته بهائیان یک مملکت بابهائیان مملکت دیگر وحتی باجمیع اهل عالم درنهایت درجه محبت هستند اگر یک نفر از بهائیان از اقصی ممالک شرق بابعد ممالک غرب رود بهائیان اورا چون دیده عزیز دارند ومقدمش راگرامی شمرند وبایک صمیمیت خارج از وصفی اورا خدمت کنند - بالجمله قدرت قلم اعلی چنان بدون جبر وعنف مدائن قلوب راتسخیر فرمود ونمونه محبتی درعالم ظاهر فرمود که شبه آنرا چشم عالم ندیده ودر تاریخی مذکور نگشت ؎

این هنوز اول آثار جهان افروز است　　باش تا خیمه زند لشکر سلطان ایاز

(۹) دلیل نهم که اعظمیت این ظهور کلی الهی یعنی شریعت حضرت بهاء الله جل شانه نزول آیات عظیمه وکتب مقدسه است که شبه آن درعالم وجود ظاهر نشده وعلاوه براینکه آثار وکلمات این ظهور بحدی است که خارج از احصاء است واگر شخص تمام ایام عمر را مصروف دارد مطالعه همه آیات این ظهور اعظم را از عهده نیاید بکلمات مقدسه الهیه بلسان فارسی وعربی بدیع دراین شریعت اقوم نازل وهرگونه مسائل غامضه با شرح قلم اعلی شرح وتوضیح داده شده - انچه راکه درکتب آسمانی سابقه اهل جهان ادیان ازدرک وفهمش عاجز بودند تبیین گشته - مسائل علمیه که علمای فن ازادراکش عاجز بودند با بیانی بس شیرین وبسیط بالحان مختلف تشریح گشته وازین گذشته رسائل والواح صادره از قلم افخم جمال قدم واسم اعظم خطاب بملوک وسلاطین عالم درحالیکه مسجون درسجن اعظم عکاء بودند وخطابهای مهیمنه بزمامداران ارض وتذکرشان بوظائف محوله بایشان اعظم دلیل براقتدار لانهایه حضرت بهاء الله است - وطالبان حقیقت تاحوذ درکتب مقدسه این ظهور مبارک تعمق نمایند برحقیقت این گفتار کما ینبغی واقف خواهند گشت - اینک نمونه از آیات متعالیه صادره از قلم اعلی یعنی کلک اطهر حضرت بهاء الله زینت این مقاله می نماییم -

قوله جلت کلماته :-

" کلمة الله درورق پنجم از فردوس اعلی - عطیه کبری ونعمت عظمی درتربته اولی خزیده ومست - اوست حافظ وجود وناصر ومعین او - خزینه کنز حق است ومظهر اسم علام - باومقام انسان ظاهر ومشهود - اوست دانا ومعلم اول در بستان وجود اوست راهنما ودارای رتبه علیا - ازیمن تربیت اوعنصر خاک دارای گوهر پاک شد وازافلاک گذشت - اوست خطیب اولی درمدینه عدل - درسال نه جهان را به بشارت ظهور منور نمود - اوست دانای کمیکه دراول دنیا بمرقاة معانی ارتقا جست وچون باراده رحمانی برمنبر بیان مستوی بدو حرف نطق فرمود - ازاول بشارت وعدظاهر وازثانی خوف وعید - ازوعد وعید بیم وامید ظاهر وباین دو اساس نظم عالم محکم وبرقرار تعالی الحکیم ذوالفضل العظیم -

وهمچنین میفرماید :-

فانظر والعالم کهیکل انسان - انه خلق صحیحاً کاملاً فاعتریته الامراض بالاسباب المختلفة المتفاوتة

وما طابت نفسه فی یوم بل اشتد مرضه بما وقع تحت تصرف اطباء غیر حاذقة الذین رکبوا مطیة الهوی وکانوا من الهائمین ..... والذی جعله الله الترياق الاعظم والسبب الاتم لصحته هو اتحاد من علی الارض علی امر واحد و شریعة واحدة وهذا لم یکن ابدا الا بطبیب حاذق کامل مؤید لعمری هذا لهو الحق و مابعده الا الضلال المبین "

وهمچنین میفرماید :-

" ای دانایان امم ! از بیگانگی چشم بردارید و به یگانگی ناظر باشید باسبابیکه سبب آسایش وراحت عموم اهل عالم است تمسک جوئید "

وهمچنین میفرماید :-

" نزد اهل بهاء افتخار بعلم وعمل واخلاق و دانش است نه بوطن ومقام "

وهمچنین میفرماید :-

" قبول این سجن اعظم نظر بخلاصی انعتاقست از سلاسل نفس وهوی وقبول این ذلت نظر بعزت من فی الارض بوده چه که این نفحه رحمانیه از برای حیات بریه آمده زود است که اشراق شمس کلمه را از جمیع اطراف مشاهده نمایند. انتهی "

انچه ذکر شد قطره از اقیانوس مواج اعظمیت این شریعت مبارک بود بدیهی است دانایان عظام وعقلاء ذوی المقدر جهان از عهده شرح ذره از آثار جلال این خورشید حقیقی برخواهند آمد تا چه رسد باین ذرة ناقابل. مقالهٔ خود را باذکر قسمتی از اشعار جناب نسیم شاعر بهائی بپایان می رسانیم

تا خدا خلق این سهی دین کرد — عالمی را بهشت آئین کرد
فطرت کل چو بر محبت بود — خلق را دین بطبق تکوین کرد
مشکل هر طریق آسان ساخت — معضل هر طریق تبیین کرد
پی نظم معاش وحسن معاد — وضع نیکوترین قوانین کرد
پی تکلیف دست وچشم و زبان — انچه شالسته بود تلقین کرد
بهر اصلاح ملک و ملت و دین — خلق را تابع سلاطین کرد
آخر الامر با بیان صریح — مرکز عهد خویش تعیین کرد
پیکر ناتمام گیتی را — بطراز کمال تزئین کرد

تأثیرات النعمة علی الامکان
تأثیرات الخمیرة علی الاکوان
(از فارسی شماره ۳۱۳ مورخ ۱۳۰۲ شمسی)

پند نامه

از اشعار مرحوم مرزا قابل آبادی

هوالناصح

ای اهل بها همتِ کامل بنمائید — اثباتِ حقیقت بدلائل بنمائید
باقوّهٔ قدسیه و برهانِ الٰهی — کشفِ همه اسرار و مسائل بنمائید
کوشید و خرد رشید و بجوشید چه دریا — کاز اهلِ جهان حل مشاکل بنمائید
ز اعمالِ پسندیده و اخلاقِ حمیده — بر خلقِ جهان حسن خصائل بنمائید
تبلیغ و هدایت همه خلقِ جهان را — فرض است تشبث بوسائل بنمائید
با خلقِ خوش و حسنِ سلوک و روشِ نیک — در آدبه ابهیه داخل بنمائید
محجوب و ممانند بکوشید که شاید — ز احجاب درآورده و واصل بنمائید
مستغرقِ دریائے ضلالند خلائق — با فلکِ عمل راه بساحل بنمائید
چون موسیِ وقتید هزاران ید بیضا — اندر برِ فرعون مجادل بنمائید
با موعظهٔ حسنه لیّنه ره را — هر فرقهٔ کور و کر و غافل بنمائید
آفاقِ جهان پُر ز غریوات و هیاهو — کوشید که بل رفع غوائل بنمائید
با عدل نگیرید ابر خلق بغشار — بل با همه با فضل معامل بنمائید
با مشهدِ مصفای بیانات مبارک — از کامِ جهان دفع حنا ظل بنمائید
ز آیاتِ الٰهی که بود حجتِ قاطع — تفصیل میانِ حق و باطل بنمائید
این خلق علیلند و شما ئید طبیبان — بر دفعِ علل داروی کامل بنمائید
در خوانِ کرم نعمتِ تقدیس مهیاست — زین مائدهٔ قدس تناول بنمائید
از روی حقیقت بدرِ حضرتِ مختار — اندر دلِ اسحار تبا تل بنمائید
با عجز و تضرع بسوی قاضیِ حاجات — ترتیلِ مناجات و نوافل بنمائید
ز الواحِ جمالِ قدم و مرکزِ میثاق — با شوق و شغف کسبِ فضائل بنمائید
از آبِ فضائل حسد و قلبِ روان را — پاک از دنس و لوثِ رذائل بنمائید
دلها همگی پاک نمائید ز بغضا — واز نارِ محبت چه مشاعل بنمائید

هر نفس بهر شهر مکلف بضیافت — گر دیده که تحفیلِ محافل بنمائید
صوم بست و صلوٰة است که مأمور آبند — معمول بامرِ شهِ عادل بنمائید
تحصیلِ معاش از حرف و حرث و تجارت — واجب شده همت بمشاغل بنمائید
از بهرِ نفوس عجزه راه اعاشه — ز ایتام و شیوخ و زرا راهل بنمائید
تشکیلِ امانت بفقیران و مساکین — فرض است بکل دفعِ تکاهل بنمائید
فرض است ابر اهل بها تزکیة القوت — هم تزکیه دونِ ما کل بنمائید
در کورِ بها نهی صریح است تگدی — جهدی که جهان پاک ز سائل بنمائید
انفاق لدی الحق بود از سیدِ اعمال — بذلی بره مالکِ باذل بنمائید
بر انفسِ ما مورهٔ بتبلیغ حمایت — حتم است بکل رفعِ تغافل بنمائید
فضلاً لاحبا شده فرمان بحقوقی — در تادیه اش کوششِ عاجل بنمائید
تعلیمِ بنات است و بنین امرِ الٰهی — بل فضل گر این موهبه حاصل بنمائید
در امر مکوشید که بل نفسِ بها را — همواره بخود کافل و شاملِ بنمائید
البته صد البته که دوری و تنفر — ز افیون که بود هالک قاتل بنمائید
افیون و دخان نهی و حرمت بتصریح — پرهیز از این خاسرِ سافل بنمائید
پرهیز از آن باده که او هوش و خرد را — همواره کند خامد و ذاهل بنمائید
از قتل و زنا غیبت و بهتان بگریزید — بیزاری از این ورطهٔ هائل بنمائید
فرمانِ الٰهیه بود صیقلِ ارواح — طاهر دل و جان را ز مصاقل بنمائید
در راهِ اوامر و نواهی الٰهی — سالک شده تا طیِ منازل بنمائید
گر امرِ بهائیست باوذاق گوارا — از ذائقه ها دفعِ علائل بنمائید

تا سید پیا پی طلب از درگهِ سبحان
اندر دلِ اسحار چه قابل بنمائید

ماہنامہ

پیام بریلی

جلد چہارم　　فروری سنہ ۱۹۴۳ء　　نمبر دوم

ھُوَاللّٰہ

ای بندۂ خدا! ہر بندگی بند است و ہر عبودیت کمندی مگر بندگیِ درگاہِ الٰہی

اے خدا کے بندہ! جو کوئی بھی بندہ ہے وہ ایک بندش میں بندھا ہے۔ ہر قسم کی عبودیت اور غلامی ایک کمند ہے

کہ آزادگی است این عبودیت درد را درمان است و این بندگی زخم را

صرف خدا کی درگاہ کی غلامی آزادی ہے۔ یہی غلامی ہر درد کی دوا ہے اور ہر زخم کے لئے مرہم رحمانی ہے

مرہمِ رحمٰن آزادگی بدل است نہ بجسم و فرزانگی بروح است نہ

آزادگی دل سے ہوتی ہے نہ جسم سے فرزانگی اور عقلمندی روح سے ہوتی ہے نہ

بقوانینِ سیاسیِ پُر اسم پس تو از خدا بخواہ کہ بندۂ حلقہ بگوش

بڑے بڑے نام والے سیاسی قانونوں سے۔ پس تو خدا سے دعا کر کہ جمالِ الٰہی کا حلقہ بگوش غلام بنے

جمالِ الٰہی باشی و عبدِ صادقِ درگاہِ کبریاء والبہاء علیک وعلیٰ

بنا دے اور تو درگاہ کبریاء میں سچی عبادت کرنے والا ہو جائے۔ خدا کا جلال تیرے اوپر اور

کُلِّ ثابت علیٰ میثاق اللّٰہ

اُن سب پر ہو جو خدا کے عہد و پیمان پر ثابت ہیں

ع ع

قوانینِ الٰہی

ذیل کا مضمون ایک تقریر کا خلاصہ ہے جو اہل قرآن کی جمعیت میں ہوئی۔ اہل قرآن وہ جماعت ہے جو روایت وحدیث سے منکر ہے۔ تقریر تمام سامعین نے توجہ سے سنی۔ اور بعد کو کچھ سوالات بھی کئے جن کے جوابات دیئے گئے۔ مجلس مسرت کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔ (محفوظ الحق علی مدیر پیامبر از علی گڈھ)

سُنّت اللہ

سنّت کے معنیٰ ہیں طریقہ۔ دستور۔ قاعدہ۔ قانون۔ سنت اللہ یعنی "خدا کا مقرر کیا ہوا طریقہ"۔ اسی کو "قانونِ قدرت" بھی کہتے ہیں۔ ہر قانونِ الٰہی محکم اور اٹل ہے۔ کبھی غلط نہیں ہوسکتا ٹوٹ نہیں سکتا۔ بند نہیں ہوسکتا۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے سنت اللہ التی قد خلت من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا (فتح ع) خدا کا قانون جو پہلے سے چل رہا ہے اور تم آئندہ بھی قانونِ الٰہی کو بدلتے ہوئے ہرگز نہ پاؤ گے۔ سنت اللہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا (احزاب ع) خدا کا قانون گذشتہ زمانے کے لوگوں میں جاری رہا ہے اور تم خدائی قانون کو آئندہ بھی بدلتے ہوئے کبھی نہ پاؤ گے۔ فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا۔ (فاطر ع) تم سنت اللہ میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے اور تم سنت اللہ کو واپس لوٹتا ہوا کبھی نہ پاؤ گے۔ یعنی سنت اللہ یا قانونِ الٰہی نہ بدلتا ہے۔ نہ اپنے عمل سے باز رہتا ہے۔ جیسے پہلے اس کا اثر عالمِ خلق پر محیط تھا آئندہ بھی اسی طرح محیط رہیگا۔ قانون الٰہی ایک زندہ اور قوی عامل ہے۔ جو کسی سے مغلوب نہیں ہوتا۔ سب پر غالب رہتا ہے۔ ہمیشہ جاری رہا ہے اور جاری رہیگا۔ لاتبدیل لکلمات اللہ (انعام ع) خدا کی باتوں کو بدلنے والا کوئی نہیں۔ لاتبدیل لکلمات اللہ (یونس ع) خدا کی باتیں اٹل ہیں۔

ظاہر و مسلّم ہے کہ وقت وقت پر پیغمبر کا بھیجنا۔ نئی شریعت و کتاب وحی کا نازل کرنا سنت اللہ ہے۔ جو ابتدائے آفرینش سے اب تک جاری ہے۔ چونکہ سنت اللہ بدل نہیں سکتی اس لئے نئے پیغمبر کا مبعوث ہونا۔ نئی کتاب و شریعت کا نازل ہونا ایک لازمی امر ہے۔ (اور اہل بہار، اس وقت دنیا کو مژدہ سنا رہے ہیں کہ خداوند عالم نے نئی کتاب و شریعت نازل فرمادی ہے۔ سنت اللہ کو سمجھنے والوں اور قانونِ قدرت کو ماننے والوں کا فرض ہے کہ اہل بہار کی آواز پر کان دھریں)

سنت اللہ بدلتی اور رکتی نہیں۔ وحی و شریعت کی آمد سنت اللہ ہے۔ پس وحی و شریعتِ جدیدہ کا آنا بند نہیں ہوسکتا۔

قرآنِ مجید اس حقیقت کی تائید و تفصیل کرتا ہے۔ حضرت آدم کے وقت خداوند عالم نے اعلان فرمایا تھا اما یاتینکم منی ھدی اے بنی آدم! میری طرف سے تمھیں ہدایت آتی رہے گی۔ واقعات شاہد ہیں کہ خداوند عالم بہت سے پیغمبروں کے ذریعہ وقت وقت پر احکام و شرائع بھیجتا رہا ہے۔ اسی سنتِ جاریہ کے سلسلے میں آئندہ بھی

وحی و شریعت جدیدہ بھیجے گا۔ چنانچہ اس لاتبدیل قانون کے مطابق قرآن مجید میں تصریح کے ساتھ پیغمبروں کی آمد اور آیات کے نزول کا وعدہ و اعلان فرماتا ہے۔ یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم اٰیاتی اے بنی آدم! تم میں سے میرے پیغمبر تمھارے پاس آتے رہینگے۔ میری آیات بیان کرینگے فمن اتقی و اصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون تو جو لوگ تقویٰ اور اصلاح اختیار کرینگے انھیں خوف و غم نہ ہوگا۔ والذین کذبوا باٰیاتنا واستکبروا عنھا اولئک اصحٰب النار ھم فیھا خالدون۔ اور جو لوگ پیغمبر برحق کو جھوٹا بتائینگے اور ہماری آیاتِ وحی کو جھٹلائینگے اور ہمارے احکام کے مقابلہ میں تکبر کرینگے وہ آگ والے ہیں۔ اسی میں پڑے رہینگے۔ (ملاحظہ ہو سورۃ اعراف رکع)

ارسالِ رسل کے متعلق خداوند عالم فرماتا ہے وما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین فمن اٰمن واصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (انعام رکع) ہم مرسلین کو خوش خبری دینے والے اور خطرات سے آگاہ کرنے والے بنا کر بھیجتے ہیں اور بھیجینگے۔ سو جو لوگ ایمان لائینگے اور اصلاح اختیار کریں گے انھیں خوف و غم نہ ہوگا۔

نُرسِلُ صیغہ مضارع ہے جو مستقبل کا مفہوم بھی رکھتا ہے۔ اور ارشاد ہے انا کنا مرسلین (دخان رع) ہم اپنا امر و حکم بھیجنے والے ہیں

خدائی قانون اور وعدہ صاف و صریح ہے کہ پیغمبر آتے رہینگے اور یہ وعدہ قرآن مجید میں بھی دیا ہے۔ اس لئے روشن ہو گیا ہے کہ قرآن مجید کے بعد بھی وحی و شریعت یا جدید کتاب الٰہی اور پیغمبر کا ظہور ہوگا۔ یہ ایسی صاف باتیں ہیں جن میں کوئی پیچ پیچ نہیں ہے۔ پیغمبروں کا آنا سلسلہ سنتِ الٰہیہ ہے جو سب کو معلوم ہے۔ اسی سنتِ الٰہیہ کے ماتحت حضرت ابراہیم اور پھر حضرت موسیٰ اور اپنے وقت پر حضرت مسیح اور بعد ازاں حضرت محمد رسول اللہ کی بعثت ہوئی۔ اسی سنتِ جاریہ کے مطابق اب حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کا ظہور ہوا ہے۔ اور لاکھوں حق پرستوں نے ان کی دعوت کو قبول کیا جو ہر روز بڑھتے جا رہے ہیں اور انکار کرنے والے روز بروز کم ہوتے جاتے ہیں۔

خداوند عالم فرماتا ہے:۔

سنۃ من قد ارسلنا قبلک من رسلنا ولن تجد لسنتنا تحویلا (بنی اسرائیل رع)

اے رسول! ہم نے تجھ سے پہلے جو پیغمبر بھیجے ان میں بھی یہ قانون کام کر رہا تھا اور تم آئندہ بھی ہمارے قانون کو پلٹا ہوا نہ پاؤ گے۔

حضرت بہاء اللہ لوح السلطان میں فرماتے ہیں کہ

"ہم لوگ عالم خلقت میں مظاہر الٰہی (پیغمبروں) کا ظاہر ہونا محال اور غیر ممکن نہیں جانتے اور اگر کوئی شخص اس بات کو محال جانے تو پھر اس میں اور ان لوگوں میں کیا فرق رہا جنھوں نے خدا کے ہاتھوں کو بندھا ہوا سمجھا"؟

اور فرماتے ہیں:۔

قد بعثنی اللہ وارسلنی الیکم باٰیات بیّنات (کتاب اقتدار ص۵۲)

مجھے خدا نے مبعوث فرمایا اور کھلی کھلی آیات دے کر تمھاری طرف بھیجا ہے۔

فطرت اللہ

خداوند عالم نے انسان کو بہترین فطرت عطا فرمائی ہے۔ نیکی، پاکی حق پرستی روح انسانی کو محبوب ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے

انہ لحب الخیر لشدید (والعادیات رع)

انسان اچھائی اور بھلائی کی محبت میں بڑا پکا ہے۔

یعنی انسان کے اندر بڑی مضبوطی سے یہ بات موجود ہے کہ وہ

اچھائی کو پسند کرتا ہے اور بھلائی کو چاہتا ہے۔ یہ انسان کی فطرت ہے خداوند عالم فرماتا ہے:۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین الا الذین اٰمنوا وعملوا الصلحات

یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین پیائے پر بنایا ہے (یعنی انسان کی فطرت نیک اور اچھی ہے) پھر (جو اپنی فطرتِ اصلیہ پر غبار چڑھا لیتے ہیں) ہم انھیں نیچوں کے نیچ اور بدترین کر دیتے ہیں۔ مگر ہاں جو لوگ ایمان اور عملِ صالح اختیار کرتے ہیں (وہ احسن تقویم و فطرتِ اصلیہ پر قائم رہ کر بلند و بہتر ہوتے ہیں)

انسان کی فطرتِ اصلیہ کو قائم رکھنے اور برسرِ ظہور لانے کے لئے خداوند عالم پیغمبروں کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجتا ہے۔ شریعت اور احکام نازل فرماتا ہے دنیا کی تاریخ اور مذاہب و اقوام کے واقعات کا ریکارڈ اس کا گواہ ہے فطرتِ اصلیہ یہ ہے کہ انسان سچائی اور اچھائی پر قائم رہے۔ اسی غرض سے خدا پیغمبروں کو بھیجا کرتا ہے۔ کتاب نازل فرماتا ہے

ارسلنا رسلنا وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط

ہم نے اپنے پیغمبروں کو بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل فرمائی تاکہ لوگ اعتدال و انصاف پر قائم ہوں

اب ظاہر و مسلّم ہے کہ جیسے پہلے زمانوں میں انسان فطرتِ اصلیہ سے غافل ہو کر گمراہی میں پڑتا رہا اور اسے اٹھانے کے لئے پیغمبر آتے رہے۔ ہر پیغمبر احسن تقویم کا سب سے اعلیٰ مظہر ہوتا تھا۔ وہ اپنی فطرتِ اصلیہ سے دوسروں کی فطرت کو متاثر کر کے بیدار کرتا تھا اور انھیں اچھائی اور بھلائی پر قائم کر دیتا تھا۔ بہت سے انسانوں کی سوئی ہوئی فطرت جاگ اٹھتی تھی۔ موجودہ زمانے میں بھی انسان نے اپنی فطرتِ اصلیہ پر بہت غبار ڈال لیا ہے۔ بے دینی کا غبار ہے۔ دین کے نام سے تعصب کا غبار ہے۔ اوہام کا غبار ہے۔ غلط عقائد اور برے اعمال کا غبار ہے۔ فرقہ بندی اور اختلافات کی آندھیاں چل رہی ہیں۔ مرض بڑھ جانے پر طبیب اور علاج کی سخت ضرورت پیش آتی ہے۔ گذشتہ زمانوں میں جتنی ضرورت پیش آتی تھی اس سے ہزاروں درجہ بڑھ کر آج مصلحِ روحانی کی ضرورت ہے۔ انسانیت کی فطرت بڑے زور سے اصلاح اور مصلح کی طلبگار ہے۔ خداوند عالم کا کلام بھی پکار رہا ہے کہ فاقم وجھک للدین حنیفا۔ اے انسان! یکسو ہو کر دین میں اپنی پوری توجہ صرف کر۔ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا۔ دین حق پر قائم ہو جانا ہی فطرتِ اصلیہ پر قائم ہونا ہے) خدا کی دی ہوئی فطرت پر قائم ہو جا۔ جس پر خدا نے لوگوں کو بنایا ہے لا تبدیل لخلق اللہ خدا کا بنایا ہوا قانونِ فطرت اور خلق میں اس کا عمل دائمی اٹل ہے۔ ذٰلک الدین القیم۔ یہی سب کو قائم رکھنے والا دین ہے۔ ولکن اکثر الناس لا یعلمون مگر بہت سے لوگ جہالت میں مبتلا ہو جاتے ہیں"۔

پس قانونِ فطرت کے مطابق موجودہ ظلمت و خرابی میں انسانوں کو فطرتِ اصلیہ پر قائم کرنے کے لئے مصلحِ روحانی حضرت بہاء اللہ کے نام سے جلوہ گر ہے۔ اور لاکھوں انسانوں کی سوئی ہوئی فطرت کو جگا کر انھیں بلند مقام پر قائم کر چکا ہے۔ اس نے امراضِ قلوب کو شفا بخشی ہے۔ غافلوں کی آنکھوں سے پردے ہٹا دیئے ہیں۔ مدہوشوں کو ہوشمند بنا دیا ہے۔ گم گشتہ راہوں کو منزلِ مقصود پر پہنچا دیا ہے۔

اور جیسے لباس اور غذا کا انسانی عمر کی مناسبت سے بدلا جانا ضروری ہے ویسے ہی فطرتاً نوعِ انسان کی طفولیت کے احکام و شرائع بلوغ کے وقت کارآمد نہیں ہو سکتے۔ اسی اصول پر وقتاً فوقتاً نئے احکامِ خداوندی نازل ہوتے رہے ہیں اور متعدد کتابیں اُتری ہیں اب بھی حالات اور اقتضاءِ وقت بہت کچھ بدل گئے ہیں۔ اس لئے اب بھی نئی کتاب و شریعت خداوند عالم نے بھیج دی ہے جو وقت کے مناسب حالات میں فطرتِ انسان کی رہنمائی کرتی ہے۔

قانونِ مقدار

خلق کل شیٔ فقدرہٗ تقدیراً (فرقان ع) خدا نے ہر چیز کو بنایا ہے اور اُسے ایک مقررہ انداز پر رکھا ہے قد جعل اللہ لکل شیٔ قدراً (طلاق ع) خدا نے ہر چیز کی ایک مقدار مقرر کی ہے انا کل شیٔ خلقنا ہ بقدر (قمر ع) ہم نے ہر چیز کو ایک انداز سے بنایا ہے

ہر چیز کا پیمانہ اور اندازہ یہ ہے کہ ہر چیز کی ابتدا اور انتہا ہے۔ اس کے لئے ظرفِ زمان و مکان ہے۔ اس کی مقدار معین ہے اس کے اثر و عمل کا ایک مقررہ دائرہ ہے۔ کیونکہ اس عالم محدود میں لامحدود شئی تو آ نہیں سکتی۔ جو کچھ یہاں ظاہر ہوتا ہے کیف و کم اور مکان و زمان کی حدود میں محدود ہو کر ظاہر ہوتا ہے۔ خداوندِ عالم فرماتا ہے:۔

ان من شیٔ الا عندنا خزائنہٗ وما ننزلہٗ الا بقدرٍ معلوم (حجر ع)
کوئی چیز ایسی نہیں جس کے بے انت خزانے ہمارے پاس نہ ہوں اور ہم ہر چیز کو ایک مقدارِ معلوم پر ہی عالمِ ظہور میں لاتے ہیں

اور فرماتا ہے:۔

وکان امر اللہ قدراً مقدوراً (احزاب ع)
خدا کا امر تکوین و تشریع ایک مقررہ پیمانے پر ہے۔

وکل شیٔ عندہٗ بمقدار (رعد ع)
خدا کے نزدیک ہر چیز مقدار سے وابستہ ہے

ظاہر و مسلم ہے کہ ہر پیغمبر کا ایک وقت تھا۔ ہر شریعت کا ایک زمانہ تھا۔ جب ایک کتاب و شریعت کا دور ختم ہو گیا خداوندِ عالم نے دوسری کتاب و شریعت بھیج دی۔ یہ سنت اللہ عالم میں کام کرتی رہی ہے اور یہ سنت کا عمل جاری رہا ہے اور رہیگا۔ جیسے قانونِ مقدار کے مطابق پہلے ہر ایک پیغمبر کا ایک زمانہ تھا۔ ہر ایک کتاب و شریعت کا ایک وقت تھا اور ہر اُمت کا ایک دَور تھا جو اپنی مقدار پوری کر کے ختم ہو گیا۔ اور اس کے بعد دوسرے پیغمبر اور دوسری کتاب و شریعت کا زمانہ آیا۔ واقعاتِ عالم اور کتبِ الٰہیہ شاہد و ناطق ہیں۔ اسی قانونِ مقدار کے ماتحت شریعتِ قرآن کا ایک وقت تھا جو اَب پورا ہو چکا ہے۔

دنیا میں اس بات سے تو کوئی منکر نہیں کہ شریعت و اُمتِ قرآن کا ایک وقت مقرر ہے لیکن مسلمان کہتے ہیں کہ وہ وقت جو شریعت و اُمتِ قرآن کے لئے مقرر ہے دنیا کے آخر تک ہے۔ مگر خود قرآن مجید اس بات کی تردید کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ اس شریعت و اُمت کا مقررہ وقت ایک ہزار سال اور کچھ سال ہے۔ نہ یہ کہ دنیا کے آخر تک۔ چنانچہ یہ بات ہم قرآن ہی کے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

شریعتِ اسلام کے متعلق فرمایا ہے ذٰلک امر اللہ انزلہٗ الیکم (طلاق ع) یہ خدا کا امر و حکم ہے جو تمہاری طرف نازل کیا ہے۔ ففسق عن امر ربہٖ (کہف ع) ابلیس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔ ثم جعلناک علیٰ شریعۃٍ من الامر (جاثیہ ع) پھر ہم نے اے رسول! تجھے امر کی راہ پر کر دیا۔

پس خدا کے دین کو امر اللہ بھی کہتے ہیں۔ اب ملاحظہ ہو خداوندِ عالم شریعت و امت کی مقدار زمانہ قیام بیان فرماتا ہے:۔

یدبّر الامر من السماء الی الارض خداوند عالم امر اسلام کی تدبیر کر رہا ہے آسمان سے زمین کی طرف۔ ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہٗ الف سنۃ مما تعدّون۔ پھر زمانۂ تدبیر (یعنی قرون ثلثہ) کے بعد یہ امر اسلام خدا کی طرف اٹھ جائے گا۔ ایک دن میں جس کی مقدار ہزار سال ہے تمہارے حساب سے۔ پس ایک ہزار سال اور کچھ سال شریعت و امتِ اسلام کا زمانہ ہوا۔ جو اَب پورا ہو چکا ہے۔ اس لئے شریعتِ اسلام کا

وقت تمام ہو کر اب نئی شریعت کا دور ہے۔

امت کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ یوم یدعو میں امت سے پوچھا جائے گا کم لبثتم فی الارض عدد سنین تم روئے زمین پر کتنے سال قائم رہے قالوا لبثنا یوما او بعض یوم کہینگے کہ ہم ایک دن اور دن کا کچھ حصہ قائم رہے۔ ایک دن اصطلاح قرآن میں ہزار سال اور دن کا کچھ حصہ نصف سے کم۔ ایک ہزار دو سو ساٹھ سال پر دور اسلام ختم کر کے حضرت باب کے ظہور سے خداوند عالم نے نیا دور شروع فرمایا۔ اس آیت مبارکہ میں امر اسلام کی مدت اور مقدار عمر صریح الفاظ میں ایک ہزار سال اور کچھ سال بیان فرما دی ہے۔ قانون مقدار کے مطابق زمانۂ اسلام کی مقدار کس قدر واضح اور روشن کر دی گئی ہے۔ پھر بھی اگر مسلمان یہی کہتے ہیں کہ دنیا کے آخر تک ہمارا دور ہے تو وہ ان گذشتہ اور مردہ امتوں کی سی بات کہتے ہیں جن کے دور ختم ہو چکے اور وہ ہلاک و برباد ہونے پر بھی آجتک یہی کہہ رہی ہیں کہ ہمارا اور ہمارے مذہب کا دور رہتی دنیا تک ہے۔ جیسے پہلی قوموں کی بات قانون قدرت کے خلاف اور غلط ہے ویسے ہی مسلمانوں کی بات بھی غلط اور قانون قدرت و قرآن مجید کے خلاف ہے۔

عجیب بات ہے کہ عین ادبار و زوال کے اندر ہوتے ہوئے قومیں یہ کہتی ہیں کہ ہمیں زوال نہ ہوگا۔ لیکن ساتھ ہی اپنے حال زار پر روتی بھی ہیں۔ وقت ایسا آجاتا ہے جب عموماً لوگ زوال سے مضطرب ہو جاتے ہیں۔ خداوند عالم فرماتا ہے:۔

وانذر الناس یوم یأتیھم العذاب فیقول الذین ظلموا ربنا اخرنا الیٰ	لوگوں کو خطرے سے آگاہ کر دو کہ جب عذاب آجاویگا تو ظالم کہینگے کہ اے ہمارے رب ہمیں تھوڑی مدت کیلئے

عہ مائۃ الف او یزیدون - او بمعنی واو

اجل قریب نجب دعوتک ونتبع الرسل۔	مہلت دے کہ ہم تیری دعوت کو قبول کریں اور پیغمبر کی پیروی کریں۔

خداوند عالم اس کے جواب میں فرماتا ہے:۔

اولم تکونوا اقسمتم ما لکم من زوال (ابراہیم)	کیا تم قسمیں کھا کر نہ کہتے تھے کہ ہمیں زوال نہ ہوگا۔ ؟

سو اب تمہیں کیسا زوال نصیب ہوا ہے؟ مسلمانوں کو بھی اس آسمانی نذر سے عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ وہ بھی عین زوال میں مبتلا ہو کر یہی کہہ رہے ہیں کہ ہمیں زوال نہ ہوگا۔ زبان قدرت انہیں للکار رہی ہے کہ کیا نہیں دیکھتے کہ تم زوال میں گرفتار ہو اور پھر بھی کہتے ہو کہ ہمیں زوال نہ ہوگا۔ اور جبکہ اپنی بری حالت پر روتے ہو تو خود سمجھ لو کہ تمہارا یہ کہنا کہ ہمیں زوال نہ ہوگا کس قدر حقیقت سے دور ہے؟ اب تمہارے زوال کا وہی علاج ہے جو پہلے تھا کہ جب عرب میں تمہارے اسلاف ضلالت میں پڑے ہوئے تھے اور خداوند عالم نے اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور قرآن نازل کیا۔ تمہارے اسلاف میں سے جنھوں نے ایمان اور عمل صالح اختیار کیا وہ زوال سے نجات پاکر ترقی کے آسمان پر جا پہنچے۔ آج تم بھی اگر زوال سے نکل کر رفعت و ترقی چاہتے ہو تو امر اللہ کو قبول کرو۔ ظہور حق پر ایمان لاؤ عمل صالح اختیار کرو۔ خداوند عالم فرماتا ہے:۔

وتلک القریٰ اھلکناھم لما ظلموا وجعلنا لمھلکھم موعدا (کہف)	اور یہ بستیاں ہیں جنھوں نے بیجا کام کئے تو ہم نے انھیں ہلاک کر دیا اور انکی ہلاکت کیلئے وعدہ گاہ مقرر کر دیا تھا۔

اپنے وعدے کے مطابق آج یوم موعود میں فرماتا ہے

لقد جئتمونا کما خلقناکم اول مرۃ بل زعمتم ان نجعل لکم	جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار بنایا تھا آج پھر تم اسی حال میں ہمارے پاس آئے ہو بلکہ تم اس زعم باطل میں مبتلا ہو چکے تھے

موعدًا۔ (کہف ع ۷)　کہ ہم تمھارے لئے وعدہ گاہ نہ بنائینگے سو اب وہ وعدہ گاہ آپہنچا۔

قانونِ اجل

ماخلق اللہ السمٰوٰت والارض وما بینھما الا بالحق واجلٍ مسمّٰی (روم ع ۶)　اللہ نے سمٰوات وارض اور ان میں کی سب چیزیں حق وحکمت اور مقررہ وقت سے وابستہ بنائی ہیں۔

کلٌّ یجری الیٰ اجلٍ مسمّٰی (لقمان ع ۲)　ہر چیز ایک مقررہ وقت تک چلتی ہے۔ ..

کلٌّ یجری لاجلٍ مسمّٰی (رعد ع ۵)　ہر چیز ایک مقررہ وقت کے لئے چلتی ہے۔

اِن آیاتِ بینات میں قانونِ اجل بیان فرمایا ہے کہ ہر چیز کی عمر ہوتی ہے۔ ایک آغاز اور ایک انجام ہوتا ہے۔ زندگی و حرکتِ عمل کی ایک مدت مقرر ہوتی ہے۔ جب وہ مدت ختم ہوجاتی ہے ہر چیز حرکتِ عمل سے رُک جاتی ہے۔ یہ قانون ساری کائنات میں جاری وساری ہے۔ کوئی چیز اس سے مستثنیٰ نہیں۔ ہر شریعت اور ہر اُمت بھی اسی قانونِ اجل کے ماتحت ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے:۔

لکلِّ اُمّۃٍ اجل فاذا جآء اجلھم لا یستأخرون ساعۃً ولا یستقدمون (اعراف ع ۴ - یونس ع ۶)　ہر اُمت کے لئے ایک مقررہ وقت ہے۔ جب ان کا آخری وقت آجاتا ہے تو وہ وقت سے نہ آگے بڑھ سکتے ہیں نہ پیچھے رہ سکتے ہیں۔

ما تسبق من امۃ اجلھا وما یستأخرون (مومنون ع ۳)　کوئی اُمت اپنے مقررہ وقت سے آگے پیچھے نہیں ہوتی۔

کتاب وشریعت کے بارے میں فرماتا ہے:۔

ماکان لرسولٍ ان یأتی بآیۃ الا باذن اللہ لکل اجل کتاب۔ یمحو اللہ ما یشآء و یثبت وعندہ اُمّ الکتاب (رعد ع ۵)　کوئی پیغمبر حکم خدا کے بغیر ایک آیت بھی نہیں لاتا اور نہیں لائے گا۔ ہر دور کے لئے ایک کتاب شریعت ہے خدا جو کچھ چاہتا ہے محو کرتا ہے اور کردیگا اور جو کچھ چاہے برقرار کرتا ہے اور کردیگا اور اسی کے پاس ہے اصل کتاب۔

صریح طور پر فرمادیا ہے کہ ہر اُمت کے لئے ایک مقررہ دور ہے اور ہر دور کے لئے ایک کتاب شریعت ہے۔ امتِ محمدیہ بھی ایک امت ہے۔ قانونِ اجل کے مطابق اس اُمت کا بھی ایک مقررہ وقت تھا۔ اور اس مقررہ وقت کے لئے کتاب شریعت قرآن مجید معلوم ومسلم ہے یہ اُمت اپنا وقت پورا کرچکی۔ جیسا کہ آیت "الف سنہ" سے واضح ہے اس وقت کی کتاب بھی اپنا کام پورا کرچکی۔ اس لئے اب خداوند عالم نے دوسری کتاب شریعت نازل فرمادی اور دوسری اُمت برپا کردی جسے دنیا اہل بیاء کے نام سے پہچانتی ہے۔

قانونِ تمادی

عالمِ خلق میں ہر چیز کی ایک عمر ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ایک وقت پیدا ہوتی ہے۔ طفولیت کے زمانے سے گذرتی ہے۔ شباب وجوانی میں آتی ہے۔ پھر بڑھاپے میں پہنچکر کمزور ہوجاتی ہے۔ آخرکار اجلِ معین ختم ہوتے ہی موت کے دروازے میں داخل ہوتی ہے۔ افراد اور اقوام سب کا یہی حال اور مآل قانونِ قدرت میں مقرر ہے۔ تمام افراد کے حالات روزمرہ مشاہدے میں آرہے ہیں۔ اقوام واُمم کے واقعات چشمِ عالم کے سامنے ہیں۔ اسی حقیقت کو خداوندِ عالم یوں بیان فرماتا ہے:

اللہ الذی خلقکم من ضعفٍ ثم جعل من بعد ضعفٍ قوۃً ثم جعل من بعد قوۃٍ

اللہ وہی ہے جس نے تمھیں کمزور حالت میں بنایا۔ پھر کمزوری کے بعد قوت عطا کی پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا

حضرت [illegible] مقرر کیا ہے۔

یہی [illegible] کہنے والی اُمت کا بھی ہو [illegible]

دنیا کی نظر کے سامنے ہے۔ کس طرح کمزور حالت سے قوت و عروج حاصل کیا۔ اور اب پھر قوت و ترقی کے بعد کس طرح کمزوری و تنزل میں آپڑے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ مخلوق کی ہر چیز پر تمادی عارض ہوتی ہے۔ لازوال اور بے تغیر صرف ذاتِ خداوندی ہے۔ قوم اور اُمت پر تمادی عارض ہونے کا ذکر خداوند عالم یوں فرماتا ہے:۔ مسلمانوں کو ان لوگوں کی طرح

ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیھم الامد فقست قلوبھم (حدید ع)

نہ بننا چاہیئے جنھیں گذشتہ زمانے میں کتابِ الٰہی دی گئی۔ پھر اُن پر مدت دراز ہوگئی۔ سو اُن کے دل سخت ہوگئے۔

اس سے ظاہر ہوا کہ قوم پر رفتہ رفتہ طویل وقت گذر جاتا ہے تو قوم کا دل اصلاح سے دور ہوکر سخت ہوجاتا ہے۔ وہ ذکر الٰہی سے غافل ہوجاتی ہے۔ قساوتِ قلبی کے اثر سے اخلاق ضائع ہوجاتے ہیں باہمی ہمدردی اور محبت سرد پڑجاتی ہے۔ وہ قوم خدا کو دل سے بھلاکر گمراہی کے غار میں گرجاتی ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے

فویلٌ للقاسیۃ قلوبھم عن ذکر اللہ اولئک فی ضلالٍ مبین (زمر ع)

سخت دلوں کے لئے ہلاکت ہے جو یادِ الٰہی سے بے پروا ہیں۔ یہ لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

ایسے ہی لوگوں کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے:۔

بل متعنا ھٰؤلاء واٰباءھم حتّٰی طال علیھم العمر (انبیاء ع)

ہم نے انھیں اور ان کے باپ دادا کو سامانِ زندگی دیا۔ یہانتک کہ انکی عمر دراز ہوگئی۔ تمادی عارض ہوگئی۔

• ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے:۔

واولئک الذین حق علیھم [illegible] یہی لوگ ہیں جن پر خدائی [illegible]

القول فی اُمم قد خلت من قبلھم من الجن و الانس انھم کانوا خٰسرین (احقاف ع)

ثابت ہوچکا ہے کہ یہ بھی گذشتہ مردہ قوموں میں مل کر خسارے میں پڑگئے ہیں۔

.. .. ..

اب تمام اقوام عالم پر نظر ڈال کر دیکھئے تو دکھائی دیتا ہے کہ سب اقوام خدا سے دور جا پڑی ہیں۔ دین سے انھیں کوئی تعلق نہیں۔ مسلمانوں نے بھی خدا کو بھلا دیا ہے۔ وہ سخت دل ہوگئے ہیں۔ ان پر تمادی عارض ہوگئی ہے۔ ان میں قبولِ حق کا وہ مادہ نہیں رہا جو انھیں دنیا میں ممتاز کرتا تھا۔ نہ ان کے دینی اداروں میں وہ روح ہے جو پہلے تھی۔ قرآن بھی اپنا اثر ختم کرچکا ہے۔ اب قرآن دلوں میں وہ عظیم تبدیلی پیدا نہیں کرتا جو پہلے کرتا تھا۔ ایسی حالت میں نئی کتاب الٰہی اور پیغمبر حق کا ظہور لازمی ہے۔ جیسا کہ اہل کتاب کے ایسے ہی حالات ہوجانے پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تھا۔ الحمد للہ کہ نئی کتابِ الٰہی اور نیا ظہورِ حق ہوچکا ہے۔ جس طرح حق پرست اہل کتاب نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا تھا ویسے ہی سچے مومن قرآن حضرت بہاء اللہ کی دعوت پر لبیک کہہ رہے ہیں۔ اور جس طرح سخت دل اہل کتاب نے حضرت محمد رسول اللہ کی دعوت کو رد کردیا تھا اور آجتک رد کررہے ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں اور روحِ دین سے بے بہرہ ہیں حضرت بہاء اللہ کی دعوتِ حق کا انکار کررہے ہیں۔ جیسے بالآخر دنیا پر دعوتِ محمدیہ غالب آگئی تھی حضرت بہاء اللہ کی دعوت بھی غالب آچکی ہے۔ اور آئندہ اور بھی قوت سے غالب دکھائے گی۔

قانونِ بدأ و اعادہ

اللہ یبدؤا الخلق ثم یعیدہٗ (یونس ع ۷) — کہدو کہ اللہ آغاز پیدائش کرتا ہے اور پھر دوبارہ کرتا ہے

وھو الذی یبدأ الخلق ثم یعیدہٗ (روم ع ۴) — وہی پہلی بار بناتا ہے۔ پھر وہی دوبارہ بناتا ہے۔

اللہ یبدأ الخلق ثم یعیدہٗ (روم ع ۷) — اللہ خلق کو شروع کرتا ہے اور پھر اسے مکرر بناتا ہے۔

آیاتِ مبارکہ میں صاف فرمایا ہے کہ خداوند عالم خلق کو ایک بار پیدا کر کے دست کش نہیں ہو جاتا۔ بلکہ پھر سلسلۂ خلق چلاتا ہے۔ ایک نسل کو پیدا کرتا ہے اور پھر اس کی جگہ دوسری نسل پیدا کرتا ہے۔ ایک قوم کو برپا کرتا ہے اور پھر اس کا جانشین دوسری قوم کو بناتا ہے۔ ایک شریعت کی ماننے والی اُمت کو بناتا ہے اس کا دَور ختم کر کے دوسری نئی شریعت کو ماننے والی اُمت قائم کرتا ہے یہ قانون مستمر ہے۔ دنیا میں خدا ایسا ہی کرتا رہا ہے اور ایسا ہی کرتا رہیگا

یبدأ - یعید۔ مضارع ہیں جو استمراری معنی دیتے ہیں جس سے بلا شک واضح ہو گیا کہ آئندہ بھی خدا ایسا ہی کرتا رہیگا۔ پس نئی امت کا پیدا کرنا۔ خدا کا دائمی قانون ہے۔ جس کا عمل پہلے بھی رہا اور آئندہ بھی رہے گا۔ قوموں اور امتوں کی پیدائش کے واقعات روئے زمین پر عالمِ آشکارہ ہیں۔ سب جانتے ہیں اور سب دیکھتے ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص کبھی نہ کبھی پرانی یا نئی اُمت کا فرد ہے۔ یہ واقعات چشمِ عالم کے سامنے ہیں۔ اسی بات کو خداوند عالم یوں ظاہر فرماتا ہے :-

اولم یروا کیف یبدی اللہ الخلق ثم یعیدہٗ ان ذٰلک علی اللہ یسیر۔ قل سیروا فی الارض فانظروا کیف بدأ الخلق ثم اللہ ینشئ النشأۃ الاخرۃ ان اللہ علی کل شئ قدیر (عنکبوت ع ۲) — کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ خدا کس طرح نئی آفرینش کرتا ہے۔ پھر دوبارہ اسے کرتا ہے۔ یہ خدا کا معمولی کام ہے۔ (اگر انھوں نے یہ خدائی کام نہیں دیکھا تو اب ظہورِ محمدی میں دیکھ لیں) ان سے کہدو ملک میں چل پھر کر دیکھو کہ خدا نے (ظہورِ محمدی کے ذریعے) کس طرح نئی مخلوق بنائی ہے۔ خدا اسے دوسری اٹھان میں پھر اٹھائے گا۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں صاف وعدہ ہے کہ امتِ محمدیہ جو اس وقت پیدا کی گئی ہے۔ پھر دوبارہ نئی زندگی میں اٹھائی جائے گی

سورۂ اعراف میں اسی بات کو یوں بیان فرماتا ہے :-

کما بدأکم تعودون فریقاً ھدیٰ و فریقاً حق علیھم الضلالۃ۔ — مسلمانو! جس طرح خدا نے تمھیں اب آغاز کیا ہے پھر لوٹ کر تم اسی طرح کے ہو جاؤ گے۔ یعنی ایک فریق ہدایت پر ایک فریق گمراہ (جیسا کہ ظہورِ محمدی میں ہوا تھا)

صریح وعدۂ اعادہ فرماتا ہے :-

کما بدأنا اول خلق نعیدہٗ وعداً علینا انا کنا فاعلین (انبیاء) — جیسے ہم نے پہلی خلق بنائی ہے اسے دوبارہ بنائیں گے۔ یہ ہمارا حتمی وعدہ ہے ہم یقیناً ایسا ہی کریں گے۔

خداوند عالم نے اپنے اٹل قانون اور پختہ وعدے کے مطابق حق پرست امت کو دوبارہ بنایا ہے جو اس دورِ جدید میں برپا ہوئی ہے سورۂ روم میں یہ فرما کر کہ تمھیں کمزور حالت سے بنایا اور قوت دی۔ اور قوت کے بعد پھر کمزوری اور بڑھاپا دیا۔ یہ بھی فرماتا ہے کہ

یخلق ما یشاء وھو العلیم القدیر (روم ع ۶) — خدا جو کچھ چاہے گا پیدا کرے گا۔ وہی ہے سب کچھ جاننے والا اور ٹھیک اندازہ مقرر کرنیوالا

پس ٹھیک مقررہ پروگرام کے مطابق نئی اُمت عالمِ خلق میں نمودار ہو گئی

یہ خدا کے علم و اقتدار کا زبردست نشان ہے۔ فانظر وا یا اولی الابصار

قانونِ احیاء و اماتت

واللہ انزل من السماء ماءً فاحیا بہ الارض بعد موتھا ان فی ذٰلک لاٰیۃ لقوم یسمعون (نحل ع)

خدا نے بادل سے پانی اتارا جس سے مردہ زمین کو جلا دیا۔ اس قدرتی عمل میں سننے والوں کے لئے نشان ہے۔

وینزل من السماء ماءً فیحیی بہ الارض بعد موتھا ان فی ذٰلک لاٰیۃً لقوم یعقلون (روم ع)

خدا بادل سے مینہ برساتا ہے۔ مری ہوئی زمین کو اس کے ذریعے زندہ کر دیتا ہے۔ اس خدائی کام میں عقل سے کام لینے والوں کیلئے نشان ہے

فانظر الیٰ اٰثار رحمۃ اللہ کیف یحیی الارض بعد موتھا ان ذٰلک لمحیی الموتیٰ۔ (روم ع)

خدا کی رحمت کے اثرات کو غور سے دیکھو کہ وہ کس طرح زمین کی موت کے بعد اسے زندہ کر دیتا ہے۔ یقیناً وہی مُردوں کو جلانے والا ہے۔

مردہ سے مراد حقیقتِ انسانیت کے مردہ ہیں۔ جن کے متعلق فرمایا

فانک لا تسمع الموتیٰ ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولّو مدبرین ○ (روم ع)

اے پیغمبر! تو مُردوں اور بہروں کو اپنی دعوتِ حق نہیں سُنا سکتا جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں۔

مسلمانوں کو اسی حقیقی موت سے نکال کر زندہ کیا تھا اور پھر دوبارہ موت اور پھر زندگی کی خبر دی تھی۔

اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم (روم ع)

اللہ وہ ہے جس نے تمھیں بنایا اور تمھیں رزق دیا۔ پھر تمھیں موت دیگا۔ پھر تمھیں زندہ کرے گا۔

قل اللہ یحییکم ثم یمیتکم ثم یجمعکم الیٰ یوم القیٰمۃ لا ریب فیہ ولٰکن اکثر الناس لا یعلمون (جاثیہ ع)

کہدے کہ اللہ تمھیں (اب ظہورِ محمدی میں) زندہ کریگا۔ پھر تمھیں ماریگا۔ پھر تمھیں قیامت کے دن تک جمع کریگا جسمیں شک نہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اسی قومی زندگی کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صور پھونکا تھا اور مردے "مدکّے تتے" ہیں کا ذکر آیاتِ ذیل میں ہے۔

استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم (انفال ع)

خدا رسول کی بات مانو جب وہ تمھیں اس چیز کے لئے پکارتے ہیں جو تمھیں زندہ کرتی ہے۔

زندہ ہونے والے مومنوں کا ذکر ان الفاظ میں ہے کہ

افمن کان میتاً فاحییناہ وجعلنا لہٗ نوراً یمشی بہ فی الناس کمن مثلہٗ فی الظلمٰت لیس بخارج منھا (انعام ع)

وہ جو مردہ تھا ہم نے اسے زندہ کر دیا اور اسے مشعلِ نور دیدی۔ جسے وہ لوگوں میں لئے پھرتا ہے کیا اس شخص کی مانند ہے جو کہ اندھیریوں میں پڑا ہے نکل ہی نہیں سکتا۔

کنتم امواتاً فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون (بقرہ ع)

مسلمانو! تم مردے تھے۔ خدا نے تمھیں زندہ کر دیا۔ پھر خدا تمھیں ماریگا پھر تم اسی کی جانب متوجہ کئے جاؤ گے

یہی بات یہودی قوم کے متعلق فرماتی ہے۔ کہ

ثم بعثناکم من بعد موتکم لعلکم تشکرون (بقرہ ع)

پھر ہم نے تمھاری موت کے بعد تمھیں زندہ کر دیا تاکہ تم شکر گذار بنو

اسی قومی زندگی کو نشور کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ جیسے مادی طور پر پانی کی بارش ہوتی ہے اسی طرح قوم کے لئے نئی زندگی کا پانی اُتارا جاتا ہے

واللہ الذی ارسل الریاح فتثیر سحاباً فسقنٰہ الیٰ بلدٍ میتٍ فاحیینا بہ الارض بعد موتھا

خدا وہ ہے جس نے ہوائیں بھیجیں وہ ہوائیں ابر کو اٹھاتی ہیں۔ پھر ہم اسے مردہ بستی کی طرف چلا دیتے ہیں اور

کذالک النشور (فاطر ع)　اس کے ذریعے مردہ زمین کو جلا دیتے ہیں۔ اسی قانون کے مطابق قومی زندگی ہوتی ہے۔

اسی قومی زندگی کو نشور اور خروج فرمایا ہے:۔

واحیینا بہ بلدۃً میتًا　ہم نے مینہ سے مردہ بستی کو زندہ
کذالک الخروج (ق ع)　کیا۔ اسی طرح قوم کا نئی زندگی میں نکلنا ہوتا ہے

خاص طور پر وعدہ فرماتا ہے کہ دعوتِ حق دیکر ہم تمھیں نئی زندگی دینگے

ومن اٰیاتہ ان خلقکم من　اور اس کے نشانوں میں سے یہ بھی
تراب ثم اذا دعاکم　ہے کہ اس نے تمھیں خاک سے بنایا
دعوۃً من الارض اذا انتم　پھر جب وہ تمھیں بستی میں سے اٹھنے کی
تخرجون (روم)　دعوت دیگا تو تم نکل کھڑے ہوگے۔

چنانچہ یہی لفظ مسلمانوں کے لئے فرمایا۔ خروج کی حقیقت بتادی

کنتم خیر اُمۃ اخرجت　تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے
للناس۔　لئے نکالی گئی ہو۔

یوم الخروج کا وعدہ اور انہیں ندائے حق سننے کی تاکید فرماتا ہے:۔

واستمع یوم ینادالمناد　اور کان لگا کر سننا جس دن کہ
من مکان قریب یوم یسمعون　منادی الٰہی قریب کی جگہ سے ندا
الصیحۃ بالحق ذٰلک　بلند کریگا جبکہ لوگ آواز حق سنیں گے
یوم الخروج (ق)　یہی ہوگا یوم الخروج نئی زندگی میں نکلنے کا دن

قانونِ تبدیل و تنسیخ

جب کبھی خدا تعالیٰ اپنا نیا کلام نازل کرتا ہے اور کسی حکم کو بدل کر دوسرا حکم دیتا ہے تو حقیقت ناشناس پکار اٹھتے ہیں کہ یہ پیغمبر جو نیا کلام لایا ہے مفتری ہے۔ درحقیقت یہ لوگوں کی جہالت ہے کہ وہ قانونِ الٰہی اور اختیار و قدرتِ ربانی سے منکر ہوجاتے ہیں۔ خداوند عالم فرماتا ہے:۔

اذا بدلنا اٰیۃً مکان　جب ہم ایک آیت وحکم کو بدل کر
اٰیۃ واللہ اعلم بما　اس کی جگہ دوسری آیت وحکم لائینگے اور
ینزل قالوا انما انت　اللہ جو کچھ رفتہ رفتہ نازل کریگا اسے
مفتر بل اکثرھم　خوب جانتا ہے تو نئی آیت لانے پر
لایعلمون (نحل ع)　لوگ پیغمبر سے کہینگے تو مفتری ہے۔

پیغمبر تو مفتری نہیں بلکہ اکثر لوگ علم حقیقت سے بے بہرہ ہیں اور فرماتا ہے

ما ننسخ من اٰیۃ او　ہم کوئی آیت وحکم منسوخ کرتے ہیں
ننسھا نات بخیر منھا　یا کریگے یا اسے بھلاتے ہیں اور بھلائینگے
او مثلھا (بقرہ)　تو اس سے بہتر آیت وحکم لائینگے یا اس کی
مانند لے آئینگے۔

آیت کے الفاظ کھلے طور پر قانونِ تبدیل و تنسیخ کو دائمی و تمراری بتا رہے ہیں کہ آئندہ بھی آیات بدل کر دوسری آیات دی جائینگی اور بعض احکام منسوخ کرکے ان جیسے یا ان سے بہتر احکام دیئے جائینگے اس قانون کے مطابق اب نئے دور میں خداوند عالم نے بہت سے قوانین دیئے ہیں جو شریعتِ فرقانیہ کے احکام سے بہتر ہیں۔ جن کی تفصیل اپنے مقام پر ملاحظہ ہوسکتی ہے۔ جس طرح احکامِ شریعت میں تبدیل و تنسیخ ہوتی ہے اسی طرح امت کی بھی تبدیلی ہوتی ہے۔

واذا شئنا بدلنا　جب ہم چاہیں گے تمھیں بدل کر تم
امثالکم تبدیلا۔　جیسے اور لوگ لے آئینگے۔

وان تتولوا یستبدل　تم روگردان ہوجاؤ گے تو تمھارے
قوما غیرکم (　)　بدلے خدا اور قوم لے آئے گا۔

اور فرمایا

تیرا رب بے پروا اور صاحب رحمت ہے۔ جب چاہیگا تمھیں لیجائیگا

اور تمھارے بعد تمھاری جگہ جسے چاہتا ہے لے آئیگا۔ جیسے تمھیں دوسرے لوگوں کی نسل سے پیدا کیا ہے۔ بلاشک تمھیں جو وعدہ دیا جارہا ہے البتہ آکر رہیگا اور تم روک نہیں سکتے۔

قانونِ نشو وارتقا

واللہ ھو امات واحیٰی واللہ خلق الزوجین الذکر والانثیٰ من نطفۃٍ اذا تمنیٰ وان علیہ النشأۃ الاخریٰ (النجم)	خدا نے مارا اور جلایا ہے اور اسی نے نر و مادہ کا جوڑا بنایا ہے ایک ہی نطفے سے جو گرایا جاتا ہے اور اسی کے ذمہ ہے دوسری اٹھان۔ اٹھانا۔

جیسے مادی تولید کا سلسلہ دائمی و جاری ہے ویسے ہی روحانی ولادت کا سلسلہ بھی برابر چلتا رہیگا۔ پہلے لوگ مرجائیں گے تو بھی دوسرے لوگ اٹھائے جائینگے۔

نحن قدرنا بینکم الموت وما نحن بمسبوقین علیٰ ان نبدل امثالکم وننشئکم فیما لا تعلمون	ہم نے تمھارے اندر موت مقرر کردی ہے اور ہم اس بات سے پیچھے نہیں رہ سکتے کہ تمھاری جگہ تم جیسے اور لوگوں کو لے آئیں اور تمھیں ایسی حالت میں اٹھائیں جس کی تمھیں خبر نہیں۔

جیسے شخص کی مادی زندگی اس کی روحانی زندگی کے لئے دلیل ہے ویسے ہی قوم کی پہلی زندگی اس کی دوسری زندگی کے لئے ایک نشان وثبوت ہے۔

ولقد علمتم النشأۃ الاولیٰ فلولا تذکرون (واقعہ ع ۳)	تم پہلی اٹھان کو جان چکے ہو سو اب دوسری نشأۃ کو کیوں نہیں سمجھتے۔

حیات ایک حقیقت ہے جس کے مختلف پہلو ہیں۔ فردی قومی۔ جسمانی۔ روحانی۔ دنیاوی۔ آخروی۔ ایک پہلو کو سمجھ لینے سے دوسرا پہلو سمجھنا آسان ہوجاتا ہے۔ سورۃ انشقاق میں فرمایا ہے کہ انسان نہایت ہی جدوجہد کررہا ہے۔ جس کے نتیجے میں اپنے ترقی دینے والے رب سے مل جاویگا۔ تب جسکو کتاب الٰہی سیدھے ہاتھ میں ملیگی وہ بڑا خوش ہوکر اپنے گھر والوں میں لوٹے گا۔ اور جس شخص کو کتاب پس پشت ملیگی وہ ہلاکت و بربادی کو اپنی طرف بلائیگا۔ جیسے شفق کی سرخی جو آفتاب کا اثر ہے آہستہ آہستہ گم ہوجاتی ہے اسی طرح کتاب اللہ کو پس پشت ڈالنے والے کا نورِ ایمان غائب ہوجائے گا۔ اور جس طرح چاند بڑھتے بڑھتے چودھویں رات میں بدر تمام ہوجاتا ہے اسی طرح اہل ایمان کلام الٰہی کے آفتاب کی روشنی سے استفادہ حاصل کرکے منور ہوجائینگے اور بلند ترین اور روشن منازل پہ پہنچ جائینگے۔ چنانچہ نہایت وضاحت سے اس قانونِ ارتقا کو بیان فرماتا ہے۔ لترکبن طبقاً عن طبق کہ تم یقیناً درجہ بدرجہ اونچے چڑھ جاؤگے۔ پستی سے نکل کر بلند ہوجاؤگے۔

قرآن مجید نے جس بلند مقام کے لئے اُمت کو تیار کیا تھا اس کو اچھی طرح سمجھنا اور یوم موعود میں نئے ظہور حق اور نئی کتاب اللہ پر ایمان لانا ہی وہ اسباب ہیں جن کے ذریعے یہ نشو وارتقاء حاصل ہوگی۔ چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ لوگوں نے ہمیشہ پیغمبر وقت کو فریبکار۔ جادوگر۔ کذاب۔ مجنون۔ روزگار۔ اور غرض مسند قرار دیا۔ اور اس کی باتیں سن کر کہا ہم نے پچھلے دین میں یہ باتیں بالکل نہیں سنی ہیں۔ اس لئے اس نئے پیغمبر کی باتیں نری من گھڑت ہیں۔ کیا انھیں حضرت پر خدا کی وحی و کتاب آتی ہے۔

خداوند عالم ان باتوں کے جواب میں فرماتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ میری وحی و کتاب کی حقیقت سے ہی بے خبر اور شکوک میں مبتلا ہیں۔ مادی عیش و آرام میں پڑے ہوئے ایسی باتیں بنا رہے ہیں

عذابِ الٰہی کا مزہ چکھ لینگے تو ایسی باتیں بھول جائینگے۔ کیا خدا کی حجت کے خزانوں پر ان کا قبضہ ہے؟ کیا سموات وارض اور استیثار پر ان کی حکومت ہے؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ جب یہ بات نہیں ہے تو انھیں چاہیے کہ خدا کے مقرر کردہ اسباب و ذرائع سے فائدہ اٹھا کر ارتقا حاصل کریں (بہترین زندگی اور دین میں ارتقار حاصل کرنے کے اسباب خدا کے مقرر کردہ پیغمبر پر ایمان اور کتاب اللہ کی پیروی ہیں اگر ان اسباب کو پس پشت ڈال دینگے تو لوگ ہلاک ہونگے) خداوند عالم فرماتا ہے کہ یہ لوگ خود تو زمینی و آسمانی نعمتوں کے مالک نہیں ہیں۔ اس لئے

فلیرتقوا فی الاسباب جندٌ ما هنالك مهزوم من الاحزاب۔ کذبت قبلهم قوم نوح وعادٌ وفرعون ذوالاوتاد وثمود وقوم لوط و اصحب الایکة اولئك الاحزاب۔ ان کلٌّ الا کذب الرسل فحق عقاب ۝ (ص ع)

ان لوگوں کو چاہیے کہ خدا کے مقرر کردہ اسباب میں داخل ہو کر ارتقا حاصل کریں (دیکھو) اسی مقام پر قوموں میں سے جھنڈ کے جھنڈ ہمت ہار چکے ہیں۔ چنانچہ ان سے پہلے قوم نوح۔ عاد۔ فرعون ذوالاوتاد۔ ثمود۔ قوم لوط۔ اصحاب ایکہ یہ سب جماعتیں (جو پیغمبر وقت کو پہچاننے اور ماننے سے محروم رہیں) ان سب نے یہی کیا کہ پیغمبروں کو جھٹلایا اور سزا پائی۔

یہاں آیت مبارکہ "فلیرتقوا فی الاسباب" نے ثابت کر دیا ہے کہ جہاں ہر مقصد کے لئے اسباب ہیں وہاں انسانی اور دینی ارتقار کے لئے کتاب اللہ اور پیغمبر وقت پر ایمان سب سے بڑا سبب ہے۔ اور جب ان اسباب سے ارتقار وابستہ ہے تو خود یہ اسباب بھی وقت کے مناسب ارتقا کرتے ہیں۔ وحی الٰہی ہمیشہ اپنی ارتقائی تشکیل میں جلوہ گر ہوتی رہی ہے۔ نیز آیت مبارکہ لترکبن طبقا عن طبق واضح کرتی ہے کہ انسان برابر بلندی کی جانب ارتقار کر رہا ہے۔ اس لئے زمانے کی رفتار ترقی کے ساتھ ساتھ وحی و شریعت الٰہی بھی ارتقائی صورت میں نمودار ہوتی ہے اور اب بھی ہوئی ہے۔

اس قانونِ ارتقار کی بنا پر احکام جدیدہ وقت وقت پر پیغمبروں کے ذریعے نازل ہوتے رہے ہیں۔ جس کا بیان خداوند عالم نے یوں فرمایا ہے لکل اجل کتاب۔ ہر دور کے لئے ایک کتاب ہوتی ہے۔ اس لئے نئی کتاب کے نزول کا سبب صرف یہی نہیں کہ پہلی کتاب پر اختلافات کے پردے پڑ گئے ہیں بلکہ نئی کتاب کے آنے کی بڑی اور بنیادی ضرورت یہ ہے کہ زمانہ چونکہ ترقی کر گیا ہے اور پہلے احکام موجودہ وقت کے لئے کافی نہیں۔ اس لئے نئی کتاب اور نئے احکام کی آمد ضروری ہے۔ ورنہ دین رفتار زمانہ سے پیچھے رہ جائے گا اور وقت سے پیچھے رہے ہوئے احکام پر عمل کرنے والی قوم بھی ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ جائے گی اور پس ماندہ اقوام میں شامل ہو جائیگی۔ زمانہ آگے نکل جائیگا۔ اور پس ماندہ امت آخر اپنے دین پر بھی عمل کرنے سے جی چھوڑ بیٹھے گی۔ جیسا کہ پرانی شریعتوں اور قدیم مذہبوں کے تمام پیروؤں کا حال سب کی نظروں کے سامنے ہے کہ وہ ہزار کوشش کے باوجود اپنے مذہب کو قائم نہیں کر سکتے۔ بجائے اس کے مذہب کی روحانی طاقت انھیں تک رفتار بناتی وہ لوگ خود مذہب کو اپنے کندھوں پر اٹھائے پھرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کامیاب نہیں ہوتے۔ پریشان ہو کر اپنے حال زار پر روتے اور بلبلاتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں کہ الٰہی ہمیں پھر اگلی سی روحانیت اور شان و شوکت عطا فرما دے۔ مگر مشرق و مغرب جنوب۔ شمال میں کہیں بھی یہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ حیرت و حسرت بڑھتی جاتی ہے۔ اس تمام مصیبت کا علاج یہی ہے کہ سب لوگ وقت پر نظر ڈالیں اور آج جو دعوت خداوند عالم کی طرف دی جا رہی ہے اسے قبول کریں۔ اور روز بروز ارتقار کا بلند مقام حاصل کرتے جائیں۔

قانونِ اِکمال و اِتمام

سنّت اللہ کے مطابق عالمِ خلق میں ہر چیز کی مقدار زمان و مکان وحدود کے لحاظ سے متعین ہوتی ہے۔ قانونِ قدر کے ماتحت ہر چیز کا اندازہ مسلوم مقرر ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے کہ ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس موجود ہیں۔ مگر ہم ہر چیز کو ایک قدرِ معلوم پر ہی دنیا میں نازل کرتے ہیں۔ لامتناہی چیز اس متناہی دنیا میں نہیں آسکتی۔ اس عالمِ مقید و محدود میں کمالِ مطلق کا ظہور نہیں ہوتا۔ اس لئے ہر چیز کا اکمال بھی مقررہ حدود میں ہوتا ہے۔ کمالِ اضافی عالم میں ظاہر ہوتا ہے نہ کہ کمالِ مطلق۔ اسی طرح کسی چیز کے اتمام کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنے دائرے میں پوری ہے۔ نہ یہ کہ اب یہ چیز دوسرے دائرے میں کسی طرح ظہور پذیر ہی نہیں ہوسکتی اتمام کے معنی یہی ہیں کہ جس قدر اس ظرف میں سما سکتی ہے اور اس کے لئے ضروری ہے اس میں بھر پور کر دی گئی۔ جیسے ایک بچے کو غذا میں دودھ دیا جاتا ہے وہ بچے کے لئے پوری غذا ہے۔ جو لباس بچے کو اس کی عمر و قد کے لحاظ سے پہنایا جاتا ہے وہ اس کے لئے پورا ہے۔

اکمال و اتمام ایک عام چیز ہے۔ جو اپنے ہر مقام کے اعتبار سے جدا جدا ہے اور سب جگہ اکمال و اتمام ہی ہے۔

سورۂ نحل ع ۱ ملاحظہ فرمایئے۔ خدا تمہیں پیدا کرتا ہے۔ کان۔ آنکھ۔ دل دیتا ہے۔ رہنے کے لئے مکان عطا کرتا ہے۔ چمڑے کے خیمے مہیا کرتا ہے۔ اُون اور صوف کے کپڑے۔ ٹھنڈی چھاؤں۔ پہاڑوں میں آرامگاہیں قمیص اور زرہیں عنایت فرماتا ہے۔ ان چیزوں کا ذکر فرما کر ارشاد فرماتا ہے کذٰلک یتمّ نعمتہٗ علیکم لعلکم تسلمون ۰ اسی طرح اپنی نعمت تم پر پوری کرتا رہتا ہے تاکہ تم اس کی اطاعت کرو۔

ان آیاتِ مبارکہ میں ان نعمتوں کا ذکر ہے جو عام طور پر انسانوں کو روزمرہ ملتی رہتی ہیں۔ اور روزمرہ کے عمل کو خداوند عالم اتمامِ نعمت کہتا ہے۔ تو اتمامِ نعمت ایک عالمگیر اور ہر وقت کا قانون ہے جس کا ظہور ہوتا ہی رہتا ہے۔ یہاں آیت میں اتمامِ نعمت سے مراد یہ ہرگز نہیں کہ یہ چیزیں انسانوں کے کسی خاص گروہ کو دے دی گئیں۔ اب دوسروں کو نہیں مل سکتیں۔ اسی طرح جب دینی نعمت کے اتمام کا ذکر ہو تو وہاں بھی اس قانونِ عام کو نہ بھولنا چاہئے اور مقصد کو صحیح طور پر سمجھنا چاہئے کہ پہلے بھی نعمتِ دین کا اتمام ہوتا رہا ہے اور اب ہم پر ہوا ہے اور آئندہ اوروں پر بھی ہوگا۔ جب کبھی یہ نعمت کسی کو دی گئی اس کے مناسب حال پوری پوری دی گئی۔ خدا کا کوئی عمل ناقص نہیں ہوتا

انا لموفوھم نصیبھم غیر منقوص (ہود ع ۹) — ہم انھیں اُن کا حصّہ پورا ہی دیتے ہیں۔

سورۂ یوسف میں فرماتا ہے:۔

ویتمّ نعمتہٗ علیک و علیٰ اٰل یعقوب کما اتمّھا علیٰ ابویک من قبل ابراھیم واسحٰق — اے یوسف! خدا تجھ پر اپنی نعمت کا اتمام کریگا جیسا کہ وہ پہلے تیرے باپ دادا ابراہیم و اسحٰق پر اتمامِ نعمت کر چکا ہے۔

اگر اتمامِ نعمت کے معنی نعمت ختم کر دینا اور روک دینا ہو تو پھر جو چیز پہلے حضرت ابراہیم و اسحٰق پر ختم ہو چکی وہ حضرت یوسف کو کیا مل سکتی ہے؟ اور مسلمانوں کو تو ملنا محال ہے۔ لیکن نہیں اتمامِ نعمت ایک قانون اور عملِ مستمر ہے جو ہمیشہ جاری رہتا ہے اور رہیگا۔ حضرت ابراہیم پر اتمامِ نعمت ہوئی۔ پھر حضرت یعقوب پر۔ پھر حضرت یوسف پر پھر اور انبیائے کرام پر۔ حضرت عیسیٰ پر۔ حضرت محمد رسول اللہ پر اور ان کے زیرِ سایہ مسلمانوں پر اتمامِ نعمت ہوئی۔ اور اب حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ اور متبعین پر اتمامِ نعمت ہوئی۔

آیت الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی میں اس بات کا اظہار فرمانے کے بعد کہ میں تم پر اتمامِ نعمت کر چکا ہوں۔ اس سے چند آیات آگے چل کر پھر فرماتا ہے:۔

ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون ۝

خدا تمھیں تنگی میں ڈالنا نہیں چاہتا مگر یہ چاہتا ہے کہ تمھیں پاک کرے اور تم پر اپنی نعمت پوری کرے تاکہ تم شکر گذار بنو۔

.. .. ..

نعمت پوری کر چکنے کے بعد پھر نعمت پوری کرنے کا ارادہ قابلِ غور بات ہے۔ اس سے اتمامِ نعمت کا قانون اور اس کی حقیقت کا اظہار ہوتا ہے۔

پارۂ سیقول میں ارشاد فرماتا ہے کہ تم مسجد حرام کو قبلہ بنالے رہو تاکہ لوگ تمھیں الزام نہ دیں اور تم لوگوں سے نہ ڈرو۔ مجھی سے ڈرو تاکہ میں تم پر اسی طرح اتمام نعمت کروں جس طرح اب ایک صاحبِ کتاب رسول بھیجکر تم پر اتمامِ نعمت کی ہے۔ فرماتا ہے:۔

ولاتمم نعمتی علیکم ولعلکم تھتدون کما ارسلنا فیکم رسولا یتلو علیکم اٰیاتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتاب والحکمۃ ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون ۝

اور تاکہ میں تم پر اپنی نعمت پوری کروں اور تاکہ تم اسی طرح ہدایت پاؤ جس طرح اب ہم نے تم میں رسول بھیجا ہے جو ہماری آیات تم پر پڑھتا ہے اور تمھیں پاک صاف کرتا ہے اور تمھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور وہ اسرار و شرائع و اخبار تمھیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

رسول کریم علیہ التسلیم کے بعد پھر اتمام نعمت اور صاحبِ کتاب پیغمبر کی بعثت کا مژدہ سنایا ہے۔ اسی نعمت عظمیٰ کے لئے ہر نماز میں دعا و التجا کرنے کا حکم دیا ہے۔ نماز ہی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے اور خداوند عالم سے درخواست کرتا ہے:

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔

خدایا ہمیں راہِ راست پر چلا۔ ان لوگوں کی راہ جنھیں تو نے اپنی نعمت عطا فرمائی ہے

اور وہ (نعمت پانے والے) نبی و صدیق و شہید و صالح ہیں جنھیں خداوند عالم نے دین و شریعتِ الٰہیہ کی عظیم الشان نعمت عطا فرمائی تھی۔ بندوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ دین و شریعتِ الٰہیہ کی نعمتِ عظمیٰ خدا سے طلب کرتے رہیں۔ کیونکہ فیضِ خداوندی اور نعمتِ الٰہی کی عطا بند نہیں ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے

ما کان عطاء ربک محظورا (بنی اسرائیل ع) بل یداہ مبسوطتان ینفق کیف یشاء

تمھارے ترقی دینے والے خدا کی عطا روکی نہیں گئی ہے۔ خدا کے دونوں ہاتھ فیض و عطا فرمانے کیلئے کھلے ہوئے ہیں۔ جیسے چاہے دیتا ہے۔

اس سبدِ فیاض میں بخل نہیں ہے۔ اس کا فیض وسیع اور ابدی ہے۔ جس کی تشکیلات بے شمار ہیں۔

مفاوضات عبدالبہاء اردو۔ جو اہم فلسفیانہ مسائل پر مشتمل ہے قیمت عمدہ

عصرِ جدید (اردو) تاریخ و تعلیمات دینِ بہائی۔ قیمت ایک روپیہ

رسالہ صلح کل (ترجمہ اردو) حضرت عبدالبہاء کی ایک لوح جمیعتِ لاہای کے نام جسمیں آپ نے بتایا ہے کہ جنگ کی لعنت دنیا سے کیونکر دور ہو سکتی ہے

قیمت دو آنہ ۔ دس نسخے صرف ایک روپیہ میں دیئے جائینگے۔

کیا امامِ غائب پیدا بھی ہوئے تھے؟

مجلہ پیام مبر بابت ماہ ستمبر ۱۹۶۲ء میں "امام غائب" کے عنوان سے ایک مضمون پیش کیا گیا تھا۔ جس میں فرقہ شیعہ کی نہایت مبسوط، جامع اور معتبر کتاب "بحار الانوار" جلد ۱۳ کے مستند حوالوں سے یہ ثابت کیا گیا تھا کہ حضرت امام غائب کے "مولد و ولادت"، تاریخ ولادت اور "سنہ ولادت" نیز آپ کی مادر گرامی کے متعلق بے شمار اور اہم اختلافات ہیں اور قطعی اور یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ آپ کی ولادت کس دن ہوئی۔ کس تاریخ کو ہوئی اور کس سنہ میں ہوئی۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ کون تھیں۔ حتیٰ کہ جناب حکیمہ دختر امام محمد تقی علیہ السلام جن کی شخصیت فرقہ شیعہ کے نزدیک معمولی نہیں ہے، ان کے بیانات بھی یکساں نہیں ہیں۔ ان اختلافات کو دیکھتے ہوئے ہم نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ حضرت امام غائب کی ولادت یقینی طور پر ثابت نہیں ہوتی۔ ہمارے بعض احباب نے یہ خیال ظاہر کیا کہ وہ کون سا مسئلہ ہے جس میں اختلافات نہیں ہیں اس لحاظ سے تو ہمیں تمام مختلف فیہ مسائل کا انکار کر دینا پڑیگا۔ اگر حضرت حجت ابن الحسن کی تاریخ ولادت۔ سنہ ولادت وغیرہ کے متعلق اختلافات ہیں تو ان اختلافات سے یہ نتیجہ کس طرح برآمد ہوا کہ آپ کی ولادت ہی نہیں ہوئی۔ یہ اختلافات زیادہ سے زیادہ یہ نتیجہ پیدا کرتے ہیں کہ آپ کی ولادت کا دن تاریخ اور سنہ متعین نہیں کیا جا سکتا لیکن ولادت بہرحال ثابت ہے خواہ وہ کسی تاریخ کو ہوئی ہو اور کسی سنہ میں ہوئی ہو۔ ہمیں ان دوستوں کے اس اظہار خیال کے بعد بھی اپنی ہی رائے پر اصرار ہے اور ہم ان کے خیال سے بالکل متفق نہیں۔ کیونکہ ایسی ہستی جو موعود قرآن ہو اور جس کی آمد آمد کے لئے ایک ہزار سال سے نہایت تضرع و زاری کے ساتھ دعائیں کی جا رہی ہوں اور جس کی آمد پر زمین مردہ میں زندگی کی روح پھونکے جانے کا انحصار ہو اس کے متعلق یقینی طور پر یہ بھی معلوم نہ ہونا کہ وہ کس دن پیدا ہوئی۔ وہ تاریخ کیا تھی۔ سنہ کیا تھا، تاریخ کا ایک افسوسناک واقعہ ہے۔ لیکن ہم ان احباب کی خاطر اس حادثہ پر صبر کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ اچھا خاک ڈالئے ان اختلافات پر۔ تھوڑی دیر کے لئے ہم فرض کئے لیتے ہیں کہ خیر دن تاریخ اور سال اور ماں کا نام اگر معین نہیں تو نہ سہی۔ بہرحال ان روایات میں یہ ضرور لکھا ہے کہ حضرت امام حسن عسکری کے گھر میں ایک فرزند پیدا ہوا۔ لیکن جب ہم ان روایات پر نظر غائر ڈالتے ہیں اور واقعات ولادت کا از روئے درایت امتحان کرتے ہیں تو ہمارے لئے اس فرزند کی ولادت کا فرض کرنا بھی دشوار ہو جاتا ہے اور صریح طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ تمام روایات مجعول ہیں۔ ان میں صداقت کا شائبہ تک نہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان واقعات کے بیان کرنے والوں نے اپنی شخصی و ذاتی اغراض کے حصول کے جوش میں اپنی واجب الاطاعت اور لازم الاحترام ہستیوں کی پوزیشن کو بھی خطرہ میں ڈال دیا ہے۔ یہ واقعاتِ ولادت کیا ہیں ہم ان کو ذیل میں تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں فیصلہ قارئین محترم پر چھوڑتے ہیں۔ گذشتہ مضمون میں ہم نے یہ لحاظ رکھا تھا کہ ہمارے قلم سے کوئی ایسی روایت درج نہ ہو جائے جس کے راوی کی حیثیت کسی نوع سے بھی کمزور ہو۔ اس لئے ہم نے سب سے بہتر اور مستند گواہ

جناب حکیمہ دختر امام محمد تقی علیہ السلام کو انتخاب کیا تھا۔ بنا بریں حکیمہ کی سبق فرقہ شیعہ کی مسلمہ ہستی ہے جو حضرت امام حسن عسکری کی پھوپھی بیان کی جاتی ہیں۔ یہ محترمہ حضرت حجۃ ابن الحسن کی ولادت کے شروع سے برابر موجود رہی ہیں اور آپ ہی نے دایہ ہونے کے فرائض انجام دیئے ہیں۔ آیئے حضرت حجۃ کی ولادت کی کہانی خود ان کی زبانی سنئے:

(۱) جناب حکیمہ موسیٰ بن محمد قاسم سے بیان کرتی ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے میرے پاس ایک شخص کو بھیجا کہ آج رات کو ہمارے ساتھ افطار کیجئے۔ کیونکہ آج نصف شعبان ہے۔ آج رات کو خدا بہت جلد اپنی حجت کو ظاہر کرے گا۔ اور وہی روئے زمین پر حجت خدا ہوگا۔ میں نے امام سے عرض کیا کہ اس کی ماں کون ہے فرمایا نرجس۔ میں نے عرض کیا آپ پر فدا ہو جاؤں۔ میں نرجس میں کوئی اثر حمل نہیں پاتی۔ فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا۔ میں نے سلام کیا اور بیٹھ گئی۔ نرجس خاتون آئیں اور میرے پاؤں سے موزہ اتارنے لگیں اور کہنے لگیں اے سیدہ من! آپ کی رات کس طرح گذری۔ میں نے کہا کہ آپ ہی میری اور میرے متعلقین کی سردار ہیں۔ نرجس خاتون نے میرے اس قول کا انکار کیا اور کہا یہ آپ کیا فرماتی ہیں۔ میں نے کہا اے میری بیٹی! آج شب کو خداوند عالم بہت جلد آپ کو ایک ایسا جوان عطا کرے گا جو دنیا و آخرت میں بزرگ ہے۔ پس نرجس خاتون شرم سے اپنی جگہ بیٹھ گئیں۔ جب میں نماز عشاء سے فارغ ہوئی تو روزہ افطار کیا اور سو گئی۔ نصف شب گذرنے پر بیدار ہوئی۔ نماز شب ادا کی۔ نرجس خاتون ابھی تک محو خواب تھیں اور ولادت کا کوئی اثر ان میں نہ پایا جاتا تھا۔ تعقیب نماز کے بعد میں پھر سو گئی۔ اس کے بعد مضطرب ہو کر پھر بیدار ہو گئی اب نرجس بھی بیدار ہوئیں اور نماز میں مصروف ہو گئیں۔ میرے دل میں شک گذرنے لگے۔ دفعتہ امام حسن عسکری نے اپنی نشست گاہ سے آواز دی کہ اے پھوپی عجلت نہ کیجئے کیونکہ ولادت نزدیک ہے۔ میں سورہ الم سجدہ پڑھنے لگی کہ دفعتہ نرجس خاتون پر اضطراب طاری ہو گیا میں بھی گھبرا گئی۔ اور میں نے کہا کہ اسم اللہ علیک۔ کیا آپ کچھ محسوس کرتی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا اپنے دل کو تسلی دیجئے۔ کیونکہ یہ کیفیت، کیفیت ولادت ہے۔ جس کے متعلق میں کہہ چکی ہوں۔ اس کے بعد میری اور نرجس کی بھی آنکھ لگ گئی۔ اور میں اس مولود کی حرکت سے بیدار ہوئی۔ میں نے اس کے اوپر سے کپڑا اٹھایا۔ کیا دیکھتی ہوں کہ بچہ اپنے اعضائے ہفت گانہ کے ساتھ سجدہ میں ہے۔ میں نے اس کو اٹھا لیا۔ سینہ سے لگایا۔ دیکھا کہ آلائش ولادت سے بالکل پاک ہے۔ امام حسن عسکری نے مجھے پکارا کہ اے پھوپی! میرے بیٹے کو لاؤ۔ میں نے تعمیل کی۔ آپ نے بچہ کی رانوں کے نیچے اور اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا۔ اور اس کے پیروں کو اپنے سینہ سے لگا کر اپنی زبان اس کے منہ میں دی اور اس کے چشم و گوش پر ہاتھ پھیرا۔ اور فرمایا کہ اے فرزند کلام کرو۔ پس بچہ نے کہا کہ اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و اشهد ان محمدا رسول الله۔ اس کے بعد امیر المومنین اور تمام ائمہ پر یکے بعد دیگرے درود بھیجا۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اے پھوپی اس کو اس کی ماں کے پاس پہنچا دیجئے تاکہ یہ ان کو سلام کرے۔ اور پھر میرے پاس لائیے۔ میں لے گئی۔ بچہ نے اپنی ماں کو سلام کیا۔ میں بچہ کو پھر امام کے پاس لائی۔ آپ نے فرمایا کہ اے پھوپی! ولادت کے ساتویں روز اس کو پھر میرے پاس لائیے۔ میں شب ولادت کی صبح کو حضرت کی خدمت میں گئی تو میں نے بچہ کو نہ دیکھا۔ میں نے کہا آپ پر قربان۔ بچہ کیا ہوا۔ فرمایا میں نے اس کو اس کے سپرد کر دیا جس کے سپرد مادر موسیٰ نے موسیٰ کو کر دیا تھا۔ ولادت کے ساتویں دن میں حضرت کی خدمت میں گئی۔ سلام کر کے بیٹھ گئی۔ فرمایا کہ میرے بیٹے کو

لاؤ۔ میں نے تعمیل کی۔ حضرت نے اس کے ساتھ وہی عمل کیا جو شبِ ولادت کو کیا تھا۔ اپنی زبان اس کے منہ میں دی۔ گویا کہ آپ اس کو دودھ یا شہد پلا رہے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اے فرزند باتیں کرو۔ بچہ نے کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ الخ

اس حدیث کے راوی موسیٰ بن جعفر کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے متعلق عقبہ خدمت گار امام حسن عسکری سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ حکیمہ نے سچ بیان کیا ——

ولادت کے اس واقعہ کو موسیٰ بن جعفر نے حکیمہ سے سُنا اور جب یقین نہ آیا تو عقبہ خدمتگار امام حسن عسکری سے اس واقعہ کی تصدیق چاہی ورنہ جناب حکیمہ جیسی ہستی کے بیان کی تصدیق کرنے کی کیا ضرورت تھی اور پھر عقبہ خادم کی تائید بھی قابلِ غور ہے۔ ایک نامحرم شخص اس واقعہ کو شروع سے آخر تک کیونکر دیکھ سکتا ہے۔ بچہ کی ولادت کے وقت اپنے مرد بھی علیحدہ ہو جاتے ہیں اور صرف عورتیں موجود ہوتی ہیں۔ اور وہی تمام فرائض انجام دیتی ہیں۔ بہرحال اس روایت میں چند باتیں قابلِ غور ہیں۔

(۱) حکیمہ امام علیہ السلام سے دریافت کرتی ہیں کہ آپ کا فرزند کس کے بطن سے پیدا ہوگا۔ تو اُن کو جواب ملتا ہے کہ نرجس کے بطن سے۔ یہ جواب سن کر حکیمہ امام علیہ السلام سے فرماتی ہیں کہ میں تو نرجس میں حمل کا کوئی اثر نہیں پاتی۔ اس کا جواب امام نے یہ دیا کہ نہیں ایسا ہی ہوگا۔ عام قاعدہ ہے کہ حاملہ عورت کا حمل ابتدائی چند مہینوں کے اندر ہی معلوم ہو جاتا ہے۔ گھر کے دوسرے لوگ محلہ کی آنے جانے والی عورتیں شکل وصورت سے پتہ لگا لیتی ہیں کہ یہ عورت حاملہ ہے یا نہیں۔ اس کو بھی جانے دیجئے۔ حمل کے آخری ایام میں خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ وضعِ حمل کی مدت میں چند گھنٹے ہی رہ گئے ہوں حمل کا پوشیدہ رہنا کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے۔ جناب حکیمہ کی آمد و رفت اس گھر میں برابر رہتی تھی۔ یوں بھی وہ نہایت تجربہ کار خاتون تھیں۔ انھوں نے پے در پے تین اماموں کا زمانہ دیکھا تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ کتنی ضعیف العمر ہونگی اور اس لحاظ سے ان کو ان معاملات کا کس قدر تجربہ ہوگا۔ ان کو استقرارِ حمل کے زمانہ سے لیکر وضعِ حمل کے وقت تک یہ معلوم ہی نہ تھا کہ نرجس خاتون حاملہ بھی ہیں یا نہیں۔ اگر واقعی وہ حاملہ تھیں تو ہر وقت کی نشست و برخاست رکھنے والی خاتون جناب حکیمہ کو نرجس خاتون کے حاملہ ہونے کا علم نہ ہونا بے حد تعجب خیز ہے۔ چنانچہ جب انھوں نے یہ سُنا کہ نرجس خاتون کے بطن سے فرزند پیدا ہوگا تو وہ حیران ہوئیں اور اپنی اس حیرت کے ازالہ کے لئے وہ نرجس کے پاس گئیں اور ان کا بغور معائنہ کیا۔ اچھی طرح معائنہ کرنے کے بعد بھی یہ تجربہ کار خاتون اسی نتیجہ پر پہنچتی ہیں کہ نرجس خاتون حاملہ نہیں ہے۔ اور انھوں نے دیانتداری کے ساتھ اپنی تحقیقات کے نتیجہ کو امام علیہ السلام کے سامنے رکھ ہی دیا۔ اور فرمایا کہ میں نرجس خاتون میں حمل کا کوئی نشان نہیں پاتی۔ کیا آپ کا یہ واضح بیان اس بات کی وضاحت نہیں کرتا۔ کہ نرجس خاتون حاملہ نہ تھیں۔ پس جب ان کا حاملہ ہونا ہی ثابت نہیں تو پھر ولادت حجۃ بن الحسن کس قاعدہ سے ثابت ہے۔ ہمیں بتایا جائے کہ وہ کون سا قانون ہے جس کے ماتحت ایک حاملہ عورت کا حمل وضعِ حمل کے وقت تک تحقیقاتِ کامل کے باوجود ثابت نہ ہو اور ولادت وقوع میں آجائے۔ اگر بنظرِ انصاف دیکھا جائے تو جناب حکیمہ کا صرف یہی ایک فقرہ کہ "میں نرجس میں حمل کا نشان نہیں پاتی" اس تمام روایت کو نہ صرف مشکوک ثابت کرتا ہے بلکہ بالکل پایۂ اعتبار سے گرا دینے کے لئے کافی ہے۔ ہم نے احتیاطاً اس فقرہ کی یہ تاویل کی کہ غالباً راوی جناب حکیمہ کے بیان کو اچھی طرح واضح نہیں کر سکا۔ آپ نے یہ فرمایا ہوگا کہ میں نرجس میں وضعِ حمل کے آثار نہیں پاتی۔ یعنی نرجس حاملہ تو ہیں لیکن موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وضعِ حمل آج ہی

ہو جائیگا۔ لیکن جب ہم نے ان کے دوسرے بیانات پر نظر ڈالی تو مجبوراً ہمیں اپنی اس زبردستی کی تاویل کو افسوس کے ساتھ واپس لینا پڑا۔ ان دوسرے بیانات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اچھی طرح تحقیقات کرنے کے بعد بھی جناب حکیمہ کو نرجس خاتون کے حاملہ ہونے کا یقین نہیں ہوا۔ ہم ان بیانات کو آئندہ پیش کرینگے۔ ابھی ہمیں اسی روایت کے دوسرے حصوں پر غور کرنا ہے۔

(۲) اسی روایت میں جناب حکیمہ بیان کرتی ہیں کہ جب بچہ پیدا ہوا تو اس نے سجدہ کیا۔ ماں کو سلام کیا۔ وحدانیت، الٰہی اور رسالت محمدی کا اقرار کیا۔ اور حضرات ائمہ معصومین پر درود و سلام بھیجا۔ صرف اتنا ہی نہیں۔ جناب حکیمہ کے دوسرے بیانات میں تو یہاں تک موجود ہے کہ اس بچہ نے تورات و انجیل و زبور و قرآن کو بھی پڑھ ڈالا۔ یہ واقعات سراسر **خلافِ فطرت، خلافِ عقل اور خلافِ قرآن** ہیں جو لوگوں نے جوشِ عقیدت و ارادت یا ولادتِ امام غائب کے معاملہ کو اہم بنانے کے لئے تصنیف کئے ہیں۔ اور منسوب کر دیئے جناب حکیمہ کی طرف۔ اس موقع پر یہ کہا جانا ممکن ہے کہ یہ واقعات خلافِ فطرت و خلافِ قرآن نہیں ہیں۔ حضرت مسیح کا گہوارہ میں کلام کرنا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اگر مسیح کا گہوارہ میں کلام کرنا ہم فرض بھی کر لیں تو اس کا جواب صاف ہے۔ مریم عذرا کو یہودیوں کی تہمت سے بچانے کے لئے قدرت نے یہ انتظام کیا کہ مسیح سے گہوارہ میں باتیں کرائیں۔ لیکن امام حسن عسکری کے گھر میں خدا کو کیا ضرورت پیش آئی تھی اور حضرت حجۃ بن الحسن کے کلام کرنے سے اس وقت مخلوق کو کیا فائدہ پہنچا۔

(۳) اس روایت میں تیسری بات قابلِ غور یہ ہے کہ جب حکیمہ شبِ ولادت کی صبح کو دوبارہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے دولتکدہ پر تشریف لے گئیں تو انھوں نے بچہ کو نہ دیکھا۔ ماں کی گود خالی دیکھکر امام سے دریافت کیا کہ بچہ کیا ہوا۔ تو امام نے جواب دیا کہ میں نے اسکو اس کے سپرد کر دیا جس کے سپرد مادرِ موسیٰ نے موسیٰ کو کیا تھا۔

اوّل تو حضرت حجۃ بن الحسن شیعہ مسلمات کی بنا پر شب میں پیدا نہیں ہوئے بلکہ طلوعِ فجر کے وقت پیدا ہوئے۔ اس وقت تک حکیمہ وہیں موجود تھیں اور اگر مان لیا جائے کہ قریب صبح صادق ولادت ہوئی تو حکیمہ کا بچہ کو باپ کے پاس لے جانا۔ وہاں بچہ کا شہادتیں ادا کرنا۔ درود و سلام بھیجنا۔ قرآن و تورات و زبور و انجیل کا درد کرنا۔ اور بعض روایات مندرجہ بحار الانوار کی بنا پر تمام صحفِ انبیاء و مرسلین کا پڑھنا۔ ان تمام باتوں کے وقوع میں آنے کے لئے بھی کافی وقت درکار ہے۔ اس تمام کارروائی کے ختم ہونے تک یقیناً کافی دن چڑھ چکا ہوگا اور ان تمام واقعات کے وقوع میں آنے تک یعنی کافی دن چڑھنے تک حکیمہ خاتون امام حسن عسکری میں موجود رہی ہیں۔ پھر ان کا یہ فرمانا کیا معنی رکھتا ہے کہ میں شب ولادت کی صبح کو جب حضرت کی خدمت میں گئی تو میں نے بچہ کو نہ دیکھا۔ کیا اس سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ روایت سراسر جعلی ہے۔ علاوہ بریں جناب حکیمہ نے بچہ کو کیوں نہ دیکھا۔ بچہ کا کیا حشر ہوا۔ اس واقعہ کو حکیمہ خود امام سے دریافت کرتی ہیں تو امام جواب میں فرماتے ہیں کہ وہ اس کے سپرد کر دیا گیا۔ جس کے سپرد موسیٰ کر دیئے گئے تھے۔ ہم اس کلامِ امام سے کیا سمجھیں۔ موسیٰ تو دریا میں ڈال دیئے گئے تھے تو کیا اس کا یہی مطلب سمجھ لینا چاہئے کہ یہ بچہ بھی سپردِ دریا کر دیا گیا۔ یا اس ارشادِ امام سے یہ سمجھنا چاہئے کہ مادرِ موسیٰ نے موسیٰ کو خدا کے سپرد کر دیا تھا۔ اسی طرح یہ بچہ بھی خدا کے سپرد کر دیا گیا۔ ان دونوں میں سے جو مطلب بھی آپ چاہیں سمجھ لیجئے۔ دونوں صورتوں میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ بچہ پیدا تو ہوا مگر وفات پا گیا۔ چنانچہ ایک تاریخی واقعہ اس بچہ کی وفات کی تائید کرتا ہے اور وہ یہ کہ بعد وفات جناب امام حسن عسکری جب آپکے بھائی جعفر نے دعوائے امامت کیا تو علامہ مشلغانی نے منبر پر چڑھ کر جعفر پر لعنت بھیجی۔ اور یہ کہا کہ امام حسن عسکری کے بعد ان کا ایک فرزند

موجود ہے جو غائب ہے۔ اس کے جواب میں جعفر نے کہا کہ میرے بھائی نے لاولد ہونے کی حالت میں وفات پائی ہے۔ ایک بچہ پیدا ہوا تھا اس کی قبر موجود ہے۔ آؤ قبر کھود کر اس کی لاش دکھادوں۔ لیکن شیعہ حضرات جعفر کے اس قول کو تسلیم نہ کرینگے۔ کیونکہ وہ جعفر کو جعفر کذاب کہتے ہیں۔ اچھا غلط سہی۔ لیکن اس کا کیا جواب ہے کہ ہمیں بحار الانوار میں ایک اور روایت ملتی ہے جس کے راوی ابراہیم بن ادریس ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ

"امام حسن عسکری نے میرے پاس ایک گروسفند بھیجا۔ اور فرمایا کہ اس کو میرے فلاں بیٹے کے عقیقہ کرو۔ خود کھاؤ اور اپنے اہل وعیال کو کھلاؤ" میں نے تعمیلِ حکم کی۔ اس کے بعد جب میں خدمتِ آنحضرت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میرے بیٹے نے وفات پائی (دیکھو بحار الانوار ص۱۳)

لیجئے بچہ مرگیا۔ اگر ایک طرف جناب حکیمہ کی شہادت ہے کہ حضرتِ حجت پیدا ہوئے تو دوسری طرف امام علیہ السلام کے بھائی جعفر بن امام علی نقی اور ابراہیم ابن ادریس جو حضرت امام کے معتقدین میں شامل ہیں دونوں کی شہادت یہ ہے کہ اس بچہ نے وفات پائی۔ جہانتک روایت کا تعلق ہے انصاف سے دیکھئے کہ ولادتِ حضرت حجۃ یقینی ہے یا اُن کی وفات یقینی ہے یا ولادت و وفات دونوں مشکوک ہیں۔ کم از کم ولادت و وفات دونوں کو مشکوک تسلیم کئے بغیر چارہ کار نہیں ہے۔ پس ایک ایسا عقیدہ ہرگز جزوِ ایمان نہیں بنایا جاسکتا جس کی بنیاد مشکوک بیانات پر قائم ہو۔

اب ایک اور روایت ملاحظہ ہو:-

(۲) محمد بن عبداللہ مظہری بیان کرتے ہیں کہ وفات امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعد میں حکیمہ کے پاس گیا اور حجتِ خدا کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ تو فرمایا کہ اے محمد! خدا روئے زمین کو حجت اللہ ناطقہ و صامتہ سے خالی نہیں رکھتا۔ اور امامت کو خدا نے حسن و حسین کے علاوہ کسی اور شخص میں قرار نہیں دیا۔ اور یہ اس لئے کہ یہ دونوں سب سے افضل ہیں۔ خدا نے حسین کو اولادِ حسن پر فضیلت دی۔ جس طرح اولادِ ہارون کو اولادِ موسیٰ سے افضل قرار دیا اور ضروری ہے کہ امت میں حیرت واقع ہو تاکہ باطل پرست شبہ کریں۔ اور حق پرست خالص ہو جائیں۔ یہانتک کہ مخلوق کی حجت خدا پر نہ رہے۔ اور ضروری ہے کہ یہ حیرت امام حسن عسکری کے بعد واقع ہو۔ میں نے کہا کہ اے میری سردار! کیا امام حسن عسکری کا کوئی فرزند ہے؟ حکیمہ ہنسی۔ اور فرمایا بیٹا نہ ہوتا تو حجت خدا کون ہوتا۔ میں نے ابھی تم کو خبر دی کہ حسن و حسین کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے امامت نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ حجتِ خدا کی ولادت کا حال سنائیے۔ تو حکیمہ نے کہا کہ میری ایک کنیز تھی۔ جس کا نام نرجس تھا۔ میرا بھتیجا میرے پاس آیا اور اس کی طرف گھورنے لگا۔ میں نے کہا کہ اے سیدی میرا خیال ہے کہ تم اس کنیز کو دل دے بیٹھے ہو۔ تو کیا میں اس کو تمہارے پاس بھیجدوں؟ اس نے کہا مجھے اس سے عشق نہیں ہے لیکن اس کو دیکھکر مجھے تعجب ضرور ہے۔ میں نے کہا تعجب کی کیا وجہ ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ بہت جلد اس کنیز سے ایک فرزندِ بزرگ پیدا ہوگا۔ جو زمین کو عدل و داد سے بھر دیگا۔ جبکہ وہ ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی۔ میں نے کہا تو میں اس کو تمہارے پاس بھیجدوں؟ تو امام حسن عسکری نے فرمایا کہ میرے باپ سے اجازت حاصل کیجئے۔ میں لباس بدل کر اپنے بھائی (امام علی نقی) کے گھر گیا۔ سلام کر کے بیٹھ گیا۔ ابھی کچھ کہنے نہ پائی تھی کہ امام علی نقی نے فرمایا کہ اے حکیمہ نرجس کو حسن عسکری کے پاس بھیجدو۔ میں نے عرض کیا۔ میں اسی غرض سے آئی تھی۔ میں نے کنیز کو آراستہ کیا اور حسن عسکری کو دیدیا۔ اور میں نے دونوں کو کچھ دن اپنے گھر رکھا۔ اس کے بعد میں نے دونوں کو اپنے بھائی کے گھر بھیج دیا۔ پھر میرے بھائی کی وفات ہوگئی اور حسن عسکری اُن کے جانشین ہوئے۔ میں اُن کی زیارت کو گئی۔ جس طرح اپنے بھائی کی زیارت کو جایا کرتی تھی۔ ایک روز جب میں امام حسن عسکری کی خدمت میں گئی۔ تو نرجس میرے پاس آکر میرے موزہ اُتارنے لگی۔ میں نے کہا آپ میری سردار ہیں

بھلا میں اپنے پاؤں تمہارے ہاتھوں میں نہ دونگی کہ آپ موزہ اُتاریں۔ بلکہ مجھکو آپ کی خدمت کرنی چاہیئے۔ امام حسن عسکری نے ہماری گفتگو سنی تو فرمایا کہ اے بچہ! خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ میں غروبِ آفتاب تک وہیں رہی۔ میں نے نرجس کو بلایا اور کہا کہ میرے کپڑے لاؤ تاکہ اپنے گھر جاؤں حضرت نے فرمایا کہ آج کی رات اسی جگہ قیام فرمایئے۔ آج شب کو وہ ولیِ کریم پیدا ہوگا۔ جس کے سبب خدا زمین کو اس کے مردہ ہوجانے کے بعد زندہ کریگا میں نے عرض کیا کہ کس کے بطن سے ہوگا حالانکہ میں نرجس میں آثارِ حمل نہیں پاتی۔ تو فرمایا کہ نرجس ہی سے ہوگا۔ میں نرجس کے قریب گئی۔ اُس کی پُشت کو دیکھا اور حمل کا کوئی اثر نہ دیکھا۔ پس حضرت کی خدمت میں گئی اور ان کو خبر دی۔ حضرت ہنسے اور فرمایا کہ آج کی رات صبح کے وقت اس کا حمل ظاہر ہوگا۔ اس کی مثال مادرِ موسیٰ کی مثال ہے کہ کوئی شخص اس کے حمل سے مطلع نہیں ہوا کیونکہ فرعون، حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کرڈالتا تھا۔ یہ مولود بھی مثل موسیٰ ہے۔ میں اسی رات صبح تک منتظر رہی جاگتی رہی اور نرجس اس طرح سو رہی تھیں کہ کروٹ تک نہ بدلتی تھیں۔ جب آخر شب ہوئی تو تڑپ کر اٹھی۔ میں نے سینہ سے لگایا اور حال پوچھا تو کہا وہ بات ظاہر ہوگئی جس کی خبر امام نے آپ کو دی ہے۔ ناگاہ امام نے صدا دی کہ انا انزلناہ پڑھو۔ میں پڑھنے لگی کہ دفعتہ میں نے سنا کہ مولود بھی شکمِ مادر میں وہی پڑھتا ہے جو میں پڑھتی ہوں اور اس نے مجھے سلام کیا۔ میں مضطرب ہوگئی اور رونے لگی۔ امام نے فرمایا کہ خدا کے کاموں میں تعجب نہ کرو۔ خدا ہم کو شیر خوارگی کی حالت میں اپنی حکمت سے گویا کرتا ہے اور جب ہم بڑے ہوجاتے ہیں تو ہم کو اپنی حجت قرار دیتا ہے۔ کلام امام آخر تک نہ پہنچا تھا کہ نرجس میری نظروں سے غائب ہوگئی۔ گویا کہ میرے اور اس کے درمیان پردہ حائل ہوگیا۔ میں فریاد کرتی ہوئی امام کے پاس دوڑی۔ آپ نے فرمایا کہ واپس جاؤ۔ نرجس کو تم اسی جگہ دیکھو گی۔ میں واپس گئی۔ نرجس موجود تھیں۔ اور میں ان کے اندر نور دیکھ رہی تھی۔ اس نور نے میری آنکھوں کو خیرہ کردیا۔ دفعتہ میں نے اپنے برابر ایک لڑکا دیکھا۔ جو زانو کے بل بیٹھا سجدہ کررہا تھا۔ اور انگشتِ شہادت آسمان کی طرف بلند کرکے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وان جدی رسول اللہ وابی امیر المؤمنین کہتا تھا۔ اس کے بعد اس نے تمام ائمہ کا یکے بعد دیگرے نام لیا۔ یہانتک کہ اپنا نام لیا اور کہا اللّٰھم انجزلی وعدک واتمم امری وثبت وطأتی واملأ الارض بی عدلاً وقسطاً۔ امام حسن عسکری نے کہا کہ مجھے دیجئے۔ میں بچہ کو ان کے پاس لے گئی اور کھڑی ہوگئی۔ اس حالت میں کہ بچہ میرے ہاتھوں پر تھا۔ اس نے حضرت کو سلام کیا۔ حضرت نے اس کو لے لیا۔ فوراً ہی چند مرغ آپکے سر پر اُڑتے ہوئے نظر آئے۔ حضرت نے ان میں سے ایک کو بلایا۔ اور اس سے کہا کہ اس بچہ کو لے جا۔ حفاظت کر اور ہم روز میرے پاس آ۔ پس مرغ نے اس کو اٹھالیا اور آسمان کی طرف اُڑ گیا۔ اور تمام مرغ اس کے پیچھے پیچھے اُڑ گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں تجھکو سپرد کرتا ہوں وہ چیز جو مادرِ موسیٰ نے تیرے سپرد کی تھی۔ نرجس رونے لگی۔ حضرت نے فرمایا کہ خاموش رہو۔ کیونکہ اس مولود کے لئے تمہارے سوا دوسرے کا دودھ پینا حرام ہے اور جلد ہی تمہارے پاس واپس آئیگا۔ جس طرح موسیٰ اپنی ماں کے پاس واپس آگئے تھے۔ اس کی تصدیق کلامِ خدا یوں کرتا ہے کہ فرددناہ الیٰ امہ کی تقر عینھا ولا تحزن۔ میں نے عرض کیا کہ یہ مرغ کون ہے۔ فرمایا روح القدس جو ائمہ پر موکل ہے اور ان کی تربیت کرتا ہے۔ حکیمہ نے کہا کہ ۴۰ روز بعد آنحضرت نے مجھے بلایا۔ میں گئی۔ تو میں نے ایک لڑکے کو دیکھا جو چل پھر رہا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ تو طفلِ دو سالہ معلوم ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ انبیاء و اوصیا کی وہ اولاد جو امام بنتی ہے ان کی نشو و نما تمام لوگوں کی نشو و نما کے خلاف ہوتی ہے۔ ہمارا ایک ماہ کا بچہ دوسروں کے ایک سال کے بچہ کے برابر ہوتا ہے۔ ہمارا بچہ شکمِ مادر میں کلام کرتا ہے اور قرآن پڑھتا ہے۔ عبادت خدا کرتا ہے

اور شیر خوار حجی کے وقت ان پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ حکیمہ نے کہا کہ میں ہر چالیس روز کے بعد اسکو دیکھا کرتی تھی۔ یہانتک کہ امام حسن عسکری کی وفات سے چند روز پہلے وہ بچہ پورے انسان کے قد و قامت کے برابر ہو گیا۔ اور پھر میں نے اس کو نہ پہچانا اور امام حسن عسکری سے عرض کیا کہ یہ مرد کون ہے جس کے سامنے آنے کا آپ مجھے حکم دیتے ہیں۔ فرمایا نرجس کا بیٹا اور وہی میرے بعد خلیفہ ہے۔ میری وفات اب بہت جلد ہوگی۔ تم اسی کی اطاعت کرنا۔ چند روز بعد امام نے وفات پائی۔ لوگوں نے آپ کی نسبت جھوٹی باتیں مشہور کیں۔ قسم بخدا۔ میں صبح و شام قائم کو دیکھتی ہوں۔ اور وہ مجھکو ان باتوں کا جواب دیتے ہیں جو لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں۔ قسم بخدا میں جس وقت کوئی بات پوچھتی ہوں تو وہ پہلے ہی اس کا جواب دیدیتے ہیں۔ انھوں نے تیرے آنے کی خبر مجھے کل رات دیدی تھی۔ اور مجھ سے فرمایا تھا کہ میں تجھ سے تمام باتیں سچ سچ کہدوں۔ محمد بن عبداللہ راوی حدیث کہتے ہیں کہ حکیمہ نے مجھے وہ باتیں بتائیں جن کو خدا کے سوا کوئی نہ جانتا تھا۔ اس لئے میں نے حکیمہ کی صداقت کا یقین کر لیا۔"

ہم نے روایت مذکورہ کو تمام و کمال درج کر دیا ہے تاکہ ارباب ہوش اندازہ کر سکیں کہ شیعہ راویوں نے حضرت قائم آل محمد کے مسئلہ کو طلسم ہوشربا بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ ان کی افسانہ تراشی اور غلط گوئیوں کے باعث حضرات ائمہ طاہرین پر دھبہ آئے تو آئے مگر ان کی اپنی اغراض کے حصول میں فرق نہ آئے۔ سب سے زیادہ افسوس ہمیں اس بات کا ہے کہ شیعہ صاحبان ایک ہزار سال سے ان بے سروپا افسانوں پر سر دھنتے چلے آتے ہیں اور ان روایات کے ایک ایک حرف کو وحی آسمانی سمجھتے ہیں۔

روایت سابق میں حکیمہ فرماتی ہیں کہ شب ولادت میں امام حسن عسکری نے ایک شخص کو بھیجکر ان کو اپنے گھر بلایا۔ اس بیان میں وہ فرماتی ہیں کہ وہ خود ہی امام حسن عسکری کے گھر تشریف لے گئی تھیں۔ کہ امام نے حضرت حجت کی ولادت کی ان کو خبر دی۔ پہلی روایت میں فرماتی ہیں کہ دارشبان کو امام نے خبر دی کہ یہ بچہ نرجس کے بطن سے ہوگا۔ اس بیان میں فرماتی ہیں کہ شب ولادت سے بہت عرصہ پہلے امام حسن عسکری اس بچہ کی پیدائش کی خبر دے چکے تھے۔ اس اختلاف بیان کے علاوہ یہ بات ایکمرتبہ پھر قابل غور ہے کہ جب بہت عرصہ پہلے جبکہ امام کا تعلق نرجس سے ہوا بھی نہ تھا حکیمہ کو نرجس کے بطن سے حضرت حجت کی ولادت کی خبر مل چکی تھی۔ تو وہ برابر نرجس کے حمل کا اندازہ کرتی رہی ہونگی۔ حتیٰ کہ شب ولادت کو آپ امام سے پوچھتی ہیں کہ فرزند کس کے بطن سے پیدا ہوگا۔ حالانکہ نرجس میں تو حمل کا نشان تک نہیں۔ اور جب امام نے فرمایا کہ نہیں نرجس ہی کے بطن سے ہوگا۔ تو ان کو نرجس کے قریب جاکر ان کی پشت کو دیکھنا پڑا۔ اور پھر بھی ان کی رائے یہی قائم ہوتی ہے کہ نرجس حاملہ نہیں۔ اور یہ دوسری شہادت ہے جس سے نرجس کا حاملہ تک نہ ہونا ثابت ہے۔

یہاں ہم پھر اپنے اس اعتراض کو دہراتے ہیں کہ ایام حمل کے پورا ہونے کے بعد ایک حاملہ عورت کے حمل کا نشان تک نہ پائے جانے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ لیکن اس روایت میں حمل کا پتہ نہ لگنے کی ایک وجہ بھی نظر آتی ہے۔ امام اس کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ اس کی مثال مادر موسیٰ کی سی ہے کہ کوئی شخص بھی ان کے حمل سے مطلع نہیں ہوا۔ کیونکہ فرعون حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر ڈالتا تھا۔ اگر درحقیقت یہ بیان درست ہے تو ہم دریافت کرتے ہیں کہ مادر موسیٰ کے حمل ظاہر نہ ہونے کی وجہ تو یہ تھی کہ ایسا نہ ہو فرعون کو خبر ہو جائے اور وہ مادر موسیٰ کا پیٹ چاک کر ڈالے۔ لیکن امام حسن عسکری کے وقت کی حکومت حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک نہیں کر رہی تھی۔ پس جب پیٹ چاک ہونے کا کوئی خوف ہی نہ تھا تو حضرت حجت کا حمل پوشیدہ رکھنے میں کیا مصلحت تھی۔ علاوہ برایں یہ بات بھی قطعی غلط ہے کہ موسیٰ کا حمل ایسا مخفی تھا

کہ اگر کوئی مادرِ موسیٰ کا امتحان کرتا تو بھی حل کا پتہ نہ چلتا۔ ہاں یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ کوئی شخص اس امر کی طرف توجہ نہ کر سکا کہ مادرِ موسیٰ حاملہ ہیں اس کے علاوہ یہ بھی ثابت نہیں ہے کہ فرعون حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر ڈالتا تھا۔ ہاں یہ درست ہے کہ وہ لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا اور لڑکوں کو مار ڈالتا تھا۔ جیسا کہ قرآن مجید شہادت دیتا ہے۔

اس کے بعد حکیمہ ایک اور بات بیان کرتی ہیں جو انھوں نے بیانِ سابق میں بیان نہیں کی۔ یعنی نرجس کا فرزند شکمِ مادر میں اتنا انترلنا کی تلاوت کرتا تھا اور آوازِ تلاوت شکمِ مادر سے باہر آ رہی تھی۔ یہ محیر العقول واقعہ جناب حکیمہ برداشت نہ کر سکیں چنانچہ فرماتی ہیں کہ "میں مضطرب ہو کر رونے لگی۔ جناب حکیمہ کی طرح جو شخص بھی اس واقعہ کو سُنے گا وہ حیران رہ جائے گا۔ ہمیں بھی حیرت ہوئی۔ لیکن ہماری یہ حیرت بہت جلد دور ہو گئی جبکہ آگے چل کر اسی روایت میں ہم نے پڑھا کہ امام نے فرمایا خدا کے کاموں میں تعجب نہ کرو وہ بھی حالتِ شیر خوارگی میں اپنی حکمت سے گویا کرتا ہے۔ بچہ کا شکمِ مادر میں کلام کرنے کی مثالیں عالمِ فطرت میں موجود نہیں ہیں۔ اس لئے حضرت بن الحسن کا شکمِ مادر میں تلاوتِ قرآن کرنا ہمیں تسلیم نہیں ہے۔ لیکن اگر واقعی یہ واقعہ پیش آیا۔ اور اس کی وجہ وہی ہے جو امام فرماتے ہیں (اگرچہ ہمیں یقین نہیں ہے کہ یہ کلام معصوم ہے) تو شیعہ علما براہِ مہربانی عقلی و نقلی معتبر دلائل سے ثابت کریں کہ خدا کا انبیا و اوصیا کو حالتِ شیر خوارگی میں بے ضرورت گویا کرنا کس حکمت و دانائی کا اظہار کرتا ہے اور یہ بھی ثابت کریں کہ انبیاء و اوصیا حالتِ شیر خوارگی میں کلام کرتے رہے ہیں۔ اگر یہ واقعہ درست ہو تا کہ ائمہ طاہرین حالتِ شیر خوارگی میں یا شکمِ مادر میں کلام کرتے رہے ہیں تو جناب حکیمہ جیسی معمر بجربہ کار جہاندیدہ خاتون کو جو امام علی نقی اور امام حسن عسکری کو شکمِ مادر میں اور حالتِ شیر خوارگی میں دیکھ چکی تھیں اور ان ہر دو اماموں کو انھوں نے ضرور شکمِ مادر میں یا حالتِ شیر خوارگی کلام کرتے دیکھا ہو گا۔ وہ اس واقعہ کو دیکھ کر کیوں حیران ہوئیں اور نہ صرف حیران بلکہ خوف سے مضطرب و پریشان بھی ہو گئیں۔ اس سے صاف ظاہر و ثابت ہے کہ یہ روایت مبنی بر حقیقت نہیں بلکہ جناب حکیمہ کی طرف ایسی باتیں منسوب کر دی گئی ہیں۔

اس کے بعد نرجس خاتون حکیمہ کی نظروں سے غائب ہو جاتی ہیں اور پھر وہیں موجود ملتی ہیں اور حکیمہ ان کے جسم سے ایک نور نکلتا ہوا دیکھتی ہیں جو ان کی آنکھوں کو خیرہ کر دیتا ہے۔ اور اسی اثناء میں دفعتہً وہ ایک نومولود بچہ کو سجدہ میں مصروف پاتی ہیں۔

اس امر کی وضاحت کی ضرورت ہے کہ نور کی کیا حقیقت ہے۔ وہ کیا شئے ہے اور وہ کیونکر نرجس کے بدن سے اٹھتا ہوا معلوم ہوا؟ ابتک دنیا ایسی روشنی اور نور کے تصور سے بالکل بے خبر ہے جو مادی طور پر انسانی بدن سے پھوٹ کر نکلے اور دوسروں کی آنکھوں کو چندھیا دے۔

بعد ازاں چند مرغ بالائے ہوا نظر آتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو امام پکارتے ہیں۔ وہ نیچے آتا ہے۔ آپ اپنے فرزند کو یہ کہتے ہوئے اس کے حوالہ کر دیتے ہیں کہ جا اس کو لے جا۔ ۴۰ روز تک اس کی حفاظت کر اور ۴۰ روز کے بعد واپس لا۔ وہ آسمان پر لے جاتا ہے۔ حکیمہ دریافت کرتی ہیں کہ یہ مُرغ کون تھا۔ تو امام فرماتے ہیں کہ روح القدس تھا جو ائمہ کی تربیت کیا کرتا ہے۔ ہماری سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ روح القدس کیا چیز ہے۔ اور کیا روح القدس مرغ کی شکل میں تبدیل ہو سکتی ہے؟ اور یہ کہ اگر وہ مرغ روح القدس تھا تو اس کو بلانے کی کیا ضرورت تھی وہ برائے تربیت خود آتا اور خود آیا تھا۔ اور پھر امام نے ۴۰ روز تک حفاظت کرنے کے لئے اس کو اپنا بچہ کیوں حوالہ کیا؟ کیا ماں اپنے بچہ کی بہتر حفاظت نہ کر سکتی تھی۔ اور جب یہ بچہ قانونِ فطرت کے مطابق دودھ پیتا تھا اور ۴۰ روز کے بعد بھی آسمان سے واپس آ کر اس نے ماں کا دودھ پینا شروع کیا تو پھر آسمان پر چالیس روز تک یہ بچہ بغیر دودھ کے کیونکر زندہ رہا؟ کیا حضرات علمائے شیعہ اس بیان کو جامۂ معقولیت پہنانے کی کوشش کریں گے؟

حکیمہ فرماتی ہیں کہ جب مُرغ بچّہ کو ۴۰ روز کے لئے لے گیا تو میں ۴۰ روز کے بعد امام کے بلانے پر ان کے گھر گئی۔ تو میں نے ایک لڑکے کو چلتے پھرتے دیکھکر عرض کیا کہ یہ تو طفلِ دو سالہ معلوم ہوتا ہے۔ امام نے فرمایا کہ انبیا و اوصیاء کی وہ اولاد جو امام بنتی ہے اس کی نشو و نما عام لوگوں کی نشو و نما کے خلاف ہوتی ہے۔ ہمارا ایک ماہ کا بچہ دوسروں کے اکمیال کے بچہ کے برابر ہوتا ہے۔"

یہ بیان بھی بالکل فرضی اور خلافِ حقیقت ہے۔ ابھی آپ پڑھ آئے ہیں کہ جناب حکیمہ نے موسیٰ بن جعفر سے بیان کیا کہ میں شبِ ولادت کی صبح کو دوبارہ خدمتِ آنحضرت میں پہنچی۔ لیکن اس روایت میں فرماتی ہیں کہ میں ۴۰ روز کے بعد امام حسن عسکری کے گھر گئی۔ دونوں بیانوں میں اختلاف ہے۔ فرمایئے صحیح کون سا ہے۔ ۴۰ روز کے بعد جب وہ دوبارہ ان کے گھر گئیں تو انھوں نے ۴۰ روزہ لڑکے کو دو سال لڑکے کے برابر دیکھا یہ بات سراسر خلافِ فطرت ہے۔ پھر اس خلافِ فطرت واقعہ کو مطابقِ فطرت بنانے کے لئے ایک اور فرضی بات امام کی طرف منسوب کی گئی ہے کہ انبیاء و اوصیا کی امام بننے والی اولاد کی نشو و نما دوسروں کے بچوں کی نشو و نما کے خلاف ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ بات صریحاً غلط ہے۔ عجیب بات ہے کہ پیغمبر اسلام تو اپنے لئے انما انا بشرٌ مثلکم (میں تم ہی جیسا ایک انسان ہوں) فرمائیں لیکن جانشینِ پیغمبر اس کے خلاف فرمائیں۔ ہم مطالبہ کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ واقعات کی روشنی میں یہ بات ثابت کی جائے کہ انبیاء و اوصیاء کی امام بننے والی اولاد کی نشو و نما دوسرے انسانوں کے خلاف ہوتی ہے۔ یہ معاملہ اسی جگہ ختم نہیں ہو جاتا۔ حکیمہ تو اسی بیان میں یہاں تک فرماتی ہیں کہ میں ہر ۴۰ روز کے بعد اس بچہ کو دیکھا کرتی تھی۔ حتیٰ کہ یہ بچہ امام حسن عسکری کی وفات سے چند روز پہلے پورے انسان کے قدو قامت کے برابر ہو گیا اور پھر میں نے اس کو نہ پہچانا۔ اور میں نے امام سے عرض کیا کہ یہ مرد کون ہے جس کے سامنے آپ کا آپ مجھے حکم دیتے ہیں۔

امام نے فرمایا کہ نرجس کا بیٹا۔ کیا اب بھی یہ روایت مطابقِ قانونِ عقل سمجھی جائے گی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ پانچ سال کا بچہ پورے انسان کے قدو قامت کے برابر ہو جائے۔ بات یہ ہے کہ خود غرض لوگوں کو کسی نہ کسی طرح ایک فرضی انسان کا عقیدہ لوگوں سے تسلیم کرانا تھا۔ جب ایک لڑکے کی پیدائش مشہور کر دی گئی تو انھوں نے سوچا کہ مشہور شدہ سنہ ولادت کے حساب سے امام حسن عسکری کی وفات تک فرضی امام کی عمر صرف ۵ سال قرار پاتی ہے۔ کہیں کچھ سمجھدار لوگ یہ اعتراض نہ کریں کہ ایک نابالغ لڑکا اور وہ بھی پنجسالہ کیونکر امام ہو سکتا ہے تو انھوں نے ایک اور فرضی بات کا اضافہ کیا اور لکھدیا کہ خدا کی قدرت نے اس پنجسالہ لڑکے کو پورا انسان بنا دیا اور وہی واجب الاطاعت امام ہے۔ لیکن یہ بات بھی نہ نبھ سکی۔ کیونکہ اس کے بعد حکیمہ فرماتی ہیں کہ قسم بخدا۔ میں ہر صبح و شام امام کو دیکھتی ہوں اور وہ ان مسائل کا جواب دیتے ہیں جو لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات شیعہ مسلمات سے ہے کہ وفات امام حسن عسکری کے بعد امام دوازدھم غائب ہو گئے اور ۶۹ سال تک اپنے نائبین کی وساطت سے لوگوں کے مسائل کا جواب دیتے رہے۔ نائبین کل چار تھے۔ جن میں سے سب سے پہلے نائب عثمان بن سعید تھے۔ جب عثمان بن سعید کی پہلی نیابت مسلّمہ حضراتِ شیعہ کے تو جناب حکیمہ کی نیابت بالبداہتہ باطل ہے۔ غرض تمام روایت غلط اور خلافِ عقل اور مصنوعات سے لبریز ہے اور کسی طرح بھی حضرت امام غائب کی ولادت کے اثبات کے لئے کارآمد نہیں ہو سکتی۔

(۳) ولادت حضرت حجۃ علیہ السلام کے متعلق جناب حکیمہ کے دو بیان پیش کئے جا چکے ہیں۔ موصوفہ کا ایک بیان اور ملاحظہ ہو

"حسین بن حمدان بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے چند معتبر لوگوں نے بیان کیا کہ حکیمہ نے بیان کیا" میں جب کبھی امام حسن عسکری کی خدمت میں جاتی تھی تو دعا کرتی تھی کہ خدا آپ کو فرزند عطا کرے۔ ایک روز حسب دستور میں ان کو دعائیں دے رہی تھی کہ حضرت نے فرمایا کہ

اے پھوپی۔ آپ جس مولود کی خدا سے دُعا کیا کرتی تھیں وہ بہت جلد آج کی شب پیدا ہوگا۔ یہ شب جمعہ تھی۔ شعبان کا مہینہ تھا اور ۲۵۵ھ تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ آج شب کو ہمارے ساتھ افطار کیجئے۔ میں نے کہا اے میرے سردار! وہ مولود کس سے پیدا ہوگا۔ فرمایا نرجس سے۔ میں نے عرض کیا مجھکو نرجس کے مقابلہ میں کوئی کنیز پیاری نہیں معلوم ہوتی میں نرجس کے پاس گئی۔ انھوں نے حسب دستور میرا استقبال کیا۔ میں نے اسی وقت جھک کر ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ لیکن انھوں نے مجھکو ایسا کرنے سے روکا۔ انھوں نے مجھکو سیدہ کہا۔ میں نے بھی ان کو سیدہ کہا۔ انھوں نے کہا میں آپ پر قربان جاؤں۔ میں نے کہا تم پر تمام دنیا فدا ہو۔ انھوں نے میرے اس قول سے انکار کیا۔ میں نے کہا انکار نہ کرو۔ آج رات خدا تم کو ایسا بیٹا عطا کریگا جو دنیا و آخرت میں بزرگ ہے۔ وہ میری باتوں سے شرما گئیں۔ میں نے اُن کو غور سے دیکھا۔ لیکن ان کے اندر آثار حمل نہ دیکھے اور میں نے امام حسن عسکری سے عرض کیا کہ میں نرجس میں حمل کا کوئی نشان نہیں دیکھتی۔ آنحضرت مسکرائے اور فرمایا کہ ہم اوصیاء کا حمل پیٹ میں نہیں ہوا کرتا۔ ہمارا حمل پسلیوں میں ہوتا ہے۔ ہم رحم سے باہر نہیں آتے بلکہ ماں کی داہنی ران سے پیدا ہوا کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نورِ خدا ہیں اور ہم کو نجاست آلودہ نہیں کرتی۔ تا آخر ــــ (بحار الانوار باب ولادت)

جناب حکیمہ کے سب سے پہلے بیان پر تنقید کرتے ہوئے ہم نے لکھا تھا کہ جناب حکیمہ کے بیانات سے نرجس خاتون کا حاملہ ہونا تک ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے ثبوت میں ہم نے ان کا یہ فقرہ پیش کیا تھا کہ "میں نرجس میں آثارِ حمل نہیں پاتی" اس کے بعد ہم نے عرض کیا تھا کہ ہم نے احتیاطاً اس فقرہ کی یہ تاویل کی کہ شاید جناب حکیمہ کا مطلب یہ ہے کہ آج حملِ نرجس وضع ہوتا معلوم نہیں ہوتا۔ اور یہ لکھنے کے بعد عرض کیا تھا کہ جناب حکیمہ کے دوسرے بیانات کو دیکھکر ہمیں اپنی یہ زبردستی کی تاویل بھی افسوس کے ساتھ واپس لینا پڑی۔ ان بیانات میں سے ایک یہ بیان ہے جو زیرِ بحث ہے۔ حدیث مذکورہ میں حکیمہ فرماتی ہیں کہ مجھے نرجس میں آثارِ حمل معلوم نہیں ہوئے تو میں نے امام سے عرض کیا کہ نرجس کو حمل نہیں ہے۔ تو آپ مسکرائے اور فرمایا کہ ہم ائمہ کا حمل پیٹ میں نہیں ہوتا۔ اگر پیٹ میں ہوتا تو ہم کو آثارِ حمل معلوم ہو جاتے۔ ہمارے نزدیک حضرات علمائے شیعہ اور ان کے قابل احترام مقلدین کی تشفی خاطر کے لئے یہ روایت بہت ہی کافی ہے۔ کیونکہ نہ صرف جناب حکیمہ بلکہ خود حضرت امام حسن عسکری کی شہادت بھی مہیا ہوگئی۔ کہ نرجس کے پیٹ میں حضرت حجۃ ابن الحسن کا حمل نہیں تھا۔ اگر پیٹ میں حمل ہوتا تو حکیمہ کو ضرور معلوم ہو جاتا۔ ان تمام روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے جو فرقۂ شیعہ کا مبنائے عقیدہ ہیں۔ شیعہ صاحبان کو متفقہ طور پر اعلان کر دینا چاہئے کہ حضرت حجۃ ابن الحسن کی ماں نرجس خاتون یقیناً نہ تھیں۔ کیونکہ امام حسن عسکری اور اُن کی پھوپی کا متفقہ بیان ہے کہ نرجس حاملہ نہیں۔ اب رہی یہ بات کہ حضرت امام غائب کا حمل نرجس کے پیٹ میں نہیں تھا بلکہ داہنی ران میں تھا اور اس کی وجہ یہ کہ حضرت علی علیہ السلام سے لیکر حضرت امام حسن عسکری تک تمام ائمہ اپنی اپنی ماؤں کے شکم سے نہیں بلکہ داہنی ران سے پیدا ہوئے۔ اور داہنی ران سے پیدا ہونے کی وجہ یہ کہ وہ خونِ نفاس کی نجاست سے آلودہ نہ ہونے پائیں۔ اس کے متعلق راقم الحروف کیا عرض کرے۔ شیعہ حضرات خود انصاف کے ساتھ غور کر لیں اور سوچیں۔ ہم اگر عرض کرینگے تو شکایت ہوگی۔

ہم اُمید کرتے ہیں کہ آپ ان راویوں کے مقابلہ میں جناب امام حسن عسکری اور اُن کی قابلِ احترام پھوپی جناب حکیمہ کی ذلت و ہتک کو ہرگز گوارا نہ کرینگے اور یقین کرینگے کہ یہ بیانات ہرگز ہرگز لسانِ امامت سے صادر ہو سکتے ہیں اور نہ جناب حکیمہ سے بلکہ نہایت حماقت اور گستاخی کے ساتھ ان بیانات کو جناب حکیمہ سے منسوب کر دیا گیا ہے۔

اب تک ہم نے جناب حکیمہ کی ان روایات کو قلمبند کیا ہے جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوا۔ اسی سلسلہ میں جناب حکیمہ کا ایک اور بیان سن لیجئے۔

(۴) احمد بن ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ میں ۲۶۳ھ میں حکیمہ دختر امام محمد تقی علیہ السلام سے ملا۔ اور پس پردہ ان سے گفتگو کی۔ اور ان کے دین و طریقہ کے متعلق ان سے سوال کیا۔ حکیمہ نے ان حضرات کے نام میرے سامنے بیان کئے جن کی امامت کی وہ معتقد تھیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ میرے ائمہ میں سے ایک حجۃ ابن الحسن بن علی ہیں۔ اور آپ نے حضرت حجۃ کا نام بتایا۔ میں نے عرض کیا کہ خدا مجھکو آپ پر قربان کرے کیا آپ نے حجۃ ابن الحسن کو دیکھا ہے؟ جن کی آپ مجھکو خبر دے رہی ہیں۔ یا ان کی خبر آپ تک پہنچی ہے۔ آپ نے کہا کہ امام حسن عسکری نے حجت علیہ السلام کے بارے میں اپنی ماں کو ایک خاص مکتوب لکھا تھا۔ جب میں نے اس خط کو دیکھا تو ان کی والدہ سے پوچھا کہ وہ فرزند کون تھا۔ تو انھوں نے فرمایا کہ وہ پوشیدہ ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے حکیمہ سے جب یہ بات سنی تو میں نے کہا کہ جب وہ پوشیدہ ہیں تو شیعہ بوقت ضرورت کس کے پاس جائینگے اور کون شخص ان کی مشکلات کو حل اور شبہات کو رفع کریگا۔ تو حکیمہ نے کہا کہ حجت علیہ السلام کی دادی جو کہ امام حسن عسکری کی ماں ہیں۔ شیعوں کو ان کے پاس جانا اور اپنی مشکلات کو ان سے حل کرنا چاہئے۔ میں نے عرض کیا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے ایسی وصیت کرنے میں کس کی تقلید کی ہے کہ شیعوں کو ایک عورت کے سپرد کر دیا۔ تو حکیمہ نے کہا کہ انھوں نے حسین ابن علی علیہ السلام کی پیروی کی ہے۔ اس لئے کہ امام حسین نے بظاہر اپنی بہن زینب دختر علی کو وصیت فرمائی تھی اور یہ بات اس طرح تھی کہ جو کچھ علوم و مسائل امام زین العابدین سے ظاہر ہوتے تھے وہ تمام امر امام زین العابدین کے پوشیدہ رکھنے کے لئے زینب کی جانب منسوب ہوتے تھے۔ پس یہی حال قائم علیہ السلام کے متعلق مادر امام حسن عسکری کا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ تم تو صاحب اخبار و احادیث ہو کیا تمھارے پاس یہ روایت نہیں ہے کہ امام حسن عسکری کی میراث ان کی زوجہ میں تقسیم کر دی جائے گی۔ (دیکھو بحار الانوار صفحہ ۱۶۰ جلد ۱۳)

حضرات شیعہ کے ہاتھوں میں جناب حکیمہ سے بڑھ کر اور کوئی ایسا راوی نہیں ہے جس نے بیان کیا ہو کہ حضرت حجۃ ابن الحسن اس کی آنکھوں کے سامنے پیدا ہوئے۔ لیکن مذکورہ بالا روایت نے سب سے پہلا اور سب سے آخری چشم دید گواہ بھی ان کے ہاتھوں سے کھو دیا۔ تمام عمارت منہدم ہوگئی اور تمام سابقہ بیانات پر پانی پھر گیا۔ اس بیان میں وہی جناب حکیمہ جو متواتر بیانات دے رہی تھیں کہ میں نے امام غائب کی قابلہ ہونے کے فرائض انجام دیئے اپنے اس بیان میں فرماتی ہیں کہ حضرت حجت میرے سامنے تو پیدا نہیں ہوئے ہاں میں نے ایک خط میں ان کی پیدائش کا حال پڑھا تھا جو امام حسن عسکری نے اپنی ماں کو لکھا تھا۔ اور امام حسن عسکری کی والدہ ہی سے مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ پوشیدہ ہیں۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں معلوم۔ نیز ایک مرتبہ اور یہ بات ثابت ہوگئی کہ امام غائب اور قوم کے درمیان نواب اربعہ کام نہیں کرتے تھے بلکہ درمیانی سفیر امام غائب کی دادی تھیں۔ پس ان حالات میں ہمارا یہ دعویٰ روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ امام دوازدہم کی ولادت کی کوئی یقینی و عینی شہادت موجود نہیں ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ مصنف جنات الخلود کا بیان بھی پڑھ لیجئے جو ولادت حضرت امام غائب کے سلسلہ کی ایک مصیبت خیز کڑی ہے۔

مصنف مذکور اپنی تصنیف مذکور میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام ایک روایت کے مطابق دو لڑکے رکھتے تھے اور پانچ لڑکیاں۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ آپ کے دو لڑکے تھے اور دو لڑکیاں۔ لڑکوں کی تفصیل یہ ہے کہ ایک علی بن محمد ملقب بہ نقی علیہ السلام تھے

اور دوسرے موسیٰ۔ اور لڑکیوں کی تفصیل یہ ہے کہ ایک لڑکی کا نام فاطمہ اور دوسری کا امامہ تھا۔

اس بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام محمد تقی علیہ السلام کے یہاں حکیمہ نام کی کوئی لڑکی ہی نہ تھی۔ یا کم از کم حکیمہ کا وجود مشکوک ضرور ہے جب جناب حکیمہ ہی کا وجود شک و شبہ سے خالی نہیں تو پھر وہ بیانات بھی شک و شبہات سے خالی تسلیم نہیں کئے جا سکتے جو آپ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ اب ہم سوال کرتے ہیں کہ ان ضعیف مجروح۔ مشکوک اور خلافِ عقل روایات کے علاوہ وہ کون سی روایات ہیں جن سے حضرت امام دوازدھمؑ کی ولادت قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوتی ہے۔

نتیجہ

(۱) قطعی اور یقینی طور پر ثابت نہیں کہ حضرت حجۃ ابن العسکری کس دن پیدا ہوئے

(۲) قطعی اور یقینی طور پر ثابت نہیں کہ حضرت حجۃ ابن العسکری کس تاریخ کو پیدا ہوئے

(۳) قطعی اور یقینی طور پر ثابت نہیں کہ حضرت حجۃ ابن العسکری کس سنہ میں پیدا ہوئے

(۴) قطعی اور یقینی طور پر ثابت نہیں کہ حضرت حجۃ ابن العسکری کس کے بطن سے پیدا ہوئے

(۵) قطعی اور یقینی طور پر ثابت نہیں کہ حضرت حجۃ ابن العسکری پیدا بھی ہوئے یا نہیں

(۶) قطعی اور یقینی طور پر ثابت نہیں کہ حضرت حجۃ ابن العسکری زندہ بھی رہے یا نہیں

(۷) قطعی اور یقینی طور پر حضرت حجۃ ابن العسکری کی ولادت کے واقعات فطرتِ عقل و نقل کے خلاف ہیں۔

(۸) قطعی اور یقینی طور پر حضرت حجۃ ابن العسکری کی عینی گواہ جناب حکیمہ کا وجود ثابت نہیں ہے

(۹) پس حضرات شیعہ کو غیر قطعی اور غیر یقینی روایات کی تقلید سے آزاد ہو کر ایک فرضی وجود کے عقیدہ سے دست بردار ہو جانا چاہئے اور حضرت قائم آل محمدؐ کے مسئلہ کی چھان بین یقینی دلائل کی روشنی میں از سرِ نو کرنی چاہئے۔ (سید ابو العباس رضوی جارچوی)

خدا کے وجود کا عقلی ثبوت

پیامبر ماہ جنوری ۱۹۴۳ء میں اس عنوان سے جو مضمون چھپا ہے اس کے متعلق بعض ناظرین نے مجھے توجہ دلائی ہے کہ ایک مقام پر کتابت کی غلطی ہو گئی ہے۔ یعنی سیدھے ہاتھ کو (جو خود وجود میں نہیں آئی) ہونا چاہئے۔ اور اُلٹے ہاتھ کو (جو خود وجود میں آئی) پس ناظرین براہِ کرم اسی طرح تصحیح کر لیں۔ اور چونکہ بعض دوستوں نے مزید سوالات بھی کئے ہیں جن کا جواب دلچسپی سے خالی نہیں۔ اور جواب سمجھنے کے لئے نقشہ دیکھنا ضروری ہوگا۔ اس لئے تصحیح شدہ نقشہ بھی اس جواب کے ساتھ چھپ رہا ہے۔ ۱۲

جو کچھ بھی انسان کے تصور میں آسکتا ہے

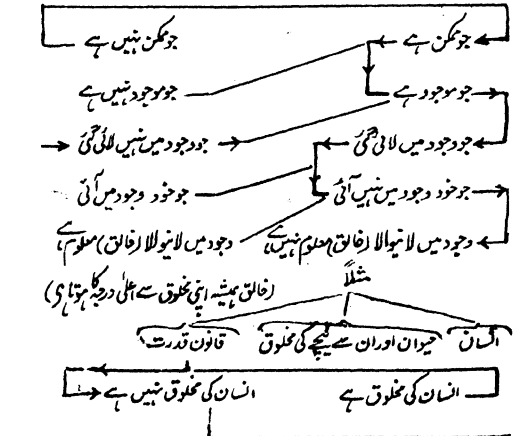

اگر تفصیل دیکھنے کی ضرورت ہو تو ماہ جنوری کا پیامبر ملاحظہ کریں

اس نقشہ کی بنیاد چند مسلمہ تجربے ہیں جن کو ہر شخص تسلیم کرتا اور مانتا ہے۔

۱۔ جو ترکیب ہے وہ اس سے اعلیٰ ہے جو ترکیب ہے۔ یعنی حاکم اپنے محکوم سے۔ خالق اپنی مخلوق سے اعلیٰ ہے۔

۲۔ کوئی قانون خود بخود وجود میں نہیں آتا۔ اس کا وجود میں لانیوالا خواہ معلوم اور معین نہ ہو۔ مگر ہوتا ضرور ہے۔

۳۔ کوئی قانون خود بخود جاری نہیں ہوتا۔ اس کو جاری اور نافذ کرنے والا اور نافذ رکھنے والا ضروری ہے۔ اگر نہ ہو تو قانون توڑنے والے کو خود بخود سزا نہیں ملتی۔ بلکہ رفتہ رفتہ وہ قانون بالکل مٹ جاتا ہے جیسا کہ منسوخ شدہ شریعتوں کا حال ہو رہا ہے۔

۴۔ ہر ادنیٰ طبقہ موجودات کی اعلیٰ ترین صفات اس طبقہ سے اعلیٰ درجہ کے اندر نہ صرف موجود ہوتی ہیں۔ بلکہ ان صفات سے اعلیٰ تر صفات بھی موجود ہوتی ہیں۔ مثلاً جمادات کی جو صفات اعلیٰ ترمانی جائیں وہ سب نباتات میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ بڑھنے پھولنے اور پھلنے کی اعلیٰ تر صفت بھی ہے۔ ایسے ہی جانور جو اعلیٰ تر طبقہ ہے اس میں جمادات اور نباتات کی اعلیٰ ترین صفات کے علاوہ نقل وحرکت اور حواس خمسہ کی اعلیٰ تر صفات موجود ہیں۔ انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس میں جمادات نباتات اور حیوانات کی تمام اعلیٰ صفات کے علاوہ بہت سی اعلیٰ تر صفات ہیں جو ان میں نہیں ہیں۔ منجملہ تنظیم وایجاد کا مادہ اور قوانین قدرت میں جزوی تصرف کی قدرت وغیرہ۔

پس قانون قدرت اس لئے انسان کی مخلوق نہیں کہ خود انسان پر حاوی اور حاکم ہے۔ اور قانون قدرت کا خالق یا تو وہ ہے جو (ہمارے علم میں سب سے اعلیٰ خالق) ہے۔ یا وہ ہے جس سے اعلیٰ تر خالق ممکن نہیں۔

عقل کے مسلمہ تجربہ نمبر ۴ کی رو سے اس خالق کو نہ صرف اپنی مخلوق سے اعلیٰ تر ہونا چاہئے بلکہ مسلمہ نمبر ۴ کی رو سے ان تمام موجودات کی اعلیٰ ترین صفات بھی اس میں ہونی چاہئیں جو اس سے ادنیٰ طبقہ میں موجود ہیں اور کچھ صفات ان سے اعلیٰ تر بھی۔

اس نقشہ کی رو سے قانون قدرت سے شروع کرکے اگر اوپر کی طرف صعود کریں تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کا [وجود میں لانے والا (خالق) معلوم نہیں ہے] لیکن وہ بھی [خود وجود میں نہیں آئے] بلکہ [وجود میں لائے گئے] اور اب بھی [موجود ہیں] اور اس فیصلہ کی بنیاد صرف وہی امکانات ہیں جو [انسان کے تصور میں آسکتے ہیں]

اسی طرح ان کے خالق کے متعلق جب ہم نقشہ میں اوپر کی طرف صعود کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کو وجود میں لانے والا خالق کوئی نہیں ہے۔ مگر وہ خود موجود ہے۔ اس کا امکان انسان کے تصور سے بھی باہر نہیں ہے۔ اور نہ (منطقی قانون کے مطابق صحیح تقسیم) کے خلاف ہے۔

سوال: خالق اور مخلوق دونوں میں مشترک کیا ہے؟

جواب۔ دونوں انسان کے تصور میں آسکتے ہیں۔ امکان کے اندر ہیں اور موجود ہیں۔ (نقشہ ملاحظہ ہو)

سوال۔ اس خالق میں کیا چیز زیادہ ہے جو اس کی مخلوق میں نہیں ہے؟

جواب۔ یہ خالق کسی کا مخلوق نہیں ہے۔ اور جو کچھ بھی ممکن ہے اس میں بھی اعلیٰ ترین ہے۔

پس مسلمہ تجربہ کی رو سے عقل کا فیصلہ ہے کہ ایک ایسا

خالق موجود ہے جس سے اعلیٰ تر خالق ممکن نہیں۔ جس کے اعلیٰ ترین ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اُس کو وجود میں لانیوالا خالق کوئی نہیں۔ اور جو کوئی وجود بھی۔ ایسا موجود ہو جس کا (وجود میں لانے والا خالق معلوم نہیں ہے) مگر جو ہمارے قیاس کے مطابق (خود وجود میں نہیں آیا) بلکہ غالباً (وجود میں لایا گیا) تو جب تک اُس کا وجود میں لانیوالا خالق یقینی طور پر معلوم ہو۔ عقل کی سفارش ہے کہ بجائے متعدد غیر معلوم اعلیٰ خالق ماننے کے صرف ایک اعلیٰ ترین خالق کو ان سب کا خالق مان لیں۔

دیندار اسی غیر مخلوق خالق کو خدا کہتے ہیں۔

اس مزید تشریح کے بعد غالباً اب وہ ابہام بھی رفع ہو گئے جن کے متعلق بعض دوستوں نے خط کے ذریعے سوال کیا تھا۔

اب ایک اور پہلو پر نظر ڈالئے

جن لوگوں کی عقل نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ صحیح تقسیم کی رو سے تمام موجودات کی ایک قسم ایسی ہے جو وجود میں لائی گئی۔ یعنی مخلوق ہے اور دوسری قسم ایسی ہے جو وجود میں نہیں لائی گئی۔ یعنی مخلوق نہیں۔ اگر چہ موجود ہے۔ تو جب وہ کسی چیز کو دیکھیں گے اُن کے ذہن میں قدرتاً یہ سوال پیدا ہوگا کہ کیا ہم اس چیز کو مخلوق مانیں یا نہ مانیں۔ یعنی اس چیز کا خالق ہے یا نہیں ہے۔

پہلے آپ اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے اور اس کے بعد ان لوگوں کے قول پر غور کیجئے جو کہہ گئے ہیں کہ

"جب کبھی ہم نے کوئی چیز دیکھی تو یا اس چیز کے اندر یا باہر یا اوپر یا ساتھ فوراً پہلے یا فوراً بعد خدا کو دیکھا۔"

کیا اب بھی یہ کہنا صحیح مانا جا سکتا ہے کہ :-

"خدا کا وجود عقل سے ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا"

یا یہ صحیح ہے کہ

عقل اگر کسی چیز کا وجود ثابت کر سکتی ہے تو خدا کا وجود بھی ثابت کر سکتی ہے۔ ورنہ کسی چیز کا وجود ثابت نہیں کر سکتی۔

(حشمت عبداللہ)

محفل مقدس ملی بہائیان ہندوستان و برما

نے

امسال اپنے اجلاس منعقدہ دہلی میں ایک کمیٹی انتخاب کی ہے جس کے ذمہ یہ خدمت ہے کہ اردو زبان میں جو مضامین امر بہائی کے خلاف شائع ہوں ان کا جواب تجویز کرے اور حتی المقدور انہی اخبار وئی یا رسالوں میں شائع کرانے کی کوشش کرے۔

پس رسالہ پیامبر کے پڑھنے والوں سے بالعموم اور بہائیان ہندوستان سے بالخصوص درخواست ہے کہ جو مضمون امر بہائی کے خلاف دیکھیں اور جسے جواب کے قابل سمجھیں اس کو ذیل کے پتے پر روانہ کر دیں۔ تاکہ کمیٹی مناسب کارروائی کرے اور جو فرض اس کے ذمہ کیا گیا ہے اس کو ادا کر سکے۔

نیز وہ محققین جو دین بہائی کے متعلق سوالات کرنا چاہیں براہ راست ذیل کے پتہ پر روانہ فرمائیں :-

شیخ حشمت اللہ قریشی۔ روبرو گرودوارہ قرول باغ دہلی

قسمت فارسی

کلام اللہ بلسان اللہ

باسمہ الناطق بلسان قومہ

می گویند کہ خداوند با برگزیدگانی چند کلام فرمودہ و بعضی از اینہا را انبیاء و بعضی را رسول می نامند و باوجودیکہ کلام خداوند بلسان قوم این انبیاء و مرسلین نازل شد مردمان آنرا لسان اللہ گفتہ و موسمین آن قوم بر اقوام دیگر افتخار نمودہ لغت و زبان خود را لسان اللہ اعتقاد کردہ و لغات دیگر را ساقط از اعتبار دانستہ اند۔ چرا چنین کردہ؟ و آیا این قول و فعل ایشان مطابق آیات الٰہی است کہ در دست موجود است یا نتیجہ افکار غیر معتبر آن قوم و خلاف تعلیمات الٰہی است؟

میگویند خداوند اجازہ نفرمودہ کہ تمام نامہای او را بغیر اللہ ببرند۔ حرجی نیست و عیبی نہ۔ مثلاً عادل۔ رحیم۔ کریم۔ سلطان۔ قہار جبار و سائر نام ہای خداوند۔ اگر برای یکی از بندگان او کہ صفتی از این صفات الٰہی از او ظاہر باشد ذکر نمایند عیبی نہ و جائز است ولی اسم اللہ مخصوص است بذات او۔ و ذکر کردن این اسم ذات برای غیر اللہ حرام و خلاف تقدیس و تنزیہ باری و علم توحید و کون تجرید و تعالی شانہ میدانند۔ و اگر کسی سہواً و یا عمداً مرتکب این ذکر شود گمان می برند کہ عارف حقیقی نیست۔ سینہ او گشودہ نشدہ۔ در بحر عرفان الٰہی شناوری نمودہ و تا سماء قرب الٰہی پرواز نکردہ۔ نزد پردہ ہای نور نہ ایستادہ۔ و از ورای چادر عصمت صدای روح پرور یا حبیبی انظر ترانی نشنیدہ است۔

پس کلام اللہ یعنی چہ؟ لسان اللہ یعنی چہ؟ ناطق بلسان قومہ یعنی چہ؟ قومہ یعنی چہ؟

کلام اللہ لسان میخواہد۔ لسان وجہ میخواہد۔ وجہ ہیکل میخواہد۔ ہیکل تشکل میخواہد۔ تشکل تشخص میشود۔ و بعد از تشکل و تشخص ذکر محدود بودن بحدود۔ صعود و نزول۔ دخول و خروج۔ ظہور و شہود۔ غرض سائر شئیون کہ منافی تقدیس و تنزیہ الٰہی است جائز بل واجب میشود۔ و برای ہمچنین خداوندی نمیتوان گفت غیب منیع لایدرک است۔ پوشیدہ است۔ اجازہ نیست کسی بسوی او قدم بپاید۔ حق فہم و ادراک انسان باو نمیرسد۔

ضلّ کان و یکون مقدساً عن الاذکار والاسماء مقدس بودہ و خواہد بود از ہر ذکر و ہر اسمے و منزہاً عما یدرکہ اہل الانشاء۔ و برتر است از ہر چہ کہ در فہم عالم بگنجد۔

السبیل مسدود و الطلب مردود۔ راہ وصول بستہ شدہ و طلب مردود بودہ۔

نوٹ:۔ این حوالجات در پایان مقالہ تشریح شدہ۔

ص۶۳ اللهُ لا یعرف بالافکار ولا یدرک بالابصار
او را نمی توان فهمید بافکر ونمی توان یافت بابصارت روح۔
علیٰ ما هو علیه من عُلوِّ علوّه وسموّ سموّه[۲]
به حیثی که او هست در بلندی مقام بلند خود و برتری شان برتر خود
پس کلام اللہ یعنی چه ؟
یعنی کلامی که رسول اللہ بخدای خود نسبت دهد مثلی که
حضرت رسول مقبول صلوة اللہ علیه وآله قرآن مجید و فرقان حمید
را بباری تعالیٰ نسبت داد و حضرت روح اللہ کلماتیکه بر او نازل
شد بپدر آسمانی منسوب نمود و حضرت کلیم آن قانون الٰهی را
بنام یکتا طور ذکر فرمود و حضرت خلیل و انبیای بنی اسرائیل
بشارات و نبوات را منزول از سمار ارادهٔ من هو هو۔ یهوه
ستم که منهم بیان کردند و در کتب و بیان قوم نیست مقصدی
غیر از این از کلام اللہ۔
پس لسان اللہ یعنی چه ؟
لسان اللہ در عصر قرآن لسان عربی و قبل از ان تا ایام
خلیل لسان عبرانی و قبل از ان لسان سریانی و قبل از زبان سریانی
بابلی وغیره چنانچه در اخبار انبیای بنی اسرائیل موجود است۔
پس لسان اللہ یعنی لسان آن رسول اللہ اگه اتخاذ میکنند
از طرف خداوند پیامی آورده و در کتب و زبان قوم نیست مقصدی
غیر از این از لسان اللہ۔
پس ناطق بلسان قومه یعنی چه ؟ و قومه یعنی چه ؟
یعنی کلامیکه نازل میفرماید بر رسولی به لسان قوم آن رسول
چنانچه دیدیم که از آدم تا خاتم خداوند زبان و کلمات قوم رسول خود
را برای نزول کلام الٰهی انتخاب مینمود و این تخصیص قومیت
نظر بولادت آن رسول اللہ در آن قوم بوده است۔

پس تخصیص کلمهٔ اللہ فقط وفقط برای ذات باری جائز نه۔
و در کلام الٰهی و لسان قوم و بیان علماء و عرفاء اسلام
چه در عربی و چه در فارسی استعمال این کلمه برای غیر ذات قدم
یعنی برای رسول او موجود و محقق است۔ نیز ثابت شد که
ساحت آن ذات مقدس از جمیع جهات و منزه از جمیع
اسماء و صفات بوده تا چه رسد بعضی از کلمات
چنانچه میفرماید
ص۱۰۷ حق لم یزل و لا یزال مقدس از صعود و نزول
و حدود و اقتران و ارتباط بوده و خواهد بود و اشیاء
در امکنهٔ حدود موجود و مشهود[۳]
و یطلق علیه اسم الباطن لانه لا یوصف لوصف
و لا یعرف بما ذُکر گذاشته میشود بر او اسم الباطن
چونکه نمیتوان وصف کرد او را بهیچ وصفی و نمیتوان شناخت او را
از هیچ ذکری۔
لانّ ما ذکر هو احد اللہ فی عالم الذکر
چونکه هر ذکری کرده شود آن ذکر اثری است از او در عالم ذکر
فتعالیٰ من ان یُعرف بالذکر
و مقام او بلند تر است از اینکه شناخته شود بذکری
او یدرک بالفکر[۴]
یا فکر بساحت او برسد
ص۱۰۷ تعالیٰ تعالیٰ بان یتخلل بشیٔ او یحدّ
بحدٍّ او یقترن بما فی الابداع لم یزل کان
مقدّساً عن دونه و منزّهاً عمّا سواه۔
بلند و برتر است او از اینکه مخلل شود در هیچ چیزی
و یا حدّی از حدود اختیار نماید یا نزدیک شود بآنچه که

خلق شده همیشه مقدس بوده از غیر خود و منزه است از سوای خود۔

نشهد انه کان واحداً فی ذاته و واحداً فی صفاته و کل فی قبضة قدرته المهیمنة علی العالمین ۵

ما گواهی میدهیم براینکه او در ذاتِ خود واحد بوده و در صفاتِ خود یکتا بوده همه در قبضهٔ قدرت او هستند که بر تمام عوالم مهیمن است۔

ص۲۲ انچه در رتبهٔ ممکن ذکر میشود محدود است بحدوداتِ امکانیه و حق مقدس از آن لم یزل بوده و نبوده با او احدی نه اسم و نه رسم و نه وصف ولا یزال خواهد بود مقدس از کل ما سواه۔ ۶

کلمهٔ از کلماتِ قوم نیست که مدارجِ تنزیلی را طی کرده بساحتِ تنزیهیه حرفِ او رسیده باشد واز این دائرهٔ محیطه لفظ (الله) خارج نیست۔ چنانچه در یکی از الواح میفرماید۔ امید وثیق آنکه در الفاظ لوح مبارک بمعنی کلمه کل بنظرِ دقیق تعمق فرمایند۔

ص۸۹ کل الفاظ در آن ساحت در رتبهٔ واحد مذکور مثلاً لو یقول ولدت کقوله لم یلد و لم یولد۔

اگرچه برحسب ظاهر تنزیهات الهی از شبه و مثل و نظیر منتهی مقامِ عرفانِ انام است چنانچه بین ناس هم این مقام اعلی و ارفع است۔

ولکن این امتیاز هم نظر بقبول حق است و بارادهٔ او محقق شده۔ چنانچه

در کور فرقان و بیان مشیت الهیه بتنزیه بحر قرب و تقدیس بحت تعلق گرفته

لذا در افئدهٔ عباد بجلی این بیانات ثابت و ظاهر و الا

آن بحر قدم از جمیع این کلماتِ محدثهٔ مقدس و ساحت اقدس از جمیع این بیانات منزه۔

نظر باید باصل امر الهی باشد نه بعلو و دنو مراتبِ عرفانِ لفظیه که بین بریه محقق شده ۵

(حضرت عبدالبهاء)

حوالہ جات این مضمون از الواح مبارکه بانشانهای زیرین بیابند

۱ اقتباس از کتاب اقتدار مطبوعهٔ مصر بخط نستعلیق مشکین قلم ص۱۰۵
۲ 〃 〃 〃 〃 ص۶۳
۳ 〃 〃 〃 〃 ص۱۰۷
۴ 〃 〃 〃 〃 ص۲۳
۵ 〃 〃 〃 〃 ص۱۰۷
۶ 〃 〃 〃 〃 ص۲۳
۷ 〃 〃 〃 〃 ص۸۹

ماہنامہ

پیامبر دہلی

جلد چہارم | مارچ سنہ ۱۹۴۳ء | شمارہ سوم

بشاراتِ یومُ اللہ

بہاریں دو طرح کی جلوہ گر ہیں آج عالم میں
بہارِ بے خزاں اِک ہے خزاں پوشیدہ دوم میں

بہارِ جاوداں تکمیلِ وحدت بن کے آئی ہے
دوئی کا دم لبوں پر ہے خزاں کے پیچ اور خم میں

دوئی کا وہم دُنیا میں بہارِ جنگ لایا ہے
کہ رنگیں پھول پھل ہیں غرق جس کے خون اور غم میں

جو اِس دنیا میں آتا ہے وہ ماتم کرتا آتا ہے
بنی تھی کیا یہ دُنیا خاصکر ماہِ محرم میں

تمام اولادِ آدم کی حقیقت ایک آدم ہے
بھلا کیا فرق از روئے حقیقت تم میں اور ہم میں

دوئی جبتک ہے باقی۔ ہے ہر اک درد و اَلم باقی
ہوا معلوم رشتہ ہے دوئی میں اور ماتم میں

ہُویت کی ہوائے ہوش افزا مُژدہ دیتی ہے
دوئی مٹتی ہوئی دیکھو گے کچھ دن بیش اور کم میں

وہ دن مشہور دن آپہنچا با اجلالِ ربانی
تھی جس کی آمد آمد کل کُتبہائے مکرّم میں

وہ ساری نہریں جو جاری ہوئی تھیں بحرِ اعظم سے
اَب آتے آتے آکر مِل گئیں سب بحرِ اعظم میں

لقائے حق ہے جنت۔ ناشناسی اصل دوزخ ہے
حقیقت میں یہی ہے فرق جنت اور جہنم میں

ہے آمد آسمان سے صف بصف حور و ملائک کی
وہ شمعِ کبریا روشن ہوئی پھر بزمِ آدم میں

جمال اور حُسن اور اَسرار اور انوار اے احمد
جو کچھ تیرے سخن میں ہیں کہاں آئینۂ جم میں

کلام اللہ رب العلمین

تبارك الذی ینطق بما ینتفع به العالم ولکنّ القوم فی حجاب مبین ۵

وہ ذات بابرکات ہے جس کے کلام سے تمام جہان فائدہ اٹھاتا ہے مگر لوگ ایک نمایاں پردے میں پڑے ہوئے ہیں

انّا اردنا ان نقرّبهم الی الملکوت وهم اختاروا لانفسهم بیوتًا کبیت العنکبوت نشهد انهم من الخاسرین۔

ہم انھیں عالم ملکوت میں پہنچانا چاہتے ہیں اور وہ اپنے لئے مکڑی کے جالے کی مانند گھر پسند کر رہے ہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ نامراد ہیں۔

قد حضرت النعمة وهم لا یأکلون۔ قد ظهرت الحجّة وهم لا یعرفون۔ قد نزّلت الایات وهم لا یفقهون وقد ظهرت البیّنات وهم علیٰ اعقابهم منقلبون[1]

انّا اظهرنا السّبیل فضلاً من عندنا وانّه لهو الصّراط المستقیم والمخلصون علیه یمرّون

ہم نے اپنے فضل وکرم سے راستہ صاف اور نمودار کر دیا ہے اور یقیناً وہی سیدھا راستہ ہے اور اخلاص مند اُس پر گذرتے چلے جا رہے ہیں۔

تمسّکوا بکتاب الله وما نزّل فیه انّه ینفعکم فی کلّ عالمٍ من عوالم ربّکم المقتدر القدیر

کتاب اللہ کو مضبوط تھامو اور جو احکام کتاب اللہ میں نازل ہوئے ہیں اُن پر عمل کرو۔ یہی چیز تمھارے پروردگار کے جہانوں میں سے ہر ایک جہان میں تمھیں مفید ہے۔

طوبیٰ لمن وجد حلاوة النّداء الّذی ارتفع من شطر الکبریاء وعمل ما امر به من العلیم الخبیر۔

[1] ترجمہ: نعمت حاضر ہے اور وہ کھاتے نہیں۔ حجت ظاہر ہو گئی اور وہ ناشناس ہیں۔ آیات نازل ہو چکیں اور وہ سمجھتے نہیں۔ اور بینات ظاہر ہو چکیں اور وہ روگرداں ہیں۔

اسے تبارلبادجس نے جانب کبریائی سے بلند ہونے والی نداء سنی اور علیم وخبیر خدا کی طرف سے جو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کیا۔

لاینفعکم الیوم شی ولا مھرب لکم الا بان تتوبوا وترجعوا الی اللہ العزیز الحمید ھل نفع کسریٰ ماعندہ من الکنوز او قیصر ماعندہ من القصور لاوعمری ان انتم من العالمین۔

آج کوئی چیز تمھیں فائدہ نہیں دے سکتی اور خدائے عزیز وحمید کی طرف رجوع اور توبہ کے سوا تمھارے لئے کوئی جائے فرار نہیں۔ کیا کسریٰ کے خزانے اسے کچھ فائدہ پہنچا سکے اور کیا قیصر کے محلات اس کے کچھ کام آسکے؟ مجھے اپنی قسم۔ تم جانتے ہو کہ سب بے کار ثابت ہوئے۔

تبارک الذی انزل الکلمۃ وفصل بھا بین البریۃ انہ لھو المفصل الحکیم۔ وجعلھا خمر الحیوان لاھل الامکان وکوثر البقاء لمن فی السموات والارضین انّ الذی فاز بھا قد فاز بما اراد مولیہ الکریم۔ والذی استکبر انہ من اھل الخسران یشھد بذلک لسان الرحمٰن فی ھذا المنظر المنیر۔

وہ ذات بابرکات ہے جس نے اپنا کلمہ نازل کیا۔ اور اس کے ذریعے جہان میں تمام امور کی تفصیل فرمادی۔ یقیناً وہ تفصیل فرمانے والا صاحب حکمت ہے۔ اور اس کلمہ کو اہل عالم کے لئے شراب حیات بنادیا۔ جو شخص اس سے فائز ہوا اپنے خداوند کریم کے مقصد سے فائز ہوا۔ اور جس نے تکبر کیا وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہے۔ اس روشن منظر میں خداوند رحمٰن کی زبان اس بات کی گواہ ہے۔

قد ضلّ سعی الذین کفروا سوف یرون انفسھم فی عذاب الیم

امر حق سے انکار کرنے والوں کی تمام کوشش ضائع ہوگئی۔ وہ عنقریب اپنے آپ کو دردناک عذاب میں مبتلا دیکھینگے۔

شھد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو ینزل من سماء الفضل ما شاء وارادانہ لھو المنزل الحکیم قد تزینت الملکوت المقدس بالکتاب الاقدس طوبیٰ لمن تمسک بہ وویل للغافلین۔ انّ الذی عمل بما نزل فیہ انہ من اھل البھاء فی ھذا اللوح البدیع

خدا گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ آسمانِ فضل سے جو کچھ چاہتا ہے نازل فرماتا ہے یقیناً وہی نازل فرمانے والا صاحبِ حکمت ہے۔ ملکوتِ مقدس کتابِ اقدس سے مزین ہوگیا ہے۔ جو شخص کتابِ اقدس کو مضبوط تھام رہا ہے اسے مبارکباد اور غافلوں کے لئے ہلاکت ہے۔ جو شخص کتابِ اقدس کے احکام پر عمل کرتا ہے وہ اس لوحِ بدیع میں اہلِ بہاء میں سے ہے۔

قد هاج عرف الريحان من نفحات الوحی وماج بحر الايقان من هذا الهبوب العزيز البديع۔

وحی کی خوشگوار ہواؤں سے خوشبو کی لہریں اٹھیں اور اس پیارے اور نئے جھونکے سے ایقان کے سمندر میں موجیں آنے لگیں۔

كونوا آية الاطمينان لاهل الامكان ونفحات الرحمن بين العالمين۔

تمام اہلِ جہان کے لئے تم نشانِ اطمینان ہو جاؤ اور سب جہانوں میں خداوندِ رحمٰن کی رحمت کے جھونکے بنو۔

طوبیٰ لمن حمل البلآء فی حب الله انه من اهل هذا المقام الكريم لاتحزن من شئ قل يا اهل البهآء اذا اخذتكم الاحزان فی ارض عليكم بارض اخریٰ افها واسعة من الله العزيز الحكيم۔

اے مبارکباد جس نے خدا کی محبت میں مصیبت برداشت کی۔ یقیناً وہ اس بزرگ مقام کے لوگوں میں سے ہے۔ کسی چیز سے غمزدہ نہ ہو۔ کہدے اے اہلِ بہاء جب تمہیں کسی جگہ رنج و غم گھیر لیں تو دوسری جگہ چلے جاؤ۔ بے شک سرزمین خدائے عزیز و حکیم کی طرف سے وسیع ہے۔

اقتباسات از کتاب مجموعۂ اقدس والواح
صفحہ ۲۳۰ تا ۲۳۵

پادشاہانِ زمین

سلسلہ کے لئے دیکھو دیکھو پیامبر بابت اکتوبر ۱۹۴۲ء

حضرت بہاء اللہ کی پہلی لوح مبارک کا جو شہنشاہ کے ایک وزیر کے ذریعہ بھیجی گئی تھی جو نتیجہ ہوا وہ ان الفاظ سے قیاس کیا جاسکتا ہے جو "لوحِ ابنِ ذئب" میں منصوص ہیں :-

"مگر اُس نے اس کا (پہلی لوح کا) جواب نہ دیا۔ سجنِ اعظم میں ہماری آمد پر ہمیں اس کے وزیر کی طرف سے ایک خط ملا۔ جس کا پہلا حصہ فارسی زبان میں تھا۔ اور آخری حصہ خود اس کے اپنے خط میں تھا۔ اس میں اُس نے نہایت اخلاص کے ساتھ یہ لکھا تھا: "آپکے حکم کے مطابق میں نے آپ کی لوح پہنچادی تھی۔ مگر ابھی تک کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے قسطنطنیہ میں اپنے سفیر اور اُن علاقوں میں اپنے قونسلوں کو آپ کے متعلق سفارشات لکھ بھیجی ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کی کچھ خدمت کروں تو آپ مطلع کریں اور میں اس خدمت کو بخوشی انجام دونگا۔" اس کے ان الفاظ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے اس عہد کا مقصد یہ سمجھا کہ ہم نے مادی مدد کے لئے درخواست کی ہے۔"

اپنی لوحِ مبارک میں حضرت بہاء اللہ نے شہنشاہ کے ارادوں کے خلوص کو آزمانے کے لئے عمداً ایک ہاجزانہ اور متانت آمیز لہجہ میں اپنی مصیبتوں کا بیان کرکے ذیل کے کلمات اُسے لکھے :-

"وہ بیان جو پادشاہِ زمان کی زبان سے نکلے ان مظلوموں کے کانوں تک پہنچے ہیں یہ بیانات حقیقت میں تمام بیانات کے بادشاہ ہیں اور پہلے کبھی کسی بادشاہ کی زبان سے سننے میں نہیں آئے ہیں۔ پہلا بیان روسی حکومت کے اس سوال کا جواب تھا کہ اس کے خلاف جنگ (جنگ کریمیا) کیوں کی گئی تھی۔ آپ کا جواب یہ تھا "ان مظلوموں کی آہ و بکا نے جو بلا جرم والزام بحیرۂ اسود میں غرق کر دیئے گئے مجھے صبح کے وقت سوتے سے جگا دیا۔ اس لئے میں نے تیرے خلاف جنگ کی۔" مگر ان مظلوموں نے اس سے بھی بڑھ کر ظلم برداشت کئے ہیں۔ اس سے بھی کہیں زیادہ مصیبتیں اٹھائی ہیں

اُن لوگوں کے (جو بحیرۂ اسود میں غرق کئے گئے تھے) مصائب فقط ایک دن کے تھے۔ مگر ان بندوں کی مصیبتیں ۲۵ سال سے جاری ہیں۔ اور ان ۲۵ سال کے دوران میں ہر لمحہ ان پر ایک نئی مصیبت وارد کی گئی۔ دوسرا اہم بیان جو درحقیقت دنیا میں ایک عجیب وغریب اعلان تھا یہ تھا: "مظلوموں کا بدلہ لینا اور بے چاروں کی مدد کرنا ہمارا فرض اور ہماری ذمہ واری ہے۔"

"شہنشاہ کے عدل و انصاف کی شہرت نے بہت سے نفوس کی اُمید اور آس بندھادی ہے۔ بادشاہِ زمان کی شان کے شایاں ہے کہ وہ مظلوموں کے حالات کی تفتیش کرائے اور کمزوروں کی حفاظت کرے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ دنیا میں نہ تو کوئی ایسا مظلوم ہوا ہے اور نہ ہے جیسے کہ ہم ہیں اور نہ ہم جلاوطنوں کی طرح کوئی بیکس ہے۔"

یہ لکھا ہوا ہے کہ اس پہلے پیغام (پہلی لوح نپولین) کے ملنے پر اس مکار اور مغرور شہنشاہ نے اسے زمین پر پھینک کر کہا کہ "اگر یہ شخص خدا ہے تو میں دو خدا ہوں۔"

یہ معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ دوسری لوح مبارک کے لیجانیوالے نے سپاہیوں اور پہرہ داروں سے بچنے کی غرض سے اسے اپنی ٹوپی میں چھپالیا تھا اور اس طرح وہ اسے اُس فرانسیسی ایجنٹ تک پہنچا سکا تھا جو عکاء میں رہتا تھا اور جس نے بقول مطالع الانوار مؤلفہ جناب نبیل اس کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں کیا۔ اور اسے شہنشاہ کے پاس بھیجدیا۔ یہ شخص اس لوحِ مبارک میں لکھی ہوئی پیشگوئی کے پورا ہونے پر حضرت بہاء اللہ پر ایمان لے آیا تھا۔

دوسری لوح کے عبرت انگیز اور عقوبت خیز کلمات کا مفہوم بہت جلد ظاہر ہوا۔ وہ شخص جس نے اپنی شخصی اغراض کے لئے جنگ کریمیا چھیڑی تھی۔ جس کے دِل میں شہنشاہ روس کے خلاف شخصی دشمنی تھی جو ۱۸۱۵ء کے عہدنامہ کے پرخچے اُڑانے کے لئے بے چین تھا تاکہ حادثۂ موسکو کا بدلہ لے۔ جو اپنے عہد کو فوجی شہرت اور جاہ و جلال کے عہد کے طور پر مشہور کرنا چاہتا تھا خود ایک ایسی آفت و اُفتاد میں پڑا جس نے بہت جلد اُسے خاک میں ملادیا۔ اور فرانس کو اس کے اعلیٰ ترین درجہ سے گراکر دنیا کی قوموں میں چوتھے درجہ کی طاقت بنا دیا۔

۱۸۷۰ء میں جنگ سیڈان نے فرانسیسی شہنشاہ کی قسمت پر تقدیرِ جزا کی مُہر لگادی۔ اس کی تمام فوج نے ہزیمت اُٹھاکر ہتھیار ڈال دیئے۔ اس وقت تاریخ میں یہ سب سے بڑی ہزیمت و شکست خیال کی گئی۔ ایک کچل دینے والا طوفان زبردستی لیا گیا۔ وہ خود قید کرلیا گیا۔ اس کا اکلوتا بیٹا ولیعہد کچھ سال بعد جنگ زولو میں لڑتا ہوا کام آیا۔ سلطنت تباہ ہوگئی۔ اور شہنشاہ کے سارے ارادے خاک میں مِل گئے۔ جمہوری حکومت کا اعلان کردیا گیا۔ اس کے بعد پیرس محصور ہوگیا۔ اور آخر کار اسے اطاعت قبول کرنی پڑی۔ اور ایک ہیبت ناک سال پیش آیا جسمیں ایسی خانہ جنگی واقع ہوئی جو جنگِ جرمن و فرانس سے بھی زیادہ خونریز و سفاک تھی

ولیم اوّل بادشاہِ پرشیا اُسی محل میں بطور شہنشاہ اعلان کیا گیا جو لوئیس چہاردہم کی قوت اور جلال کی زبردست یادگار اور نشان تھا وہ قوت اور جلال جو کچھ حد تک جرمنی کو نیچا دکھاکر حاصل کیا گیا تھا۔

ایک ایسی آفت کے ذریعہ معزول ہوکر جس کی دھوم چار دانگ عالم میں پھیل گئی۔ اس جھوٹے اور شیخی خورے بادشاہ کو اپنے آخری دم تک وہی جلاوطنی اٹھانی پڑی جس کی اس نے حضرت بہاءاللہ کے متعلق سنگدلی سے کچھ پروانہ کی تھی۔

ایسی ہی ذلت جو اگرچہ اتنی شاندار نہ تھی مگر تاریخی نقطۂ نظر سے اس سے بھی زیادہ معنی خیز تھی پوپ پائیس نہم کا انتظار کر رہی تھی اس شخص کو جو اپنے آپ کو حضرت مسیح کا خلیفہ سمجھتا تھا حضرت بہاءاللہ نے لکھا کہ "وہ کلمہ جو بیٹے (حضرت عیسیٰ) نے ظاہر نہ کیا تھا اب ظاہر کر دیا گیا ہے"۔ اور کہ "وہ انسانی ہیکل میں بھیجا گیا ہے" یعنی وہ خود وہ کلمہ تھا اور وہ خود ہی "باپ" تھا۔ اس شخص کے پاس جو اپنے آپ کو بندۂ بندگانِ خدا کہتا تھا "موعود کل زمان" نے اپنے درجہ کو پوری کاملیت کے ساتھ ظاہر کرتے ہوئے اعلان کیا کہ "وہ جو خداوند خدا ہے بادلوں کے سایہ تلے آگیا ہے"۔ اس شخص کو جس کا دعویٰ تھا کہ پطرس رسول کا جانشین ہے حضرت بہاءاللہ نے آگاہ کیا کہ "یہ وقت وہ وقت ہے کہ چٹان (پطرس) پکار پکار کر..... کہہ رہی ہے دیکھو! باپ آگیا ہے اور جو وعدے ملکوت میں تم سے کئے گئے تھے پورے ہو گئے"۔ اس شخص کو جو تین تاجوں کا پہننے والا تھا اور جو بعد میں پوپ کے محل میں پہلا نظر بند ہوا، مکا کے خدائی قیدی نے حکم دیا تھا کہ "محلوں کو ان کے لئے چھوڑ دے جو ان کے متمنی ہیں۔ اور آرائش کے تمام زیورات کو بیچ دے جن کا تو مالک ہے اور انھیں خدا کی راہ میں خرچ کر دے"۔ اور "اپنی بادشاہت کو بادشاہوں کے لئے ترک کر دے اور اپنے گھر سے حکومت کی طرف متوجہ ہو کر باہر نکل آ۔"

کادنٹ مستائی۔ فرٹی۔ بشپ عمولہ جو پطرس رسول کے منصب افضلیت کے آغاز سے لیکر اسوقت تک ۲۵۴ واں پوپ تھا اور جو حضرت باب کے اعلان کے دو برس بعد پاپائی تخت پر بیٹھا تھا اور جس کی پاپائی حکومت تمام پہلے پوپوں سے زیادہ عرصہ تک رہی تھی۔ ہمیشہ اس بل (فرمان پوپ) کے لئے یادگار رہیگا جس سے اس نے مبارک کنواری (حضرت مریم) کے متعلق امیکولیٹ کنسیپشن (عقیدۂ معصومیت حضرت مریم کے متعلق کہ ان کی فطرت گناہ سے اصلاً وازلاً پاک تھی) (سنہ ۱۸۵۴ء) کا اعلان کیا کہ وہ کلیسیا کا ایک عقیدہ ہے۔ اس کا ذکر کتاب ایقان میں بھی کیا گیا ہے۔ یہ پوپ نئے عقیدۂ معصومیت پوپ (سنہ ۱۸۷۰ء) کے لئے بھی یادگار رہیگا۔

یہ شخص فطرتاً آمرانہ مزاج کا تھا۔ بھلا سیاست داں صلح و آشتی سے بے رغبت اپنے تمام اختیار بچا کر رکھنے پر تلا ہوا۔ اگرچہ اقتدار پاپائی کے ڈھنگ کو اختیار کر کے اپنے درجہ کو زیادہ سے زیادہ راضع کرنے اور اپنے روحانی اختیار کو بڑھانے میں کامیاب ہوا۔ مگر آخرکار اس دنیاوی حکومت کو قائم رکھنے میں ناکامیاب ہوا جو اتنی صدیوں سے کلیتھلک کلیسیا کے سردار یعنی پوپ کے ہاتھ میں رہی تھی۔

یہ دنیوی حکومت امتداد زمانہ کے سبب گھٹتے گھٹتے بہت مختصر سی رہ گئی تھی۔ اس کی تباہی کے قبل جو سال گذرے ان میں بہت آثار چڑھاؤ ظہور پذیر ہوئے۔ جوں جوں حضرت بہاءاللہ کے امر مبارک کا آفتاب نصف النہار کی طرف چڑھتا گیا تھا۔ وہ سائے جو پطرس رسول کی اس ڈھلتی ہوئی وراثت کو گھیرے ہوئے تھے گہرے ہوتے گئے۔ حضرت بہاءاللہ کی لوح مبارک جس میں پوپ پائیس نہم کو مخاطب کیا گیا اس کی تباہی کو اور بھی قریب کر دیا۔ ان برسوں میں اس کے گھٹتے ہوئے اقبال پر ایک سرسری نظر کافی ہوگی۔ نپولین اول نے پوپ سے اس کی ریاست چھین لی تھی۔ وین کی کانگرس نے اسے پھر اپنے رئیس کے طور پر قائم کیا اور اپنے نظام کو پادریوں کے ہاتھوں میں سپرد کر دیا۔

رشوت ستانی۔ بدانتظامی۔ اندرونی نقض امن اور مذہبی ظلم وستم کی بحالی نے ایک مورخ کو یہ لکھنے پر مجبور کیا "اٹلی اور شاید یورپ کے کسی حصہ میں ترکی کے علاوہ اس طرح حکومت نہیں کی جاتی جس طرح اس کلیسیائی ریاست میں کی جاتی ہے"

روما مادی اور اخلاقی کھنڈرات کا شہر تھا۔ بغاوتوں اور بلوؤں کے سبب آسٹریا کو مداخلت کرنی پڑی۔ پانچ بڑی طاقتوں نے وسیع اصلاحات کے جاری کرنے کا تقاضا کیا۔ جن کو جاری کرنے کا پوپ نے وعدہ تو کیا مگر جاری نہ کر سکا۔ آسٹریا نے پھر دباؤ ڈالا۔ فرانس نے اسکی مخالفت کی۔ دونوں ۱۸۳۸ء تک پاپائی ریاست میں ایک دوسرے کی گھات میں لگے رہے اور جب وہ اپنے اپنے ملک کو واپس لوٹ گئے تو خودمختاری کا پھر صدمہ ہوگیا۔ اب نوبت یہاں تک پہنچی کہ خود پوپ کی رعایا میں سے بعض نے اس کی دنیاوی حکومت کا انکار کیا جو ۱۸۴۶ء میں اس کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ اندرونی پیچیدگیوں نے اسے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا اور وہ آدھی رات کے وقت نقاب سے ایک معمولی پادری کے بھیس میں بھاگ گیا۔ روما میں جمہوری سلطنت کا اعلان کر دیا گیا۔ بعد میں فرانس نے پھر اسے پہلی حالت پر بحال کر دیا۔ سلطنت اٹلی کا وجود میں آنا۔ نپولین سوم کی مفتون حکمت عملی۔ سیڈان کی آفت وشکست۔ کلیرنڈن کا پیرس کی کانگرس میں پاپائی حکومت کی بدعملیوں کو الم نشرح کرنا۔ جنگ کریمیا کا "جنگ یورپ" کے طور پر ختم ہونا ان سب واقعات نے اس لڑکھڑاتی حکومت کی قسمت پر تقدیر کی مہر لگا دی۔

۱۸۶۰ء میں جب حضرت بہاءاللہ پائیس نہم کو اپنی لوح ارسال فرما چکے تھے بادشاہ وکٹر عمانویل اول نے پاپائی ریاستوں کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ اور اس کی فوجیں روما میں داخل ہوکر اس پر قابض ہوگئیں۔ اس پر قبضہ ہونے سے ذرا پہلے پوپ لیٹیران (سینٹ یوحنا کا گرجا روما میں) کو گیا۔ اور باوجود پیری اور آنسوؤں سے چہرہ شرابور ہونے کے رکوع کی حالت میں سکالا سانٹا پر چڑھ گیا اگلی صبح کو جونہی بمباری شروع ہوئی اس نے حکم دیا کہ سینٹ پیٹر کے گنبد پر سفید علم چڑھایا جائے۔ تباہ وغارت ہونے پر بھی اس نے جدید انقلاب" کو ماننے سے انکار کیا۔ اپنی ریاستوں پر حملہ آوروں کے حق میں کفر کا فتویٰ لگایا۔ بادشاہ عمانویل کو "ڈاکو بادشاہ" کہا۔ اور اعلان کیا کہ وہ ہر ایک دینی اصول سے بے پروا۔ ہر ایک حق کو حقارت کی نظر سے دیکھنے والا اور ہر ایک قانون کو پامال کرنے والا ہے"۔ روما وہ دائمی مدینہ جو جلال وشہرت کے پچیس سو سال گذار چکا تھا۔ اور جس پر پوپوں نے دس صدیوں تک خودمختارانہ حکومت کی تھی آخرکار ایک نئی حکومت کا پایہ تخت ہوگیا۔ اور اس ذلت کا تماشہ گاہ بن گیا جس کا ذکر حضرت بہاءاللہ نے کیا تھا۔ اور جو پوپ نے خود اپنے اوپر عائد کی تھی۔ "بڈھے پوپ کے آخری سال" اس کی سوانحعمری لکھنے والا ایک مورخ لکھتا ہے "غم وغصہ سے بھرے ہوئے تھے"۔ اس کی سیاسی کمزوریوں پر یہ اضافہ اور ہوا کہ اسے باہر روما کے بیمن وسط میں دین کی توہین ہوتے دیکھنی پڑی۔ دینی عہدہ داروں کو لٹتے ہوئے اور عدالت میں ماخوذ ہوتے ہوئے۔ بشپ اور دیگر پادریوں کو اپنے اپنے کام سے زبردستی روکتے ہوئے دیکھنا پڑا"۔

۱۸۷۰ء کی پیدا شدہ حالت کو سدھارنے کے لئے ہر ایک کوشش ناکامیاب رہی۔ پوسن کا آرچ بشپ پوپ کے لئے بسمارک کی سفارش حاصل کرنے کے لئے وارسائی گیا مگر وہاں اس کا استقبال بہت بے دلی سے کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد جرمنی میں ایک کیتھولک پارٹی بنائی گئی تاکہ جرمن چانسلر پر سیاسی دباؤ ڈالا جائے۔ مگر یہ سب بیکار ثابت ہوا۔ وہ زبردست عمل جس کا ذکر ہو چکا ہے اپنے اٹل راستے پر چلتا گیا۔ حتیٰ کہ ابتک جبکہ نصف صدی سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے دینی حکومت کی نام نہاد بحالی نے کچھ عرصہ پہلے اس زبردست بادشاہ کی بیچارگی

اور بے کسی کو اور بھی الم نشرح کر کے رکھ دیا ہے۔ ایک وقت تھا جب پوپ کا نام سُن کر بادشاہ کانپتے تھے اور جب اس کی حکومت اور مداخلت کے سامنے وہ خوشی سے سرِ تسلیم خم کر دیتے تھے۔ یہ دینی حکومت جو مدینۂ پوپ کے چھوٹے سے شہر تک محدود ہے اور باقی تمام روما دنیاوی حکومت کے ماتحت ہے۔ اطالوی حکومت کے وجود کو بلا شرط و شروط ماننے کے بعد حاصل کی گئی تھی۔ حالانکہ اطالوی حکومت کے وجود کو ماننے کے لئے برسوں تک ضد اور ہٹ کی گئی تھی۔ عہد نامہ لیٹران نے جس کے متعلق یہ دعویٰ ہے کہ اس سے روما کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے حل ہو گیا ہے ایک دنیاوی طاقت کو بلا شک اس غیروں سے محصور پاپائی شہر کے متعلق آزادیٔ عمل کا یقین دلا دیا ہے۔ جو خطرہ اور اندیشہ سے خالی نہیں ہے۔ ایک کیتھولک مصنف لکھتا ہے کہ اس داخلی شہر کی دو رومیں ایک دوسرے سے جدا کر دیگئی ہیں اور نتیجہ یہ ہوگا کہ ایکدن یہ پہلے سے بھی زیادہ زور کے ساتھ ایکدوسرے سے ٹکرائینگی۔

پاپائی فرمانروا اپنے پیش روؤں میں سب سے طاقتور کے عہد حکومت کو یاد کرے۔ مثلاً انوسینٹ سوم جس نے اپنی پاپائی حکومت کے ۱۸ سال میں بہت سے بادشاہوں اور شہنشاہوں کو تخت پر بٹھایا اور معزول کیا۔ جس کے فرمان نے قوموں کو عیسائی عبادت کرنے سے محروم کیا جس کے سفیر کے پاؤں پر انگلستان کے بادشاہ کو اپنا تاج رکھنا پڑا۔ اور جس کے حکم سے چوتھی اور پانچویں صلیبی جنگ لڑی گئی۔

کیا وہ عمل جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے اپنے دوران میں اس پر آشوب سالوں میں جو نوعِ انسان پر آنیوالے ہیں اسی ملک کے اندر پھر ایک ایسا غوغا و شورش پیدا کریگا جو اس سے بھی زیادہ تباہ کن ہو۔ جو ابتک اس نے پیدا کی ہے۔

حضرت بہاء اللہ کی حین حیات میں تیسری سلطنت اور خاندان نپولین کا خراب اور نابود ہو جانا اور پوپ اعظم کی دنیاوی حکومت کا تباہ ہونا ان سے بھی بڑی بلاؤں اور آفتوں کا پیش خیمہ تھا اور جن کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عبدالبہاء کے زمانہ کے نشان تھے۔ وہ قوتیں جو ایک ایسی جنگ نے آزاد کر دیں جس کے پورے مفہوم کا ابھی تک اندازہ نہیں کیا گیا اور جسے اس موجودہ جنگ کا جو سب جنگوں سے زیادہ تباہ کن ہے مقدمہ کہہ سکتے ہیں ان خوفناک بلاؤں کا سبب متصور کی جا سکتی ہیں ۱۸-۱۹۱۴ء کی جنگ نے خاندانِ رومانوفنت سے معزول کیا اور اس کے خاتمہ پر دونوں خاندان یعنی ہیپسبرگ اور ہوہنزولرن کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ (باقی باقی)

نئی بہائی تقویم

سال نو کی بہائی تقویم جسمیں فارسی اور انگریزی تاریخیں بھی دیگئی ہیں ایک خوبصورت اور مزین تختۂ کاغذ پر مشرق الاذکار امریکا کے فوٹو کے ساتھ لجنۂ مطبوعات بہائی نے چھپوائی ہے۔ جو دیوار کے لئے باعث زینت بھی ہے۔ قیمت انگریزی ۸ر فارسی ۴ر کتب خانہ ملی بہائی ہال کراچی سے طلب کیجئے۔

آسمانِ ظاہری اور آسمانِ دین

جنوری ۱۹۴۳ء کے پیامبر نے مقالہ "علم السموات والارض" میں بتایا تھا کہ سماء کے معنی ہیں اونچائی۔ بلندی۔ اونچی چیز۔ ارض کے معنی ہیں نیچائی پستی۔ نیچی چیز۔ اس کی شہادت میں لغت عربی کی کتابوں کے حوالے بھی دیئے تھے۔ کنز العلوم واللغۃ۔ مختار الصحاح۔ کلیات ابی البقاء۔ مفردات راغب۔ محیط المحیط وغیرہ کی عبارات پیش کی تھیں۔

قرآن مجید کی آیات سے بھی لفظ سماء و ارض کے لغوی معنی دکھا دیئے تھے۔ چنانچہ آیات ذیل میں سماء کے معنی اونچائی اور بلندی ہیں کانما یصعد فی السماء (پ انعام ۱۵) گویا وہ شخص بڑی دقت سے اونچائی پر چڑھ رہا ہے فلیمدد بسبب الی السماء (پ حج ع) اسے اوپر کی طرف ایک رسی باندھنی چاہئے اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء (پ ابراہیم ع) اس درخت کی جڑ اپنی جگہ خوب جمی ہوئی ہے اور اس کی شاخیں بلندی میں پھیلی ہوئی ہیں۔

سماء کے بالمقابل ارض ہے۔ جس کے معنی نیچائی۔ پستی یا نیچی چیز ہیں۔ اسی لئے زمین کو ارض کہتے ہیں۔ کیونکہ زمین سب کے پاؤں تلے رہتی ہے نیز فضائے بلند کے مقابلے میں نیچی ہے۔

پیامبر نے قرآن مجید کی آیت بھی لفظ ارض کے معنی بتانے کیلئے لکھی تھی۔ "اخلد الی الارض" کہ وہ خود ہی پستی کی طرف جھک گیا لفظ سماء اور ارض کے لغوی معنی بیان کرکے بتایا تھا کہ لفظ سماء ظاہری اونچائی کے اعتبار سے آسمان پر ہی اطلاق پاتا ہے۔ مگر تحقیق طلب ہے کہ آسمان کیا چیز ہے؟ کیا آسمان کوئی ٹھوس چیز ہے؟ کیا آسمانوں کی تعداد سات ہے؟ اگر قرآن مجید سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آسمان کوئی ٹھوس چیز ہے تو پھر کیا ہے؟ اگر صرف فضائے بلند کا نام ہے جیسا کہ موجودہ خیال ہے تو کیا یہ بات قرآن مجید سے ثابت ہے؟

پیامبر جنوری ۱۹۴۳ء میں مقالہ "علم السموات والارض" شائع ہوا تھا۔ رسالہ البیان امرتسر مارچ ۱۹۴۳ء میں اس مقالے پر کچھ تنقید کیگئی۔ پیامبر اپریل ۱۹۴۳ء میں اس تنقید کا جواب دیا گیا۔ اکتوبر ۱۹۴۳ء میں ہمارے جواب کا جواب البیان میں نکلا۔ پیامبر دسمبر ۱۹۴۳ء میں اس کا جواب ہم نے بعنوان سماء اور سموات شائع کیا۔ البیان جنوری ۱۹۴۴ء میں سماء اور سموات پر مجیبانہ بحث کی گئی ہے۔ جس کے متعلق ہم ذیل میں چند ضروری امور عرض کرنا چاہتے ہیں۔

آسمان گیا ہے؟

لفظ سماء پر بحث کرتے ہوئے ہم نے پیامبر جنوری ۱۹۴۳ء صفحہ ۲۳ پر لکھا تھا "علم ہیئت کے انکشافات نے ثابت کر دیا ہے کہ آسمان کوئی ٹھوس چیز نہیں ہے۔ کتاب کنز العلوم واللغۃ میں ہے کہ آسمان نامحدود فضائے بلند ہے"۔ المنجد میں ہے کہ آسمان وہ چیز ہے جسے ہم اپنے اوپر نیلے گنبد کی مانند زمین کو گھیرے ہوئے دیکھتے ہیں اور جو فضائے وسیع زمین کے ہر طرف پھیلی ہوئی ہے۔"

پیامبر اپریل ۱۹۴۳ء میں ہم نے فاضل مقالہ نگار البیان کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ سماء یا آسمان کے متعلق جناب کا کیا خیال ہے۔ اگر آپ اُسے ایک ٹھوس چیز خیال فرماتے ہیں تو کیا قرآن مجید سے یہ بات

ثابت ہے ؟ اور اگر جناب آسمان کو ایک فضائے وسیع یقین کرتے ہیں تو ہم اور آپ متحد ہیں۔ ؟

جناب موصوف نے البیان اکتوبر ۱۹۴۲ء میں فرمایا (غل آیت ۷۹) "السماء اس آیت میں سماءِ دنیا ہے۔ آپ اسے شوق سے فضائے بسیط کہیں لیکن ہے یہ بھی مادّہ"

اس کے متعلق پیامبر دسمبر ۱۹۴۲ء میں ہم نے مکرر واضح طور پر لکھا ہے کہ "فضائے بسیط کو بھی وسعت و بلندی کے اعتبار سے سماء کہتے ہیں" اور فضاء خلاء نہیں بلکہ مادّہ کی خاص حالت جو ہوا اور ایتھر اور اس سے بھی لطیف اور لطیف تر صورتوں میں پائی جاتی ہے۔ اگر جناب یہی خیال رکھتے ہیں تو پھر اس امر میں ہمیں آپ سے اتفاق ہے"

پیامبر اپریل ۱۹۴۲ء میں ہم کتاب پیدائش تورات کی یہ آیت بھی درج کر چکے تھے کہ "تب خدا نے فضا کو بنایا" "اور خدا نے فضا کو آسمان کہا" جبکہ فاضل موصوف جنوری ۱۹۴۳ء کے البیان میں سماء کو "دخان" اور ایتھر" بتاتے ہیں تو ہمارا اور اُن کا خیال متحد ہے۔

سات آسمان کیا ہیں ؟

جبکہ آسمان دخان اور ایتھر ہے تو اب یہ بات قابلِ غور ہے کہ سات آسمان سے کیا مُراد ہے ؟ فاضل مقالہ نگار البیان جنوری ۱۹۴۳ء میں فرماتے ہیں کہ "یہ میری ذاتی رائے ہے جو آیاتِ قرآنی پر مبنی ہے کہ سبع سمٰوات جن کا تسویہ دخانی سماء سے ہوا وہ سلسلہ ہے جس کی ایک کڑی سماء الدنیا ہے اور الارض سے وابستہ ہے"

پھر اس رائے میں ترمیم کر کے ایک اور رائے ظاہر فرماتے ہیں کہ "اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سمٰوات یوں تو بیشمار ہیں لیکن اُن کی تقسیم سات طبقات میں ہو سکتی ہے"

موصوف کا یہ بیان اس بات کی شہادت ہے کہ وہ ابھی تک سبع سمٰوات کا یقینی مفہوم نہیں جانتے۔ احتمال و تشکیک میں مبتلا ہیں۔ کیا قرآن مجید اس بارے میں کوئی صاف بات بیان نہیں کرتا ؟ یا خود جناب موصوف ابھی تک قرآن مجید سے کوئی یقینی بات نہیں سمجھ سکے ؟ حسب فرمان قرآن احتمالی و ظنی بات حق و حقیقت کے مقام پر کوئی حیثیت نہیں رکھتی - ان یتبعون الا الظن وان الظن لا یغنی من الحق شیئاً " نیز جبکہ سماء یا آسمان دخان یا ایتھر ہے تو پھر اس کی تقسیم محض فرضی ہو سکتی ہے کیونکہ ایتھر کے متعلق البیان کے اسی مقالے میں درج ہے کہ ایتھر علی الاتصال چلا گیا ہے اور اس میں کوئی وقفہ اور شگاف نہیں"

پھر جناب فاضل مقالہ نگار البیان اپنے اسی مقالے میں فرماتے ہیں کہ قرآن کسی نظریہ کو جو قدیم ہیئت دانوں کا ہو یا جدید ہیئت دانوں کا بطور حقیقتِ ثابتہ بیان نہیں فرماتا" قدیم نظریہ بطور حقیقتِ ثابتہ تسلیم کیا گیا" جدید نظریئے نے پہلے کو غلط ٹھہرایا" کسے معلوم ہے کہ آئندہ علمی انکشافات اسے بھی غلط ٹھہرائیں"

ایسی صورت میں سبع سمٰوات" سات آسمان کی جو احتمالی تعبیر جناب فاضل موصوف نے کی ہے کہاں تک قابلِ اعتماد ہو سکتی ہے ؟ اور اُسے قرآن عظیم جیسی کتاب "لاریب فیہ" میں ایمان و اعتقاد اور تفسیرِ صحیح کا درجہ کیونکر دیا جا سکتا ہے ؟

کہیں یہ عمل ویسا ہی تو نہیں جیسا یونانی خیالات سے دب کر پہلے مفسرین نے سمٰوات کی تفسیر فرمائی تھی ؟ جس کی شکایت اب یوں کی جا رہی ہے کہ قرآن کو فلسفۂ یونانی کی مصطلحات میں اُلجھا کر دور از کار بحثیں پیدا کر دی گئی ہیں اور نظام بطلیموس کو قرآن پر چسپکانے کی کوشش کی گئی۔ جس طرح آجکل کے دانش فروش موجودہ علم ہیئت کے مسائل قرآن پر چسپکا رہے ہیں۔

(ترجمان القرآن ابوالکلام)

سمٰوات

سمٰوات یعنی فضائی کرات بے شمار ہیں۔ اللہ الذی رفع السمٰوات بغیر عمدٍ ترونھا۔ خدا وہ ہے جس نے فضائے بلند کے کروں کو جنھیں تم بغیر ستونوں کے دیکھتے ہو بلند کر رکھا ہے۔ ھوالذی خلق اللیل والنھار والشمس والقمر کلٌّ فی فلکٍ یسبحون۔ وہ خدا ہی ہے جس نے رات دن اور آفتاب و ماہتاب بنائے۔ سب کے سب اپنے اپنے گھیرے میں تیر رہے ہیں" "یسبحون" کے لفظی معنی ہیں "تیر رہے ہیں" اس سے صاف معلوم ہوا کہ اجرام سماوی کسی ٹھوس چیز میں گڑے ہوئے نہیں بلکہ کھلی فضا میں تیر رہے ہیں۔" (پیامبر جنوری ۱۹۳۳ء)

فاضل مقالہ نگار البیان فرماتے ہیں "جب یہ امر ثابت شدہ ہے اور مدیر ممدوح (مدیر پیامبر) تسلیم کرتے ہیں کہ کرات یا ستارے یا سیارے سمٰوات ہیں (دسمبر ۱۹۳۲ء پیامبر) تو کیا یہ ٹھوس نہیں؟

عرض ہے کہ مدیر پیامبر نے کرات کے ٹھوس ہونے سے کبھی انکار نہیں کیا البتہ یہ یقیناً کہا ہے کہ سماء جو فضائے وسیع ہے ٹھوس نہیں ہے۔ جسے فاضل مقالہ نگار البیان بھی دخان اور ایتھر کہتے ہیں۔ اس تبادلۂ افکار کا نتیجہ یہ نکلا کہ سماء یا آسمان کے فضاء۔ دخان۔ ایتھر ہونے میں طرفین کو اختلاف نہیں ہے۔ کراتِ فضائی کو سمٰوات کہنے میں بھی دونوں متفق ہیں۔ اب یہ بحث رہ جاتی ہے کہ مدیر پیامبر نے روحانی پہلو سے سماء کو روحانی بلندی یا آسمان دین بتایا ہے اور سبع سمٰوات سے سات ادیانِ حق مراد لئے ہیں۔ یہ کہاں تک درست ہے؟

زبان عرب میں سماء کے معنی بلندی اور بلند چیز ہیں۔ بلندی ظاہری اعتبار سے بھی ہوتی ہے اسی اعتبار سے فضائے بلند کو سماء اور بلندکروں کو سمٰوات کہا جاتا ہے۔ اور بلندی معنوی اعتبار سے بھی ہوتی ہے جیسے درجے کی بلندی۔ عزت کی بلندی۔ اور جیسے لفظ نور کا مصداق ظاہری اعتبار سے آفتاب۔ ماہتاب کی روشنی اور چراغ کی روشنی بھی ہے۔ پھر معنوی اعتبار سے عقل کی روشنی۔ علم کی روشنی۔ دین کی روشنی پر بھی نور کا اطلاق ہوتا ہے۔ "سبیل" کے معنی راستہ ہیں۔ یہ زمین کے راستہ پر بھی اطلاق پاتا ہے اور دینی راستہ پر بھی سبیل کا اطلاق ہوتا ہے۔ ایک لفظ کے موارد استعمال مادی اور روحانی پہلو سے اپنے اپنے مقام پر دونوں بجا ہوتے ہیں۔ اسی طرح "رفع" یا "رفعت" ظاہری بلندی اور باطنی بلندی دونوں پر حسب موقع اطلاق پاتا ہے جیسے آیات "رفع السمٰوات"۔ رفع سمکھا"۔ رفع ابویہ علی العرش" وغیرہ میں رفع ظاہری مراد ہے۔ اور آیات "رفع بعضھم درجات" رفع بعضکم فوق بعض" ورفعناہ مکاناً علیاً" لرفعناہ بھا وغیرہ میں معنوی رفعت مراد ہے۔ بالکل اسی طرح لفظ "سماء" کے معنی بلندی ہیں۔ "سماء" ایک موقع پر ظاہری بلندی یا بلند چیز پر اطلاق پاتا ہے اور دوسرے موقع پر روحانی و معنوی بلندی یا بلند مرتبہ چیز پر اطلاق پاتا ہے چنانچہ فاضل مقالہ نگار البیان مارچ ۱۹۳۲ء ص۱۶ پر فرماتے ہیں "آیت واستکبروا عنھا لا تفتح لھم ابواب السماء ولا یدخلون الجنۃ کے معنی یہ ہیں کہ "مستکبرین کے لئے آسمان کے دروازے اور جنت کا دخلہ بند ہے"۔ یہ ابواب السماء یا آسمان کے دروازے کیا چیز ہیں؟ کیا ایتھر میں دروازے ہیں۔ کیا ابواب السماء سے مراد رفعتِ روحانی کے ابواب نہیں ہیں؟ اور فرماتے ہیں "قرآن عظیم نے عالم انسانی کے لئے آسمانی راستوں کو کھول دیا ہے۔ وسخر لکم ما فی السمٰوات"۔ یہ آسمانی راستے کیا چیز ہیں؟ روحانی رفعتوں کے سوا اور کیا مراد ہے؟

پس فاضل مقالہ نگار البیان کے اعتراف سے بھی ثابت ہو گیا کہ سماء یا سمٰوات کا اطلاق مادی معنی کے علاوہ روحانی رفعت پر بھی ہوتا ہے۔

سماء اور سمٰوات کے اطلاقات معنوی مفہوم پر قرآن مجید میں بہت ہیں۔ چنانچہ آیت مبارکہ لواتبع الحق اھواءھم لفسدت السموات والارض ومن فیھن" میں سمٰوات دین مراد ہیں۔ یعنی اگر حق ان منکرین حق کے تابع ہو جائے تو تمام روحانی و دینی رفعتیں تباہ و برباد ہو جائیں اور نظام دینی کے اندر رہنے والے خراب ہو جائیں نہ یہ کہ اگر حق منکرین حق کا تابع ہو جائے تو کرات فضائی خراب ہو جائیں یا ہیچر میں خلل آجائے۔ دنیا بھر میں منکرین حق موجود ہیں۔ کرات برباد نہیں ہیئے۔

حق و صداقت کے سمٰوات وارض یعنی نظام روحانی کا بیان اس قسم کی آیات مبارکہ میں بھی ہے خلق اللہ السموات والارض بالحق ان فی ذلک لایۃ للمؤمنین (عنکبوت ع۶) خدا نے حق و صداقت کے ذریعے بلندیاں اور پستی بنائی ہے۔ اس امر میں ایمان لانے والوں کے لئے ایک نشان ہے۔ جیسے فرمایا کہ یحق اللہ الحق بکلماتہ خدا اپنے کلمات کے ذریعے حق کو حق ثابت کر رہا ہے۔ اسی طرح خلق اللہ السموات والارض بالحق کے معنی یہ ہیں کہ حق کے ذریعے بلندیاں اور پستی بنائی ہیں۔ یہ نظام دینی کا ظہور ہے۔ دین حق نے کتنی ہی قوموں کو ترقیات کی بلندیوں پر پہنچا دیا اور کتنی ہی قوموں کو انکار حق کی سزا میں پست کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ نظام روحانی جسے دین کہتے ہیں اسی کو حق و صداقت کے آسمان و زمین کہا ہے۔

سبع سمٰوات حق

چونکہ ہر علم کا اپنا موضوع الگ ہوتا ہے۔ جس علم کی کتاب ہو گی اسی علم کی بحث کرتی ہے۔ قرآن مجید کا موضوع دینی و روحانی حقائق و امور ہیں علم ہیئت و فلکیات قرآن مجید کا موضوع نہیں ہے۔ روحانی بلندی پیدا کرنا اور انسان کو پستی سے بچانا اس کا مقصد اصلی ہے۔ پس روحانی بلندی و پستی کے حقائق کا انکشاف و بیان قرآن مجید کا دائرہ موضوع ہے اسی دائرے میں بیانات قرآن کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

جہاں جہاں سماء اور سمٰوات یا ارض کا ذکر ہے وہاں قرآن کے موضوع اصلی کی بنا پر روحانی معانی مقدم ہونگے خصوصاً جبکہ آیت میں کوئی ایسا لفظ و قرینہ ہو جو روحانی پہلو کو واضح و معین کرتا ہو تو یقیناً وہاں روحانی معانی مراد ہونگے اور جہاں جہاں ظاہری مادی پہلو کے معنی مناسبت ہوں وہاں وہی مراد ہونگے۔

پس اب ملاحظہ فرمائیے کہ السمٰوات السبع اور سبع سمٰوات جو آیات قرآن مجید میں آیا ہے اس سے مراد سات کرات فضائی تو ہو نہیں سکتے۔ کیونکہ سمٰوات مادی یعنی کرات صرف سات نہیں بیشمار ہیں۔ اس لئے سات سمٰوات سے مراد سات روحانی رفعتیں ہیں جن سے تمام بلندیاں وابستہ ہیں۔ یعنی سات ادیان عالم جن کے زیر سایہ اقوام عالم نے روحانی ترقیات کی ہیں۔ خداوند عالم فرماتا ہے

اللہ الذی خلق سبع سمٰوات ومن الارض مثلھن یتنزل الامر بینھن لتعلموا ان اللہ علی کل شیئ قدیر (طلاق ع۱)	خدا وہ ہے جس نے سات بلندیاں سات شریعتیں اور انہی کے مطابق سات ماتحت رہنے والی امتیں بنائیں جن کے درمیان امر دین نازل ہوتا رہتا ہے تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ سب کچھ خدا کے قبضۂ قدرت میں ہے اور اس نے ہر چیز کا ٹھیک اندازہ مقرر کر دیا ہے۔

سبع سمٰوات کی تشریح خود خداوند عالم نے سبع طرائق سے فرمادی ہے۔ طرائق، طریقہ کی جمع ہے۔ طریقہ اور شریعۃ ہم معنی ہیں۔ فرماتا ہے:۔

ولقد خلقنا فوقکم سبع طرائق وما کنا عن الخلق غافلین۔ (پ۱۸ مومنون ع۱)	ہم نے تمہارے اوپر سات طریقے (سات ادیان) بنائے ہیں اور ہم اپنی مخلوق سے غافل نہیں ہوتے۔

اس آیت میں لفظ سبع طرائق، سبع سمٰوات کی جگہ لایا گیا ہے

اس سے زیادہ توضیح اور اس سے احسن تفسیر جو خدا نے خود فرما دی ہے اور کیا ہو سکتی ہے؟ پس سبع سمٰوات (سات بلندیاں) سبع طرائق (سات شریعتیں) ہیں۔ یعنی دینِ اسلام۔ دینِ مسیحی۔ دینِ موسوی دینِ بھالی دینِ زرتشتی۔ ہندو دھرم۔ بودھ دھرم۔ سات امتوں کا بیان بھی قرآنِ مجید میں فرما دیا ہے جو سات شریعتوں کے نیچے پیدا ہوئیں اور نشو و نما پائی۔

تاریخِ عالم میں دو قسم کی امتیں ہیں۔ (۱) امم وثنیہ (۲) امم غیر وثنیہ شش ہزار سالہ تاریخ میں حسب ذیل سات اُمتیں معلوم و موجود ہیں (۱) مسلمان (۲) عیسائی (۳) یہودی (۴) صابی (۵) زرتشتی (۶) ہندو (۷) بودھسٹ۔

پہلی پانچ امتیں غیر وثنیہ ہیں۔ چھٹی اور ساتویں دو اُمتیں وثنیہ ہیں۔ جن کا موجودہ قومی نشان بت پرستی ہے۔

اِن سات ادیان و اُمم کے بنانے کا زمانہ جو قرآن مجید میں بیان فرمایا وہ ستۃ ایام یعنی چھ ہزار سال ہے۔ کیونکہ اصطلاحِ خداوندی میں یوم ایک ہزار سال کا نام ہے ان یوماً عند ربک کالف سنۃ مما تعدون۔ ایک یوم تیرے رب کی اصطلاح میں انسانی حساب کے ایک ہزار سال کا نام ہے (حج) خداوند عالم فرماتا ہے اللہ الذی خلق السمٰوات والارض وما بینھما فی ستۃ ایام اللہ وہ ہے جس نے یہ سمٰوات ادیان اور بساطِ اُمم اور ان کے متعلقات شش ہزار سالہ دور میں بنائے ہیں۔ سات ادیان جن کا ذکر ہوا شش ہزار سالہ دورِ تاریخ کے اندر بن چکے ہیں۔ جن میں سے ساتواں دین اسلام شش ہزار سالہ دور کے اندر ہی چھٹے ہزار کے اواخر میں ظہور کر چکا تھا۔ اور اس کی حکومت کا دور ساتواں ہزار اور دو سو ساٹھ سال کا عرصہ تھا جو پورا ہو چکا ہے۔ جس کا ذکر تفصیل سے اپنے مقام پر کیا گیا ہے سورۂ سجدہ کی آیت ستۃ ایام کے بعد یہی ذکر مسلسل چل رہا ہے جس میں فرمایا ہے یدبر الامر من السماء الی الارض کہ خداوند عالم سارے شریعتِ اسلام سے لے کر بساطِ اُمت تک امر دین کی تدبیر و تنظیم کر رہا ہے۔ احکام نازل فرما کر انھیں جاری اور قلوبِ امت میں قائم کر رہا ہے ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون اس تدوین و اجراء کے بعد یہ امر نظامِ اسلام خدا کی طرف ایک یوم میں اٹھ جائیگا جس کی مقدار تمھارے حساب سے ایک ہزار سال ہوگی۔

۱۲۶۰ھ میں خداوند عالم نے حضرت باب کے ذریعے دورِ سابق کے اختتام اور نئے دور کے آغاز کا اعلان فرما دیا۔

اِس بیان پر اعتراضات اور اُن کے جوابات

مذکورہ بالا بیان جو سمٰوات کے معنوی پہلو سے تعلق رکھتا ہے اور سبع سمٰوات سے مراد سات ادیانِ عالم لئے گئے ہیں اس پر جناب خواجہ عباد اللہ صاحب مقالہ نگار البیان نے جو اعتراضات کئے ہیں ان کے جوابات ہم پیامبر میں دے چکے ہیں اور بعض اعتراضات کے جوابات ذیل میں دیئے جاتے ہیں

(۱)

قرآن کی کسی بھی آیت میں مذکور نہیں کہ سبع سمٰوات، ستۃ ایام میں خلق ہوئے۔ کتب مقدسہ کی کس آیت کی بنا پر آپ نے دعوائے تخلیق سبع سموات فی ستۃ ایام کیا ہے؟ (البیان جنوری ۱۹۴۳ء ص۲۶)

جواب

جس شش ہزار سالہ دور کا ہم نے ذکر کیا ہے اس کا بیان قرآن مجید کے سوا کوئی اور کتاب نہیں کرتی۔ کیونکہ قرآن مجید کے وقت ہی تو چھ ہزار سالہ دور کے آخری ایام تھے۔ ستۃ ایام میں سبع سمٰوات کا بننا ہم نے قرآن مجید سے سمجھا ہے۔ سورۂ سجدہ میں فرمایا ہے کہ خدا نے سمٰوات و ارض چھ ایام میں بنائے ہیں۔ سیاق سباق بتاتا ہے کہ یہ سمٰوات دین اور ارض اُمم کا ہی ذکر ہے اور اس کے ساتھ تصریح فرمائی ہے کہ امرِ شریعتِ محمدیہ کیلئے ایک ہزار اور کچھ سال مدت ہے، وضاحت سے

ارشاد فرماتا ہے کہ ایک یوم سے مراد ہزار سال ہے۔ جب یہاں دین کے سمٰوات اور ارض کے بنانے کا عرصہ ستۃ ایام چھ ہزار سال ہے اور سورۂ طلاق میں تصریح ہے کہ یہ سمٰوات سات ہیں۔ جنہیں سورۂ مومنون میں سبع طرائق (سات ادیان) فرمایا ہے تو خود قرآن نے صاف صاف بتا دیا ہے کہ سبع سمٰوات ادیان ستۃ ایام دورِ شش ہزار سالہ میں بنے ہیں۔

(۲)

دین تو ایک ہی ہے جو دین اللہ اور دین الحق ہے اور قرآن میں اسلام سے تعبیر کیا گیا ہے اور کل کائنات کا دین الفطرت ہے۔ ولہٗ اسلم من فی السمٰوات والارض"۔ اس لئے قرآن میں اگر نظریۂ سمٰواتِ ادیان صحیح ہوتا اور یہ سبع شداد ہوتے تو ادیان بصیغۂ جمع استعمال ہوتا۔ لیکن کہیں نہیں۔ تمام قرآن میں دین بصیغۂ واحد استعمال ہوا ہے۔ (البیان اکتوبر ۱۹۴۲ء ص۱)

جواب

جب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ سماء سے قرآن مجید کی بہت سی آیات میں سارِ دین اور سمٰوات سے مراد سمٰواتِ شرائع ہیں جیسا کہ ہم نے آیاتِ قرآن مجید سے دکھا دیا ہے تو پھر سماء کو دین اور سمٰوات کو ادیان کہنے میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ قرآن مجید میں دین اگر بصیغۂ جمع نہیں آیا تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ نظریۂ سمٰواتِ ادیان غلط ہے جیسے ایک سماء یا ایتھر میں بے شمار کرّات ہیں جو بلند ہونے کی وجہ سے سمٰوات کہلاتے ہیں۔ اسی طرح دینِ حق اپنی حقیقت کے لحاظ سے دینِ واحد ہے۔ مگر تشریعی تشکیلات چونکہ متعدد ہیں اس لئے ایک ایک تشکیل کے لحاظ سے متعدد دین یا "ادیان" کہلاتے ہیں۔ ہمیں کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں۔ چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے:۔

لکلٍ جعلنا منکم شرعۃً ومنہاجًا (مائدہ ع) ہم نے تم امتوں میں سے ہر ایک اُمت کے لئے ایک شریعت اور ایک طریق مقرر کیا ہے۔ تو یہ متعدد شریعتیں ہوئیں۔ ان متعدد شریعتوں کے لحاظ سے متعدد ادیان کہنا بالکل درست ہے۔ خداتعالیٰ بہت سے رسولوں کا ذکر فرما کر کہتا ہے انزل معہم الکتاب۔ رسولوں کے ساتھ کتاب نازل کی کیا ایک ہی کتاب سب رسولوں کو ملی۔ نہیں بلکہ متعدد کتابیں ملی تھیں۔ لیکن ان کی معنوی وحدت وجنسیت کے اعتبار سے کُتب کی جگہ کتاب فرمایا جو کسی طرح غلط نہیں ہے۔ جب رسولوں کی متعدد کتابیں اور متعدد شریعتیں ہوئیں تو ایک خاص دائرے کے لحاظ سے ایک شریعت کو ایک دین قرار دینا اور جمع ادیان استعمال کرنا بالکل صحیح و درست ہے۔ دینِ حقیقی کی وحدت اپنی جگہ ایک حقیقتِ مسلّمہ ہے۔ اسی حقیقتِ واحدہ کی یہ سات تشکیلات ہیں جنہیں سبع طرائق اور سبع سمٰوات فرمایا ہے۔ بولنے اور لکھنے والے علماء اور مؤرخین اور اہل زبان لفظ ادیان بصیغۂ جمع بولتے اور لکھتے ہیں۔

(۳)

کوئی مشہور مقام ایسا نہیں جس میں رسول مبعوث نہیں ہوا۔ اور اب مختلف ممالک میں ان کی اُمتیں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے چھ اور سات کا تعین امرِ واقعہ نہیں۔ (البیان مارچ ص۴)

جواب

ستۃ ایام دنیا کا شش ہزار سالہ دور ہے اس دورِ تاریخ میں دینِ برہم۔ بودھ دھرم۔ دینِ زرتشتی۔ دینِ صابی۔ دینِ موسوی۔ دینِ عیسیٰ دینِ محمدی۔ یہ سات تشکیلاتِ دین ہیں جنہیں سبع طرائق اور سبع سمٰوات فرمایا ہے۔ ان سے پہلے بیشک دنیا موجود تھی اور دینِ خداوندی بھی تھا پیغمبر بھی تھے۔ لیکن اس شش ہزار سالہ دورِ تاریخ میں یہ سات مستقل ادیان اور ان کی اُمتیں تھیں جن کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ ان کے سوا کوئی مستقل دین و اُمت موجود ہے تو ثبوت پیش کیجئے اور اس اُمت کی کتاب دینی اور رسولِ الٰہی کا نشان دیجئے۔

(۴)

حضرت نوح اور ان کے ماتحت انبیاء کل عالم انسانی میں مبعوث ہوئے۔ حضرت ابراہیم اور ان کے بعد رسل اُمم سابقہ میں مبعوث ہوتے رہے۔ چونکہ ہر ایک رسول کی ایک اُمت ہے اس لئے صرف اُمم سابقہ کے رسولوں کی فہرست چھ سات سے تجاوز کر جاتی ہے۔ (البیان مارچ حاشیہ ص۱۴)

جواب

بجا ارشاد اللہ۔ خوب فرمایا۔ "حضرت نوح اور اُن کے ماتحت انبیاء کل عالم انسانی میں مبعوث ہوئے۔" تو بلاشبہ اصل دین کے سب کا دین وہی تھا جو حضرت نوحؑ لائے تھے۔ باقی انبیاء جو اُن کے ماتحت مبعوث ہوئے وہ خواہ کتنے ہی ہوں یہ سلسلہ ایک ہی تھا۔ جیسا کہ حضرت زرتشت کے بعد بہت سے پیغمبر ایران میں ہوئے مگر سب ایک ہی دین کے پیرو تھے۔ اس لئے دینِ زرتشتی ایک ہی دین شمار ہوتا ہے۔ پس اگر ایک سلسلے میں بہت سے ایسے پیغمبر آئے جو کسی بڑے پیغمبر کے ماتحت تھے تو وہ ایک ہی دین اور ایک ہی سلسلہ رہا۔ اس طرح یہ سات ادیان جن کا قرآن مجید سے ہم نے ذکر کیا مستقل ادیان ہیں۔

(۵)

مجوس اور ہندو اور بودھوں سے دریافت فرمائیں کہ وہ کس بنا آدم سے اپنا دورِ شروع کرتے ہیں اور ان کی شریعتیں کب نازل ہوئیں اور کب تک جاری رہیں۔ ویدوں کی تدوین کا زمانہ محققین کے نزدیک ہزارہا سال قبل از مسیح ہے اور ہندو تو کہتے ہیں کہ "فرشتے سے موجود ہیں۔ مصری کتبوں سے مصر کے حالات کی پیدائش سے دس ہزار سال پیشتر کے معلوم ہو چکے ہیں۔"

(البیان جنوری ۱۹۴۳ء ص۲۵)

جواب

ہم کب کہتے ہیں کہ دین کا سلسلہ صرف چھ ہزار سال سے چلا ہے۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ دین کی موجودہ تشکیلات اور اُن تشکیلات کے ماتحت یہ استیں جن کا ذکر قرآن مجید کرتا ہے اور جن کا وجود اب بھی ہے شش ہزار سالہ دورِ تاریخ کی پیداوار ہیں۔ وہ دین کب شروع ہوئے اور ان کی کتابوں کی کب تدوین ہوئی یہ تاریخ کی نظر میں ٹھیک ٹھیک متعین ہو یا نہ ہو ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ ہر ایک دین کی وہ تشکیل جو ظہورِ محمدی کے وقت تھی اُن ہی معلوم و موجود تشکیلات کو سبع طرائق یا سبع سموات کا نام دیا ہے۔

(۶)

جس آیت سے سات اُمتیں اخذ کی گئی ہیں اسی میں والذین اشرکوا صیغۂ جمع ہے۔ اس لئے اشرکوا میں ہندو اور بدھ کے علاوہ اور بھی ہونے چاہئیں اور کم از کم تین ہوں۔ اگر صیغۂ تثنیہ ہوتا تو کچھ بات تھی۔ (البیان مارچ ۱۹۴۳ء ص۱۴)

جواب

والذین اشرکوا میں لاکھوں کروڑوں انسان شامل ہیں تو صیغۂ جمع لانا بالکل ٹھیک ہے۔ یہ کوئی قاعدہ نہیں کہ الذین اشرکوا سے مراد اگر دو قومیں ہوں تو صیغۂ تثنیہ ہونا چاہئے۔ ہاں اگر صرف دو فرد ہوں تو صیغۂ تثنیہ ہوتا ہے۔ اور جبکہ دو قومیں مراد ہیں جو کروڑوں افراد پر مشتمل ہیں تو صیغۂ جمع ہونا نہایت مناسب ہے۔

اسی سورۂ حج میں مسلمان۔ یہودی۔ عیسائی۔ صابی۔ زرتشتی اور الذین اشرکوا (ہندو اور بدھ) کا ذکر ہے۔ اسی کے ذرا آگے یہ آیت ہے جس میں اہل حق اور منکرینِ حق دو جماعتوں کا ذکر کرتے ہوئے خداوند عالم فرماتا ہے:۔ "ھٰذٰن خصمٰن اختصموا فی ربھم" یہ دو فریق ایک دوسرے کے خلاف ہیں جو اپنے رب کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ یہاں ھٰذٰن خصمٰن تثنیہ ہے اور اختصموا فعل بصیغۂ جمع فرمایا ہے۔ اختصما نہیں فرمایا۔ اسی لئے کہ دونوں جماعتیں ہیں جن میں کروڑوں آدمی ہیں۔ اسی طرح الذین اشرکوا میں کروڑوں افراد شامل ہیں اس لئے صیغۂ جمع لایا گیا ہے۔ اگر الذین اشرکا ہوتا تو بھی کچھ مضائقہ نہیں تھا۔ واللہ اعلم

کیا امامت اور غیبت حضرت حجۃ ابن الحسن ثابت ہے؟

جناب سید ابوالعباس رضوی جارچوی نے ماہ ستمبر ۱۹۴۱ء کے رسالے پیامبر میں ایک بصیرت افروز مضمون لکھا تھا جسمیں یہ دکھایا تھا کہ مرحوم مجلسی علیہ الرحمہ کی مشہور کتاب بحار الانوار کی تیرھویں جلد میں جو روایات درج ہیں ان سے زیادہ معتبر روایات امام غائب کی پیدائش کے متعلق موجود نہیں ہیں۔ اور ان روایات کی بنا پر عقل یہ تسلیم نہیں کر سکتی کہ آپ پیدا بھی ہوئے تھے۔

ماہ فروری ۱۹۴۳ء کے پیامبر میں پھر ان روایات پر مفصل بحث اور جرح کر کے یہ دکھایا کہ سنت الٰہی۔ قانون قدرت اور تاریخ اسلام کی رو سے ان روایتوں کے مضمون قابل قبول نہیں ہیں۔ بلکہ موہومات کا ایک مجموعہ ہے۔

موجودہ مضمون میں یہ بحث کی ہے کہ امام غائب کے تقرر اور تعین اور اس کے بعد غیبت کے متعلق جو راوی اور انکی روایات ہیں وہ بھی قبول کرنے کے لائق ہیں یا نہیں؟

امام غائب کے ظہور کے (ان) طالب حضرات سے جو انکا نام سن کر ابھی تک عجل اللہ فرجہ کہتے ہیں خصوصاً اور شیعہ علماء سے عموماً تقاضا ہے کہ ان مضامین کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔ اور اگر پیدائش امام غائب اور تقرر و تعین کے متعلق جو روایتیں ان مضامین میں بیان کی ہیں ان سے بہتر روایتیں یا زیادہ قابل اعتماد راوی یا بحار الانوار کی تیرھویں جلد سے زیادہ مشہور اور مستند کتاب پیش کر کے امام غائب کی پیدائش۔ ان کا تقرر امامت و غیبت ثابت کر سکتے ہیں تو بسم اللہ کریں ورنہ اس موہومات کے مجموعہ سے دست بردار ہوں اور ملت کو بھی آگاہ کر دیں۔ کیونکہ آفتاب آ چکا۔ اب کوئی حقیقت منتظرہ باقی نہیں ہے۔ والسلام

(رحمت اللہ)

ماہ فروری ۱۹۴۳ء کے مضمون "کیا امام غائب پیدا بھی ہوئے تھے" میں یہ ثابت کرنے کے بعد کہ حضرت حجۃ ابن الحسن کی ولادت مشکوک اور قطعی غیر یقینی ہے آپکی امامت و غیبت پر بحث کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ لیکن اس خیال سے کہ عقیدۂ حجۃ ابن الحسن کے تمام پہلو اچھی طرح روشن ہو جائیں مناسب ہے کہ چند باتیں آپکی امامت و غیبت کے متعلق بھی عرض کر دی جائیں۔

حضرت امام حسن عسکری نے ۲۶۰ھ میں وفات پائی۔ آپکی وفات کے بعد آپ کا وہ مزعومہ فرزند جس کی تاریخ ولادت کا پتہ ہے نہ روز ولادت کا اور نہ اس کی ولادت کا سال معلوم۔ نہ صرف یہ بلکہ اس کی ولادت بھی مشکوک ہے۔ پانچ سال کی عمر میں معدودے چند راوی کہتے ہیں کہ عہدۂ امامت پر فائز ہوا اور اس ننھی سی عمر میں قیادت قوم کا بار گراں اس کے کمزور کاندھوں پر ڈال دیا گیا۔ مگر وہ بھی ایسے کہ خود انھوں سے ہمیشہ پوشیدہ اور امام حسن عسکری کوئی تحریری وصیت موجود نہیں۔

اس مضمون کے پڑھنے والے غور فرمائیں کہ کیا پانچ برس کا بچہ رہنمائی قوم کے فرائض ادا کر سکتا ہے اور یہ واقعہ قانون عقل۔ قاعدۂ فطرت۔ سنت الٰہی اور شریعت اسلام کے مطابق ہے یا نہیں! بہرحال یوم ولادت سے ۵ سال کی عمر تک تقریباً روپوشی اور ۵ برس کی عمر میں بالکل روپوشی ہو جاتا ہے۔ اس روپوشی کی حالت میں قوم کی مشکلات کیونکر حل ہوئیں۔ اس بارہ میں بہت کچھ اختلاف ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

(۱) حکیمہ بیان کرتی ہیں کہ لوگ جو مسائل مجھ سے دریافت کرتے ہیں وہ میں اس بچہ (امام غائب) سے حل کر لیتی ہوں اور جواب دیتی ہوں (دیکھئے بحار الانوار باب ولادت حضرت حجۃ)

(۲) حکیمہ بیان کرتی ہیں کہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنی مشکلات امام غائب کی دادی سے حل کریں۔ (دیکھئے بحار الانوار باب ولادت ص۲۹۲)

ان دو بیانوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یکسن و نابالغ امام فطرت کے مطابق خاموش تھا۔ اور اس کی طرف سے جناب حکیمہ یا امام حسن عسکری کی والدہ قوم کی مشکلات حل کرتی تھیں۔

(۳) بحار الانوار کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات امام حسن عسکری کے بعد چونکہ امام کی تعیین باقاعدہ عمل میں نہیں آئی تھی اور اس زمانہ کے شیعہ اس مسئلہ میں حیران و پریشان ہوئے کہ اب ہم کس کی طرف رجوع کریں تو شیعہ جماعت میں اختلاف پیدا ہوا۔ ایک جماعت نے جعفر ابن امام علی نقی علیہ السلام کو امام تسلیم کر لیا۔ جعفر مذکور نے خود بھی دعوی امامت کیا اور بیان کیا کہ امام حسن عسکری لاولد فوت ہوئے ہیں۔

(۴) جعفر کے دعوی امامت نے اصحاب حضرت امام حسن عسکری میں کھلبلی مچا دی۔ ان اصحاب میں سے عثمان بن سعید عمری نے اس راز کا انکشاف کیا کہ جعفر کا دعوی غلط ہے۔ امام مرحوم کا ایک فرزند موجود ہے اور نظروں سے پنہاں ہے اور وہی امام ہے۔ میں ان کا نائب ہوں۔ تمام قوم میری طرف رجوع کرے۔ عثمان بن سعید عمری کی اس حکمت عملی کی تائید بعض دیگر اصحاب امام مرحوم نے بھی کی اور اس طرح شیعوں کا کچھ حصہ عثمان بن سعید عمری کے ساتھ ہو گیا۔ لوگ مسائل پوچھنے۔ عثمان بن سعید عمری ان مسائل کو نابالغ حجت خدا کے پاس لے جاتے اور تحریری جواب لاتے، جس و زکوٰۃ کا روپیہ وصول کر کے امام کے پاس پہنچاتے۔ اور اس روپیہ کی رسید روپیہ دہندگان کے حوالے کر دیتے تھے۔ "زمین وجود امام سے کبھی خالی نہیں رہتی" اس عقیدہ کی موجودگی میں تحقیقات کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔ اور کوئی خدا کا بندہ اگر پوچھتا کہ عثمان ابن سعید عمری کا یہ دعوی کیونکر ثابت ہے جبکہ وہ معصوم نہیں تو جواب حاضر تھا کہ امام حسن عسکری کے اصحاب کیا کاذب ہو سکتے ہیں؟ لیکن جب عثمان بن سعید سے پوچھا گیا کہ بھائی کم از کم امام غائب کا نام تو بتا دو تو عثمان جواب دیتے ہیں کہ نام بتانے کی اجازت نہیں ہے۔ لکھا ہے کہ عثمان بن سعید نے بیان کیا کہ میرے پاس امام کی توقیع آئی ہے کہ جو لوگ میرا نام دریافت نہ کریں ان کی جزا بہشت ہے اور جو لوگ دریافت کریں ان کی جزا جہنم ہے (دیکھو بحار الانوار ص۱۵۰-۱۵۲)

اب کس کی مجال تھی کہ عثمان امام کی طرف سے کوئی رسید لا کر دیتے اور وہ پوچھتا کہ اس خط پر یا اس رسید پر امام کے دستخط کیوں نہیں ہیں اور لطف یہ ہے کہ عثمان بن سعید جو حضرات شیعہ کے نزدیک نہایت معتبر ثقہ امین اور نائب امام ہیں۔ وہ تو فرماتے ہیں کہ شیعوں کے لئے امام غائب کا نام تک پوچھنا جائز نہیں اور نہ مجھ پر ان کا نام بتانا حلال ہے۔ لیکن حضرات علمائے شیعہ سے کوئی امام غائب کا نام پوچھے تو صاف ارشاد ہو گا کہ م-ح-م-د یعنی محمد ابن حسن عسکری اور اس کی سند یہ پیش کی جائیگی کہ یواطی اسمہ اسمی یعنی فرمایا رسول اللہ نے کہ قائم آل محمد کا نام میرا نام ہو گا کیا ہم اس موقع پر یہ دریافت کر سکتے ہیں کہ مذکورہ بالا حدیث رسول عثمان بن سعید عمری نائب امام دوازدھم کو بھی یقیناً معلوم ہو گی۔ پھر عثمان بن سعید نے حضرت حجۃ کا نام پوشیدہ کیوں رکھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عثمان بن سعید حدیث مذکور کو درست نہ سمجھتے تھے اور امام غائب کا نام کچھ اور تھا جو آجتک شیعہ حضرات کو معلوم نہیں ہے۔ اور اگر یہ حدیث درست ہے تو انھوں نے صاف صاف حدیث کیوں نہ پڑھ دی۔

عثمان بن سعید عمری کے انتقال کے بعد اُن کے بیٹے ابوجعفر امام غائب کے سفیر مقرر ہوئے۔ ان کی سفارت ابھی عمل میں آئی ہی تھی کہ امام حسن عسکری کے دوسرے اصحاب باوفا جنھوں نے مصلحتاً عثمان بن سعید کے دعویٰ کی تائید کر دی تھی اُٹھ کھڑے ہوئے اور مختلف دعاوی کئے۔ اُن میں سے ایک محمد بن نصیر نصیری تھے۔ جن کا دعویٰ تھا کہ میں پیغمبر ہوں اور مجھکو امام علی نقی نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے

ان اصحاب میں سے ایک احمد بن ہلال کرخی تھے۔ اُن کا دعویٰ تھا کہ ابوجعفر امام زمان کے وکیل نہیں ہیں۔ جب بعض شیعوں نے کہا کہ کیا تم امام حسن عسکری کی تصریح کے مطابق ابوجعفر کا وکیل ہونا تسلیم نہیں کرتے تو انھوں نے جواب دیا کہ آنحضرت نے میرے سامنے ابوجعفر کو وکیل ہرگز نہیں بنایا۔

امام حسن عسکری کے ایک اور صحابی ابوطاہر محمد بن علی بن ہلال تھے۔ جنھوں نے ابوجعفر کی وکالت سے انکار کیا اور دعویٰ کیا کہ امام غائب کا سفیر میں ہوں۔ چوتھے صحابی حسین ابن منصور حلاج تھے جنھوں نے ابوجعفر عمری کی وکالت کا انکار کیا اور خود وکیل ہونے کا دعویٰ کیا۔

غرض مسلسل چار اشخاص ۳۲۹ھ تک فرقۂ شیعہ اور امام غائب کے درمیان سفارت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اور دوسرے اصحاب امام حسن عسکری ان کی مخالفت کرتے رہے۔ اور کوشش کرتے رہے کہ لوگ ان کی سفارت کو تسلیم کرلیں۔ اور یہی وہ اصحاب خاص حضرت امام حسن عسکری تھے جنھوں نے عثمان بن سعید عمری کے دعویٰ کی تائید کی تھی۔ اب غالباً اس مضمون کے ناظرین اچھی طرح سمجھ گئے ہونگے کہ ان اصحاب کے تائید کرنے کی وجہ کیا تھی کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ عثمان بن سعید عمری کے زیادہ باوقعت ہونے کی وجہ سے مصلحتاً یہ لوگ خاموش ہو رہے اور موقع کے منتظر رہے۔ جب عثمان کا انتقال ہوگیا تو انھوں نے موقع کو غنیمت جانا۔ اور وہی فائدہ اٹھانا چاہا جو عثمان بن سعید اٹھا رہے تھے اور ان کی تائید مبنی برحقیقت نہ تھی۔

شیعہ علماء امام حسن عسکری کے اصحاب محمد بن نصیر۔ احمد بن ہلال۔ ابوطاہر محمد بن علی اور حسین ابن منصور کو مدعی کاذب سمجھتے ہیں۔ اور عثمان بن سعید ابوجعفر۔ حسین ابن روح۔ اور علی ابوالحسن سمری کو دعویٔ وکالت امام غائب میں صادق سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان صادق اصحاب کے ہاتھ میں بھی امام غائب کے نائب اور سفیر ہونے کا کوئی ناقابلِ تردید ثبوت نہیں ہے کیا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان سب کا دعویٰ باطل ہے۔ نہ کوئی وکیل تھا۔ نہ کوئی امام۔

براہ کرم حضرات علمائے شیعہ اس مسئلہ کو صاف کریں کہ جبکہ امام غائب کے سفیر ہونے کے مدعی حسب ذیل اشخاص ہیں

(۱) والدہ حضرت امام حسن عسکری (۲) جناب حکیمہ (۳) عثمان بن سعید عمری (۴) ابوجعفر عمری (۵) حسین ابن روح (۶) ابوالحسن سمری (۷) احمد بن ہلال کرخی (۸) ابوطاہر محمد بن علی بن ہلال (۹) حسین ابن منصور حلاج۔

ان میں سے صرف آپ کے مسلمہ چار خط کشیدہ اصحاب کے سفیر بین القوم والامام ہونے کا ناقابلِ تردید ثبوت کیا ہے؟

چوتھے نائب ابوالحسن سمری کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو مقتدین نے پوچھا کہ تم ہم کو کس پر چھوڑتے ہو تو انھوں نے جیب سے امام غائب کی آخری وصیت نکالی جس میں لکھا تھا:۔

"اے علی ابن محمد سمری خداوند عالم تیرے دینی بھائیوں کو تیری وفات کی مصیبت میں اجرِ عظیم عطا فرمائے تو چھ روز کے اندر مرجائیگا۔ پس تو تیاری اور وکالت کے بارے میں کسی کے متعلق وصیت نہ کر جو تیری وفات کے بعد تیرا جانشین ہو۔ کیونکہ اب غیبتِ کبریٰ واقع ہوگی۔ پس میرا ظہور نہ ہوگا مگر خدا کی اجازت سے اور یہ ظہور جب ہوگا کہ مدتِ غیبت طولانی ہوجائیگی اور دل

سخت ہو جائینگے۔ اور زمین ظلم وجور سے بھر جائے گی۔ عنقریب میرے کچھ شیعہ میرے دیکھنے کا دعویٰ کرینگے آگاہ رہو کہ جو شخص سفیانی کے خروج اور صدائے آسمانی سے پہلے میرے دیکھنے کا دعویٰ کریگا وہ کذاب اور مفتری ہے۔"

اگر حضرت امام غائب کی مذکورہ بالا آخری وصیت کو غور سے پڑھا جائے تو واضح ہوگا کہ یہ تحریر علمائے علوم علم لدنی حضرت ائمہ طاہرین معصومین کے لب ولہجہ کے بالکل خلاف ہے۔ لکھا ہے کہ اب میرا ظہور اس وقت ہوگا جبکہ دل سخت ہو جائینگے اور زمین ظلم وجور سے بھر جائے گی۔ کیا اس وصیت کے وقت دل سخت نہیں ہو گئے تھے۔ کیا زمین ظلم وجور سے بھری ہوئی نہ تھی۔ ۲۶۰ برس کا زمانہ حضرات معصومین نے انتہائی مظلومیت کے عالم میں بسر کیا تھا اب دلوں کی سختی اور زمین کے ظلم وجور سے پُر ہونے کا عالم دیکھو کہ خود حضرت امام غائب کو اپنے قتل سے خوف کھا کر ایک نامعلوم مدت تک کے لئے غائب ہو جانا پڑا۔ اب تو خدا کے فضل سے کروڑوں شیعہ موجود ہیں۔ رات دن ظہور کی دعائیں مانگتے ہیں اور جان ومال نثار کرنے کو موجود ہیں حتیٰ کہ ایران خالص شیعوں کی حکومت ہے۔ اب ان کو کیا خوف ہے۔ ظہور کا زمانہ تو دراصل وہی زمانہ تھا جس زمانہ کے ظلم وجور سے گھبرا کر آپ کو روپوش ہونا پڑا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ عنقریب میرے کچھ شیعہ میرے دیکھنے کا جھوٹا دعویٰ کرینگے۔ جو لوگ جھوٹا دعویٰ کرینگے کیا ان کے لئے امام "میرے شیعہ" کا لفظ استعمال فرما سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ ارشاد امام ہی نہیں ہے۔ ہمیں اس وصیت کے صحیح یا غلط ہونے میں بھی کچھ اصرار نہیں ہے لیکن اگر اس کو ارشاد امام تسلیم کر لیا جائے تو پھر حضرات علمائے شیعہ کو بحار الانوار سے وہ تمام باب خارج کر دینا چاہئے جو ان لوگوں کے بیانات پر مشتمل ہے جنھوں نے حضرت امام غائب کو راستوں میں۔ گذرگاہوں میں۔ جنگلوں اور بیابانوں میں دیکھا ہے اور اعلان کر دینا چاہئے کہ یہ تمام لوگ جھوٹے ہیں۔ کیونکہ امام اپنی آخری وصیت میں فرماتے ہیں کہ خروج سفیانی سے پہلے جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں نے امام کو دیکھا ہے وہ کذاب اور مفتری ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حجۃ ابن الحسن کی ولادت وامامت وغیبت اور نواب اربعہ کی نیابت کسی معقول شہادت سے ثابت نہیں اور نہ وجود امام دوازدھم کا مسئلہ کسی محکم ومتین بنیاد پر قائم ہے۔ حضرات علمائے شیعہ کی خدمت میں ہماری یہ گذارش ہے کہ وجود امام غائب کو معقول اور مستند روایات واحادیث کی روشنی میں ثابت فرمائیں۔ لیکن ثابت کرتے وقت اپنے مسلمہ حسب ذیل معیار روایات واحادیث کو پیش نظر رکھیں:-

روایات واحادیث کی صحت وعدم صحت کا معیار

وہ خبر جو پیغمبر اسلام یا ائمہ معصومین کے کسی قول یا فعل کا اظہار کرے حدیث کہلاتی ہے۔

(۱) حدیث کے بیان کرنے والے اگر اس قدر کثرت سے ہوں کہ بنی بر کذب اور جعلی حدیث پر ان سب کا متفق ہونا محال ہو تو ایسی حدیث حدیث **متواتر** کہلاتی ہے۔ مثلاً ایک ہزار اشخاص جو وقت واحد میں موجود نہ ہوں اور ایک دوسرے سے آشنا نہ ہوں اگر کوئی حدیث بیان کریں تو یہ حدیث یقیناً صحیح ہوگی اور دلیل قطعی قرار پائے گی۔

(۲) وہ حدیث جس کے بیان کرنے والوں کی تعداد اتنی قلیل ہو کہ کسی جعلی حدیث پر ان کا متفق ہو جانا غالباً محال نہ ہو تو ایسی حدیث **احاد** کہلاتی ہے جو دلیل ظنی قرار پائے گی۔ بجز اس صورت کے کہ کوئی خارجی اور یقینی قرینہ موجود ہو۔ اور علمائے شیعہ اس بات پر متفق ہیں کہ

کر ظنی دلائل اس وقت تک اصولی مسائل میں قابلِ استدلال نہیں جبتک کہ کوئی قرآنی آیت تائید نہ کرے۔

متواتر حدیث بھی اس وقت یقینی اور صحیح قرار پائے گی جبکہ حسب ذیل دو شرطیں پائی جائینگی:۔

(۱) حدیث میں جو مسئلہ بیان کیا گیا ہے وہ محسوس بحواس خمسہ ظاہری ہو۔ مثلاً اگر سو اشخاص یہ خبر دیں کہ انھوں نے رسول یا امام سے یہ سُنا یا یہ کرتے ہوئے دیکھا تو یہ حدیث متواتر ہوگی۔

(۲) سلسلۂ رواۃ اپنے تمام طبقات میں حدِ تواتر تک پہنچتا ہو۔ یعنی سو اشخاص جنھوں نے ایکدوسرے کو نہ دیکھا ہو اور مجلسِ واحد میں حدیث پر متفق نہ ہوئے ہوں ایسے دوسرے سو اشخاص سے کہ وہ بھی مذکورۂ بالا صفات سے متصف ہوں کوئی حدیث بیان کریں اور یہ سو اشخاص ایسے ہی دیگر سو اشخاص سے نقلِ حدیث کریں یہانتک کہ یہ سلسلہ حضرت رسول یا حضراتِ ائمہ تک منتہی ہو جائے تو اس صورت میں تواتر ثابت ہو جائیگا اور ایسی حدیث بالکل یقینی ہوگی۔ لیکن اگر سو آدمی پانچ یا سات آدمیوں سے نقلِ حدیث کر رہے ہیں اور یہ پانچ یا سات اشخاص حضرت رسول سے روایت کریں تو ایسی حدیث متواتر نہ ہوگی۔ کیونکہ پانچ یا سات اشخاص کا کسی جعلی حدیث پر متفق ہو جانا عادتاً محال نہیں ہے۔"

حدیث کی تعریف اور اس کی صحت کا معیار بیان کرنے کے بعد ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا معیار پر جو فرقہ شیعہ کا مسئلہ معیار ہے یہ ثابت کیا جائے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ الصلوٰۃ والسلام کوئی فرزندِ نرینہ رکھتے تھے جو آپ کے بعد آپ کا جانشین قرار پایا۔

بحار الانوار کے صفحات کو بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوگا کہ وجودِ امام دوازدھم کو صرف ایک عورت۔ ایک نامعلوم الاسم کنیز اور ایک غلام کے بے سروپا بیانات کی بنا پر یقینی تسلیم کر لیا گیا ہے۔ حالانکہ ایسے عظیم الشان اصولی مسئلہ کا تصفیہ صرف ایک عورت۔ ایک نامعلوم الاسم کنیز اور ایک غلام کے بیانات سے کر لینا کسی قاعدہ سے جائز نہیں ہے۔

پھر حجتِ خدا کون تھا؟

شیعہ عقیدہ ہے کہ جناب رسالتمآب اور ائمۂ معصومین کی احادیث و روایات کی بنا پر یہ مسئلہ بالکل طے شدہ تھا کہ قائم آل محمدؐ کے عہدہ پر امام حسن عسکری کا فرزند فائز ہوگا۔ لوگوں کی نظروں سے غائب ہوگا۔ اس کی پہلی غیبت کم ہوگی۔ دوسری طولانی ہوگی۔ اگر ایسی کچھ احادیث و روایات ہیں تو ہمیں بھی ان سے انکار نہ ہوگا۔ لیکن ہمیں ان احادیث کی ضرورت ہے جو کم از کم اس معیار کے مطابق ہوں جو ہم نے صفحاتِ ماسبق میں پیش کیا ہے۔ پھر ان احادیث و روایات کو واقعات سے بھی تطبیق دینی ہوگی۔ اگر واقعات نے ان احادیث کا ساتھ نہ دیا تو یہ تمام روایات مبنی بر کذب سمجھی جائینگی۔ واقعات کا جہانتک تعلق ہے اچھی طرح یہ بات ثابت کی جا چکی ہے کہ فرزند امام حسن عسکری علیہ السلام کا وجود امامت۔ غیبت نوابِ اربعہ کی سفارت ہرگز ثابت نہیں ہے۔ اس لئے وہ تمام احادیث و روایات جعلی ہیں جن میں مذکورہ بالا عقائد موجود ہیں اور جو پیغمبر اسلام اور ائمۂ طاہرین سے منسوب ہیں — اگر ایسی احادیث موجود ہیں جو شیعہ عقائد کی تائید کرتی ہیں تو بحار الانوار میں ایسی احادیث و روایات کا ذخیرہ بھی کافی موجود ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعہ عقائد متعلقہ قائم آل محمد پہلے سے طے شدہ نہ تھے۔ پس ان دونوں قسم کی احادیث و روایات کی صحت اور عدمِ صحت کا بہترین معیار صرف واقعات ہی ہو سکتے ہیں اور واقعات کی کسوٹی پر شیعہ عقائد ثابت نہیں ہیں۔ پس

جب واقعات کی کسوٹی نے یہ ثابت کر دیا کہ حضرت امام حسن عسکری کے بعد سلسلہ امامت کا خاتمہ ہو گیا تو اب حضرات شیعہ کی طرف سے ایک اور سوال پیدا ہوا جو اپنی اہمیت کے اعتبار سے نظر انداز کر دینے کے قابل نہیں اور یہ موضوع تشنۂ بحث رہ جائیگا اگر اس سوال کو حل نہیں کیا گیا اور وہ سوال حسب ذیل ہے :-

سوال

مخلوق گناہگار و خطاکار ہے۔ ہادیٔ حقیقی خداوند عالم پر فرض ہے کہ وہ کسی ایسی طاقت کو ہر وقت روئے زمین پر برقرار رکھے جو مخلوق کی رہنمائی کرتی رہے۔ یہ طاقت امام کہلاتی ہے۔ اس لئے زمین وجود امام سے خالی نہیں رہ سکتی۔ اور جب خالی نہیں رہ سکتی تو ثابت ہوا کہ سلسلۂ امامت امام حسن عسکری پر ختم نہیں ہو سکتا۔ آپ کے بعد امام کا رہنا واجب ہے۔ اور یہ امام حجت ابن العسکری کے سوا کوئی نہیں۔ اگر ان کی امامت یا ان کا وجود باطل ہے تو مخالفین پر کسی دوسرے شخص کی امامت کا ثبوت دینا واجب ہے۔

جواب

بیشک یہ سوال ایک اصولی سوال ہے۔ ہمیں یہ تسلیم ہے کہ مخلوق گناہگار و خطاکار ہے۔ اس کی رہنمائی کے لئے ہر وقت ایک رہنما کی ضرورت ہے۔ لیکن ہمیں اس سے اختلاف ہے کہ یہ راہنما صرف امام ہی کے نام سے موسوم ہو۔ امامت صرف ایک اصطلاحی منصب ہے جو صرف دور اسلام کی ایک زبان یا اصطلاح قرار پائی۔ ورنہ اسلام سے پہلے اس لفظ کے وجود سے زمین ہمیشہ خالی رہی ہے۔ ہاں رہنما سے زمین کبھی خالی نہیں رہی۔ اسی لئے حضرات ائمۂ طاہرین نے اس رہنما کا نام حجۃ خدا رکھا ہے۔ جیسا کہ حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "زمین حجت خدا سے کبھی خالی نہیں رہتی۔ یہ حجت خواہ ظاہر و مشہود ہو خواہ خائف و مستور ہو" "حجت خدا" کا لفظ ایک جامع لفظ ہے اور اسمیں شک نہیں کہ حجت الٰہی ہمیشہ موجود رہی ہے۔ مخلوق پر سب سے پہلی حجت کتاب دوسری حجت صاحب کتاب۔ تیسری حجت جانشین صاحب کتاب ہے جو مفسر کتاب ہوتا ہے۔ چوتھی حجت علمائے حق ہیں۔ قرآن مجید سے بھی یہی چاروں حجتیں ثابت ہیں۔ ہر دور اور ہر زمانہ میں یہی چاروں حجتیں رہی ہیں۔ مثلاً دور موسوی میں حضرت موسیٰ حجت تھے۔ ان کے بعد انبیائے بنی اسرائیل اور ان کے بعد علمائے یہود اور ان سب کے ساتھ کتاب تورات حجت تھی۔ چنانچہ قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے۔ انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدیً و نور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ و کانوا علیہ شھداء۔

ترجمہ :- "ہم نے تورات اتاری۔ جو ہدایت اور نور سے معمور تھی۔ خدا کے فرمانبردار انبیائے مرسلین اور ربانیین اور احبار یہودیوں کے ان کتاب کے ذریعہ فیصلے کیا کرتے تھے۔ کیونکہ یہ (انبیاء و ربانی و احبار) کتاب الٰہی کے محافظ اور نگران تھے"

دور عیسوی میں انجیل۔ حضرت مسیح۔ حواریین مسیح حجت تھے اور ان کے بعد علمائے انجیل حجت تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وآتیناہ الانجیل فیہ ھدیً و نور۔ مصدقا لما بین یدیہ من التوراۃ وھدیً و موعظۃ للمتقین ولیحکم اھل الانجیل بما انزل اللہ فیہ۔ یعنی ہم نے مسیح کو انجیل دی جسمیں ہدایت و نور ہے جو مصدق تورات ہے۔

ہدایت اور نصیحت ہے متقین کے لئے۔ اہل انجیل کو ان باتوں کا حکم دینا چاہیے جو انجیل میں خدا نے نازل کی ہیں۔

بس اسی طرح دورِ محمدی میں سب سے بڑی حجت قرآن مجید ہے۔ پھر پیغمبر قرآن۔ اس کے بعد ائمہ اور ان کے بعد علماء قرآن حجت تھے۔ اس مقام پر شاید شبہ ہو کہ علمائے قوم حجتِ الٰہی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ معصوم نہیں اور حجتِ الٰہی کو معصوم ہونا چاہیئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابھی آپ نے علمائے یہود و علمائے انجیل کے متعلق قرآن مجید کا فیصلہ پڑھ لیا ہے۔ کتاب الٰہی فرماتی ہے کہ خدا نے علمائے یہود اور علمائے انجیل کو فیصلے کا حق دیا تھا۔ لہٰذا ان کا فیصلہ معصوم تھا۔ اسی طرح دور اسلام میں بھی ہوا۔ جناب رسالتمآب نے علم کتاب ائمہ طاہرین تک پہنچایا اور ائمہ طاہرین سے علم قرآن علمائے اسلام کی جانب منتقل ہوا۔ آج قرآن کی کوئی ایسی آیت نہ ملیگی جس کی تفسیر کتبِ تفاسیر میں نہ ہو اور غالباً یہی وجہ ہے کہ علمائے شیعہ اپنے لئے حدیث رسول علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل پیش کیا کرتے ہیں۔ پس جبکہ حضرات علماء کے پاس ایک ایسی عمدہ سند موجود ہے جس کی رو سے وہ انبیائے بنی اسرائیل کے مساوی قرار پاتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ اگر وہ حدودِ الٰہی کے ماتحت رہ کر ہدایت کریں تو ان کا فیصلہ معصوم نہ ہو۔ لہٰذا حضرت امام حسن عسکری کی وفات کے بعد جو علماء حدودِ الٰہیہ قرآن اور تفاسیر ائمہ طاہرین کے مطابق قومی مسائل کا حل کرتے رہے وہی علمائے حق تھے اور وہی حجتِ الٰہی تھے اور ان کا فیصلہ معصوم تھا۔ چنانچہ بارہویں اور تیرھویں صدی کے درمیانی زمانہ میں ہم کو شیعہ علماء میں سے دو بڑی تاریخی ہستیاں ملتی ہیں۔ جنہوں نے اپنے زمانہ کی ان تعلیمات کے خلاف سخت آواز اٹھائی جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ ائمہ طاہرین کے خلاف مسلمانوں میں عموماً اور شیعوں میں خصوصاً پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ دو تاریخی ہستیاں شیخ احمد احسائی اور علامہ سید کاظم رشتی کے نام سے مشہور ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت امام حسن عسکری کے بعد حضرت امام غائب کے مشکلات سے لبریز عقیدہ کو تسلیم کئے بغیر بھی مخلوق علمائے برحق کے معصوم فیصلہ سے محروم نہیں رہی۔ اگر اب بھی تشفی نہ ہوئی ہو اور شیعہ علماء ہم سے یہ مطالبہ کریں کہ چونکہ علماء معصوم نہیں ہیں اس لئے امام حسن عسکری کے بعد ہر زمانہ میں ایک ایسے معصوم شخص کو ثابت کرو جو منصوص من اللہ والرسول ہو تو ہم عرض کرینگے کہ آپ مسیح کی وفات سے حضرت رسول اکرم کے زمانہ تک ایسے اشخاص کو ثابت فرمائیں جو منصوص من اللہ اور منصوص من الرسول ہوں۔ اس کے جواب میں آپ جو کچھ ارشاد فرمائیں وہی ہماری طرف سے بھی سمجھ لیں۔

آپ بھی کیوں نہ سچیں؟

ہمارا دین ہمارے لئے بہت اچھا ہے۔ ہم ایک نیا مذہب کیوں اختیار کریں؟

ہمارے دینی تعلیم دینے والے مذہبی پیشوا ہمارے لئے اور سب سے اچھے تھے۔ ہم کسی نئے تعلیم دینے والے یا مذہبی پیشوا کی پیروی کیوں کریں اور ایک نئے پیغمبر کو کیوں مانیں؟

وہ کون سی نئی تعلیم ہے جو حضرت بہاء اللہ نے دی ہے؟

حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات میں ہمیں کوئی بات نئی نہیں دکھائی دیتی۔ یہ تو سب وہی تعلیمات ہیں جنھیں ہم پہلے سے مانتے چلے آرہے ہیں۔

محفل روحانی بہائیان کراچی نے ۹-۱۰- اور ۱۱ نومبر ۱۹۴۲ء کو کراچی میں ایک کنفرانس مذاہب منعقد کی تھی۔ ۱۲ نومبر کو ہر سال حضرت بہاء اللہ کی پیدائش کی یادگار میں ایک جلسۂ عام اور ضیافت بھی کیا کرتے ہیں۔ اس کانفرنس میں ہر مذہب کے نمائندوں کو دعوت دی تھی کہ اپنے اپنے مذہب کی تعلیمات پیش کریں۔ چنانچہ پہلے دو دن سناتن دھرم آریہ سماج۔ سکھ۔ سہودی۔ زردشتی۔ عیسائی نمائندوں نے اپنی اپنی مذہبی تعلیمات پیش کیں اور ساتھ ہی ساتھ کچھ تھوڑے سے بیان کے اختلاف سے وہ سوال اور خیال بیان کئے جن کو اس مضمون کے شروع میں درج کردیا ہے۔ محفل روحانی بہائیان کراچی کی درخواست پر محفل ملی بہائیان ہندوستان نے راقم الحروف کو بہائی نمایندگی کے لئے انتخاب کیا تھا۔ اس کے لئے تیسرا دن مقرر تھا۔ اور اسی دن مسلمان نمائندہ بھی اپنا لکچر دینے والا تھا۔ چنانچہ میں نے مناسب سمجھا کہ ان سوالوں کا جواب کانفرنس کے سامنے پیش کروں۔ اور سوال وجواب چھپوا کر جلسہ میں تقسیم بھی کرا دیئے تھے۔ اس ورق کا ترجمہ مختصر تفسیر کے ساتھ ناظرین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

ان ضروری مسئلوں پر خوب غور کیجئے

سوال:- ہمارا دین ہمارے لئے بہت اچھا ہے۔ ہم ایک نیا مذہب کیوں اختیار کریں۔

جواب:- دنیا میں بے شمار سچائیاں اور حقائق ایسے ہیں جن کو سال بسال نت نئے رنگ میں پیش کیا جا رہا ہے اور ہر دفعہ کوئی پرانی بات کسی نئے رنگ میں پیش کی جاتی ہے تو کوئی نہ کوئی نیا فائدہ اور نیا پہلو ایسا روشن ہو جاتا ہے جو پرانے طرز بیان سے

روشن نہ تھا۔ اور اس نئے پہلو کے روشن ہو جانے کی وجہ سے بیسیوں اور پہلو نکل آتے ہیں۔ تو کیا اس فائدہ کے باوجود نئے رنگ کو اس لئے الگ چھوڑ دینا چاہیئے کہ پرانے رنگ سے اتنے نہ سہی مگر پھر بھی ابھی کچھ نہ کچھ تو کام چلتا ہی ہے۔ اگر ڈاکٹری زراعت۔ شاعری فلسفہ۔ انجینری وغیرہ سب میں نئے رنگ کو قبول کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے سے دنیا اس لئے انکار کرتے کہ وہی پرانی بات ایک نئے رنگ میں بیان کی جا رہی ہے تو کیا دنیا میں کوئی ترقی ممکن ہے اور کیا ترقی کے معنی یہی نہیں ہیں کہ پرانی بات کسی ایسے نئے رنگ میں کی جا رہی ہے جو زیادہ مفید ہے؟

سوال:۔ ہمارے دینی تعلیم دینے والے مذہبی پیشوا ہمارے لئے اور سب پیشواؤں سے اچھے تھے۔ ہم کسی نئے تعلیم دینے والے یا مذہبی پیشوا کی پیروی کیوں کریں؟ اور ایک نئے پیغمبر کو کیوں مانیں؟

جواب (۱):۔ ایسا کون سا پیغمبر ہے جو صرف اپنے ماننے والوں کو تعلیم دینے آیا تھا؟ کیا حضرت موسیٰ کے ماننے والے یہودی پہلے سے موجود تھے؟ یا جب حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد رسول اللہ کو پیغمبری ملی تو ان کو ماننے والے ہزاروں بلکہ لاکھوں پہلے سے موجود تھے؟ کیا حضرت زردشت، زردشتیوں کو تعلیم دینے کے لئے آئے تھے یا حضرت عیسیٰ نے حضرت موسیٰ کے ماننے والوں کو تعلیم دی اور ان میں سے عیسائی بنے۔ حضرت محمد نے عیسائیوں اور یہودیوں میں سے مسلمان بنائے اور حضرت زردشت نے اپنے سے پہلے پیغمبر کے ماننے والوں میں سے زردشتی پیدا کئے۔ غرضیکہ ان میں سے ہر بعد میں آنے والے پیغمبر نے اپنے سے پہلے گذرنے والے پیغمبر کے ماننے والوں کو تعلیم دی۔ اور ان میں سے اپنی اُمت چُنی۔

جواب ۲:۔ کیا کوئی بھی پیغمبر ایسا گذرا ہے جس نے یہ تعلیم دی ہو کہ میرے بعد جو پیغمبر مجھے سچا اور میری تعلیم کو اچھا اور خدا کی طرف سے بتا کر میری تعلیم جیسی تعلیم دے اسے ہرگز نہ ماننا؟ کیا ہر پیغمبر نے اپنے بعد آنیوالے پیغمبر کی پیشگوئی نہیں کی ہے اور اپنے ماننے والوں سے تاکید نہیں کی ہے؟ کہ جب وہ آئے تو اُسے ضرور ماننا۔

جواب ۳:۔ کیا حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد رسول اللہ نے اُن لوگوں کو سخت سُست اور بُرا بھلا نہیں کہا ہے۔ جنھوں نے ان پیغمبروں کو اُن کی زندگی میں ماننے اور اُن کی تعلیم پر عمل کرنے سے انکار کیا؟ یا یہ کہا کہ تم سے پہلے جس پیغمبر کو خدا نے بھیجا تھا وہ خدا کا آخری پیغمبر تھا۔ اس کے بعد اب خدا کسی پیغمبر نہیں بنائے گا۔ اب اگر کوئی خدا کی طرف سے آئے گا تو وہ گذشتہ پیغمبر کے برابر نہیں بلکہ اس سے چھوٹا اور اسی کے دین کو پھیلانے والا ہوگا۔ جو لوگ یہ بہانے بنا کر پیغمبروں کو اُن کی زندگی میں ماننے سے انکار کرتے ہیں اُن کو جب ہر پیغمبر نے بُرا بھلا کہا ہے تو پھر آج ہم کیسے سوال کر سکتے ہیں کہ نئے پیغمبر کو کیوں مانیں؟

سوال:۔ وہ کون سی نئی تعلیم ہے جو حضرت بہاء اللہ نے دی ہے؟ ہمیں تو کوئی بات نئی نہیں دکھائی دیتی؛ ہم تو پہلے سے ہی ان تعلیمات کو مانتے ہیں!!

جواب (۱):۔ کیا جتنے پیغمبر حضرت بہاء اللہ سے پہلے گذرے ہیں۔ ان سب کی بنیادی تعلیم ایک نہیں ہے؟ کیا سب پیغمبروں کی تعلیم

درحقیقت ایک ہی نہیں ہے ؟ اگر سب کی تعلیم ایک ہے تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم سب پیغمبروں میں سے صرف ایک آدھ کو چھانٹ لیں اور باقی کو یا کسی ایک کو ماننے سے انکار کریں ؟ بعض مذہب والے ہیں جو سینکڑوں پیغمبروں کو خاص اپنا پیغمبر مانتے ہیں اور بعض صرف ایک یا دو پیغمبروں کو۔ ان دونوں جماعتوں میں سے کس جماعت کو اپنی میراث پر فخر کرنے کا زیادہ حق ہے۔ اس کو جو سینکڑوں پیغمبروں کی دانائی اور تعلیم کی وارث ہے یا جو صرف ایک آدھ پیغمبر کی شاگرد ہے ؟ کیا یہ واقعہ نہیں کہ ایک آدھ پیغمبر کی شاگرد جماعت اس سے حسد رکھتی ہے جو سینکڑوں پیغمبروں کی تعلیم کی وارث ہے ؟ کیا اسی لئے وہ اس دوسری جماعت کے ذریعہ خواہ بصورتِ نیابت ہی کیوں نہ ہو اُس میراث کی بھی وارث ہونا چاہتی ہے ؟ کیا یہی وجہ تو نہیں ہے کہ عیسائی توریت و زبور اور دوسری کتابوں کو جو پرانے عہدنامے کے نام سے مشہور ہیں اپنا بتاتے ہیں اور حضرت آدم سے لے کر حضرت خاتم تک تمام پیغمبروں کو مسلمان اپنا پیغمبر بتاتے ہیں ؟

اگر اپنے پیغمبر سے پہلے آنیوالے پیغمبروں اور اُن کی تعلیم کو سچا اور اچھا بتانا ٹھیک ہے اور فخر کی بات ہے تو پھر یہودی کیوں نہ حضرت عیسیٰ حضرت محمد حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کو سچا مانیں اور اچھا بتائیں اور عیسائی۔ مسلمان۔ زردشتی ہندو۔ بدھ کیوں نہ اس طریقہ کو اختیار کریں۔

جواب (۲)۔ کیا ایسا بھی کوئی دین ہے جس نے یہ تعلیم دی ہو کہ نیک خیال، نیک گفتار، اور نیک کردار، مذہبی زندگی کا جوہر اور اصل بنیاد نہیں ہیں ؟

جواب (۳)۔ کیا اس شخص کو اچھا دیندار مانا جا سکتا ہے جس کے خیال اور قول و فعل کا نتیجہ اچھا نہ نکلے ؟

اس مضمون کے پڑھنے والوں سے بھی اب میں وہی درخواست کرتا ہوں جو میں نے کراچی کی مذہبی کانفرنس میں اپنی تقریر سننے والوں سے کی تھی کہ آپ اِن سوال اور جواب پر پورے غور کے ساتھ سوچیں اور اپنے وسیع مطالعہ اور گہرے مذہبی تجربہ سے اُن کا حل ڈھونڈھ نکالیں۔ اس کے لئے اگر آپ خدا سے بھی دعا کریں اور صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مدد مانگیں تو وہ ضرور آپ کی مدد کریگا۔ ساتھ ہی آپ کو اس کا ایک ثبوت ذاتی تجربہ کی بنا پر بھی ملجائیگا کہ خدا اپنے بندوں سے تعلق رکھتا ہے اور دل سے جو دعا کی جائے اُسے سنتا ہی نہیں بلکہ جواب بھی دیتا ہے۔

اب ذرا اس نکتہ کی طرف بھی توجہ کیجئے :۔

دین ایک جاری سلسلہ ہے خدا ایک پوری کتاب لکھ رہا ہے۔ ہر دین اس کتاب کی ایک فصل ہے۔ ہر پیغمبر اس کی قلم تحریر ہے۔ ہر فصل کا پڑھنے والا بعد والی فصل کو پڑھنے اور سمجھنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ ہر بعد والی فصل اُس خیال اور نقشے کو جو اس سے پہلے والی فصل میں بیان کیا گیا تھا ایک منزل آگے بڑھاتی ہے۔ ان میں سے ہر فصل بھی ہے اور کتاب کے مصنف کا مقصد بتاتی ہے بشرطیکہ سب فصلوں کو ایک دوسرے کی روشنی میں پڑھا جائے لیکن اگر کسی فصل اسکی اگلی اور پچھلی فصلوں سے جدا کر دیا جائے تو وہ معنی خبط ہو جاتے ہیں جو مصنف نے اس فصل میں خود رکھے تھے اور اسکے مقصد کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ مثلاً کسی فصل میں بیان کیا ہے کہ جدا جدا افراد کی تربیت کیونکر کی جائے۔ کسی اور فصل میں ہے کہ پوری قوم کی تربیت اور تنظیم کیونکر ہو۔ آج حضرت بہاء اللہ کی قلم اعلیٰ وہ دستور العمل بیان کرتی ہے جسکی رو سے تمام مختلف اور متعدد اقوام کی شیرازہ بندی کر کے عالم انسانی کو ایک انجمن واحد کی صورت میں منظم اور مرتب کیا جا سکتا ہے۔

والسلام

(حشمت عبدالبہاء)

قسمت فارسی

برخی از نصائح مرکز عہد و میثاق

در لزوم حفظ مراتب میفرماید:-

باید حفظ مراتب نمود و قانون وجودی و ما منا الا لہ مقام معلوم را مراعات کرد۔ اصاغر باید رعایت و احترام اکابر کنند و اکابر باید عنایت و مہربانی در حق اصاغر نمایند جوانان باید خدمت و حرمت پیران نمایند و پیران باید محافظت و رعایت جوانان نمایند این حقوق متبادلہ است نہ چنان باشد کہ ہر کس خودرای و مستقل الفکر باشد۔

در لزوم اطاعت و انقیاد میفرماید

حضرات محللہ ایادی علیہم بہاء اللہ ہرگاہ در مجلس قراری بفرمایند کل باید اطاعت و انقیاد نمایند و در کمال سرور و رضا مجری دارند زیرا این اطاعت فرض و واجب است ہر نفسی وحدہ پی بعواقب امور نبرد آنچہ الیوم لازم است نداند و رأی مصیب ندارد اگر چنین باشد کہ مختار مطلق باشد و ہر چہ پسندیدہ بیند مجری دارد بکلی شیرازۂ امور از ہم در رود و امور مختل گردد۔ و پریشانی صوری و معنوی دست دہد۔

در لزوم اطاعت محفل میفرماید

لہذا باید کہ ہر یک از احباب تصوری نماید و امر مہمی بخاطر آرد مراجعت بمجلس حضور حضرات ایادی علیہم بہاء اللہ و ثنۂ و عزۂ و علاۂ نماید ہرگاہ حضرات ایادی تجویز نمودند معمول دارد و الا فلا۔ ص ۳۷۰ تا ۳۷۳

فقرۂ از کتاب اللہ کہ مدل بر آنست

یا حزب اللہ علمای راشدین کہ بہدایت عباد مشغولند و از وساوس نفس امارہ مصئون و محفوظ ایشان از انجم سماء عرفان نزد مقصود عالمیان محسوب احترام ایشان لازم ایشانند عیون جاریہ و انجم مضیئہ و اشجار سدرۂ مبارکہ و آثار قدرت الہیہ و بحور حکمت صمدانیہ طوبی لمن تمسک بہم انہ من الفائزین فی کتاب اللہ رب العرش العظیم البہاء من لدی اللہ رب العرش و الثری علیکم یا اہل البہاء و اصحاب السفینۃ الحمراء و علی الذین سمعوا نداءکم الاعلی و عملوا بما امروا فی ہذا اللوح العزیز البدیع۔ ص ۳۷۳

در لزوم مشورت میفرماید

ای جمع در امور کلی و جزئی انسان باید مشورت نماید تا بآنچہ موافق است اطلاع یابد شور سبب تبصر در امور است و تعمق در مسائل مجہول انوار حقیقت از رشحات اہل مشورت طالع گردد و معین حیات در چمنستان حقیقت انسان جاری گردد۔ انوار عزت قدیمہ بتابد و سدرۂ وجود باثمار بدیعہ مزین شود ولی باید اعضای مشورت در نہایت محبت و الفت و صداقت با یکدیگر باشند اصول شور از اعظم اساس الہی و باید افراد ملت در امور عادیہ نیز شور نمایند ص ۳۶۹

ع ع

در لزوم اتحاد میفرماید

درخصوص اتحاد مرقوم شد این امر اساس دین الله است واگر این محکم نگردد عاقبت بنیان کلی برافتد وکل نفوس در خسران مبین افتند در این خصوص جهد بلیغ وسعی شدید نمائید که الزم امور است زیرا کارهای بزرگ درپیش است وعدم اتحاد ایادی وعدم الفت دوستان باکدیگر مانع وحائل گشته واگر چنین بماند وقت از دست خواهد رفت ومن بعد ثمری ننماید وسبب ندامت وپشیمانی کل گردد ونذالت عموم را احاطه نماید زود تدارک این کار را بنمائید

۴۹۵

در لزوم مدح وستایش یکدیگر

امر جمال قدم روحی لاحبائه الفداء عبارت از حقیقت محبت است وسبب اتحاد والفت تا کل امواج یک بحر گردند ونجوم باهرهٔ اوج نامتناهی یک فلک لئالی اصداف توحید گردند. و جواهر متلئلئهٔ معدن تفرید بندهٔ یکدیگر گردند ونیائش وستائش وپرستش همدیگر کنند زبان بمدح وستائش هریک از احباء بکشایند ونهایت شکرانه را از یکدیگر نمایند نظر بافق عزت کنند وبانتساب آستان مقدس جز خیر یکدیگر نه بینند وجز نعت یکدیگر نشنوند وبجز مدح وستائش یکدیگر کلمه بر لسان نرانند

(صفحه ۴۳۸)

در لزوم جلوگیری از عیب جوئی میفرماید

ای یاران الهی اگر نفسی غیبت نفسی نماید این واضح ومشهود است که ثمری جز خمودت وجمودت نیارد. اسباب تفریق است واعظم وسیلهٔ تشتیت اگر چنانچه نفسی غیبت دیگری کند مستمعین باید درکمال روحانیت وبشاشت اورا منع کنند که از این غیبت چه ثمری وچه فائده ای آیا سبب رضایت جمال مبارک است یا علت عزت ابدیهٔ احبای الهی آیا سبب ترویج دین الله است ویا علت تثبیت میثاق الله نفسی مستفید گردد ویا شخصی مستفیض لا والله بلکه چنان غبار بر قلوب نشیند که دیگر نه بگوش شنود ونه بچشم حقیقت را ببیند.

۴۹۱

در مدح ستائش میفرماید

ولی اگر نفسی بستائش دیگری پردازد وبمدح وثنا لسان بکشاید مستمعین بروح وریحان آیند وبنفحات الله مهتز گردند قلوب را فرح وسرور آید وارواح را بشارت احاطه کند که الحمدلله در ظل کلمهٔ الهی نفسی پیدا شده که مرکز فضائل وفضائل عالم انسانی است ومظهر عواطف والطاف حضرت رحمانی رخ روشن دارد وزبانی ناطق. در هر انجمن روحی پرفتوح دارد وجانی مؤید بنفحات حضرت رحمن. حال کدام یک خوشتر وولکشتر. ع ع

(صفحه ۴۴۲)

مجلدی از الواح مبارک حضرت عبدالبهاء که کاتب بسیار خوشخطی در ایران نوشته ونزد آقای دکتور خلیل فرشچی بود از ایشان گرفته زیارت وبعضی الواح آنرا سواد برداشتم چون جناب دکتور در شرف حرکت وسافرت از دهلی بودند سواد را بالمجله با اصل کتاب مقابله کرده ام لهذا نظر بمزید احتیاط صفحات کتاب را یادداشت نموده ایم واز مشارالیه تمنا دارم اگر اشتباهی یافتند بنده را آگاه نمایند تا اصلاح شود.

چون سال نود ونهم تقویم بیانی نزدیک بپایان رسیده ونقطه کمال صدهٔ اول بیانی باقیمانده لهذا برطبق اذن صریح در صحایای سابق مرکز عهد وميثاق الهی بعنوان یاد آوری در این شماره پیام مبر عرض شد. امید وارم مورد استفادهٔ عموم واقع گردد (صحت)

مُژدہ باد مُژدہ باد مُژدہ باد

اوّلین معبد بہائی در مغرب زمین کہ از حیث ساختمان و قشنگی نیز از اوّلین عمارت قرنِ اوّل بہائی بشمار میرود و سنگِ اوّلین پایۂ آن در سنہ ۱۹۱۲ء بدست حضرت عبدالبہاء بشرحِ ذیل کہ از قلمِ مرحوم مرزا محمود زرقانی در صفحہ ۶۴ کتاب جلد اوّل بدائع الآثار نوشتہ است گذاشتہ شدہ است در این سنہ موجب تلگراف واصلہ از حضورِ مبارک حضرت ولیِ امر اللہ ارواحنا فداہ اتمام و اکمال یافتہ است۔

مرزا محمود زرقانی در کتاب بدائع الآثار جلد اوّل در صفحہ ۶۳ و ۶۴ میفرماید:-

"روز ۱۴ جمادی الاولیٰ (اوّل ماہ مایو سنہ ۱۹۱۲ء) صبح در حالتیکہ سوادِ بعضی از عماراتِ شہر و فضای باغ مقابل را از درب بالاخانہ ملاحظہ می فرمودند شرحی از ایّامِ اوائلِ سجنِ اعظم و مصائبِ جمالِ قدم بیان می نمودند تا آنکہ آمد و شدِ احباب شروع شد و تلگرافِ بشارت و نصرتِ جمالِ ابہیٰ بمجامعِ شرق از قلمِ اطہر صدور یافت پس بگفتگو و اظہار عنایت با حبّا پرداختند و ساعتی بعد بزمینِ مشرق الاذکار بیرونِ شہر کہ برای این بنائے عظیم خریدہ شدہ بود عازم شدند و آنروز احباب جمیع در آنجا مجتمع بودند و خیمہ برای محفلِ لقاء و تشرّفِ احبّاء زدہ بودند

اوّل سوائح دورِ آنزمین گردشی فرمودند وحدود را ملاحظہ نمودند بعد زیرِ خیمہ ایستادند وجمعیتِ احبا ہمہ حلقہ طائف ومتوجہ وجہِ انور بودند در آنحالت نطقی فصیح در قوّۃ خارق العادۃ امر حضرت بہاء اللہ واجتماعِ نفوسِ شرق وغرب در ظلِّ کلمۃ اللہ وذکر مشرق الاذکار عشق آباد وامریکا فرمودند وبعد بمحلِّ سنگِ بنا تشریف بردند وامۃ اللہ مس ملز آلتی از طلا کہ بجہت آنروز از پیش ساختہ بود تقدیم نمود کہ با آن آلت اوّل بدستِ مبارک جای سنگِ بنا را کندند بعد ملتزمین رکاب مبارک یک یک بحفر زمین مشغول ومفتخر گشتند آنگاہ وکلای مجامع امریکا را حسب الامر صلا زدند وہر یک تیشۂ زد وخاکِ پاکی برداشت بعد از قبل احبای شرق نفوسی را نیابت عنایت فرمودند کہ ہر یک بالنّیابہ از جمعی بخدمت مفتخر آمد منجملہ مہتر اردشیر بہرام سروش از قبلِ احبای پارسیان جناب سیّد اسد اللہ از قبل دوستانِ فرقانیان جناب دکتور ضیاء بالنّیابہ از دوستانِ عرب وامۃ اللہ قدسیہ خانم اشرف ایرانی از قبل اماء اللہ شرق ہر یک بحفر مشغول چون نیابت کل باتمام رسید سنگِ مبنا را بدستِ مبارک گذاردند پس از ان یک یک احبا را نوازش فرمودند حرکت کردند ولی اکثر احباب آنروز در آنجا ماندند وناہار را در زیرِ خیمہ صرف نمودند امّا عصر در تالار ہوتل پلیز امحفلی از احبا خیلی آراستہ ونطق مبارک در خصوص کمالاتِ روح ومدنیتِ الٰہی بود وقبل وبعد مجلس ہم متصل احبا واغیار مشرف می شدند ودر اطاق مبارک بسوال وجواب مشغول ومشعوف بودند ؛

دلائل حقانیت حضرت بہاءاللہ عزاسمہ

(از اثر طبع جناب مولوی عبداللہ وکیل کشمیری)

شاہِ ابہا دلبرِ ما طلعتِ پروردگار
حجّتِ آیاتِ یزدان از وجودش آشکار

اوّلین حجّت ندایش در زمین و آسمان
دعوتِ حق شد مسلّم از برائے کردگار

استقامت در سبیلِ ادّعا اندر بلا
ایستادن نزدِ اعدا درمیان کارزار

آیتِ باقی کتاب اللہ بدستش ہمچو سیف
دافعِ اوہام و ظلمت چون خورِ نصف النہار

گرچہ قرآن ہست فرقان از برای ہر بصیر
اقدس و الواح روشن کرد چشمِ روزگار

حاکمِ حکمِ سماوی واضعِ دینِ بدیع ،
کس نباشد جز خدای قادر ذوالاقتدار

امّتِ نو کرد پیدا در جہاں بس جان نثار
خالقیت شد عیان از خالقِ ذوالاختیار

بر زمین در خلق استقرارِ دینِ مستقل
دینِ حق را حجّتی باشد بزرگ و استوار

ہست اعجاز و کرامت ہا اگر برہانِ حق
معجزاتِ او ببیں چون بحرِ ناپیدا کنار

لوحِ ناپلیون و برلین و رئیسِ نامور
لوحِ ایران لوحِ برہان حالِ رقشا یادآر

الغرض در ذاتِ پاکِ شاہِ ابہےٰ سربسر
ہر دلیل و حجّت آمد مستقیم و پائیدار

تا عیان گردد بعالم قدرتِ بازوئے حق
منکرِ یزدان نیابد از خدا راہِ فرار

ذاتِ حق لایدرک و لایوصف آمد در ازل — شاہِ الٰہی مطلع آن شمس غیب بر قرار
یفعل اللہ مایشا ہم بحکم است از مایرید — حکمران در ہیکلِ انسان و بر ابرے سوار
یک تنہ بے برگ و ساماں در جہانِ پُر خطر — بانیِ دینِ الٰہی مالک روزِ شمار
ہر کہ شد محروم از عرفانِ این شمس الضحیٰ — کبر و نخوت شد حجابش چون شبِ یلدای نار
منکرِ دینِ بہا تکذیبِ قرآن می کند — دور ماند زین حماقت عاقلِ پرہیزگار
من کہ رہ بردم بسوی گلشنِ امرِ بہا — یافتم ایمان و ایقان از صداقت گوشدار

ہست عبدالبہاء عبدِ آستانت یا بہاء!
بی بضاعت آمدم اوبر درت امیدوار

تقویم بدیع بہائی

در این سنہ با وجود قلتِ وسائلِ طبع و چیزہای لازمہ باز ہم لجنہ مطبوعات و نشریاتِ بہائی از فضل و عنایتِ الٰہی از خدمت باز نماند امسال ہم بطبع دو رقم تقویم دیواری یکی با حروفِ فارسی و دیگری انگلیسی کہ بر تختہ بر ست مزینہ لیکن مشرق الاذکار شیکاغو امریکا است موفق گشتہ قیمت انگلیسی شصت آنہ و فارسی چہار آنہ بدون پست

آدرس:- کتب خانہ ملی بہائی ہال کراچی

ماہنامہ

پیام دہلی

جلد چہارم | اپریل سنہ ۱۹۴۳ء | شمارہ چہارم

مُناجاتِ عید رضوان

ھُوَالاقدس الابھیٰ

وہ پاک تر روشن تر ہے

سبحانك یا ربنا الرحمٰن ھذا یوم من ایام عیدك الذی سمیتہٗ بالرضوان واظھرت فیہ

تو پاک ہے اے ہمارے پروردگار مہربان! آج تیری عید رضوان کے دنوں میں سے ایک دن ہے۔ تو نے اس میں تمام زمین و آسمان والوں پر

سلطانك علیٰ من فی ارضك وسماءك بعد الذی کل قاموا علیٰ ضرّك واطفاء نورك وفیہ اشرقت شمس امرك

اپنی سلطنت کا نیا ظہور فرمایا جبکہ سب لوگ تجھے ضرر پہنچانے اور تیری روشنی کو بجھانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اور اسی دن تیرا

من افق الغیب علیٰ من فی الغیب والشھود اسألك یا الٰھی بہ وبالذی جعلتہٗ مشرق وحیك ومطلع الھامك

آفتاب احدیت افق غیب سے تمام غیب شہود والوں پر نمودار ہوا۔ یا الٰہی! میں اس دن کا اور اس کا واسطہ دے کر جسے تو نے اپنا مشرقِ وحی اور مطلع الہام

بان تقدر لاحبائك خیر الدنیا والاخرۃ وتجعلھم من الذین لا یشغلھم ما سواك عن ذکرك وثنائك

بنایا ہے تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنے احباب کے لئے دنیا اور آخرت کی بھلائی مقدر فرمادے اور انھیں ان لوگوں میں داخل کر جنھیں جہان بھر کی کوئی

قوۃ قلوبھم علیٰ شانٍ لا یخوفھم اقتدار الذین کفروا بك وبایاتك ایرب انر ابصارھم بنور معرفتك

چیز تیرے ذکر و ثنا سے غافل نہیں کرسکتی۔ پھر ان کے دلوں کو ایسا قوی بنادے کہ تیری ذات و آیات کے منکروں کی قوت و قدرت انھیں ذرا بھی نہ ڈرا سکے۔

وقلوبھم بسماء وجھك ثم اجعل افئدتھم وانفسھم متحدۃ لیتحد باتحادھم اھل مملکتك

اے میرے پروردگار! ان کی آنکھوں کو اپنے نورِ معرفت سے اور ان کے دلوں کو اپنے چہرے کی روشنی سے منور فرمادے۔ پھر ان کے دلوں اور جانوں کو ایسا متحد

انك انت المقتدر علیٰ من فی ملکوت امرك وخلقك انك انت العزیز الکریم

فرمادے کہ ان کے اتحاد سے تیری مملکت کے باشندے متحد ہو جائیں۔ یقیناً تو اپنے امر و خلق کی ملکوت میں رہنے والوں پر پورا اقتدار رکھتا ہے۔ بیشک تو

والحمد لك یا الٰہ العالمین

غالب کریم ہے۔ سب تعریف تیرے ہی لئے ہے اے تمام جہانوں کے معبود!

تبلیغ و مبلّغ

امرِ حق لوگوں تک پہنچانا بزرگترین عمل ہے۔ سب سے اوّل خداوند عالم خود تبلیغ کرتا ہے اور اپنے مامور و مرسل کو اپنا حکم پہنچاتا اور سمجھاتا ہے۔ مرسل الٰہی کا دل پاک صاف آئینہ ہوتا ہے۔ وہ فوراً امر اللہ کو قبول کر لیتا ہے اور دوسرے بندوں کو اس امر کی تبلیغ شروع کرتا ہے

جب پاک دل انسان ندائے حق سنتے ہیں شوق سے لبیک کہتے ہیں اور دوسروں کو تبلیغ کرنے لگتے ہیں۔ سرزمین تبلیغ حق کی صداؤں سے گونج اٹھتی ہے۔ تبلیغ کرنے والوں کو خداوند عالم ابدی عزت کا تاج پہناتا ہے۔ مبلغینِ حق ساقی کوثر ہوتے ہیں جن کے ہاتھوں بندگانِ خدا جامِ حقیقت پیتے ہیں۔

آج دینِ خداوندی میں ہر شخص تبلیغ کرنے کے لئے مامور ہے سب پر فرض ہے کہ وہ امر اللہ کی تبلیغ کریں اور خدائی تعلیمات سب کو پہنچا دیں۔ ہر حالت میں تبلیغ پر کمربستہ رہیں اور یقین رکھیں کہ افقِ الٰہی سے تائیدات نازل ہونگی۔ ملأِ اعلیٰ کے لشکر مدد کریں گے۔

تبلیغ امر اللہ میں شجاعت و استقامت بہترین جوہرِ انسانیت ہے ایسی دلی قوت سے تبلیغ کرنی چاہئے کہ مضطرب اور متزلزل قلوب مطمئن و مستقیم ہو جائیں۔ افسردگی تازگی سے بدل جائے اور بوسیدہ ہڈیوں میں جان پڑ جائے۔ امر اللہ کا پیغام مردوں کو جلا دینے والا صور ہے۔ زبان و بیان اور اعمال و اخلاق سب ہی سے تبلیغ ہونی چاہئے۔ قلبی جذبات اور دلائل و تبیانات باہم مل کر تبلیغ کریں۔ قدرت نے ہر کام کے لئے ایک ذریعہ مقرر کیا ہے۔ جیسے ہاتھوں اور اوزاروں سے مکان تعمیر کئے جاتے ہیں پر حکمت بیان سے دلوں کے محل بنائے جاتے ہیں۔ قوتِ بیان کے لشکروں سے دلوں کی بستیاں فتح کی جاتی ہیں۔ مبلغ کی نظر ہمیشہ افقِ اعلیٰ کی طرف متوجہ رہے۔ غیر اللہ کو مشتِ خاک سمجھے۔ اپنے ظاہر و باطن کو تمام منہیات سے پاک و پاکیزہ رکھے۔ اس کے سر پر بے نیازی کا تاج ہو اور اس کا سراپا لباسِ تقویٰ سے مزین ہو مبلغ جدال و نزاع سے ہمیشہ دور رہے۔ زبانِ محبت ہی دلوں پر قبضہ کرتی ہے۔ کوئی دل دکھانے والا کلمہ منہ سے نہ نکلے۔ ہر مبلغ کو شیریں زبان ہونا چاہئے۔ کسی کے پیچھے نہیں پڑنا چاہئے۔ اگر کوئی سختی و جفا کرے تو اس کے حق میں دعا کرنی چاہئے۔ جو نعمت اپنے پاس ہو وہ دکھا دینی چاہئے۔ قبول ہو تو بہتر ورنہ بے رخی کرنے والے کو خدا کے سپرد کرنا چاہئے۔ کسی کے لئے حزن و ملال کا موجب نہ بننا چاہئے ہمیشہ محبت کی فضا میں پرواز کرنی چاہئے۔ تقدیس و تقویٰ عفت و عصمت۔ بے نیازی و وفاداری روحِ تبلیغ ہیں۔ قول کی سچائی، عمل کی ہی ثابت ہوتی ہے۔ عمل سے ہی انسان کا رتبہ و مقام ظاہر ہوتا ہے۔ ہر عمل اور ہر قول کلام الٰہی کے مطابق ہونا چاہئے۔ اقوال کی خوشبو اور اعمال کی برقی لہر دلوں کو جذب کر لیتی ہیں۔ مبلغِ امر اللہ کی تمام گفتگو پیغامِ الٰہی پہنچانے میں محدود ہونی چاہئے۔

مبلغِ امر اللہ کو غیبی تائید پہنچتی ہے۔ جب دل بحرِ اعظم سے متصل ہو جاتا ہے تو علم و عرفان کی نہریں بہنے لگتی ہیں، جب کوئی خالص مخلص ہو کر تبلیغ پر قائم ہوتا ہے تو عالمِ غیب سے فیض پہنچتا ہے۔

مبلغ طبیب روحانی ہوتا ہے جو اسم اعظم کے تریاق سے لوگوں کو امراضِ باطنی سے شفا دیتا ہے۔ اسرار الٰہی کا اظہار کرتا ہے۔ دلوں میں نئی زندگی کی روح پھونکتا ہے۔ وہ کلام الٰہی کی روشنی میں چلتا ہے۔ انسانی اقوال کی حکایت و روایت میں مصروف نہیں ہوتا۔ وہ شجاعت اور قوتِ قلبی کے ساتھ نہایت نرم دل ہوتا ہے۔ ہر ایک کی بات سنتا ہے۔ انسانی ادب و احترام کا پورا لحاظ رکھتا ہے وہ پرجوش تبلیغ کرتے ہوئے شیریں بیان ہوتا ہے وہ مناسب زمین میں تخم ریزی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بنجر زمین میں اپنی قوت تبلیغ صرف کرنے سے احتیاط کرتا ہے وہ ان مصائب کو جو اُسے راہ تبلیغ میں پیش آئیں خندہ پیشانی سے برداشت کرتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ یہ مصائب دین کے چراغ کیلئے تیل ہیں وہ چشم بصیرت سے دیکھتا ہے کہ زمانہ میں تاثیر امراللہ کی ہوائیں چل رہی ہیں تمام کائنات جو لا بدل رہی ہے۔ امراللہ کی تعلیمات عصر جدید کی روح ہیں دنیا ان تعلیمات کے قبول کرنے کو تیار ہے انسان پرانے خیالات کو چھوڑ کر امراللہ کے پروگرام کی طرف قدم بڑھا رہا ہے

چونکہ لوگ عقل و فہم کے درجات میں مختلف ہیں۔ اس لئے تبلیغ کا اثر سب پر یکساں نہیں ہوتا۔ دین حق جنت عرفان ہے تحقیق پل صراط ہے۔ کوئی اس پل صراط پر سے بجلی کی مانند گذر جاتا ہے۔ کوئی تیز رو گھوڑے کی رفتار اور کوئی چیونٹی کی چال چلتا ہے۔ بعض انسان پتھر ہوتے ہیں جن پر کوئی کلام اثر نہیں کرتا بعض دل آئینے کی مانند شفاف ہوتے ہیں ان میں نور حق کی کرنیں فوراً نمودار ہو جاتی ہیں بعض لوگ عرصے تک تحقیق میں مصروف رہتے ہیں اور کافی دیر میں منزل مقصود پر پہونچتے ہیں مبلغ ہمیشہ اختلافِ عقول و استعداد کو مدِ نظر رکھتا ہے ہر شخص کی فہم کے مطابق کلام کرتا ہے ظرف کے مطابق دیتا ہے اور قانون تدریج کو بھی فراموش نہیں کرتا وہ جانتا ہے کہ ایک بچہ آہستہ آہستہ بڑھتا اور درخت بنتا ہے اس لئے وہ تبلیغ میں دیر ہونے سے مایوس نہیں ہوتا۔ بعض بعض لوگ بیس بیس سال تک تبلیغ پانے کے بعد تصدیق کرتے ہیں اور پھر نہایت پختہ ہوتے ہیں۔

ایک صاحب چار سال تک مطالعہ اور تحقیق کرتے رہے اور اس طرح کہ دن کا زیادہ وقت اسی کام میں صرف کرتے تھے بعض صاحبان نے کہا بھی کہ اتنا عرصہ مطالعہ میں تمام کر دینا اور کوئی نتیجہ نہ نکالنا عجیب بات ہے لیکن چونکہ طبائع مختلف ہیں اس لئے مبلغ کے نزدیک یہ کوئی عجیب بات نہیں۔ آخر چار سال کے بعد جب مطالعہ کرنے والے صاحب نے امراللہ کی تصدیق کی تو وہ اس قابل تھے کہ دوسروں کو بھی مفصل تبلیغ کر سکیں چنانچہ انہوں نے خود کہا کہ اگر میں مطالعہ و تحقیق میں یہ چار سال نہ لگاتا تو اب جو خدمت تبلیغ کر سکتا ہوں نہ کر سکتا بلکہ وہ چار سال اب صرف کرتا۔

ایک صاحب کو تبلیغ کی گئی وہ اس قدر مائل ہوئے کہ روزانہ پورا دن تحقیق میں صرف کرتے رہے ایک ہفتہ مسلسل مشغول رہنے کے بعد پورے اطمینان سے تصدیق سے فائز ہوئے اور اب خدمت امر میں مشغول ہیں ایک صاحب کو جب تبلیغ کی گئی تو وہ کلمات مکنونہ سُن کر اس قدر متاثر ہوئے کہ برابر ایک ہفتہ روزانہ علی الصباح تشریف لاتے رہے اور الواح سنتے رہے۔ انھیں الواح سنائی جاتی تھیں انکی حالت خضوع یہ تھی برابر آنسو بہتے تھے۔ آٹھ دن کے بعد نویں دن انہوں نے کہا کہ میں امراللہ کی تصدیق کرتا ہوں۔ تصدیق کے بعد نہایت مستقیم رہے۔

غرض یہ کہ جنہیں تبلیغ کی جاتی ہے ان کے حالات بھی مختلف ہوتے ہیں لیکن جب وہ امراللہ کو قبول کر لیتے ہیں تو سب مقبول و محبوب ہیں اور ہر ایک کے باطنی درجات کو خداوند عالم ہی خوب جانتا ہے۔

اطلاع پیامبر کی سالانہ قیمت چار روپے مقرر ہے جو اس پتہ پر بھیجنی چاہیے (جناب اسفندیار بختیاری خزینہ دار بہائی کارنر ہاؤس۔ پریڈی روڈ۔ کیمپ کراچی

رجائیؔ اور قنوطی

دنیا میں امید بڑی چیز ہے تمام کاروبار اسی امید پر کیا جاتا ہے کہ اس سے ہمیں ایسا منافع ہوگا جس سے ہماری زندگی قائم رہیگی اگر غور سے دیکھا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ تمام جہان میں ایک حرکت عمل کسی نہ کسی اُمید سے وابستہ ہے۔ سچ ہے "دنیا باامید قائم" کتنا ہی بڑا کاروبار ہو یہ یقین ہو جانے پر کہ اس میں ہرگز اب کسی فائدہ کی اُمید نہیں ہے انسان فوراً اُسے ترک کر دیتا ہے

اس دنیا میں انسان دو قسم کے ہیں آشاوادی یا نراشاوادی یعنی ایک وہ جو امید کو لبسپد کرتے ہیں اور مشکل سے مشکل وقت میں بھی آس نہیں توڑتے دوسرے وہ جو نا امیدی میں گرفتار رہتے ہیں ذرا سی تکلیف پہونچنے پر بھی بے آس ہو جاتے ہیں آجکل کی اصطلاح میں ان دونوں کیفیتوں کو رجائیت اور قنوطیت کہتے ہیں۔ قانون قدرت یہ ہے کہ انسان حالات سے بہت متاثر ہوتا ہے۔ جب ایک قوم کو عرصے تک مغلوبیت میں رہنا پڑتا ہے تنزل و ادبار بداخلاقی و بربادی میں گرفتار رہنے کے باعث قوم بہت حد تک پست خیال اور مایوس ہو جاتی ہے دلوں میں ایسی نا اُمیدی جاگزیں ہو جاتی ہے جو قوائے عمل کو مضمحل کر دیتی ہے قوم باوجود لاکھوں وعظ و تاکیدات کے عمل کی طرف جوش سے قدم نہیں اُٹھاتی۔ ان کے دل اُمید سے خالی اور مایوسی سے بھرے ہوتے ہیں اس لئے انہیں نئی زندگی حاصل ہونے کا یقین نہیں رہتا اگر کوئی بڑی سے بڑی آواز بھی انہیں سُنائی جائے کہ آؤ تمہیں یہاں نئی زندگی ملیگی تو قوم اس آواز پر کان نہیں لگاتی کیونکہ سمجھتی ہے نئی زندگی ملنا دشوار ہے اور یہ خیال کرتی ہے کہ یہ نئی زندگی کی پکار بھی بس ایک فریب ہے

بڑی بڑی قومیں ہزاروں سال سے دنیا میں موجود ہیں باربار خدا کے پیغمبروں نے آواز دی کہ آؤ زندگی حاصل کرو۔ مگر پرانی قوموں نے اس آواز پر توجہ بھی نہ کی کیونکہ ان قوموں کو یہ اُمید نہ تھی کہ ان پیغمبروں کے پاس نئی زندگی ملیگی بلکہ پیغمبروں کی باتوں کو فریب ہی سمجھا۔ ہاں جن لوگوں کو یہ امید ہو گئی کہ یہاں نئی زندگی مل سکیگی وہ پیغمبروں کی طرف بڑھے اور انہوں نے نئی زندگی پائی۔

اس قانون طبعی کے مطابق ہر قوم میں رجائی اور قنوطی دو قسم کے لوگ رہے ہیں۔ بنی اسرائیل کی جب حالت ابتر ہو گئی تھی تو ایک گروہ نے کہا کہ اس قوم کو خدا نے برباد کر دیا ہے اب انہیں وعظ و نصیحت کیوں کرتے ہو امید رکھنے والوں نے کہا کہ ہم اتمام حجت کرنا چاہتے ہیں اور امید بھی رکھتے ہیں کہ شاید یہ لوگ اصلاح اختیار کر کے ہلاکت سے بچ جائیں کسی قوم پر جس وقت زیادہ عرصہ گذرتا جاتا ہے وہ اور کمزور ہوتی جاتی ہے اور اس میں نا اُمیدی کا اثر زیادہ پھیلتا جاتا ہے

جب دل خدا سے دور ہو جاتے ہیں تو خشکی اور مایوسی غالب آجاتی ہے جب قوم میں گناہ بڑھ جاتا ہے تو گناہ کی تلوار امید کے درخت کی جڑ کاٹ ڈالتی ہے جب ہمدردی و محبت کا جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے تو افراد ایک دوسرے سے نا امید ہو جاتے ہیں یگانگت معدوم ہو جاتی ہے بیگانگی کا زور ہوتا ہے بے اعتمادی پھیل جاتی ہے تب قوم میں سے امید کی روح غائب ہو جاتی ہے۔ قنوطیت عام طور پر چھا جاتی ہے۔

ایک طرف قوم کا ادبار میں مبتلا ہونا دوسری طرف یہ اعتقاد رکھنا کہ اب کوئی پیغمبرِ خدا یا مصلح ربانی نہیں آسکتا اور بھی قوم کو خشک و مایوس بنا دیتا ہے چنانچہ جو کہ حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے زمانۂ ظہور میں قنوطیت میں مبتلا تھے وہ کہا کرتے تھے

ء اذا ضللنا فی الارض	جبکہ اپنے ملک میں ہم تباہ و
ءانا لفی خلق جدید	برباد ہو چکے ہیں تو کیا اب ہم نئے
	سرے سے ٹھیک بن جائینگے؟

خداوندِ عالم ان لوگوں کی مایوسی کا سبب بتاتا ہے کہ

بل ھم بلقآء ربھم	بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے پروردگار
کٰفرون ۝	کی لقاء و ربوبیت سے غافل و منکر بن رہے ہیں

اس لئے وہ اپنے نشو و ارتقاء سے مایوس ہو رہے ہیں۔ اس حقیقت کو کتاب مقدس میں مندرجہ ذیل مکاشفہ کے ذریعے بیان کیا گیا ہے حزقیل علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"خداوند کا ہاتھ مجھ پر تھا اور اس نے مجھے خداوند کی روح میں اُٹھا لیا اور اس وادی میں جو ہڈیوں سے بھرپور تھی مجھے اُتار دیا..... دیکھ وہ نہایت سوکھی تھیں اور اس نے مجھے کہا اے آدم زاد! کیا یہ ہڈیاں جی سکتی ہیں..... اُن سے کہہ کہ اے سوکھی ہڈیو! خداوند کا کلام سنو..... دیکھو میں تمہارے اندر روح ڈالونگا اور تم جیو گے..... سو میں نے حکم کے بموجب نبوت کی اور جب میں نبوت کرتا تھا تو ایک شور ہوا۔ اور دیکھ ایک جنبش ہوئی اور ہڈیاں آپس میں مل گئیں۔ نسیں اور گوشت ان پر چڑھ آئے..... ان میں روح آئی اور وہ جی اٹھے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے ایک نہایت بڑا لشکر"

اس مکاشفہ کے معنی | حزقیل علیہ السلام فرماتے ہیں "تب اس نے مجھے کہا کہ اے آدم زاد! یہ ہڈیاں سارے اہل اسرائیل ہیں۔ دیکھ یہ کہتے ہیں کہ ہماری ہڈیاں سوکھ گئیں اور ہماری امید جاتی رہی ہم تو بالکل فنا ہو گئے۔ اس لئے تو نبوت کر اور ان سے کہہ کہ خداوند یوں کہتا ہے کہ دیکھ اے میرے لوگ میں تمہاری قبروں کو کھولونگا اور تمھیں تمہاری قبروں سے باہر نکالوں گا اور اسرائیل کی سرزمین میں لاؤنگا۔ میں اپنی روح تم میں ڈالوں گا اور تم جیو گے۔ اور میں تم کو تمہاری سرزمین میں بساؤنگا تب تم جانو گے کہ مجھ خداوند نے کہا اور پورا کیا۔ خداوند فرماتا ہے (کتاب حزقیل ۳۷)

سورۂ بنی اسرائیل میں ذکر ہے کہ

"ظہورِ محمدی کے وقت بھی جبکہ بنی اسرائیل تباہی میں مبتلا تھے بار بار مایوسی کی باتیں کرتے تھے۔ خداوند عالم انھیں یقین دلاتا تھا کہ وقت آنے والا ہے جبکہ سابق وعدۂ الٰہی عنقریب پورا ہوگا۔ امید رکھو۔ مگر وہ ملتِ مایوس یہی کہتی تھی کہ جب ہم بالکل فنا ہو چکے ہیں۔ ہم سوکھی ہڈیاں ہو گئے ہیں اور بکھر گئے ہیں تو کیا اب نئے بن کر جی اٹھینگے؟ خداوند عالم نے فرمایا کہ ان سے کہدو کہ تم اپنے دلوں کو سراسر پتھر یا لوہا یا اور کوئی سخت چیز بنالو تو بھی وہ خالق فطرت جس نے پہلے تمھیں بہترین قوم بنایا تھا پھر بھی تمھیں پہلی سی حالت میں لے آئیگا۔ یہ سن کر بنی اسرائیل سر مٹکا مٹکا کر کہنے لگے کہ یہ بات کب ہوگی؟ خداوند عالم نے فرمایا کہ ان سے کہدو کہ یہ بات عنقریب ہی ہوگی۔ جس وقت کہ خداوند عالم تمھیں پکاریگا اور تم اس کی تعریف کرتے ہوئے آؤ گے" (یعنی جب ظہورِ موعودِ اعظم ہوگا۔ چنانچہ اب ظہور حضرت بہاءاللہ کے زمانے میں بنی اسرائیل یہود کو تمام دنیا سے بلا کر فلسطین میں بسایا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا تھا کہ میں تمھیں بنی اسرائیل کی سرزمین میں لاؤنگا۔"

مایوسانہ ذہنیت والوں کے متعلق خداوند عالم فرماتا ہے کہ کیا یہ آدمی خیال نہیں کرتا کہ ہم نے اسے ایک قطرے سے بنایا اور اب وہ جھگڑتا ہے۔ وہ اپنی خلقت و فطرت کو بھول گیا ہے اور تمثیلی کلام کرکے

کہتا ہے کہ پرانی ہڈیوں کو اب کون جلا سکتا ہے؟

خداوند عالم فرماتا ہے کہدو کہ وہی جلا سکتا ہے جس نے پہلے انھیں اٹھایا اور وہ سب کچھ پیدا کرنا جانتا ہے۔

کیا وہ جس نے سموات و ارض کو بنا ڈالا ہے وہ قادر نہیں کہ ان لوگوں کی مانند اور لوگ پیدا کردے کیوں نہیں وہ خلاق علیم ہے (سورہ یٰسین)

قوموں کی ذہنیت بہت حد تک ملتی جلتی ہے اس لئے پے در پے قومیں مایوسی کا شکار ہوتی رہتی ہیں چنانچہ اسی قسم کے بعض اور لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے خداوند عالم فرماتا ہے۔

خدا زندگی اور موت دیتا ہے لیل و نہار کا پے در پے آنا ہی ایک قدرتی نشان ہے کہ ہر روشنی کے بعد تاریکی اور تاریکی کے بعد روشنی آتی ہے کیا ان کی عقل انہیں رہنمائی نہیں کرتی۔ یہ لوگ عقل سے فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ پہلی قوموں کی طرح بے ہودہ باتیں بناتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ جب ہم مر کر خاک اور بکھری ہوئی ہڈیاں ہو گئے ہیں تو کیا اب ہم اٹھائے جائیں گے؟ ہمیں اور ہمارے باپ دادا کو یہی وعدہ دیا گیا مگر ہمارے نزدیک تو یہ اگلوں کی فرضی و خیالی باتیں ہیں اس کے جواب میں خداوند عالم فرماتا ہے ان سے پوچھو کہ زمین اور زمین کے رہنے والے کس کے قبضے میں ہیں؟ تمہارا علم اس کے متعلق کیا ہے؟ جواب میں یہ لوگ کہیں گے کہ اللہ کے قبضے میں سب کچھ ہے ان سے کہدو کہ تو پھر تم سمجھ سے کیوں کام نہیں لیتے کہ جس کے قبضے میں سب کچھ ہے وہ مردہ قوم کو پھر زندگی و تازگی عطا کر سکتا ہے اور لیل و نہار کے انقلاب سے تمہیں سمجھ لینا چاہئے کہ اگر اب قوم پر ادبار کی رات ہے تو کل ترقی کا دن نمودار ہو سکتا ہے اور ہوگا۔ (ملاحظہ ہو سورہ مومنون ع ۵)

نئی زندگی حاصل کرنے کا طریق یہ ہے کہ نئی دعوت الٰہی پر بتیک کہا جائے ورنہ بغیر اس کے تباہی بڑھتی ہی جائیگی۔

سورہ بنی اسرائیل میں خداوند عالم فرماتا ہے جس کا جوہر مطلب یہ ہے کہ خدا کی ہدایت پر چلنے والا ہی ہدایت یافتہ ہے اور جو کوئی اس مقام سے بھٹک جائے اسے کوئی رہنما نہیں مل سکتا بلکہ جب ظہور حق ہوتا ہے تو ہم ایسے لوگوں کا یہ حشر کرتے ہیں کہ وہ زندگی کی روشنی سے اندھے رہ جاتے ہیں حق بات کہنے اور سننے سے گونگے اور بہرے ہوتے ہیں جہاں وہ پناہ لیتے ہیں وہی ان کے لئے آگ ہوتی ہے جب کبھی وہ آگ بجھتی ہے ہم اسے بھڑکا دیتے ہیں۔ ان کا یہ برا حشر اس لئے ہوتا ہے کہ وہ ہماری آیات و احکام کا انکار کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اب جبکہ ہم ہڈیاں ہو کر بکھر چکے ہیں تو کیا نئے سرے سے اٹھائے جائیں گے؟

خداوند عالم جواب میں فرماتا ہے کہ خیال نہیں کرتے کہ خالق السموات والارض تم جیسے اور لوگ بنا سکتا ہے اور ان لوگوں کے لئے خدا نے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے مگر ظالم تو مقررہ وقت کا اور ہر امر واقعی کا انکار ہی کرتے ہیں۔ ناشکری میں قدم بڑھائے جاتے ہیں۔

سورہ ق میں فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو تعجب ہوتا ہے کہ ان میں سے ہی ایک آگاہ کرنے والا پیغمبر آگیا وہ کہتے ہیں کہ یہ تعجب انگیز بات ہے کہ ہم جو بے روح ہو کر خاک ہو گئے ہیں تو پھر پہلی اچھی حالت کی طرف لوٹینگے یہ لوٹنا تو موجودہ حالات میں بعید از قیاس ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے کہ یہ منکر لوگ سرزمین میں سے کم ہوتے جاتے ہیں یعنی نئی زندگی پا رہے ہیں۔ نئی کتاب اور نئے پیغمبر کا ظہور نئی زندگی اور امید کا سب سے بڑا دروازہ ہے جو مایوس دلوں کو امیدوار بناتا ہے اور نئی زندگی میں اٹھا کھڑا کرتا ہے ایسی عظیم رحمت سے ناامیدی انہیں لوگوں کا کام ہے جو حق حقیقت سے دور و مہجور ہوتے ہیں (لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکافرون خدا کی رحمت سے اہل حجاب ہی ناامید ہوتے ہیں (ومن یقنط من رحمۃ ربہ الا الضالون اپنے ترقی دینے والے خدا کی رحمت سے ہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو دنیا میں برباد و گمگشتہ ہیں۔

دُنیا کا مرض اور اِس کا علاج

دنیا میں اس وقت جو قتل و غارت۔ بربادی و تباہی ہو رہی ہے یہ سب کچھ ہمارے ہی اعمال کی شامت ہے اس لئے اس آفت کو دور کرنے، اور دنیا میں امن و امان قائم کرنے کی ذمہ داری بھی ہم پر ہی ہے یہ آفت دنیا پر اس طرح آئی کہ لالچ۔ تکبر۔ نفرت۔ قوت کی خواہش اور بدلہ لینے کی چاہت نے لوگوں کے دلوں پر اپنا تسلط جما لیا ہے۔ دنیا کی ہر ایک قوم دوسری قوم پر فوقیت حاصل کرنا چاہتی ہے۔ موجودہ جنگ انہی خواہشات کا نتیجہ ہے۔ ہر ایک قوم خودغرضی سے اپنے ہی فائدہ کو مدنظر رکھ رہی ہے۔ یہ بلا دنیا سے فوراً دور ہو سکتی ہے اگر دنیا سے خودغرضی دور ہو جائے اگر ہر ایک شخص دنیا میں اپنے ذہن سے خودغرضی کو دور کرنے کی کوشش میں لگ جائے تو یہ بلا دنیا سے اُٹھ سکتی ہے جوں جوں ہم خودغرضی سے پاک ہوتے جائیں گے اسی قدر ہماری آنکھیں کھلتی جائیں گی اور ہم پر یہ حقیقت واضح ہوتی جائیگی کہ ساری دنیا کے انسان ایک ہیں اس طرح ملکوت آسمانی اس دنیا میں جو اس وقت جہنم بن رہی ہے قائم ہو جائیگا

موجودہ دنیا کے تمام ادارے خواہ وہ سیاسی ہوں، سماجی ہوں یا اقتصادی خودغرضی پر مبنی ہیں پھر بھلا یہ ادارے دنیا کو امن و امان کیسے دے سکتے ہیں ہمیں چاہئے کہ ہم ان اداروں کو نئے سرے سے درست کریں اور ان کی بنیاد وحدت عالم انسانی یا منش ماترکی اکیتا پر رکھیں۔ جب تک دنیا کے اداروں کی بنیاد اس اصول پر نہ رکھی جائیگی دنیا میں امن قائم نہ ہوگا۔ یہ اصول مشرق کے لئے کوئی نیا اصول نہیں ہے مغرب کے لئے ہو تو ہو۔ اُپنشدوں اور ویدوں میں اس اصول کی تعلیم بیج روپ میں موجود ہے ہمارے سارے علم کی انتہائی کوشش یہ ہو کہ ہمیں اپنے آپ کا علم حاصل ہو اگر ہم اس علم کو پوری طرح حاصل کر لیں اور دنیا کا ہر فرد بشر اس علم کو حاصل کرے تو دنیا بربادی اور تباہی سے ہمیشہ کے لئے بچ جائیگی۔

یہ سنہری اصول دنیا کو ایک بار پھر حضرت بہاؤاللہ کے وسیلے دیا گیا ہے آپ کی تعلیمات کا محور یہی اصول ہے۔ جب "معرفت نفس" کا علم حضرت بہاؤاللہ کی تعلیمات کے ذریعہ عام اور سہل الحصول ہو جائیگا تو اس سے وہ غلط فہمیاں جو اس وقت قوموں میں بربادی اور تباہی کا سبب ہو رہی ہیں خود بخود دور ہو جائیں گی۔ ہر شخص اپنے فرائض کا احساس پوری طرح کرنے لگ جائیگا اور احساس کا نتیجہ فرائض کی پُر شوق انجام دہی ہوگا۔ دنیا میں وحدت کا دور دورہ ہو جائیگا ہر شخص احساس کرے گا کہ تمام انسان ایک ہیں اور ہر ایک انسان دوسرے انسان سے محبت کرے گا۔ رواداری۔ برادری۔ ہمدردی۔ تحمل اور برّ و باری ہر شخص کی بنیاد میں ہوگی اور دنیا سے جنگ ہمیشہ کے لئے اُٹھ جائیگی یہ ہے وہ انقلاب جو دنیا میں حضرت بہاؤاللہ کی ایک تعلیم کے ذریعہ پیدا ہوگا اسی طرح حضرت بہاؤاللہ کی کل تعلیمات جو آپ کے نئے انتظام عالم میں مفصل دی گئی ہیں دنیا میں پھیل کر دنیا کو ملکوت آسمانی میں تبدیل کر دینگی۔ قارئین کرام اس بات کو خوب یاد رکھیں کہ امر بہائی اور دیگر تحریکات دینی میں جو اس وقت ہر مذہب میں اُٹھ رہی ہیں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ جتنی دوسری

تحریکات ہیں ان میں فقط اصول دئے گئے ہیں مگر ان اصولوں کو چلانے کے لئے کوئی وسائل نہیں بتائے گئے مگر امر بہائی میں جہاں اصول دئے گئے ہیں جو دنیا کے موجودہ امراض کا شافی علاج ہیں وہاں ان اصولوں کو جاری کرنے کے لئے وسائل بھی کافی دئے گئے ہیں سب سے بڑا وسیلہ یہ ہے کہ امر بہائی کی پشت پر خدائے قادر مطلق کی قوت اور طاقت ہے جو اس کے اصولوں کو بلا دنیوی ذرائع کے نافذ کر رہی ہے۔

نیل کنٹھ لعل
سری نگر (کشمیر)

عروسی

پسر بہرام جناب حبیب اللہ اور دختر مہربان خسرو پیریں خانم کی شادی کی تاریخ ۳۰ جنوری ۱۹۲۳ء بروز اتوار پونہ میں مقرر کی گئی تھی یہ ایک ایسا شاندار جلسہ تھا جس میں ہر قوم کے معتبر اشخاص موجود تھے

پونہ کی محفل روحانی نے جلسہ کی صدارت کے لئے جناب فاضل ڈاکٹر لقمانی صاحب کو انتخاب کیا تھا جلسہ کی ابتدا مناجات سے کی گئی لوح ازدواج اور نکاح خوانی کے بعد جناب ڈاکٹر لقمانی نے بہائی نکاح کی نسبت تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ بہائی مذہب میں شادی کے قانون اتنے آسان کر دئے گئے ہیں کہ ہر کس و ناکس فائدہ اٹھا سکتا ہے فی الواقع یہ قانون باعث رحمت ہیں دوسری قوموں میں شادی کی رکاوٹوں کا بیان کرتے ہوئے کہا کہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں خاندان قرض کے دریا میں ڈوبے جا رہے ہیں اور لاکھوں انسان تباہی اور بربادی میں مبتلا نظر آتے ہیں

بہائی شادی میں دولہا اور دلھن اور جانبین کے والدین ان چھ اشخاص کی رضامندی درکار ہے اور وہ متفق الرائے ہو کر محفل مقدس روحانی کو التماس کرتے ہیں کہ نکاح خوانی ہونی چاہیئے۔ اس کے سیدھے سادے قانون جو محبت و اتفاق کے پھولوں سے معطر ہیں۔ اور آپ حضرات نے ابھی مشاہدہ فرمایا ہے کیا میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ ان اصولوں سے بہتر خوشتر اور آسان تر اصول کسی بھی ملک یا قوم میں پائے جاتے ہیں؟ اگر کسی فرد کو معلوم ہو تو وہ مجھے کرم فرما کر بتائے۔ میں انکا تہ دل سے شکریہ ادا کرونگا۔ کوئی نہیں بتا سکتا چونکہ میں بخوبی جانتا ہوں کہ اگر کوئی شخص دنیا کا کونہ کونہ چھان ڈالے پھر بھی ایسے قانون سوائے بہائیوں کے، اور کسی جگہ نہیں پائے جائیں گے۔

بعض قوموں میں سینکڑوں لڑکیوں کا بیاہ اس لئے نہیں ہو سکتا کہ لڑکوں نے ہزاروں روپوں کی رقم کا مطالبہ کیا ہے جو بیچاری لڑکیاں یا ان کے والدین دے نہیں سکتے۔ بعض قوموں میں شادی کے لوازمات اس قدر بڑھے ہوئے ہیں کہ جو بیچارے لڑکے یا ان کے والدین متحمل نہیں ہو سکتے غرضیکہ شادی ان کے نزدیک بجائے رحمت کے زحمت بن جاتی ہے۔ ایک نقطہ کے فرق نے تو خدا سے جدا کر دیا اگر خدا کی تعلیمات کے مطابق ہے تو رحمت ورنہ زحمت ہی ہے اس کے بعد جناب موصوف نے دولہا اور دلہن اور ان کے والدین کو مبارکبادی اور پھول و عطریات شیرینی اور شربت کے تقسیم کرنے کی اجازت دی مجمع پُر رونق تھا شادمانی اور خوشی کی ایک عجیب کیفیت پائی جاتی تھی مبارکبادی کے نعرے بلند تھے

ہر شخص اس محفل میں بشاش نظر آتا تھا

پندرہ منٹ کے وقفہ کے بعد جناب صدر نے پھر محفل شروع کردی اور جناب فاضل ڈاکٹر فرہنگ صاحب نے انگریزی میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ قومیں ترقی کے مدارج پر چڑھتی ہیں اور ایک معین وقت کے پورے ہوتے ہی ان کی اجل آجاتی ہے خداوند کریم ٹھیک اس وقت پر اپنے مظہر کو بھیجتا ہے جو قیامت برپا کرتا ہے اور ایک ایسی روح اس قوم میں پھونکتا ہے کہ دیکھنے والے حیرت میں پڑجاتے ہیں حضرت بہاءاللہ نے لوگوں میں بھی ہمدردی اور انسانیت پیدا کردی ہے جو آج بہائیوں میں نظر آرہی ہے

جناب فرخ افنان صاحب نے بزبان فارسی بہائیوں کی خلوص نیتی اور ان کے اخلاق پر بیان فرماتے ہوئے کہا کہ میں دنیا کے مقامات پر گیا ہوں حتیٰ کہ یورپ وغیرہ کی بھی میں نے سیر کی ہے مگر جہاں بہائیوں کو پایا وہاں ایسا معلوم ہوکہ میں اپنے گھر میں ہی ہوں یہ تمام باتیں بہائی امر کی ہی بدولت ہیں

جناب صدر نے انگریزی میں سمنگ اپ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں رئیس محفل روحانی آقائے اسفندیار لیگانگی اور سکریٹری جناب شاہ بہرام موبذزادہ اور دیگر اعضائے محفل روحانی کا تہ دل سے ممنون ہوں اور خدا کا شکر کرتا ہوں کہ میں ایسے مجمع میں حاضر ہوں کہ جو روح وریحان سے مملو ہے تائید جمال مبارک شامل حال ہے۔ اگر بچشم حقیقت دیکھا جائے تو گو شکل و صورت سے متعدد ہیں لیکن ان میں ایک ہی روح جلوہ گر ہے۔ جناب موصوف نے حضرت بہاءاللہ کے فضل و کرم کا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مظہر الٰہی نے بارہ اصول دیکر ہم انسانوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے اور جس پر عمل کرنے سے یقیناً نجات مل سکتی ہے آگے چل کر انہوں نے بتایا کہ انسان جسمانی لحاظ سے جانور سے مشابہت رکھتا ہے مگر عقل و شعور میں وہ سب مخلوق سے ممتاز ہے جسم مانند بلور کے ہے اور روح مانند نور۔ بلور کتنا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو مگر وہ نور کا محتاج ہے جسم میں تناقص کتنا ہی کیوں نہ ہو مگر روح برقرار رہتی ہے مثلاً ایک شخص کا ہاتھ کٹ جائے یا ایک شخص کی آنکھ پھوٹ جائے پھر بھی روح برقرار رہتی ہے مگر روح کے نکل جانے سے جسم کتنا ہی حسین کیوں نہ ہو بیکار ہوجاتا ہے اگر انسان تعلیمات الٰہی یا روح القدس سے متصل ہوجاتا ہے تو حیات ابدی پاتا ہے۔

پس ہم پر فرض ہے کہ تحری حقیقت کریں۔ سچائی کی تلاش یا ستیتا کی کھوج کرتے رہیں تاکہ ہم روح القدس سے مستفیض ہوکر خدا کے علمبردار ہوجائیں یہ زمانہ دور الکشف کا ہے ستیہ یوگ کا آرنبھ ہے یہ قرن رب الجلیل ہے جنگ وجدل بہت جلد کافور ہوجائیں گے اور عنقریب دنیا میں صلح عمومی قائم ہوجائیگی دنیا جو آج رنج وبلا کا گھر نظر آتا ہے فردوس بریں بن جائیگی۔ حضرت بہاءاللہ کی تعلیمات کی بدولت تعصبات کی جڑیں کٹ جائیں گی۔ دشمنی۔ عداوت بغض وکینہ۔ نفاق ونفریں وغیرہ وغیرہ کا نام ونشان باقی نہ رہے گا۔ لوگ آپس میں شیر وشکر کی طرح مل جل کر رہیں گے۔ ہر شخص کی زبان پر یہ کلمہ جاری ہوگا کہ یہ بہشت ہے یہ جنت ابھی ہے۔

والسلام۔ (رپورٹر)

بہائی کنونشن

الحمدللہ۔ چودھواں سالانہ کنونشن بمقام پونا منعقد ہورہا ہے۔ جسمیں تمام اطراف ہند سے احباب اور نمایندگان تشریف لائینگے ذیل کی تاریخیں مقرر ہیں:۔

۲۷ - ۲۸ - ۲۹ / اپریل ۱۹۴۳ء

عروج و نزولِ دین

پیاری بہنو! اور پیارے بھائیو!

میرے مضمون کا عنوان "عروج و نزول دین" ہے یعنی دین کا بڑھنا اور گھٹنا۔ عام طور سے دنیا میں ہر دھرم اور دین کے ماننے والے کا یہ خیال ہے کہ اس کا دھرم یا دین ناقابل زوال ہے۔ آؤ ہم اس خیال کو سائنس اور قدرت کے قوانین کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھیں کہ یہ خیال سچا ہے یا نہیں۔ دنیا میں جب ہم نگاہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ اس میں کچھ قانون ہیں جن کے مطابق یہ بڑا انتظام چل رہا ہے مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ ایک وقت موسم بہار کا ہوتا ہے چاروں طرف پھول ہی پھول دکھائی دیتے ہیں دنیا میں جس طرف بھی نظر پڑتی ہے ہر چیز جوانی کے جوبن میں دکھائی دیتی ہے آہستہ آہستہ بہار کا موسم گرمیوں کے موسم میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ پھل پک جاتے ہیں رسدار ہو جاتے ہیں۔ گرمی کا دور دورہ ختم ہو جاتا ہے۔ پھر گرمیوں کے بعد خزاں کا موسم آتا ہے درختوں پر سے پتے جھڑنا شروع ہو جاتے ہیں اور درخت بالکل ننگے ہو جاتے ہیں سب طرف بربادی کے آثار پھیلنے لگتے ہیں خزاں کے بعد سردی کا موسم آتا ہے سب چیزیں سرد ہو جاتی ہیں بربادی پر سردی کا حملہ اور بھی انہیں برباد کر دیتا ہے۔ جب بربادی انتہا کو پہونچتی ہے تو پھر موسم بہار شروع ہونے لگتا ہے۔ جن قانون کے ماتحت یہ عمل ہوتا رہتا ہے اس کا نام قانون دوراں رکھا ہے دنیا کے انتظام میں اس قانون کو آپ ہر جگہ پر پائیں گے۔

دوسرا قانون جو دنیا میں ہم دیکھتے ہیں وہ قانونِ حرکت ہے حرکت درحقیقت زندگی ہے اور سکون موت کا نام ہے۔ حرکت ہمیشہ کسی مرکز کے گرد ہوتی ہے یعنی زندگی کا ایک مرکز ہے جس کے گرد زندگی گھومتی ہے۔ اسی طرح سے قدرت کی ہر ایک شے جو زندہ ہے وہ حرکت کرتی ہے اور اس کی حرکت کسی مرکز کے گرد ہوتی ہے۔

(۳) قدرت کا ایک اور قانون قانون تبدیلی ہے یعنی دنیا کی کوئی چیز ایک حالت پر قائم نہیں رہتی، اور ہر چیز بدلتی رہتی ہے ہر ایک چیز قانون تبدیلی کے ماتحت ہے اس کا ثبوت کچھ مشکل نہیں ہمارا ہر روز کا مشاہدہ ہے دنیا میں ہر سکنڈ حالات بدلتے رہتے ہیں، اور نئے حالات نئے اعمال کا تقاضہ کرتے ہیں۔

(۴) قدرت کا ایک اور قانون ارتقا ہے یعنی ہر ایک چیز ترقی کرتی جاتی ہے۔ قانون ارتقا میں گویا سب قانون آجاتے ہیں قانونِ دوراں کا عمل قانون تبدیلی کے زیر اثر دنیا کو ترقی کے زینہ پر چڑھاتا جا رہا ہے آؤ اب ہم ان قوانین کو دین یا دھرم پر چسپاں کر کے دیکھیں۔ دین یا دھرم بھی ایک وقت شروع ہوتا ہے یہ گویا اس کی بہار ہوتی ہے پھر اس کا دور دورہ تمام دنیا پر ہو جاتا ہے اس کے بعد آہستہ آہستہ یہ جوانی ڈھل کر خزاں میں تبدیل ہو جاتی ہے اور آخر کار دین یا دھرم بالکل منجمد ہو کر رہ جاتا ہے جب یہ حالت انتہا کو پہونچتی ہے تو دین یا دھرم کی دنیا میں پھر بہار آتی ہے بس کوئی دین نیا نہیں ہوتا بلکہ قانون دوران کے ماتحت دین میں مختلف قانون تبدیلی اپنا عمل کرتا اور دین میں حرکت قائم رکھنے کے لئے یہ چکر چلتا رہتا ہے

مگر چونکہ قانون ارتقا بھی موجود ہے اس لئے ہر دور کے آخر میں جب نیا دور شروع ہوتا ہے تو گویا دنیا ترقی کے زینہ پر ایک قدم آگے رکھتی ہے

(۵) ان سب قوانین کو حرکت کا قانون حاوی ہے کیونکہ حرکت کے بغیر یہ قوانین کچھ بھی نہیں حرکت کا ایک مرکز کے گرد گھومنا لازمی ہے دنیا کی حرکت کا مرکز سورج ہے اسی طرح دین کی حرکت کا مرکز آفتاب روحانی یا مشیت الٰہی یا عقل کل یا پیغمبر یا اوتار ہے۔ پس اگرچہ ہر دور کے بعد وہی سورج ہوتا ہے مگر ارتقا کے ماتحت وہ نیا کہلاتا ہے مثلاً پیر کے دن بھی وہی سورج تھا اور منگل کے دن بھی وہی مگر وہ پیر کا سورج کہلاتا ہے اور یہ منگل کا یہ ایک برج میں ہوتا ہے اور وہ دوسرے میں سورج ایک ہی ہے برج علیحدہ علیحدہ ہیں اسی طرح آفتاب روحانی ایک ہی ہے اور اوتار یا پیغمبروں کے روپ جدا جدا ہیں

(۶) پس اے بہنو! اور بھائیو! لوگوں کا عام طور پر یہ کہنا کہ ہمارا دین یا دھرم لازوال ہے صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ کہنا قوانین قدرت کے خلاف ہے اسی طرح لوگوں کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ ہمارا دین یا دھرم ہمارے لئے کافی ہے ہم کیوں ایک نئے دھرم کو قبول کریں؟

کیونکہ اول تو کوئی دین یا دھرم نیا ہی نہیں ہوتا قانون قدرت کے مطابق دین پھر سے تازہ ہوتا ہے مگر چونکہ قانون ارتقا اور قانون تبدیلی کا عمل بھی ہوتا ہے اس لئے پھر سے تازہ کئے ہوئے دین میں کچھ تبدیلیاں ہوتی ہیں جو کہ نئے حالات کے مطابق ہوتی ہیں اگر ہم ان تبدیلیوں کو نہیں مانتے اور اسی پرانے دین پر جمے رہتے ہیں تو ہم روحانی طور پر مرجاتے ہیں یعنی انسان کی ایک حقیقت جو روحانی حقیقت ہے وہ مردہ رہتی ہے۔

پس ہر ایک انسان پر یہ فرض ہے کہ وہ تحری حقیقت کر کے یعنی سوچ سمجھکر اپنی جسمانی زندگی کے دور میں نئی روحانی حیات حاصل کر کے فائدہ اٹھائے۔ (دیکھو بہرام منوی صوفت جناب ڈاکٹر ہیم۔ ای نقاش نولا پور)

"پیامبر" کی رفتار

خدا کے فضل سے کوکب ہند اور تبلیغی میگزین کے بعد "پیامبر" کی اشاعت منظم طور پر جاری ہے۔ ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ اس مشکلات کے دور میں بھی پیامبر اپنی رفتار میں کامیاب ہے۔

پیامبر میں جو مذاکرات دیگر معاصرین سے ہوتے رہتے ہیں وہ تمام اہل نظر کے نزدیک متانت کا بہترین نمونہ ہیں حق کہ کسی اختلاف رکھنے والے شخص کو بھی کبھی شکایت نہیں ہوئی۔ کیونکہ پیامبر کے مضامین اس بات کا پورا اہتمام رکھا جاتا ہے کہ نفس مسائل پر علمی دلائل سے روشنی ڈالی جائے۔ شخصیات سے کوئی سروکار نہیں رکھا جاتا۔ انسانی ادب و احترام کو کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا جاتا۔ دین کو لڑائی جھگڑے کا باعث نہیں بنایا جاتا۔ حقیقت میں یہ ایک غیبی تائید ہوا دارۂ پیامبر کو حاصل ہے۔ باوجودیکہ بعض مخالفت کرنے والے پیامبر کے مقابلہ میں مقام ادب سے گر جاتے ہیں۔ پھر بھی پیامبر اپنے مقام وقار کو نہیں چھوڑتا۔ پیامبر کو امید ہے کہ مخالفت میں لکھنے والے بھی آخرکار پیامبر کی اس رفتار سے متاثر ہونگے اور اگر متاثر نہ ہوں تو وہ ذمہ دار ہیں۔ پیامبر اپنی شائستہ رفتار نہیں چھوڑ سکتا۔ کیونکہ آج دین خدا وندی میں نہایت تاکید کے ساتھ ایسے احکام دئے گئے ہیں اور لکھنے اور بولنے والوں کو ہر مقام پر ادب و وقار پر قائم رہنا چاہئے۔

خیالات کے لحاظ سے جو اختلافات لوگوں کو اہل پیامبر سے ہے اس کے متعلق بھی اہل پیامبر یقین رکھتے ہیں کہ مستقبل میں لوگوں کی نظریں ضرور وسیع ہونگی۔ اور وہ امر اللہ کی روشنی کو دیکھکر اس کے جمال کے گرویدہ ہو جائینگے۔ اور اپنے اندر ایسے احساسات بیدار پائینگے جو اس سے پہلے نہ تھے۔

قیامت کی دیوار منہدم

اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ۙ یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۭ

کیا یہ لوگ جانتے نہیں کہ وہ ایک بڑے دن میں اٹھائے جائیں گے جس دن لوگ رب العلمین کے سامنے کھڑے ہونگے

کتاب الیقان میں حضرت بہاء اللہ نے یوم قیامت کی آیات کو جو قرآن مجید اور دیگر کتب مقدسہ میں وارد ہوئی ہیں بے نقاب کر دیا۔ اب ان آیات کے معنی جو اصل منشائے خداوندی ہے خوب سمجھ میں آتے ہیں۔ آج سے قریباً ایک صدی پہلے تک جو تفاسیر بزرگان دین نے لکھی تھیں وہ ان کی اپنی سمجھ اور علم کے مطابق ہیں۔ چونکہ اس وقت اصل حقیقت سے امت بے خبر ہو چکی تھی۔ اس لئے ان بزرگوں نے جو کچھ لکھا اور بیان کیا وہ قابل ستائش ہے۔ کیونکہ جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو چراغ ہی سے کام لیا جاتا ہے۔ پس وہ بزرگوار اپنے علم و عقل کی روشنی سے کام لیکر دین کی خدمت کرتے رہے۔ رحمھم اللہ اجمعین۔ لیکن اب جبکہ آفتاب حقیقت طلوع ہو چکا ہے پھر بھی انہیں قیاسی خیالات پر قائم رہنا درست نہیں۔

اہل بہاء نے ان دنوں یوم قیامت کی بڑی دیوار کو جو فنائے عالم کے نام سے تمام مسلمانوں میں مشہور ہے منہدم کر دیا۔ یہ دیوار اسلامی عقائد میں کچھ اس طرح جاگزیں ہو چکی ہے کہ بچے سے لے کر بوڑھے تک اور جاہل سے لیکر عالم تک سب اسے مانتے ہیں۔ حالانکہ کلام الٰہی میں کہیں اس کا پتہ اور نشان نہیں ہے۔ اہل اسلام کے موجودہ عقائد کے لئے جو متعلقہ قیامت۔ حشر و نشر۔ میزان و صراط ہیں اس دیوار (عقیدۂ فنائے عالم) کا رہنا ضروری ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو خیالی اور قیاسی قیامت اور اس کی کہانی باقی ہی نہیں رہتی۔ یہ دیوار اس موجودہ دنیا کو دوسری دنیا سے جسمیں حساب و کتاب ہونا بتایا جاتا ہے الگ کرتی ہے۔ اگر یہ دیوار گر جائے تو پھر حساب و کتاب والی کسی اور دنیا کا وجود باقی نہیں رہتا جب وہ خیالی دنیا باقی نہ رہی تو پھر یوم قیامت میں جو کچھ ہونا ہے جس کا ذکر کتاب الٰہی میں موجود ہے وہ کہاں ہوگا؟ ظاہر ہے کہ وہ اسی جہان میں اور اسی زمین پر اور موجودہ قانون فطرت کے مطابق ہی ہوگا۔ اس لئے مسئلہ فنائے عالم بروز قیامت اہل اسلام اور اہل بہاء کے اختلافات کا سو فیصدی فیصلہ کرنیوالا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر فنائے عالم ثابت ہو جائے تو جو کچھ قیامت کے متعلق پرانی تفاسیر اور کتب میں لکھا ہے صحیح ہوگا۔ اگر ثابت نہ ہو تو اہل اسلام کو ناچار اسی راستہ کی طرف آنا پڑیگا کہ جس کی طرف حضرت بہاء اللہ نے رہنمائی فرمائی ہے۔ کیونکہ اس کے سوا اور کوئی راستہ باقی ہی نہیں رہتا۔ اَفَمِنْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ وَتَضْحَکُوْنَ وَلَا تَبْکُوْنَ ۝ وَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ ۝ (کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو اور تم بڑے غافل ہو۔)

علمائے سند میں کوئی بھی اس مسئلہ پر بحث کے لئے تیار نہیں ہوا۔ صرف اخبار اہلحدیث امرتسر چند قدم چلا اور رہ گیا۔

حالانکہ پیامبر نے کئی ایک مقالات لکھے مگر کسی طرف سے توجہ نہیں ہوئی۔ علماء کے روزمرہ بحث و مباحثہ کا دارومدار انھیں چند مختلف فیہ مسائل تک محدود ہے جو صدیوں سے زیر بحث چلے آتے ہیں۔ حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یوم قیامت ہی کیلئے تیار کیا تھا اور حضور کی سب سے بڑی خواہش یہی تھی کہ اس یوم عظیم (قیامت) میں میری امت سب سے زیادہ کامیاب اور بامراد ہو۔ لیکن اہل اسلام اسے بالکل فراموش کئے ہوئے ہیں۔ ان کی مثال اُن بچوں کی سی ہے جو اپنے باپ کے بعد گھر کے معمولی سامان کی تقسیم کے لیے دست و گریباں ہو رہے ہوں اور باپ نے جو ایک بہت بڑے مخفی خزانے کی خبر دے کر بار بار وصیت کی تھی کہ اس کی طرف سے غافل نہ ہو جانا کیونکہ وہی اصلی چیز اور ہمیشہ باقی رہنے والا خزانہ ہے، بھولے ہوئے ہیں اور حصول ساز و سامان کی محبت میں پڑ کر اپنی ہستی کو بھی فراموش کر چکے ہیں۔ فذوقوا بما نسیتم لقاء یومکم ھذا انا نسیناکم وذوقوا عذاب الخلد بما کنتم تعملون ۵ (پس اس دن کو بھولنے کی وجہ سے عذاب کا مزہ چکھو۔ ہم نے بھی تمھیں بھلا دیا اور اپنے کئے ہوئے اعمال کی وجہ سے دائمی عذاب کا مزہ چکھو)

(۱) کیا حضرات علمائے اسلام اس خیال میں ہیں کہ یوم قیامت میں دنیا کی فنا کا مسئلہ قرآن مجید میں صاف اور صریح موجود ہے اور ثابت کیا جا سکتا ہے اگر ایسا ہے تو اُن آیات کو مع تشریح و توضیح کے پیش کیوں نہیں فرماتے؟ توجہ نہ کرنا یا ادھوری بات کر کے رہ جانا۔ یا بالکل ہی خاموشی اختیار کر لینا تو کچھ معقول نہیں۔ اس سے تو یہی یقین ہوتا ہے کہ علمائے کرام کا پہلو اس مسئلہ میں بالکل کمزور ہے۔

(۲) یا اس خیال میں ہیں کہ موعود قرآن ظاہری ساز و سامان اور فوج و لشکر لیکر آئیگا۔ اس لئے جب ایسا کوئی مدعی کھڑا ہوگا تو دیکھا جائیگا لیکن کیا وہ نہیں جانتے کہ اسی خیال میں تو اہل کتاب بھی آجتک مستغرق ہیں۔ ان کی تمنا اور خواہش اور قیاسی خیالات کے مطابق ان کے موعود ظاہر نہیں ہوتے اس لئے یہ سب قومیں محروم اور ناکام رہ گئیں اور ابتک خدا تعالیٰ کے عذاب و غضب میں مبتلا ہیں۔ دنیا کی شان و شوکت تو کتاب الٰہی میں نہ پہلے کوئی چیز تھی اور نہ اب ہے۔ قل متاع الدنیا قلیل والاخرۃ خیر لمن اتقی۔

(۳) کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید کے بعد شریعت کا آنا بند ہو گیا۔ یہ خیال تو عقلمند دنیا کے نزدیک معقول نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ شریعت اگر پہلے آتی رہی ہے تو آئندہ کیوں نہ آئیگی۔ کلام الٰہی کی تو کہیں حد نہیں ہونی چاہئے۔ تاہم اگر اسی خیال پر دار مدار ہے تو بتائیں کہ خود قرآن مجید نے ایسا کہاں فرمایا ہے۔ صرف تقلیداً ایک بات کہتے جانا کہ جس کا کلام الٰہی میں نہ کہیں ثبوت ہے نہ ذکر اہل علم کی شان کے شایاں نہیں ہے۔

(۴) کیا وہ اس گمان میں ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں خاتم النبیین کہا گیا ہے اسلئے آئندہ کوئی خدا کی طرف سے نہیں آسکتا۔ بیشک آنحضرت خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد اب کوئی نبی نہ ہوگا۔ نہ اب نبوت کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ساری نبوتیں اسی یوم عظیم (قیامت) ہی کیلئے تھیں چنانچہ فرمایا بعثت انا و الساعۃ کھاتین میں اور قیامت ایسے متصل ہیں جیسے یہ دو انگلیاں (تحفۃ الاخبار ترجمہ شارق الانوار ص۳۴)

(الف) الساعۃ سے کیا مراد ہے اور دو انگلیوں کا مطلب کیا ہے۔ یہ بھی فرمائیں کہ (ب) (اللہ یحکم بینکم یوم القیمۃ فیما کنتم فیہ تختلفون[1] کا ظہور یوم قیامت میں کس طرح ہوگا۔ کیا اللہ تعالیٰ (ذات غیب الغیب) خود بنفس نفیس تخت پر اجلاس فرما کر فیصلہ فرمادینگے؟ (ج) کیا قرآن مجید میں ایسا ذکر بھی کہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اختلافات کا کبھی پہلے فیصلہ فرمایا ہو۔ اگر ہے تو وہ کس طرح تھا۔؟ — کیا علمائے کرام پر واجب نہیں کہ وہ مسئلہ قیامت کی اہمیت کا خیال فرماتے ہوئے علم و انصاف کے ساتھ تدبر و تفکر کے لئے کھڑے ہوں؟ والسلام

(محمد حسین صابری از بریلی)

---

[1] اللہ حکم و فیصلہ فرمائیگا درمیان تمھارے قیامت کے دن اس چیز میں کہ جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔ (پ۱۷ ج)

بہائی زندگی

(دہلی۔ محفلِ نوروز میں ایک بہائی بچے کی تقریر)

بزرگو! اور ہمچشمو!

بہائی زندگی کو پیش نظر رکھتے ہوئے آج پہلی مرتبہ اظہار خیالات کی جرأت کر رہا ہوں یوں تو اس دنیا میں ہزاروں آئے اور چلے گئے لیکن انسان کو یہاں اپنی زندگی کے کچھ ثمرات دکھانے چاہئیں بے ثمر آدمی بقول حضرت عیسیٰ ایک بے ثمر درخت کے مانند ہے جو صرف جلانے ہی کے کام آسکتا ہے بہائی کے اصل معنیٰ میں وہ شخص جو دنیا سے محبت کرے انسانوں سے محبت کرے مخلوق کی خدمت کرے امن عامہ اور یگانگت عمومی کے لئے کوشاں رہے

ایک موقعہ پر حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں کہ وہ شخص جو بہائی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرتا ہو وہ پہلے ہی سے بہائی ہے اور برعکس اس کے اگر کوئی پچاس سال سے اپنے کو بہائی کہے اور تعلیمات پر عمل نہ کرے وہ ہرگز اپنے کو بہائی کہلانے کا مستحق نہیں ہے جو ظہورات خداوندی کو نہیں پہچانتا اسکی مثال اس پودے کی ہے جو سایہ میں اگا اور نہیں جانتا کہ سورج کیا چیز ہے اور اس کی گرمی اور روشنی سے محروم رہتا ہے۔ خدائی ظہورات بھی اس دنیا میں انسانوں کے واسطے اس سورج کی طرح ہوتے ہیں جس سے دنیا کا ہر ذرہ فیض پاتا ہے اور بالکل اس طرح آج کے زمانے میں اس دنیا کے روحانی سورج حضرت بہاءاللہ ہیں وہ شخص جو حضرت بہاءاللہ کی تعلیمات سے بے بہرہ اور غافل ہے اس کی مثال بھی بالکل اس پودہ کی سی ہے جو خدائی عرفان سے بالکل محروم ہے چونکہ اصل معنوں میں بہائی زندگی بسر کرنے کے لئے ہر بہائی کے لئے ضروری ہے کہ وہ براہ راست حضرت بہاءاللہ کی طرف متوجہ ہو جو آج اس عالم میں روحانی سورج کی حیثیت سے درخشاں ہیں اور ان کی تعلیمات کے ذریعہ عالم انسانی کی نشو ونما ہو سکتی ہے۔

ہر ایک بہائی کے لئے ضروری ہے کہ وہ حضرت بہاءاللہ میں جمال خداوندی کو پہچانے اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو ہر بہائی اس کے لئے صرف بے معنی لفظ ہے۔ بہائی کو نہایت آزادی۔ بہادری سے سچائی کی تلاش کرنی چاہئے اس کی تلاش صرف مادی ذرائع تک ہی محدود نہ ہونی چاہئے بلکہ روحانیت سے بھی برابر کام لینا چاہئے۔ اس کو تمام ذرائع سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہئے اور تلاش حق کرنی چاہئے اور جب تک خاطر خواہ یقین نہ ہو جائے جب تک کسی بات کو نہ ماننا چاہئے اگر ایک سچا طالب جس کا دل دنیا کے تمام تعصبات سے پاک ہے کبھی بھی جمال الٰہی کو ماننے میں غلطی نہیں کھا سکتا ہے خواہ کسی شرق سے جلوہ گر ہو۔ مظہر الٰہی کو پہچاننے کا مطلب ہے اس سے محبت کرنا اور دنیا کی ہر چیز سے محبت کرنا کیونکہ دنیا کی ہر چیز خدا کی بنائی ہوئی ہے ایک اصلی بہائی محبت کا مجسمہ ہونا چاہئے وہ ہر شخص سے صاف دل سے محبت کرے کسی سے نفرت نہ کرے۔ ہر ایک بہائی ہر قسم کے تعصبات سے بالکل پاک ہونا چاہئے بہائی جو ایسا نہیں ہے وہ حضرت بہاءاللہ کے فرمان کے مطابق ملکوت الٰہی میں داخل ہونے کے قابل نہیں ہے

ہر ایک بہائی کے لئے فرض ہے کہ وہ کوئی نہ کوئی صنعت وحرفت یا تجارت سیکھے اور اختیار کرے کیونکہ خدا نے آج اس کو عبادت قرار

دیا ہے کیونکہ ایسا کرنے سے انسان دنیا کے لئے فائدہ مند ثابت ہوسکتا ہے اور اس سے بہت سے ایسے کام ہوسکتے ہیں جو اس کے اپنے اور اپنی نوع انسان کے واسطے مفید ہو۔ آج ہر ایک بہائی پر تعلیم فرض ہے کیونکہ خدا کی مرضی یہی ہے کہ دنیا میں کوئی بے علم نہ رہے تعلیم میں لڑکا لڑکی دونوں میں کچھ فرق نہیں دونوں کو برابر تعلیم دینی چاہئے اگر کسی شخص کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے تو اس پر فرض ہے کہ وہ لڑکی کو پہلے تعلیم دے کیونکہ وہ آگے چل کر ماں بنے گی اور آیندہ نسلوں کا دارومدار انہی کی تعلیم پر ہے کیونکہ بچے کا سب سے پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے اور اولاد کی تعلیم دینے کا فرض ماں باپ پر ہے۔

ہر ایک بہائی پر تبلیغ فرض ہے ہر ایک بہائی نہایت بہتر مقرر اور مباحث ہی بنکر مبلغ نہیں بن سکتا بلکہ اسکی روزمرہ زندگی اس کے ہمسایوں اور ساتھ رہنے والوں کے لئے بہترین تبلیغ ہے۔ بہائی کے لئے دوسروں لوگوں سے یہ بھی ایک خصوصیت ہونی چاہئے کہ دیکھنے والا اس کے اعمال سے سمجھ جائے کہ یہ بہائی ہے اعمال کا اثر زبان سے زیادہ ہوتا ہے اور وہ تبلیغ جو صرف الفاظ تک محدود ہو کبھی ہرگز دوسروں کو نہیں کھینچ سکتی، اخلاق و آداب کے متعلق حضرت بہاءاللہ فرماتے ہیں

"اے اہل عالم تمہیں ادب کی نصیحت کرتا ہوں فی الحقیقت ادب تمام خوبیوں کا ذرا ہے مبارک ہے وہ شخص جو اسکی چادر سے ملبوس اور ادب کے نور سے منور ہے۔ ادب و تعلیم سے آراستہ شخص ایک بڑے مقام کا مالک ہے امید ہے کہ یہ سب لوگ اس سے فائز ہوں گے، اس پر قائم رہیں گے اور اس کا لحاظ رکھیں گے اسم اعظم کے قلم سے یہ اٹل حکم جاری ہوا ہے" ہر ایک بہائی کا فرض ہے کہ وہ ہر شخص سے نرمی اور محبت سے پیش آئے کبھی کسی کی دل شکنی نہ کرے کیونکہ یہ سب سے بڑا گناہ ہے خطا سے ہر بہائی کو درگذر کرنا چاہئے کیونکہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس سے کوئی غلطی سرزد نہ ہوئی ہو حضرت بہاءاللہ فرماتے ہیں

"اے پسر انسان جب تک تو خود خطا کار ہے کسی انسان کے گناہوں پر دم نہ مار اگر تو اس حکم کے خلاف کرتا ہے تو میرا نہیں اس کا میں خود گواہ ہوں" غیبت ایک بدترین گناہ ہے اس سے بچنا فرض ہے دوسروں کی عیب جوئی کیجائے اپنے اعمال پر غور کرنے انسان بہت سے عیب چھوڑ سکتا ہے

حضرت بہاءاللہ کی دی ہوئی تعلیم وہ تعلیم ہے جس پر عمل کرنے سے انسان انسانیت کے اعلیٰ مقام تک پہونچ سکتا ہے۔

ناصر عباس نورانی - لونگانوی

جشن عید رضوان

۲۱ اپریل کو عید اعظم کا پہلا دن ہے۔ ۲۹ کو دوسرا دن - اور ۲ - مئی کو تیسرا دن ہے۔ ان دنوں تمام دنیا میں عید منائی جائیگی۔ ہندوستان میں بھی جہاں جہاں احباب ہیں جشن عید کا انتظام ہوگا خصوصاً بمبئی - کراچی - پونا - شولاپور - کلکتہ - دہلی - لاہور - امرتسر حیدرآباد دکن - بنگلور - کڈوالی - حیدرآباد سندھ - کوٹہ راجپوتانہ احمد آباد - سورت - کانپور - علیگڈھ - بریلی - سری نگر - کڑی افغاناں پنجاب - بھاولپور وغیرہ کے بہائی گروپ اور محافل اس جشن اعظم میں خدا کے فضل پر خوشیاں منائیں گے اور نفحات روحانی پھیلائینگے انشاءاللہ دہلی میں ۲۱ اپریل کو اردگرد کے احباب بھی تشریف لائینگے۔ جلسہ عمومی کا بھی انتظام ہوگا۔ امید ہے کہ قرب و جوار کے دوست و احباب خاص طور پر کوشش کرکے تشریف لائیں۔

ساری دُنیا کے لئے اَب عقل ہے درکار ایک!

(عقل نوروز میں پڑھی گئی)

۱ راستے لاکھوں ہیں۔ لیکن۔ منزلِ دلدار ایک
۲ گرچہ زنگار رنگ ہیں فانوس اور شمع و چراغ
۳ اسم و رسم و رنگ وصورت مختلف گرہیں تو کیا
۴ چرخ پر تارے بہت ہیں۔ اُن کی محفل ایک ہے
۵ غور کر کے ہم نے دیکھا۔ عالمِ کثرت تمام
۶ چشمِ کثرت کے لئے ضدّین ہیں نور اور نار
۷ چشمِ ظاہر کے لئے دو چیز ہیں گل اور خار
۸ ہے دوئی باطل۔ دوئی کی بھی حقیقت ایک ہے
۹ ایک دریا میں ہزاروں موجیں اُٹھتی دیکھئے!
۱۰ ایک سے ہے ایک بڑھ کر جنگ جو۔ جنگ آزما
۱۱ اختلافِ دہر کی اب ہو رہی ہے انتہا
۱۲ ایک تھے ہم۔ دو ہوئے۔ پھر ایک ہونا ہے ضرور
۱۳ عقل ایسی چاہئے بالا ہو جو اضداد سے
۱۴ تھی جو کچھ حکمت دوئی کی آشکارا ہوگئی
۱۵ جیسے اک نقطہ سے صورت یاب ہیں سارے حروف
۱۶ موجدِ حرفِ دوئی ہے قدرتِ پروردگار
۱۷ نقطۂ آخر سے آخر نقطۂ اوّل ملا
۱۸ سارا عالم یک وطن ہے۔ ساری قومیں ایک قوم

دیدہ و دل ہیں ہزاروں۔ مرکزِ دیدار ایک
نور سب کا ایک ہی ہے۔ مطلع الانوار ایک
ہے مرادِ دیر و کعبہ۔ سبحہ و زُنّار ایک
گُل ہیں گوناگوں چمن میں۔ لیک ہے گلزار ایک
مختلف سودے ہیں لیکن گرمیِ بازار ایک
چشمِ وحدت کے لئے ہے اصلِ نور و نار ایک
ہے مگر چشمِ حقیقت بیں میں گُل اور خار ایک
ایک کی تکرار دو ہے۔ دو ہے بالتکرار ایک
محوِ دریا ہو کے پھر موجیں ہیں آخر کار ایک
ہو رہا ہے اک بشر کے واسطے خونخوار ایک
دہر ہوگا امر حق سے مُنتہائے کار ایک
ساری دنیا کے لئے اب عقل ہے درکار ایک
تاکہ ہونے کے لئے ہو کُل جہاں تیار ایک
جلوۂ کثرت پکارا "ہے جمالِ یار ایک"
کُل حقائق کا یوں ہی ہے مرجعِ اسرار ایک
دائرے ہیں مختلف۔ ہے گردشِ پرکار ایک
ہوگئے اس دورِ اعظم میں تمام ادوار ایک
سب کے سب حاضر ہوں۔ ہو کر برسرِ دربار ایک

۱۹ ہر غزل تیری ہے احمد نغمۂ صورِ جلال
حشر کرتے ہیں بپا ہر دم ترے اشعار ایک

التوحید والشرک

دوسری قسط

اور کس قدر صریح طور پر بیان ہوا ہے یہ مضمون حدیث میں کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیہ (ترجمہ) جو مر گیا اور اس نے اپنے زمانہ کے مظہرِ ظہورِ الٰہی (امام) کو نہ پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

میں بہ نظرِ اختصار اسوقت اس حدیث شریف کی مزید تشریح نظر انداز کرتا ہوں۔ پھر کسی وقت فرصت ہوئی تو انشاء اللہ ناظرین کی ضیافتِ روحانی کے لئے اس حدیث کے معانی مع اسناد پیش کرونگا۔ اس وقت صرف اتنا ہی سمجھ لینا چاہئے کہ اصطلاح دینی میں امام اسی نفسِ مقدسہ کو کہتے ہیں جو کہ منجانب اللہ مامور بہ ہدایت ہو اور اس کے ساتھ علم لدنی اور قوتِ غلبہ موجود ہو۔

پس توحید و معرفت دراصل معرفتِ مظہرِ الٰہی کا نام ہے اور اس مقدس ہستی کے بغیر بندے اگر خدا خدا پکارتے رہیں تو وہ خدا تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے اور کوئی عالم اور کوئی صوفی اور کوئی مجتہد اور کوئی راہب اور کوئی فاضل بغیر معرفتِ مظہرِ ظہور اگر لوگوں کو توحید کی تعلیم بھی دے تو وہ اس کے دماغ کے اوہام ہونگے اور خدا سے اُن کو کوئی علاقہ نہیں۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے:-

"کلما میزتموہ باوھامکم فی ادق معانیکم فھو مخلوق مثلکم ومردود الیکم۔" (ترجمہ)

اگر تم خدا کو اپنے اوہام اور خیالات کے ذریعہ انتہائی باریکیاں پیدا کرکے بھی پہچانو تو وہ باریکیاں تمہاری ہی مثل مخلوق اور تمہاری ہی طرف لوٹتی ہیں۔"

یعنی تم اپنے دماغی خیالات کے ذریعے خدا کو نہیں پہچان سکتے۔ کیونکہ قادرِ مطلق اور قدیم و ازلی ذات حادث اور مخلوق چیزوں سے پہچانی نہیں جا سکتی۔ اس کے لئے تو خدائی علم اور حاملِ علمِ لدنی ہی کی ضرورت ہے اور وہ ذاتِ مظہرِ ظہور کے سوائے اور ممکن نہیں۔ پس خدا کو پہچاننا ہو تو معمولی انسانوں کے خیالات کی پیروی نہ کرو بلکہ مظہرِ ظہور کے ذریعے پہچانو اور قرآن مجید تو صاف طور پر کہتا ہے کہ یہ لوگ جو اپنے دماغی خیالات کے ذریعے خدا کی معرفت کے مدعی ہوتے ہیں وہ خود بھی اور ان کے ماننے والے بھی سب مشرک ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو ارشاد ہے:-

"ویعبدون من دون اللہ ما لا یضرھم ولا ینفعھم ویقولون ھٰؤلاء شفعاءنا عند اللہ۔ قل اتنبئون اللہ بما لا یعلم فی السموات والارض سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون" (ترجمہ) اور یہ لوگ (یعنی مشرکین عرب) اللہ کو چھوڑ کر اس چیز کی تعلیم کرتے ہیں جو انھیں نہ نفع پہنچائے نہ نقصان اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ کی بارگاہ میں ہمارے سفارشی ہیں۔ کیا یہ اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہیں جس کو وہ زمین و آسمان میں جانتا نہیں؟ اللہ ان کے اس شرک سے پاک اور بزرگ و برتر ہے۔"

اس آیۂ مبارکہ میں واضح طور پر بتا دیا گیا کہ مشرکین عرب جن بتوں کی پوجا کرتے تھے ان کو خدا نہیں مانتے تھے۔ بلکہ خدا کی درگاہ میں سفارشی اور شفاعت کرنے والا مانتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ یہ خدا کے خاص بندوں کی

شبیہیں یا تصویریں ہیں اور انھوں نے ہم کو خدا سے ملایا ہے اور سرفت الٰہی کرائی ہے۔ یہی خدا کی درگاہ میں ہماری مدد کریں گے۔ باقی خدا تو ایک اور قدرت والا ہے، لیکن ان لوگوں کے خیالات بالکل بے بنیاد تھے جن کا کہیں وجود ہی نہ تھا۔ پس خدا نے اسی بنا، پر کہدیا کہ یہ تو ایسی باتیں ہیں جن کا زمین و آسمان میں کہیں بھی وجود نہیں۔ یعنی معمولی آدمیوں کی وہمی باتیں ہیں اور ان لوگوں کی باتیں مان لینا شرک ہے۔ ظاہر ہے کہ مشرکین عرب باوجود اس کے کہ خدا کو ایک ہی مانتے تھے صرف اپنے گذشتہ علماء کے خیالات کی تقلید اور محمد صلعم کو تسلیم نہ کرنے کی بنا پر مشرک قرار دیئے گئے ورنہ جیسا کہ میں شروع میں عرض کر چکا ہوں ایک کے سوائے دو خدا کا ماننے والا کبھی کوئی تھا نہ اب ہے۔

اور اسی طرح یہود و نصاریٰ کے متعلق ارشاد ہے کہ

اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابًا من دون اللہ و المسیح ابن مریم وما امروا الا لیعبدوا الٰھًا واحدًا لا الٰہ الا ھو سبحٰنہ عما یشرکون ۔ التوبہ ۱۱

(ترجمہ) اور یہ لوگ (یہود و نصاریٰ) اللہ اور عیسیٰ ابن مریم کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور راہبوں کو رب بناتے ہیں۔ حالانکہ ان کو ایک ہی خدا کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس کے سوائے کوئی خدا نہیں۔ یہ جو شرک کرتے ہیں خدا اس سے پاک و پاکیزہ ہے۔

قرآن مجید نے کس قدر صریح طور پر بیان فرمایا ہے کہ شرک حقیقی یہ ہے کہ لوگ خدا کی کتاب اور اس کے پیغمبر کی تعلیمات کو تو چھوڑیں اور اپنے علماء اور احبار اور رہبان۔ صوفیوں۔ مجتہدوں۔ مفتیوں۔ پیروں اور درویشوں کے دماغی تخیلات اور اوہامی تفاسیر کی تقلید کرنے لگیں اور واقعی بات تو یہ ہے کہ اگر مخلوق میں سے ایک یا زیادہ آدمی خدا کو بجائے ایک اور وحدہٗ لاشریک کے دو یا زیادہ مانے لگیں تو اگرچہ یہ عقیدہ غلط اور بالکل خلاف واقعہ ہے اور اپنی جگہ پر کفر محض ہے لیکن اس سے خدا کو تو کوئی نقصان پہنچتا ہی نہیں مخلوق کی دنیا دی زندگی میں بھی کوئی برا نتیجہ فوری نہیں معلوم ہوتا۔ برخلاف اس کے نام نہاد علماء کے تخیلات اور اوہام کی پیروی سے اور ان کے خود ساختہ خیالات کی تقلید سے دین کا اصل منشا ہی گم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ایسے علماء کے خیالات میں اختلاف ہوتا ہے اور اسی اختلاف کی بنا پر گروہ بندیاں اور فرقہ آرائیاں ہوتی ہیں اور امن عامہ خطرے میں پڑ جاتا ہے اور جا بجا فسادات رونما ہوتے رہتے ہیں۔

زمانۂ حال کی رفتار سے یہ بات آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہے اور مزید بیان کی احتیاج نہیں۔ ہر روز مذہب کے نام پر ہزاروں قتل و غارت لوٹ مار۔ زد و کوب اور فسادات کی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں اور یہ سب نہ ہی علماء کی خود ساختہ ہدایات و نصائح سے پیدا ہوتی ہیں۔

میں ان تفصیلات میں نہ پڑنا چاہتا ہوں نہ اس کی ضرورت سمجھتا ہوں

پس جب علمائے وقت اپنے دماغی تخیلات و اوہام دین کے اصول و تعلیمات میں داخل کرنا شروع کرتے ہیں تو پہلے تو ان میں آپس اختلاف شروع ہوتا ہے اور ان کے مقلدین الگ الگ گروہوں میں تقسیم ہوتے ہیں اور یہیں سے تعصب اور نفاق کی بنیاد رکھی جاتی ہے اور دین کا مقصد اصلی یعنی دنیا کا امن تباہ و برباد ہونا شروع ہوتا ہے اور انسانوں میں بجائے محبت کے دشمنی۔ بجائے صلح کے نفاق اور بجائے امن کے فتنہ و فساد پیدا ہونا شروع ہوتا ہے۔

آپ یہ نہ سمجھیں کہ یہ میرے دماغ کی تخلیق ہے اور صرف ایک معمولی قسم کا اندازہ ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ واقعتاً ایسا ہوا یا نہ ہو۔ میں یہ سب کچھ اپنی طرف سے نہیں عرض کرتا بلکہ زبان قدرت قرآن مجید بھی بعینہٖ اسی مسئلہ اور اسی نظریہ کو بیان کر رہی ہے اور خدائے بزرگ و برتر نے خود اپنی کتاب میں فیصلہ کر کے بتا دیا ہے کہ دین میں فرقہ بندی اور ٹکڑے ہو جانا ہی علامت شرک ہے۔ چنانچہ جناب باری عزاسمہٗ ارشاد فرماتا ہے کہ

ولا تکونوا من المشرکین۔ الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعًا

کل حزب بما لدیھم فرحون (پ ۲۱ الروم ع ۴)

(ترجمہ) اور تم مشرکوں میں سے نہ ہو یعنی اُن لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو اپنے دین میں فرقے بناتے ہیں اور گروہ گروہ بن گئے ہیں اور ہر گروہ جو وہ خود رکھتا ہے اسی میں مست اور مگن ہے۔"

اس آیۂ مبارکہ میں تصریح اور تفصیل کے ساتھ بتایا کہ دین میں ٹکڑے کرنے والے علمائے دین و مفتیان شرعِ متین اور ایسے فضلائے دہر و علمائے عصر جو اپنے دماغی تخیلات اور اوہام باطلہ دین میں داخل کرکے مخلوق کو ہدایت کے حیلے سے گمراہ کرتے ہیں وہ درحقیقت خود بھی مشرک ہیں اور مخلوق کو بھی شرک کی تعلیم دیتے ہیں۔ پس قدرت نے یہ آیۂ مبارکہ نازل فرماکر اپنے بندوں پر بڑا رحم اور کرم اور بڑی شفقت و رحمت فرمائی۔ گویا کہ ڈوبتوں کو تِرا دیا اور کھلے لفظوں میں بتادیا کہ خدا کے دین میں جب تک فرقہ بندی نہ ہو اس وقت تک جوہرِ صدق اور روح ہدایت اس میں باقی رہتی ہے اور ایسے دین سے توحید و معرفت حاصل ہوسکتی ہے۔ لیکن جب کسی دین میں فرقہ بندی ہوجائے تو سمجھ لو کہ سچائی رخصت۔ ہدایت غائب اور توحید و معرفت ناپید ہوچکی اور اب اس دین میں شرک ہی شرک ہے۔

لیکن خدائے بزرگ و برتر علیم و خبیر ہے۔ گذشتہ و آئندہ سب کو جانتا ہے اور ساتھ ہی بڑا مشفق و مہربان اور بندوں پر رؤف و رحیم ہے اس کی مہربانی اور مرحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔ اُسے علمائے سوء کی شرارتوں اور فریب کاریوں کا خوب علم ہے جو اپنے حلوے مانڈے کے لئے دینِ الٰہی میں فرقہ بندی کرکے بندگانِ الٰہی کو گمراہ کرتے رہتے ہیں اس نے اپنے مخلص اور صاحب تقویٰ بندوں کے لئے علمائے سوء کے ایسے دھوکوں اور اس شرک کا علاج بھی بہتا کر دیا اور مصرح اور مشرح طور پر بتادیا اور جتادیا کہ دیکھو شرک و کفر کی وبا کا وفیہ اور شرک پھیلنے کی بیماری کا علاج صرف ایک ہی طریقہ سے ہوسکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ جب دنیا میں شرک عام ہوجاتا ہے تو قدرت خود اپنا ایک صاحب کتاب مظہر ظہور دنیا میں مبعوث فرماتی ہے۔ اُسی کی تعلیمات، اُسی کی تربیت، اور اسی کے تصرف سے توحید کی روشنی پھیلتی ہے اور ظلمتِ شرک کا پردہ چاک ہوتا ہے اور اس کے علاوہ دفع شرک اور حصولِ توحید کے لئے تمام صورتیں بیکار ہیں۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے کہ:-

لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین منفکین حتی تاتیھم البینۃ ہ رسول من اللہ یتلوا صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ (پ ۳۰ البینۃ)

ترجمہ کافرین اہل کتاب اور مشرکین (گمراہی سے) علیحدہ ہونے والے نہ تھے جبتک کہ ان کے پاس ثبوت و دلیل یعنی بینہ نہ آئے۔ اور وہ بینہ خدا کا رسول ہے جو اُس پر پاک و پاکیزہ رسالے پڑھے جن میں خدا کی مضبوط کتابیں ہیں"

یعنی بغیر صاحب کتاب رسول کے شرک و کفر کا وبال دور نہیں ہوسکتا۔ اور کتاب بھی پاک و پاکیزہ ہو۔ جو کتاب ان مشرکوں کے پاس ہے اس کے معانی اور تفاسیر میں انھوں نے اپنے اوہام کو داخل کرلیا ہے اس لئے وہ پاک و پاکیزہ نہیں رہی۔ اس لئے وہی پاک و پاکیزہ کتاب جو رسولِ حق لائے ان کو شرک و کفر سے پاک کرسکتی ہے اور اُن کو موحدِ اصلی بناسکتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ظلمت شرک بغیر نورِ مظہرِ الٰہی دفع نہیں ہوسکتی اور مشرکوں کو موحد اور کافروں کو مومن بنانے کے لئے نئی کتابِ الٰہی کی ضرورت ہے۔

پس محترم ناظرین کی خدمت میں بصد ادب التماس ہے

کہ ذرا غور اور انصاف سے ملاحظہ فرمائیں کہ آج مذہبی دنیا میں کیا شور برپا ہے اگرچہ ہر مذہب کا پیرو اور ہر آسمانی کتاب کا ماننے والا یہی دعویٰ کرتا ہے کہ میں موحد ہوں اور میں خدا کو ایک مانتا ہوں لیکن خدائے جو علامتِ شرک بتائی ہے یعنی علماء پرستی اور دین میں فرقے پیدا کرنا اور گروہ بندی کرنا۔ یہ ہر طرف عام ہے۔ کوئی مذہب اور کوئی دین اور کوئی آسمانی کتاب

ایسی موجود نہیں جس کے ماننے والوں میں متعدد فرقے اور بہت سے گروہ موجود نہ ہوں۔ اور مسلمانوں کا تو یہ عالم ہے کہ اگر کوئی قرآن مجید کا پرستار یہ کہے کہ میں صرف مسلمان ہوں تو کوئی اس کے مسلمان ہونے کا یقین نہ کریگا جب تک اس کے ساتھ سنّی۔ حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ شیعہ۔ اثنا عشری۔ اصولی۔ اخباری۔ شیخی۔ شش امامی اسمٰعیلی وغیرہ وغیرہ نہ لگا ہو۔ گویا تنہا اسلام کوئی چیز نہیں۔ اصل مذہب تو فرقہ بندی ہے اور جبتک کوئی شخص کسی نہ کسی فرقہ میں داخل نہ ہو اس کا اسلام بھی مشکوک ہے۔ اور اس کی زندگی بھی مشکل۔

ایسی صورت میں جو معیار خدا کی طرف سے سورۂ بیّنہ میں معیّن فرمایا گیا ہے اس کے ماننے واجب ولازم ہے اور ضروری ولابدی ہے کہ خدائے رحمٰن ورحیم کی رحمت پھر جوش میں آئے اور وہ ایک صاحب کتاب مظہر ظہور الٰہی مبعوث فرمائے تاکہ اس نفس مقدس کے فیوضات اور اس نئی کتاب کی تعلیمات کی برکات سے دنیا پر انوار توحید روشن ہوں اور ظلمت شرک ودغا اور خدائی بیّنہ دنیا میں ثابت وقائم ہو۔

پس میں ناظرین کرام کو بشارت دیتا ہوں کہ مبارک ہو!

خدا کا بیّنہ آپہنچا!

جو دنیا کو ظلمت شرک سے نکال کر نور توحید کی طرف رہنمائی کر رہا ہے۔

یعنی جمال اقدس الٰہی حضرت بہاء اللہ جل ذکرہ الاعلیٰ

نے

دنیا میں تشریف فرما کر اعلان کر دیا اور قدرت کا پیام لوگوں تک پہنچا دیا کہ:۔

"قل قد اتی المختار فی ظلل الانوار لیحیی الاکوان من نفحات اسمہ الرحمٰن (کتاب مبین ص۱۰۱)

کہدو روشنیوں کے سایہ میں ہو کر وہ مالک ومختار آپہنچا تاکہ تمام کائنات کو اپنے رحمٰن نام کی خوشبو کی لپٹوں سے زندہ کر دے"

اور آج کے دن صرف اسی ظہور اعظم یعنی حضرت بہاء اللہ جل ذکرہ نے یہ اعلان کیا ہے کہ آج کے زمانہ میں صرف میں ہی علم لدنی کا مالک ہوں اور خدائے بزرگ وبرتر نے عصر حاضر میں اور موجودہ وقت کے لئے صرف مجھے ہی اپنا علم لدنی دیکر بھیجا ہے۔ اور جس طرح اس سے قبل قرون سابقہ یعنی پچھلے وقتوں میں خدا کے رسول دنیا میں ایسا علم لدنی لے کر آئے تھے جس کے سامنے سب علم والوں کی گردنیں جھک جاتی تھیں آج میں بھی وہی علم لدنی باحسن وجوہ لیکر آیا ہوں۔ بلکہ اس سے بھی وسیع واعلیٰ وافضل۔ اور اس علم کے مقابلہ میں کسی کو بھی مجال دم زدن نہیں۔ چنانچہ زبان قدرت سے ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

"اعلموا ان الشرائع قد انتهت الی الشریعة المنشعبة من البحر الاعظم اقبلوا الیها امراً من لدنا انا کنا حاکمین۔ (کتاب مبین ص۳۲)

اور تم سب اس بات کو سمجھ لو اور جان لو کہ تمام شریعتیں (اب) بحر اعظم سے نکلنے والی شریعت پر ختم ہوگئیں۔ پس تم اس شریعت کی طرف آگے بڑھو۔ ہمارا حکم یہی ہے اور ہم ہی حاکم ہیں۔"

پس آج حضرت بہاء اللہ جل ذکرہ کا عام اعلان اور صلائے عام ہے کہ جس طرح گذشتہ مظاہر الٰہی اور رسولان ماسلف کا علم خدائی علم تھا اور دنیا میں کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ اسی طرح جو علم آج میں لیکر آیا ہوں وہ تمام علوم اولین وآخرین میں سب سے بالاتر ہے اور میری لائی ہوئی شریعت میں تمام گذشتہ شرائع جذب ہوگئی ہیں۔

اور اسی طرح دوسری خدائی نشانی غلبہ و نفوذ کے متعلق ارشاد ہے۔

"اے میرے سیاح! میرا امر عظیم ہے عظیم۔ جسے تمام آسمانوں اور زمینوں کے لشکر بھی نہیں روک سکتے۔ اگر تو اپنے پروردگار کے ذکر کی شیرینی اس کی آیتوں میں سے ایک آیت میں بھی پائے تو تو فوراً مدہوش ہو کر گر پڑے۔"

(از جواہر الوح مبارک منقول از پیام بر جلد سوم نمبر ۶ جون ۱۹۳۲ء ص ۳)

پس جس طرح گذشتہ رسولوں کے لئے قوتِ غلبہ اور نفوذِ ارادہ دلیل قرار دیا گیا تھا اسی طرح آج حضرت بہاء اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ خدائی دلیل یعنی قوتِ غلبہ و نفوذ اور پختہ اور مضبوط ارادہ اور جو کہنا اُسے کر دکھانا یہ طاقت مجھے ایسی مکمل دی گئی ہے کہ کل کائنات مل کر مقابلہ کرے تو بھی میرے امر کو نہیں روک سکتی۔

پس بشارت ہو کہ

آج وہی بینۂ الٰہی پوری پوری دلیلوں اور براہین و ثبوت کے ساتھ دنیا میں ظاہر ہوا ہے اور باعلانِ عام دنیا کو نئی زندگی کی خوشخبری دے رہا ہے۔ اس کے پاس وہ علم لدنی ہے جو تمام انبیاء و مرسلین سلف کو عطا ہوا۔ بلکہ اس سے بھی افضل و اعلیٰ۔ اور اپنے ان علوم الٰہی سے دنیا کو زندگی بخش رہا ہے۔ اسی کے پاس آج وہ طاقت و قدرت و قوت و غلبہ و نفوذ موجود ہے جو تمام مرسلین سابقین اور انبیائے اولین کیلئے دلیل و برہان اور بینۂ الٰہی قرار دیگئی تھی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ:-

قد جاء الغلام لیحیی العالم و یستحد من علی الارض کلها سوف یغلب ما اراده الله (کتاب مبین ص ۱۳۶)

(ترجمہ) بتحقیق یہ بندہ آیا ہے تاکہ دنیا کو زندگی بخشے اور تمام روئے زمین کے لوگوں کو متحد کر دے۔ اللہ نے جو ارادہ کیا ہے وہ عنقریب غالب ہو کر رہے گا۔

پس آج کی خلق بھری دنیا میں صرف حضرت بہاء اللہ جل ذکرہ الاعلیٰ ہی خدا کی دلیل اور بینۂ الٰہی ظاہر کر کے لوگوں کو اصلی توحید کی طرف بلا رہے ہیں جو واقعی اور اصلی توحید ہے اور جس سے دل روشن۔ سینے معمور اور طبیعتیں مسرور ہو جاتی ہیں اور نہضتِ عمومی اور امن و سلامتی کی زندگی ملتی ہے۔ چنانچہ آپ توحیدِ اصلی کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

ثم اعلم یا الٰهی علی التوحید الذی انت اردته وهو ان لا یظهر احدٌ الا و قد یظهر فیه التجلی الذی تجلیت له به لهذا الظهور الذی اخذت عهده

(ماخوذ از مناجات حضرت بہاء اللہ منقول از پیام بر جلد سوم نمبر ۶ جون ۱۹۳۲ء ص ۲۶)

اے خدائے بزرگ و برتر! تو اپنے بندوں کو ایسی توحید حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما جس کا تو نے ارادہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کوئی بندہ کسی دوسرے کو دیکھے تو اسمیں وہی چمک اور روشنی دیکھے جس کے ذریعے تو نے اس ظہور کو تسلیم کرنے کے لئے اس کا دل روشن کیا ہے۔"

پس آپ واضح طور پر اشارہ فرماتے ہیں اس امر کی جانب کہ آج پھر دنیا میں توحید اصلی جاری ہو رہی ہے اور خدا کے بندوں کو حکم ہے کہ جب تم کسی سے غلو اور توحید کے متعلق باتیں سنو تو خبردار ایسی باتوں کی طرف متوجہ نہ ہونا جو بندوں کے دماغ کی پیداوار ہوں بلکہ ہمیشہ یہ تلاش کرو کہ مظہر ظہور کی ارشاد کی ہوئی باتیں کس کے منہ سے نکلتی ہیں۔ جو مظہر ظہور کی بات کہے اُسے سنو ورنہ کسی دوسری بات کی طرف توجہ نہ کرو۔

دعا ہے کہ خدا ہمیں اور آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس ظہورِ اعظم و موعودِ کل امم کی طرف سچے دل اور انصاف اور دیانت داری سے متوجہ ہوں جو اعلیٰ دلائل اظہر بینات۔ خدا کی بہترین محبت اور اعلیٰ ثبوت لے کر دنیا کی ہدایت اور اشاعتِ توحید کے لئے مبعوث ہوا ہے۔ خدائے بزرگ و برتر ہمیں ہمت و جرأت دے اور اس امر عظیم میں ہماری امداد فرمائے۔

والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ

مرکزِ میثاق حضرت عبدالبہاء کی چند نصیحتیں

پیام مبر ماہ مارچ کے فارسی حصے میں (برخی از نصائح مرکزِ عہد و میثاق) کے عنوان سے الواحِ مبارک کا اقتباس چھپ چکا ہے۔ بعض احباب نے خواہش ظاہر کی کہ اس دفعہ ان کا اردو ترجمہ بھی شائع کر دیا جائے تاکہ اردو داں اصحاب کے لئے بھی مفید ہو۔ چونکہ پہلی صدی کے تتائوے سال گذر چکے اور صرف ایک سال باقی ہے اور اس سال میں بعض کاموں کی تکمیل کرنی ہے۔ امید ہے کہ اس مقصد کے لئے بھی یہ اقتباس کارآمد ہوگا۔ اس خیال سے کہ ہر شخص کو فائدہ پہنچے خواہ وہ فارسی بالکل بھی نہ سمجھتا ہو ترجمہ کسی قدر آزاد ہے۔ لیکن حتی المقدور اصل مفہوم کے مطابق ہے۔ (عشت عبدالبہاء)

فرماتے ہیں۔ چھوٹے بڑے کا لحاظ ضروری ہے

حفظ مراتب (یعنی چھوٹے بڑے کے رتبہ کا لحاظ کرنا) بہت ضروری ہے اور اس قانون وجودی کی رعایت بھی ضروری ہے کہ ہم میں سے کوئی نہیں جس کا مقام اور مرتبہ معین نہ ہو۔ کم عمر والوں کو چاہیئے کہ بڑی عمر والوں کی عزت اور ان کا احترام کریں۔ اور بڑی عمر والے چھوٹی عمر والوں کے ساتھ عنایت اور مہربانی سے پیش آئیں۔ جوانوں کو چاہیئے کہ بوڑھوں کی خدمت اور عزت کریں اور بوڑھے جوانوں کی محافظت اور رعایت کریں۔ یہ حقوق متبادلہ ہیں (یعنی ایک کا بدلہ دوسرا) ایسا نہ ہو کہ ہر شخص خود رائے اور مستقل الفکر ہو جائے (یعنی اپنی رائے کو سب سے اچھا سمجھے اور کسی سے مشورہ لینا اچھا نہ سمجھے)

اتے ہیں اطاعت اور پابندی ضروری ہے

حضرات محفلِ ایادی (یعنی محافل مقدس روحانی کے ممبر) علیہم بہاء اللہ جب کبھی جلسہ میں کوئی قرارداد ریزولیوشن تجویز کریں تو سب اطاعت اور پابندی کریں اور پوری خوشی اور رضامندی کے ساتھ اس پر عمل کریں کیونکہ یہ اطاعت فرض اور واجب ہے۔ ہر شخص اپنی جگہ نہیں سمجھتا کہ کن باتوں کا کیا نتیجہ ہوگا۔ اور نہیں جانتا کہ آج کس بات کی ضرورت ہے نہ ہر ایک کی ہر رائے صحیح ہے۔ اگر ایسا ہو کہ ہر شخص مستبد مطلق بن جائے اور جو کچھ اس کی نظر میں پسندیدہ ہو اسے کر بیٹھے تو کام کا شیرازہ بکھر جائے گا اور کاروبار میں بڑا خلل ہو جائیگا۔ اور ظاہری و باطنی (یعنی جسمانی و روحانی) پریشانی میں پھنس جائیگا۔

فرماتے ہیں محفل روحانی کی اطاعت ضروری ہے

اس لئے احباب میں سے جس کسی شخص کے خیال میں کوئی بات یا ضروری تجویز آئے وہ جلسہ میں حضرات ایادی (یعنی محفل مقدس روحانی کے ممبران) علیہم بہاء اللہ و ثنائہ و عزۃ و علائہ کے سامنے پیش کرے۔ اگر حضرات ایادی (یعنی محفل مقدس روحانی) نے اس تجویز کو پاس کر دیا تو اس پر عمل کرے ورنہ نہیں۔

کتاب اللہ (حضرت بہاء اللہ کی الواح) کی وہ عبارت جو مذکورہ بالا مضمون کی سند ہے۔

اے حزب اللہ! علمائے راشدین جو بندوں کو ہدایت کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور جو نفسِ امارہ کے وسوسوں سے محفوظ اور مصئون ہیں

وہ اس (شخص) کے نزدیک جو سارے جہان کا مقصود (پیارا) ہے عرفان کے آسمان کے تارے مانے گئے ہیں۔ ان کا ادب (اور احترام) کرنا لازم (ضروری) ہے۔ یہ لوگ بہتے ہوئے چشمے۔ چمکتے ہوئے ستارے۔ سدرۂ مبارکہ کے پھل۔ خدا کی قدرت کے آثار اور (خدا کی) حکمتِ صمدانی کے سمندر ہیں۔ مبارک ہے وہ جو ان لوگوں سے تعلق پیدا کرتا ہے۔ عرشِ عظیم کے پروردگار خدا کی کتاب میں فائزین میں سے شمار کیا گیا ہے۔ بہاء (نازل) ہو تم پر خدا کی طرف سے جو عرش اور فرش کا مالک ہے۔ اے اہلِ بہاء۔ اور اے سرخ کشتی کے بیٹھنے والو! اور اُن پر جو تمہاری میٹھی آواز سنتا ہے اور اس عزیز اور بدیع لوح میں جو حکم دیا گیا اس پر عمل کرتا ہے۔

فرماتے ہیں مشورت ضروری ہے

اے جماعت! ہر بڑے اور چھوٹے معاملہ میں انسان کو چاہئے کہ مشورت کرے تاکہ جو بات موافق (اور مناسب) ہو اس کا علم حاصل ہو۔ مشورہ کرنے سے معاملات پر روشنی پڑتی ہے اور مجہول (یعنی جن کا علم کم ہو) معاملات کی گہرائیوں میں اُترا جاتا ہے۔ حقیقت کا نور ان کے چہروں سے چمکتا ہے جن سے مشورہ کیا جائے۔ اور زندگی بخشنے والا پانی انسان کی حقیقت کے باغ میں بہتا ہے۔ عزتِ قدیمی کا نور تیز ہوتا ہے۔ اور وجود کے درخت میں تازہ پھل اس کی زینت کو بڑھاتے ہیں۔ لیکن مشورہ میں شریک ہونے والے اعضاء (ممبر) ایک دوسرے کے ساتھ نہایت درجہ محبت، اُلفت اور صداقت برتیں۔ مشورہ کرنے کا اصول (خدا کی بنیادی تعلیمات) میں سے سب سے بڑا اصول ہے اور ملت کے افراد کو چاہئے کہ معمولی (معذرہ کی) باتوں میں بھی مشورہ کریں۔

فرماتے ہیں اتحاد اور اتفاق ضروری ہے

اتحاد کے متعلق لکھا جا چکا ہے۔ یہ بات خدا کے دین کی بنیادی تعلیم ہے اگر یہ بنیاد مضبوط نہ ہو تو کسی وقت عمارت بالکل ڈھے جائیگی۔ اور ہر شخص خسرانِ مبین میں گرفتار ہو جائیگا۔ اس بات کے لئے نتیجہ بخش کوشش اور سخت محنت سے کام لو۔ یہ سب باتوں سے زیادہ ضروری بات ہے۔ کیونکہ بہت بڑے بڑے کام کرنے ہیں اور ایادی (یعنی ممتاز لوگوں) میں اتحاد کا ہونا اور دوستوں (یعنی ہر فرد) میں ایک دوسرے سے محبت نہ ہونا رکاوٹ اور جدائی کا سبب ہے۔ اگر حالت ایسی ہی رہی تو دہشت ہاتھ سے جاتا رہیگا اور پھر کچھ پھل ہاتھ نہ لگیگا۔ اور سب کو ندامت اور پشیمانی نصیب ہوگی اور ذلت سب کو گھیر لیگی اس کا علاج بہت جلد کرو۔

فرماتے ہیں ایکدوسرے کی تعریف کرو

میری روح جمالِ قدم کے پیاروں پر سے قربان ہو۔ حضرت بہاءاللہ کا حکم یہ ہے کہ سچی محبت کرو اور اتحاد و اُلفت کا سبب بنو۔ تاکہ سب ایک ہی سمندر کی موجیں بن جائیں اور ایک ہی آسمان کی بلندی میں چمکتے تارے ہو جائیں۔ توحید کی سیپ کے موتی اور تفرید کی کان کے چمکدار جواہرات بن جائیں۔ ایک دوسرے کے غلام ہو جائیں اور ایکدوسرے کی تعریف۔ توصیف اور ستائش کرنے لگیں ہر (بہائی) دوست کی تعریف میں زبان کھولیں اور ایک دوسرے کا زیادہ سے زیادہ شکرانہ ادا کریں۔ عزت کے افق کی طرف نظر اٹھائیں اور آستانِ مقدس سے نسبت پیدا کریں۔ ایک دوسرے کی بھلائی کے علاوہ اور کچھ نہ دیکھیں اور ایک دوسرے کی تعریف کے علاوہ اور کچھ نہ سنیں اور ایک دوسرے کی تعریف کے علاوہ زبان پر کوئی لفظ جاری نہ کریں۔

فرماتے ہیں عیب جوئی کی روک تھام ضروری ہے

اے یارانِ الٰہی! اگر کوئی شخص کسی شخص کی غیبت کرے تو یہ بات بالکل ثابت ہے کہ خاموشی اور سرد دلی کے علاوہ اور کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔

(غیبت) جھوٹ کا سبب اور جدائی کا سب سے بڑا وسیلہ ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کے پیٹھ پیچھے کسی کی برائی کرے تو سننے والے کا اول وظیفہ اور بشاشت کے ساتھ برائی کرنے والے کو منع کریں (اور کہیں) کہ اس غیبت سے کیا نتیجہ اور کیا فائدہ۔ آیا اس سے جمال مبارک کی رضامندی حاصل ہوگی یا خدا کے پیاروں کو عزت ابدی ملیگی۔ آیا خدا کے دین کے پھیلنے کا سبب ہوگا۔ یا خدا کا میثاق اس سے مضبوط ہوگا۔ کسی شخص کو فائدہ ہوگا یا کسی کو فیض پہنچیگا۔ خدا کی قسم ایسا نہ ہوگا بلکہ قلوب پر ایسا غبار بیٹھے گا کہ نہ کان سنیں گے اور نہ آنکھ حقیقت کو دیکھیگی۔

ستائش کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

لیکن اگر کوئی شخص کسی کی تعریف اور بھلائی کرے اور مدح وثنا میں زبان کھولے تو سننے والے خوشی اور مسرت سے بھر جائینگے۔ اور خدا کی خوشبو دار ہوائیں ان کو مسرور کردیں گی۔ دل فرحت اور سرور سے پر ہو جائینگے۔ ارواح کو بشارت احاطہ کریگی کہ الحمد للہ کلام الٰہی کے سایہ میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جو عالم انسانی کی خصلتوں اور فضیلتوں کا مرکز ہے۔ جو خداوند رحمٰن کے لطف وکرم کا مظہر ہے۔ جس کا چہرہ روشن ہے اور جس کی زبان ناطق ہے۔ ہر انجمن میں باثر طریق سے شریک ہوتا ہے اور اس کی جان کو خدا کے رحمانی نفحات کی تائید حاصل ہے اب دونوں میں سے کون سی حالت زیادہ اچھی اور زیادہ دلکش ہے؟

(ع ع)

دفتر پیام مبر دہلی قرول باغ

پوسٹ آفس کے نئے انتظام میں "دہلی قرول باغ" ایک مستقل ڈاکخانہ ہے دفتر پیام مبر کو خطوط بھیجنے والے حضرات نئی دہلی" یا "قرول باغ دہلی" نہ لکھا کریں۔ صرف اس طرح تحریر فرمایا کریں :-

"دفتر پیام مبر دہلی قرول باغ"

(منیجر)

مشرق الاذکار امریکہ

امریکہ میں جو مشرق الاذکار یعنی معبد بہائی تعمیر ہو رہا تھا۔ الحمد للہ اب اس کی تعمیر تکمیل کو پہونچگئی ہے اس مشرق الاذکار کا سنگ بنیاد حضرت عبدالبہاء اورد اخافداہ نے اپنے دست مبارک سے رکھا تھا یکم مئی ۱۹۱۲ء کی صبح کو احباب حضرت عبدالبہاء کی خدمت میں حاضر ہونے لگے حضرت عبدالبہاء اس وقت احباب کے سامنے حضرت بہاء اللہ کے حالات و واقعات مصائب بیان فرما رہے تھے پھر ایک تار تمام مشرق ومغرب کے احباب کو مشرق الاذکار کی بنیاد رکھنے کے متعلق دیا گیا جو خود حضرت عبدالبہاء نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا تھا ایک گھنٹے بعد حضرت عبدالبہاء مشرق الاذکار کی زمین پر تشریف لے گئے احباب وہاں جمع تھے اور ایک شاندار خیمہ بلند تھا حضرت عبدالبہاء نے سواری پر ہی زمین کے گرد پھر کر ملاحظہ فرمایا۔ پھر خیمہ کے نیچے کھڑے ہو کر ایک فصیح وبلیغ تقریر فرمائی پھر سنگ بنیاد رکھنے کے لئے تشریف لے گئے سونے کی وہ کدال جو آج ہی کیلئے تیار کی گئی تھی مس ملز نے حضرت عبدالبہاء کی خدمت میں پیش کی جس سے حضرت عبدالبہاء نے سنگ بنیاد کیلئے زمین کھودی پھر احباب زمین کھودنے لگے۔ پھر تمام نمایندگان امریکہ نے ایک ایک کر کے کدال چلائی۔ تھوڑی تھوڑی مٹی نکالی۔ پھر مشرق کے احباب کی نیابت میں چند احباب کو ارشاد ہوا جنھوں نے احبائے مشرق کی نیابت میں زمین کھودی۔ اس کے بعد حضرت عبدالبہاء نے اپنے دست مبارک سے سنگ بنیاد رکھا ۱۹۱۲ء سے ابتک برابر تعمیر کا کام ہوتا رہا ہو اب مکمل ہوگیا ہے۔ ہر سال ہزارہا اشخاص اس عظیم الشان اور دور جدید کی بے مثل عمارت کو دیکھنے آتے ہیں اور وہاں سے روح امر اللہ کا اثر و احساس لے کر جاتے ہیں۔

قسمت فارسی

گلدستهٔ گلستان عبدالبهاء

لئالی مخزونه ایست که در سفر اروپا و امریکا از فم اطهر صادر گشته است
جناب دکتور فرهنگ از کتاب بدائع الآثار استخراج و جمع آوری نمودند :-

گلزار اول

سوالات ارباب جرائد و محترمین مبنی بر مقصد از مسافرت مبارک اروپا و امریکا

موقعیکه سکیل مبارک در داخل کشتی عازم امریکا بودند شخص محترمی که صاحب مطبعه بزرگی در امریکا بود بحضور مبارک مشرف و از قصد مسافرت بامریکا سؤال نمود. فرمودند :-

"من برحسب دعوتهای محافل صلح بامریکا میروم زیرا اساس این امر بر صلح عمومی و وحدت عالم انسانی و مساوات بین بشر است چون این عصر عصر انوار است و قرن اسرار لابد این مقصد جلیل عالمگیر شود و این امر اعظم محیط شرق و غرب گردد"

در کلیولند در منزل اوکلدیس از استقرار سکیل اقدس چند نفر از روزنامه نویسها مشرف شده از جمله یکی از آنها سوال نمود پیام مبارک چیست؟ فرمودند :-

"پیام من وحدت عالم انسانی است و صلح عمومی. و تطبیق مسائل دینیه با علوم صحیحه. تساوی حقوق عمومی و دفع تعصب دینی و جنسی و وطنی و سیاسی و بیان حقیقت ادیان الهی و نبذ تقالید و اوهامات مذهبی و تربیت نساء بدرجه که حقوقشان با رجال مساوی شود و تعدیل معیشت افراد بشر که اگر امیر بسریر عزت جالس است فقیر هم خانه و حصیری داشته باشد و همچنین تاسیس مدنیت روحانیه

وتعدیل اخلاق عالم انسانی و وحدت اساس ادیان الٰهیه که اگر امم عالم بی به حقیقت ادیان برند چون حقیقت یکی است متحد شوند اما بسبب تقالید در اختلاف و جدال مانند چه که تقالید مختلف است ـ

در سانفرانسیسکو عدهٔ از مدیران جرائد بحضور مبارک مشرف از جمله مدیر جریده پست را طرف خطاب خود قرار داده فرمودند :ـ

" در این قرن نورانی جمیع امور تجدید شده علوم تجدد یافته فنون جدید پیدا شده ـ صنایع جدیده ظاهر گشته افکار جدیده جلوه نموده اکتشافات جدیده پدید شده اختراعات جدیده بمیان آمده فی الحقیقت عالم وجود عالم جدید گشته لهذا اساس دین نیز تجدید یابد ـ

بمدیر جریدهٔ بولتین فرمودند :ـ

" خداوند انسان را بصورت و مثال خود خلق کرده ولی بالعکس از حیوانات درنده بی رحم تر و بی باک تر است زیرا حیوان درنده هر روزی برای خوراک نهایت یک شکار مینماید ولی انسان بی رحم روزی صد هزار نفر را برای شهوت و ریاست میدرد ـ اگر گرگی گوسفندی را بدرد آن را میکشند اما اگر شخصی صد هزار نفر را بخاک و خون آغشته اورا مارشال و جنرال گویند و تعظیم و تکریم کنند اگر انسانی انسانی را بکشد یا خانه را بسوزاند اورا قاتل و مجرم خوانند اما اگر اردوئی را برباد نماید و مملکتی را زیر و زبر کند اورا فاتح نامند و پرستش کنند اگر کسی یک دولار را بدزدد اورا حبس نمایند اما اگر خانمان رعایا را غارت و شهری را تالان کند اورا سردار نامند و آفرین گویند ـ

وقتی در لوس انجلز مخبرین جرائد بحضور مبارک مشرف شدند خطاب بآنها فرمودند :ـ

" در عالم وجود دو مدنیت موجود مدنیت مادیه و مدنیت الٰهیه ـ فلاسفه موسس مدنیت مادی بوده اند و انبیای الٰهی موسس مدنیت آسمانی مثلاً فلاسفه یونان تاسیس مدنیت جسمانی نموده حضرت مسیح تاسیس مدنیت روحانی فرمودند مدنیت مادیه سبب سعادت دنیویه است و مدنیت الٰهیه وسیله سعادت سرمدیه اگر مدنیت الٰهیه که جامع است تاسیس شود مدنیت مادیه نیز اکمال یابد کمال روحانی چون حاصل شود کمال جسمانی نیز حاصل است اما مدنیت جسمانیه تنها کفایت نکند کمال جسمانی سبب

حصول کمالاتِ روحانی نگردد۔ بلکہ مزید جنگ وجدال شود وعلتِ حرب وقتال باوجود این عجب است کہ مدنیتِ الٰہیہ کلی فراموش شدہ وجمیع درآن مستغرقند امنیست کہ شب وروز آرام ندارند دائماً در حرب وقتالند ہر روز خونریزی وخرابی است وزحمت وپریشانی وتدارکِ حربِ عمومی وتباہیِ عالمِ انسانی۔

مدیر یکی از جرائدِ مشہور شکاگو بحضورِ مبارک مشرف شدہ سوال از پیام مبارک مینماید۔ پیامی از قسم اظہر خطاب بعالمِ انسانی بودہ میفرمایند:۔

"الحمدللہ قرونِ ظلمانی گذشت قرنِ نورانی آمد۔ الحمدللہ آثارِ اوہام وتقالید زائل شد وعقول واذکارِ بشر توسیع یافت اختراعات تجدید یافت علوم وفنون تجدد یافت مشروعات تجدد حاصل نمود اکتشافات تجدد یافت جمیع اشیاء تجدد یافت قوانینِ عالم تجدید پیدا نمود لہٰذا اقتضاء چنان بود کہ آئینِ الٰہی نیز تجدد یابد حقیقتِ ادیانِ الٰہیہ تجدید شود زیرا تعالیمِ الٰہیہ فراموش شدہ جزء تقالیدی در دست نمانده بود اساسِ ادیانِ الٰہی یکی است وآن حقیقت است ومورثِ محبت والفت وسبب وحدت عالمِ انسانی اما تقالید مختلف است وعلتِ اختلاف وہادم بنیانِ رحمانی پس بشارت باد بشارت کہ شمسِ حقیقت تجلی نمود۔ بشارت باد بشارت کہ نورانیت آسمانی آفاق را احاطہ کرد۔ بشارت باد بشارت کہ آہنگِ ملأ اعلیٰ بلند شد بشارت باد بشارت کہ نفثاتِ روح القدس حیات بخش است وعالمِ انسانی در تجدد ای اہل عالم بیدار شوید بیدار شوید ای احزاب وامم ہشیار گردید ہشیار بنیانِ نزاع وجدال را براندازید از تقلید وتعصب کہ سببِ درندگیست بگذرید تا بحقیقت پی برید وانوارِ وحدتِ عالمِ انسانی مانند آفتاب ظاہر وعیان گردد علمِ صلحِ عمومی بلند شود الفت واتحادِ کامل بین اجناس وادیان واوطان حاصل گردد۔ عالمِ انسانی آسائش جوید وصورت وشالِ الٰہی یابد۔ امنیست پیامِ من۔

ہیکلِ مبارک موقعیکہ در ترن از سنسناتی بعزم واشنگتن عازم دکتری در ترن بحضورِ مبارک مشرف ومقصد از سفرِ مبارک بامریک جویا شد۔ فرمودند:۔

مقصودِ من الفت بین احزاب است وترکِ تعصب وضغینہ وبغضا تا ملل وامم عالم با یکدیگر برادر شوند جمیع خیرخواہِ جنسِ بشر گردند نہ آنکہ بجنگ وجدال پردازند ومصیباتی مثل بالکان پیش آید خونہا ریختہ شود خانمانہا خراب وویران گردد تا این وقوعات است عالمِ انسانی آسائش نیابد خیمۂ صلحِ عمومی بلند نشود وحدتِ عالمِ انسانی حصول نجوید باید جمیع اغنامِ الٰہی یکدیگر را بشناسند وجمیع نوعِ انسان

و بندگان یزدان و خداوند بجمیع مهربان و فیوضاتش نسبت بجمیع یکسان. شصت سال پیش حضرت بهاء الله در ایران اساس چنین تعالیمی نهاد ترویج صلح عمومی و وحدت عالم انسانی فرمود پادشاه ایران و سلطان ترکی ما را بحبس انداختند بیست هزار نفر از ما کشتند که شاید این امر محو شود و این تعالیم حضرت بهاء الله فراموش گردد ولی با وجود این تعرضات روز بروز امر حضرت بهاء الله بلند تر گشت تا امور منقلب و شهر وطه برقرار شد و من آزاد گشتم و از سجن عکا بممالک افریقا و اروپا و امریکا سفر نمودم و نفوس را باین تعالیم مبارکه خواندم و امم و احزاب را بوحدت اساس ادیان و ترک تعصب و جدال و تقالید دعوت نمودم. "

موقعیکه ایکل مبارک با سکله لیور پول نزول اجلال فرمودند جمعی از وقائع نگاران جرائد از ورود مبارک مسبوق بودند تشرف حاصل نموده سوال از مسافرت و مقصد مبارک کردند. فرمودند:-

من از امریکا می آیم نه ماه در آن ممالک مسافر بودم در اکثر کنائس و مجامع نطق کردم جمیعرا بوحدت عالم انسانی خواندم و به صلح عمومی صلح بین ملل صلح بین ادیان صلح بین اجناس و صلح بین اقالیم دعوت نمودم فوائد صلح را بیان کردم مضرات جنگ و جدال را شرح دادم و اعلان نمودم که اساس ادیان الهی یکی است و این اختلافات از تقالید است اگر اهالی ادیان تقالید را ترک کنند کل متفق شوند خلاصه جمیع را دعوت بمحبت و اتحاد نمودم و بر ترویج صلح عمومی دلالت کردم تا بین بشر جدال و نزاع نماند جمیع یک خاندان شوند و در نهایت محبت و الفت با یکدیگر معاشرت و سلوک نمایند و شرق و غرب دست در آغوش شوند. این تعالیم در قلوب خیلی تاثیر نمود در هر مجمعی جمعی در صلح عمومی متفق گشتند حالا در امریکا نفوس خیلی مائل بصلح اند و امیدچنان است که نتائج مهمه حاصل شود مقصد من از سفر بلندن همین است.

در لندن عدهٔ از ارباب جرائد و محترمین بحضور مبارک مشرف شدند چون پرسیدند وجود مبارک از کجا تشریف میآورند و مقصد مبارک از این سفر چیست. فرمودند:-

" از امریکا میایم نه ماه در صفحات امریکا بودم بهر شهری رفتم در کنائس و مجامع هر مدینه ای صحبت داشتم و در کانفرانسهای عدیده مثل کانفرانس لک مهانگ مدعو بودم و در دارالفنونها حاضر همه جا بدعوت برای محبت رفتم و اساس گفتگوی من تعالیم حضرت بهاء الله بود. که بموجب آن تعالیم کل را دعوت نمودم بصلح عمومی بین ادیان و صلح عمومی بین اجناس و صلح عمومی بین دول و اقالیم و دلائل بر وجوب صلح

اقامه نمودم و به براهین عقلیه ثابت و محقق داشتم که امروز اعظم و الزم امور صلح عمومی است و سبب آسایش عالم انسانی و اعظم وسیله حل مشکلات زیرا این قرن، قرن انوار است قرن ترقی عقول و افکار است قرن تربیت نفوس و ارواح است قرن ظهور اسرار کائنات است دهر طلوع شمس حقیقت است عصر صلح و سلام است و محبت و الئتیام سزاوار اینست که در چنین عصری جمیع ملل متفق شوند جمیع ادیان متحد گردند اقالیم، اقلیم واحد شوند چه عالم انسانی حکم شجره واحد دارد و ادیان و ملل مثابه اغصان و افنان آن پس باید در نهایت الفت باشند از حرارت شمس حقیقت تربیت یابند و از باران موهبت لشو و نما نمایند تا عالم انسانی نورانی شود و روحانی گردد و نهایت اتفاق بین بشر حاصل شود و اتحاد بین ملل تحقق یابد فی الحقیقه مجامع صلح بسیار منعقد و نفوس خیلی طالب و بالنهایت اذعان این مرام را استماع نمودند حال به اروپا آمدم الحمدلله در این شهر کانفرانس صلح تشکیل شده و این بسیار سبب سرور است که در این مرکز مهم وکلای ملل تاسیس چنین کانفرانسی شود لهذا امیدوارم که صلح عمومی بتابد و این ملت نجیبه و دولت عادله موفق بآن شود که این اساس متین صلح عمومی که مبنیان آسایش نوع انسانی است در اینجا تاسیس شود حرب بالکان بالنتیجه رسد و حقوق طرفین محفوظ ماند و محافظه گردد و الا شراره اش عالمگیر شود علی الخصوص اروپا که مانند جبه خانه پر از مواد التهابیه است و منتظر یک شراره است که اروپا را زیر و زبر نماید پس چاره جز صلح عمومی نماند امروز این امر اعظم امور است که از خدا میخواهم که میسر شود امریکا و اروپا در مدنیت مادیه نهایت ترقی نموده روز بروز در ترقی است امید است مدنیت الهیه نیز در این ممالک تاسیس شود یعنی مدنیتی که انبیای الهی تاسیس نمودند و تعلق بعالم اخلاق و تربیت روحانی دارد و سبب ترقیات معنویه عالم انسانیست.

جمعی از اشخاص محترم در حال لندن که بحضور مبارک مشرف شدند چون مقصد سفر مبارک را سوال نمودند با نهایت قدرت و همیشه جواب فرمودند:- که

این آمده ام تا مدنیت الهیه را ترویج نمایم مدنیتیکه حضرت بهاء الله در شرق تاسیس فرمود مدنیتی که خدمت بعالم اخلاق نماید مدنیتی که سبب صلح عمومی است. مدنیتی که مروج وحدت عالم انسانی است.

یکی از وقایع نگاران جرائد صبح زود در پاریس در بیت مبارک مشرف گردید - از جمله بیانات مبارکه باو این بود:-

بنا پارت در عالم ملک یکی از نفوس عظیمه بود ولی فتوحاتش محدود بود منتهی شد و تاجگشش مفقود لکن نفوسیکه

ندا بملکوتِ الٰہی میکنند فیوضاتشان ابدیست وسلطنتشان سرمدی. ملاحظه کنید که سلطنتِ ملوکِ عالم منتہی شد اما سلطنتِ حواریان باقی و دائم وغیر محدود است زیرا انچه تعلق بامر الله دارد هر خدمتیکه منسوب بآستانِ الٰهیست محدود بحدود نیست پس انسانِ عاقل را سزاوار اینست که ندا بملکوت الله نماید حیاتِ ابدی بخشد اینست سلطنتِ باقیه وقوهٔ قاهره که بمحبت الله حصول یابد. امیدواریم ازاین ملاقات نتایج حسنه مانند ملاقاتِ زمینِ پاک و بارانِ بهاری باشد وهمچو نسیم سحر دازهار وشکوفه گلهای معطر گردد.

تبریک و تهنیت

درحالتی که هنوز نسیم جانفزای نوروزی وزان و گلها از جلوه افروزی عیدِ اعظم رضوان خرم و خندان است کارکنان بنگاه مجلهٔ شریفهٔ پیام پیامِ دوستی و مودت وتبریکاتِ صمیمانهٔ خود را بعموم خوانندگانِ گرامی تقدیم داشته مزید موفقیت وکامرانی کل را از درگاهِ ربانی سائلند.

تقویم بدیع

دراین سنه باوجود قلتِ وسائلِ طبع وچیزهای لازمه بازهم لجنهٔ مطبوعات ونشریات بهائی ازفضل وعنایت الٰهی ازخدمت بازنماند امسال هم بطبع دو رقم تقویم دیواری یکی باحروفِ فارسی ودیگری انگلیسی که برتختهٔ برتِ مزینه بعکسِ مشرق الاذکار شیکاغو امریکا است موفق گشته

قیمت انگلیسی شصت آنه وفارسی چهار آنه بدون پست

آدرس:- کتب خانهٔ ملی بهائی هال - کراچی

تبریکِ عید نوروز

از جناب مہربان زائر مشرقی بمبئی

عیدِ نوروز آمد و جانہا ہمہ سرشار شد
بادِ فروردین وزید و کاشفِ اسرار شد

آن شجر خشکیدہ کز ظلمتِ بادِ خزان
باز از بادِ بہاری زندہ و جاندار شد

چشمہ ہا خشکیدہ بود از کثرتِ سرما و یخ
آبہا از چشمہ جاری گشت و ہم افشار شد

در چمن جز نالۂ زاغ و زغن صوتے نبود
حال جای بلبل شوریدہ در گلزار شد

باغ و بستان سبز و خرم از نسیم نوبہار
سنبل و سوسن پریشان تر ز زلفِ یار شد

غنچہ لب بگشادہ و اشگوفہا لب خندہ زن
لالہ پر ژالہ چون خالِ رخِ دلدار شد

لالہ بر لب داغ دارد از فراق روی دوست
شکر للہ دوست آمد موسم دیدار شد

گو بہ یعقوب زمانہ نورِ چشمت شد عیاں
پس بہ کنعان دہ بشارت دیدہ پر انوار شد

نورِ چشمِ اہلِ عالم شوقیِ غصنِ بہار
آنکہ نامش در وصیت بارہا تکرار شد

آن دُرِ بحرینِ امکان بود پنہان در صدف
از دو موجِ بحرِ انسان این دُرِ شہوار شد

ساقیِ بزمِ الستِ ما یۂ فخرِ زمان
عالمِ کون و مکان را صاحب و سردار شد

با جنودِ اسمِ اعظم فتح شہرستانِ جان
بر علیہ اہلِ عدوان او علم بردار شد

رایتِ صلحِ عمومی زد فراز ملکِ دل
آیتِ امر بہا را در جہان اخبار شد

غرب را بر شرق پیوست و جنوبش بر شمال
شصت اقلیم جہان را حاملِ اسرار شد

ہر کجا بینی ندائے اسمِ اعظم مرتفع
بر زبانِ ہر شریفی این سخن گفتار شد

مالکِ ملکِ عبودیت ولیِ امرِ حق
حضرتِ شوقیِ ربانی مرا غمخوار شد

آرزو دارم ببوسم خاکِ پایِ اقدسش
خاکِ پایِ اقدسش چون سرمہ در الطار شد

روز و شب دارد امید خاک بوسی درش
گرچہ زائر در حضورش خوارتر از خار شد

ہُوَ اللّٰہ

ساقی از غیب بقا برقع برافگن از عذار
تا بنوشم خمر باقی از جمالِ کردگار

اینچه در خمخانه داری نشکند صفای عشق
زان شراب معنوی ساقی همی بجری بیار

تا که این مستورِ شیدائی درآید در خروش
تا که این مخمورِ ربانی برآید زین خمار

تا نگردی فانی از وصفِ وجودای مردِ راه
کی چشی خمرِ بقا از لعلِ نوشینِ نگار

نارِ عشقی برفروز و جملهٔ هستیها بسوز
پس قدم بردار و اندر کوی عشاقان گذار

پای نه بر فرقِ ملک آنگه درآ در ظلِّ فقر
تا به بینی ملک باقی را کنون از هر کنار

گر خیالِ جان همی هستت بدل اینجا میا
ور نثارِ جان و دل داری بیا و هم بیا

رسمِ ره اینست اگر وصلِ بها داری طلب
گر نباشی مردِ این ره دور شو زحمت میار

گر همی خواهی که گردی واقف از اسرارِ عشق
چشمِ عبرت برگشا بر بندِ راهِ انتظار

تا به بینی طورِ موسیٰ طالف اینجا آمده
تا به بینی روحِ عیسیٰ را زعشقش بیقرار

تا بیابی دفترِ توحید از زلفین دوست
تا بخوانی مصحفِ تجرید از خدّینِ یار

هین بکش خمرِ فرح از چشمهٔ حیوانِ عشق
تا بیفروزی سرِ اندازی همی در پای دار

تا که برپرّند اطیارِ وجود از سجنِ تن
تا فضای لامکان در ظلِ صاحب اقتدار

مردگانند در این بادیه اندر رهِ دوست
ای مسیحای زمان یکنفسِ گرم برآر

درویشِ جهان سوخت از این شعلهٔ جانسوزِ الٰہی
وقت آنست کنی زنده ازاین نغمهٔ زار

PAYAMBAR
Qarol Bagh, NEW DELHI.

Registered No. L.—4663.

THE FOUNDATION OF WORLD UNITY

Selected addresses delivered by Abdul Baha at Universities, Churches, Synagogues, Peace Societies and similar public meetings during His journey through America in 1913. 112 P.P. (Bound in cloth) ... Rs. 3 A. 0 P. 0

THE PROMISE OF ALL AGES

By Christophil:

An important contribution to the literature expounding the significance of the Baha'i Faith. The author traces the true spiritual content of religion through the dispensations of the past, to culminate in the World Order revealed by Baha-u-llah. (Bound in cloth) ... 5 10 0

SOME ANSWERED QUESTIONS

An exposition of fundamental spiritual and philosophic problems. (Bound in cloth) 5 10 0

THE ONENESS OF MANKIND

Essays on inter-racial amity. (64 pages) 0 9 0

HIDDEN WORDS

The essence of the teachings of all the prophets (54 pages) 0 15 0

THE REALITY OF MAN

Words of Abdul Baha explaining the relations of mind body and soul 1 15 0

THE UNIVERSAL RELIGION

By Hippolyte Dreyfus:

An introductory work on the Baha'i cause by a French Orientalist, who translated many of the writings of Baha'u'llah. (176 pages) 3 12 0

BAHA'U'LLAH AND THE NEW ERA

By J. E. Estlemont:

An authoritative and comprehensive survey of Baha'i history and teachings related to present religious, scientific and social conditions. (*Translated into 35 languages*).

English 2 0 0
Urdu, Hindi, Gujrati, Sindhi, ... 1 0 0

Catalogue of many other books on request.

The Secretary,

Baha'i Publishing Committee,

C/o THE BAHA'I HALL,

Dipchand Ojha Road, Garden Quarters, KARACHI.

Jayyed Press, Delhi.

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائیگا۔